عقبہ بن نافع
اسلم راہی ایم اے

پیش لفظ

عقبہ بن نافع......

عالم اسلام کا ایک عظیم سالار اور رزم گاہوں کا رجل جلیل۔

افریقہ میں رومنوں کے لشکر میں گورومنوں کے علاوہ وحشی ہن، خونخوار گلل، رحم نا آشنا گاتھ اور خون آشام وندال شامل تھے لیکن عقبہ بن نافع نے ان ساری قوتوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔

افریقہ کو فتح کرنے اور ہر مخالف قوت کو رگیدنے کے بعد اس نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال دیا اور کہا۔ ''اے اللہ! اگر سمندر نہ ہوتا تو میں زمین کے آخری کونے تک تیری راہ میں جہاد کرتا چلا جاتا۔''

عقبہ بن نافع کے اسی جملے پر علامہ اقبال نے کہا۔

دشت تو دشت رہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

ناول عقبہ بن نافع جہاں آپ کی دلچسپی کا باعث بنے گا وہاں یقینی طور پر یہ پڑھنے والوں کی معلومات میں اضافہ بھی کرے گا۔

اسلم راہی ایم۔اے

★★★

چاندنی میں نہائی رات اپنے آخری لمحوں میں تھی۔
دشتِ افریقہ کی وہ شاہراہ جو انجیم شہر سے نکل کر قیروان اور سلینا ہوتی ہوئی تلسمان کی طرف جاتی تھی بالکل اُداس اور ویران پڑی ہوئی تھی۔ رات کے اس وقت جبکہ صحرا کے اندر چاروں طرف چاندنی پھیلی ہوئی تھی، شاہراہ پر نہ کوئی سوار تھا نہ کوئی تجارتی کارواں، ایسے میں اچانک شاہراہ پر طلسم زادوں کو لطیف روحانی سکون اور دل کی گہرائیوں کو بصیرت میں گل ہائے چمن کی خوشبو بھر دینے والی ایک آواز سنائی دی تھی۔ کوئی قرآنِ مقدس کی تلاوت کر رہا تھا جس کا ترجمہ یوں تھا۔

"آسمان کو ہم نے اپنے زور سے بنایا اور ہم اس کی قدرت رکھتے ہیں۔ زمین کو ہم نے بچھایا اور ہم بڑے اچھے ہموار کرنے والے ہیں۔ اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے بنائے شاید تم اس سے سبق لو۔ پس دوڑو اللہ کی طرف۔ میں تمہارے لئے اس کی طرف سے صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں اور نہ بناؤ اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود میں تمہارے لئے اس کی طرف سے صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں۔"

یہاں تک پڑھنے کے بعد تلاوت کرنے والا رکا۔ اس کے بعد اس کی آواز کچھ اس طرح بلند ہو کر سنائی دی جیسے تلاوت کی وہ آواز وقت کے پل پل، رگ رگ میں کوہ و دمن کے کنکر کنکر، صحرا کے ذرے ذرے میں لاہوتی لذتوں کو بے کرانی اور صحبت کے اصرار و عجائب اور طلسماتی ردِ عمل کی کرشمہ سازیاں بھر دے گی۔ تلاوت کی آواز پھر سنائی دی۔

"یوں ہی ہوتا ہے۔ ان سے پہلے کی قوموں کے پاس کوئی رسول ایسا نہیں آیا جسے انہوں نے یہ نہ کہا ہو یہ ساحر ہے یا مجنوں۔ کیا ان

سب نے آپس میں اس پر کوئی سمجھوتہ کرلیا ہے نہیں یہ سب سرکش لوگ ہیں۔ پس اے نبی! ان سے رخ پھیرلو۔ تم پر کوئی ملامت نہیں۔"

یہاں تک پڑھنے کے بعد تلاوت کرنے والا پھر رکا تھا۔ اس کے بعد اس کی آواز میں کچھ اس طرح دھیما پن آیا تھا جیسے زندگی کی جستجو وقت کی نا آشنا تشنگی میں انجم وثریا، شبنم اور فطرت ساحل اور موجوں کی اسرار آمیز سرگوشیاں سنائی دی ہوں۔ اس نے پھر تلاوت کی تھی۔

"البتہ نصیحت کرتے رہو۔ کیونکہ نصیحت ایمان لانے والوں کے لئے نافع ہے۔"

تلاوت کرنے والا پھر رکا۔ کچھ دیر فضاؤں کے اندر خاموشی رہی۔ اس کے بعد تلاوت کرنے والے کی آواز رگ رگ میں چبھ کر دلوں میں امرت بھرتی صداقت، اوہام کی زنجیریں توڑتی تلاوت کی وہ آواز ضمیر کو انوکھے نغمہ ونور، ذہن کو راستی کی کرنوں سے بھرتے ہوئے نفس کے شفاف آئینے پر دل بستگی کے نقوش ثبت کرنے لگی تھی۔ اس نے پھر تلاوت کی تھی۔

"میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کچھ کام کے لئے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔ میں ان سے کوئی رزق نہیں چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں اللہ تو خود ہی رازق ہے، بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔ پس جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کے حصے میں ویسا ہی عذاب تیار ہے جیسا انہی جیسے لوگوں کو ان کے حصے کا مل چکا ہے اس کے لئے یہ لوگ جلدی نہ مچائیں آخر کو تباہی ہے کفر کرنے والوں کے لئے اس روز جس کا انہیں خوف دلایا جا رہا ہے۔"

تھوڑی ہی دیر بعد الجیم سے قیروان، وہاں سے مکثار اور سلینا اور تلسمان جاتی ہوئی اس شاہراہ پر ایک شتر سوار نمودار ہوا۔ چاندنی رات میں وہ شتر سوار ایک ہیولے کی طرح دکھائی دے رہا تھا اور صحراؤں کے اندر قرآن مقدس کی تلاوت بھی اسی نے کی تھی۔

تلاوت ختم کرنے کے بعد وہ خاموش ہو گیا تھا اور چاروں طرف فضاؤں کے اندر ایک کاٹ کھانے والی خاموشی نے گھر کر لیا تھا۔ اب اُس نے اونٹ کو ایڑھ پر ایڑھ لگاتے ہوئے اس کی رفتار پہلے سے تیز کر دی تھی۔

الجیم کے پاس سے گزرنے کے بعد وہ جب کافی آگے بڑھ گیا تب مشرق کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے اپنے شتر کو روک دیا تھا۔ اس لئے کہ سورج طلوع ہونے والا تھا۔ اونٹ کو روکنے کے بعد گردن پر ہاتھ جماتے ہوئے وہ نیچے اُترا۔ اونٹ کی نکیل اونٹ کے گھٹنوں پر مارتے ہوئے ساتھ ہی ہش ہش کی آوازیں نکالتے ہوئے اس نے اونٹ کو بٹھا دیا اور اونٹ کا گھٹنا باندھ دیا۔

اس کے بعد اس نے اونٹ کے کجاوے کے ساتھ بندھی ہوئی چھاگل سے وضو کیا۔ ایک بار پھر غور سے مشرق کی طرف دیکھا۔ فجر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ کچھ سوچتے ہوئے وہ قبلہ رخ ہوا۔ فضاؤں کے اندر دل موہ لینے والے انداز میں اُس نے پہلے اذان دی، پھر وہ فجر کی نماز ادا کرنے لگا تھا۔

کچھ دیر وہ جوان ریت پر بیٹھ کر دعا مانگتا رہا۔ اتنی دیر تک رات اپنے انجام کو پہنچ چکی تھی۔ چاروں طرف روشنی پھیل گئی تھی۔ وہ سوار اٹھ کھڑا ہوا۔ اونٹ کا گھٹنا کھول کر اسے بھی اٹھایا۔ اتنی دیر تک مشرق سے سورج طلوع ہو رہا تھا۔ اب سوار پہلے کی طرح اسی شاہراہ پر سفر کر رہا تھا۔ حتیٰ کہ سورج کافی چڑھ آیا اور صحرا کے اندر گرمی اپنے عروج پر آ گئی تھی۔ سورج بلند ہوتا ہوا نصف النہار کی طرف آ رہا تھا اور صحرا کے اندر اُٹھتی گرمی کی لہریں لب سوختہ کی داستانیں اور کرب خیزی کی سیج سجانے لگی تھیں۔

اس صورت حال میں اُس شتر سوار نے چاروں طرف ایک نگاہ دوڑائی۔ کوئی بستی تھی نہ کوئی قصبہ۔ شاہراہ بالکل ویران تھی۔ سوار کے چہرے پر اس لمحہ ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، اس کے بعد اس نے بڑے کرب خیز انداز میں حدی گانا شروع کی تھی۔ حدی کی آواز سن کر اس کا اونٹ چند لمحے بلبلاتا رہا، پھر بپھر گیا اور آپ ہی آپ حدی کی آواز سن کر اس نے اپنی رفتار تیز کر دی تھی۔ اب اس کا اونٹ صحرا کے ذروں کو اپنے گدی دار پاؤں تلے روندتا ہوا بڑی تیزی سے اس شاہراہ پر بھاگ رہا تھا۔

کچھ دیر آگے بڑھنے کے بعد سوار نے اونٹ کی رفتار کم کر دی۔ اس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم بھی نمودار ہوا تھا۔ اس لئے کہ اسے اپنے سامنے ایک نخلستان دکھائی دیا تھا۔ ساتھ ہی اس نخلستان سے اسے ظہر کی اذان بھی سنائی دی تھی۔

شتر سوار کچھ دیر تک اونٹ کی گردن تھپتھپاتا رہا۔ اونٹ درمیانی رفتار سے آگے بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نخلستان میں داخل ہوا۔ نخلستان سے باہر کھجور کے تنوں اور کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی ایک مسجد تھی جس میں نماز شروع ہونے والی تھی۔ شتر سوار وہاں جا کر

رکا، اونٹ کو بٹھایا، اونٹ کا گھٹنا باندھ کر وضو کیا اور دوسرے لوگوں کے ساتھ نماز کے لئے کھڑا ہو گیا تھا۔

نماز پڑھنے کے بعد جب وہ دوبارہ اونٹ کے پاس آیا، اپنے اونٹ کو اٹھانا ہی چاہتا تھا کہ ایک نوجوان اس کے پاس آیا جو اپنے چہرے سے بربری لگتا تھا۔ شتر سوار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرا نام نعیم بن حماد ہے۔ بربر ہوں۔ اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ مسافر ہیں۔ کیا میں آپ کی منزل جان سکتا ہوں؟''

شتر سوار نے اس نوجوان کی طرف دیکھا جس نے اپنا نام نعیم بن حماد بتایا تھا۔ اُس سے پرجوش مصافحہ کیا پھر مسکراتے ہوئے لہجے میں کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی! میں ابوعبید اللہ وردان ہوں۔ قیروان کا رخ کروں گا۔ وہاں اس وقت جو مسلمانوں کے لشکر کے سالار زہیر بن قیس ہیں ان کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور ان تک یہ پیغام پہنچاؤں گا کہ عنقریب عقبہ بن نافع رسد اور کمک کے ساتھ ان سرزمینوں میں داخل ہوں گے اور نئے سرے سے دشمن کے خلاف یلغار کریں گے۔''

ابوعبید اللہ کے یہ الفاظ سن کر نعیم بن حماد کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ ایک دم آگے بڑھ کر اس نے ابوعبید اللہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا اور اس کی پیشانی چومی، پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''خدا کی قسم آپ نے ہمیں وہ خبر دی ہے جس کا یہاں کے لوگوں کو ایک مدت سے انتظار تھا۔ سن میرے بھائی! میں مسلمانوں کے لشکر کا ایک چھوٹا سالار ہوں۔ اس سے پہلے جب عقبہ بن نافع ان سرزمینوں کی طرف آئے تھے تو میں نے ان کے تحت کام کیا تھا۔ پر افسوس انہیں واپس بلا لیا گیا۔ اب جو پھر وہ ان سرزمینوں کی طرف آ رہے ہیں تو میں سمجھتا ہوں خداوند قدوس کی رحمت ایک بار پھر ان سرزمینوں میں حرکت میں آئے گی اور مسلمانوں کا کھویا ہوا وقار نہ صرف بحال ہو گا بلکہ نئے علاقے رومنوں، ہنوں، وندالوں اور وحشی گال قوم سے واپس لئے جائیں گے۔''

اتنی دیر تک کچھ اور لوگ بھی ان دونوں کے گرد جمع ہو گئے تھے اور خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نعیم بن حماد نے انہیں عقبہ بن نافع کے آنے کی جب خبر دی تو اس پر نخلستان کے اندر کیا مرد، کیا عورتیں، کیا بوڑھے، کیا بچے سب شور کرنے لگے تھے۔

''عقبہ بن نافع آ رہے ہیں...... عقبہ بن نافع آ رہے ہیں......'' پورا نخلستان ان

آوازوں سے گونج اُٹھا تھا اور یہ آوازیں سن کر جہاں نعیم بن حماد مسکرا رہا تھا وہاں ابوعبید اللہ کے چہرے پر بھی مسکراہٹ تھی۔

پھر نعیم بن حماد ابوعبید اللہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز اور محترم بھائی! میں جانتا ہوں آپ ایک لمبے سفر سے آئے ہیں۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ آپ ایک رات ہمارے پاس قیام کریں؟ قیروان اب یہاں سے بالکل نزدیک ہی ہے...... میں نے بھی کل واپس لشکر میں جانا ہے۔ دونوں اکٹھے قیروان جائیں گے۔''

اس پر ابوعبید اللہ بے چینی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے عزیز! میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ جو پیغام میں لے کر آیا ہوں وہ زہیر بن قیس تک وقت ضائع کئے بغیر پہنچانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد میں نے یہیں قیام کرنا ہے اور لشکر میں شامل ہوں گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں ایک لمبا سفر طے کر کے آیا ہوں پر میں تھوڑی دیر یہاں سستاؤں گا۔ اتنی دیر تک میرا اونٹ بھی آرام کر لے گا۔ اس کے بعد میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہوں گا۔''

جواب میں نعیم بن حماد مسکرایا اور کہنے لگا۔

''اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو میں بھی آپ کے ساتھ آج ہی قیروان کی طرف روانہ ہوں گا۔''

اس کے ساتھ ہی ہاتھ کے اشارے سے نعیم بن حماد نے کچھ جوانوں کو بلایا اور ان کے کان میں کھسر پھسر کی جسے سن کر سب سے پہلے ایک نوجوان حرکت میں آیا۔ ابوعبید اللہ کے اونٹ کا بندھا ہوا گھٹنا کھولا۔ اونٹ کو اس نے اٹھایا اور نخلستان کے کنوئیں کی طرف لے گیا جس پر ایک اونٹ جتا ہوا تھا اور ٹھنڈا شفاف پانی نخلستان کے کھیتوں کو سیراب کر رہا تھا۔

پختہ اینٹوں کا جو حوض بنا ہوا تھا جس میں پانی بھرنے کے بعد کھیتوں کی طرف جاتا تھا وہاں اس نے اونٹ کو کھڑا کیا۔ اونٹ نے پیٹ بھر کر پانی پیا۔ اس کے بعد اس نوجوان نے اس اونٹ کو ایک کھجور تلے باندھ دیا۔ اتنی دیر تک کچھ نوجوان حرکت میں آئے اور انہوں نے اونٹ کے آگے تربوز کے چھلکوں کا ڈھیر لگا دیا تھا اور اونٹ بڑی رغبت سے انہیں کھاتے ہوئے پیٹ بھرنے لگا تھا۔

عین اسی وقت ایک نوجوان تقریباً بھاگتا ہوا اس جگہ آیا جہاں نعیم بن حماد اور ابوعبید

اللہ کھڑے تھے۔ پھر نعیم بن حماد کو مخاطب کرتے ہوئے وہ نوجوان کہنے لگا۔

"آپ مہمان کو لے کر آئیں۔"

نعیم بن حماد نے ابو عبید اللہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"میرے بھائی! میرے ساتھ آئیں۔"

ابو عبید اللہ چپ چاپ نعیم بن حماد کے ساتھ ہولیا۔ دونوں کھجوروں کے ایک جھنڈ کے پاس آئے جہاں کچھ نوجوانوں نے کھجور کے پتوں کی چٹائیاں بچھا دی تھیں اور ان پر کچھ تکیے رکھ دیئے تھے۔ جوتے اتار کر نعیم بن حماد اور ابو عبید اللہ وہاں بیٹھ گئے۔ اتنی دیر تک کچھ اور لوگ بھی وہاں آ کر بیٹھ گئے تھے۔ کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ نخلستان کی کچھ لڑکیاں بڑے صاف ستھرے، خوبصورت قرابے لئے وہاں آئیں جو تربوز کے رس سے بھرے ہوئے تھے۔ پیالہ بھرتے ہوئے انہوں نے پہلے ابو عبید اللہ کو تربوز کا رس پلایا، اس کے بعد دوسرے لوگوں نے بھی جی بھر کر پیا۔

لڑکیاں واپس چلی گئیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر لوٹیں اور کھانے کے برتن لا کر چٹائی پر رکھ دیئے تھے۔ ابو عبید اللہ ان لڑکیوں کی یہ سرعت اور مہمان داری دیکھتے ہوئے بے حد متاثر ہو رہا تھا۔ نعیم بن حماد کے کہنے پر اُس نے کھانا کھانا شروع کیا۔ نعیم بن حماد اور کچھ دوسرے لوگ بھی کھانے میں شامل ہو گئے تھے۔

جب وہ کھانا کھا چکے تو وہی لڑکیاں برتن اٹھا کر لے گئیں۔ پھر نعیم بن حماد ابو عبید اللہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ تھکے ہوئے ہیں .... یہاں بیٹھ کر کچھ دیر ستا لیں۔ اتنی دیر تک آپ کا اونٹ بھی پیٹ بھر کر تازہ دم ہو جائے گا۔ پھر ہم قیروان کی طرف روانہ ہوں گے۔"

نعیم بن حماد جب خاموش ہوا تب ابو عبید اللہ بڑی ممنونیت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میرے بھائی! میں قیلولہ کرنے کا عادی نہیں ہوں .... میں ان علاقوں کی طرف پہلی بار آیا ہوں۔ کیا آپ مجھے یہاں کے حالات سے آگاہ نہ کریں گے کہ یہاں مسلمانوں کو کن قوتوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا؟"

ابو عبید اللہ کے اس سوال پر نعیم بن حماد نے کچھ سوچا، ہونٹوں پر زبان پھیری اور کہنے لگا۔

"میرے عزیز! یہاں بہت سی قوتیں ہیں جن سے مسلمانوں کو ٹکرانا ہو گا اور انہیں زیر

کر کے ان علاقوں میں اسلام کی خدمت کرنا ہو گی۔ مسلمانوں نے عقبہ بن نافع کی سرکردگی میں جو پہلے علاقے فتح کئے تھے ان میں سے بہت سے پھر واپس جا چکے ہیں اور دوبارہ ان علاقوں کو اپنی گرفت میں کرنا ہو گا۔

یہاں افریقہ کی سرزمینوں میں اس وقت کئی قوتیں ہیں۔ سب سے بڑی قوت رومن ہیں۔ رومنوں کا شہنشاہ ان دنوں قسطنطین چہارم ہے .... اس کی طرف سے یہاں جو رومن حکمران ہے اس کا نام گریگوری ہے۔ اس سے پہلے بھی گریگوری کے خلاف عقبہ بن نافع حرکت میں آتا رہا ہے۔ گریگوری کے تحت نہ صرف رومنوں کا ایک بہت بڑا لشکر ہے بلکہ رومنوں کے یہاں تین بڑے سالار ہیں جو جنگ کا بہترین تجربہ رکھتے ہیں۔ ایک کا نام لیو، دوسرے کا نام ہرکولیس اور تیسرے کا نام اسارین ہے۔

رومنوں کے علاوہ یہاں گال، وندال اور ہن قوم کے لوگ بھی آباد ہیں۔ وندال تو پہلے ان علاقوں میں حکمران بھی رہے ہیں۔ یہاں تک کہ رومنوں نے ان پر حملہ آور ہو کر انہیں یہاں کی حکومت سے محروم کیا۔ وندال ایک وحشی قوم ہے اور یہاں ان کی خاصی تعداد ہے۔ ان کا ایک خاصا بڑا لشکر ہے جو رومنوں کے حق میں مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آتا ہے۔ یہاں وندال لوگوں کا جو حاکم ہے اس کا نام نکولس ہے اور اس کا نائب اور سالار ایک شخص کریوس ہے۔ جہاں تک گال قوم کا تعلق ہے تو یہ بھی بڑی وحشی قوم ہے۔ فرانس میں آباد ہے۔ وندال کی طرح ان کا بھی ایک بندرگاہ پر قبضہ ہے۔ وہاں ان کی خاصی بڑی طاقت ہے۔ ان کے حاکم کا نام نارسس ہے اور اس کے تحت جو سالار ہے اس کا نام لائی ڈیوس ہے۔ اس کے علاوہ ہن قوم کے افراد بھی برسوں سے یہاں آباد ہیں اور وہ وندال کے ساتھ رہتے رہے ہیں .... ان کا بھی ایک بندرگاہ پر قبضہ ہے۔ ان کے بڑے سردار کا نام برداس اور اس کے نائب کا نام پرسیوس ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نعیم بن حماد رکا، اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر کہنے لگا۔

"میرے عزیز بھائی! رومن، گال، وندال، ہن، ان چار قوتوں کے علاوہ کچھ اور قوتیں بھی ہیں جو مسلمانوں کے خلاف حرکت میں ہیں۔ پہلی قوت زاب کی غیر مسلم سلطنت ہے جس کا مرکزی شہر ازنہ ہے۔ دوسرا غمارۃ شہر کا عیسائی حکمران ہے جس کا نام بلیان ہے۔ تیسری طنجہ کی حکومت ہے۔ پانچویں اور بڑی قوت غیر مسلم بربروں کا حکمران برانش ہے۔ چھٹی قوت قفصنہ کے علاقوں کا حکمران الیکسس ہے۔ ساتویں اور ان سے بڑی قوت یہاں کے پارسی اور مجوسی ہیں جن کے پاس اس وقت سوس، مصامدہ، دلیلی اور

زرہون شہر ہیں اور ان کی بڑی طاقت اور قوت ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد نعیم بن حماد جب رُکا تب ابو عبید اللہ پریشانی اور کسی قدر فکر مندی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں تو سمجھا تھا کہ یہاں مسلمانوں کا سامنا صرف رومنوں سے ہے۔ لیکن آپ نے تو دیگر بہت سی قوتیں بھی گنوا دی ہیں جن سے مسلمانوں کو مقابلہ کرنا ہے۔ قیروان پہنچ کر جب مجھے فرصت ملی تو میرے عزیز بھائی! میں ان ساری قوتوں سے متعلق آپ سے تفصیل ضرور حاصل کروں گا۔ اس طرح نہ صرف میرے علم میں اضافہ ہو گا بلکہ لشکر میں کام کرتے ہوئے مجھے ان قوتوں سے واقفیت حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔"

ابو عبید اللہ کی اس گفتگو سے نعیم بن حماد نے اتفاق کیا تھا۔ نعیم بن حماد کے کہنے پر ابو عبید اللہ اس نخلستان میں کچھ دیر ستاتا رہا۔ اتنی دیر تک اس کا اونٹ ستانے کے علاوہ پیٹ بھی بھر چکا تھا۔ لہٰذا عصر کی نماز کے بعد نعیم بن حماد اور ابو عبید اللہ دونوں نے اس نخلستان سے کوچ کیا اور قیروان کا رخ کیا تھا۔

جہاں تک قیروان شہر کا تعلق ہے تو اسے عقبہ بن نافع نے اس وقت آباد کیا تھا جب وہ پہلی بار افریقہ پر حملہ آور ہونے کے لئے آیا تھا اور پھر اسے واپس بلا لیا گیا تھا۔ اور اب دوبارہ وہی عقبہ بن نافع افریقہ کا رخ کئے ہوئے تھا۔ قیروان شہر افریقہ میں رومنوں کے مرکزی شہر قرطاجنہ سے ایک سو بارہ میل جنوب میں اور سوسہ کی بندرگاہ سے چالیس میل مغرب میں واقع ہے۔ قرطاجنہ کی جگہ آج کل تیونس شہر واقع ہے۔ سوسہ سے ایک شاہراہ قیروان کی طرف جاتی ہے۔

دراصل قیروان دو شہروں پر مشتمل ہے۔ ایک تو خاص شہر جس کے گرد اینٹوں کی کنگرہ دار فصیل ہے۔ دوسرے شہر کی بیرونی بستی جو شمال اور شمال مغرب میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہاں کی اقتصادیات کا انحصار گھریلو صنعت پر ہے۔ قالین بافی، زین سازی اور جفت سازی یہاں کی مشہور صنعتیں رہی ہیں۔

گزشتہ زمانے میں قیروان کو جو اہمیت حاصل تھی وہ کچھ مذہبی عمارتوں کی وجہ سے بھی تھی، اور وہ مذہبی عمارتیں اب بھی موجود ہیں۔

ان مذہبی عمارتوں میں سب سے اہم سیدی عقبہ کی جامع مسجد ہے جو شمالی افریقہ کی عظیم ترین عمارتوں میں شمار کی جاتی ہے اور جس کی بنیاد قیروان شہر کی بنیاد کے ساتھ رکھی گئی تھی۔

دوسری قابل ذکر عمارت اس شہر میں مسجد سیدی صاحب ہے جو تاریخی اعتبار سے پہلی صدی ہجری کی ہے۔ اس کی دوبارہ تعمیر اور توسیع سولہویں صدی عیسوی میں ہوئی۔

ایک اور عمارت جامع ثلاثہ ابواب ہے۔ یہ تین دروازوں کی ایک مسجد ہے اور یہ بھی بہت ابتدائی دور کی ہے۔

چوتھی اہم عمارت جامع عمرو عبادہ ہے۔ یہ 1871ء میں تیار ہوئی۔

قیروان کی بنیاد عرب فتوحات کے زمانے میں رکھی گئی۔ پچاس ہجری میں عقبہ بن نافع جب پہلی بار افریقہ کی طرف آئے تب انہوں نے اس کی بنیاد رکھی تھی اور اس شہر کو انہوں نے اپنے لشکریوں کا رسد کا مرکز بنانے کے لئے تعمیر کیا تھا۔ اس دور میں شہر کا محل وقوع ساحل سے دو روز کی مسافت پر تھا تا کہ مسلمانوں کو ساحلی شہروں پر قابض رومنوں، ونڈالوں، ہنوں اور گال کے حملوں سے محفوظ رکھا جائے۔ عقبہ بن نافع نے شہر کو آباد کرتے وقت سب سے پہلے یہاں ایک مسجد تعمیر کروائی۔ اپنی رہائش گاہ کا بندوبست کیا۔ اپنے لشکریوں کے لئے مکانات اور کمرے بھی تعمیر کروائے۔ اس کے بعد اس نے شہر کے گرد ایک فصیل تعمیر کروائی جس کی لمبائی اس دور میں دو ہزار سات سو پچاس گز تھی۔

قیروان اس وقت اسلامی افریقہ کا دارالحکومت اور عرب عاملوں کا صدر مقام رہا۔ اس کی تعمیر سے ایک صدی سے زائد عرصہ میں بہت سے نشیب و فراز گزرے اور بہت سی اقوام نے اس پر حملہ آور ہو کر اسے کبھی تاراج کیا، کبھی دوبارہ اس کی تعمیر کا کام بھی شروع ہوا۔

●●●

جس وقت سورج غروب ہو رہا تھا عین اُس وقت ابو عبید اللہ اور نعیم بن حماد دونوں قیروان شہر میں داخل ہوئے۔

وہ شہر میں تھوڑا آگے گئے ہوں گے کہ مغرب کی اذان کی آواز سنائی دی تھی۔ لہٰذا دونوں نے آگے بڑھنے کی رفتار تیز کر دی تھی۔ دونوں جب جامع عقبہ بن نافع کے قریب پہنچے تب نعیم بن حماد اچانک اپنے گھوڑے کو روکتے ہوئے چھلانگ لگا کر گھوڑے سے اتر گیا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے ابو عبید اللہ نے پوچھ لیا۔

"میرے بھائی! کیا ہوا؟"

اِس پر نعیم بن حماد کہنے لگا۔

"ایک تو یہ بائیں جانب مسجد سید عقبہ بن نافع ہے۔ یہاں مغرب کی نماز ادا کریں

گے۔ دوسرے سامنے دیکھو، سامنے آنے والوں میں جو آگے ہیں وہ یہاں مسلمانوں کے لشکر کے قائم مقام زہیر بن قیس ہیں ......اُن کے ساتھ مسلمانوں کے تین بڑے اور اہم سالار ہیں۔ دائیں جانب محمد بن اوس انصاری ہیں۔ بائیں جانب حنس بن عبداللہ صنعانی اور صالح بن حریم ہیں۔''

نعیم بن حماد کے اس انکشاف پر ابو عبیداللہ فوراً حرکت میں آیا۔ کجاوے سے اٹھ کر وہ اونٹ کی گردن کی طرف آیا۔ اونٹ کی گردن پر گرفت رکھتے ہوئے وہ نیچے اُترا۔ اتنی دیر تک سامنے کی طرف سے آنے والے مسلمان سالار بھی قریب آ گئے تھے۔ ان کے پیچھے کچھ لشکری اور چھوٹے سالار بھی تھے۔ نعیم بن حماد نے آگے بڑھ کر سب سے پہلے زہیر بن قیس سے مصافحہ کیا پھر وہ دوسرے سالاروں سے مصافحہ کر رہا تھا۔ زہیر بن قیس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''عزیزی نعیم! کب آئے ہو؟''

نعیم بن حماد کہنے لگا۔

''امیرِ محترم! میں ابھی ابھی قیروان میں داخل ہوا ہوں۔ میرا ارادہ کل آنے کا تھا، یہ جو صاحب میرے ساتھ اونٹ سے اترے ہیں ان کا نام ابو عبیداللہ ہے۔ یہ ہمارے لئے اچھی خبر لے کر آئے ہیں۔ عقبہ بن نافع چند دن تک یہاں پہنچنے والے ہیں۔ ابو عبیداللہ بھی خبر لے کر آپ کے پاس آئے ہیں۔''

یہ خبر سن کر جہاں زہیر بن قیس مسکرا دیا تھا وہاں محمد بن اوس انصاری، حنس بن عبداللہ صنعانی اور صالح بن حریم بھی بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ پھر وہ چاروں بڑے سالار آگے بڑھے، باری باری ابو عبیداللہ سے بغلگیر ہو کر ملے۔ قبل اس کے کہ ان چاروں میں سے کوئی عبیداللہ کو مخاطب کرتا، عبیداللہ خود ہی بول پڑا۔

''میرے معزز اور محترم سالارو! میں تم لوگوں کے لئے ایک اچھی خبر لے کر آیا ہوں......امیر معاویہ، عقبہ بن نافع کو افریقہ کے حالات دیکھتے ہوئے افریقہ کی طرف روانہ کرنا چاہتے تھے مگر موت نے انہیں مہلت نہ دی۔ اب یزید نے انہیں یہاں کا حاکم اور سالارِ اعلیٰ بنا کر بھیجا ہے......اور چند روز تک وہ رسد اور کمک کے ساتھ یہاں پہنچ جائیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے جب بعد ابو عبیداللہ رُکا تب زہیر بن قیس کے بعد مسلمانوں کا بڑا سالار محمد بن اوس کہنے لگا۔

''میرے ساتھیو! باقی گفتگو بعد میں ہو گی۔ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ پہلے نمازِ ادا کرتے ہیں۔''

سب نے اس سے اتفاق کیا۔ ابو عبیداللہ نے اپنے اونٹ کو وہیں بٹھا کر اس کا گھٹنا باندھ دیا تھا اور وہیں نعیم بن حماد نے بھی اپنے گھوڑے کو باندھا۔ پھر سارے مسجد میں داخل ہوئے۔

مغرب کی نماز سب نے اکٹھے ادا کی۔ پھر مسجد سے سب اکٹھے ہی نکلے۔ سب اس جگہ گئے جہاں زہیر بن قیس، محمد بن اوس انصاری، صالح بن حریم اور حنس بن عبداللہ صنعانی کی رہائش گاہیں تھیں۔ سب نشستوں پر بیٹھ گئے۔ رہائش معمولی اور سادہ تھی۔ پھر زہیر بن قیس نے ابو عبیداللہ کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

''ابو عبیداللہ! اس وقت نماز کا وقت تھا، تم سے کھل کر گفتگو نہ ہو سکی......سب سے پہلے ہم تمہیں ان سرزمینوں میں خوش آمدید کہتے ہیں اور تمہارا شکریہ بھی ادا کرتے ہیں کہ تم نے ہمیں عقبہ بن نافع کے آنے کی خبر دی ہے۔ ساتھ ہی ہمیں یہ بھی خوشی ہوئی ہے کہ تم اب لشکر میں رہتے ہوئے دشمنوں کے خلاف ہمارے ساتھ جنگوں میں حصہ لو گے۔ میرے بھائی! یہاں کی زندگی بڑی کٹھن ہے۔ گھبرا نہ جانا۔''

اس موقع پر ابو عبیداللہ نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری اور کہنے لگا۔

''امیر! آپ بے فکر رہیں ...... یہاں لشکر میں رہتے ہوئے آپ کو کبھی میرے متعلق کوئی شکایت نہیں ملے گی۔''

ابو عبیداللہ کے ان الفاظ پر زہیر بن قیس مسکرا دیا۔ اس موقع پر دوسرا بڑا سالار محمد بن اوس انصاری بول اٹھا اور زہیر بن قیس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''جیسا کہ ابو عبیداللہ نے کہا ہے کہ عقبہ بن نافع کچھ روز تک یہاں پہنچ جائیں گے تو میں چاہتا ہوں کہ یہاں سے الجیم شہر جائیں۔ وہیں عقبہ بن نافع کا استقبال کریں اور وہیں سے انہیں اپنے ساتھ لے کر قیروان آئیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سارا علاقہ ان کا پہلے سے دیکھا بھالا ہے۔ قیروان ہی نہیں بلکہ اردگرد کے سارے علاقے سے وہ پہلی مہموں کی وجہ سے خوب واقف اور آگاہ ہیں ...... لیکن چونکہ انہیں ہمارا حاکم اور سالارِ اعلیٰ مقرر کیا گیا ہے لہٰذا ہمیں ان کا الجیم ہی میں جا کر استقبال کرنا چاہئے۔''

محمد بن اوس جب خاموش ہوا تب زہیر بن قیس پھر بول اٹھا۔

''ابنِ اوس! میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ کل ہم یہاں سے روانہ

ہوں گے، الجیم کا رخ کریں گے۔ وہاں قیام کر کے عقبہ بن نافع کا انتظار کریں گے۔ وہیں اس کا استقبال کر کے اسے اپنے ساتھ ایک جشن اور جلوس کی صورت میں قیروان لائیں گے۔ عقبہ بن نافع کے آنے سے مجھے امید ہے کہ یہاں کے حالات بڑی تیزی سے تبدیل ہونا شروع ہو جائیں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قرطاجنہ میں رومنوں نے اپنی قوت میں خوب اضافہ کر دیا ہے۔ لیکن عقبہ بن نافع عالمِ اسلام کا ایک ایسا سالار ہے جو ممکن کو ناممکن اور مشکل کو آسان بنانے کا ہُنر جانتا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ اس کی کمانداری میں ہم افریقہ کی سرزمینوں میں اپنے سارے دشمنوں کو زیر کرتے ہوئے اپنا مقصود اور حدف حاصل کرنے میں کامیاب رہیں گے۔''

سارے چھوٹے بڑے سالاروں نے زہیر بن قیس کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر سب سے پہلے ابو عبید اللہ کی رہائش کا بندوبست کیا گیا۔ اس کے بعد زہیر بن قیس نے کھانا منگوایا۔ سب مل کر کھانا کھا رہے تھے۔

◎......◎

★★★
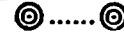
چھوٹی سی ایک کشتی قرطاجنہ کے ساحل پر آ کر لگی تھی۔

اُس کشتی میں دو ہی افراد سوار تھے۔ کشتی کو کنارے کے ساتھ باندھنے کے بعد دونوں کشتی سے اُترے۔ دونوں نصرانی لگتے تھے اس لئے کہ دونوں نے اپنے گلوں میں خاصی بڑی بڑی صلیبیں لٹکا رکھی تھیں۔

کشتی سے اُترنے اور کشتی سے اُتر کر آگے بڑھنے کے اُن کے انداز سے لگتا تھا جیسے وہ ان علاقوں سے خوب واقف اور آگاہ ہوں۔ پھر وہ قرطاجنہ شہر میں داخل ہوئے اور اس قصر کے بڑے دروازے کے اندر گئے جس قصر میں رومنوں کا حکمران گریگوری قیام کرتا تھا۔ قصر کے محافظوں کے پاس آ کر دونوں رکے۔ پھر ان میں سے ایک محافظوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیزو! محترم گریگوری کو ہمارے آنے کی اطلاع کرو۔ ہم قسطنطنیہ سے آئے ہیں اور ایک انتہائی اہم خبر رکھتے ہیں۔''

ان الفاظ پر محافظ چونکے تھے۔ ایک محافظ بھاگتا ہوا اندر گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور دونوں قاصدوں کو اندر لے گیا تھا۔ دونوں قاصد اس کے کہنے پر ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ اندر گریگوری، اس کی بیوی کلاڈیا، اس کی حسین اور خوبصورت بیٹی فلورنش، اس کا بیٹا ہلڈارک بیٹھے ہوئے تھے۔ سب نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان آنے والے قاصدوں کا استقبال کیا۔ پھر گریگوری نے انہیں اپنے قریب ہی بٹھایا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز ساتھیو! جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ تم قسطنطنیہ سے آئے ہو۔ کیا تم ہمارے لئے کوئی پیغام رکھتے ہو؟''

اس پر ان دونوں میں سے ایک کہنے لگا۔

"محترم گریگوری!........ ہم آپ پر یہ انکشاف کریں کہ اپنے شہنشاہ قسطنطین کا بیٹا جسٹینین اور ان کی بیٹی سیکا دونوں بہن بھائی ایک بحری بیڑے کے ساتھ تھوڑی دیر تک قرطاجنہ پہنچیں گے۔ بحری بیڑے میں جہاں ایک خاصا بڑا لشکر ہے وہاں آپ کے لئے رسد کا کافی سامان ہے........ ہم اس بحری بیڑے کے ساتھ ہی سفر کر رہے تھے لیکن شہنشاہ کے بیٹے جسٹینین نے ہمیں آگے روانہ کیا تاکہ ان کے آنے کی اطلاع آپ کو کی جا سکے .... اب ہم آپ سے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ شہنشاہ کے بیٹے اور بیٹی کے استقبال کا اہتمام کیجئے۔"

یہ خبر سن کر گریگوری چونک کر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

"یقیناً ہمیں ساحل پر کھڑے ہو کر ان دونوں بہن بھائی کا استقبال کرنا چاہئے۔"

اس نے اپنے قریب ہی پڑی ہوئی لکڑی کی ایک چھوٹی سی ہتھوڑی اٹھائی اور دائیں جانب لٹکتے ہوئے تانبے کے ایک طشت پر دے ماری تھی۔ لکڑی کی ہتھوڑی لگنے سے تانبے کا طشت گونج اٹھا تھا اور اس کی گونج کی آواز سنتے ہی تھوڑی دیر بعد گریگوری کا چوبدار کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا۔ اپنے سر کو خم کرتے ہوئے اس نے گریگوری کو تعظیم دی۔ اُسے دیکھتے ہی گریگوری فوراً بول اٹھا۔

"میرے عزیز! فوراً کلیسا جاؤ........ فادر پولوس اور ان کے نائب برتیز کے علاوہ چھوٹے بڑے سبھی سالاروں کو حکم جاری کرو کہ وہ فی الفور بندرگاہ پہنچیں........ میں خود بھی اپنے اہل خانہ کے ساتھ ابھی اور اسی وقت بندرگاہ کا رخ کر رہا ہوں تاکہ شہنشاہ کے بیٹے جسٹینین اور اس کی بہن سیکا کا ان کے منصب کے مطابق بلکہ اس سے بڑھ کر استقبال کیا جا سکے۔"

گریگوری کا یہ حکم پا کر اس کا چوبدار وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی گریگوری بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور پھر وہ اپنی حسین اور خوبصورت بیٹی فلورنس اور اپنی بیوی کلاڈیا اور بیٹے کے ساتھ اپنے کچھ محافظوں کے ساتھ بندرگاہ کا رخ کر رہا تھا۔

گریگوری اور اس کے اہل خانہ کو وہاں پہنچے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ افریقہ میں رومنوں کے بڑے سالاروں میں سے لیویا، ہرکولیس، اسارین اور کچھ دیگر چھوٹے سالار بھی وہاں پہنچ گئے اور ان کے پیچھے پیچھے افریقہ میں رومن سلطنت کا بشت پولوس اور اس کا نائب برتیز بھی اپنے کلیساؤں کے کچھ منصب داروں کے ساتھ استقبال کے لئے وہاں پہنچ گئے تھے۔ چھوٹی سی کشتی میں جو دو قاصد آئے تھے وہ بھی ان کے درمیان کھڑے ہو کر

انتظار کرنے لگے تھے۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ سمندر کے اندر کچھ جہاز آتے دکھائی دیئے۔ سب سے آگے انتہائی خوبصورت جہاز تھا جس کے اندر رومن سلطنت کا پرچم لہرا رہا تھا۔ اور اس کے پیچھے جو جہاز تھے ان پر بھی ویسے ہی پھریرے لہرا رہے تھے۔ آہستہ آہستہ وہ بحری بیڑہ قرطاجنہ کی بندرگاہ کے قریب ہوتا جا رہا تھا۔ آخر بحری بیڑہ بندرگاہ پہنچا۔ سب سے اگلے جہاز میں رومنوں کے شہنشاہ قسطنطین کا بیٹا جسٹینین اور اس کی بیٹی سیکا تھے۔ جہاں تک جسٹینن کا تعلق ہے تو وہ رومنوں کے شہنشاہ قسطنطین چہارم کا بیٹا بلکہ ولی عہد بھی تھا اور اس کے بعد یہی رومنوں کا شہنشاہ بنا تھا۔

حضور ﷺ کے دور میں رومنوں کا شہنشاہ ہرکولیس تھا جسے اپنے عمدہ سالار رکھنے کے باوجود خالدؓ بن ولید کے ہاتھوں بدترین شکست ہوئی تھی۔ یہ جسٹینین اُسی ہرکولیس کے خاندان کا رومنوں کے لئے آخری بادشاہ تھا۔

بہرحال جب آگے آنے والا خوبصورت سفید رنگ کا جہاز بندرگاہ پر آ کر لگا تو سب سے پہلے رومن شہنشاہ قسطنطین کا بیٹا جسٹینین اور اس کی بیٹی سیکا اُترے۔ بندرگاہ پر کھڑے سب لوگوں نے آگے بڑھ کر انہیں تعظیم دی۔ گریگوری کی بیٹی فلورنس جو اپنے آپ کو دنیا کی حسین ترین اور خوبصورت لڑکی شمار کرتی تھی وہ اپنے شہنشاہ قسطنطین کی بیٹی سیکا کو دیکھتے ہوئے دنگ رہ گئی تھی۔ اس لئے کہ سیکا نغموں کے نگارستان میں تتلیوں کی سبک اُڑانوں، سرمدی خوابوں کی جنت میں لپٹی شاداب دلکش کرنوں جیسی حسین، حسین چاہتوں کے خیالستان میں پھولوں کی خوشبو، رنگوں کے عکس، فسوں خیز چاندنی جیسی دلکش اور بہار موسموں کی دلکشی میں نغموں بھری آسودگی، ریشم کی ملائمت اور کہکشاں کی پرچھائیوں جیسی خوبصورت تھی۔ اُس کا جمال حُسن کے نغموں، سعادت کے زمزموں، بارش کے سنگیت، امرت پھوار کے گیت سے بھی بڑھ کر تھا۔ اُس کے گلابی رخساروں، لال گوں ہونٹوں کی سرخ کپکپاہٹوں، چہرے پر شرماہٹوں کے نقاب، چمک دار گلابی گردن، خوبصورت سرخ اور سفید بازوؤں، گہری نیلی آنکھوں نے اُسے روحِ محبت کا جمال اور صبح نو کے قافلوں جیسا پُرکشش بنا کر رکھ دیا تھا۔

جس وقت وہ اپنے جہاز سے ساحل پر اُتری یوں لگا جیسے صحرائی ریگزاروں میں وینس کا ابدی حُسن اُتر آیا ہو۔ فلورنس کے علاوہ وہاں جو لوگ جمع تھے انہوں نے خود محسوس کیا کہ ان کی شہزادی سیکا کے بدن کی صندلی خوشبو اور جسم کے مہکتے ریشم نے ہر ایک کو متاثر

کر دیا تھا۔ اور پھر اس سے سیدکا جو ارغوانی رنگ کا خوبصورت اور قیمتی لباس پہنے ہوئے
تھی اس نے اس کے حُسن اور دلکشی میں مزید اضافہ کر کے رکھ دیا تھا۔

جس وقت گریگوری اور اُس کے سارے سالار اور کلیسا کے منصب دار جسٹین اور
اس کی بہن سیدکا کا استقبال کر رہے تھے اور باقی جہاز بھی ساحل پر آ لگے تھے ان
جہازوں میں جو لشکری آئے تھے وہ سامان اتار اتار کر ساحل پر رکھنے لگے تھے۔ ایسے میں
تین سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے اس سمت آئے تھے جہاں گریگوری،
جسٹین، سیدکا، کلاڈیا، فلورنس اور ان کے قریب ہی بڑے سالار ہرکولیس، لیو اور اسارین
کھڑے تھے۔

ان سواروں کو دیکھتے ہوئے گریگوری چونکا تھا۔ اس لئے کہ آنے والے وہ تینوں سوار
اس کے مخبر تھے۔ گریگوری جس وقت جسٹین سے باتیں کر رہا تھا اور اسی دوران جب وہ
تینوں سوار آئے تب معذرت طلب انداز میں گریگوری جسٹین اور سیدکا کی طرف دیکھتے
ہوئے کہنے لگا۔

”اگر آپ دونوں بہن بھائی اجازت دیں تو میں ان آنے والے تینوں سواروں سے
بات کروں۔ اس لئے کہ یہ میرے مخبر ہیں اور میں نے انہیں ایک انتہائی اہم مہم پر روانہ
کیا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ دیکھوں کہ انہوں نے اس مہم کو کیسے سر کیا ہے۔“

گریگوری کے، ان الفاظ پر شہنشاہ کا بیٹا جسٹین اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”محترم گریگوری! کیا میں جان سکتا ہوں کہ آپ نے اپنے ان تینوں مخبروں کو کس
کام کے سلسلے میں بھیجا تھا؟ تاکہ جب یہ آپ کو خبر دیں تو میں بھی جان سکوں کہ جس مہم
کے لئے بھیجے گئے اس میں کہاں تک کامیاب رہے ہیں۔“

جسٹین کے ان الفاظ کے جواب میں گریگوری کے چہرے پر لمحہ بھر کے لئے
مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی، پھر بڑی عاجزی میں کہنے لگا۔

”دراصل افریقہ کی سرزمینوں میں مقامی بربروں کی تین بڑی قوتیں ہیں۔ ایک قوت
اردیہ شہر کا بادشاہ کسیلہ ہے۔ دوسری قوت اس سے ملحقہ علاقوں کا بربر حاکم برانش ہے اور
تیسری قوت ایک اور بربر سالار سقانہ کی ہے۔ جہاں تک کسیلہ اور سقانہ کا تعلق ہے تو یہ
دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ کسیلہ تو اتنا بڑھ چڑھ کر حصہ نہیں لیتا رہا لیکن سقانہ ایک
مسلمان کی حیثیت سے دشمن قوتوں کے خلاف مسلمان سالاروں کا بڑے جوش و خروش
سے ساتھ دیتا رہا ہے۔

جہاں تک برانش کا تعلق ہے تو یہ عموماً مظاہر پرست ہے۔ اس کے ماتحت جو لوگ
ہیں وہ بھی مظاہر پرستی کرتے ہیں۔ برانس ہمارا بہترین اتحادی ہے اور گزشتہ جنگوں میں
بھی یہ بڑھ چڑھ کر مسلمانوں کے خلاف ہمارا ساتھ دیتا رہا ہے

جہاں تک کسیلہ کا تعلق ہے تو اس کے متعلق مجھے اطلاع ملی تھی کہ وقتی طور پر اپنے
مفاد کی خاطر اس نے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن باطن میں وہ اپنے پرانے مذہب پر قائم
ہے اور مسلمانوں سے خوش نہیں ہے۔

اس خبر کے بعد میں نے اپنے ان تین مخبروں کو کسیلہ کی طرف بھجوایا تھا اور کسیلہ کو یہ
پیشکش کی تھی کہ وہ بظاہر مسلمان ہی رہے لیکن باطن میں وہ ہمارے ساتھ مل کر مسلمانوں
کے خلاف کام کرے .... اگر وہ ایسا کرے تو جس قدر نقدی، جس قدر مراعات وہ
مانگے گا ہم اسے دیں گے........ اب میں چاہتا ہوں کہ میرے یہ مخبر آئے ہیں تو میں ان
سے جانوں کہ کسیلہ کے ساتھ انہوں نے گفتگو کی ہے تو اس میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی
ہے یا کہ نہیں۔“

گریگوری کی اس گفتگو سے جسٹین اور اس کی بہن سیدکا بے حد خوشی اور مسرت کا
اظہار کر رہے تھے۔ پھر جسٹین، گریگوری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”محترم گریگوری! یہ آپ نے بہت اچھا اقدام کیا۔ ان تینوں کو یہیں بلائیں۔ ان
سے پوچھیں یہ اپنی مہم میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں۔ تاکہ یہ جو جواب دیں وہ میں
اور میری بہن بھی سنیں۔“

گریگوری نے خوشی کا اظہار کیا۔ ہاتھ کے اشارے سے تینوں مخبروں کو اپنے قریب
بلایا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر پہلے گریگوری کے علاوہ جسٹین اور سیدکا کو تعظیم دی پھر
گریگوری نے انہیں مخاطب کیا۔

”میرے عزیز ساتھیو! اب یہ کہو جس مہم کے لئے میں نے تمہیں بھیجا تھا اس مہم میں
تم کہاں تک پہنچے ہو؟“

ان تینوں میں سے ایک گریگوری کے علاوہ جسٹین اور سیدکا کی طرف باری باری
دیکھنے کے بعد بول اٹھا۔

”ہم اپنی مہم میں خاصے کامیاب ہوئے ہیں۔ کسیلہ سے ہم نے طویل ملاقات کی
ہے۔ آپ کا اندازہ درست ہے۔ کسیلہ بظاہر مسلمان ہے لیکن باطن میں اپنے پرانے
مذہب پر قائم ہے .... اس نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ جب بھی اسے موقع ملا

مسلمانوں کے لشکر میں رہتے ہوئے وہ ہمارے مفاد کے لئے کام کرے گا۔ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ مسلمانوں کی جنگی تیاریوں اور ان کے لشکر کے محل وقوع سے بھی ہمیں آگاہ کرتا رہے گا۔ اس طرح میں سمجھتا ہوں جس مہم کے لئے آپ نے ہمیں بھیجا تھا اس میں ہم پوری طرح کامیاب رہے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جب وہ مخبر خاموش ہوا تو اس کی گفتگو کے جواب میں گریگوری اسے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اپنے ایک محافظ کو جسٹین نے ہاتھ کے اشارے سے قریب بلایا۔ اس کے کان میں کچھ کہا جسے سن کر وہ پیچھے ہٹا۔ پھر وہ نقدی کی ایک تھیلی لے کر آیا۔ جس مخبر نے گفتگو کی تھی، ہاتھ کے اشارے سے جسٹین نے اسے اپنے قریب بلایا۔ نقدی کی تھیلی اسے دی پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میں اور میری بہن ابھی تھوڑی دیر پہلے ساحل پر اُترے ہیں .... چونکہ آتے ہی تم نے ہمیں ایک اچھی خبر دی ہے لہٰذا نقدی کی یہ تھیلی اپنے پاس رکھو اور تینوں آپس میں تقسیم کرو۔ میرے خیال میں اب تم جا سکتے ہو۔''

اس مخبر نے مسکراتے ہوئے نقدی لے لی۔ پھر دوبارہ بول اٹھا۔

''اگر آپ برا نہ مانیں تو ہم تینوں ایک اور اچھی خبر بھی رکھتے ہیں۔''

اس پر جسٹین اور گریگوری کی آنکھوں میں چمک اور جستجو پیدا ہوئی .... پھر جسٹین بول اٹھا۔

''کیسی اچھی خبر؟''

اس پر وہی مخبر بول اٹھا۔

''جو خبر ہم رکھتے ہیں وہ اچھی بھی ہے اور بری بھی۔ اچھی اس لحاظ سے ہے کہ ہم مسلمانوں کے خلاف ایک اچھے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ اور بری اس طرح کہ مسلمانوں کا ایک بہترین سالار عقبہ بن نافع ان سرزمینوں میں اپنے مزید لشکریوں کے ساتھ پہنچنے والا ہے۔''

یہاں تک کہتے کہتے اس مخبر کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ جسٹین گریگوری کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''گریگوری! پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ یہ عقبہ بن نافع ہے کون؟ اور کیا اس کا ان سرزمینوں کی طرف آنا ہمارے لئے بوجھ اور خطرے کا باعث بن سکتا ہے؟''

عقبہ بن نافع کا نام سن کر گریگوری بھی پریشان اور فکرمند ہو گیا تھا۔ جسٹین کو مخاطب

کر کے کہنے لگا۔

''دراصل یہ عقبہ بن نافع مسلمانوں کا ایک بہترین سالار ہے .... مسلمانوں کے جس سالار نے مصر فتح کیا تھا، نام جس کا عمروؓ بن العاص تھا، یہ عقبہ بن نافع اس کا بھانجہ ہے۔ عمروؓ بن العاص بھی مسلمانوں کا خونخوار سالار تھا .... اُس نے مصر فتح کر کے ایک طرح سے ہم رومنوں کا مصر کے راستے ادھر آنے کا راستہ بند کر دیا تھا۔ عمروؓ بن العاص کی طرح ہی اس کا یہ بھانجا عقبہ بن نافع بڑا ہنرمند اور بڑا دلیر سالار ہے۔ پہلے ان سرزمینوں کے اندر کچھ عرصہ رہ چکا ہے اور اس نے دُور دُور تک اپنی فتوحات کا سلسلہ پھیلا دیا تھا۔ پھر نہ جانے کن وجوہات کی بناء پر اسے واپس دمشق بلا لیا گیا تھا۔ اب اگر وہ دوبارہ واپس آ رہا ہے تو ضرور پہلے کی نسبت اپنی کارروائیوں کو وہ ان علاقوں میں وسعت دے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد گریگوری رکا۔ تب جسٹین پھر بول اٹھا۔

''اس عقبہ کے آنے سے پہلے بھی مسلمانوں کا کوئی سالار یا لشکر ہے؟''

اس پر گریگوری کہنے لگا۔

''اس سے پہلے مسلمانوں کا ایک خاصا بڑا لشکر قیروان میں موجود ہے۔ کچھ دیگر جگہ بھی ان کے چھوٹے چھوٹے دستے ہیں۔ لیکن وہ زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ ان کا مرکز قیروان ہی ہے اور یہ شہر اس عقبہ بن نافع نے اس وقت آباد کیا تھا جب وہ پہلی بار ان سرزمینوں کی طرف آیا تھا۔ عقبہ بن نافع کے علاوہ بھی یہاں مسلمانوں کے بڑے اہم سالار ہیں۔ ایک زہیر بن قیس ہے جس کی کارکردگی بہت عمدہ رہی ہے اور جو سالار پہلے سے یہاں موجود ہیں ان میں سب سے زیادہ خونخوار دو سالار ہیں .... ایک محمد بن اوس انصاری اور دوسرا صالح بن حریم۔ یہ جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ موت کے پیچھے بھاگنے والے، زندگی کو اپنے پیچھے چھوڑنے والے ہیں۔ ایک تیسرا سالار بھی ہے۔ نام اس کا حنس بن عبداللہ صنعانی ہے .... یہ بھی جنگ کا وسیع تجربہ رکھتا ہے۔''

گریگوری جب خاموش ہوا تب جسٹین پھر بول اٹھا۔

''جس قدر لشکر ہمارے پاس قرطاجنہ شہر میں ہے اس کے علاوہ ہمارے اتحادی گال ہیں، وندال ہیں، ہن ہیں، بربر ہیں۔ کیا ان ساری قوتوں کو ملانے کے بعد جو لشکر ہماری حمایت میں بنتا ہے مسلمانوں کے لشکر کی تعداد اس کے مقابلے میں کتنی ہو گی؟''

اس موقع پر گریگوری نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"اگر اپنی ساری حمایتی قوتوں کو اکٹھا کر لیا جائے تو میرے خیال میں جو لشکر اس وقت مسلمانوں کے پاس قیروان میں موجود ہے وہ ہمارے متحدہ لشکر کا پندرہ حصہ بھی نہیں بنتا ہوگا۔"

اس جواب پر جسٹین مسکرایا اور کہنے لگا۔

"میرا خیال ہے میرا، میری بہن اور ہمارے ساتھیوں کا یہاں آنا ایک سعادت اور خوش بختی ثابت ہوگا...... اگر مسلمانوں کا لشکر ہم سے پندرہ گنا کم ہے تو پھر میرے خیال میں بہت جلد مسلمانوں کو افریقہ سے نکال کر ہم نہ صرف ان سرزمینوں کو اپنے لئے محفوظ کر لیں گے بلکہ جب تک میں یہاں قیام کروں گا میں چاہوں گا کہ خود بھی کچھ لشکریوں کی کمانداری کروں اور مسلمانوں کو افریقہ سے محروم کرنے کے بعد ہم مشرق کا رخ کریں گے۔

محترم گریگوری! اگر ہم افریقہ سے مسلمانوں کو نکالنے میں کامیاب ہو گئے تو یاد رکھنا مصر کی مہم ہمارے لئے آسان ہو جائے گی۔ مصر پر حملہ کرنے کے بعد سب سے پہلے ہم اسکندریہ کی بندرگاہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے کہ اسکندریہ کے راستے ان سرزمینوں کی طرف آنا ہمارے لئے آسان ہے۔ اس کے بعد اگر حالات نے ہمارے حق میں انگڑائی لی تو پورے مصر سے مسلمانوں کو محروم کرنے کے بعد ہم مزید جنوب کا رخ کریں گے اور فلسطین سے ہوتے ہوئے اناطولیہ کے میدانوں تک مسلمانوں کی کوئی قوت بھی اپنے راستے میں نہیں رہنے دیں گے۔

گریگوری! اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو نہ صرف رومن رعایا کے اندر ہم ہر دل عزیز ہو جائیں گے بلکہ مسلمانوں نے جو فلسطین، شام اور مصر کو فتح کر کے ان سرزمینوں کی طرف آنے کے لئے ہمارا خشکی کا راستہ بند کر دیا تھا وہ بھی ہم کھولنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد جسٹین جب خاموش ہوا تو گریگوری کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس سے پہلے ہی سیکا بول اٹھی۔ کہنے لگی۔

"اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو نہ صرف میرے بھائی جسٹین کا بلکہ میرے باپ قسطنطین کا نام بھی یورپی اقوام کی تاریخ میں سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ اور اُمید ہے کہ ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ میں خود بھی جنگوں میں حصہ لیا کروں گی۔ اپنے لشکر کے اندر موجود رہوں گی۔ میرے وہاں موجود رہنے سے اور جنگ

میں حصہ لینے سے جہاں لشکریوں کے حوصلے بڑھیں گے وہاں وہ مسلمانوں کے خلاف زیادہ دل جمعی اور دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کا مقابلہ کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سیکا جب خاموش ہوئی تب وہی مخبر بول اٹھا اور کہنے لگا۔

"اگر مجھے بولنے کی اجازت دو تو میں مزید کہوں۔ اس لئے کہ میں نے ابھی تک اپنی بات کا سلسلہ مکمل نہیں کیا۔ جو اچھی خبر ہے وہ تو میں نے ابھی تک کہی نہیں۔"

اس پر گریگوری مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"اگر ایسی کوئی بات ہے تو کہو...... رکتے کیوں ہو؟" اس پر اس مخبر کو حوصلہ ہوا۔ پھر وہ کہنے لگا۔

"مسلمانوں کا سپہ سالار عقبہ بن نافع اندازاً دو دن تک ان سرزمینوں میں پہنچے گا۔ اردیہ کے بادشاہ کسیلہ کی طرف سے واپس آتے ہوئے جو خبریں ہمیں ملی ہیں ان کے مطابق مسلمانوں کے سارے سالار عقبہ بن نافع کا استقبال کرنے کے لئے الجیم جائیں گے۔ الجیم قیروان سے مشرق میں کافی فاصلے پر ہے۔ وہیں پر یہ لوگ عقبہ بن نافع کا استقبال کریں گے اور اسے اپنے ساتھ لے کر قیروان آئیں گے۔ اب اس وقت قیروان میں مسلمانوں کے جو سالار ہیں ان میں سب سے زیادہ اہم زہیر بن قیس، محمد بن اوس انصاری، صالح بن حریم اور حنس بن عبداللہ ہیں۔ اور یہ سب اپنے چند دستوں کے ساتھ عقبہ بن نافع کا استقبال کرنے کے لئے الجیم کی طرف جائیں گے۔ اس کا مطلب ہے قیروان شہر میں ان کی غیر موجودگی میں کوئی بڑا اور اہم مسلمان سالار نہیں ہوگا...... اگر اس موقع پر اچانک اور غفلت کی حالت میں قیروان پر حملہ کر دیا جائے تو اس پر قبضہ کیا جا سکتا ہے۔ ایک بار ہمارا قبضہ قیروان پر ہو گیا تو مسلمان کسی بھی صورت، کبھی بھی ان سرزمینوں میں پاؤں نہیں جما پائیں گے۔ جہاں تک میرا ذاتی خیال ہے، اس سے بڑا اور سنہری موقع مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے ہمیں کبھی میسر نہیں آئے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد جب وہ مخبر خاموش ہوا تب جسٹین، گریگوری کی طرف بڑے غور اور شوق سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"گریگوری! ہمارے اس مخبر کا کہنا درست ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس سے بہتر موقع ہمیں مسلمانوں پر ضرب لگانے کے لئے نہیں ملے گا۔ پر کوئی آخری فیصلہ کرنے سے قبل مجھے یہ بتاؤ قیروان شہر یہاں سے کتنی مسافت پر ہے؟"

اس پر گریگوری کہنے لگا۔ "لگ بھگ دو دن کی مسافت پر ہے۔ اگر ہم کوشش کریں

تو مسلمانوں کے سالاروں کی غیر موجودگی میں یقیناً قیروان پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اس موقع سے فائدہ اٹھایا جائے۔“

گریگوری کے ان الفاظ سے جسٹینین بھی خوش ہو رہا تھا۔ اس موقع پر قرطاجنہ کے بڑے پادری اور بشپ پولوس نے بھی دخل اندازی کی اور گریگوری اور جسٹینین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”اب تک میں نے ساری گفتگو خاموش رہ کر سنی ہے۔ مسلمانوں کا سالار جس کا نام عقبہ بن نافع ہے وہ انتہا درجہ کا خوفناک سالار ہے۔ اس کے یہاں پہنچ جانے کے باعث یقیناً ہمارے لئے خطرات اور اندیشے کھڑے ہوں گے۔ اگر مسلمانوں کے سالار اور کچھ دستے قیروان سے نکل کر الجیم کی طرف جا رہے ہیں کہ وہاں وہ عقبہ بن نافع کا استقبال کر کے اسے قیروان لائیں تو ان کی غیر موجودگی میں ہمیں ہر صورت میں قیروان پر حملہ آور ہو کر اپنے لئے فوائد حاصل کرنے چاہئیں۔ ایسی صورت میں مسلمانوں کی شکست اور ہماری فتح اور کامیابی یقینی ہو گی۔“

بشپ پولوس جب رُکا، تب جسٹینین گریگوری کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”گریگوری! اب مسلمانوں کے شہر قیروان پر حملہ آور ہونے کا اہتمام اور انتظام میں آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ آپ جس سالار کو چاہیں اس مہم پر روانہ کریں۔ لیکن وقت ضائع نہیں ہونا چاہئے۔ نہ ہی اس موقع کو ہاتھ سے جانے دینا چاہئے۔“

اس موقع پر رومنوں کا سب سے بڑا اور خونخوار سالار لیو جسے رومن ناقابل شکست خیال کرتے تھے وہ خود ہی بول اٹھا اور گریگوری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”محترم گریگوری! آپ یہ مہم میرے سپرد کر دیں .... میں آج ہی ایک لشکر لے کر قیروان کی طرف جاؤں گا اور بہت جلد میری طرف سے آپ کی خدمت میں کچھ مخبر حاضر ہوں گے جو آپ کو یہ خبر دیں گے کہ میں نے مسلمانوں کا شہر قیروان فتح کر کے اس پر قبضہ کر لیا ہے .... اس موقع پر میں اس سلسلے میں مزید یہ کہوں گا کہ جب میرے قاصد آپ کے پاس یہ پیغام لے کر آئیں کہ قیروان پر میں نے قبضہ کر لیا ہے تو آپ ایک مزید لشکر تیار رکھئے گا۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے سالاروں کو جب خبر ہو گی کہ میں قیروان میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کر چکا ہوں تو یقیناً وہ اپنی اِدھر اُدھر ساری بکھری ہوئی قوت جمع کر کے قیروان پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔ ایسی صورت میں میرے لئے مصیبتیں اور دو امتحان اٹھ کھڑے ہوں گے .... میں قیروان شہر کے اندر محصور ہو جاؤں

گا۔ قیروان شہر میں جو مسلمان ہوں گے وہ یقیناً میرے مخالف ہوں گے۔ اس لئے اگر باہر سے مسلمان حملہ آور ہوئے اور ان کی کوئی راہ روکنے والا نہ ہوا تو پھر میرے لئے دو مصیبتیں کھڑی ہو جائیں گی۔ شہر کے اندر مسلمان میرے خلاف بغاوت کر دیں گے۔ باہر سے مسلمان حملہ آور ہوں گے۔ اس طرح جس موقع سے ہم فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں وہ موقع ہمارے لئے سودمند ہونے کی بجائے نقصان دہ ہو جائے گا۔

میں شہر پر قبضہ کرنے کے بعد میں شہر کے اندر محصور ہو جاؤں گا اور شہر کے مسلمانوں کو پوری طرح اپنی گرفت اور اپنے نظم میں رکھنے کی کوشش کروں گا .... ہماری طرف سے جو دوسرا لشکر جائے گا وہ مسلمانوں کے اس لشکر پر حملہ آور ہو گا جو قیروان پر حملہ آور ہو کر اسے قیروان خالی کرانے کی کوشش کرے گا۔ اس طرح جب قیروان کے مسلمانوں کو باہر سے کوئی مدد نہ مل پائے گی تب میں بڑی آسانی سے انہیں اپنا مطیع اور فرمانبردار بناتے ہوئے قیروان پر اپنے قبضے کو مضبوط اور مستحکم کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔“

آخری فیصلہ یہی کیا گیا کہ لیو کو ایک لشکر لے کر اسی روز قیروان پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کر دیا جائے۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد گریگوری اور اس کے اہل خانہ بشپ، نائب بشپ اور دوسرے سرکردہ لوگ جسٹینین اور سدیکا کو لے کر قرطاجنہ کے شاہی قصر کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ جسٹینین اور سدیکا کا قیام اسی محل میں ہوا جس میں گریگوری کا قیام تھا۔ ان دونوں بہن بھائی اور ان کے خادموں کے لئے قصر کا ایک حصہ خالی کرا لیا گیا تھا جس میں انہوں نے رہائش رکھ لی تھی۔ اور جو لشکری جسٹینین کے ساتھ آئے تھے انہیں قرطاجنہ کے مستقر کی طرف منتقل کر دیا گیا تھا۔

◎.....◎

* * *

جہاں تک افریقہ میں رومنوں کے مرکزی شہر قرطاجنہ کا تعلق تھا تو یہ شہر ایک کنعانی شہزادی نے آباد کیا تھا۔

کنعانی عربوں کا ایک گروہ تھا جو صحرائے عرب سے نکل کر شام کے علاقوں میں جا کر آباد ہوا تھا۔ یہ عرب یا سامی گروہ جس وقت عرب کے صحراؤں سے نکل کر شمال کی طرف گیا تو اس وقت ان کے ساتھ ایک اور گروہ بھی عرب کے صحراؤں سے نکلا اور وہ اموری کہلائے........ دراصل یہ کنعانی، اموری، آرامی اور آشوری سب عربوں ہی کے گروہ تھے جو صحرائے عرب سے نکل نکل کر شمال میں مختلف علاقوں میں جا کر آباد ہوتے رہے تھے۔

صحرائے عرب سے نکل کر شمال میں جن علاقوں میں یہ کنعانی آباد ہوئے اسے کنعان کہنے لگے۔ ان کنعانیوں کو یونانیوں نے فونیقی بھی کہا۔ ان کی زبان کا ایک لفظ ''کنعا'' تھا۔ یہی بگڑ کر آگے کنعان بن گیا جس کے معنی ارغوانی رنگ کے ہیں۔

یہ کنعانی کیونکہ ارغوانی رنگ کی تجارت کرتے تھے اور یہ رنگ وہ ایک مچھلی سے حاصل کرتے تھے جسے صدفِ ماہی کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ اس کی وجہ سے یہ مشہور ہوئے۔ تاہم یونانیوں نے انہیں فونیقی کہنا شروع کیا۔ یہ کنعانی شروع میں بحر روم کے ساحل کے ساتھ ساتھ آباد ہو گئے تھے اور اپنی چھوٹی چھوٹی حکومتیں انہوں نے قائم کر لی تھیں۔ ساحل کے ساتھ ساتھ طرابلس، برائرس، بیلوس، بیریتوس، صیدا، صور، عرقہ، سیمیر، ارادوس سب انہی کنعانیوں کے آباد کردہ شہر تھے۔ ان کے علاوہ جنوبی شام میں غزہ اور عسقلان بھی انہی کنعانیوں کے شہر تھے۔ ان کے علاوہ اندرون ملک جذر، لاکش، مجدر، ہازدر، شکیم اور یروشلم بھی انہی کنعانیوں کے شہر تسلیم کئے گئے ہیں۔

ایشیاء میں بحر روم کے ساحل پر ان کنعانیوں کے دو بڑے شہر تھے صور اور صیدا۔ صور

شہر کے کنعانی بادشاہ پگمیلن کی شہزادی ڈائڈو نے ہی 814 قبل مسیح میں افریقہ میں یہ قرطاجنہ شہر بسایا تھا۔ پگمیلن کی بیٹی ڈائڈو کو ایلسا کا نام بھی دیا گیا تھا۔ اور جب اسی ڈائڈو نے یہ قرطاجنہ شہر آباد کیا تو اس کو اس شہر کی دیوی قرار دیا گیا اور اس کے لئے شہر کے اندر ایک معبد بنایا گیا جہاں اس کا مجسمہ بھی رکھا گیا تھا۔

قرطاجنہ، کنعانیوں کا ایسا مرکز بن گیا جہاں سے کنعانی اثر و رسوخ کی کرنیں نکل نکل کر مغربی بحر روم کے علاقوں میں پہنچتی رہیں۔ آٹھویں صدی قبل مسیح تک اس کی تجارت اتنی ترقی کر چکی تھی کہ خود کنعانیوں کے پہلے دو بڑے شہر صور اور صیدا بھی اس کے مقابلے میں کچھ نہ رہے۔

ان کنعانیوں کے شروع کے شہر صور اور صیدا ہی تھے۔ بعد میں انہوں نے ایشیا سے نکل کر افریقہ یہاں تک کہ ہسپانیہ میں بھی اپنی نو آبادیاں قائم کرنا شروع کیں اور انہی نو آبادیوں میں ایک افریقہ کا شہر قرطاجنہ بھی تھا۔ ان نو آبادیوں نے ایسی ترقی کی کہ تمام بڑے شہروں کی عظمت اور شوکت کا انحصار ان نو آبادیوں پر ہو گیا جو عملی اعتبار سے نہیں تو کم از کم نظمی اعتبار سے اصل شہروں کی ماتحتی کا دم بھرتی تھیں اور خراج بھی بھیجتی تھیں۔ اس لحاظ سے یہ نو آبادیاتی نظام کنعانیوں کے ہاں بڑی ترقی کر گیا۔

جہاں قرطاجنہ نے بڑی تیزی سے ترقی کی، وہاں ان کنعانیوں کے پہلے مرکزی شہر صور کے اقتدار میں آٹھویں صدی قبل مسیح کے آخری دور کے اندر تیزی سے زوال آ گیا۔ اس کے دو اسباب ہوئے۔ ایک تو یونانی نو آبادیاں جابجا قائم ہونے لگیں اور عین اس زمانے میں عربوں کے ایک گروہ آشوریوں نے کنعانیوں کے شہر مسخر کرنے شروع کر دیئے۔ اور دوسری بڑی وجہ یہ تھی کہ جب قرطاجنہ نے افریقہ میں ترقی کرنا شروع کی تو کنعانیوں کے دوسرے شہروں کی عظمت ماند پڑنے لگی۔

مؤرخین افریقہ کے اس شہر قرطاجنہ کو ایشیاء کے صور شہر کا فرزندِ رشید خیال کرتے ہیں۔ مشہور یونانی مؤرخ ہیروڈوٹس قرطاجنہ کی ترقی اور ان کنعانیوں کی تجارت کے عروج کی ایک کہانی بیان کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

''قرطاجنہ کی ترقی کہاں کہاں تک پہنچ گئی تھی اور اہلِ قرطاجنہ نے تبادلۂ جنس کے کیسے کیسے عجیب و غریب طریقے پیدا کر لئے تھے۔ قرطاجنہ کے ملاح افریقہ کے مغربی ساحلوں پر پہنچتے تھے۔ سامانِ تجارت ساحل پر اُتارتے پھر عام اطلاع کے لئے ایک الاؤ روشن کر کے خود جہازوں میں

چلے جاتے تھے۔

ان دنوں افریقہ میں غیر مہذب اقوام آباد تھیں۔ بس وہ غیر مہذب اقوام جب دھواں اُٹھتے دیکھتیں تو سمجھ جاتیں کہ کنعانی ان کے ساتھ تجارت کے لئے آئے ہیں۔ وہ سونا لے کر ساحل پر پہنچ جاتے۔ اور جو کنعانی سامان ساحل پر رکھتے وہ سامان اٹھا کر لے جاتے، اس کی جگہ سونا رکھ کر چلے جاتے۔

جب یہ کام ہو چکتا تو کنعانی ملاح پھر جہازوں سے ساحل پر آتے۔ اگر دیکھتے کہ جو مال انہوں نے افریقہ والوں کو دیا ہے اس کے جواب میں قیمت کے طور پر سونا ٹھیک ہے تو پھر سونا اٹھا کر واپس اپنے جہازوں پر چلے جاتے۔ اگر انہیں اندازہ ہوتا کہ سامان کی مناسبت سے قیمت کم ہے تو وہ دیسی باشندوں کو سونا لانے کے لئے پھر جہازوں پر جا بیٹھتے اور آگ کا الاؤ روشن کرتے۔ غرض اس لین دین میں جو چپ چاپ ہوتا تھا، کوئی بھی دوسرے فریق کو دھوکا نہیں دیتا تھا۔''

کنعانی عربوں کے دور میں قرطاجنہ نے تجارت اور سیاست میں ایسی برتری حا
کر لی تھی کہ چھٹی صدی قبل مسیح میں یہ ایک بڑی سلطنت کا مرکز بن گیا جو سارا نیکا
موجودہ لیبیا سے ہرکولیس کے میناروں تک پھیلی ہوئی تھی اور اس میں جزائر بلیارک،
سارڈینیا تک شامل تھے اور فرانس، ہسپانیہ اور پرتگال کے ساحل پر ان کنعانیو
نوآبادیاں جا بجا قائم ہو گئی تھیں۔

اسی قرطاجنہ شہر کی غیر معمولی برتری نے وسطی بحر روم کی ایک اور اُبھرتی ہوئی
سے تصادم کی صورت پیدا کر دی۔ یہ قوت رومن تھے۔ رومنوں اور کنعانی عربو
درمیان جھگڑے اور نزع کا باعث یہ ہوا کہ سمندر پر کس کا اقتدار رہے۔

کنعانی بیڑے کو بحر روم پر اتنا اقتدار حاصل تھا کہ کنعانی عربوں نے رومنو
صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ اجازت کے بغیر اس سمندر میں ہاتھ بھی نہیں دھو سکتے
دو محارب قوتوں کے درمیان کشمکش کا آخری معرکہ اس وقت شروع ہوا جب ہینی بال
218 قبل مسیح میں وہ مہم شروع کی جس کے لئے اس نے اپنی زندگی وقف کر دی تھی
ہینی بال کا دراصل صحیح نام ہنی بعل تھا۔ بعل کنعانیوں کے دیوتا کا نام تھا اور ہنی
کے معنی بنتے تھے بعل دیوتا کی نوازش اور لطف۔ بعد میں یہی ہنی بعل بگڑ کر تار

راق میں ہینی بال ہو گیا۔

ہینی بال کنعانی عربوں کا ایک نایاب اور بے مثل سالار تھا۔ اپنے لشکر کے ساتھ وہ
سپانیہ اور کوہستانِ الپس سے گزرتے ہوئے اٹلی پر حملہ آور ہوا۔ اطالوی سرزمین پر پندرہ
سال تک ہینی بال کامیاب مہموں میں مصروف رہا۔ اس اثناء میں وہ روم پر بھی حملہ آور
وا۔ یہاں تک کہ کنعانی حکمرانوں نے اُسے واپس افریقہ بلا لیا۔

چنانچہ دو سو دو قبل مسیح میں ذامہ کے مقام پر جو قرطاجنہ کے جنوب مغرب میں واقع
ہے فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ یہ جنگ ہینی بال اور رومنوں کے درمیان ہوئی۔ بدقسمتی سے
س جنگ میں ہینی بال کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر اپنے آبائی شہر صور چلا گیا جو آج کل
بنان کا ایک شہر ہے۔

صور آ کر بھی ہینی بال آرام اور سکون سے نہیں بیٹھا بلکہ شام کے سلیوکی بادشاہ
ینٹیا کس کے ساتھ ملکر قرطاجنہ کے دائمی دشمن رومنوں کے خلاف لڑتا رہا۔ لگتا تھا فتح اور
صرت نے یہاں بھی اس کا ساتھ نہیں دیا۔ جب بچاؤ کی کوئی امید نہ رہی تو اس نے
183 قبل مسیح میں ایشیائے کوچک میں خودکشی کر لی۔ مرنے سے پہلے جو اس نے آخری
لفاظ ادا کئے وہ کچھ اس طرح تھے۔

''اس طرح مر جانے سے رومنوں کو اس انتظار کی زحمت
سے نجات مل جائے گی کہ ایک سن رسیدہ اور نفرت زدہ آدمی
کب وفات پاتا ہے۔''

اس شکست کے بعد اہل قرطاجنہ نے بہت جلد اپنے نقصان کی تلافی کر لی۔ گو رومنوں کے ہاتھوں انہیں سخت نقصان اٹھانا پڑا تھا لیکن انہوں نے کوشش کر کے قرطاجنہ کے لئے پھر نئی عظمت اور شوکت کے دور کو شروع کیا۔ یہاں تک کہ تنگ دل رومن عربوں کے اس کنعانی گروہ کی ترقی، عظمت اور تجارت میں ان کے عروج کو برداشت نہ کر سکے۔ آخر ان کا ایک سالار کیٹو پھر کنعانیوں کے خلاف حرکت میں آیا۔ رومنوں نے فیصلہ کر لیا کہ قرطاجنہ کو ضرور تباہ کر دینا چاہئے تاکہ پھر کنعانی اپنی عظمت لے کر سر نہ اٹھائیں۔

چنانچہ 146 قبل مسیح میں رومن قرطاجنہ پر حملہ آور ہوئے۔ سترہ روز تک یہ عظیم القدر شہر ہولناک شعلوں کی جولان گاہ بنا رہا۔ یہاں تک کہ رومنوں نے اسے فتح کر لیا۔ ایک بار انہوں نے شہر قرطاجنہ کو جلا کر خاکستر کر دیا اور چاروں طرف خاک کے انبار لگا دیئے۔

پھر قرطاجنہ کی زمین پر ہل چلا دیئے گئے۔ اس کے بعد وہیں جہاں پہلے کنعانیوں کا قرطاجنہ تھا، ایک نیا شہر آباد کیا اور اس کا نام قرطاجنہ رکھا اور اب یہی قرطاجنہ افریقہ ؛ رومنوں کا مرکزی شہر تھا جس کا حاکم گریگوری تھا۔

◎......◎

★★★

قیروان میں مسلمانوں کا سالار اور حاکم زہیر بن قیس اپنے سالاروں میں سے محمد بن اوس انصاری، صالح بن حریم، حنس بن عبد اللہ، نعیم بن حماد اور ابو عبید اللہ کے ساتھ اپنے چند محافظ دستوں کے ہمراہ ابھی انجیم شہر سے ذرا فاصلے پر ہی تھا کہ پشت کی جانب سے کچھ گھڑ سوار اپنے گھوڑوں پر سرپٹ آتے دکھائی دیئے۔ سب سے پہلے نعیم بن حماد نے پشت کی طرف سے آتے ہوئے سواروں کو دیکھا تھا اور انہیں دیکھتے ہی اس کی اطلاع اس نے زہیر بن قیس اور دوسرے سالاروں کو کر دی تھی جس کے باعث انہوں نے اپنے گھوڑوں کو روک دیا تھا۔ ان کے پیچھے آنے والے محافظ دستے بھی اپنی سواریوں کو روک چکے تھے۔

تھوڑی دیر بعد وہ گھوڑ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے وہاں پہنچے۔ زہیر بن قیس اور محمد بن اوس انصاری کے سامنے انہوں نے اپنے گھوڑوں کو روکا۔ وہ بڑے پریشان اور فکرمند تھے۔ ان کی حالت دیکھتے ہوئے سب سے پہلے محمد بن اوس انصاری نے انہیں مخاطب کیا۔

”میرے عزیز ساتھیو! خیریت تو ہے؟“

اس پر آنے والوں میں سے ایک بول اٹھا۔

”امیر! قیروان اس وقت خطرے میں ہے .... قرطاجنہ میں اس وقت رومنوں کے شہنشاہ قسطنطین کا بیٹا جسٹینن اور اس کی بیٹی بھی ایک خاصا بڑا لشکر لے کر اور بحری جہازوں کے ساتھ پہنچ چکے ہیں۔ ان کے مخبروں نے انہیں اطلاع دے دی ہے کہ عقبہ بن نافع ان سرزمینوں کی طرف آ رہے ہیں اور ہمارے سالار ان کا استقبال کرنے کے لئے انجیم کا رخ کئے ہوئے ہیں۔ لہٰذا آپ سب لوگوں کی غیر موجودگی میں انہوں نے قیروان پر حملہ آور ہو کر قیروان پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ اس مقصد کے لئے

رومنوں نے اپنے سب سے بڑے سالار لیو کو ایک لشکر دیکر روانہ کیا ہے۔ لیو اس لشکر کے ساتھ قیروان کی طرف کوچ بھی کر چکا ہے۔ بس ہم یہی خبر لے کر آئے ہیں کہ قیروان اس وقت خطرے میں ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد آنے والا قاصد جب خاموش ہوا تب زہیر بن قیس، محمد بن اوس انصاری اور دیگر سالار فکرمند اور پریشان ہو گئے تھے۔ پھر زہیر بن قیس کہنے لگا۔

''انیم کا رخ کرنے کی بجائے ہمیں واپس جانا ہوگا......''

زہیر بن قیس یہیں تک کہنے پایا تھا کہ محمد بن اوس نے بولتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔

''امیر! آپ اپنے ساتھیوں کو لے کر الجیم کا رخ کریں۔ عقبہ بن نافع کا استقبال کریں۔ مجھے اجازت دیں کہ میں واپس قیروان شہر میں جو ہمارا لشکر ہے اسے لے کر لیو کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلوں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں بد باطن رومنوں کے ذہن کی کشادگی اور لگاموں کی وسعت کو بھی قیروان تک نہ پہنچنے دوں گا۔''

اس موقع پر زہیر بن قیس کشش و پنج میں پڑ گیا تھا۔ یہاں تک کہ محمد بن اوس انصاری نے پھر اُسے مخاطب کیا۔

''امیر! خدا کے لئے کشش و پنج میں نہ پڑیئے۔ وقت ضائع نہ کیجئے۔ ایک ایک لمحہ ہمارے لئے اہم ہے......آپ اپنے ساتھیوں کو لے کر اپنے لائحہ عمل کے مطابق الجیم کا رخ کریں۔ یاد رکھئے، اگر ہم نے بروقت اپنے مرکزی شہر قیروان کا دفاع نہ کیا اور رومن شیطان کے گماشتے بن کر قیروان میں داخل ہو گئے تو اپنے دل پر لکھ رکھئے کہ ہم سب کی جوانیاں صحرا کے شاداب چہرے پر بدنما داغ بن جائیں گی۔ کم از کم قیروان کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد میں تو زندہ رہنا پسند نہیں کروں گا......قبل اس کے کہ رومن اپنے فاسد تمدن کے سیلاب کے ساتھ قیروان کو رنج و غم کا کھلیان بنائیں ہم خود ان کے خلاف جوابی کارروائی کرتے ہوئے ان کے جسموں کو آسودگی، ان کی روح کو سکون سے محروم کر دیں گے۔''

محمد بن اوس جب خاموش ہوا تب اس کی طرف بڑے غور سے زہیر بن قیس دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''ابن اوس! میں تیری ہمت اور جواں مردی کو سلام پیش کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں تُو ناممکن کو ممکن بنا سکتا ہے......لیکن میرے بھائی! دشمن کے اتنے بڑے لشکر کے سامنے

میں تمہیں اکیلا کیسے جانے دوں؟''

جواب میں محمد بن اوس کہنے لگا۔

''آپ نعیم بن حماد کو میرے ساتھ کر دیں۔ خداوند قدوس نے چاہا تو میری اور ابنِ حماد کی طرف سے آپ کو اور ہمارے آنے والے بھائی عقبہ بن نافع کو اچھی خبر ملے گی۔''

اس موقع پر زہیر بن قیس چاہتا تھا کہ اپنے سارے ساتھوں کے ساتھ واپس قیروان جا کر رومنوں کے سامنے قیروان کا دفاع کیا جائے۔ لیکن محمد بن اوس کے بحث کرنے کے بعد آخر زہیر بن قیس اس بات پر آمادہ ہو گیا کہ وہ خود اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ الجیم کا رخ کرے......جبکہ محمد بن اوس اور نعیم بن حماد واپس قیروان جائیں اور رومنوں کا مقابلہ کریں۔

اس طرح زہیر بن قیس اپنے ساتھیوں اور محافظ دستوں کے ساتھ الجیم کی طرف آگے بڑھ گیا تھا جبکہ محمد بن اوس اور نعیم بن حماد دونوں آنے والے قاصدوں کے ساتھ آندھی اور طوفان کی طرح قیروان کا رخ کئے ہوئے تھے۔

●●●

قیروان پہنچ کر محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نے وقت ضائع نہیں کیا۔ سب سے پہلے شمال کی طرف انہوں نے اپنے مخبر روانہ کئے اور ان کے پیچھے پیچھے وہ دونوں خود بھی لشکر کو لے کر شمال کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

محمد بن اوس انصاری اور نعیم بن حماد نے اپنے لشکر کے ساتھ لگ بھگ پندرہ فرسنگ کا فاصلہ طے کیا ہوگا کہ محمد بن اوس نے جو قیروان سے روانگی سے قبل اپنے مخبر دشمن پر نگاہ رکھنے کے لئے روانہ کئے تھے وہ سامنے کی طرف آتے دکھائی دیتے۔ انہیں دیکھتے ہوئے محمد بن اوس نے اپنے لشکر کو روک دیا تھا۔ اتنی دیر تک سامنے کی طرف سے گھوڑ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے اس جگہ آئے جہاں لشکر کے آگے محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کھڑے تھے۔ آنے والے مخبروں نے بلند آواز میں سلام کیا پھر ان میں سے ایک محمد بن اوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیرِ محترم! دشمن کا لشکر اس وقت یہاں سے لگ بھگ دو فرسنگ کے فاصلے پر ہے۔ اور جس رفتار سے وہ جنوب کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں اگر اسی رفتار سے بڑھتے رہے تو وہ بہت جلد یہاں پہنچ جائیں گے۔ جہاں تک دشمن کے لشکر کا تعلق ہے تو اس کی کمانداری رومن سالار لیو کر رہا ہے۔ تعداد کے لحاظ سے وہ لشکر آپ کے لشکر سے

اگر تین گنا نہیں تو دوگنا ضرور ہوگا۔"

اپنے مخبروں کی ان خبروں سے محمد بن اوس نے اطمینان اور خوشی کا اظہار کیا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے عزیز ساتھیو! تم لشکر کے پشتی حصے کی طرف چلے جاؤ۔ میں یہیں، انہی میدانوں کے اندر دشمن سے مقابلہ کرنا پسند کروں گا۔"

محمد بن اوس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی آنے والے وہ مخبر اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے لشکر کے پشتی حصے کی طرف چلے گئے تھے۔

اس کے بعد محمد بن اوس نے نعیم بن حماد کے ساتھ مل کر لشکر کی صفیں درست کیں۔ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ ایک حصہ اپنی کمانداری میں، دوسرا نعیم بن حماد کی کمانداری میں دیا تھا۔ صفیں درست کرنے کے بعد محمد بن اوس انصاری پھر اپنے لشکر کے آگے آیا۔ نعیم بن حماد بھی اس کے قریب ہی اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ ایسے میں چند لمحوں تک محمد بن اوس اپنے سامنے دیکھتا رہا، پھر لمحہ بھر کے لئے بڑی کرب خیزی اور عاجزی اور انکساری میں آسمان کی طرف دیکھا پھر اس کا سر اپنے گھوڑے کی زین کے ہنے پر جھک گیا۔ اس کے بعد وہ انتہائی کرب خیزی اور انتہائی عاجزی کے ساتھ دعا مانگ رہا ہے۔

"اے خدائے رؤف و رحیم! تُو ہی اندھیروں میں ڈوبی شب کو درخشاں روشنی عطا کرتا ہے۔ تُو ہی گمراہی کے اندھیروں میں خیر کی سحر کو بیدار کرتا ہے۔ تُو ہی آنکھوں کو آنسو، لبوں کو مسکراہٹ دیتا ہے .... اے حلیم و کریم! کائنات کی ساری تجلیاں تیری ذات اور صفات سے وابستہ ہیں۔ تیری الوہیت فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ تُو دہر کا رزاق ہے۔ تیری ربوبیت بے کراں ہے۔ کون و مکاں کی تنہائیوں میں تیری ذات ماورائے گمان و قیاس ہے۔

اے خدائے مہربان! ہمارے دشمن بے معنی فرسودہ الفاظ کے وسوسوں، شکن شکن کرتے دکھ کے خیالات، قضا کے لہراتے بھنور اور مرگ خیز اوہام کے بگولوں کی طرح ہم پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔

اے حی و قیوم! مجھے ہمت دے کہ میں دشمن کی آتش زنی اور خون ریزی کو اپنے لئے حیات بخش رجز، اپنے عدو کے وسوسوں بھری غضب ناکی کو اپنے لئے فوز مندی کی لہر میں تبدیل کر دوں .... اے اللہ! دشمن کے بغض و عداوت، اس کی شر انگیزی اور تمدن کشی کے سامنے مجھے ہمت دے کہ میں اس پر وارد ہو کر اپنے لئے درخشاں کامرانیاں،

دشمن کے لئے اضطراب آفریں ہزیمت کی داستانیں رقم کروں .... اے اللہ! تیرے سوا سب کا مقدر زوال ہے۔

اے اللہ! دشمن کے مقابلے میں میری مدد فرما .... مجھے ہمت دے کہ میں دشمن کے نفس نفس میں بھڑکتی آگ کے غضب کی تھرتھراہٹ کی طرح داخل ہو جاؤں .... اے مہربان خدا! .... اے کائنات کو سجانے والے! .... وقت کے اندیشوں بھرے عذاب میں میری مدد فرما۔ اس لئے کہ تیرے سوا کوئی مدد کرنے والا نہیں ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس انصاری رک گیا تھا۔ پھر ہنے پر جھکا ہوا سر جب اس نے اوپر اٹھایا تو نعیم بن حماد جو محمد بن اوس کی دعا کے الفاظ سن کر اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا اس کی آنکھوں میں نمی اُتر آئی تھی۔ جب اس نے غور سے محمد بن اوس کی طرف دیکھا تو وہ اور کٹ کر رہ گیا۔ اس نے دیکھا محمد بن اوس کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو تھے۔ کچھ دیر وہ آنسو آنکھوں میں لہراتے رہے، پھر گر کر اس کے دامن میں جذب ہو گئے۔ اس موقع پر نعیم بن حماد، ابنِ اوس کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس نے نعیم کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"ابنِ حماد! آج ان میدانوں میں تیرا میرا امتحان ہے .... دشمن ہماری اُجلی، صاف تہذیب میں اپنے تمدن کی کالک داخل کرنا چاہتا ہے اور ہم نے یہ کوشش کرنی ہے کہ دونوں مل کر ان پر ایسی ضرب لگائیں کہ قیروان کا رخ کرنے کی بجائے انہیں میدانِ جنگ سے بھاگنے ہی میں اپنے لئے عافیت دکھائی دے۔"

محمد بن اوس جب خاموش ہوا تب نعیم بن حماد کی چھاتی تن گئی۔ بڑی جرأت اور ہمت خیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابنِ اوس! .... میرے بھائی! وقت کی آنکھ دیکھے گی کہ ہم دشمن پر ثابت کریں گے کہ ہم عددی فوقیت کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ خداوند قدوس نے چاہا تو ہم دشمن کے لشکر کو اس طرح ہانکیں گے جیسے کوئی باہمت چوپان بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کو ہانک دیتا ہے۔"

نعیم بن حماد کے یہ الفاظ سن کر محمد بن اوس کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل گئی تھی۔ اس کے بعد دونوں بڑی رازداری سے گفتگو کرتے ہوئے دشمن پر حملہ آور ہونے کا اپنا لائحہ عمل تیار کر رہے تھے۔

جب وہ اس کام سے فارغ ہوئے تو پھر اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے اپنے اپنے حصے کے لشکر کے سامنے کھڑے ہو گئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد رومنوں کا لشکر اپنے سالار لیو کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تھا اور عین مسلمانوں کے لشکر کے سامنے آ کر رکا تھا۔ لیو نے جب دیکھا کہ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے ان کے سامنے مسلمانوں کا لشکر بڑا مستعد ہے تب اس نے بھی اپنے لشکر کو روک کر اس کی صفیں درست کر لی تھیں۔

جب رومنوں نے اپنی صفیں درست کر لیں اور جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے تب جنگ کی ابتداء محمد بن اوس انصاری نے کی۔ پہلے اس نے کئی بار خداوندِ قدوس کی تکبیریں بلند کرتے ہوئے دھاڑتی آواز میں اللہ اکبر پکارا اور ان تکبیروں کے جواب میں پورا لشکر تکبیریں بلند کرنے لگا تھا۔ اس کے بعد لمحہ بھر کے لئے ابنِ اوس نے آسمان کی طرف دیکھا پھر انتہائی عاجزی میں کہنے لگا۔

"اے خداوندِ قدوس! میرے قلب میں تیرا ہی جمال ہے .... تُو ہر جہت اور بے جہت پر محیط ہے .... میں تیری حمایت اور نصرت کا جویا ہوں اور تیرا ہی نام لے کر اور تجھ سے ہی مدد کی امید رکھتے ہوئے دشمن کے خلاف حرکت میں آنے لگا ہوں۔"

یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد ابنِ اوس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی۔ پھر وہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ رومنوں پر نفس نفس میں طوفان، نظر نظر میں قہرمانیاں، رگ رگ میں خونی بھنور اور قلب و نظر کی تہوں اور ذہن و دل کے نہاں خانوں میں خوف کو مستول کر دینے والی آندھیوں سے اُڑتے شراروں، جبر کے اُڑتے بگولوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

جس وقت ابنِ اوس حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھا تھا اسی لمحہ نعیم بن حماد نے بھی اسی کے انداز میں اللہ اکبر کے نعرے بلند کئے۔ پھر وہ بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ آفاق کو درہم برہم کرتے، چنگھاڑتے طوفانوں، خیالات کی وادیوں میں قدم قدم پر قضا کھڑی کرتے جھکڑوں میں ساحلوں تک کو ڈبو دینے والے بحرِ بے کراں کے تلاطم اور جوش کی طرح رومنوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

رومن اپنی جگہ مطمئن تھے کہ عددی لحاظ سے انہیں مسلمانوں پر فوقیت حاصل تھی۔ لہٰذا جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی عربوں پر ظلمتوں کے اندھے ہجوم میں آتشِ عصیاں کے کربِ مسلسل، گناہوں کے سرچشموں میں شعلہ فگن، آتش فشاں اور وحشی اندھیروں کے کرب کی طرح مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

ہر کوئی ایک دوسرے پر خونی گونجوں کے بھنور اور تلپٹ کر دینے والے عذابوں کی

رح ٹوٹ پڑا تھا۔

رومنوں کے سالار اور ان کے لشکریوں کو امید تھی کہ وہ بہت جلد مسلمانوں کے اس شکر کو شکست دے کر مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن جب جنگ طول پکڑنے لگی تب ان پر مایوسی اور ایک طرح سے افسردگی طاری ہونے لگی۔ اس لئے کہ وفانوں سے لڑنے اور بجلیوں سے کھیلنے کا ہُنر جاننے والے کھلی آستینوں والے عرب بے نت آسمان تلے اور صحرا کی غیر محدود وسعتوں میں رومنوں کے سامنے عداوت کی سخت ٹان کی طرح ثابت قدم دکھائی دے رہے تھے۔

جس وقت جنگ کی بھٹی خوب بھڑک اُٹھی تھی اور دونوں طرف کے لشکری زندگی اور وت کا کھیل کھیلتے ہوئے ایک دوسرے پر حاوی ہونے کی کوشش کرنے لگے تھے، عین ی لمحہ میدانِ جنگ میں محمد بن اوس انصاری کی کڑکتی ہوئی آواز بلند ہوئی تھی۔ اپنے شکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

خدائے واحد کو معبود اور مددگار ماننے والو! رسولِ عربی ﷺ کے پیروکارو! تم نوامیسِ طرت کے پاسبان ہو۔ پیاس کے صحرا کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے رومنوں کے دفاع کا آخری بند تک توڑ کر رکھ دو۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس رکا۔ اس کے بعد پہلے کی نسبت زیادہ کڑکتی ہوئی اس کی آواز سنائی دی تھی۔

"مولائے سدرہ مقام پر ایمان رکھنے والو! تم لوگ خیر کی مربوط قوت ہو .... رؤف و رحیم، حلیم و کریم رب کو اپنی مدد کے لئے پکارتے ہوئے رومنوں کے شعور، ان کے جذبوں کو بے عکس اور بے صدا کرتے چلے جاؤ۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس انصاری پھر خوفناک انداز میں رومنوں پر حملہ آور ہونے لگا تھا اور اس کے ان الفاظ نے کھلی آستینوں والے عربوں کے اندر ایک طرح سے آگ بھڑکا کر رکھ دی تھی اور وہ رومنوں پر آندھی اور طوفان کی طرح چھانے لگے تھے۔

عربوں کے ان تیز حملوں کے سامنے رومنوں کی حالت اب چبھن کی داستانوں، خونی لمحات کے افسانوں اور کانٹوں بھری کہانیوں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر جب مزید جنگ جاری رہی۔ رومنوں کے سالار لیو نے جو اس وقت اپنے لشکر کے وسطی حصے میں تھا دیکھا کہ مسلمانوں نے تیز حملہ آور ہوتے ہوئے اس کے لشکر کی آدھی تعداد کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور اب وہ رومنوں کی اگلی صفوں کو اپنے

پاؤں تلے روندتے ہوئے وسطی حصے کا رخ کر رہے تھے۔

یہ صورتِ حال یقیناً لیو کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ اگر تھوڑی دیر مزید جنگ جاری رہی تو حملہ آور عرب مکمل طور پر رومنوں کا خاتمہ کر کے رکھ دیں گے۔ لہٰذا اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے اور اپنی جان بچانے کی خاطر لیو بچے کھچے لشکر کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ محمد بن اوس انصاری اور نعیم بن حماد آندھی اور طوفان کی طرح رومنوں کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔

◎......◎

★★★

زہیر بن قیس نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ الجیم سے باہر بڑی گرم جوشی سے عقبہ بن نافع اور اس کے ساتھ آنے والے چھوٹے سالاروں اور لشکریوں کا استقبال کیا تھا۔

عقبہ بن نافع جب سب سے مل چکا تو استقبال کرنے والوں کو چند لمحوں تک غور سے دیکھتا رہا پھر زہیر بن قیس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابنِ قیس! میرے عزیز بھائی! میں استقبال کرنے والوں میں چار اہم اشخاص کو نہیں دیکھتا۔ ایک ماضی میں میرا دستِ راست رہنے والا محمد بن اوس انصاری، دوسرا اردیہ کا حکمران کسیلہ، تیسرا مسلمان بربروں کا سردار سقانہ اور چوتھا بر سالار نعیم بن حماد۔ کیا تم ان سے متعلق مجھے اطلاع کرو گے؟"

عقبہ بن نافع کے اس استفسار پر زہیر بن قیسؓ بول اٹھا۔

"امیرِ محترم! ہم نے کسیلہ اور سقانہ دونوں ہی کو آپ کی آمد کی ابھی تک اطلاع نہیں کی۔ میرا خیال تھا کہ جب آپ قیروان میں داخل ہوں گے تو آپ کی آمد کا سن کر وہ خود ہی پہنچ جائیں گے۔"

اس کے بعد زہیر بن قیس نے وہ تفصیل بتا دی تھی کہ کس طرح الجیم پہنچنے سے پہلے ہی ایک قاصد رومنوں کے سپہ سالار لیو کے قیروان پر حملہ آور ہونے کی خبر لایا تھا اور اس خبر کے جواب میں محمد بن اوس انصاری نے جو گفتگو کی تھی اس کی تفصیل کہہ دی اور پھر محمد بن اوس انصاری اور نعیم بن حماد کی واپس جا کر لیو کا مقابلہ کرنے کی تفصیل بھی کہہ دی تھی۔

ساری تفصیل جان کر لحہ بھر کے لئے عقبہ بن نافع کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا۔ پھر کہنے لگا۔

"محمد بن اوس کی عادات وہی ہیں جو اس سے پہلے تھیں۔ اگر وہ نعیم بن حماد کے

ساتھ رومنوں کا مقابلہ کرنے گیا ہے تو خداوند نے چاہا تو وہ رومنوں کو ضرور مار بھگائے گا۔ انہیں قیروان کا رخ نہ کرنے دے گا۔ اس لئے کہ میں محمد بن اوس کی جرأت مندی اس کی شجاعت کا پہلے ہی معترف ہوں۔

میرے عزیز بھائیو! محمد بن اوس ہمارا وہ سالار ہے جو وحشی اندھیروں کی کوکھ سے اٹھتے بغاوت کے بگولوں کے سامنے عذاب خیز اندھیاؤ، زندگی کی کٹھنائیوں میں غم والم کی داستانیں رقم کرتے اور صدیوں کے قحط کے سامنے قہرمانیت کے جھکڑوں کی صورت اختیار کرنے کا ہنر جانتا ہے۔

میرے عزیزو! محمد بن اوس سرفروش اور سربلند سالار ہے۔ اور ایسا کماندار ہے جو اپنی ذات میں بے اتھاہ سمندر ہے ...... مجھے یقین ہے کہ وہ سربکف ہو کر اور نقد جاں ہتھیلی پر رکھ کر جب رومنوں کے سامنے جائے گا تو ان کے دامن کو ناکامیوں کے شعلوں شراروں سے بھر دے گا۔ محمد بن اوس ہمارا بے روک آندھی کی قوت سا سالار ہے اگر خداوند نے چاہا تو اس ٹکراؤ میں رومنوں کی حالت وہ تشنہ ہلاکت خیزیوں سے بھی بدتر کر رکھ دے گا۔ محمد بن اوس اپنی شجاعت، اپنی جانثاری اور اسلام سے اپنی محبت میں ایک ایسا سالار ہے جو تضاد بھری سمتوں میں منزلوں کے ٹوٹے ہوئے سنگِ میل بھی درست کرنے کی صناعی جانتا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عقبہ بن نافع رکا، تب زہیر بن قیس بولا اور کہنے لگا۔

"امیر! کیا آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ الجیم شہر میں رک کر آرام کرنا اور ستانا پسند کریں گے؟ اس لئے کہ آپ ایک لمبا سفر طے کرتے ہوئے آ رہے ہیں اور......"

زہیر بن قیس اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ اس لئے کہ بڑی سنجیدگی سے عقبہ بن نافع اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابنِ قیس! میرے ساتھی! اس موقع پر میرے لئے آرام اور ستانے کے الفاظ بہت ناپسندیدہ ہیں ...... میرے عزیز! محمد بن اوس تو اپنے ساتھی نعیم بن حماد کے ساتھ رومنوں کا مقابلہ کرے اور میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ الجیم میں آرام کروں یہ میرے لئے باعثِ عار ہے۔ میرے بھائی! اب ہم وقت ضائع نہیں کریں گے اور اس دفعہ قیروان کی طرف بڑھیں گے اور پہلے کی نسبت اپنی رفتار تیز کریں گے۔ میں چاہتا ہوں قیروان شہر سے باہر نکل کر محمد بن اوس اور نعیم بن حماد دونوں کا استقبال کروں۔ اس لئے کہ میرا دل کہتا ہے وہ دونوں رومنوں کو بدترین شکست دے کر لوٹیں گے۔"

عقبہ بن نافع کے ان الفاظ کے بعد کسی کو کچھ کہنے کی ہمت اور جرأت نہ ہوئی۔ اس کے بعد عقبہ بن نافع نے وہاں سے کوچ کا حکم دیا تھا۔ لہٰذا عقبہ بن نافع اور سارے سالار اور عقبہ کے ساتھ آنے والے لشکری بڑی برق رفتاری سے قیروان کا رخ کر رہے تھے۔

●●●

محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نے کچھ دور تک اپنے آگے آگے بھاگتے رومنوں کا بڑی سختی اور شدت کے ساتھ تعاقب کیا تھا اور ان کی تعداد مزید کم کر دی تھی۔ بہت کم لشکریوں کے ساتھ لیو اپنی جان بچا کر قرطاجنہ کی طرف بھاگنے میں کامیاب ہوا تھا۔

تعاقب ترک کر کے محمد بن اوس اور نعیم بن حماد پلٹے۔ واپس اسی جگہ آئے جہاں رومنوں سے ٹکراؤ ہوا تھا۔ جنگ میں کام آنے والوں کی تکفین کے بعد زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئی۔ دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا گیا۔ اس کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ محمد بن اوس نے واپسی کا سفر شروع کیا تھا۔

دوسری طرف عقبہ بن نافع قیروان میں داخل ہونے کے بعد ہر روز قیروان شہر سے لگ بھگ آدھا فرسنگ دور جاتا اور محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کی واپسی کا انتظار کرتا۔

ایک روز جب وہ اسی طرح اپنے سالاروں کے ساتھ انتظار کر رہا تھا کہ سامنے کی طرف سے محمد بن اوس اور نعیم بن حماد اپنے لشکر کے ساتھ واپس آتے دکھائی دیئے۔ انہیں اس طرح دیکھتے ہوئے عقبہ بن نافع کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ دوسرے سارے سالار بھی بڑی طمانیت سے مسکراتے ہوئے آنے والے لشکر کی طرف دیکھ رہے تھے۔

محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نے بھی دور سے عقبہ بن نافع کو دیکھ لیا تھا۔ دونوں قریب آ کر اپنے گھوڑوں سے اُتر گئے تھے۔ اتنی دیر تک عقبہ بن نافع ان کے قریب آیا اور پھر اس نے گلے لگانے کے لئے اپنے بازو پھیلا دیئے تھے۔ محمد بن اوس اور نعیم بن حماد دونوں بھاگے اور دونوں ایک ساتھ عقبہ بن نافع کے ساتھ بغلگیر ہو گئے تھے۔

عقبہ بن نافع نے دونوں کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا۔ باری باری اس نے دونوں کی پیشانیوں پر کئی بوسے دیئے پھر انہیں علیحدہ کیا اس کے بعد دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"میرے دونوں عظیم اور محترم ساتھیو! رومنوں کے سالار لیو کے حملہ آور ہونے کی خبر مجھے الجیم سے باہر ملی تھی۔ گو رومنوں کے اس حملے نے وقتی طور پر مجھے فکرمند کر دیا تھا لیکن

ابنِ اوس! میں تمہاری جانبازی، تمہاری شجاعت اور اسلام سے تمہاری محبت سے آگاہ او
واقف ہوں۔ قسم خداوند قدوس کی، جب زہیر بن قیس نے مجھ پر انکشاف کیا کہ محمد بن
اوس نعیم بن حماد کے ساتھ رومنوں کے سالار لیو کا مقابلہ کرنے کے لئے گیا ہے اسی وقت
میرا دل یہ کہتا تھا کہ محمد بن اوس اور نعیم بن حماد دونوں لیو کو بدترین شکست دیں گے۔ ا
تم مجھے اس ٹکراؤ کی تفصیل نہیں بتاؤ گے؟"

جواب میں محمد بن اوس مسکرایا پھر لیو کے ساتھ جو ٹکراؤ ہوا تھا اس کی تفصیل کہہ د
تھی۔

عقبہ بن نافع ایک بار پھر آگے بڑھا۔ باری باری اس نے محمد بن اوس اور نعیم بن
حماد دونوں کی پیٹھ تھپتھپائی پھر کہنے لگا۔

"میرے خیال میں یہ رومنوں کے لئے بڑی عبرت خیزی اور بڑی درس آمیزی کا
ٹکراؤ ہوگا۔ لیو کے علاوہ ہرکولیس اور اسارین ایسے سالار ہیں جو اس سے پہلے مجھ سے
ٹکراتے رہے ہیں۔ رومنوں کا حکمران گریگوری ان تینوں پر بڑا فخر کیا کرتا تھا اور پھر لیو
تو وہ رومنوں کے سب سے خونخوار اور ناقابل تسخیر سالاروں میں خیال کرتا ہے۔ تم دونو
نے اسے شکست دے کر لیو کے ناقابل تسخیر ہونے کے گھمنڈ اور اس سلسلے میں گریگو
کے تکبر کو خاک میں ملا کر رکھ دیا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عقبہ بن نافع رکا پھر دوبارہ بول اٹھا۔

"میرا رب تم دونوں کو اس سے زیادہ ہمت دے کہ تم اپنے دشمنوں کے خلاف
انداز میں حرکت میں آتے رہو۔ میرے دونوں عزیز بھائیو! میں تمہیں تمہاری اس کا
پر مبارک باد اور تمہاری اس ہمت اور جواں مردی پر سلام پیش کرتا ہوں۔"

اس کے بعد سب اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور قیروان کا رخ کر رہے تھے۔

●●●

ادھر گریگوری، ان کے شہنشاہ کا بیٹا جسٹنین اور حسین اور خوبصورت سیدکا
قرطاجنہ کے بشپ کے ساتھ قرطاجنہ کے کلیسا سے باہر نکلے تھے کہ سامنے کی طرف
ایک گھوڑ سوار آیا۔ ان کے سامنے آکر رکا اور پھر انتہائی کرب خیزی میں اس نے گر
اور جسٹنین کو لیو کی شکست کی خبر دی تھی۔

آنے والے اس مخبر سے شکست کی خبر سن کر جہاں جسٹنین پریشان اور فکر مند
تھا وہاں گریگوری بھی چکرا کر رہ گیا تھا۔ آنے والے مخبر کو مخاطب کر کے وہ کہنے لگا۔

"کیا کہا تم نے .... کیا لیو کو شکست ہوئی ہے؟ .... تم جانتے ہو کیا کہہ رہے ہو؟
لیو ہمارا وہ سالار ہے جو ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا ہے۔ اس نے بڑے بڑے معرکوں میں
سرفروشی کا مظاہرہ بھی کیا ہے۔ پہلے یہ کہو کہ مسلمانوں کا جو لشکر لیو کے مقابلے پر آیا وہ لیو
کے لشکر سے کتنا بڑا تھا اور اس کی کمانداری کون کر رہا تھا؟ اس لئے کہ جس طرح ہمارے
مخبروں نے اطلاع دی تھی اس کے مطابق تو مسلمانوں کے سارے سالار قیروان شہر سے
باہر نکل کر اجیم کی طرف عقبہ بن نافع کا استقبال کرنے چلے گئے تھے۔ یہ بھی بتاؤ کہ لیو
کے ساتھ مسلمانوں کا ٹکراؤ کہاں اور کس جگہ ہوا تھا؟"

گریگوری کے ان سارے سوالوں کا جواب دیتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

"جہاں تک لشکریوں کی تعداد کا تعلق ہے تو مسلمانوں کا جو لشکر ہمارے سالار لیو سے
ٹکرایا وہ عددی لحاظ سے لیو کے لشکر کا تیسرا حصہ ہوگا۔ یعنی لیو کا لشکر مسلمانوں کے لشکر
سے تین گنا بڑا تھا۔ جہاں تک آپ کے دوسرے سوال کا تعلق ہے کہ مسلمانوں کے لشکر کی
کمانداری کون کر رہا تھا تو مسلمانوں کے لشکر کا کماندار اعلیٰ محمد بن اوس انصاری تھا اور اس
کی نیابت بربر سالار نعیم بن حماد کر رہا تھا۔ یہ دونوں بھی عقبہ بن نافع کا استقبال کرنے
کے لئے اجیم کی طرف گئے تھے لیکن مسلمانوں کے مخبروں نے لیو کے حملہ آور ہونے کی
خبر کر دی جس پر محمد بن اوس اور نعیم بن حماد دونوں واپس آئے اور لیو کا مقابلہ کرنے کے
لئے نکلے۔

جہاں تک آپ کے تیسرے سوال کا تعلق ہے کہ یہ جنگ کہاں ہوئی تو مسلمانوں
کے ساتھ لیو کا یہ ٹکراؤ قیروان سے لگ بھگ پندرہ فرسنگ کھلے صحرا میں ہوا۔ میں یہ کہتے
ہوئے بھی شرم محسوس کرتا ہوں کہ یہ ٹکراؤ زیادہ دیر نہیں رہا اور مسلمان سالار محمد بن اوس
نے بڑی آسانی کے ساتھ لیو کو بدترین شکست دی۔ جنگ کے دوران ہی مسلمانوں کے
سالار نے ہمارے لشکر کی آدھی تعداد کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور پھر جب ہمارا لشکر
شکست اٹھا کر بھاگا تو بڑے خوفناک انداز میں مسلمانوں نے ہمارے لشکر کا تعاقب کیا
اور ہمارے بچے کھچے لشکر کی تعداد انہوں نے مزید کم کر دی۔ اب لیو اپنے چند دستوں کے
ساتھ تھوڑی دیر تک قرطاجنہ میں داخل ہوگا۔"

مخبر جب خاموش ہوا تب جسٹنین بڑی حیرت اور تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہنے
لگا۔

"میرا دل مانتا نہیں کہ لیو کو اس طرح مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کا داغ اٹھانا

پڑا۔ اگر مسلمانوں کے ساتھ ٹکراؤ میں ہمارے سالاروں کی یہی حالت ہوئی پھر تو کسی بھی میدان میں ہم مسلمانوں کے خلاف کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ میں مسلمانوں سے مو... واپس لینے کی تدبیریں کر رہا ہوں اور یہاں افریقہ ہی میں ہماری کامیابیاں متزلزل دکھائی دیتی ہیں۔"

جسٹینین جب خاموش ہوا تب اس کی بہن بڑے دکھ بھرے انداز میں بول اٹھی۔

"یہ کیسے ممکن ہے کہ رومنوں کے ایک نامور اور ناقابلِ تسخیر سالار کو مسلمانوں کا ایک گمنام اور ادنیٰ سالار شکست دے اور رومنوں کو بھاگ جانے پر مجبور کر دے اور رومنوں کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دینے میں کامیاب ہو جائے۔"

اس پر بشپ پولوس بے پناہ غصے اور صدمے کا اظہار کر رہا تھا۔ اس موقع پر وہ بولتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار کرنے ہی والا تھا کہ گریگری اس سے پہلے بول اٹھا اور سیدیکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"سیدیکا! اس میں کوئی شک نہیں کہ لیو ہمارا بے مثل اور ناقابلِ تسخیر سمجھا جانے والا سالار ہے لیکن مسلمانوں کا وہ سالار جس کا نام محمد بن اوس ہے اور جس نے لیو کو شکست دی ہے وہ کوئی گمنام سالار نہیں ...... اس سے پہلے بھی وہ عقبہ بن نافع کے ساتھ کام کر چکا ہے اور بڑے بڑے معرکوں میں ناقابل اعتبار انداز میں ناممکن کو ممکن بناتا رہا ہے۔ لہٰذا محمد بن اوس کے ہاتھوں ہمارے سالار اور لیو کو شکست ہوئی ہے اس میں لیو کسی بھی لحاظ سے قابل ملامت نہیں۔ اس لئے کہ مسلمانوں کا وہ سالار خونخوار اور جانباز ہے۔"

یہاں تک کہتے کہتے گریگوری کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ سامنے کی طرف سے لیو اپنے بچے کھچے سالاروں کے ساتھ آتا دکھائی دیا تھا۔ قریب آ کر وہ اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ گریگوری، جسٹینین، سیدکا، بشپ پولوس اس کی طرف بڑھے تھے۔ ذرا آگے آ کر لیو گردن جھکا کر کھڑا ہو گیا تھا۔ سب سے پہلے جسٹینین آگے بڑھا، لیو کا چہرہ اس کی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر اوپر کیا پھر اس کی تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگا۔

"کوئی بات نہیں ...... زندگی میں سالاروں کو شکست اور کامیابیاں نصیب ہوتی رہتی ہیں ...... میں جانتا ہوں تم بڑے شرم سار ہو۔ اس لئے کہ اس سے پہلے تم نے ناکامی کا منہ نہیں دیکھنا پڑا۔ اس بناء پر تمہیں اس شکست کا زیادہ دکھ ہوا ہے ......

اپنے دل میں یہ ٹھان لو کہ ہم نے مسلمانوں سے اپنی شکست کا انتہائی خوفناک انتقام لینا ہے۔"

اتنی دیر تک گریگوری بھی آگے بڑھا، لیو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"لیو، میرے بیٹے! ہمت نہ چھوڑنا۔ دیکھو، جب جنگ ہوتی ہے تو میدان کسی ایک کے ہاتھ میں ہی رہتا ہے۔ اس بار اگر مسلمانوں نے تمہیں پسپا ہونے پر مجبور کر دیا ہے تو کوئی بات نہیں۔ مسلمانوں سے ہم اس کا بڑا خوفناک انتقام لیں گے۔"

جسٹینین اور گریگوری کے اس طرح ڈھارس دینے کے بعد لیو سنبھل گیا تھا۔ پھر گریگوری کہنے لگا۔

"اب تم اپنے سالاروں کے ساتھ جاؤ اور جا کر آرام کرو ...... بعد میں، میں سارے سالاروں کو بلاؤں گا اور مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے کوئی منصوبہ بنائیں گے۔"

لیو نے اسے غنیمت جانا۔ فوراً اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد بشپ پولوس نے بڑی بے زاری اور ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"لیو کی شکست ہمارے لئے ایک ناپسندیدہ اور انتہا درجہ کی بری فال ہے۔ عقبہ بن نافع کی آمد پر لیو کی یہ شکست ایک طرح سے ہمارے لئے بدشگونی کا باعث بھی بن سکتی ہے اور ہمیں ہر صورت میں مسلمانوں سے اس کا انتقام لینا چاہئے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد پولوس رکا اور اس کے بعد بڑے غور سے گریگوری کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"محترم گریگوری! لیو کی شکست نہ صرف ہم جیسے لوگوں کے لئے دل شکنی کا باعث ہے بلکہ اس سے یہاں آپ کے لشکریوں کے حوصلے بھی پست ہوں گے اور مسلمانوں کا ایک طرح سے رعب اور دبدبہ طاری ہو جائے گا۔"

پولوس یہاں تک کہنے کے بعد رکا تھا۔ اس کے چہرے پر ابھی تک غصے اور غضبناکی کے اثرات تھے۔ یہاں تک کہ جسٹینین اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"محترم پولوس! آپ نے جن خیالات کا اظہار کیا، میں مکمل طور پر ان سے اتفاق کرتا ہوں۔ مطمئن رہیں، لیو کی اس شکست کا مسلمانوں سے انتہائی ہولناک انتقام لیا جائے گا اور آپ دیکھیں گے کہ جو انتقام ہم لیں گے وہ نہ صرف لیو کی دل شکنی کو دور کر

دے گا، آپ کو بھی خوش کر دے گا بلکہ اس سے افریقہ میں ہمارے لشکروں کے حوصلے ا
ولولے بھی بلند ہو جائیں گے۔''

جسٹین کے ان الفاظ پر پولوس نے کسی قدر اطمینان کا اظہار کیا تھا۔ دوبارہ پولو
بولا۔ گریگوری اور جسٹین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے خیال میں ہمیں اس سلسلے میں ملکہ جرارہ سے بھی بات کرنی چاہئے ......
اگر وہ مسلمانوں کے خلاف ہماری حمایت کرتی ہے اور ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو جا
ہے تو میرے خیال میں ان علاقوں میں مسلمانوں کی شکست یقینی اور ہماری کامیابیاں پ
کی نسبت زیادہ وسیع اور مستحکم ہو جائیں گی۔''

پولوس کے ان الفاظ پر جسٹین چونکا تھا۔ گریگوری کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''یہ ملکہ جرارہ کون ہے؟''

گریگوری کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا، پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔

''یوں جانیں، ایک کاہنہ ہے۔ یہاں کے مقامی لوگ اسے ساحرہ بھی خیال کر
ہیں ...... اور یہ کوہستانی سلسلے کے اندر رہتی ہے اور وہیں اس کا مسکن ہے۔ اس
پیروکار ان گنت ہیں۔ یوں جانیں اس کا اپنا ایک ذاتی لشکر ہے جسے وہ جس وقت
جب چاہے حرکت میں لا سکتی ہے۔''

گریگوری کے ان الفاظ پر جسٹین چونکا تھا، کہنے لگا۔

''حیرت ہے ...... آپ نے اس سے پہلے اس ملکہ جرارہ کا ذکر نہیں کیا۔ اتنی قو
رکھنے والی عورت سے تو ہمیں تعاون کرنا چاہئے۔ بلکہ اسے مسلمانوں کے خلاف ابھ
چاہئے۔ اس طرح تو ہمیں ان علاقوں کے اندر ایک اچھی خاصی طاقت اور قوت مید
سکتی ہے۔''

اس موقع پر حسین اور خوبصورت سنیکا بھی بولی اور گریگوری کی طرف دیکھتے ہو
کہنے لگی۔

''محترم گریگوری! میرے خیال میں آپ وقت ضائع کئے بغیر ملکہ جرارہ سے
سلسلے میں رابطہ قائم کریں اور اگر وہ مسلمانوں کے خلاف ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہو
ہے تو پھر میں سمجھتی ہوں ان علاقوں کے اندر بہت جلد ہم مسلمانوں کی بساط لپیٹ د
کے قابل ہو جائیں گے۔''

گریگوری نے لمحہ بھر کے لئے غور سے سنیکا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''بیٹی! بے فکر رہو ...... ایک دو دن تک میں یہاں کے سرکردہ لوگوں کو ملکہ کی
ف روانہ کروں گا۔ اس میں بربر بھی شامل ہوں گے۔ بربروں کا سالار برانس ہمارا
زین ساتھی اور اتحادی ہے۔ اس سلسلے میں اس سے بھی بات کروں گا اور وفد کا سربراہ
سے ہی بنا کر بھیجوں گا۔''

گریگوری کی گفتگو سے پولوس، سنیکا اور جسٹین تینوں خوش ہو گئے تھے۔ اس کے
گریگوری فیصلہ کن انداز میں پولوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''محترم پولوس! میں قصر میں جا کر اپنے چوبدار کو روانہ کروں گا۔ آج رات گئے سب
وٹے بڑے سالاروں کا اجلاس کلیسا ہی میں منعقد کرتے ہیں اور کلیسا ہی میں بیٹھ کر
لہ کریں گے کہ لیو کی شکست کا انتقام لینے کے لئے ہمیں کون سا پہلا قدم اٹھانا
ہئے۔''

گریگوری کے ان الفاظ پر پولوس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ کہنے لگا۔

''یقیناً ...... میں یہاں بیٹھنے کے سارے انتظام کر دوں گا۔ آپ بے فکر رہیں۔''

پولوس کے اس جواب سے گریگوری، جسٹین اور سنیکا تینوں خوش ہو گئے تھے۔ پھر وہ
بسا سے نکل کر قصر کا رُخ کر رہے تھے۔

قصر میں داخل ہونے کے بعد اصطبل کے قریب سنیکا رک گئی۔ اس لئے کہ وہاں
ریگوری کی بیوی کلاڈیا اور بیٹی فلورنس کھڑی تھیں۔ جسٹین اپنی رہائش کے حصے کی طرف
اگیا تھا۔ گریگوری بھی مردانے کی طرف جا چکا تھا۔ سنیکا وہاں رک گئی۔ فلورنس کے
یب آئی۔ پہلے اس نے کلاڈیا کو مخاطب کیا اور کہنے لگی۔

''یہاں قیام کے دوران میں آپ کو ایک دو بار اماں کہہ کر مخاطب کر چکی ہوں۔ آپ
رے اس طرح مخاطب کرنے کا برا تو نہیں مانتیں؟''

سنیکا کے ان الفاظ پر کلاڈیا خوش ہو گئی تھی۔ آگے بڑھ کر اس نے سنیکا کو اپنے
تھ لپٹا لیا، پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

''بیٹی! اگر تم مجھے اماں کہہ کر مخاطب کرتی ہو تو تمہارے اس طرح مخاطب کرنے پر
ما فخر کر سکتی ہوں۔ بلکہ تمہارا اس طرح مجھے مخاطب کرنا میرے لئے ایک بہت بڑی
نادت بھی ہے۔''

کلاڈیا کے ان الفاظ پر سنیکا مطمئن ہو گئی تھی۔ پھر فلورنس کی طرف دیکھتے ہوئے
ہنے لگی۔

"جب سے میں یہاں آئی ہوں، فلورنس بھی مجھ سے کھنچی کھنچی رہتی ہے۔ لگتا ہ
میرے آنے پر یہ خوش نہیں ہے۔"

سیکا کے ان الفاظ پر فلورنس بھی مسکرائی، آگے بڑھ کر اس نے بھی سیکا کو اپ
ساتھ لپٹا لیا پھر اس کے کان میں دھیمے لہجے میں کہنے لگی۔

"سیکا! تم میری بہن ہو...... میری ماں کو تم اماں کہہ کر مخاطب کرتی ہو، اس لحا
سے بھی میرا تمہارا بہن کا رشتہ ہے۔ دراصل تمہاری خوبصورتی اور تمہاری شخصیت کی وج
سے میں ایک طرح سے تمہارے ساتھ بے تکلف نہیں ہو سکی تھی۔ تھوڑی کھنچی کھنچی، سہ
سہمی رہتی تھی۔ نہ جانے تمہارا مزاج کیسا ہو۔"

فلورنس کے ان الفاظ پر سیکا نے اسے گھورنے کے انداز میں دیکھا پھر کہنے لگی۔

"فلورنس! تم کسر نفسی کا شکار ہو رہی ہو...... اگر میں خوبصورت اور حسین ہوں
یاد رکھنا تم بھی حُسن اور خوبصورتی میں مجھ سے کم نہیں ہو۔"

سیکا کی اس گفتگو سے فلورنس بھی خوش ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ اس بار سیکا کلا
کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"اماں! چند دن سے میری ایک خواہش تھی پر ابھی تک میں اس کا اظہار آپ ا
فلورنس سے نہیں کر سکی۔ میری اتنی بڑی خواب گاہ ہے اور رات کو میں اس میں اکیلی ہو
ہوں۔ میں آپ سے یہ کہنا چاہتی ہوں کہ یا تو فلورنس کو اجازت دے دیں کہ وہ ا
خواب گاہ میں میرے ساتھ رہا کرے یا مجھے اجازت دے دیں کہ میں فلورنس کے سا
اس کی خواب گاہ میں سو جایا کروں۔"

سیکا کے ان الفاظ پر فلورنس مسکرا رہی تھی۔ کلاڈیا اطمینان کا اظہار کر کے کہنے لگی۔

"سیکا، میری بیٹی! اس سلسلے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں...... فلورنس کی خواب
بھی تمہاری ہے اور جو خواب گاہ تمہاری ہے یوں جانو فلورنس کی ہے۔ تم دونوں بہنیں آ
میں طے کرو...... جہاں بھی تم شب بسری کرنا چاہو گی مجھے اس سلسلے میں کوئی اعترا
نہیں ہے۔"

کلاڈیا کا جواب سن کر سیکا خوش ہو گئی تھی۔ پھر فلورنس کی طرف دیکھتے ہوئے
لگی۔

"فلورنس! اب تم بولو، اس سلسلے میں کیا کہتی ہو؟"

"میں نے کیا کہنا ہے میری بہن! جس طرح تم کہو گی مجھے اسی طرح منظور

مسکراتے ہوئے فلورنس نے کہنا شروع کیا تھا۔ "تاہم میں یہ تجویز پیش کرتی ہوں کہ
ہم دونوں بہنیں مل کر دونوں خواب گاہیں استعمال کریں گی۔ کبھی میں تمہاری خواب گاہ
میں، کبھی تم میری خواب گاہ میں شب بسری کیا کریں گی...... اب بولو تم کیا کہتی
ہو؟"

سیکا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"اب میں کچھ نہیں چاہتی...... میں سمجھتی ہوں جو کچھ میں چاہ رہی تھی وہ عملی طور پر
ہو گیا ہے۔ اب بتائیں آپ دونوں ماں بیٹی یہاں اصطبل کے پاس کیوں کھڑی ہیں؟"

اس پر فلورنس کہنے لگی۔

"ہم دونوں ماں بیٹی گھوڑ دوڑ کے لئے نکلنے لگی ہیں۔"

جواب میں سیکا آستینیں سمیٹتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ تھوڑی دیر رُکیں...... میں لباس تبدیل کر کے آتی ہوں اور آپ کے ساتھ
گھوڑ دوڑ کے لئے نکلوں گی۔"

کلاڈیا اور فلورنس دونوں نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر سیکا تقریباً بھاگتی ہوئی
سکونتی حصے کی طرف گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹی۔ تینوں نے اپنے گھوڑوں کو تیار کیا پھر
گھوڑ دوڑ کے لئے نکل گئی تھیں۔

●●●

کچھ رات گئے قرطاجنہ کے کلیسا میں گریگوری اور جسٹینین کے علاوہ رومنوں کے جس
قدر چھوٹے بڑے سالار تھے وہ سب وہاں جمع ہوئے۔ کلیسا میں بشپ پولوس اور اس کے
نائب برتیز نے نشستوں کا بہترین اہتمام کیا تھا۔ جن لوگوں کو بلایا گیا جب وہ سب کلیسا
میں جمع ہو گئے تب جسٹینین کے کہنے پر گریگوری نے گفتگو کا آغاز کیا اور اپنے سارے
سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"آپ سب جانتے ہیں کہ لیو کو ہم نے ایک مہم پر بھیجا تھا۔ اگر اس مہم میں
ہمیں کامیابی ہوتی تو یقیناً ہم مسلمانوں کے پاؤں یہاں سے اکھیڑنے میں کامیاب
ہو جاتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا اور اُلٹا لیو کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس بناء پر اب
ہمیں مسلمانوں پر کاری ضرب لگانے کے لئے اپنی منصوبہ بندی کرنی ہو گی۔ آپ
لوگوں کو اس لئے یہاں جمع کیا گیا ہے تاکہ آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد یہ
بتائیں کہ مسلمانوں کے خلاف ضرب لگانے کے لئے ہمیں ابتداء کہاں سے کرنی

چاہئے ؟''

اس موقع پر گریگوری کا ایک چھوٹا سالار اٹھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرا اندازہ ہے کہ لیو کی شکست کا انتقام لینے کے لئے ہمیں پہلے کی نسبت ایک بڑا لشکر ترتیب دینا چاہئے۔ قیروان پر حملہ آور ہونے سے پہلے مسلمانوں کے اردگرد کے علاقے میں ان پر ضرب لگاتے ہوئے انہیں ویران اور تباہ کرنا چاہئے۔ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو قیروان میں مسلمانوں کو کہیں سے رسد ملے گی اور نہ ضروریات کا دوسرا سامان ملے گا۔ اس طرح وہ ہمارے سامنے بے بسی کی حالت میں اپنی آخری شکست کا انتظار کرتے رہیں گے۔

میں سمجھتا ہوں سب سے پہلے ہمیں الجیم پر ضرب لگانی چاہئے۔ وہ اس وقت مسلمانوں کے قبضے میں ہے۔ اسی راستے سے مسلمانوں کو مصر سے رسد اور کمک ملتی ہے۔ اگر الجیم پر ہم قبضہ کر لیتے ہیں تو ایک طرح سے ہم مصر اور قیروان کے درمیان رابطہ اور واسطہ منقطع کر سکتے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار بیٹھ گیا۔ یہاں تک کہ گریگوری کے افریقہ میں تین بڑے سالاروں میں سے ایک ہرکولیس اپنی جگہ پر اٹھا اور سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز نے جو مشورہ دیا ہے میں اس سے قطعی اتفاق نہیں کرتا۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ پہلی یہ کہ الجیم ہمارے ہاں سے کافی دور ہے۔ اور پھر یہ مت خیال کرنا کہ مسلمانوں کو ہمارے اس حملے کی خبر نہیں ہو گی۔ مسلمانوں کے مخبر جگہ جگہ سرگرداں ہیں اور پل پل کی خبریں وہ اپنے سالاروں تک پہنچاتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یاد رکھنا جس وقت سارے مسلمان عقبہؓ بن نافع کا استقبال کرنے کے لئے الجیم جا رہے تھے اور ان کی غیر موجودگی میں لیو لشکر لے کر قیروان کی طرف گیا تھا تو آپ لوگوں نے دیکھا مسلمانوں کے خونخوار سالار محمد بن اوس نے لیو پر حملہ آور ہو کر اسے بدترین شکست دی۔ حالانکہ محمد بن اوس بھی عقبہ بن نافع کا استقبال کرنے کے لئے الجیم کا رخ کئے ہوئے تھا کہ مسلمان مخبروں نے لیو کے حملے کی خبر دی۔ لہٰذا وہ وہاں سے اپنے بربری سالار نعیم بن حماد کے ساتھ پلٹا اور لیو کا مقابلہ کیا۔

اب اگر ہم الجیم پر حملہ آور ہوتے ہیں تو جیسا کہ میں نے کہا ہمارے اس پر حملہ آور ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔ پہلی یہ کہ الجیم، قیروان سے نزدیک

ہے۔ ہمارے ہاں سے دور ہے۔ اور اگر ہم الجیم پر حملہ آور ہوتے ہیں تو مسلمان نہ صرف الجیم کا دفاع کریں گے بلکہ جو لشکر الجیم پر حملہ آور ہو گا اسے نقصان پہنچانے کا بھی اہتمام کر سکتے ہیں۔

دوسری وجہ جس کی بناء پر میں الجیم پر حملہ آور ہونے کا مشورہ نہیں دیتا وہ یہ کہ اگر الجیم پر ہم قبضہ کر بھی لیتے ہیں تو مصر سے آنے والی مسلمانوں کی رسد کا سلسلہ بھی نہیں ٹوٹتا۔ اس لئے کہ مصر سے آنے والی شاہراہ صرف الجیم سے نہیں گزرتی، جنوب میں صحرا کے اندر بھی کچھ شاہراہیں ایسی ہیں جن کا مصر کے ساتھ رابطہ ہے اور انہی شاہراہوں پر سے مسلمان مصر سے اپنا راستہ بحال رکھ سکتے ہیں .... لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں الجیم پر حملہ آور ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ اور پھر اگر ہم الجیم پر حملہ آور ہوتے ہیں تو مسلمان جواب میں اس سے بھی بڑی کارروائی کر سکتے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد ہرکولیس جب خاموش ہوا تب گریگوری اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم چاہتے ہو ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ جائیں اور مسلمان ہمیں شکست پر شکست دیتے رہیں اور ہم نہ اپنی مدافعت کے لئے کوئی کارروائی کریں اور نہ ہی مسلمانوں کو سبق سکھانے کے لئے کوئی قدم اٹھائیں۔''

اس پر ہرکولیس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر کہنے لگا۔

''محترم گریگوری! میں نے ابھی تک اپنی بات مکمل نہیں کی۔ میں نے صرف الجیم پر حملہ آور ہونے کے تحفظات اور خدشات کا اظہار کیا ہے۔ مسلمانوں پر ضرب لگانے کے لئے میرے پاس ایک تدبیر ہے جس پر عمل کر کے میرے خیال میں ہم مسلمانوں کو خاصا بڑا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔''

ہرکولیس کے ان الفاظ پر گریگوری ہی نہیں جسٹینین کی آنکھوں میں بھی چمک پیدا ہو گئی تھی۔ لہٰذا اس بار جسٹینین بول اٹھا۔

''ہرکولیس میرے عزیز! اگر کوئی ایسی تجویز تمہارے پاس ہے تو کہو۔ اس پر ضرور عمل کیا جائے گا۔''

جواب میں ہرکولیس نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

''میں چاہتا ہوں الجیم کی بجائے ہم بربروں کے سردار سقانہ کی بستیوں کا رخ کریں۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ سقانہ کٹر قسم کا مسلمان ہے اور وہ اپنی پوری طاقت اور

قوت اور پورے وسائل کے ساتھ مسلمانوں کا ساتھ دیتے ہوئے ہمارے خلاف حرکت میں آتا ہے۔ میں چاہتا ہوں سقانہ کے علاقوں پر حملہ آور ہو کر انہیں تباہ و برباد کر دیا جائے۔ سقانہ کے بربر قبائل کو نقصان پہنچایا جائے اور انہیں اس قابل نہ چھوڑا جائے کہ آنے والے دور میں وہ مسلمانوں کی مدد کر سکیں۔ اگر ایسا ہوا تو یاد رکھنا اس طرح مسلمانوں کی طاقت اور ان کی قوت پر بڑی ضرب لگے گی اور ہمارے مقابلے میں ان کی عسکری حیثیت کم تر ہو کر رہ جائے گی۔“

یہاں تک کہنے کے بعد ہرکولیس رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”اس کے بعد ہمیں سقانہ پر ہی اکتفا نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ اگر ہم سقانہ کے علاقوں کو تباہ و برباد کرتے ہیں تو مسلمان ردِعمل کا اظہار کریں گے جس کو رفع کرنے کے لئے ہمیں اپنے سارے اتحادیوں کو مستعد کر دینا چاہئے اور مختلف سمتوں سے مختلف لشکریوں کو مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونا چاہئے........ سقانہ کے بعد اگر مسلمان کسی جوابی کارروائی کی ابتدا کرتے ہیں تو پھر ہمارے علاوہ ہمارے اتحادیوں میں سے گال، وندال اور ہن سب کو ان کے خلاف حرکت میں آنا چاہئے اور اس سلسلے میں ہمیں ان سے رابطہ قائم کر کے ایک لائحہ عمل طے کرنا چاہئے اور متحد ہو کر مسلمانوں پر ضرب لگانی چاہئے........ یاد رکھئے گا، عقبہ بن نافع اگر یہاں آیا ہے تو وہ یہاں ان علاقوں کا دفاع کرنے کے لئے نہیں آیا جو اس وقت مسلمانوں کے قبضے اور تسلط میں ہیں بلکہ وہ مسلمانوں کا ایک ایسا جرنیل ہے جس کے متعلق سب لوگ جانتے ہیں کہ وہ ناممکن کو ممکن بنانے کا ہنر جانتا ہے۔ لہٰذا وہ مسلمانوں کے علاقوں کو ہر صورت میں وسعت دینے کی کوشش کرے گا اور ہم نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے یہ کوشش کرنی ہے کہ مسلمانوں سے پہلے علاقے بھی چھینتے ہوئے ان کی بساط یہاں سے لپیٹنے کی کوشش کریں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد ہرکولیس جب خاموش ہوا تب بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے جسٹینین کہنے لگا۔

”میں ہرکولیس کی تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ محترم گریگوری! آپ کا اس سلسلے میں کیا خیال ہے؟“

جسٹینین کے پوچھنے پر گریگوری بھی بول اٹھا۔

”ہرکولیس کی تجویز بہترین ہے........ اور میرے خیال میں مسلمانوں پر براہِ راست قیروان پر ضرب لگانے سے پہلے ان کے اتحادیوں کو کمزور کر کے ان سے علیحدہ کرنا چاہئے۔ اس طرح بہت جلد ایسا وقت آئے گا کہ ہم مسلمانوں کو اپنے سامنے بے بس کر دیں گے۔“

چنانچہ اس تجویز کو آخری خیال کرتے ہوئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس بار لیو کو آرام اور ستانے کا موقع فراہم کیا جائے جبکہ یہ مہم ہرکولیس اور دوسرے چھوٹے سالاروں کو سونپ دی جائے جو سقانہ کے بربروں پر حملہ آور ہوں اور ان کی بستیوں کو تباہ و برباد کر دیں۔ اس کے بعد وہ مجلس ختم کر دی گئی تھی۔

◎......◎

* * *

عقبہ بن نافع ایک روز اپنی تعمیر کردہ مسجد میں مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد
ہے اور اس جگہ آکر بیٹھتا ہے جہاں وہ بیٹھ کر اپنے سالاروں سے مشورہ کیا کرتا تھا
اتنے میں اردیہ کا بربر حکمران کسیلہ اور بربروں کے قبائل کا سربراہ اور سالار سقانہ دونو
عقبہ بن نافع کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ عقبہ بن نافع بڑے پرجوش انداز
دونوں کا استقبال کرتا ہے۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر ان سے گلے ملتا ہے۔ پُرجوش مصافح
ہے اس کے بعد باقی سارے سالار بھی جوش اور جذبے کے ساتھ خوشی کا اظہار کر
ہوئے کسیلہ اور سقانہ سے ملتے ہیں۔

اس موقع پر سب سے پہلے کسیلہ، عقبہ بن نافع کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”امیر! میں آپ کو دوبارہ ان علاقوں میں آمد پر خوش آمدید کہتا ہوں۔“

کسیلہ یہاں تک کہنے کے بعد رکا۔

عقبہ بن نافع نے اسے اپنے پاس بٹھالیا اور اس کی تواضع بھی خوب کی۔ کچھ دیر
اِدھر اُدھر کی باتیں ہوئیں اس کے بعد اپنے ایک آدمی کو ہاتھ کے اشارے سے عقبہ
نافع نے بلایا اور کسیلہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”کسیلہ لمبا سفر طے کر کے آئے ہیں۔ انہیں اپنے ساتھ لے جاؤ۔ میں چاہتا
یہ آرام کرلیں۔“

کسیلہ وہاں بیٹھنا چاہتا تھا لیکن عقبہ بن نافع کے ان الفاظ پر وہ مجبوراً اٹھا اور
بن نافع کا آدمی اسے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

کسیلہ کے جانے کے بعد بربر سالار سقانہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے
لگا۔

”میں تین موضوعات پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ دو میرے شکوے ہیں اور تیسرا

مشورہ ہے۔“

سقانہ جب خاموش ہوا تو عقبہ بن نافع بڑے غور اور بڑی شفقت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”سقانہ! تمہاری عزت، تمہارا مقام ہمارے ہاں سگے بھائیوں جیسا ہے۔ پہلے یہ بتاؤ شکوہ کس کس کے خلاف ہے؟“

جواب میں سقانہ مسکرایا، بڑی محبت سے سب سے پہلے اس نے زہیر بن قیس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”پہلا شکوہ مجھے اپنے بھائی زہیر بن قیس سے ہے۔ جب ابو عبیداللہ یہاں پہنچا اور اس نے آپ کے یہاں آنے کی اطلاع کی اور اس اطلاع کے جواب میں زہیر بن قیس اور محمد بن اوس دونوں اپنے ساتھیوں کو لے کر آپ کا استقبال کرنے کے لئے الجیم گئے تو ان دونوں کو چاہئے تھا کہ مجھے بھی اطلاع کرتے تاکہ میں جو آپ لوگوں کے اجتماع کی ایک اکائی ہوں اس استقبال میں شریک ہوسکتا۔ کیونکہ مجھے نہ آپ کے آنے کی اطلاع دی گئی اور نہ آپ کے استقبال کے لئے کہا گیا ہے لہٰذا میں زہیر بن قیس کے اس فیصلے کے خلاف سختی سے احتجاج کرتا ہوں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سقانہ نے گھورنے کے انداز میں محمد بن اوس انصاری کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔

”ابنِ اوس! سب سے پہلے تو میں آپ کو سلام پیش کرتا ہوں کہ آپ نے لیو کو شکست دی۔ آپ عالم اسلام کے نایاب سالار ہیں۔ میرے عزیز بھائی! جس وقت ہمارے مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ رومنوں کا سالار لیو قیروان پر حملہ آور ہونے کی جرأت کر رہا ہے تو آپ نعیم بن حماد کے ساتھ الجیم کی طرف جاتے ہوئے واپس آگئے اور پھر یہاں سے ایک لشکر لے کر شمال کی طرف روانہ ہوئے اور پندرہ بیس فرسنگ آگے جا کر آپ نے لیو کا مقابلہ کیا اور اُسے بدترین شکست دی۔ میرے بھائی! راستے میں بائیں جانب میری بستیاں آتی ہیں۔ لیو کا مقابلہ کرنے سے پہلے میرے عزیز بھائی! آپ نے مجھے اطلاع کی ہوتی تو میں اس مہم میں آپ کے شانہ بشانہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنی کارگزاری کا مظاہرہ کرتا...... لیو اور اس کے ساتھیوں پر ضرب لگاتا۔ آپ نے ایک طرح سے مجھے اس سعادت سے محروم رکھا۔ لہٰذا میں آپ کے اس رویے کے خلاف بھی سخت احتجاج کرتا ہوں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سقانہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ محمد بن اوس اپنی جگہ پر اٹھا
سقانہ کے قریب آیا۔ سقانہ کو اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر اپنا گال اس کے گال سے ملایا، اپنا منہ
اس کے کان کے قریب لے گیا، کہنے لگا۔

"سقانہ! تم جانتے ہو میں تمہیں بھائی سمجھتا ہوں۔ اگر تم خیال کرتے ہو لیو کا مقابلہ
کرنے سے پہلے مجھے تمہیں اطلاع کرنی چاہئے تھی اور تمہیں ساتھ لینا چاہئے تھا تو میں
میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں اور تم سے معافی مانگتا ہوں۔ اس کے علاوہ........"

محمد بن اوس اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا۔ تڑپ کر سقانہ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ
دیا، کہنے لگا۔

"ابنِ اوس! میں نے معافی مانگنے کے لئے تو نہیں کہا۔ اگر آپ میری آپ سے
محبت کے متعلق پوچھیں تو میں اپنا دل چیر کر دکھا دوں۔ اس پر محمد بن اوس کا نام لکھا ہوگا۔

سقانہ جب خاموش ہوا تب زہیر بن قیس بھی آگے بڑھا۔ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں
لیا اور کہنے لگا۔

"سقانہ میرے عزیز بھائی! اس وقت دراصل امیر کے آنے کی خوشی میں ہم بڑی
جلدی میں تھے اور پھر وقت بھی نہیں تھا اور ہم جلدی میں یہاں سے کوچ کر گئے اس بنا
پر آپ کو اطلاع نہیں دے سکا۔ خیال یہی تھا کہ امیر جب یہاں پہنچ جائیں گے تو سب
آپ کی آمد کی اطلاع کر دی جائے گی۔ بہرحال میں اپنے اس رویے پر معذرت خواہ
ہوں۔"

زہیر بن قیس خاموش ہو گیا تب ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں عقبہ بن نافع سقانہ کو مخاطب
کر کے کہنے لگا۔

"سقانہ! میرے دو عزیز بھائیوں زہیر بن قیس اور محمد بن اوس نے تم سے معذرت
لی ہے۔ کیا تم مطمئن نہیں ہو؟"

"سقانہ بڑی عقیدت اور ارادت مندی میں کہنے لگا۔

"امیر! آپ کیسی گفتگو کرتے ہیں یہ دونوں میرے بڑے عزیز اور محترم بھائی ہیں
مجھ سے معذرت نہ بھی کرتے تب بھی میں ان دونوں سے خوش ہی خوش ہوں۔ ان دونوں
سے ناراض ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

سقانہ کا جواب سن کر عقبہ بن نافع خوش ہو گیا تھا پھر سقانہ کو اس نے مخاطب کیا تھا
"اگر تم خوش ہو تو اب اپنی تیسری بات کہو۔ تم نے کہا تھا کہ تین باتیں کہنا چاہتے

جن میں سے دو اعتراض ہیں اور تیسرا مشورہ۔ دو اعتراض تو تم نے مکمل کر لئے ہیں۔ اب
مشورہ بتاؤ کیا ہے؟"

سقانہ سنجیدہ ہو گیا۔ چند لمحے عقبہ بن نافع کی طرف بڑے غور سے دیکھا پھر کہنے لگا۔

"امیر! آپ نے اچھا کیا کہ کسیلہ کو یہاں زیادہ دیر بیٹھنے نہیں دیا اور اسے آرام کا
مشورہ دیتے ہوئے اپنے ساتھی کے ساتھ روانہ کر دیا۔ امیر! اگر آپ برا نہ مانیں تو میں
کسیلہ کو قابلِ اعتبار خیال نہیں کرتا۔ یہ متلون مزاج قسم کا آدمی ہے۔ میں پھر کہتا ہوں آپ
برا نہ مانئے گا، جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں یہ میری ذاتی رائے ہے اور میری ذاتی رائے غلط
بھی ہو سکتی ہے۔ کسیلہ کو میں قابلِ اعتماد نہیں سمجھتا۔ یہ شخص کسی بھی وقت ڈھاواں ڈھول
ہو سکتا ہے اور ہمارے لئے نفع کی بجائے نقصان کا باعث بھی بن سکتا ہے۔"

سقانہ جب خاموش ہوا تب خوش کن انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے عقبہ بن
نافع بول اٹھا۔

"سقانہ میرے بھائی! میں تمہاری ان باتوں سے اتفاق کرتا ہوں۔ یہاں آنے کے
بعد کچھ لوگوں نے مجھے کسیلہ کے متعلق تفصیل بتائی ہے۔ میں کیونکہ آج اپنے سالاروں
کے ساتھ ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا تھا اسی بناء پر میں نے کسیلہ کو آرام
کرنے کے لئے بھیج دیا ہے۔

امیر محترم! اگر آپ برا نہ مانیں تو میں نے آپ کی اجازت کے بغیر اپنے کچھ آدمی
مقرر کر رکھے ہیں جو کسیلہ پر نگاہ رکھتے ہیں۔ اسی بناء پر میں اس بد اعتمادی کا اظہار کر رہا
ہوں۔ فی الحال ہم اس کو اس کے حال پر چھوڑیں گے۔ اس کے خلاف بھی کوئی کارروائی
نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ یہ ہمارے لئے نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔ لیکن ہمیں اس
پر زیادہ اعتماد اور بھروسہ نہیں کرنا چاہئے۔"

عقبہ بن نافع نے غور سے سقانہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"سقانہ! تم نے اچھا کیا کہ اس کی نگرانی پر اپنے کچھ آدمی مقرر کر دیئے ہیں۔
بہرحال میں اسے قابلِ اعتماد نہیں سمجھتا لیکن کسیلہ کو ہمیں ناراض بھی نہیں کرنا چاہئے،
اپنے ساتھ لگا کر رکھنا چاہئے۔ اسی میں ہماری بھلائی اور بہتری ہے۔"

یہاں تک گفتگو ہونے کے بعد کچھ دیر خاموشی رہی پھر سقانہ کو مخاطب کرتے ہوئے
عقبہ بن نافع کہنے لگا۔

"سقانہ میرے عزیز بھائی! مغرب کی نماز کے لئے جانے سے پہلے میں نے زہیر

بن قیس، محمد بن اوس، حنس بن عبداللہ، صالح بن حریم اور اپنے دیگر سالاروں سے مشو
کیا تھا کہ ہمیں سب سے پہلے کس مقام پر ضرب لگانی چاہئے۔ اس سلسلے میں مجھے ا
چھوٹے اور عزیز بھائی محمد بن اوس کا مشورہ بے حد پسند آیا ہے۔''

''امیرِ محترم! وہ مشورہ کیا ہے؟ تا کہ میں بھی جانوں، اس میں ہماری کیا بہتری
بھلائی ہے۔''

عقبہ بن نافع پھر بڑے غور سے سقانہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''سقانہ! میں نے جب اپنے سالاروں سے پوچھا کہ ہمیں سب سے پہلے دشمن
کس مقام پر ضرب لگانی چاہئے تو محمد بن اوس نے کہا تھا کہ ہمارے لشکر میں اونٹ
کافی ہیں لیکن گھوڑوں کی کمی ہے .... سقانہ! اب رومنوں کے علاوہ وندالوں، ہسپا
گال اور جو ہمارے مخالف بربر قبائل ہیں ان کے ساتھ ہمارا جنگوں کا ایک وسیع سلسلہ
شروع ہو جائے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ ہمارا کوئی لشکری ان صحرائی جنگوں میں پیدل دستہ
پر مشتمل ہو۔ میں چاہتا ہوں سب کے پاس سواریاں ہوں۔ میں لشکر کو دو حصوں میں تقسیم
کرنا چاہتا ہوں۔ ایک شتر سوار ہوں گے دوسرے گھڑ سوار۔ جہاں تک شتر سوار دستوں
سوال ہے تو ان کے لئے ہمارے پاس اونٹ کافی ہیں .... لیکن ہمارے پاس گھوڑ
کی بہت کمی ہے۔ لیکن جو تجویز محمد بن اوس نے دی ہے اس پر اگر ہم عمل کرتے ہیں تو
صرف ہمیں گھوڑے اپنی ضرورت سے زیادہ مل جائیں گے بلکہ وہاں سے ہمیں اونٹوں
علاوہ خوراک کے لئے استعمال کرنے والی بھیڑ بکریوں کی صورت میں جانور بھی کافی
ہو جائیں گے۔''

''امیرِ محترم! یہ ساری چیزیں ہمیں کہاں سے ملیں گی؟'' سقانہ نے غور سے عقبہ
نافع کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

جواب میں عقبہ بن نافع نے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر وہ کہہ رہا تھا۔

''سقانہ میرے عزیز بھائی! محمد بن اوس کا کہنا ہے کہ میرے یہاں سے جا
بعد گریگوری نے ذاما کے مقام پر کچھ عمارتیں تعمیر کر رکھی ہیں۔ وہاں کیونکہ چشموں
ہے لہٰذا وہاں ان رومنوں نے وسیع چراگاہوں کا اہتمام کر رکھا ہے۔ ان چراگاہوں
انہوں نے گھوڑے، اور اونٹ پالنے کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ محمد بن اوس نے
مخبروں کے ذریعے یہ اطلاع حاصل کی ہے کہ ان چراگاہوں کے اندر رومنوں
ہزاروں گھوڑے اور اونٹ ہیں۔ اس کے علاوہ وہاں کافی تعداد میں بھیڑ بکریاں

تی ہیں اور وہیں سے بھیڑ بکریوں کو لے جا کر رومن لشکریوں کے لئے خوراک کے لئے
ستعال کیا جاتا ہے۔ مزید یہ کہ وہاں رومن لشکر کے لئے خیمے اور ضرورت کا دوسرا سامان
ی رکھا جاتا ہے۔''

عقبہ بن نافع رکا پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے دوبارہ کہہ رہا تھا۔

''محمد بن اوس نے یہ مشورہ دیا ہے کہ سب سے پہلے اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں
تے ہوئے ہمیں ذاما پر حملہ آور ہونا چاہئے .... وہاں سے جس قدر گھوڑے، اونٹ اور
سرے جانور اور ضرورت کا سامان ہم نکال سکتے ہیں وہ نکال کر قیروان میں لے آئیں۔
پنے مخبروں کو محمد بن اوس نے یہ بھی بتا رکھا ہے کہ ذاما کے مقام پر رومنوں نے جو بہت سی
ارتیں تیار کر رکھی ہیں وہاں انہوں نے رسد کا کافی سامان بھی اکٹھا کر رکھا ہے۔ اگر ہم
ں سامان کو بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میرے خیال میں وہ سارا سامان
رے لئے کافی سود مند ثابت ہو سکتا ہے۔''

عقبہ بن نافع کے خاموش ہونے پر سقانہ خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہنے

''امیرِ محترم! محمد بن اوس کی طرف سے یہ بہترین تجویز ہے .... اس پر عمل کرنا
ہئے۔ امیرِ محترم! میں کیونکہ اپنے قبیلے کے سارے جنگجو ساتھیوں کو یہاں لے کر آیا
ں۔ اس لئے کہ وہ سب لوگ آپ سے ملنے کے خواہش مند ہیں۔ اس لئے میں چاہتا
ں اس مہم میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ شریک ہوں۔''

''سقانہ! جو کچھ تم نے کہا ہے اس پر عمل کیا جائے گا۔'' عقبہ بن نافع نے مسکراتے
ئے سقانہ کو مخاطب کیا تھا۔ ''جس قدر جنگجو ساتھی تم اپنے ساتھ لے کر آئے ہو وہ سب
ا مہم میں شامل ہوں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عقبہ بن نافع کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر اپنے پہلو میں
ھے زہیر بن قیس کو مخاطب کرنے لگا۔

''ابنِ قیس میرے بھائی! میں اپنے ساتھ محمد بن اوس، سقانہ اور نعیم بن حماد کو لے کر
ؤں گا۔ لشکر کا بڑا حصہ یہاں قیروان میں تمہارے پاس رہے گا۔ اس لشکر میں ایک چھوٹا
حصہ ہمارے ساتھ جائے گا۔ اس کے علاوہ سقانہ کے سارے جنگجو بھی ہمارے ساتھ
ئیں گے۔ ابنِ اوس! جس طرح ہمارے مخبر دشمن کے خلاف حرکت میں آئے ہوئے ہیں
ا طرح دشمن کے مخبر بھی ہماری نقل و حرکت پر نگاہ رکھتے ہیں۔ پہلے کی طرح اگر انہوں

نے پھر قیروان کو اپنا ہدف بنایا تو جو لشکر یہاں تمہاری، حنس بن عبید اللہ صنعانی اور ما
بن حریم کی سرکردگی میں ہوگا وہ بڑے احسن طریقے سے قیروان کا دفاع کر سکے گا۔"

اس کے ساتھ ہی عقبہ بن نافع اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور سقانہ کی طرف دیکھ
ہوئے کہنے لگا۔

"سقانہ! چلو تمہارے ساتھیوں کی طرف چلتے ہیں۔ میں ان سب سے ملتا ہوں۔"

عقبہ بن نافع کے ان الفاظ پر سقانہ خوش ہو گیا تھا۔ سقانہ کے علاوہ سب سالار ا
کر عقبہ بن نافع کے ساتھ ہو لئے تھے۔

اگلے روز عقبہ بن نافع، محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور بربر سالار سقانہ اپنی مہم پر نکلے
ذاما کی طرف جانے کے لئے عام اور جانے پہچانے راستوں کو چھوڑتے ہوئے انہو
نے گمنام راستے اختیار کئے۔ ساتھ ہی اپنی روانگی سے پہلے نہ صرف اپنے آگے بلکہ ا
شمال میں بھی انہوں نے اپنے مخبر پھیلا دیئے تا کہ دشمن کے جاسوس اگر ان کی نقل و حرک
کو دیکھنے کی کوشش کریں تو وہ ان پر وارد ہو کر ان پر حملہ کریں۔ اس طرح عقبہ بن نا
افریقہ میں پہنچنے کے بعد محمد بن اوس، سقانہ اور نعیم بن حماد کے ساتھ بڑی برق رفتا
سے ذاما کی طرف بڑھا تھا۔

ذاما ان وسیع میدانوں کا نام تھا جہاں نہ صرف رومنوں کی چراگاہیں تھیں بلکہ مخ
ذخائر کے طور پر وہاں رومنوں کے لئے رسد کے سامان کے علاوہ فالتو گھوڑے، اونٹ
بھیڑ بکریوں کے ریوڑ رکھے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ وہاں رومنوں کی ایک تربیت
بھی تھی جہاں لشکر میں نئے بھرتی کئے جانے والے لشکریوں کی تربیت کا کام بھی سرانج
دیا جاتا تھا۔ ذاما وہی مقام تھا جہاں صدیوں پہلے کنعانی عربوں کے سالار ہینی بال
مقابلہ رومنوں سے ہوا تھا۔ اس مقام پر رومنوں اور کنعانیوں کے درمیان فیصلہ کن جنگ
ہوئی تھی جس کے نتیجے میں ہینی بال ذاما سے نکل کر ایشیا میں اپنے آبائی شہر صور کی طر
چلا گیا تھا۔

بہر حال عقبہ بن نافع اپنے سالاروں کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے گمنام راست
کو روندتا ہوا ذاما پہنچا۔ ابھی وہ ذاما سے چند میل دور ہی تھا کہ اس نے اپنے آگے جو
مخبر بھجوائے تھے انہوں نے اطلاع کر دی کہ ذاما میں نہ صرف دشمن کے تربیت یافتہ
دستے ہیں بلکہ وہاں رومنوں کا ایک لشکر بھی ہے جو وہاں رکھے جانے والے سامان
حفاظت پر متعین ہے۔ مخبروں نے یہ بھی اطلاع دی کہ ذاما کے مقام پر رومنوں

اروں کی تعداد میں گھوڑے، اونٹ اور دوسرے جانور بھی رکھے گئے ہیں۔

اس کے علاوہ مخبروں نے عقبہ بن نافع پر یہ بھی انکشاف کیا کہ جہاں گھوڑے، اونٹ
ر دوسرے جانور رکھے ہیں وہ کھلی وادیاں ہیں جن کے اندر چشمے بھی ہیں۔ انہوں نے یہ
ی انکشاف کیا کہ جبلِ اطلس کا ایک سلسلہ وہاں تک آتا ہے اور اسی کے درمیان بڑے
فوظ انداز میں اپنا سامان رومنوں نے رکھا ہوا ہے اور ان کوہستانی سلسلوں سے گھرے
ئے وسیع میدانوں میں داخل ہونے کے لئے چند چھوٹے دروں کے علاوہ دو بڑے
رے ہیں۔

اپنے مخبروں سے یہ ساری تفصیل جاننے کے بعد عقبہ بن نافع نے اطمینان اور خوشی کا
ظہار کیا پھر اپنے پہلو میں اپنے گھوڑے پر سوار محمد بن اوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابنِ اوس! جو کچھ میں کہنے لگا ہوں بڑے غور سے سننا۔ میرے عزیز بھائی! لشکر کو
حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایک حصہ تمہاری کمانداری میں ہوگا، دوسرا میرے ماتحت
ہے گا۔ تمہارے ساتھ نعیم بن حماد ہوگا۔ سقانہ کو میں اپنے ساتھ رکھوں گا....... ہمارے
نے والے مخبر ہماری راہنمائی کریں گے۔ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ایک درے سے
م داخل ہو گے اور دوسرے درے سے میں داخل ہوں گا۔

جس درے سے داخل ہو کر ذاما میں رومنوں کے لشکر پر پہلے پہنچا جا سکتا ہے اس
رے سے میں داخل ہوں گا اور جو درہ آگے ہے اور جس میں داخل ہو کر رومنوں کے
اس بعد میں پہنچا جا سکتا ہے میرے عزیز! اس سے تم اپنے حصے کے لشکر کو لے کر داخل ہو
گے۔ جب میں ذاما کے میدانوں میں داخل ہوں گا تو ظاہر ہے وہاں رومنوں کا خاصا بڑا
شکر ہوگا اور وہاں جو رومنوں کا سالار ہے وہ میرے چھوٹے سے لشکر کو دیکھتے ہوئے بپھر
جائے گا۔ یہ خیال کرے گا کہ جو لشکر میں لے کر ان پر حملہ آور ہونے کے لئے آیا ہوں
سے تو وہ لمحوں میں مار بھگائیں گے۔ اس بناء پر جس قدر رومن ذاما کے میدانوں میں مقیم
یں وہ سب مجھ پر ٹوٹ پڑیں گے۔

میں نہ صرف اپنا دفاع کروں گا بلکہ ان کے خلاف بھرپور جارحیت بھی اختیار کروں
گا۔ مجھے امید ہے اتنی دیر تک اپنے مخبروں کی راہنمائی میں تم بھی اپنے حصے کے لشکر کے
ساتھ دوسرے درے سے داخل ہو کر رومنوں کی پشت پر پہنچ جاؤ گے اور جب تکبیریں بلند
کرتے ہوئے تم رومنوں کی پشت پر حملہ آور ہو گے تو یاد رکھنا رومنوں کے پاؤں تلے سے
مین نکل جائے گی۔ وہ یہی خیال کریں گے کہ ذاما کے ان میدانوں میں مسلمانوں کا

ایک نہیں بلکہ کئی لشکر داخل ہو چکے ہیں۔ اس بناء پر ان کے حوصلے پست، ان کے ولو
ذلیل اور پسماندہ ہو کر رہ جائیں گے۔

جب رومنوں کی پشت سے تم حملہ آور ہو گے تو سامنے کی طرف سے میں بھی تکبیر
بلند کرتے ہوئے اپنے حملوں میں تیزی اور شدت پیدا کر دوں گا۔ اس طرح ان دوطر
حملوں سے مجھے امید ہے کہ ہم رومنوں کو ٹھکانے لگانے اور شکست دینے میں زیادہ وقت
نہیں لیں گے۔ اس کے بعد ان کی ہر چیز کو سمیٹتے ہوئے واپسی کا رخ کریں گے۔

میرے عزیز بھائی! یہیں اپنے لشکریوں کو یہ بھی بتا دیا جائے گا کہ جو اونٹ ا
گھوڑے وہاں سے حاصل کئے جائیں وقت ضائع کئے بغیر ان پر زینیں اور کجاوے بھ
ڈال دیئے جائیں گے۔ اس لئے کہ وہ سارا سامان جو ان میدانوں کے اندر موجود ہے
رومنوں کے جانوروں پر ہی لاد کر ہم نے قیروان لے جانا ہے۔ لہٰذا رومنوں کا جب خا
کر دیا جائے گا تو اس کے بعد ہر لشکری ایک ایک دو دو یا تین تین یا جتنے گھوڑے
میں آئیں گے اپنے گھوڑے کی زین سے ان کی لگامیں باندھ لیں گے اور واپسی کا
شروع کریں گے........ جہاں تک ان میدانوں میں اونٹوں کا تعلق ہے تو اونٹوں
کجاوے ڈالنے کے بعد جس قدر سامان ہمیں ان میدانوں سے ملے گا وہ ان اونٹوں
لاد دیا جائے گا اور اونٹوں کو اپنے لشکر کے آگے آگے ہانکتے ہوئے واپس قیروان کا
کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عقبہ بن نافع رکا پھر بڑے غور سے محمد بن اوس، سقانہ اور
بن حماد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میرے عزیز ساتھیو! جو کچھ میں نے کہا ہے اس میں اگر کوئی شک ہو، اس میں
لوگ کوئی تبدیلی کرنا چاہو تو بولو۔"

اس موقع پر سقانہ اور نعیم بن حماد دونوں محمد بن اوس کی طرف دیکھنے لگے تھے۔
بن اوس مسکرایا۔ نفی میں گردن ہلائی پھر عقبہ بن نافع کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"نہیں امیر! یہ آخری فیصلہ ہے۔ اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا۔"

محمد بن اوس کے اس جواب پر عقبہ بن نافع خوش ہو گیا تھا۔ پھر عقبہ بن نافع،
اوس، سقانہ اور نعیم بن حماد چاروں جو جو لائحہ عمل طے ہوا تھا اس کی تفصیل لشکر کے
گھوم کر اپنے لشکریوں کو بتانے لگے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے ذاما کے میدانوں کا
کیا تھا۔

سب سے پہلے عقبہ بن نافع اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ قریبی درے کے ذریعے
ان وادیوں میں داخل ہوا۔ ذاما کی ان وادیوں کے جو محافظ رومن تھے انہوں نے عقبہ بن
نافع کے لشکر کو آتے دیکھ لیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے اس وادی میں جو رومنوں کا لشکر تھا اسے
آگاہ کر دیا تھا۔ درے کے قریب پہنچ کر عقبہ بن نافع نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان
دیکھی وادیوں کے سناٹوں میں اس طرح تکبیریں بلند کیں جیسے تاریکیوں کے کنوئیں کے
اندر فتح مندی کے رنگ اور خوشبوئیں بکھر گئی ہوں۔ تکبیروں کی یہ آوازیں وادیوں اور
کوہستانی سلسلوں سے اس طرح ٹکرائی تھیں جیسے موجیں اپنے رب کا جلالِ حق اور جمالِ
رب بن کر سمندر کے راز ساحل تک پہنچانے لگی ہوں۔

اس کے بعد عقبہ بن نافع ہر در پر دستک دیتی آندھیوں کی طرح ذاما کی ان وادیوں
میں داخل ہوا تھا۔

اتنی دیر تک رومن اپنے آپ کو مسلح کر چکے تھے اور مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے
تیار ہوئے تھے۔ جونہی عقبہ بن نافع اپنے مختصر سے لشکر کے ساتھ ان وادیوں میں ذرا
آگے گیا تب سامنے کی طرف سے رومنوں کا ایک بہت بڑا لشکر زندگی کی پناہ گاہوں میں
بدی تباہ کاریاں پھیلاتے خونخوار لمحوں کے سایوں اور وقت کا بدترین نوحہ گاتی جبر کی خونی
علامت کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

رومن بڑے پُر امید تھے کہ ان وادیوں میں داخل ہونے والے مسلمانوں کو وہ مار
بھگائیں گے۔ اس لئے کہ عقبہ بن نافع جو لشکر لے کر ان وادیوں میں داخل ہوا تھا، عددی
لحاظ سے رومنوں کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ لیکن عقبہ بن نافع ایک بے
مثل سالار بحر و بر تھا۔ رومنوں کی عددی فوقیت کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ فوق الفطرت
قوت کے آفاق گیر ساحر، زیست کے دروازوں پر دستک دیتے قضا کے کاروانِ انقلاب
اور ہر شے کو بے حصار اور بے نشان کر دینے والے ان گنت شعلوں کے رقص کی طرح
حملہ آور ہو گیا تھا۔

ذاما کی ان وادیوں کے اندر رومنوں اور مسلمانوں کے درمیان ایک ہولناک ٹکراؤ
شروع ہو گیا تھا........ رومن بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہو رہے تھے اس لئے کہ وہ تعداد میں
زیادہ تھے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد ان کے پاؤں تلے سے زمین کھسکنا شروع ہو گئی۔ اس
لئے کہ ان کی پشت کی جانب سے دوسرے درے کے ذریعے محمد بن اوس بھی اپنے لشکر
کے ساتھ داخل ہوا........ عقبہ بن نافع ہی کی طرح پہلے اس نے درے میں داخل ہوتے

وقت اُجاڑ سناٹا پھیلاتے فلاکت کے خرابوں میں ہولناک انداز سے تکبیریں بلند کیں ا
کے بعد محمد بن اوس اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ رومنوں کی پشت پر ہواؤں کے
بنتے قصرِ تخیل کو مٹاتے موت کے تلاطم خیز طوفانوں، اُمید کی ہر صبح، آس کی ہر شا
خواہشوں کی ہر دلجمعی کو خاک و خون میں لپیٹتے پیچ و تاب کھاتے خونی بگولوں کی ط
حملہ آور ہو گیا تھا۔

رومن کیونکہ تعداد میں زیادہ تھے لہٰذا فوراً انہوں نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم
لیا تھا۔ اب بھی انہیں امید تھی کہ وہ حملہ آوروں کو مار بھگائیں گے۔ لہٰذا دونوں سمت
مسلمانوں پر وہ بڑے جوش و خروش سے حملہ آور ہونے لگے تھے۔ دوسری طرف جو
عقابی نظروں اور فولادی بازوؤں والے عرب جو بادِ تند کاشت کر کے طوفان کاٹنے کا
جانتے تھے رومنوں کی صفوں کو کاٹتے ہوئے اپنے مقصود کے قریب ہوتے چلے
رہے تھے۔ رومنوں نے اپنی طرف سے بڑی کوشش کی کہ حملہ آوروں کو مار بھگائیں لیکن
مسلمان لشکری حق کے دستِ راست بن کر خاکستر سے اٹھتی چنگاریوں کی طرح بڑھ
ہوئے دشمن کی ہر خوفناک قوت کو راکھ میں دباتے چلے جا رہے تھے۔

رومن جو شروع میں بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہوئے تھے اب عربوں کے ان دو ط
حملوں کے سامنے بڑی تیزی سے ان کی حالت آتشِ عصیاں میں کربِ مسلسل، ظلمت
کے اندھے ہجوم، گھٹن پھیلاتی الم ناکی اور ذلت و پستی کے کفن سے بھی بدتر ہونا شروع ہو
گئی تھی۔

اب حملہ آور مسلمانوں نے پوری طرح نہ صرف رومنوں کو دباتے ہوئے بلکہ ا
طرح سے انہیں بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کی طرح ہانکنا شروع کر دیا تھا۔ رسولِ عربی
کے وہ نمائندے خیر کی شعلہ فگن آتش فشانی کی طرح گناہوں کے ان نمائندوں پر مو
طاری کرنے لگے تھے۔

عربوں اور بربروں کے ان تیز حملوں کو رومن زیادہ دیر برداشت نہ کر سکے۔ جس
نتیجے میں ذاما کے ان میدانوں میں جو رومن لشکر تھا اس کی اکثریت کو موت کے گھ
اتار دیا گیا۔

جب دشمن کا صفایا کر دیا گیا تب سب سے پہلے مرنے والوں کی تجہیز و تکفین
علاوہ زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئی۔

اس کے بعد عقبہ بن نافع اور محمد بن اوس کے پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مط

پورا لشکر حرکت میں آیا۔ ان میدانوں کے اندر جس قدر گھوڑے اور اونٹ تھے انہیں ایک
جگہ جمع کر دیا گیا۔ اونٹوں کے اوپر کجاوے ڈال دیئے گئے اور ان میدانوں میں رسد اور
خوراک کی صورت میں رومنوں کے جس قدر ذخائر تھے وہ سب اونٹوں پر لاد دیئے گئے۔
گھوڑوں پر زینیں ڈالنے کے بعد انہیں دھانے چڑھا دیئے گئے اور انہیں بھی مسلمان
لشکریوں نے اپنے گھوڑوں کے ساتھ باندھ دیا تھا۔ اس کے علاوہ ذاما کے میدانوں میں
بھیڑ بکریاں اور دوسرے حلال جانوروں کی صورت میں جس قدر جانور وہاں موجود تھے
انہیں بھی عقبہ بن نافع اور اس کے لشکری اپنے آگے آگے ہانکتے ہوئے بڑی تیزی سے
ان میدانوں سے نکل کر قیروان کا رخ کر رہے تھے۔

◎......◎

***

عقبہ بن نافع، محمد بن اوس، سقانہ اور نعیم بن حماد چاروں اپنے لشکریوں کے ساتھ رومنوں سے حاصل کئے ہوئے سارے سامان کے ساتھ ابھی قیروان سے ذرا فاصلے پر ہی تھے کہ سامنے کی طرف سے عقبہ بن نافع کو اپنے کچھ مخبر آتے دکھائی دیئے۔ اس پر عقبہ بن نافع محمد بن اوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

’’ابنِ اوس! سامنے سے اپنے کچھ مخبر آ رہے ہیں .... میرا دل کہتا ہے یہ ہمارے لئے ضرور کوئی بری خبر لے کر آئے ہیں۔‘‘

عقبہ بن نافع کے ان الفاظ پر محمد بن اوس، سقانہ اور نعیم بن حماد کے علاوہ جو ان کے قریب چھوٹے سالار تھے وہ سب پریشان ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ آنے والے مخبر جو تعداد میں تین تھے قریب آ کر انہوں نے بلند آواز میں سب کو سلام کیا پھر اپنے گھوڑوں کا رخ موڑتے ہوئے عقبہ بن نافع اور دوسرے سالاروں کے ساتھ ہو لئے تھے۔ اس موقع پر عقبہ بن نافع نے انہیں مخاطب کیا۔

’’میرے عزیزو! تمہارا اس موقع پر اور اس طرح آنا میرے دل کی دھڑکنوں کو تیز کر چکا ہے اور میں سمجھتا ہوں تم کسی بری علت کے بغیر نہیں آئے۔‘‘

اس پر ان تینوں میں سے ایک انتہائی دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

’’امیرِ محترم! آپ کا اندازہ درست ہے .... ہم آپ کے پاس ایک انتہائی بری خبر لے کر آئے ہیں۔ اور دوسری خبر کسی قدر امید افزاء ہے اور اس سے ہم اپنے لئے فوائد حاصل کر کے اپنے نقصانات کی تلافی کر سکتے ہیں۔

امیرِ محترم! آپ کی غیر موجودگی میں رومنوں کے سالار ہرکولیس اور اسارین دونوں سقانہ کی بستیوں پر حملہ آور ہوئے۔ بستیوں کے اندر انہوں نے خوب لوٹ مار کی۔ جو بھی ان کے سامنے آیا اس کا انہوں نے قتل عام کیا اور سقانہ کے قبیلے کے لوگ بیچارے لٹے

پٹے قیروان کی طرف بھاگ گئے۔ سقانہ کے قبیلے کی ساری بستیوں کو رومنوں نے نذرِ آتش کر دیا ہے اور اب وہاں بستیوں کی بجائے خاک اُڑ رہی ہے۔ یہ ساری کارروائی کرنے کے بعد اسارین اور ہرکولیس دونوں واپس قرطبہ جا چکے ہیں۔‘‘

یہ خبر سن کر عقبہ بن نافع، محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کی گردن جھک گئی تھی۔ سقانہ انتہا درجہ کا پریشان اور فکرمند تھا۔ کچھ دیر خاموش رہا پھر اپنے آپ کو اس نے سنبھالا اور کہنے لگا۔

’’کوئی بات نہیں۔ اگر رومن بربر سالار برانس کے ساتھ مل کر مجھے یہ سزا دینا چاہتے ہیں کہ میں مسلمان ہوں تو مجھے یہ سزا منظور اور قبول ہے۔ غیر مسلم بربروں کا حکمران برانس تو میرا پیدائشی دشمن ہے۔ لیکن میں ان رومنوں سے اپنے اس نقصان کا انتقام ضرور لوں گا۔ اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ سقانہ ان کے سامنے بالکل بے بس اور مجبور ہے تو یہ بھی ان کی بھول ہے۔ اس لئے کہ.......‘‘

اس سے آگے سقانہ کچھ نہ کہہ سکا کیونکہ اس کی بات کاٹتے ہوئے عقبہ بن نافع بول اٹھا تھا۔

’’سقانہ! اگر رومنوں نے تمہاری بستیوں پر حملہ آور ہو کر لوگوں کا قتل عام کیا ہے اور بستیوں کو آگ لگا کر خاکستر کر دیا ہے تو وہ دن دور نہیں جب میں ان سرزمینوں میں رومنوں اور ان کے حمایتیوں گاتھ، بربر، ونڈال، ہن اور گال سب کو خاکستر بنا کر رکھ دوں گا اور تیز آندھیوں کے سامنے ان کی یہ خاک صحراؤں میں اُڑتی پھرے گی۔

قسم کعبہ کے رب کی۔ ان غیر مسلموں نے ہمیں سمجھنے میں غلطی کی ہے۔‘‘

یہاں تک کہنے کے بعد عقبہ بن نافع رکا پھر آنے والے مخبروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

’’میرے عزیزو! سقانہ کی بستیوں سے جو لوگ بچے ہیں وہ کہاں ہیں؟‘‘

اس پر دوسرا مخبر بول اٹھا اور بڑی افسردگی میں کہنے لگا۔

’’امیر! سقانہ کی بستیوں کے وہ لوگ جو رومنوں کے قتل عام سے بچ گئے ہیں وہ اپنی جانیں بچا کر کسی نہ کسی طرح قیروان کی طرف بھاگنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔‘‘

مخبر جب خاموش ہوا تب بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس بار محمد بن اوس بول اٹھا۔

’’میرے عزیز ساتھیو! تم لوگوں نے کہا تھا کہ تم ہمارے لئے ایک بری اور ایک اُمید

افزاء خبر لے کر آئے ہو .... بری خبر تو تم سنا چکے ہو جس نے ہمارے دل دہلا دیئے ہیں۔ اگر رومنوں نے سقانہ کی بستیوں کو تہہ و بالا کر دیا ہے، انہیں آگ لگا کر خاکستر کر دیا ہے تو ایک طرح سے رومنوں نے اپنی خواہشوں، اپنی تمناؤں کو خاکستر کیا ہے .... اب ہم ان کے خلاف ایسے حرکت میں آئیں گے کہ افریقہ کے اندر ان کی بساط بڑی تیزی سے لپٹتی چلی جائے گی........ اب تم وہ خبر کہو جس سے متعلق تم نے کہا تھا کہ وہ امید افزاء ہے۔''

محمد بن اوس کے اس سوال کے جواب میں وہی مخبر پھر بول اٹھا۔ کہنے لگا۔

''امید افزا خبر یہ ہے کہ رومنوں کے پانچ بڑے بڑے جہاز جن کے ساتھ دو چھوٹی کشتیاں بھی تھیں وہ اناج کے علاوہ دیگر خورد و نوش کا سامان لے کر قسطنطنیہ سے قرطاجنہ کی طرف آ رہے تھے لیکن سمندر میں تیز طوفان اٹھنے کے باعث وہ جہاز انجیم کی بالکل سیدھ میں آ کر خشکی پر چڑھ گئے ہیں .... ان کا رخ تو قرطاجنہ کی طرف تھا لیکن سمندر میں اٹھنے والی تیز آندھیوں کے باعث لہروں نے ان کا رخ پھیر دیا۔ اب وہ پانچوں جہاز تیز سمندری طوفان کے باعث انجیم کے بالکل سامنے ساحل کی ریت پر چڑھ کر دھنس گئے ہیں۔ چھوٹی کشتیاں بھی ریت پر چڑھ گئی تھیں۔

ان جہازوں کے اندر کوئی لشکر نہیں ہے۔ زیادہ تر ملاح ہیں۔ چند محافظ دستے ہیں لہٰذا ان محافظ دستوں نے دونوں کشتیوں کو اٹھا کر سمندر میں ڈال دیا۔ اب وہ دونوں کشتیاں قرطاجنہ کی طرف چلی گئی ہیں تاکہ وہاں گریگوری کو یہ اطلاع کی جائے کہ جو پانچ جہاز ان کے لئے اناج اور ضرورت کا دوسرا سامان لا رہے تھے وہ خشکی پر چڑھ گئے ہیں لہٰذا ان جہازوں کو یا تو واپس سمندر کی طرف دھکیلنے کا اہتمام کیا جائے یا ان سے سارا سامان نکال کر قرطاجنہ کی طرف منتقل کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

امیرِ محترم! وہ دونوں کشتیاں ابھی قرطاجنہ نہیں پہنچی ہوں گی۔ اگر ہم تیزی سے کارروائی کریں تو ان پانچوں جہازوں کے سامان پر قبضہ کر سکتے ہیں جو اس وقت خشکی پر چڑھ کر ریت میں دھنسے ہوئے ہیں۔''

یہ خبر سن کر عقبہ بن نافع کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی تھی۔ ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں باری باری اس نے محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور سقانہ کی طرف دیکھا۔ اس موقع پر عقبہ بن نافع کچھ کہنا چاہتا تھا کہ محمد بن اوس اسے مخاطب کر کے بولا۔

''امیرِ محترم! لگتا ہے فطرت ہماری راہنمائی اور قدرت ہماری مدد کر رہی ہے۔ ہمیں

فی الفور انجیم کی سیدھ میں سمندر کا رخ کرنا چاہئے اور ہمارے یہ مخبر ہماری راہنمائی کریں گے۔ پانچ جہازوں کا وہ سامان ہماری اقتصادیات اور ہماری معاشی حالت کو یقینی طور پر مستحکم کر سکتا ہے .... اور آنے والے دور میں ہم بڑے مطمئن انداز میں ایک لمبے عرصے تک رومنوں پر مزید ضربیں لگانے کے قابل رہیں گے۔''

محمد بن اوس جب خاموش ہوا تب ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں عقبہ بن نافع کہنے لگا۔

''ابنِ اوس! میرے عزیز بھائی! میں تمہاری اس تجویز پر مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں۔ سقانہ میرے عزیز بھائی! تم اونٹوں پر لدے ہوئے اس سارے سامان اور فالتو گھوڑوں کو لے کر قیروان کا رخ کرو۔ اتنی دیر تک تمہارے قبیلے کے لٹے پٹے افراد بھی قیروان پہنچ چکے ہوں گے۔ وہ یقیناً انتہائی بے بسی اور کسمپرسی کی حالت میں ہوں گے۔ ذاما میں جو ہمیں سامان ملا ہے اس میں بہت سے خیمے بھی ہیں۔ قیروان پہنچ کر فی الحال یہ خیمے نصب کر کے اپنے قبیلے کے لوگوں کو ان میں منتقل کرو اور اونٹوں پر جو خورد و نوش کا سامان ہے یہ بھی ان میں تقسیم کرو تاکہ ایک طرح ان کی دلجوئی ہو سکے۔ اس طرح تمہارے لٹے پٹے لوگوں میں تمہاری عزت اور تمہارا وقار بحال ہو جائے گا اور وہ پہلے کی نسبت تمہیں زیادہ چاہنے لگیں گے۔ جہاں تک میرا، محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کا تعلق ہے........''

یہاں تک کہنے کے بعد عقبہ بن نافع جب سانس لینے کے لئے رکا تب سقانہ بول اٹھا۔

''امیرِ محترم! کیا ایسا ممکن نہیں کہ میری جگہ یہ سامان لے کر نعیم بن حماد قیروان کا رخ کرے اور میں آپ اور اپنے بھائی محمد بن اوس کے ساتھ نئی مہم میں شامل ہوں۔''

میرے عزیز بھائی! نعیم بن حماد کی بجائے تمہارا قیروان جانا انتہائی اہم اور ضروری ہے۔'' عقبہ بن نافع نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھا کر سقانہ کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا تھا۔ ''اس لئے کہ تمہارے لٹے پٹے لوگوں کو یقیناً تمہارا انتظار ہو گا۔ جب تم ان میں جا کر ان سے ہمدردی کرو گے، ان کے اندر خورد و نوش کا سامان بانٹو گے اور پھر ان کے قیام کے لئے خیمے نصب کر کے انہیں خیموں میں منتقل کر دو گے تو یقیناً وہ مانیں گے کہ سقانہ نے اپنے قبیلے کے سردار ہونے کا حق ادا کر دیا ہے۔ سقانہ! میں جانتا ہوں تم ایک مخلص اور سرفروش جانباز سالار ہو۔ ایسے سالار جس پر بدترین حالات میں بھی اعتماد اور بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس وقت تمہارے قبیلے کے بے گھر ہونے والے لوگوں کو نعیم بن حماد کی نہیں، تمہاری ضرورت ہے۔ تم سارا سامان لے کر قیروان کا رخ کرو۔ میرے

خیال میں زہیر بن قیس، حنس بن عبداللہ اور صالح بن حریم یقیناً ان لوگوں کو سنبھالا د
رہے ہوں گے۔ جب تم یہ سارا سامان لے کر جاؤ گے تو ان تینوں کا کام بھی آسان ہ
جائے گا۔

جہاں تک میرا، محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کا تعلق ہے تو ہم تینوں الجیم کے سا
والے ساحل کا رخ کریں گے۔ ہمارے یہ مخبر ہماری راہنمائی کریں گے اور ہم ا
جہازوں پر قبضہ کریں گے۔"

عقبہ بن نافع جب خاموش ہوا تب محمد بن اوس بول پڑا۔

"امیر محترم! اگر آپ برا نہ مانیں تو میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔" اس مو
پر عقبہ بن نافع نے مسکراتے ہوئے محمد بن اوس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"نہ میں تمہاری کسی بات کا برا مان سکتا ہوں نہ کچھ کہنے کے لئے تمہیں میری اجاز
کی ضرورت ہے۔ میرے بھائی! تم جو کچھ کہنا چاہو بلا توقف کہہ سکتے ہو۔"

جواب میں محمد بن اوس مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"امیر محترم! پہلے سب مل کر قیروان کا رخ کریں گے۔ وہاں سے آدھے لشکر ک
لئے اونٹ مہیا کریں۔ ہمارے پاس ان اونٹوں کے علاوہ جو ہم لے کر جا رہے ہیں پ
ہی بہت اونٹ ہیں۔ ان پر کجاوے ڈال کر آدھے لشکر کو شتر سواروں میں تبدیل کر
جائے گا۔ آدھا لشکر گھوڑوں پر سوار رہے۔ اس حالت میں ہم رومنوں کے جہازوں کا ر
کریں۔ اونٹ اس لئے لے جانے ضروری ہیں کہ جو سامان ہمیں ان جہازوں سے
گا وہ اونٹوں پر لاد کر ہم قیروان لانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس کے علاوہ بھی
چاہتا ہوں کہ اپنے ساتھ قیروان کے کچھ کاریگر اور صناع بھی لے کر جائیں۔ رومنوں
جو پانچ جہاز خشکی پر چڑھنے کے بعد ریت میں دھنس گئے ہیں ان سے سارا سامان نکا
کے بعد پہلے خشکی میں منتقل کر دیا جائے پھر ان پانچوں جہازوں کو توڑ پھوڑ دیا جائے
اس سے جو لکڑی حاصل ہو وہ بھی اونٹوں پر لاد کر قیروان لائی جائے اور اس لکڑی
قیروان کے نواح میں سقانہ کے قبیلے کے بے گھر ہونے والے لوگوں کے لئے مکان
کئے جا سکتے ہیں۔"

اس موقع پر سقانہ توصیفی انداز میں محمد بن اوس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسے مخاطب
کے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عقبہ بن نافع بول اٹھا۔

"ابن اوس میرے بھائی! تم ٹھیک کہتے ہو۔ ہمیں آدھے لشکر کو شتر سواروں

تبدیل کرنا ہوگا تاکہ وہاں سے ملنے والا سامان اونٹوں پر لاد کر لایا جا سکے۔ میرے بھائی!
میں تمہاری اس تجویز کو بھی پسند کرتا ہوں کہ قیروان سے ہمیں اپنے ساتھ کچھ صناع لے کر
جانے چاہئیں جو جہازوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیں اور ان کی لکڑی بھی اونٹوں پر لاد کر
قیروان لائی جائے۔ میرے بھائی! اس سلسلے میں دیر اور تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ آؤ اپنی
رفتار تیز کر دیں اور قیروان کا رخ کریں۔ ہم وہاں قیام نہیں کریں گے نہ وقت ضائع
کریں گے۔ وہاں سے فوراً آدھے لشکر کو شتر سواروں میں تبدیل کر کے میں، تم اور نعیم بن
حماد اپنی منزل کا رخ کریں گے۔ ہماری غیر موجودگی میں سقانہ زہیر بن قیس، حنس بن
عبداللہ اور صالح بن حریم کے ساتھ مل کر اپنے قبیلے کے لوگوں کو سنبھالتا رہے گا۔"

نعیم بن حماد اور سقانہ نے بھی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ لہٰذا اب انہوں نے
قیروان کی طرف بڑھنے کی اپنی رفتار تیز کر دی تھی۔

قیروان پہنچ کر سارا سامان شہر کے اندر کھلے میدان میں ڈھیر کر دیا گیا تھا۔ عقبہ بن
نافع، محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نے وہاں زیادہ دیر قیام نہ کیا، آدھے لشکر کو انہوں نے
شتر سواروں میں تبدیل کیا۔ قیروان کے کچھ صناعوں کو بھی اپنے ساتھ لیا۔ پھر وہ بڑی برق
رفتاری سے قیروان سے نکل کر الجیم کے ساحلوں کا رخ کر رہے تھے۔ جبکہ اپنی روانگی
سے قبل رومنوں کی نقل و حرکت کا جائزہ لینے کے لئے انہوں نے اپنے مخبر بھی روانہ کر
دیئے تھے۔

◎......◎

★★★

رومنوں کے سالار ہرکولیس اور اسارین جب سقانہ کے قبیلے پر حملہ آور ہونے ا
وہاں لوگوں کا قتل عام کرنے اور ان کی ساری بستیوں کو جلا کر خاکستر کرنے کے بعد جب
قرطاجنہ پہنچے تو ان کی اس کامیابی سے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے گریگوری اور جسٹین
دونوں نے قرطاجنہ شہر کے اندر خوشی کا جشن منانے کا حکم دے دیا تھا۔

شہر کے لوگ زرق برق لباس پہن کر خوشی کا اظہار کرنے لگے تھے اور خصوصیت سے
ساتھ شکرانہ ادا کرنے کے لئے قرطاجنہ کے مختلف کلیساؤں کا رخ کر رہے تھے۔ اس مو
پر گریگوری، جسٹین، سیکا، کلاڈیا، فلورنس، فلورنس کا بھائی ہلڈارک سب خوشی کے جش
میں حصہ لینے کے لئے قرطاجنہ کے بڑے کلیسا میں آئے تھے اور اس خوشی میں ان کے
ساتھ اسقف پولوس، اس کا نائب اور دوسرے پادری اور کلیسا کے کارکن اور راہبائیں بھی
شامل ہو گئی تھیں۔

جس وقت سب لوگ خوشی اور مستی کا اظہار کر رہے تھے اس وقت ایک گھوڑ سو
جس کا لباس اور چہرہ گرد سے اٹا ہوا تھا بشپ پولوس کے کلیسا میں داخل ہوا۔ ا
گھوڑے سے اتر کر وہ کلیسا کے اس کھلے احاطے کی طرف گیا جس میں جشن کا سا
برپا تھا۔ گریگوری کے علاوہ لیو، ہرکولیس، اسارین اور دوسرے سالاروں نے شا
اسے پہچان لیا تھا لہٰذا انہوں نے لمحہ بھر کے لئے موج مستی بند کر دی تھی۔ ان کی طرف
دیکھتے ہوئے جسٹین، سیکا بھی بڑے غور سے آنے والے کی طرف دیکھ رہے تھے
آنے والا سیدھا گریگوری کے پاس آیا، باری باری اس نے گریگوری اور جسٹین کو تعظ
دی پھر کہنے لگا۔

"میں ذاما سے آیا ہوں...... اور وہاں سے میں آپ لوگوں کے لئے ایک انتہا
بری خبر لے کر آیا ہوں۔"

اس کے بعد آنے والے شخص نے اپنی چھاتی پر لٹکتی ہوئی صلیب درست کرتے
ئے ذاما پر عقبہ بن نافع اور اس کے سالاروں کے حملہ آور ہونے، وہاں جس قدر
منوں کا لشکر تھا اُسے تہہ تیغ کرنے اور وہاں سے سارے اونٹ، گھوڑے، خوراک کے
ئے استعمال ہونے والی بھیڑ بکریاں اور دوسرے جانور اور جس قدر وہاں اناج خورد و نوش
دیگر سامان اور جنگ میں کام آنے والا سامان تھا وہ مسلمانوں کے لے جانے کی تفصیل
یہ دی تھی۔

اس شخص کے یہ خبر کہنے پر سب لوگوں کی موج مستی ختم ہو گئی تھی۔ خوشی کا جشن سوگ
ں تبدیل ہو گیا تھا۔ سب سے پہلے سیکا نے اپنے ردِ عمل کا اظہار کیا۔ باری باری اس
ے گریگوری اور اپنے بڑے سالاروں کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی۔

"ہمیں بربروں کے سردار سقانہ کی بستیوں پر حملہ آور ہونے کے بعد کیا ملا؟ ان
یوں میں نہ کوئی سامان تھا نہ کوئی دولت کے انبار تھے۔ یہ درست ہے کہ ہم نے وہاں
ہ آور ہو کر مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ ایسا کر کے ایک طرح سے ہم نے لیو کی شکست کا
نام لیا اور بربروں کے سردار سقانہ کے تحت جس قدر بستیاں تھیں انہیں جلا کر خاکستر کر
۔ لیکن لیو کی شکست کا انتقام تو ہم پھر بھی نہ لے سکے۔ اس لئے کہ مسلمانوں نے جو
ا میں جوابی کارروائی کر دی ہے میں سمجھتی ہوں وہ ہماری عسکری قوت کے لئے ایک بڑا
ونسہ اور ہمارے سالاروں کے منہ پر طمانچہ ہے۔ میں نہیں جانتی کہ ذاما کے اندر کس
ر سامان تھا۔ اور وہاں کتنے لشکری تھے۔ لیکن یقیناً وہاں ہمارے وسیع ذخائر تھے۔ لہٰذا
را خاصا نقصان ہوا ہو گا۔"

اس موقع پر جب جسٹین سوالیہ سے انداز میں گریگوری کی طرف دیکھنے لگا تب
یگوری دکھ بھرے انداز میں بول اٹھا۔

"میری بیٹی سیکا کا کہنا درست ہے۔ ذاما پر جو مسلمانوں نے حملہ آور ہو کر کارروائی
ہے اس سے ہمیں خاصا نقصان پہنچا ہے۔ وہاں نہ صرف ہمارے ہزاروں جنگجو تھے
، ہزاروں ہی کی تعداد میں گھوڑے، اونٹ اور لشکریوں کے لئے خوراک میں استعمال
نے والے جانور تھے اس کے علاوہ خوراک کے وسیع ذخائر اور جنگ میں استعمال
نے والا اسلحہ بھی تھا۔"

گریگوری کی اس تفصیل پر جسٹین کی گردن جھک گئی تھی۔ سیکا، کلاڈیا، فلورنس بھی
کا اظہار کر رہی تھیں۔ دوسری طرف پولوس، لیو، ہرکولیس، اسارین اور دوسرے

سالاروں کی گردنیں بھی جھک گئی تھیں۔ اس سارے نقصان کی تفصیل جان کر ابھی
کسی نے اپنے ردِعمل کا اظہار نہ کیا تھا کہ دو شخص بھاگتے ہوئے کلیسا کے اس میدان
داخل ہوئے تھے۔ وہ سیدھے جسٹین اور گریگوری کی طرف آئے پھر پھولی ہوئی سا
میں کہنے لگے۔

”ہم ان پانچ جہازوں کے ساتھ آ رہے تھے جو قسطنطنیہ سے قرطاجنہ کے
خوراک کے ذخائر کے علاوہ ضروریات کا دوسرا سامان لا رہے تھے۔ لیکن سمندر م
آندھیوں کے باعث طوفان اٹھ کھڑا ہوا اور وہ پانچوں کے پانچوں جہاز یہاں س
بھگ پندرہ بیس فرسنگ مشرق کی طرف ساحل پر چڑھ کر ریت میں دھنس گئے
کشتیاں بھی ریت پر چڑھ گئی تھیں لیکن ہم نے انہیں سمندر میں اتارا اور اس حاد
اطلاع دینے کے لئے آپ کے پاس چلے آئے۔ ان جہازوں میں چند محافظ دستے
زیادہ تر ملاح ہیں اور پانچوں کے پانچوں جہاز جو ساحل پر چڑھ کر ریت میں دھنس
ہیں وہ سب سامان سے لدے پھندے ہیں۔

ہماری آپ سے گزارش ہے کہ ان جہازوں اور سامان کی حفاظت کا اہتم
جائے۔ اگر مسلمانوں کو ان جہازوں کی خبر ہو گئی تو وہ یقیناً حملہ آور ہو کر نہ صرف جہ
بلکہ سارے سامان پر قبضہ کر لیں گے۔“

یہ خبر سن کر وہاں کھڑے سب لوگ ایک طرح سے سناٹے میں آ گئے تھے۔
خاموشی رہی اس کے بعد جسٹین بڑے دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا

”اس میں میری بھی غلطی ہے۔ جس وقت میں کمک لے کر آ رہا تھا اس
میرے پاس اچھا خاصا لشکر تھا۔ میرے باپ اور دیگر سالاروں نے کہا بھی کہ میں
ٹھہر جاؤں اور رسد کے سامان کے جہاز میرے ساتھ ہی روانہ کر دیئے جائیں۔
میں نے اس طرف آنے میں عجلت اور جلدی سے کام لیا۔ لہٰذا میں نے کہا کہ سا
جہازوں کو بعد میں قرطاجنہ پہنچا دیا جائے، میں پہلے جانا چاہتا ہوں۔ اگر وہ جہاز بھ
ساتھ لے آتا تو شاید وہ سمندری طوفان کا شکار ہونے سے بچ جاتے اور اس وقت
سامان قرطاجنہ میں ہوتا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد جسٹین رکا پھر گریگوری کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگ

”محترم گریگوری! ہمیں فی الوقت ذرا کے نقصان کو بھول جانا چاہئے اور ا
جہازوں کی حفاظت کا اہتمام کرنا چاہئے۔ فی الفور ایک لشکر بھیجنا چاہئے جو ان جہ

لیل کر دوبارہ سمندر کے اندر لے جائے، پھر انہیں قرطاجنہ لائے۔“

جسٹین جب خاموش ہوا تب گریگوری پریشانی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”بڑا عجیب سا معاملہ درپیش ہو گیا ہے۔ پانچوں جہاز اگر ریت میں دھنس گئے ہیں
لشکری انہیں دھکیل کر سمندر میں نہ اتار سکے تو ہمارے لئے ایک اور مسئلہ کھڑا ہو گا۔
ے ذہن میں ایک ترکیب ہے اور مجھے امید ہے آپ اس تجویز سے اتفاق کریں گے۔
ں چاہتا ہوں یہاں سے ہرکولیس اور اسارین کی سرکردگی میں ایک لشکر کو آنے والے ان
دں اشخاص کی راہنمائی میں اپنے جہازوں کی طرف روانہ کیا جائے۔ اس لشکر کے اندر
طاجنہ سے اونٹوں کی ایک خاصی بڑی تعداد بھی روانہ کی جائے۔ میں چاہتا ہوں پہلے
ارین اور ہرکولیس اپنے پورے لشکر کو لے کر جہازوں کے پاس جائیں۔ جو اونٹ یہ
، کر جائیں گے، جہازوں سے سارا سامان نکال کر ان اونٹوں پر لاد دیں۔ اس طرح
ب جہاز خالی ہو جائیں گے تو انہیں خشکی سے دھکیل کر سمندر کی طرف لے جانا لشکریوں
لئے آسان ہو جائے گا اور اگر سارا سامان جو جہازوں پر لدا ہوا ہے ان اونٹوں پر نہ آ
، جو یہاں سے ہم روانہ کریں گے تو کچھ سامان بھلے جہازوں کے اندر رہنے دیا جائے
انہیں دھکیل کر سمندر میں داخل کر دیا جائے۔ اس کے بعد جو لشکر اسارین اور ہرکولیس
سرکردگی میں جائے گا وہ بھی دو حصوں میں تقسیم ہو جائے۔ ہرکولیس سامان سے لدے
ں کو لے کر قرطاجنہ واپس آ جائے اور اسارین آدھے لشکر کے ساتھ ان جہازوں میں
ہو کر جہازوں کو قرطاجنہ لے آئے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد گریگوری سوالیہ سے انداز میں جسٹین کی طرف دیکھنے لگا تھا۔
کے بعد اس کی نگاہیں ہرکولیس اور اسارین پر جم گئی تھیں۔ یہاں تک کہ گریگوری کی
گفتگو کا جواب دیتے ہوئے جسٹین بول اٹھا۔

”گریگوری! میں آپ کی اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں .... میرے خیال میں
یس اور اسارین کو وقت ضائع کئے بغیر اپنے جہازوں کی طرف روانہ ہو جانا چاہئے۔
لشکر ان کے ساتھ جانا چاہئے جو اس سے پہلے بربروں کے سردار سقانہ کی بستیوں پر
آور ہوا تھا۔ اس لئے کہ ان بستیوں کو برباد کرنے اور ان کا قتل عام کرنے کے بعد
یس اور اسارین ہی نہیں ان کے تحت کام کرنے والے لشکریوں کے حوصلے بھی بڑھے
ئے ہیں۔ لہٰذا وہ ان جہازوں کی کارروائی کو بہتر انداز میں نمٹا سکیں گے۔“

جسٹین کی اس تجویز سے لیو، ہرکولیس اور اسارین کے علاوہ بشپ پولوس اور گریگوری

نے بھی اتفاق کیا تھا۔ لہٰذا موج مستی کی وہ محفل ختم کر دی گئی۔ سب کلیسا سے
اونٹوں کی ایک بڑی تعداد کا اہتمام کیا گیا۔ اس کے بعد اپنے لشکر کو لے کر ہر کولا
اسارین دونوں جہازوں کی اطلاع دینے والے دونوں اشخاص کے ساتھ اپنے جہا
رخ کر رہے تھے۔

•••

الجیم کے سمندری ساحل کی طرف جاتے ہوئے جس وقت عقبہ بن نافع، محمد
اور نعیم بن حماد اپنے لشکر کے آگے آگے اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے جا رہے
نعیم بن حماد نے عقبہ بن نافع کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔
''امیرِ محترم! الجیم پہنچنے سے پہلے ہمیں دشمن کے متوقع حملے سے بچنے کے
منصوبہ بندی کر لینی چاہئے۔ امیرِ محترم! جونہی کشتیوں میں جانے والے ملاح قرط
جہازوں کے خشکی پر چڑھنے کی خبر دیں گے تو رومن وقت ضائع کئے بغیر ضرور ایک
جہازوں کی طرف روانہ کریں گے۔ لہٰذا اس لشکر کو ہمیں راستے ہی میں روک دینا
یہ نہ ہو جس وقت ہم ان جہازوں کو سامان سے خالی کر رہے ہوں یا ان کی توڑ
مصروف ہوں تو دشمن کا لشکر اچانک ہم پر حملہ آور ہو کر ہمیں ناقابلِ تلافی
پہنچائے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نعیم بن حماد جب خاموش ہوا تب لحہ بھر کے لئے
نافع نے کچھ سوچا پھر نعیم بن حماد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
''ابنِ حماد! تم کیا چاہتے ہو، ہمیں کیا کرنا چاہئے؟''
جواب میں نعیم بن حماد کہنے لگا۔
''امیرِ محترم! میں چاہتا ہوں لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ آ
جہازوں سے سامان اتارنے اور جہازوں کی توڑ پھوڑ میں مصروف ہو جائے۔ د
جہازوں سے چند میل مغرب کی طرف ریت کے اونچے ٹیلوں کی اوٹ میں چلا
اور جب رومنوں کا لشکر ساحل کے ساتھ ساتھ ان جہازوں کا رخ کرے اور
ٹیلوں کے پاس آئے جہاں ہمارے لشکر نے گھات لگا رکھی ہو گی تو ہمارے لشـ
چاہئے کہ ان پر تیز تیر اندازی کریں اور انہیں چھلنی کر کے رکھ دیں۔ اس کے
پیچھے رومن جب جہازوں کی طرف جائیں گے اتنی دیر تک جہازوں کے پاس ج
وہ بھی ان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ لشکر کے جس حصے نے رومـ

اندازی کی ہو گی جب رومن وہاں سے گزر جائیں گے تو وہ بھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر
ان کے پیچھے ہو لیں گے۔ اس طرح ہمارے لشکر کا ایک حصہ سامنے کی طرف سے اور
دوسرا پیچھے کی طرف سے رومنوں پر حملہ آور ہو گا تو رومنوں کو اپنے سامنے سوائے شکست
اور ناکامی کے کچھ نہیں دکھائی دے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد نعیم بن حماد رکا، اس کے بعد غور سے اپنی اس تجویز کا ردِعمل
جاننے کے لئے عقبہ بن نافع کی طرف دیکھنے لگا تھا۔
عقبہ بن نافع نے اس موقع پر غور سے محمد بن اوس کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کر
کے کہنے لگا۔
''ابنِ اوس میرے بھائی! جو تجویز ابنِ حماد نے کہی تم نے بھی سنی اور میں نے بھی۔
اب تم کہو اس سلسلے میں تم کیا تجویز پیش کرتے ہو؟''
عقبہ بن نافع کے ان الفاظ کے جواب میں لحہ بھر کے لئے محمد بن اوس کے چہرے پر
ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا، پھر وہ کہنے لگا۔
''امیرِ محترم! جو تجویز نعیم بن حماد نے پیش کی ہے اچھی ہے۔ اس پر عمل کر کے دشمن
کو نقصان بھی پہنچایا جا سکتا ہے۔ لیکن اس میں ہمیں بھی خاصے بڑے نقصان کا خطرہ
ہے۔ لہٰذا میں پوری طرح اس کی تائید نہیں کرتا۔ نعیم بن حماد کا کہنا ہے کہ لشکر کو دو حصوں
میں تقسیم کر دیا جائے۔ آدھا چند میل آگے جا کر گھات میں بیٹھ جائے۔ ظاہر ہے ہمارا وہ
لشکر جو جہازوں سے چند میل مغرب کی طرف جا کر گھات میں بیٹھے گا وہ گھوڑوں پر سوار
ہو کر جائے گا۔ اگر انہوں نے گھاٹ میں بیٹھ کر آنے والے رومنوں پر تیر اندازی کرنی
ہے تو پھر گھوڑوں کو کہاں چھپایا جائے گا؟ رومن جب ساحل کے ساتھ ساتھ آئیں گے تو
ہزاروں گھوڑوں کو دیکھ کر وہ چونکیں گے۔ وہ جان جائیں گے کہ ضرور ان کے خلاف کوئی
خطرہ منڈلا رہا ہے۔ اس بناء پر وہ سمندر کا ساحل چھوڑ کر اس طرف ہو جائیں گے جہاں
گھوڑے کھڑے ہوں گے۔ اس موقع پر ہمارا لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو چکا ہو گا۔ لہٰذا یہ
بھی ممکن ہے کہ ہمارے جس لشکر نے وہاں گھات لگا رکھی ہو وہ رومنوں کی راہ روکنے میں
ناکام ہو۔ اس لئے کہ کوئی خبر نہیں کہ رومن کتنا بڑا لشکر ان جہازوں کی حفاظت کے لئے
روانہ کرتے ہیں۔ اور اگر ان رومنوں نے گھوڑوں کو دیکھ کر محتاط ہوتے ہوئے ہمارے اس
لشکر پر حملہ کیا، اس کو نقصان پہنچایا تو پھر آدھا وہ لشکر جو جہازوں سے سامان اتارنے اور
جہازوں کی توڑ پھوڑ میں مصروف ہو گا اسے بھی رومنوں کی طرف سے خطرات لاحق ہو

جائیں گے۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں یہ تجویز ناقابل عمل ہے۔ ہمارے اپنے لشکر کے
نقصان کا بڑا خدشہ اور اندیشہ ہے۔"

محمد بن اوس کے ان الفاظ پر نعیم بن حماد بڑے تعریفی اور توصیفی انداز میں اس
طرف دیکھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ عقبہ بن نافع نے محمد بن اوس کو مخاطب کیا۔

"ابنِ اوس! جو کچھ تم نے کہا ہے میں اس سے اتفاق کرتا ہوں۔ لیکن یہ بتاؤ کہ تم
چاہتے ہو؟"

اس کے ساتھ ہی عقبہ بن نافع نے نعیم بن حماد کی طرف دیکھا اور شاید اسے دل
سے بچانے کے لئے کہنے لگا۔

"ابنِ حماد! جو کچھ ابنِ اوس نے کہا ہے تم اس سے اتفاق کرتے ہو؟"

نعیم بن حماد مسکرایا، کہنے لگا۔

"امیرِ محترم! اتفاق نہ کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ قسم کعبہ کے رب کی، جو
میں نے پیش کی ہے اور اس میں جو خامیاں میرے بھائی ابنِ اوس نے نکالی ہیں
درست ہیں۔ واقعی اگر ہم کوئی لشکر تیر اندازی کرنے کے لئے اور گھات میں بٹھانے
لئے بھیجتے ہیں تو اس لشکر کے گھوڑوں کو چھپانا مشکل ہو جائے گا۔ لہٰذا میرے خیال
میری پیش کی ہوئی تجویز قابلِ عمل نہیں۔ اس سلسلے میں اپنے بھائی محمد بن اوس کی تعر
کرتا ہوں کہ انہوں نے صحیح راستے کی طرف ہماری راہنمائی کی ہے۔"

نعیم بن حماد کا جواب سن کر عقبہ بن نافع خوش ہو گیا تھا۔ پھر اس نے محمد بن ا
مخاطب کیا۔

"ابنِ اوس میرے بھائی! اب کہو تم کیا چاہتے ہو؟ ...... ہمیں دشمن سے کس
نمٹنا چاہیے؟"

عقبہ بن نافع کے اس سوال پر کچھ دیر خاموش رہ کر محمد بن اوس کچھ سوچتا رہا پھ
لگا۔

"جہاں تک میرا خیال ہے یا جہاں تک میرے ذہن میں ترکیب آتی ہے اس
مطابق پورے لشکر کو پہلے ان پانچ جہازوں کے پاس جانا چاہیے۔ جہازوں کا جا
چاہیے۔ ہمارے مخبروں نے بتایا ہے کہ پانچ بڑے بڑے جہاز ہیں جو سامان سے
ہوئے ہیں۔ اب ہمارے لشکریوں کے پاس جس قدر گھوڑے ہیں وہ جہازوں کی
میں کھڑے کر دیئے جائیں گے اور وہ اونٹ جو ہمارے ساتھ ہیں انہیں ان گھوڑوں

چھپا کر ان کے گھٹنے باندھ دیئے جائیں گے...... اس کے بعد لشکر کے تین حصے کر
یے جائیں۔ جہاں تک دو حصوں کا تعلق ہے تو یہ دونوں حصے جہازوں سے سامان
ارنے کے ساتھ ساتھ جہازوں کی توڑ پھوڑ کا کام شروع کر دیں گے۔ تیسرے حصے کی
ینائی کا فیصلہ جہازوں کے پاس پہنچ کر کیا جائے گا۔ اگر ان جہازوں کے قریب ہی
احل کے ساتھ ریت کے ٹیلے ہوئے تو تیسرے حصے کو ان ریت کے ٹیلوں کے پیچھے بٹھا
جائے گا جو جہازوں کے بالکل قریب ہی ہوں گے اور وہ رومنوں کے لشکر کا انتظار
ریں گے۔ رومنوں کا لشکر جب ساحل کی طرف سے جہازوں کی طرف آئے گا تو سب
ے پہلے نعیم بن حماد ہی کی تجویز کے مطابق وہ تیر انداز رومنوں پر تیر اندازی کریں گے
ر ان کی کافی تعداد کو چھلنی کر کے رکھ دیں گے...... اس موقع پر اگر رومنوں نے
ارے گھات میں بیٹھے ہوئے تیر اندازوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو اس وقت تک
ازوں کے پاس کام کرنے والے دونوں حصے بھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر حرکت میں
ئیں گے اور یک بارگی رومنوں پر حملہ کر دیا جائے گا۔ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو
ئے تو میرے اپنے اندازے کے مطابق ہماری فتح یقینی ہو گی اور رومنوں کے حصے میں
زین شکست آئے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس رکا، پھر فیصلہ کن انداز میں وہ عقبہ بن نافع کی
رف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"امیرِ محترم! یہ صرف میری طرف سے ایک تجویز ہے۔ جس طرح میرے عزیز بھائی
م بن حماد کی تجویز ناقابلِ عمل ہو سکتی ہے اسی طرح میری تجویز میں خامیوں کی وجہ سے
ے بھی ناقابل عمل قرار دیا جا سکتا ہے۔ بہر حال جو فیصلہ آپ کریں گے ہمارے لئے
خری وہی ہو گا۔"

عقبہ بن نافع نے جواب میں مسکراتے ہوئے اپنا گھوڑا محمد بن اوس کے قریب لے
تے ہوئے اس کی پیٹھ تھپتھپائی پھر کہنے لگا۔

"میرے عزیز! ایسی کوئی بات نہیں...... آخری فیصلہ موقع واردات پر جا کر ہی
ریں گے۔"

اس کے ساتھ ہی عقبہ بن نافع کے کہنے پر انہوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاتے
ئے ان کی رفتار تیز کر دی تھی۔ پھر لشکر نے بھی اپنی رفتار میں تیزی اور تندی پیدا کر دی
نا اور اسی تیزی کے ساتھ اونٹ بھی حرکت میں آتے ہوئے بڑی تیزی سے راستوں کو

ناپنے لگے تھے۔

جب وہ اس جگہ پہنچے جہاں رومنوں کے پانچ جہاز خشکی پر چڑھ کر ریت میں دھنسے ہوئے تھے تو ان جہازوں کے آس پاس کچھ مسلح دستے کھڑے ہوئے تھے۔ وہ مسلح دستے عقبہ بن نافع کے لشکر کو آتے دیکھ کر چونکے تھے۔ عقبہ بن نافع، محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نے بھی دیکھ لیا تھا کہ محافظ دستے جہازوں کی حفاظت کے لئے سامنے کھڑے ہیں لہٰذا آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد ایک ساتھ انہوں نے تکبیریں بلند کیں۔ اس کے بعد تکبیروں کی گونج میں عقبہ بن نافع، محمد بن اوس اور نعیم بن حماد اپنے لشکریوں کے ساتھ رگوں میں زہر گھول دینے والے قضا کے رقصِ دمام، شہر شہر پکارتی چار سُو بھڑک اٹھنے والی مرگ کی آگ کی طرح ان رومنوں پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ عقبہ بن نافع اور اس کے ساتھی صحرا کے ایک ایک ٹیلے، دشت کے ایک ایک ذرے پر اپنی شجاعت کے نقوش اور فقید النظیر فرید الدہر جرأت مندی کی تحریریں رقم کرنے لگے تھے۔

جہازوں کے وہ محافظ تھوڑی دیر بھی مسلمانوں کے سامنے ٹھہر نہ سکے...... ان کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا اور لاشوں کو گھسیٹ کر ایک طرف کر کے ان کے اوپر ریت ڈال دی گئی تھی۔

اس کام سے فارغ ہونے کے بعد عقبہ بن نافع کچھ دیر تک ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر مغرب کی طرف دیکھتا رہا پھر محمد بن اوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابنِ اوس میرے بھائی! اب کہو، کیا کرنا چاہیے؟''

جواب میں ابنِ اوس مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی! یہ دیکھیں، سامنے ہمارے مغرب میں ریت کے کافی بڑے ٹیلے ہیں۔ انہی ٹیلوں کی اوٹ میں اپنے لشکر کا ایک حصہ تیروں سے لیس کر کے بٹھا دیں گے۔ میرے خداوند نے چاہا تو یہ تیرانداز ایک طرح سے رومنوں کے لشکر کی اکثریت کو چھید کر رکھ دیں گے۔

ویسے اس موقع پر امیرِ محترم! میں ایک اور تجویز بھی دینا چاہتا ہوں۔ یہ ٹیلے دور نہیں ہیں۔ میں چاہتا ہوں پہلے پورا لشکر جہازوں سے سامان اُتارنے اور ان کی توڑ پھوڑ میں مصروف ہو جائے اور پھر جب ہمیں مغرب سے کسی لشکر کے آنے کے آثار دکھائی دیں تب لشکر کا تیسرا حصہ ٹیلوں کے پیچھے گھات میں چلا جائے۔

امیرِ محترم! راستے میں، میں نے اپنی تجویز ادھوری چھوڑ دی تھی۔ اب میں

کہنا چاہتا ہوں کہ ایک حصے کو تو ہم تیروں سے لیس کر کے ٹیلوں کے پیچھے گھات میں بٹھا دیں گے، باقی دو حصے اپنے کام میں لگے رہیں گے۔ لیکن جب رومنوں کا لشکر آئے گا اور ہمارے تیر انداز ان پر تیر اندازی کریں گے تو زیادہ رومن اپنی جانیں بچا کر اپنے جہازوں کی طرف بھاگیں گے۔ ایسی صورت میں جو پہلا جہاز ہے اس کے اندر بھی ہم فی الفور تیر انداز بٹھا دیں گے اور جونہی رومن، جہازوں کے قریب آئیں گے جہازوں کے تختوں کی اوٹ میں رہتے ہوئے ہمارے تیر انداز پہلے ان پر تیر اندازی کریں گے۔ ایسی صورت میں رومن لشکر کی اکثریت تیروں سے چھد کر ہی موت کے گھاٹ اتر جائے گی اور باقی جو بچیں گے ان پر حملہ آور ہو کر ان کا ہم کام تمام کر دیں گے۔''

عقبہ بن نافع نے محمد بن اوس کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ گھوڑوں کو جہازوں کی اوٹ میں باندھ دیا گیا اور گھوڑوں کے پیچھے اونٹوں کو بٹھا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد پورا لشکر جہازوں سے سامان نکال کر خشکی پر رکھنے لگا۔ اس کے بعد بڑی تیزی سے جہازوں کی توڑ پھوڑ شروع ہو گئی تھی۔ سب سے پہلے پچھلے جہازوں کو توڑا جانے لگا تھا۔ جہاز چونکہ موٹی موٹی لکڑی کے تختوں پر مشتمل تھے لہٰذا ان کو توڑنے میں کوئی دقت نہ ہوئی۔ تاہم جو جہاز سب سے مغرب میں تھا اس کو ابھی نہیں چھیڑا گیا تھا تاکہ اگر رومن لشکر اس طرف آئے تو اس جہاز میں تیر انداز بٹھا کر رومنوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔

کافی دیر بعد جب مغرب کی طرف سے گرد کے بادل اٹھتے دکھائی دیئے تب عقبہ بن نافع، محمد بن اوس، نعیم بن حماد چوکنے ہو گئے۔ اپنے لشکر کا تیسرا حصہ فوراً انہوں نے جہازوں کے مغرب میں جو ٹیلے تھے ان کے پیچھے بٹھا دیا تھا۔ لشکر کا دوسرا حصہ جو جہاز ابھی ثابت کھڑا تھا اس کے اندر تیروں سے لیس کر کے بٹھا دیا تھا۔ لشکر کا تیسرا حصہ اپنے گھوڑوں پر سوار ہونے کے لئے بالکل مستعد اور تیار ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ساحل سمندر پر رومنوں کا لشکر نمودار ہوا۔ لشکر کی کمانداری ہرکولیس اور اسارین کر رہے تھے...... ہرکولیس کے علاوہ اسارین اور ان کے لشکریوں کے حوصلے بڑے بلند تھے۔ اس لئے کہ وہ اس سے پہلے سقانہ کی بستیوں کے اندر کامیاب کارروائی کر چکے تھے۔

ہرکولیس اور اسارین بڑی برق رفتاری سے ساحل کی طرف جہازوں کا رخ کر رہے تھے۔ جب وہ جہازوں کے قریب آئے تب ان پر قیامت اتر پڑی۔ اچانک ٹیلوں کی

اوٹ سے ان پر ایسی تیز اور لگاتار تیر اندازی کی گئی کہ ان گنت رومن چھد کر ا
گھوڑوں سے گر گئے تھے۔ ان رومنوں کے پیچھے پیچھے اونٹوں کا ایک بہت بڑا کارواں
آ رہا تھا۔

تاہم بچنے والے رومن تیروں کی بوچھاڑ سے بچتے ہوئے بڑی تیزی سے جہاز
کی طرف بڑھنا شروع ہو گئے تھے لیکن ان کی دوسری بدبختی اس وقت شروع ہوئی جب
جہازوں کے قریب گئے۔ سامنے جو جہاز سالم کھڑا تھا اس کے اندر سے بھی ان پر ا
تیر اندازی کی گئی کہ آگے بڑھتے ہوئے رومن رک گئے تھے۔

اس کے بعد اچانک عقبہ بن نافع، محمد بن اوس اور نعیم بن حماد اپنے لشکر کو لے
نکلے اور رومنوں پر حملہ آور ہو گئے تھے ...... اس حملے کو رومنوں نے اپنے لئے ناگہ
موت سمجھا۔ اتنی دیر تک جہازوں کے اندر جو مسلمان لشکری تھے وہ بھی باہر نکل آئے ا
وہ بھی اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر رومنوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

یہ ساری کارروائی کیونکہ رومنوں کی توقع اور اُمید کے بالکل خلاف تھی لہٰذا وہ زیا
دیر تک مسلمانوں کا مقابلہ نہ کر سکے۔ آخر شکست اٹھا کر بھاگ کھڑے ہوئے.....
ہرکولیس اور اسارین کی یہ بدترین شکست تھی۔ ان کے لشکر کی اکثریت تو پہلے ہی تیر
سے چھد کر رہ گئی تھی۔ کچھ کا عقبہ بن نافع، محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نے حملہ آور ہو
خاتمہ کر دیا اور بچے کھچے لشکر کو لے کر ہرکولیس اور اسارین جدھر سے آئے تھے ادھر
بھاگ گئے۔

عقبہ بن نافع، محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نے ان کا تعاقب کیا۔ اس لئے کہ انہو
نے رومنوں کے پیچھے پیچھے اونٹ بھی آتے دیکھ لئے تھے۔ رومن اپنے اونٹوں کو بھو
گئے۔ اس وقت وہ اپنی جانیں بچانے کی فکر میں تھے۔ کچھ دور تک ان کا تعاقب کیا گی
جب عقبہ بن نافع نے دیکھا کہ بھاگنے والے رومن اب ان کے لئے بے ضرر ہیں تو
اپنے لشکر کے ساتھ وہ پلٹا۔ جو اونٹ رومن لے کر آئے تھے ان پر بھی قبضہ کر لیا گیا ا
انہیں بھی جہازوں کے پاس لا کر بٹھا کر ان کے گھٹنے باندھ دیئے گئے تھے۔ اس کے ب
اپنے پورے لشکر کے ساتھ عقبہ بن نافع پھر اپنے کام میں لگ گیا تھا۔

اب عقبہ بن نافع کے پاس اونٹوں کی تعداد دوگنی ہو گئی تھی۔ جہازوں کے اندر
جس قدر سامان نکالا گیا تھا وہ سب سے پہلے عقبہ بن نافع نے اپنے اونٹوں پر لاد
تھا۔ اس کے بعد رات گئے تک جو جہاز توڑے گئے تھے ان سے جو تختے حاصل ہو

تھے ان تختوں کو رسوں کے ساتھ باندھ کر ان اونٹوں کے کجاووں کے ساتھ باندھ دیا گیا
تھا جو رومن لے کر آئے تھے تاکہ ان تختوں کو صحرا کے اندر گھسیٹتے ہوئے قیروان تک لے
جا سکیں۔

ان اونٹوں میں کچھ پر رومنوں کا خورد و نوش کا سامان بھی لدا ہوا تھا۔ وہ بھی عقبہ بن
نافع کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ اس طرح عقبہ بن نافع نہ صرف ان جہازوں میں لدا ہوا سامان
حاصل کرنے میں کامیاب ہوا تھا بلکہ جہازوں کے تختے بھی اپنے ساتھ قیروان لے
جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

◎......◎

★ ★ ★

ہرکولیس اور اسارین جب اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر قرطاجنہ پہنچے تو قرطاجنہ
پہنچنے پر جب ان کی شکست اور رومن لشکر کے بڑے حصے کے مارے جانے کی اطلاع
پھیلی تو قرطاجنہ شہر کے اندر ایک سوگ سا برپا ہو کر رہ گیا تھا۔ اپنی ان پے درپے شکستوں
اور مسلمانوں کے ہاتھوں اپنے نقصان کو سامنے رکھتے ہوئے گریگوری اور جسٹینین مسلمانوں
پر بڑا اور جان لیوا حملہ کرنے کے لئے منصوبہ بندی کرنے لگے تھے۔

دوسری طرف عقبہ بن نافع، محمد بن اوس اور نعیم بن حماد سامان سے لدے جانوروں
کے ساتھ قیروان پہنچے۔ قیروان شہر سے باہر زہیر بن قیس، حنس بن عبداللہ، صالح بن
حریم، سقانہ، اردیہ کے حکمران کسیلہ کے علاوہ دوسرے چھوٹے بڑے سالاروں نے خوشی
کا اظہار کرتے ہوئے بہترین استقبال کیا تھا۔ وہ اونٹ جو سامان سے لدے ہوئے تھے
انہیں تو عقبہ بن نافع نے نعیم بن حماد کی نگرانی میں شہر کے اندر بھیج دیا تھا اور جو اونٹ لکڑی
کے تختے گھسیٹتے ہوئے لائے تھے انہیں شہر سے باہر روک دیا گیا تھا۔

اس موقع پر عقبہ بن نافع نے سقانہ کو مخاطب کیا۔

''سقانہ! سب سے پہلے مجھے اپنے قبیلے کے ان لوگوں کے پاس لے کر چلو
رومنوں کے قتل عام سے بچ کر لٹے پٹے یہاں پہنچے ہیں۔ میرا ان سے نہ ملنا ایک ا
ہے اور انہیں میرے متعلق شکایات اور شکوے بھی ہوں گے۔ سقانہ! تم نے انہیں بتا
تھا کہ میں ایک مہم کے لئے نکلا ہوں، واپسی پر ان سے ملاقات کروں گا۔''

عقبہ بن نافع جب خاموش ہوا تب سقانہ بڑی عقیدت اور ارادت مندی میں
لگا۔

''امیر محترم! آپ اس سلسلے میں فکر مند کیوں ہوتے ہیں .... میں نے اپنے
کے لوگوں کو بالکل مطمئن کر دیا ہے۔ انہیں آپ کی اس مہم کا بھی پتہ ہے۔ اب

انہیں خبر ہوگی کہ آپ اپنی مہم میں کامیاب لوٹے ہیں اور آپ ان سے ملنے آ رہے ہیں تو
میں آپ کو یقین دلاتا ہوں ان کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔''

سقانہ کی اس گفتگو سے عقبہ بن نافع مطمئن اور خوش ہو گیا تھا۔ پھر سقانہ کے علاوہ محمد
بن اوس، زہیر بن قیس، کسیلہ اور دیگر سالاروں کے ساتھ عقبہ بن نافع اس سمت جا رہا تھا
جہاں سقانہ کے قبیلے کے لوگوں کو رکھا گیا تھا۔

قیروان شہر سے باہر خیموں کا ایک چھوٹا سا شہر آباد کر دیا گیا تھا جس کے اندر سقانہ
کے لوگوں کو رکھا گیا تھا۔ وہاں کے لوگوں کو جب پتہ چلا کہ عقبہ بن نافع اور دیگر سالار
رومنوں کے خلاف اپنی مہم سے کامیاب لوٹ آئے ہیں اور عقبہ بن نافع اور دوسرے
سالار ان کی احوال پرسی کے لئے آ رہے ہیں تب ان لوگوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔
سب لوگ کیا مرد کیا عورتیں کیا بوڑھے کیا بچے سب اپنے خیموں سے نکل کر خوشی کا اظہار
کرتے ہوئے عقبہ بن نافع اور دوسرے سالاروں کا استقبال کرنے لگے تھے۔

جب سب لوگ عقبہ بن نافع کے گرد جمع ہو گئے تب عقبہ بن نافع انہیں مخاطب کر
کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز ساتھیو! ماؤں! بہنو! بھائیو! رومنوں نے تم لوگوں پر حملہ آور ہو کر جو
تمہیں نقصان پہنچایا ہے اس کے لئے میں انتہا درجہ کا معذرت خواہ ہوں .... ہماری
بدبختی کہ رومنوں کی اس مہم جوئی کی خبر ہمارے مخبر ہمیں بروقت نہ دے سکے........ اور
ویسے بھی اس وقت میں رومنوں کے خلاف ذاما کی مہم پر گیا ہوا تھا۔ سقانہ بھی میرے
ساتھ تھا۔ تمہارے قبیلے کے سارے جنگجو بھی ہمارے ساتھ تھے۔ اگر وہ قبیلے میں ہوتے تو
شاید یہ حملہ آور رومن اس طرح من مانی نہ کر پاتے........ بہرحال میں ایک بار پھر
معذرت خواہ ہوں۔''

یہاں تک کہتے کہتے عقبہ بن نافع کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ سقانہ کے قبیلے کا ایک
بزرگ لوگوں کے ہجوم کو چیرتا ہوا عقبہ بن نافع کے پاس آیا اور بڑی خوش طبعی میں کہنے
لگا۔

''امیر محترم! آپ کو اس انداز میں ہم سے معذرت کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔
امیر محترم! ہم نے اس سے پہلے ان صحراؤں میں خواہشوں کو ریزہ ریزہ، سایوں کو پارہ
پارہ، دل و جاں گزیدہ اور آفت رسیدہ، سفاک وحشتیں اور عذاب بہت دیکھ رکھے ہیں۔
یہ رومن جو ہم پر ہلاکت خیزی کی قوت اور فنا کے گھاٹ اتارتی طاقت کی طرح حملہ آور

ہوئے ہیں تو اس سے ہمارے عزائم، ہمارے ارادوں میں اور پختگی اور یکجہتی پیدا ہو
امیرِ محترم! ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ہم آپ کے شانے سے شانہ ملا کر رومنوں
خلاف صحرا کی اندھی قوت، عداوت کی سخت چٹان اور دشت وصحرا کا نا آشنا سراب ثا
ہوں گے جس کے سامنے ایک نہ ایک روز ان رومنوں اور ان کی اتحادی قوتوں کو گھٹنے
ہوں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بوڑھا جب خاموش ہوا تب اس کے ان الفاظ سے م
ہوتے ہوئے عقبہ بن نافع آگے بڑھا۔ اس بوڑھے بربر کو اس نے اپنے ساتھ لپٹ
تھا، اس کی پیشانی کئی بار چومی پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے خوشی کا اظہار کرتے ہو
کہنے لگا۔

"میں تم لوگوں کے صبر تم لوگوں کے حلم اور تم لوگوں کی برداشت اور شجاعت کو س
پیش کرتا ہوں .... میں تم لوگوں سے اس بات پر بھی معذرت خواہ ہوں کہ جس وقت
لٹے پٹے یہاں پہنچے اس وقت میں تم سے ملاقات نہ کر سکا اس لئے کہ مجھے اپنی اس مہ
جانے کے لئے جلدی تھی۔"

اس کے بعد اپنے پہلو میں کھڑے سقانہ کو مخاطب کر کے عقبہ بن نافع کہنے لگا۔

"اپنے سارے آدمیوں کو مخاطب کر کے پوچھو اگر انہیں مجھ سے کوئی شکایت ہ
کہیں سقانہ نے جب آواز دے کر ان سے پوچھا تو سب لوگ ہاتھ کھڑے کر
ہوئے عقبہ بن نافع کے حق میں نعرے لگاتے ہوئے اپنی خوشی اور طمانیت کا اظہار کر
لگے تھے۔ ان کے جذبے کو عقبہ بن نافع نے قدر کی نگاہ دیکھا پھر انہیں مخاطب کر
کہنے لگا۔

"میرے عزیز بھائی بہنو! یہ نہ سمجھنا کہ ہم تمہیں دائمی طور پر ان خیموں کے اندر رکھ
گے۔ یہ جو میرے پیچھے ان گنت اونٹ کھڑے ہیں ان کے ساتھ لکڑی کے بڑے بڑ
تختے بندھے ہوئے ہیں میں وقت ضائع نہیں کروں گا۔ آج رات سے ہی پورا لشکر حرک
میں آئے گا اور قیروان کے نواح میں تمہاری رہائش کے لئے بہترین ایک بستی آباد کر
جائے گی جس میں تم لوگ رہو گے اس کے بعد جب حالات نے مجھے اجازت دی تو
تمہاری سرزمینوں کو تمہارے لئے ایک بار پھر آباد کروں گا اور تم ایک روز اپنے علاقوں
طرف لوٹو گے۔ یہاں رہتے ہوئے ہم لوگ تم لوگوں کو کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہو
دیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عقبہ بن نافع جب خاموش ہوا تب سب لوگ اس کے حق میں نعرے لگاتے ہوئے خوشی کا اظہار کر رہے تھے پھر عقبہ بن نافع سقانہ کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے گیا اور چلتے چلتے بڑی رازداری میں اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سقانہ! میں جس موضوع پر تم سے گفتگو کرنے لگا ہوں اس موضوع پر میں راستے میں محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کے ساتھ تفصیل کے ساتھ گفتگو کر چکا ہوں۔ اب تک رومنوں کے ساتھ ہماری چھوٹی موٹی مہمیں ہوتی رہی ہی۔ اب میں اپنی پوری طاقت اور قوت کو استوار کر کے رومنوں کے خلاف اپنی اصل کارروائیوں کی ابتدا کروں گا۔ فی الحال میں ان کے مرکزی شہر قرطاجنہ کو نظر انداز کر دوں گا۔ قرطاجنہ کے اردگرد جو ان کے شہر ہیں ان پر حملہ آور ہونا شروع ہوں گا۔ اس کے علاوہ رومنوں کی جو اتحادی قوتیں ہیں ان پر ضرب لگاؤں گا۔ سقانہ! میرا ارادہ ہے کہ البجیم سے لے کر فاس اور طنجہ تک جس قدر علاقہ ہے اسے اسلامی مملکت میں شامل کیا جائے۔ میں جانتا ہوں اس کے لئے ہمیں بہت سی قوتوں سے ٹکرانا پڑے گا۔ ان قوتوں میں رومن ہیں، گاتھ، وندال، ہن اور گال ہیں....... ان کے علاوہ بربروں کا سالار برانس ہے جو اپنے پاس ایک بہت بڑی قوت رکھتا ہے۔ اور پھر قفقہ کا بادشاہ ایکس ہے۔ یہی نہیں بلکہ چار پانچ شہروں پر قابض یہاں کے پارسی اور مجوسی ہیں جن کی بہت بڑی قوت ہے۔ اور پھر زاب کی سلطنت ہے، غمارہ کا بادشاہ بلیان ہے۔ ان سب سے ہمیں نمٹنا ہو گا۔ خداوند نے چاہا تو ان ساری قوتوں کو ایک روز اپنے سامنے زیر کر کے البجیم سے لے کر طنجہ تک سارے علاقوں کو مسلمانوں کا مطیع اور فرمانبردار بنا کر رکھ دیں گے۔

سقانہ! میں جانتا ہوں یہ بڑا کٹھن، مشکل اور دقت طلب کام ہے۔ لیکن ہم نے بہرحال اسے کرنا ہے۔ سقانہ! یہ گفتگو میں علیحدگی میں تم سے کر رہا ہوں کہ وہاں کسیلہ ہے۔ کسیلہ پر میں کسی قسم کا اعتبار نہیں کرنا چاہتا اور ساتھ ہی اس کی دل شکنی بھی نہیں کرنا چاہتا۔ اس لئے کہ بظاہر وہ مسلمان ہے۔ لہٰذا ظاہری طور پر ہم اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر سکتے....... چند روز تک تمہارے قبیلے کے لوگوں کے لئے رہائش گاہیں تعمیر کر دی جائیں گی۔ اس کے بعد میں اپنی مہم کی ابتدا کروں گا....... کسیلہ کو لشکر میں شامل رکھا جائے گا لیکن اس موقع پر میں تم سے یہ کہوں کہ تم اپنے قبیلے کے کچھ لوگ مقرر کئے رکھنا جو کسیلہ پر گہری نگاہ رکھیں تاکہ کسی موقع پر وہ ہمارے لئے خطرے کا باعث نہ بن جائے۔

چلتے چلتے عقبہ بن نافع اور سقانہ اپنے لوگوں کے اندر گھس گئے تھے۔ عقبہ بن نا
جب خاموش ہوا تب سقانہ چھاتی تانتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر! آپ کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں؟ .... میں پکا، سچا قسم کا مسلمان ہو
وقت آیا تو سقانہ اور اس کے قبیلے والوں کی جانیں بھی مسلمانوں کے تحفظ اور سلامتی
سربلندی کے لئے وقف کر دی جائیں گی۔ کسیلہ کی آپ فکر نہ کریں۔ میرے کچھ آدمی ا
پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔''

اس کے بعد سقانہ کا ہاتھ پکڑے عقبہ بن نافع اس انداز میں سقانہ کے لوگوں
اندر گھومنے لگا جیسے ان کے حالات کا جائزہ لے رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے سقانہ کو
مخاطب کیا۔

''جس موضوع پر میں تم سے گفتگو کرنا چاہتا تھا وہ تو ہو گئی۔ اب یہ کہو کہ کیا تم
اپنے قبیلے کے لوگوں میں کھانے پینے کی اشیاء تقسیم کی ہیں؟''

اس پر سقانہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''امیر محترم! آپ اس سلسلے میں بالکل بے فکر رہیں .... سب لوگوں کو ان
ضرورت کے مطابق سامان مہیا کر دیا گیا ہے۔ اگر آپ کو مجھ پر اعتبار نہ ہو تو آ
سارے لوگوں کا خود جائزہ لیتے ہوئے، ان سے مخاطب ہو کر پوچھ سکتے ہیں۔ لوگ
وقت یہاں کھڑے ہیں۔''

سقانہ کے ان الفاظ پر شکایت بھرے انداز میں عقبہ بن نافع نے اس کی طرف
پھر اس کے شانے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہنے لگا۔

''سقانہ! کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو؟ .... تم نے جو مجھے کہہ دیا یہی کافی
میرے لئے اطمینان کا باعث ہے۔''

اس کے بعد عقبہ بن نافع سقانہ کو لے کر اس کے قبیلے کے لوگوں سے باہر نک
اپنے سارے سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ وہ لکڑیاں جو اونٹ گھسیٹ کر لائے
انہیں علیحدہ کرنے لگے تھے اور لشکری ان اونٹوں کو جو رومنوں کے تھے انہیں ایک
لے جانے لگے تھے۔

●●●

اپنے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد عقبہ بن نافع نے اپنی جنگی مہموں ک
تین شہروں سے کرنے کا فیصلہ کیا۔

پہلے شہر کا نام ''اپا'' تھا۔ ''اپا'' وہی قدیم شہر ہے جسے آج کل ''ٹریپولی'' کہتے ہیں
اور یہ موجودہ لیبیا کا دارالحکومت بھی ہے۔ اسے طرابلس کہتے ہیں۔ یہاں بندرگاہ بھی
ہے۔ اس کا پرانا نام ''سرت'' بھی تھا۔

دوسرا شہر جس پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کیا گیا ''صبرانہ'' اور تیسرا ''بلتس'' تھا۔ ان
تین شہروں میں سے اپا اور بلتس میں وندال آباد تھے جبکہ صبرانہ میں زیادہ تر گاتھوں کی
آبادی تھی۔ اس سے پہلے ہجری بائیس میں طرابلس یعنی اپا یا ٹریپولی شہر مسلمانوں کے
ہاتھوں فتح ہو چکا تھا۔ کچھ مؤرخین کا خیال ہے کہ یہ ہجری تئیس میں پہلے مسلمانوں کے
ہاتھوں فتح ہوا۔ بہرحال یہی وہ عرصہ تھا جب پہلے پہل عرب فاتحین مصر کی فوجیں طرابلس
تک بڑھ آئیں۔ مسلمانوں کے یہ ابتدائی حملے قبضہ جمانے کے لئے نہیں بلکہ دیکھ بھال
کے لئے تھے۔

اور بعد کے دور میں جب عقبہ بن نافع کو واپس بلا لیا گیا تو ان تین شہروں پر ان
جنگجو قبائل نے ایک طرح سے اپنی گرفت مضبوط اور مستحکم کر لی تھی۔ چنانچہ اپنے کام کی
ابتدا عقبہ بن نافع نے انہی تین شہروں یعنی اپا، صبرانہ اور بلتس سے کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔
چنانچہ عقبہ بن نافع اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا اور بڑی برق رفتاری سے سب سے
پہلے اس نے اپا کا رخ کیا تھا۔

اپا اور بلتس پر زیادہ تر گرفت وندالوں کی تھی۔ جہاں تک وندالوں کا تعلق ہے تو یہ
شمال کے برفستانوں سے نمودار ہوئے تھے۔ ان کے گروہ کے گروہ آپس میں ملتے ہوئے
طاقت اور قوت پکڑنے لگے۔ پھر انہوں نے جنوب کا رخ کیا۔ شمال کے برفستانوں سے
نکلتے ہوئے پہلے انہوں نے جنوب مشرق پر پیش قدمی کرنی شروع کی۔ جو آبادی ان کے
راستے میں آئی اسے وہ آندھی اور طوفان کی طرح روندتے اور اس کی خاک اڑاتے چلے
گئے تھے۔ یونان کے شمال میں جو سرزمینیں تھیں ان کے قریب آ کر انہوں نے اپنا رخ
بدلا، ایک دم بائیں جانب مڑے اور اٹلی میں داخل ہوئے۔ اٹلی کو انہوں نے خوب روندا۔
رومن ان کے سامنے اپنا دفاع نہ کر سکے۔ اٹلی کو پامال کرنے کے بعد انہوں نے جنوب کا
رخ کیا اور روم پہنچے۔ روم ان دنوں رومنوں کا مرکز تھا لیکن رومن ان وندالوں کے سامنے
ایسے بے بس ہوئے کہ اپنا دفاع نہ کر سکے۔ وندال کیونکہ خانہ بدوش تھے لہٰذا ایک جگہ جم
کر قیام کرنا ان کے لئے ممکن نہ تھا۔ لہٰذا وہ روم شہر میں بھی جم کر نہ بیٹھے۔ یہاں انہوں
نے اپنا بحری بیڑہ تیار کیا اور بحر اوقیانوس کی لہروں کو روندتے ہوئے وہ افریقہ کے ساحل

پر پہنچے۔

ان دنوں جب وندال بحری بیڑے کے ذریعے افریقہ کی طرف بڑھ رہے تھے ا
سالار اور ایک طرح سے ان کا حکمران ایک شخص گیسرک تھا۔ یہی گیسرک 429ء
افریقی ساحل پر پہنچا۔ سب سے پہلے جو اس کے سامنے شہر آیا وہ قرطاجنہ تھا۔ یہ قرطا
بنیادی طور پر کنعانی عربوں کا آباد کردہ تھا لیکن ان سے چھین کر رومنوں نے ان پر قب
لیا تھا۔ اور جس وقت وندال اپنے سالار گیسرک کی سرکردگی میں افریقی ساحل پر پہنچے
وقت یہ سارے علاقے رومنوں کے قبضے میں تھے۔

چنانچہ وندال اپنے بحری بیڑے کے ساتھ افریقہ کے ساحل پر اترے۔ پہلے ا
نے قرطاجنہ کا رخ کیا، یہاں ان کی مڈبھیڑ رومنوں سے ہوئی۔ رومنوں کی اس
افریقہ کے شمالی حصوں میں بڑی طاقت اور قوت تھی۔ رومن اپنے آپ کو بڑے جنگ
سورما بھی خیال کرتے تھے۔ لیکن جب رومنوں کا ٹکراؤ ان وندالوں سے ہوا تو وندا
وحشی خانہ بدوش اور جنگجو تھے انہوں نے رومنوں کو اپنے سامنے کھنگال کر رکھ دیا۔ رو
کو انہوں نے بدترین شکست دی اور افریقہ میں رومنوں کے جس قدر علاقے تھ
سب پر ان وندالوں نے قبضہ کر لیا تھا۔

وندالوں کی اکثریت یہیں افریقہ میں آباد ہو گئی اور ان کی کچھ آبادی مغرب کی
سفر کرتے ہوئے طنجہ پہنچی۔ طنجہ سے انہوں نے پھر سمندر کو پار کیا۔ وہ اسپین میں
ہوئے۔ اسپین کو کھنگالتے ہر چیز پر حملہ آور ہوتے اپنے لئے فوائد حاصل کرتے ہو
فرانس میں جا داخل ہوئے .... فرانس میں اس وقت وحشی ٹال تھے۔ وہ بھ
وندالوں کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ آخر یہ وندال شمال کی طرف بڑھتے ہوئے منتھ کی بندرگا
پہنچے اور پھر وہاں سے انہوں نے اپنا رخ شمال کی طرف موڑا۔ لہٰذا جو گروہ شمالی ا
میں آباد نہیں ہوا تھا انہی علاقوں کی طرف چلا گیا جہاں سے نکل کر انہوں نے
کا رخ کیا تھا۔

جو وندال اپنے سالار گیسرک کی سرکردگی میں شمالی افریقہ میں آباد ہو گئے
سے متعلق مشہور مغربی مؤرخ سی ڈبلیو سی اومین اپنی کتاب بزنطینی ایمپائر میں لکھتا ہے۔

''شمالی افریقہ میں رومنوں کے علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد یہ
وندال لگ بھگ 104 سال تک ان علاقوں پر حکومت کرتے رہے۔
رومنوں کی بڑی خواہش تھی کہ افریقہ میں وندالوں سے یہ مقبوضہ جات

واپس لیں لیکن ان دنوں رومنوں کی سلطنت پر اور بہت سے وحشی خانہ
بدوش قبائل حملہ آور ہو رہے تھے جن میں گاتھ، گال اور ہن بڑے اہم
تھے جس کی بناء پر رومن لگ بھگ 104 سال تک افریقہ میں وندالوں
کی طرف دیکھ نہ سکے۔ یہاں تک کہ جب قسطنطنیہ میں رومنوں کا شہنشاہ
جسٹینین بنا تو اس نے 533ء میں ارادہ کر لیا کہ وہ شمالی افریقہ کے
سارے علاقے کو وندالوں سے واپس لے کر رہے گا۔''

دوسرے مغربی مؤرخ ہیرلڈلیم کے مطابق:

''جون 533ء میں رومنوں کے شہنشاہ جسٹینین نے اپنی اس مہم کی
ابتدا کی۔ ایک بہت بڑا بحری بیڑہ اور لشکر تیار کیا۔ اس لشکر کا کمانڈر اس
نے اپنے بہترین سالار بیلی ساریوس کو بنایا۔''

کہا جاتا ہے کہ جس وقت رومنوں نے اپنے سالار بیلی ساریوس کو وندالوں پر حملہ
ور ہونے کے لئے افریقہ کی طرف روانہ کیا، اس کی روانگی کے وقت رومنوں کا شہنشاہ
ٹینن اور ان کا اسقفِ اعظم ایک جلوس کی شکل میں بندرگاہ پہنچے جو شہنشاہ کے محل کے
یب واقع تھی۔ اس جلوس کے آگے رومنوں کے مقدس بت تھے جنہیں ریحان کی
خوں سے ہوا دی جا رہی تھی۔ اس بندرگاہ کے قریب ہی آیا صوفیہ کے سنگین ستون بلند
ے۔ سب سے پہلے اسقفِ اعظم نے بیلی ساریوس کو اس کی مہم کے لئے دعا دی۔ اس
بعد جہازوں کے بادبان کھول دیئے گئے۔ سب سے اوپر کا بادبان قرمزی رنگ کا تھا
کے ساتھ ایک قندیل بندھی ہوئی تھی۔

یوں وندالوں سے اپنے علاقے واپس لینے کے لئے رومنوں کا سالار بیلی ساریوس
یقہ کی طرف روانہ ہوا۔ بڑے جہازوں کے علاوہ چھوٹی چھوٹی کشتیاں بھی اس کے
ی بیڑے کے پیچھے روانہ ہو گئی تھیں۔

دراصل جسٹینین نے افریقہ پر حملہ آور ہو کر وندالوں سے اپنے یہ علاقے واپس لینے
لئے کوئی اتفاقی فیصلہ نہیں کیا تھا بلکہ جسٹینین کے دور میں کچھ راہب جو اپا شہر میں جسے
ت کہتے تھے وندالوں کے تحت زندگی بسر کر رہے تھے۔ وہ اپا سے قسطنطنیہ پہنچے اور
ل نے قسطنطین کو انگیخت کیا کہ وہ وندالوں پر حملہ آور ہو کر افریقہ کے اپنے مقبوضہ
ت ان سے واپس لے لے۔ دراصل ان راہبوں نے یہ مشورہ اس موسم میں دیا تھا جس
میں وندال عموماً اور اکثر بحری قزاقوں کا تعاقب کرنے کے لئے اپنے بحری بیڑے کو

سمندر میں اتارتے تھے۔

چنانچہ انہی راہبوں کی انگیخت پر رومنوں کے شہنشاہ جسٹینین نے ایک بحری جہاز ایک سو بیس منتخب آدمی افریقہ کے ساحل پر روانہ کئے اور انہیں یہ ہدایت دی کہ وہاں وہاں رہنے والے لوگوں کو ونڈالوں کے خلاف بغاوت پر اکسائیں اور یہ افواہ پھیلا کہ سارڈینیا جو ان دنوں ونڈالوں کے پاس تھا وہاں کے گورنر نے بغاوت کر دی ونڈالوں کے خلاف قسطنطنیہ سے امداد طلب کر لی ہے۔

چنانچہ وہ ایک سو بیس آدمی افریقہ پہنچے اور انہوں نے ونڈالوں کے خلاف اور رو کے حق میں کام کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کے بعد جلد ہی جسٹینین نے اپنے سالار ساریوس کو ونڈالوں پر حملہ آور ہونے کے لئے افریقہ کی طرف روانہ کر دیا۔

جس موسم میں رومنوں کا سالار بیلی ساریوس افریقہ پر حملہ آور ہونے کے لئے ہوا تھا اس موسم میں جہازوں کے ذریعے سمندر کو عبور کرنا آسان تھا۔ یہ موسم مئی سے تک تھا۔ اس کے بعد سمندر میں طوفان آنے شروع ہو جاتے تھے جن کی وجہ سے ایک دوسرے سے الگ ہو کر بکھر جاتے تھے۔

بیلی ساریوس کو افریقہ کی طرف روانہ کرتے وقت رومنوں کے شہنشاہ جسٹینین اسے پورے اختیارات سونپتے ہوئے کہہ دیا تھا، تمہارا ہر حکم میرا حکم سمجھا جائے گا۔ ساتھ ہی اپنے ایک لائق اور وفادار خواجہ سرا سالومن کو بھیج دیا تھا...... کیونکہ اندیشہ بیلی ساریوس کہیں افریقہ پہنچ کر خودسر نہ ہو جائے اور جسٹینین کے خلاف بغاوت نہ کر دے۔

قسطنطنیہ سے روانہ ہو کر بیلی ساریوس سسلی پہنچا۔ وہاں کے مشہور آتش فشاں ایٹنا کے سامنے لنگر انداز ہوا۔ اس کے پاس جسٹینین کی دی ہوئی رقوم کا وسیع ذخیرہ رقم کام میں لاتے ہوئے اس نے سسلی سے غلہ خرید کر اپنے جہازوں میں بھر لیا۔ ا علاوہ دوسری ضروریات کی اشیاء بھی لے لیں۔ اس کے بعد روانہ ہوا۔ ساتھ ہی ا اپنے آگے آگے کچھ تیز رفتار کشتیاں روانہ کر دیں جن کو یہ حکم دیا کہ وہ ونڈالوں کے بیڑے کے متعلق معلومات فراہم کریں۔

بیلی ساریوس کو حوصلہ افزاء خبریں ملیں۔ اس لئے کہ اس نے جو اپنے مخبر روا تھے وہ ایک غلام کو پکڑ کر لائے جو صرف تین روز پیشتر قرطاجنہ سے آیا تھا۔ اس کہ ونڈالوں کو رومنوں کے حملوں کے متعلق کوئی اطلاع نہیں۔ ونڈالوں کے لشکری

ملک چکر لگا رہے ہیں جبکہ ان کا بحری بیڑہ سمندر کے اندر بحری قزاقوں کے تعاقب میں لگا ہوا ہے۔

یہ حقیقت بھی تھی کہ ان دنوں ونڈالوں کا بحری بیڑہ اپنے ہزاروں لشکریوں کے ساتھ بحری قزاقوں کا پیچھا کرتے ہوئے سارڈینیا کی طرف گیا ہوا تھا۔ جبکہ ونڈالوں کا ایک لشکر اپنے علاقوں کے جنوبی حصوں میں اٹھنے والی بغاوتوں کو ختم کرنے میں مصروف تھا۔

رومن اب بڑی تیزی سے کام کر رہے تھے۔ بیلی ساریوس نے چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں اپنے کارندے قرطاجنہ کی طرف روانہ کئے جو ان دنوں ونڈالوں کا مرکزی شہر تھا۔ وہ تاجروں کا بھیس بدل کر وہاں پہنچ گئے اور وہاں کی مقامی آبادی کو چپکے چپکے آگاہ کر دیا کہ رومنوں کی عسکری قوت پہنچنے ہی والی ہے۔

دراصل رومن خود بھی ونڈالوں کے خلاف اعلانِ جنگ نہیں کرنا چاہتے تھے اس لئے کہ ان کے بھائی بند جو ان جیسے خانہ بدوش تھے ان دنوں سارڈینیا کے علاوہ اٹلی اور اسپین پر بھی قابض تھے۔ اور اگر رومن قسطنطنیہ سے نکل کر اعلانیہ ونڈالوں کے خلاف حرکت میں آتے تو ان کے خانہ بندوش بھائی بند بھی رومنوں کے خلاف اٹھ سکتے تھے۔ لہٰذا اپنا بحری بیڑہ افریقہ کی طرف لے جاتے ہوئے رومنوں نے یہ افواہ پھیلانا شروع کر دی تھی۔

’’ہمیں ونڈالوں سے جنگ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم تو اس جابر کا تختہ الٹ کر جو ونڈالوں پر حکمرانی کر رہا ہے جائز حکمران کو برسرِ اقتدار لانا چاہتے ہیں۔‘‘

دراصل ونڈالوں کا وہ سالار اور حاکم جس کا نام گیسرک تھا اور اپنے لشکر کو لے کر شمالی افریقہ میں داخل ہوا تھا، جس زمانے میں رومن افریقہ پر حملہ آور ہو رہے تھے اس سے چند برس پہلے گیلیمر نام کے ایک سالار نے گیسرک کی نسل سے جو حکمران تھا اسے محروم کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا تھا۔ لہٰذا رومن اس بہانے سے افریقہ کی طرف بڑھے کہ وہ غاصب گیلیمر کو معزول کر کے حکومت اصل حقدار کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔

رومنوں کو قوی اُمید تھی کہ وہ فاتح رہیں گے اور ونڈالوں پر کامیابی حاصل کریں گے۔ اس لئے کہ بیلی ساریوس جو لشکر لے کر جا رہا تھا اس میں صرف رومن ہی شامل نہ تھے بلکہ اس میں جنگجو اور خونخوار ایشیائی ہن بھی شامل تھے جو ایشیا سے نکل کر بحر اسود کے پاس ہا کر آباد ہو گئے تھے اور اب رومنوں کے لشکر میں کام کرنے لگے تھے۔

ونڈال اس وقت بڑی طاقت اور قوت رکھتے تھے۔ لہٰذا افریقہ میں وارد ہونے اور

وہاں اپنی حکومت قائم کرنے کے بعد انہوں نے ایک حماقت کی۔ انہیں چونکہ سمندر مشرق کی طرف سے کسی قوم کے حملے کا اندیشہ نہ تھا لہٰذا انہوں نے قرطاجنہ کے علاوہ شہروں کی فصلیں گرا دی تھیں۔ چنانچہ افریقہ پہنچ کر بیلی ساریوس نے فیصلہ کرلیا وندالوں کے بحری بیڑے کے پہنچنے سے پہلے ہی قرطاجنہ کی شہر پناہ کے اندر پہنچ جانا چاہیے۔

چنانچہ ساحل پر اترنے کے بعد رومن جب قدیم، پرانے شہر قرطاجنہ سے دس کے فاصلے پر تھے کہ وندالوں کا ایک لشکر ان کے سامنے آیا۔ دونوں لشکروں میں ٹکراؤ گھمسان کا رن پڑا۔

اس مہم میں اگر صرف رومن ہی ہوتے تو یقیناً وندالوں کے مقابلے میں بیلی سار کو بدترین شکست ہوتی اور وہ افریقہ سے بھاگنے پر مجبور ہو جاتا۔ لیکن بیلی ساریوس لشکر میں ایشیا کے خونخوار اور جنگجو ہن قبائل کے باقاعدہ لشکر بھی تھے جو ہر وقت غارت کے انتظار میں رہتے تھے۔ افریقہ پہنچ کر ان ہنوں کی نظریں وندالوں کے سنہری سامان اور اعلیٰ ہتھیاروں پر پڑیں تو انہوں نے ان سب چیزوں پر قبضہ کرتے ہوئے توڑ کر لڑنا شروع کیا اور وندالوں پر تیروں کا مینہ برسانا شروع کر دیا۔

جس وقت جنگ اپنے عروج پر پہنچی تو ایک بار وندالوں کے سالار نے بیلی سا کو شکست دے کر پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس موقع پر وندالوں کے سالار سے ح ہوئی۔ اس نے یہی خیال کیا کہ لڑائی ختم ہوگئی ہے اور وہ اپنے زخمی اور جنگ میں آنے والوں کی دیکھ بھال اور تدفین کے انتظام میں لگ گیا۔ اس کی اس مصروفیت بیلی ساریوس نے فائدہ اٹھایا۔ پلٹ کر اس پر حملہ کیا۔ چنانچہ وندالوں کا سپہ سالار یہ کہ رومنوں کو کوئی اور کمک آ گئی ہے۔ چنانچہ وہ بھاگ نکلا۔ اس طرح قرطاجنہ پر رو کا قبضہ ہوگیا۔

بھاگتے ہوئے وندال اپنے ہی ساتھیوں کے ہاتھوں کچلے گئے۔ ان کی شکس ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ پہلے جیسے جنگجو نہیں رہے تھے۔ افریقہ کی دولت اور عیش نے نے انہیں تن آسان بنا دیا تھا۔ انہیں جب شکست کے بعد ہوش آیا تو وہ قرطاجنہ کی سے گزر کر شہر میں نہ پہنچ سکتے تھے جو اب بیلی ساریوس کے قبضے میں تھا۔

موسم سرما میں بیلی ساریوس نے ان کی لشکر گاہ پر شدید حملے کیے اور ان کا سالا پہاڑوں میں بھاگ گیا۔ یوں جنگ ختم ہوگئی۔

ان وندالوں سے متعلق مشہور رومن مؤرخ پروکوپلیس لکھتا ہے:

"یہ وندال ہر روز حمام پہنچ کر غسل کے عادی ہو چکے تھے۔ خشکی اور تری کی بہترین اشیائے خوردنی ان کے دسترخوانوں میں موجود ہوتی تھیں۔ وہ سنہری زیور اور ایرانی ریشم پہنتے تھے اور گھڑ دوڑ میں وقت صرف کرتے یا شکار کھیلتے رہتے۔ امراء اپنے باغوں میں پُرتکلف دعوتوں کا اہتمام کرتے جہاں رقص و سرود کی محفلیں گرم ہوتیں اور بھانڈ نقلیں اتارتے۔ غرض وہ ہر اس مصروفیت کے خواہاں رہتے جو جنسی تحریک کے سروسامان پہنچا سکتی تھی۔"

وندالوں کا بحری بیڑہ سارڈینیا سے اس وقت پہنچا جس وقت ان کے مرکزی شہر جنہ پر رومنوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ لہٰذا وہ بحری بیڑہ بندرگاہ پر رومنوں کے قبضے کو دیکھ کر ارہ گیا۔ بیلی ساریوس اور اس کے لشکریوں کی خوش قسمتی کہ انہوں نے وندالوں کے بیڑے پر بھی قبضہ کرلیا تھا۔

جب قرطاجنہ کی فتح کی خبر بیلی ساریوس نے اپنے شہنشاہ جسٹینین کو بھیجی تو اس نے حکم ہ سمندر میں جس قدر جزیرے ہیں اور ساحل پر جس قدر بڑی بڑی بندرگاہیں ہیں پر قبضہ کرلیا جائے۔ چنانچہ بیلی ساریوس نے کارسیکا، سارڈینیا اور طرابلس یعنی اپا پر پرچم لہرا دیئے تھے۔ چنانچہ جب جہاز رانی کا موسم آیا تو بیلی ساریوس نے بیک خشکی اور تری کی مہم کا انتظام کیا اور رومن لشکر مغرب تک پھیل گیا۔ اس طرح بحیرہ ومن سلطنت کے تسلط میں چلا گیا۔

وندالوں کو شکست دینے کے بعد رومن اپا یعنی طرابلس، بائز اسیم یعنی مشرقی تیونس، ریا یعنی مغربی تیونس اور مشرقی الجزائر ماریطانیہ یعنی مغربی الجزائر اور مراکش سب پر رلیا تھا۔ یوں افریقہ کے ان علاقوں پر جہاں پہلے کبھی رومنوں کی حکومت تھی اور بعد ندالوں نے قبضہ کرلیا تھا ان پر دوبارہ قبضہ کرنے کے بعد وہاں ایک حاکم مقرر کیا ر وندالوں پر حملہ آور ہونے سے جس قدر اشیاء ملی تھیں انہیں بحری بیڑے میں لاد کر اریوس افریقہ سے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوگیا تھا۔

اہل قسطنطنیہ نے جس گرم جوشی سے اپنے سالار بیلی ساریوس کا خیر مقدم کیا اس کو جسٹینین کے دل میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ تاہم اس نے بیلی ساریوس کی اس کو برداشت کیا۔ افریقہ سے آتے ہوئے بیلی ساریوس اپنے ساتھ وندال حکمران اور

شہزادے بھی لایا جنہیں زنجیریں پہنا رکھی تھیں اور ان کے پیچھے چھکڑے تھے ج
نہایت قیمتی مال و متاع بھرا ہوا تھا۔ ایک چھکڑے کے ساتھ ساتھ راہب ننگے پاؤ
رہے تھے۔ اس چھکڑے میں ہیکل سلیمانی کے تبرکات رکھے ہوئے تھے جو یروشلم
پہنچے تھے اور وہاں سے وندال لوٹ مار کر کے افریقہ لے گئے تھے۔ ان تبرکات میں
شاخہ شمع دان، نذر کی روٹیوں کی میز (یہ بارہ روٹیاں ہوا کرتی تھیں جو صبح کو ہیکل
میں رکھ دی جاتی تھیں)، شہادت کا صندوق اور سرپوش اور کچھ دیگر تبرکات تھے جو
سے تعلق رکھتے تھے۔

شمالی افریقہ کے علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد وندالوں نے چونکہ پہلے سے آ
وندالوں اور گاتھوں کا قتل عام نہیں کیا تھا اور جن علاقوں میں وہ آباد تھے انہ
عملداری میں آباد رہنے کے لئے چھوڑ دیا تھا چنانچہ عقبہ بن نافع اپنے لشکر کے سا
مہموں کی ابتدا کرنے کے لئے جن تین شہروں کی ابتدا کر رہا تھا ان میں سے اپا ا
پر تو وندالوں کی گرفت تھی جبکہ تیسرا شہر وحشی اور جنگجو گاتھوں کی گرفت میں تھا۔

◎.....◎

★★★

عقبہ بن نافع اپنے لشکر کے ساتھ آندھی اور طوفان کی طرح برق رفتاری سے قدیم شہر اپا کا رخ کئے ہوئے تھا۔

دوسری طرف رومنوں کے تینوں شہر اپا، صبراتہ اور بلتس میں جو ان کے لشکر تھے انہیں مسلمانوں کے حملہ آور ہونے اور اپا کی طرف پیش قدمی کرنے کی اطلاع ان کے مخبروں نے کر دی تھی لہٰذا تینوں شہروں کے اندر جو رومنوں کے لشکر تھے وہ اپنے اپنے شہروں کے اندر محصور ہو کر رہ گئے تھے۔

تینوں شہروں کو کیونکہ وندالوں کی حکومت کا خاتمہ ہونے کے بعد رومنوں نے فصیل دار شہر بنا دیا تھا لہٰذا اپا کے اندر جنگجو وندال، رومن اور عام لوگ جن کا تعلق زیادہ تر وندالوں سے ہی تھا اور اپنی جگہ پر مطمئن تھے۔

ان کے اطمینان کی دو وجوہات تھیں۔

اول یہ کہ وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کا جو لشکر اس وقت افریقہ میں کام کر رہا ہے ان کے پاس منجنیقیں نہیں ہیں۔ بغیر منجنیقوں اور سنگ باری کے وہ فصیل کے کسی حصے کے اندر نہ شگاف پیدا کر سکتے ہیں نہ کوئی حصہ گرا سکتے ہیں۔

دوسری اطمینان کی بات وندالوں اور رومنوں کے لئے یہ بھی تھی کہ وندال اور رومنوں نے رال، گندھک اور قلمی شورے کو ملا کر ایک آتش گیر مادہ تیار کر لیا تھا۔ یہ آتش گیر مادہ وہ حملہ آوروں پر پھینکتے اور یہ آگ پانی سے بھی بجھنے والی نہ تھی بلکہ خوب بھڑکتی تھی۔ اسے وہ آتشِ میڈیا کا نام دیتے تھے۔

اپا پہنچ کر اپنے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد عقبہ بن نافع نے ذرا فاصلے پر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا۔ اپا شہر سے فاصلہ اتنا رکھا گیا کہ اگر شہر کی فصیل کے اوپر سے تیر چلائے جائیں تو مسلمانوں کے پڑاؤ تک نہ پہنچ پائیں۔

جب پڑاؤ قائم ہو گیا اور سورج غروب ہونے کو جا رہا تھا تب عقبہ بن نافع نے اپنے سارے بڑے چھوٹے سالاروں کو اپنے خیمے میں طلب کر لیا تھا۔ جب سالار اس کے پاس جمع ہو گئے تب انہیں مخاطب کرتے ہوئے عقبہ بن نافع کہہ رہا تھا۔

”عزیزانِ دیرینہ! اپا شہر کی طرف آتے ہوئے راستے میں، میں نے اس پر حملہ آور ہونے کے لئے ایک طریقہ کار سوچا تھا۔ اس کا اظہار میں تم سے کرتا ہوں .... تم لوگ بھی جانتے ہو، میں بھی جانتا ہوں ہن، ونڈال، رومن، گال اور گاتھ یہ پانچوں اقوام رال، گندھک اور قلمی شورے کو ملا کر آتش میڈیا کی صورت میں دشمنوں پر آتش باری کرتے ہیں اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اپا پر حملہ آور ہونے میں، میں تاخیر سے کام نہیں لوں گا۔ اس لئے کہ ہمارے اس طرح ادھر آنے اور ان شہروں پر حملہ آور ہونے کی خبریں یقیناً رومنوں کے تین بڑے شہروں قرطاجنہ، یوتیکا اور ہپو تک پہنچ چکی ہوں گی۔ لہٰذا ان علاقوں میں ان کے جو لشکر ہیں اپا کی مدد کے لئے ضرور رومن ہمارا مقابلہ کرنے کے لئے ایک بہت بڑا لشکر تیار کریں گے۔

(ان تین شہروں میں سے قرطاجنہ اور یوتیکا تو قدیم کنعانی عربوں ہی کے آباد کردہ شہر تھے۔ جہاں تک تیسرے بڑے شہر ہپو کا تعلق ہے تو اسے رومنوں کے سینٹ آگسٹس نے آباد کیا تھا اور آج کل یہ شہر الجزائر کا ایک ساحلی شہر ہے اور اس کا نام ان دنوں بونا ہے)

اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے عقبہ بن نافع پھر کہہ رہا تھا۔

”عزیز ساتھیو! آج عشاء کی نماز کے بعد لشکریوں کو آدھی رات تک ستانے کا موقع فراہم کیا جائے گا۔ آدھی رات کے بعد ہم اپنے کام کی ابتدا کریں گے۔ اس وقت تک شہر کے اندر جو رومنوں اور ونڈالوں کا لشکر ہے وہ بھی سمجھ جائے گا کہ ہم آج ہی آئے ہیں۔ لہٰذا آج ہی اپنے حملوں کی ابتدا نہیں کرنا چاہتے۔ آدھی رات تک جب حملوں کی ابتدا نہ ہو گی تو فصیل کے برجوں کے اندر جو پہرے دار ہیں وہ بھی غفلت میں ڈوب جائیں گے اور وہ بھی سمجھیں گے کہ شاید ہم اپنے لشکر کو چند دن ستانے اور آرام کروانے کے بعد اپنے کام کی ابتدا کریں گے۔

رومنوں اور ونڈالوں کی اسی غلط فہمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے خداوند نے چاہا تو کل کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے ہم اپا شہر کو اپنی گرفت میں کرنا چاہتے ہیں۔ لشکر چار برابر حصوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ ایک حصہ میرے پاس، دوسرا حصہ محمد بن اوس کی

کمانداری میں اور تیسرا حصہ نعیم بن حماد کی سالاری میں اور لشکر کا چوتھا حصہ سقانہ کے تحت ہو گا۔

آدھی رات تک لشکر کے سارے حصے پڑاؤ کے اندر قیام کئے رہیں گے۔ پڑاؤ کے اندر روشنی جلتی رہے گی اور پڑاؤ کے اردگرد جو حسب سابق ہمارے محافظ ہوتے ہیں وہ بھی چکر لگاتے رہیں گے تاکہ فصیل کے اوپر جو دشمن کے پہرے دار ہیں وہ یہی سمجھیں کہ ہمارا لشکر آرام کر رہا ہے اور لشکر کے محافظ پڑاؤ کے اردگرد مستعد اور بیدار رہیں۔

آدھی رات کے بعد چاروں لشکر حرکت میں آئیں گے۔ جس جگہ پڑاؤ ہے میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ یہیں رہوں گا۔ لشکر کے باقی تینوں حصے پڑاؤ سے نکل کر شہر کی مخالف سمت جائیں گے اور ایک لمبا چکر اور کاوا کاٹتے ہوئے اپنے اپنے حملہ آور ہونے کی جگہ کا رخ کریں گے۔

جہاں تک سقانہ کا تعلق ہے یہ اپا شہر کے بائیں جانب، نعیم بن حماد دائیں جانب اور میرا عزیز بھائی محمد بن اوس اپا شہر کے بالکل میری مخالف سمت ہو گا۔ اس سمت محمد بن اوس کو بھجوانے میں ایک مصلحت بھی ہے جس کی تفصیل میں ابھی تم لوگوں سے کہتا ہوں۔

سب سے پہلے میں فصیل پر حملہ آور ہونے کی ابتدا کروں گا۔ جس وقت حملے کی ابتدا کروں گا فضاؤں کے اندر جلتے پروں کا ایک تیر چھوڑوں گا جو تم تینوں کے لئے اشارہ ہو گا کہ میں اپنے کام کی ابتدا کرنے لگا ہوں .... میرے حملہ آور ہونے سے کچھ دیر بعد تک تم تینوں لوگ بالکل خاموش اور بے حس و حرکت رہو گے تاکہ دشمن کو یہ تاثر دیا جا سکے کہ جس طرف ہم نے پڑاؤ کیا ہے اس سمت سے ہمارا پورا لشکر فصیل پر حملہ آور ہوا ہے۔ اس کا ہمیں فائدہ یہ ہو گا کہ فصیل کی دوسری سمتوں سے لشکری سمٹ کر میری طرف لپکیں گے تاکہ ہمارے کسی لشکری کو فصیل کے اوپر نہ چڑھنے دیں۔

میں اپنے لشکریوں کے ساتھ بار بار شہر کی فصیل پر سیڑھیاں پھینکتے ہوئے دشمن کو یہ تاثر دوں گا کہ ہم فصیل کے اوپر چڑھ کر شہر کو فتح کرنا چاہتے ہیں لیکن میرا کوئی لشکری فصیل پر نہیں چڑھے گا۔ اور جو بھی لشکری رسوں کی سیڑھیوں سے اوپر جائیں گے وہ اپنے سروں پر ڈھالیں باندھ رکھیں گے تاکہ دشمن کی تیر اندازی یا ان کی آتش باری ہم پر کوئی اثر نہ کرے۔

کچھ دیر تک یہ کھیل کھیلا جاتا رہے گا۔ اس کے بعد سقانہ اور نعیم بن حماد دونوں اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اس وقت حملہ آور ہوں گے جب میں جلتے پروں کا دوسرا تیر

فضا میں بلند کروں گا۔ اس طرح تین اطراف سے حملے شروع ہو جائیں گے۔ یہ حملے کچھ دیر تک جاری رہیں گے۔ دشمن کو کچھ دیر تک ہم اپنے ساتھ خوب مصروف رکھیں گے۔ نہ میری طرف سے کوئی لشکری فصیل پر چڑھنے کی کوشش کرے گا نہ سقانہ اور نعیم بن حماد کی طرف سے کوئی ایسا کرے گا۔

کچھ دیر جب جنگ کا ایسا ہی سماں رہے گا تو دشمن یقیناً اس طرف کم توجہ دے گا جس طرف میرا بھائی محمد بن اوس اپنے لشکر کے ساتھ ہوگا۔ چنانچہ جب میں تیسرا جلتے پروں تیر فضا میں بلند کروں گا تب محمد بن اوس اپنے کام کی ابتدا کرے گا۔ اب محمد بن اوس نے اپنے لشکریوں کے ساتھ کوشش کرنی ہے کہ وہ فصیل پر چڑھ جائے اور ایسا محمد بن اوس اپنے پہلے حملے ہی میں کرے گا تاکہ دشمن کو اس کی طرف سمٹنے کا موقع ہی نہ ملے۔

جب محمد بن اوس کے لشکری فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو جائیں گے تو یاد رکھئے دشمن اپنی پوری طاقت کو اس سمت پلٹے گا۔ اس صورت میں ہم تینوں میں سے جو بھی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو جائے وہ چڑھ جائے اور جس کو بھی موقع ملے شہر پناہ سے اتر کر شہر کا کوئی دروازہ کھول دے۔ اور جو بھی دروازہ کھلے سارے لشکری شور کر ہوئے ایک دوسرے کو مطلع کریں کہ فلاں دروازہ کھل گیا ہے۔ تاکہ جو لشکری فصیل سے باہر رہ گئے ہوں اسی دروازے کے ذریعے شہر میں داخل ہو کر دشمن پر آخری ضر لگائیں۔ میرے خیال میں اگر ہم اس طریقہ کار پر عمل کریں تو صبح کا سورج طلوع ہو سے پہلے پہلے اپنا شہر کو فتح کر کے ہم اس پر اپنی گرفت مضبوط اور مستحکم کر سکتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عقبہ بن نافع نے جب اپنے سالاروں کی آراء جاننے لئے کہا تب سب نے اس کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔

اتنی دیر تک پڑاؤ میں مغرب کی اذان ہوگئی تھی۔ جس کے جواب میں سب نماز لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

●●●

رات آدھی کے قریب جا چکی تھی۔ شب کے پہلے حصے کی فسوں خیز چاندنی کہکشاں کی پرچھائیاں روپوش ہوگئی تھیں۔ چاروں طرف محشرِ ظلمات کے سے سائے کرنے لگے تھے۔ لہراتی تاریکیوں اور نیند کے خمار میں وقت کی گردش کے اندر سرگر ستارے اپنی اپنی منزلوں کی طرف رواں دواں تھے۔

ایسے میں عقبہ بن نافع کے پڑاؤ کے اندر ہلچل برپا ہوئی۔ لشکر کے چاروں

حرکت میں آئے تھے لیکن ہر کوئی خاموشی سے اپنا کام کر رہا تھا۔ محمد بن اوس، سقانہ اور نعیم بن حماد اپنے لشکروں کو لے کر اپنے اپنے ہدف کی طرف روانہ ہو گئے تھے جبکہ عقبہ بن نافع ان کے وہاں پہنچنے تک انتظار کرنے کے لئے پڑاؤ کے اندر ہی رہا تھا۔

عقبہ بن نافع کو جب یقین ہو گیا کہ اس کے سالار اپنی اپنی جگہ پہنچ کر اپنے لشکر کو استوار کر چکے ہوں گے تب اس نے اپنے کام کی ابتدا کی۔

دوسری طرف محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور سقانہ اپنے حصے کے لشکریوں کے ساتھ فصیل سے کافی دور تاریکی میں رہے تھے .... تاکہ فصیل پر پہرہ دینے والے انہیں دیکھ نہ سکیں۔

اس کے بعد وقت کی جاگتی آنکھ نے دیکھا عقبہ بن نافع کی طرف سے جلتے پروں کا ایک تیر فضا میں بلند ہوا تھا۔ یہ محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور سقانہ کو اشارہ تھا کہ عقبہ بن نافع فصیل پر حملہ آور ہونے کے لئے اپنے کام کی ابتدا کرنے لگا ہے۔

اس کے بعد عقبہ بن نافع نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا۔ اس کے لشکر کی اگلی صفوں کے لشکریوں نے اپنے سروں پر ڈھالیں باندھ لی تھیں تاکہ فصیل کے اوپر سے ان پر تیر اندازی یا آتش باری کی جائے تو وہ محفوظ رہ سکیں۔

اب عقبہ بن نافع اور اس کے حصے کے لشکری بار بار فصیل کے اوپر رسوں کی سیڑھیاں پھینکتے ہوئے آندھیوں کے غضب ناک جھکڑوں، سانسوں میں پھندے بن جانے والے گرم بیابانوں کے ریگزاروں اور پُر سطوت و با جبروت فطرت کے جلال کی طرح حملہ آور ہونے لگے تھے۔

عقبہ بن نافع اور اس کے لشکری بار بار آگے بڑھ کر فصیل پر چڑھنے کی کوشش کرتے لیکن اپنا ارادہ ترک کر کے پھر پیچھے ہٹ جاتے۔ انہوں نے فصیل کے اوپر دشمنوں کے جو لشکری تھے انہیں اپنے ساتھ مصروف رکھنے کے لئے ایک انوکھا کھیل شروع کر دیا تھا۔

کچھ دیر یہ کھیل جاری رہا اور عقبہ بن نافع نے جو منصوبہ بنایا تھا اس پر عمل بھی ہوتا رہا اس لئے کہ فصیل کے اوپر پہرہ دینے والے لشکری یہی سمجھنے لگے کہ مسلمانوں کے پورے لشکر نے فصیل پر دھاوا بول دیا ہے۔ لہٰذا فصیل کے دوسرے اطراف سے بھی لشکری سمٹ کر اس طرف آنے لگے تھے۔ اس کے علاوہ شہر کے اندر جو لشکر تھا وہ بھی چوکس اور مستعد ہو گیا تھا۔

کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا۔ اس کے بعد اچانک ایک اور انقلاب رونما ہوا۔ بائیں

طرف سے سقانہ خوفناک سیاہ رات کی تاریکی میں ہولناک طاقت ور موت، شعلوں
بے تابی اور قہر برساتے رقصاں عذاب کی طرح فصیل پر عقبہ بن نافع ہی کی طرح حملہ
ہونے لگا تھا۔

اس کے ساتھ ہی نعیم بن حماد بھی حرکت میں آ چکا تھا اور اس نے بھی زمین کے بل
سے اُٹھتے پُر عذاب لمحوں، موت کے سایوں کو استوار کر کے اضطراب کے بدترین عذاب
کھڑے کرتی انوکھی اور پراسرار قوتوں کی طرح فصیل کے محافظوں پر ضربیں لگانا شروع
کر دی تھیں۔

اب تین اطراف سے فصیل پر حملے شروع ہو گئے تھے۔ اس طرح فصیل کے
محافظوں کے دلوں کے رابطے، قلب کی حرارت اور روح وجسم کا قرار اور عزائم کے سلسلے
ختم ہونے لگے تھے۔ تین اطراف سے وحشت کی برق کی طرح مسلمان حملہ آور ہو
لگے تھے جبکہ سیاہ رات اپنے شانوں پر تاریکیاں سجائے اس تبدیلی پر مسکراتی ہوئی بھاگی
رہی تھی۔

کچھ دیر تک شہر کے تین اطراف میں حملے زور وشور سے ہوتے رہے۔ چوتھی طرف
محمد بن اوس نے جب دیکھا کہ اس کی سمت سے محافظ سمٹ کر باقی تین اطراف کی طرف
چلے گئے ہیں تب محمد بن اوس کے تحت کام کرنے والے آندھیوں میں چراغ جلانے ا
حدی خوانوں کی جولان گاہیں مزین کرنے والے کھلی آستینوں والے عرب موت
گرداب اور فنا اور نیستی کے طوفانوں کی طرح حرکت میں آئے تھے۔ آن کی آن میں
فصیل کے اوپر رسوں کی سیڑھیاں پھینک دی گئی تھیں اور پھر بڑی تیزی سے محمد بن اوس
کے لشکری فصیل پر چڑھنے لگے تھے۔ محمد بن اوس خود بھی فصیل پر چڑھ گیا تھا۔

اس وقت کیونکہ فصیل کے محافظ کم تھے لہٰذا محمد بن اوس کے لشکریوں نے لمحوں
اندر ان کا خاتمہ کر دیا تھا۔

اتنی دیر تک دوسری سمت بھی پتہ چل گیا تھا کہ کچھ مسلمان فصیل پر چڑھنے میں
کامیاب ہو گئے ہیں۔ لہٰذا دوسری سمتوں سے لشکری ادھر اُمڈنے لگے تھے۔ ساتھ ہی
کے اندر سے بھی کچھ لشکری فصیل پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ ایسی صورت حال
پر محمد بن اوس اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ صحرا کے ذرے ذرے میں قضا اور مرگ
آزار بھرتے اور زیست کی راہ گزر پر بے روک عذابوں کی کندہ کاری کرنے والے
عذابوں کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑا تھا۔

محمد بن اوس کا پورا لشکر اب فصیل پر چڑھ گیا تھا۔ فصیل کے محافظوں نے اور وہ
ی جو شہر کے اندر تھے انہوں نے اپنی پوری قوت اور طاقت صرف کرتے ہوئے محمد
اوس کے لشکریوں کا خاتمہ کرنے یا انہیں فصیل سے نیچے پھینکنے کی بھرپور کوشش کی۔ لیکن
بن اوس اور اس کے لشکری اندھا کر دینے والی آویزش اور پیکار کی طرح ان پر ٹوٹ
ے تھے اور دشمن کا جو بھی لشکری ان کے سامنے آتا وہ ان کی ذہنی رفعتوں اور ان کی
نی طلب کو ریت کے گھروندوں کی طرح ختم کرنے لگے تھے۔

فصیل پر پہرہ دینے والے وندالوں اور رومنوں کو جب خبر ہوئی کہ مسلمانوں کے لشکر
یک حصہ فصیل پر چڑھ گیا ہے تب انہوں نے اپنا پورا زور، اپنی پوری طاقت اس طرف
ے کرنا شروع کر دی تھی۔ اس سے سقانہ، عقبہ بن نافع اور نعیم بن حماد کے لشکریوں
بھی فائدہ اٹھایا اور بہت سے فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے اور پھر مار دھاڑ
تے ہوئے فصیل سے نیچے اُترنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ ان کے ایسا کرنے پر محمد
اوس اور اس کے لشکریوں پر بھی زور کم ہو گیا تھا لہٰذا وہ بھی پیش قدمی کرتے ہوئے
صیل پر پہرہ داروں کا خاتمہ کر کے نیچے اترنے لگے تھے۔

پھر زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ شہر پناہ کے کئی دروازے کھول دیئے گئے اور جو لشکری
وقت باہر تھے وہ سب شہر میں داخل ہو گئے تھے۔

کچھ دیر تک شہر کے اندر گھمسان کا رن پڑا۔ آخر شہر کے اندر رومنوں اور وندالوں کا
رتھا اس کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا...... اور جس وقت سورج مغرب سے طلوع
ا اس نے اپنی چمکتی آنکھوں سے شہر پر وندالوں اور رومنوں کی بجائے مسلمانوں کا
یکھا تھا۔

وندالوں کو جب خبر ہوئی کہ مسلمانوں نے شہر پر قبضہ کر لیا ہے تب شہر کے معززین
بن نافع کی خدمت میں حاضر ہو کر امان طلب کرنے لگے تھے۔ شہر کے محافظ زیادہ تر
ے گئے تھے اور جو بچے تھے وہ بھاگ کر اپنے گھروں میں دبک گئے تھے۔ اس طرح
لک شہر کے اندر امن وامان قائم ہو گیا تھا۔ یوں عقبہ بن نافع نے اپا کو فتح کرنے
ند اس کا نظم ونسق درست کرنا شروع کر دیا تھا۔

اپا کی فتح کے دو دن بعد عقبہ بن نافع نے اپنے سارے سالاروں کے ساتھ مشورہ
اس کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ اپا میں دشمن کی جس قدر قوت تھی اسے کچل مسل دیا گیا
چونکہ اپا پر اب مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا ہے لہٰذا اپا سے نکل کر بلتس شہر پر حملہ آور ہونا

چاہئے۔ بلتس بھی ان دنوں وندالوں ہی کے قبضے میں تھا۔ اس کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا
بلتس کو فتح کرنے کے بعد صبرانہ شہر کا رخ کیا جائے جہاں خونخوار گاتھ آباد تھے اور
گاتھوں کے علاوہ رومنوں کا بھی ایک خاصا بڑا لشکر تھا۔

جس وقت عقبہ بن نافع اپنے سارے سالاروں کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو کر
تھا اسی وقت مسلمانوں کے تین مخبر اس جگہ پہنچے جہاں عقبہ بن نافع اپنے سالاروں کے
ساتھ محو گفتگو تھا...... اپنے مخبروں کو دیکھتے ہوئے عقبہ بن نافع ہی نہیں باقی سالار بھی
چونکے تھے۔

عقبہ بن نافع نے گفتگو کا سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر آنے والے مخبروں کو مخاطب کر کے
کہنے لگا۔

''کیا تم ہمارے لئے کوئی اچھی بری خبر رکھتے ہو؟''

عقبہ بن نافع کے اس استفسار پر ان تین میں سے ایک اسے مخاطب کر کے کہنے لگا

''امیر محترم! ہم آپ سے یہ کہنے آئے ہیں کہ دو اور بڑے بڑے لشکر ہمارا مقابلہ
کرنے کے لئے بڑی برق رفتاری سے ان علاقوں کا رخ کئے ہوئے ہیں۔''

وہ مخبر یہیں تک کہنے پایا تھا کہ عقبہ بن نافع نے انہیں مخاطب کر کے پوچھ لیا۔

''وہ دو لشکر کون سے ہیں، کس کے ہیں اور کس کس سمت سے آ رہے ہیں؟''

''امیر محترم! ایک لشکر تو رومنوں کا ہے جو قرطاجنہ کی طرف سے آ رہا ہے......
لشکر میں رومنوں کے دو بہترین سالار ہرکولیس اور اسارین ہیں اور یہ دونوں ہی اس
کی کمانداری کر رہے ہیں۔ اور پھر عجیب بات یہ ہے کہ اس لشکر میں بہت سی
لڑکیاں بھی ہیں جو لڑائی کے دوران اپنے لشکریوں کو للکارتے ہوئے ان کا حوصلہ بڑھا
گی۔ مزید یہ کہ اس لشکر میں قسطنطنیہ کے شہنشاہ کی بیٹی سدیکا اور افریقہ میں رومنوں
حکمران گریگوری کی بیٹی فلورنس بھی شامل ہیں۔ اور یہ دونوں لشکر میں شامل عورتوں
راہنمائی کر رہی ہیں۔ یہ لشکر بڑی برق رفتاری کے ساتھ اپا کا رخ کئے ہوئے ہے۔
دوسرا لشکر بربروں کے سردار برانس کا ہے...... آپ جانتے ہیں کہ برانس ش
سے مسلمانوں کا سخت مخالف رہا ہے۔''

(مؤرخین برانس سے متعلق تفصیل سے لکھتے ہیں کہ وہ شروع سے لے کر آخر
مسلمانوں کے خلاف سخت دشمنی اور عداوت کا اظہار کرتا رہا تھا)

بولنے والا مخبر تھوڑی دیر رکا پھر کہنے لگا۔

''برانس کے لشکر میں ان گنت جنگجو بربر ہیں۔ اور وہ بھی بڑی برق رفتاری سے اپا کا
...ئے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ رومنوں اور ان کے حواریوں کو خبر ہو گئی تھی کہ آپ اپا پر
...ور ہو رہے ہیں...... لہٰذا رومن خود بھی حرکت میں آئے۔ ساتھ ہی برانس کو بھی
...شکر کے ساتھ اس سمت بڑھنے کا کہا۔ جس رفتار سے یہ دونوں لشکر اپا شہر کی طرف
...ہے ہیں اگر پیش قدمی کی یہ رفتار انہوں نے جاری رکھی تو ہمارا اندازہ ہے کل تک وہ
...پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب خاموش ہو گیا تب عقبہ بن نافع نے تینوں کا
...ادا کیا پھر انہیں آرام کرنے کے بعد اپنے کام میں لگ جانے کا حکم دیا۔ اس طرح
...وں مخبر جب چلے گئے تو عقبہ بن نافع گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ اس موقع پر محمد بن
...عقبہ بن نافع کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔

''امیر محترم! دشمن سے نمٹنے کے لئے میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے۔ وہ میں آپ
...گزارش کرتا ہوں...... اگر آپ اسے قابلِ عمل سمجھیں تو پھر اسے عملی صورت دی
...ے گی۔''

محمد بن اوس کے الفاظ پر عقبہ بن نافع چونکا تھا، کہنے لگا۔

''ابنِ اوس! کہو میرے بھائی تم کیا کہنا چاہتے ہو؟''

جواب میں ابنِ اوس پھر کہہ رہا تھا۔

''امیر محترم! میں چاہتا ہوں لشکر کے چار حصے کئے جائیں۔ اس سے پہلے صالح بن
...حنس بن عبداللہ صنعانی کو آپ نے اپنے حصے کے لشکر میں رکھا تھا۔ لیکن اب ہمیں
...میں تبدیلی کرنا ہو گی۔ اپا کو فتح کرنے کے لئے جو لشکر میری کمانداری میں تھا اسے
...ے پاس رہنے دیجئے اور میرے ساتھ نعیم بن حماد کو کر دیجئے۔ میں اور ابنِ حماد دونوں
...نوں کے اس لشکر کا رخ کریں گے جس میں ان کے سالار ہرکولیس اور اسارین ہیں۔
...اور نعیم بن حماد ان دونوں سے خوب نمٹیں گے۔

...بربر سردار برانس کی راہ روکنے کے لئے میرے خیال میں میرا عزیز اور محترم بھائی
...انہ کافی ہے۔ اور برانس کی طرف سقانہ کو روانہ کر دینا چاہئے۔ لشکر کا تیسرا آپ اپنے
...سالار رکھیں۔ جبکہ لشکر کا چوتھا حصہ صالح بن حریم اور حنس بن عبداللہ کی کمانداری میں دے
...با۔ امیر محترم! جب میں اور نعیم بن حماد رومنوں کی راہ روکنے، سقانہ برانس پر حملہ آور
...نے کے لئے یہاں سے کوچ کر جائیں گے تو آپ اور صالح بن حریم اپنے اپنے

لشکریوں کو لے کر اپا سے نکل کر ان شاہراہوں پر کسی مناسب جگہ پڑاؤ
شاہراہیں صبرانہ اور بلتس شہروں کو جاتی ہیں۔

ہم نے اپا میں جو دشمن کی طاقت اور قوت تھی اس کا مکمل طور پر خاتمہ کر
میں کوئی ایسی قوت نہیں جو ہمارے خلاف سرکشی اور بغاوت کا اظہار کرے۔ اس
پر ہمارا قبضہ پکا اور مستحکم ہے۔

اس وقت ہمیں خطرہ صبرانہ اور بلتس سے ہے .... جب میں رومنوں
ہرکولیس اور اساریں کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلوں گا اور سقانہ برانس کا رخ کر
بلتس اور صبرانہ میں جو گاتھوں، وندالوں اور رومنوں کے لشکر ہیں وہ ہمارے خلا
میں آ سکتے ہیں۔ ان دونوں شہروں کے اندر دشمن کے جو لشکر ہیں انہیں جب خ
مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے رومنوں کا ایک خاصا بڑا لشکر ادھر کا رخ
اور ساتھ ہی ایک لشکر کے ساتھ برانس بھی پیش قدمی کر رہا ہے تب ان کے ح
جائیں گے۔ وہ یہ منصوبہ بندی بھی کر سکتے ہیں کہ جس وقت میں رومنوں سے
برانس سے ٹکرائے تو دونوں شہروں کے لشکر ہم دونوں کی پشت پر حملہ آور ہو کر ہ
پہنچا سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں جب ان دونوں شہروں کی طرف جانے والی
پر ہمارے دو لشکر مناسب جگہ پڑاؤ کئے ہوں گے تو وہاں سے اگر کسی لشکر نے ن
نقصان پہنچانا چاہا تو آپ اور صالح بن حریم ان پر حملہ آور ہو کر انہیں واپس
شہروں میں جا کر محصور ہونے پر مجبور کر دیں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک عق
گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''ابنِ اوس! میرے بھائی! میں دیکھتا ہوں تم ہمیشہ اپنے لئے مشکل کام
کرتے ہو اور مجھے پیچھے رکھنے کی کوشش کرتے ہو۔ کیا ایسا کر کے تم........''

یہاں تک کہتے کہتے عقبہ بن نافع کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ مح
مسکراتے ہوئے بول اٹھا تھا۔

''امیرِ محترم! آپ عالمِ اسلام کے عظیم سالار ہیں .... میں ایسا اس لئے
کہ جو کام آپ کے نائب سالار کر سکتے ہیں وہ آپ کو کرنے کی کیا ضرورت
دشمن کی طاقت اور قوت کے خلاف اس وقت حرکت میں آئیں جب وہ طاقت
ہمیں رگیدتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کرے۔ میں آپ کو یقین دلا

یس اور اساریں کے لشکر کو میں یہاں سے کافی دور روکنے کی کوشش کروں گا۔ اور مجھے
ہے کہ میں انہیں ذلت آمیز شکست دوں گا۔ اس طرح میرا بھائی سقانہ بھی برانس پر
ں ہونے کی کوشش کرے گا۔

ہمارے جانے کے بعد اگر بلتس اور صبرانہ سے دشمن کے لشکر نکلیں تو آپ اور صالح
ریم ان پر حملہ آور ہو کر انہیں الٹے پاؤں بھاگنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ امیرِ محترم!
ے ذاتی خیال کے مطابق یہ تدبیر بری نہیں۔ تاہم اگر آپ اس کے علاوہ کچھ اور
تے ہیں تو اس پر عمل کیا جائے گا۔''

جواب میں عقبہ بن نافع مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میں اس کے علاوہ کچھ نہیں چاہتا۔ جو کچھ تم نے کہا ہے یہ آخری ہے۔ اس پر عمل
ائے گا۔''

پھر آپس میں صلاح مشورہ کرنے کے بعد محمد بن اوس ہرکولیس اور اساریں کی راہ
، کے لئے جبکہ سقانہ برانس پر ضرب لگانے کے لئے کوچ کر گیا تھا........ جبکہ شہر
رے اور چوتھے حصے کے ساتھ عقبہ بن نافع اور صالح بن حریم بھی اپنے اپنے حصے
ر کے ساتھ نکلے اور ان شاہراہوں پر بڑی مناسب جگہ انہوں نے گھات لگا لی تھی
راہیں صبرانہ اور بلتس شہر کو جاتی تھیں۔

◎......◎

★★★

چند فرسنگ آگے جانے کے بعد محمد بن اوس نے اپنے لشکر کو روک دیا تھا
پر نعیم بن حماد بڑے غور سے ابنِ اوس کی طرف دیکھنے لگا تھا، پھر دھیمے
مخاطب کر کے پوچھا۔

''عزیز بھائی! خیریت تو ہے...... لشکر کو آپ نے کیوں روک دیا ہے؟
سے دشمن کے آنے کے کوئی آثار بھی دکھائی نہیں دے رہے۔''

ابنِ حماد کے اس استفسار پر محمد بن اوس کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا۔ کچھ
اس کی طرف دیکھتا رہا پھر کہنے لگا۔

''میرے بھائی! ذرا اپنے بائیں جانب دیکھو۔''

نعیم بن حماد نے اپنے بائیں جانب دیکھا...... کچھ دیر وہ ماحول کا جائزہ
کہنے لگا۔

''بائیں جانب تو مجھے ریت کے بلند ٹیلوں کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دیتا
کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں؟''

ابنِ اوس مسکرایا اور کہنے لگا۔

''یہ ٹیلے ہی تو میں تمہیں دکھانا چاہتا تھا...... ان کو دیکھو، کوہستانی سلسلے
اونچے ہیں۔ اور دشمن سے نمٹنے کے لئے ہمارے لئے سود مند بلکہ بہترین
ہیں۔ ہم اب پیش قدمی نہیں کریں گے، اسی جگہ دشمن سے ٹکرائیں گے۔
ابنِ حماد! جو لشکر ہرکولیس اور اسارین کی سرکردگی میں آ رہا ہے وہ ہم
سے کئی گنا بڑا ہو گا۔ اور پھر ہمارے مخبر یہ بھی بتا چکے ہیں کہ لشکریوں کا حو
کے لئے اس لشکر کے اندر رومن لڑکیاں بھی ہیں۔ یہاں تک کہ افریقہ کے
حکمران گریگوری کی بیٹی کے علاوہ خود رومنوں کے شہنشاہ کی بیٹی بھی اس لشکر

کہ وہ اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھا سکیں اور اپنی فتح کو یقینی کر سکیں۔'' محمد بن اوس نے
ے غور سے ابنِ حماد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ اس کے بعد وہ ذرا توقف کے بعد
نا سلسلہ کلام جاری رکھے ہوئے تھا۔

''ابنِ حماد! میں لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرنے لگا ہوں...... آدھے لشکر کی
مانداری تمہارے پاس ہو گی اور جس جگہ اس وقت ہم کھڑے ہیں اس جگہ تم اپنے لشکر
کے ساتھ دشمن کے لشکر کو روکنا۔ میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بائیں جانب ٹیلوں کی
وٹ میں چلا جاؤں گا اور مناسب وقت پر وہیں سے نکل کر دشمن پر ضرب لگاؤں گا......
ور مجھے امید ہے کہ اس تدبیر سے ہم رومنوں کو بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو
جائیں گے۔''

ابنِ حماد کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی تھی۔ مسکرایا اور کہنے لگا۔

''یقیناً یہی وہ تجویز ہے جس کے تحت ہم رومنوں پر کاری ضرب لگا سکتے ہیں۔''

نعیم بن حماد کی تائید کرنے پر لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ایک حصے کے ساتھ ابنِ حماد وہیں کھڑا رہا جہاں محمد بن اوس نے اپنے لشکر کو روک کر اس سے گفتگو کی تھی اور دوسرے لشکر کو لے کر خود محمد بن اوس بائیں جانب کے بلند ریت کے ٹیلوں کی دوسری جانب چلا گیا تھا۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ سامنے کی طرف سے رومنوں کا لشکر آتا دکھائی دیا۔ اسے دیکھتے ہی نعیم بن حماد مستعد ہو گیا تھا۔ ساتھ ہی ریت کے ایک ٹیلے کے اوپر محمد بن اوس کے لشکر کے چند نگہبان کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے بھی رومنوں کے لشکر کو آتے دیکھ لیا تھا۔ لہٰذا وہ بھی ٹیلے سے اتر کر اوٹ میں چلے گئے تھے۔

رومنوں کا لشکر بڑے طمطراق کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ ان کو یہی امید تھی کہ انہیں اپا شہر کے نواح میں یا قریب جا کر مسلمانوں کے کسی لشکر سے پالا پڑے گا اسی بناء پر جہاں لشکر کے آگے ہرکولیس، اسارین اور کچھ دوسرے سالار تھے وہاں لشکر کے اندر شامل رومن لڑکیاں بھی ان کے پیچھے پیچھے تھیں۔ جنگ کو تماشا سمجھتے ہوئے وہ اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے شامل ہو گئی تھیں۔

رومنوں کا لشکر جب اس جگہ آیا جہاں نعیم بن حماد ان کی راہ روکے کھڑا تھا تب ہرکولیس اور اسارین دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے لشکر کو روک دیا۔ اس موقع پر حسین اور خوبصورت سنیکا اور پُر جمال فلورنس دونوں اپنے گھوڑوں کو بھگاتی

ہوئی ہرکولیس اور اساریں کے پاس آئیں۔ پھر سیدیکا ہرکولیس کو مخاطب کر کے کہنے لگی
''حیرت کی بات ہے کہ چند لشکریوں پر مشتمل یہ مسلمانوں کا لشکر ہماری راہ ر
کے لئے آن کھڑا ہوا ہے .... اسے تو ہمیں لمحوں کے اندر کھنگال کر رکھ دینا چاہئ
ان کے اوپر سے گزرتے ہوئے ہمیں اپا شہر کا رخ کرنا چاہئے اور وہاں بھی مسلمانو
جو لشکر ہے اسے تہہ تیغ کر کے اپنا اپا شہر واپس لے لینا چاہئے۔''

خوبصورت اور حسین سیدیکا کی اس گفتگو سے ہرکولیس پر بھی ایک جذباتی ہیجا
کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''خانم! آپ کا کہنا درست ہے .... مسلمانوں نے جس لشکر کو ہماری راہ ر
کے لئے بھیجا ہے ان کی رات کی آسودگی، ان کے گمان کی تیرگی، ان کے اخلاص ک
کو ہم لمحوں کے اندر نکال کر رکھ دیں گے۔ یہ چھوٹا سا لشکر ہمارا کیا مقابلہ کرے گا۔''

سیدیکا کو اس کی بات کا جواب دینے کے بعد ہرکولیس نے اپنے ساتھی سالار اسا
کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''اساریں! اپنے پورے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے ان دستوں کے ساتھ ٹکرا
سمجھتا ہوں ہماری جرأت مندی، ہماری سالاری کی توہین ہے۔ آدھے لشکر کے ساتھ
ان کے خلاف حرکت میں آتا ہوں اور آدھے لشکر کے ساتھ تم میرے پیچھے رہو۔ اتن
تک ہمارے پیچھے جو ہمارے باربرداری کے جانور آ رہے ہیں وہ بھی سامان لے کر
پہنچ جائیں گے .... میرے خیال میں مسلمانوں کے اس لشکر کو کاٹنے کے بعد کچھ
کریں گے۔ یہاں اپنا پڑاؤ کر لیں گے۔ جن کو گرفتار کریں گے ان سے اپا شہر کی صو
حال سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد اور لشکریوں کو ستانے کا موقع دے کر
بڑھیں گے۔''

ہرکولیس کی اس تجویز سے اساریں نے اتفاق کیا تھا۔ اس موقع پر حسین سیدیکا
بھی دخل اندازی کی۔ ہرکولیس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اگر تم دونوں نے آدھے لشکر کے ساتھ مسلمانوں سے ٹکرانے کا عزم کیا
اساریں بے شک اپنے آدھے حصے کے لشکر کے ساتھ پیچھے رہے تا کہ پیچھے آنے و
باربرداری کے اپنے جانوروں کو روک دے۔ جبکہ لشکر میں شامل لڑکیاں ہرکولیس کے
کے پیچھے رہیں گی تا کہ پیچھے رہتے ہوئے ہرکولیس کے لشکریوں کا حوصلہ بڑھا سکیں۔''

ہرکولیس اور اساریں دونوں نے حسین سیدیکا کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھ

حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ آدھے حصے کو لے کر ہرکولیس آگے بڑھا تھا۔ لشکر میں
ل ساری لڑکیاں اس کے لشکر کے پیچھے پیچھے تھیں۔ اس لئے کہ نعیم بن حماد ذرا فاصلے
اپنے لشکر کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ لہٰذا رومنوں کو آگے بڑھ کر حملہ کرنا پڑتا تھا جس کی بناء
ہرکولیس آگے بڑھا تھا۔ جبکہ اساریں ذرا پیچھے رہ گیا تھا تا کہ وہاں رک کر پڑاؤ قائم
رنے اور باربرداری کے جانوروں کو وہاں روکنے کا کام سرانجام دے سکے۔

ہرکولیس آگے بڑھا، پھر وہ ہجر کی ویران شب میں کھولتے کڑے موسموں کے زرد
فانوں، رت جگوں کے دکھ کھڑے کر دینے والے بنجر ریت کے بے روک بگولوں اور
م صحراؤں سے اٹھتے زرد مٹی کے غبار کی طرح حملہ آور ہوگیا تھا۔

جواب میں نعیم بن حماد نے جارحیت اختیار نہیں کی۔ وہ بالکل دفاع تک محدود رہا
ہم وہ بڑے پُرسکون انداز میں تقدیر کو مات، افلاک کو تسخیر اور امید کی نئی روشنی دکھاتے
یوں کے ساتھ رومنوں کے حملوں کو روکتا رہا۔ اپنا اور اپنے لشکریوں کا دفاع کرتا رہا۔
لئے کہ وہ جانتا تھا عنقریب بائیں جانب سے محمد بن اوس کی صورت میں ایک طوفان
ٹھے گا جو رومنوں کی ساری جرأت مندی، اُن کی ساری شجاعت کو دھو کر رکھ دے گا۔

جس وقت رومنوں کا سالار ہرکولیس اپنے لشکریوں کے ساتھ بیابانوں کے وحشیوں،
ریلے جنگجوؤں اور آندھل جھپٹ کی طرح حملہ آور ہو رہا تھا عین اسی لمحہ بائیں جانب
ٹیلوں کے پیچھے اضطراب خیز زہر بھری آوازوں اور طلوعِ حشر برپا کرتی صداؤں میں
بیریں بلند ہوئی تھیں۔

ان تکبیروں نے رومنوں کو چونکا کر رکھ دیا تھا۔ پھر محمد بن اوس اپنے حصے کے ساتھ
وں کی اوٹ سے نکلا اور دائیں جانب بڑھا۔ اس نے ہرکولیس کے لشکر کے حصے کا رخ
ہیں کیا تھا۔ وہ سیدھا رومنوں کے لشکر کے اس حصے کی طرف بڑھا جو اساریں کی
ماندداری میں تھا اور جنگ میں شامل رومن لڑکیوں سے بہت پیچھے تھا۔

ریت کے ٹیلوں سے نکل کر بڑی برق رفتاری اور تیزی کے ساتھ محمد بن اوس نے
ساریں کے لشکر کا رخ کیا تھا۔ اس کے بعد وقت کی آنکھ، دھرتی کی نگاہ، صحراؤں کی
یرت، فضاؤں کی بصارت نے دیکھا محمد بن اوس اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ ارتقاء کی
ریوں سے نمودار ہو کر وقت کے قصوں میں نئے دنوں کی بشارت بھرتے صدیوں کے
ردا اڑاتے بگولوں، شکست اور ہزیمت کے در کھولتی عناد کی آگ اور نفرت کے اندھیاؤ
ے علاوہ اضطراب اور خوف کے کرب کی طرح اساریں کے لشکر پر حملہ آور ہوگیا تھا۔

محمد بن اوس کے اس اچانک حملے نے رومنوں کے لہو کی گردش، ان کی زبان حرکت کو روک کر رکھ دیا تھا اور وہ خوف زدہ اور بے آواز بے چینیوں میں ایک دوسرے طرف دیکھنے لگے تھے۔ ہرکولیس اس وقت نعیم بن حماد سے برسرِ پیکار تھا۔ اُسے بھی خبر گئی تھی کہ ریت کے ٹیلوں کی اوٹ سے مسلمانوں کا ایک لشکر نکل کر ان پر حملہ آور ہو ہے۔ لیکن جب اس نے یہ دیکھا کہ اس لشکر نے اسارین کے لشکر کا رخ کیا ہے اور کی پشت محفوظ ہے تب وہ کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا۔ اسے یہ امید تھی کہ جس لشکر پر وہ آور ہو رہا ہے اسے لمحوں کے اندر وہ زیر کر کے رکھ دے گا۔ جبکہ اسارین نئے حملہ آور کو اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

محمد بن اوس کا یہ حملہ ایسا تیز، ایسا بھیانک، ایسا زوردار تھا کہ لمحوں کے اندر اس اسارین اور اس کے لشکریوں کے سوچوں کے محور، ان کے سانسوں کی گردش، ان کی ر کی حلاوت، ان کی دھڑکنوں کے مدار، ان کی نظروں کی معراج اور ان کے دل کے نقطۂ نظر کو درہم برہم اور منتشر کر کے رکھ دیا تھا۔

اسارین نے کچھ دیر تک محمد بن اوس کے حملوں کا مقابلہ کیا۔ اتنی دیر تک محمد بن ا نے اپنے لشکر کے ساتھ اسارین کے لشکر کی آدھی سے بھی زیادہ تعداد کو کاٹ کر رکھ تھا۔ اسارین نے جب دیکھا اگر وہ اسی طرح جما رہا تو اس سمیت حملہ آور سب کا خاتمہ دیں گے لہٰذا اس نے شکست قبول کرتے ہوئے بھاگنے کا فیصلہ کر لیا۔

پہلے اس نے اپنے دوسرے لشکر کی طرف بھاگنا چاہا جس کی کمانداری ہرکولیس کر تھا۔ لیکن محمد بن اوس بڑی منصوبہ بندی کے تحت حملہ آور ہوا تھا اور اس نے شکست اٹھا بھاگنے والوں کو ہرکولیس کے حصے کی طرف نہیں جانے دیا۔ ان کی راہ مسدود کر دی۔ اسارین اپنے بچے کھچے لشکریوں کو لے کر واپس بھاگا۔

اتنی دیر تک ان کے بار برداری کے جانور جن میں زیادہ تر اونٹ اور خچر تھے وہ گئے۔ لیکن محمد بن اوس اپنے لشکر کے ساتھ پہلے بار برداری کے جانوروں کے ساتھ آ والے رومن دستوں پر حملہ آور ہوا، ان سب کا خاتمہ کر دیا۔ کچھ دور تک اس نے بھا والے اسارین اور اس کے ساتھیوں کا بھی تعاقب کیا اس کے بعد وہ پلٹا۔ اپنے دستوں کو علیحدہ کر کے اس نے حکم دیا کہ بار برداری کے سارے جانوروں کو لے کر ا طرف ہو جائیں۔ اس کے بعد باقی لشکر کو لے کر وہ آگے بڑھا۔

اتنی دیر تک ہرکولیس کے لشکر میں ایک ہلچل برپا ہو چکی تھی۔ اس لئے کہ لڑکیاں

پہلے اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھانے کے لئے چیختی چلاتی ہوئی ان کی بہادری اور أت مندی کی تعریف کر رہی تھیں اب بالکل خاموش تھیں۔ اس لئے کہ پشت کی جانب انہوں نے محمد بن اوس کو اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ آتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ لہٰذا موش ہو کر اب وہ اپنی جانیں بچانے کی فکر میں تھیں۔

محمد بن اوس نے اب اپنا دوسرا قدم اٹھایا۔ ہرکولیس کے لشکر کی پشت پر آ کر سب پہلے چند دستوں کے ذریعے ساری رومن لڑکیوں کو گرفتار کر کے رومنوں کے برداری کے جانوروں کے پاس لے جایا گیا اور ان کے گرد محمد بن اوس کے مسلح جوانوں نے ایک حصار بنا لیا تھا۔ باقی لشکر کے ساتھ محمد بن اوس نے اپنی آخری کارروائی کی ابتدا تھی۔ اپنے لشکر کے ساتھ اس نے پیش قدمی کی۔ پھر وہ ہرکولیس کے لشکر کی پشت پر ظمت کی داستانیں رقم کرتے قانونِ فطرت کے عناصر، بلندیوں کو پستیوں میں بدلتے ولناک آتشیں لاوے اور جوش زن وحشتوں کو گلے لگاتی چڑھتی جراحتوں کی یلغار کی رح ٹوٹ پڑا تھا۔

اس وقت تک سامنے کی طرف سے ابنِ حماد نے اپنے آپ کو دفاع تک محدود رکھا وا تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ پشت کی جانب سے تکبیریں بلند کرتا ہوا محمد بن اوس بھی ملہ آور ہو گیا ہے تب اس نے دفاع کی ردا اتار پھینکی تھی۔ جارحیت پر اُترا اور پھر وہ بھی ندیشوں کی ریت اُڑاتے پیاسے سرابوں، فضاؤں میں خوف اور دہشت زدگی کو دھوئیں کی پادر کی طرح پھیلاتے اجنبی کرب کے بے کراں سلسلوں کی طرح حملہ آور ہونا شروع ہو گیا تھا۔

محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کے دوطرفہ حملوں نے اپنے آپ کو ناقابلِ تسخیر سمجھنے والے رومنوں کی خواہشوں کی گندگی، ان کے مقاصد کی حیوانیت کو بدتمیزی کے کھلیانوں کے تنکوں کی طرح اُڑانا شروع کر دیا تھا۔

جس وقت ہرکولیس نے اپنے لشکر کے ساتھ نعیم بن حماد پر اپنے حملوں کی ابتداء کی تھی اس وقت اس کی تیوریاں چڑھی ہوئی تھیں۔ اس کی گردن اینٹھی ہوئی تھی۔ اب جب اس نے دیکھا کہ سامنے اور پشت دونوں جانب سے مسلمان لشکری آگ اور خون کے آشوبِ قلب میں خوف بھرتے حادثوں اور مرگ کے خونی تماشے کھڑے کرتے جھوم کر اٹھتے سحابوں کی طرح حملہ آور ہو رہے ہیں اور بڑی تیزی سے رومنوں کی تعداد کو کم کرتے جا رہے ہیں تب ہرکولیس کی حالت روٹھی آوازوں اور بین کرتی صداؤں سے بھی بدتر ہونا

شروع ہوگئی تھی۔ اس کے بعد اس پر جب یہ انکشاف ہوا کہ اس کا ساتھی سالار
اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شکست اٹھا کر بھاگ چکا ہے، ساری رومن لڑکیوں کو گرفتار کیا
جا چکا ہے، مسلمانوں کے سالار محمد بن اوس نے ان کے سارے بار برداری کے جانوروں
پر قبضہ بھی کرلیا ہے جن پر رومن اپنی ضروریات کا سامان اور اناج لاد کر لائے تھے
ان کے پاؤں تلے سے زمین کھنچ کر رہ گئی تھی۔ اور پھر جب وہ اپنی آنکھوں کے سامنے
چاروں طرف اپنے لشکریوں کی پھیلی لاشوں کو دیکھ رہا تھا تو اسے اپنی بدترین شکست کا
احساس ہوگیا تھا۔ لہٰذا ایک دم اس نے بچے کھچے لشکر کو بائیں جانب سمیٹا، پلٹا اور بھاگ
کھڑا ہوا۔

نعیم بن حماد کے ساتھ محمد بن اوس نے کچھ دور تک اس کا بھی تعاقب کیا اور اس کے
لشکریوں کی تعداد مزید کم کی۔ اس کے بعد وہ پلٹا اور اپنے لشکر کے طبیبوں کے ساتھ
زخمیوں کی دیکھ بھال میں لگ گیا تھا۔

●●●

خوبصورت سینکا اور پُر جمال فلورنس بھی گرفتار ہونے والی لڑکیوں میں شامل تھیں
دونوں نے اپنے چہروں پر بھاری نقاب ڈال رکھے تھے اور اپنے گھوڑوں پر سوار تھیں
ان کے اردگرد مسلح جوان حصار بنائے کھڑے تھے۔

اس موقع پر سینکا نے دبی دبی زبان میں فلورنس سے کچھ مشورہ کیا، کوئی فیصلہ کیا
دونوں اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا کر قریب ہی کھڑے مسلح جوانوں کی طرف گئیں۔ دونوں
تھیں۔ اس کے باوجود گھوڑے پر سوار اس مسلح جوان نے اپنی تلوار سونت لی تھی۔ سا
نے ہاتھ کے اشارے سے اُسے پُر امن رہنے کے لئے کہا۔ دونوں نزدیک گئیں پھر سا
اس مسلح مسلمان لشکری کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

’’میں رومنوں کے بادشاہ قسطنطین چہارم کی بیٹی ہوں .... میرا نام سینکا ہے
میرے ساتھ جو لڑکی ہے یوں جانو میری بہن ہی ہے۔ اس کا نام فلورنس ہے۔
افریقہ میں رومنوں کا جو حکمران گریگوری ہے یہ اس کی بیٹی ہے۔ برا نہ ماننا، ہم تم سے
پوچھنا چاہتی ہیں .... مجھے امید ہے تم میرے سوالوں کا صحیح جواب دو گے .... کیا
بتا سکتے ہو کہ مسلمانوں کا جو لشکر یہاں ہمارے لشکر سے ٹکرایا ہے اور ہمارے لشکر کی حالت
بدتر بنا کر رکھ دی ہے اس لشکر کا سالارِ اعلیٰ کون ہے؟‘‘

سینکا کے ان الفاظ پر کچھ دیر اس لشکری نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا

’’ہمارے سالار کا نام محمد بن اوس ہے اور جو سالار اس کے نائب کی حیثیت سے کام
رہا ہے اس کا نام نعیم بن حماد ہے۔‘‘

’’کیا یہ دونوں عرب ہیں؟‘‘ سینکا نے پھر غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوال
کیا تھا۔

’’نہیں .... ان میں محمد بن اوس عرب، نعیم بن حماد بربر ہیں۔‘‘ پہلے جیسے انداز
اس لشکری نے جواب دیا تھا۔

’’برا مت ماننا، میں تمہارے سالار محمد بن اوس سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں۔ تمہاری
مہربانی، مجھے ان کے پاس لے چلو .... ہم سے خطرہ محسوس نہ کرو، ہم دونوں نہتی ہیں۔
بھاگ بھی نہیں سکتیں اور نہ تم لوگوں کو کوئی نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ اس کے باوجود اگر تم مجھ
سے کوئی خطرہ محسوس کرتے ہو تو اپنے ساتھ کچھ مسلح جوانوں کو لے لو۔ لیکن میری ملاقات
اپنے سالار سے ضرور کراؤ۔‘‘

سینکا جب رکی تب اس کو مخاطب کر کے لشکری کہنے لگا۔

’’تھوڑی دیر یہیں رکو۔ یہاں جو ہمارے مسلح جوان حصار بنائے کھڑے ہیں ان کے
سالار کے پاس میں جاتا ہوں۔ اس صورتِ حال سے اُسے آگاہ کرتا ہوں۔ جو فیصلہ وہ
کرتا ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔‘‘

اس کے ساتھ ہی وہ لشکری وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا، اس کے
ساتھ دو اور مسلح جوان بھی تھے اور تینوں سینکا کے قریب آئے۔ پھر لشکری نے سینکا کو
مخاطب کیا۔

’’تم دونوں ہمارے ساتھ آؤ .... ہم تمہیں اپنے سالار محمد بن اوس کے پاس لے
کر چلتے ہیں۔‘‘

اس لشکری کے اس سوال پر سینکا اور فلورنس مطمئن دکھائی دے رہی تھیں۔ ان
دونوں نے اپنے چہروں پر بھاری نقاب ڈالے ہوئے تھے لیکن آنکھیں بتاتی تھیں کہ اس
فیصلے سے وہ اطمینان محسوس کر رہی تھیں۔ پھر دونوں ان تینوں لشکریوں کے ساتھ ہو لی
تھیں۔ وہ لشکری دونوں کو وہاں لے گئے جہاں محمد بن اوس اور نعیم بن حماد زخمیوں کی دیکھ
بھال کی نگرانی کر رہے تھے۔

جب انہوں نے اپنے تین لشکریوں کو سینکا اور فلورنس کے ساتھ آتے دیکھا تب محمد
بن اوس اور نعیم بن حماد بڑے غور سے ان کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ اس موقع پر سینکا کو

مخاطب کرتے ہوئے وہی لشکری کہنے لگا۔

''یہ جو سامنے دائیں جانب کھڑے ہیں یہ ہمارے سالارِ اعلیٰ محمد بن اوس اور ان
ساتھ جو بائیں جانب ہیں وہ نعیم بن حماد ہیں۔ تمہیں جو کچھ کہنا ہے اپنے گھوڑوں سے
کر ان سے کہہ لو۔''

اس پر سدیکا اور فلورنس دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر گئی تھیں۔ سدیکا بالکل محمد
اوس کے سامنے جا کھڑی ہوئی جبکہ فلورنس نعیم بن حماد کے سامنے جا کھڑی ہو
تھیں۔ پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے سدیکا اور فلورنس دونوں نے ا
چہروں سے نقاب ہٹا دیئے۔ شاید ایسا کرنے سے سدیکا کا مقصد محمد بن اوس کو ا
حُسن، اپنی خوبصورتی اور اپنی شخصیت کی جاذبیت سے متاثر کرنا تھا۔ لیکن محمد بن ا
نے صرف ایک اچٹتی ہوئی نگاہ اس کے چہرے پر ڈالی تھی اس کے بعد اس نے ا
نگاہیں پھیر لی تھیں پھر وہ کسی قدر زمین کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اس موقع پر سدیکا
اُسے مخاطب کیا۔

''مجھے آپ کا نام محمد بن اوس اور آپ کے ساتھی اور نائب کا نام نعیم بن حماد بتایا
ہے .... رومنوں کے بادشاہ قسطنطین چہارم کی بیٹی ہوں۔ افریقہ میں جو رومنو
حکمران ہے جس کا نام گریگوری ہے میرے ساتھ یہ لڑکی ان کی بیٹی ہے۔ اس کا
فلورنس ہے۔''

محمد بن اوس نے سدیکا کے ان الفاظ کے جواب میں اس کی طرف دیکھے بغیر
شروع کیا۔

''مجھے افسوس ہے کہ رومنوں کے شہنشاہ اور افریقہ میں ان کے حکمران گریگوری
بیٹیاں اس ٹکراؤ میں گرفتار ہو گئی ہیں۔''

محمد بن اوس ابھی مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ بیچ میں سدیکا بول اٹھی۔ کہنے لگی۔

''آپ لوگوں کے لئے بہتر یہی ہوگا کہ جس قدر رومن لڑکیاں آپ نے گرفتا
ہیں انہیں باعزت قرطاجنہ بھیجنے کا انتظام کیا جائے اور جو رومن لشکری گرفتار ہوئے
ان کو بھی رہا کر دیا جائے۔''

محمد بن اوس نے پھر سدیکا کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

''اگر ہم ایسا نہ کریں تب؟''

''تب تم لوگوں کو رومنوں کی طرف سے کسی ہولناک عذاب اور قہر بھری اذی

سامنا کرنا پڑے گا اور اس وقت تم اپنے موجودہ فیصلے پر ایسے پچھتاؤ گے کہ تمہارا پچھتاوا
اوروں کے لئے عبرت بن جائے گا۔''

لمحہ بھر کے لئے محمد بن اوس کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ اس بار
بھی اس نے سدیکا کی طرف دیکھے بغیر کہنا شروع کیا۔

''سن قیصر کی بیٹی! ہم دونوں دھمکی میں آنے والے نہیں ہیں .... جس قہر، جس
عذاب سے تُو ہمیں ڈرا رہی ہے پہلے اس کو آنے دو، اس کے بعد تم لوگوں کی رہائی اور
واپسی کا بھی انتظام کر لیں گے۔

اگر تم یہ خیال کرتی ہو کہ رومن ہمارے لئے عذاب اور قہر بن جائیں گے تو یہ تمہاری
خوش فہمی ہے .... تمہارے پاس افریقہ میں تین بڑے سالار ہیں۔ لیو، ہرکولیس اور
اسارین۔ لیو کو اس سے پہلے میں بدترین شکست دے چکا ہوں جبکہ رومن اسے ناقابلِ
تسخیر خیال کرتے رہے ہیں۔

قیصر کی بیٹی! ہم نے ذاما کے علاقے پر حملہ کیا، وہاں بھی ان گنت رومنوں کو موت
کے گھاٹ اتارا اور وہاں سے اپنی ضرورت کا سامان حاصل کیا۔ یہاں بھی تم دیکھتی ہو کہ
تمہارے دو بہترین جرنیل ہرکولیس اور اسارین آئے تھے۔ ان کے پاس جو لشکر تھا، اس
کی تعداد بھی ہم سے کہیں زیادہ تھی۔ اس کے باوجود ہم نے ان کو بدترین شکست دے کر
بھگا دیا ہے۔ اور پھر یہ بھی سنو کہ ہم نے اپا شہر کو فتح کر لیا ہے۔ اب ہم صبرانہ اور بلتس
شہروں کا رخ کریں گے۔ اس کے باوجود تم ہمیں نجانے کس قہر اور کس عذاب سے ڈرانا
چاہتی ہو۔''

''اس کا مطلب ہے آپ ہمیں رہا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔'' اس بار سدیکا نے
محمد بن اوس کی طرف دیکھتے ہوئے فیصلہ کن انداز اور کھولتے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔

''فی الحال ایسا کرنا میرے لئے ممکن نہیں ہے .... اور پھر جن لوگوں کو ہم نے
گرفتار کیا ہے ان کی گرفتاری کس طریقے سے عمل میں آسکتی ہے۔ اس کے لئے ان
لوگوں کو زرِ فدیہ ادا کرنا ہوگا۔ یوں منہ اٹھا کر تو ہم انہیں رہا نہیں کر دیں گے۔''

محمد بن اوس کے اس مایوسانہ جواب پر سدیکا بھڑک اٹھی تھی۔ کوئی فیصلہ کیا پھر پلک
جھپکتے میں اپنے لباس کے اندر سے خنجر نکالا اور تاک کر محمد بن اوس کے دے مارا تھا۔

محمد بن اوس اگر سنبھل نہ جاتا تو سدیکا کا خنجر یقیناً اس کی چھاتی پر لگتا۔ اس کے لئے
نقصان کا باعث تو نہ بنتا۔ اس لئے کہ وہ زرہ پہنے ہوئے تھا۔ تاہم جب وہ پیچھے ہٹا تو خنجر

محمد بن اوس کے بازو کو زخم دیتا ہوا آگے جا گرا تھا۔

محمد بن اوس کے بازو سے خون بہنے لگا تھا۔ اس موقع پر دو لشکری طوفان کی طـ
حرکت میں آئے۔ اپنی تلواریں بلند کر کے وہ سیکا اور فلورنس دونوں پر گرانا چاہتے
کہ ہاتھ کے اشارے سے محمد بن اوس نے انہیں روک دیا۔

تلواروں کو اپنی طرف لہراتے دیکھ کر سیکا اور فلورنس دونوں کے چہروں پر ہوائـ
اُڑنے لگی تھیں۔ دونوں کے چہرے پیلے ہو گئے تھے۔ ان کے حواس اس وقت درـ
ہوئے جب محمد بن اوس نے ہاتھ کے اشارے سے تلواریں چلانے والوں کو روک دیاـ
اس کے بعد ایک طبیب بھاگا بھاگا آیا جہاں محمد بن اوس کے بازو پر سیکا کا خنجر لگا
وہاں وہ مرہم لگا کر پٹی باندھنے لگا تھا۔ اس موقع پر محمد بن اوس سیکا کی طرف دیکھـ
کہنے لگا۔

”قیصر کی بیٹی! اگر تم نے یہ خیال کیا تھا کہ اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کر نوـ
قندیل چہرے، آبگینہ پھول بدن، جسم کے مہتابی نشیب و فراز، شعلہ بے باک ادا
ہونٹوں سے ٹپکتے شہد، تن کے مہکتے ریشم، نیلی آنکھوں کی چمک، آواز کے ترنم اور حُسـ
شباب کی حلاوت سے ہمیں متاثر کر کے اپنا کام نکال لو گی تو یہ تمہاری بھول، تمہاریـ
فہمی ہے۔ اس میں تمہارا بھی کوئی قصور نہیں۔ اس لئے کہ تمہارے ہاں عورت کا کوئی مقا
ہی نہیں ہے۔

خانم! ہم عورت کی عصمت کو شرف آدمیت خیال کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں شہر کیـ
ایک عورت کو اگر بے آبرو کر دیا جائے تو پورے شہر کو ننگا اور بے آبرو خیال کیا جاتا۔
تاوقتیکہ مجرم کو سزا نہ دے دی جائے۔ بی بی! ہمارے ہاں معصوم عورتوں کا اُجلا پن ا
نسوانی آنکھوں کی پاکیزگی ایک سرمایہ خیال کئے جاتے ہیں۔

تمہارے ہاں عورت کا کیا مقام ہے، اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ میں یہ بھی جانتا ہوـ
کہ تمہارے ہاں عورت کو نظر انداز کیا جاتا ہے۔ مجھے یہ بھی خبر ہے کہ تمہارے ہاں عورـ
کا مقام نہایت پست ہے .... اور اس کو انسانیت پر بار خیال کیا جاتا ہے۔ رومنوںـ
مقصد ان کے نزدیک سوائے اس کے کچھ نہیں ہوتا کہ عورت گھر والوں کی خدمت کرـ
رہے۔ تم رومن یہ خیال کرتے ہو کہ آگ کے جل جانے اور سانپ کے ڈس جانےـ
علاج ممکن ہے .... لیکن عورت کے شر کا مداوا محال ہے۔ تمہارے ہاں مرد رومنوں کاـ
بھی خیال ہے کہ عورت دو مواقع پر مرد کے لئے باعثِ مسرت ہوتی ہے ایک شادی کےـ

ـرے اس کے انتقال کے دن۔

قیصر کی بیٹی! جس طرح تم نے مجھے خنجر مارا ہے اسی طرح اگر کسی اور مذہب کی عورت
رومن سالار کو خنجر مارتی تو رومن سالار اس وقت خود ہی اس کی گردن کاٹ کر رکھ دیتا
لیکن ہمارے ہاں عورت کا بڑا اعلیٰ اور ارفع مقام ہے۔

عورت نصف انسانیت ہے، مرد انسانیت کے ایک حصے کی ترجمانی کرتا ہے تو
ـے حصے کی ترجمانی عورت کرتی ہے۔ عورت کو نظر انداز کر کے نوعِ انسانی کے لئے
پروگرام بنے گا وہ ناقص اور ادھورا ہوگا۔

ہم کسی ایسی سوسائٹی کا تصور نہیں کر سکتے جو تنہا مردوں پر مشتمل ہو جس میں عورت کی
ـت نہ ہو۔ دونوں ایک دوسرے کے یکساں محتاج ہیں۔ نہ عورت مرد سے مستغنی ہو
ہے نہ مرد عورت سے بے نیاز۔ ان کے احتیاج کی نوعیت سماجی، معاشرتی بھی ہے
ـی اور نفسیاتی بھی۔ ایک کمزور اجتماعی زندگی ان سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ قدم سے
شانے سے شانہ ملا کر کام کریں۔ دوسری طرف جنسی تقاضے ان سے تقاضا کرتے
وہ ایک دوسرے کے دامن میں سکون اور اطمینان تلاش کریں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس رکا۔ تب سیکا سہمے ہوئے انداز میں بول اٹھی۔
”آپ نے جب مجھے اور میری ساتھی لڑکیوں کو رہا کرنے سے انکار کر دیا تب میں
ـا کہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کروں کہ اگر آپ لوگ مجھے اور میری ساتھی لڑکیوں کو
ـیں بھیجتے تو پھر ہمارا خاتمہ ہی کر دیں۔ اس بناء پر میں نے آپ کو خنجر مارا۔ میں یہ
ـتی تھی کہ میرے خنجر مارنے کے جواب میں آپ میرا سر قلم کر دیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سیکا جب رکی تب محمد بن اوس پھر بول اٹھا۔
”خاتون! ہمارا دین انسان کی عظمت اور سربلندی کی دعوت دیتا ہے۔ وہ انسان کو
ـر زوال کی پستیوں سے اٹھا کر رفعت اور بلندی کے ایک ایسے مقام پر پہنچانا چاہتا
حدِ ادراک سے بھی آگے ہو۔ وہ عزتِ نفس، عظمتِ آدمیت کا بھی درس دیتا ہے۔
ـئے واحد کی بندگی کی طرف بھی اس لئے بلاتا ہے تاکہ انسان ایک در پر اپنا سرِ نیاز
کائنات کی تمام مخلوق کے مقابلے میں سربلند ہو جائے۔ اسلام کی نگاہ میں انسان
ـث الانسان اپنی خلعت اور صفات کے لحاظ سے خامۂ فطرت کا ایک عظیم شاہکار
و اپنی ظاہری صورت اور باطنی خصوصیات کے اعتبار سے کائنات کی ایک مکرم اور
ـتی ہے جس کے شرف اور فضیلت اور بزرگی کا مقابلہ دنیا کی کوئی اور مخلوق کر ہی

نہیں سکتی۔

اس تصور کو تسلیم کرنے کے بعد انسان خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس کی عظمت
خاک سے بلند ہو کر کائنات، ماہ و انجام سے بھی کہیں آگے نکل جاتی ہے اور اسے
طور پر ایک ایسا بلند مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ فکر نظر کے لئے جس سے بڑھ کر
بلندی کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا اِلّا یہ کہ وہ اپنے فکر عمل سے خود کو اس بلندی کا
ثابت کر دے۔

تم نے مجھے اس نظریے کے تحت خنجر مارا ہے کہ میں برہم اور برافروختہ ہو کر تم
اور تمہاری ساتھی لڑکی کی گردن کاٹنے کے علاوہ ساری رومن لڑکیوں کو ہلاک کر دوں
پھر تمہاری سوچ غلط ہے۔ ہمارے ہاں ایسی بربریت اور ظلم و استبداد کے متعلق سوچا
نہیں جا سکتا۔"

پھر وہ لشکری جو سیکا اور فلورنس کو لے کر آئے تھے انہیں مخاطب کر کے محمد بن
کہنے لگا۔

"ان دونوں کو لے جاؤ۔ دوسری لڑکیوں کے ساتھ انہیں عزت اور احترام سے
سب کو سمجھا دینا کہ جس لڑکی نے مجھے خنجر مارا ہے اس سے متاثر ہو کر کسی نے بھی
نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔"

محمد بن اوس کی گفتگو سے سیکا ہی نہیں، فلورنس بھی بے حد متاثر دکھائی دے
تھی۔ سیکا لگاتار ٹکٹکی باندھے محمد بن اوس کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ اس وقت
حالت ایسی تھی جیسے اسے کسی نے اہانت و ذلت کی جولان گاہوں سے نکال کر
ضمیری، اجالوں کے دھاروں اور انجم و ثریا کی گفتگو میں لا کھڑا کیا ہو۔ محمد بن او
گفتگو کا ہر لفظ بے صوت و بے صدا ہو کر سیکا کے جسم کے ہر مسام میں بارش کی
برس گیا تھا اور وہ بڑے عجیب اور انوکھے سے انداز میں بس محمد بن اوس کی طرف
دیکھے جا رہی تھی۔ یہاں تک کہ وہ لشکری حرکت میں آئے اور انہیں اس سمت
جس سمت سے ان دونوں کو لایا گیا تھا۔

رومنوں کے ساتھ ٹکراؤ کے نتیجے میں محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کے ہاتھ بہت
تھا۔ جہاں ان کے ہاتھوں رومنوں کو بدترین شکست ہوئی تھی وہاں سینکڑوں کی تعد
رومنوں کے باربرداری کے جانوروں پر بھی قبضہ کر لیا گیا تھا۔ باربرداری
جانوروں پر خوراک کے وسیع ذخائر کے علاوہ خیمے اور ضروریات کا دوسرا سامان لدا

جو سب محمد بن اوس کے قبضے میں آ گیا تھا۔

اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے کے بعد محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نے وہاں قیام
نہیں کیا بلکہ وہاں سے واپسی کا سفر اختیار کیا۔ اب دونوں ہر چیز کو سمیٹتے ہوئے اپنا شہر کا
رخ کئے ہوئے تھے۔

◎......◎

★★★

دوسری طرف سقانہ کا ٹکراؤ بربروں کے غیر مسلم سالار برانس کے ساتھ ہوا
انداز میں ہوا تھا۔

سقانہ اور برانس کا آمنا سامنا محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کی نسبت اپا سے
قریبی فاصلے پر ہوا تھا۔ شروع میں برانس نے بڑھ چڑھ کر سقانہ پر حملے کئے تھے
چاہتا تھا کہ سقانہ کو شکست دے کر مار بھگائے پھر اپنے لشکر کے ساتھ یلغار کرتا ہوا
کے نواح میں رومنوں کے سالار ہرکولیس اور اسارین سے جا ملے۔

لیکن برانس کی نسبت بربروں کا مسلمان سردار اور سالار سقانہ جنگ کا وسیع تجر
تھا۔ اسلام اور مسلمانوں سے اس کی محبت بے پایاں تھی۔ لہٰذا انہی جذبوں کے تحت
نے تیز اور جان لیوا یلغار کرتے ہوئے صحرا کے اندر برانس کو بدترین شکست د
بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ یوں جس طرح محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نے ہر
اور اسارین کو بدترین شکست دی تھی ویسی ہی شکست سقانہ نے برانس کو دی اور
بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ پھر برانس سے نمٹنے کے بعد سقانہ اپنے حصے کے لشکر
ساتھ محمد بن اوس اور نعیم بن حماد سے پہلے اپا کی طرف چلا گیا تھا۔

ادھر جب عقبہ بن نافع، صالح بن حریم اور حنس بن عبداللہ صنعانی کو خبر ہ
سقانہ کے علاوہ محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نے بھی رومنوں کو بدترین شکست دی۔
وہ اپنے اپنے حصے کے لشکروں کو لے کر ان شاہراہوں سے ہٹ گئے جو صبرانہ او
شہروں کی طرف جاتی تھیں اور اپا کی طرف چلے گئے تھے۔

محمد بن اوس جب اس لشکر کے ساتھ رومنوں کے مرد عورتوں قیدیوں اور ساما
وسیع ذخائر کے ساتھ اپا کے نواح میں پہنچا۔ تب عقبہ بن نافع، صالح بن حریم، حن
عبداللہ اور سقانہ کے علاوہ دیگر چھوٹے بڑے سالاروں نے پُرجوش انداز میں

استقبال کیا تھا۔

رومن قیدیوں اور سامان سے لدے ہوئے جانوروں کو دیکھ کر عقبہ بن نافع اور
دوسرے سالار جہاں حیرت کا اظہار کر رہے تھے وہاں وہ بے پناہ خوشی بھی محسوس کر رہے
تھے۔ سب سے آگے بڑھ کر عقبہ بن نافع نے باری باری محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کو
گلے لگا کر ان کا استقبال کیا۔ اس کے بعد وہ دوسرے سالاروں سے ملے۔ اس موقع پر
عقبہ بن نافع محمد بن اوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی! قسم خداوندِ مہربان کی، دشمن کے خلاف تم جس سمت بھی رخ
کرتے ہو کامیابی کے علاوہ اپنے لشکر کے لئے خزانوں اور سامانوں کے در کھولتے چلے
جاتے ہو۔ میرے عزیز بھائی! جو سامان تم لے کر آئے ہو اس کے آنے کی ہر کسی کو خوشی
ہے لیکن یہ جو تم رومن مرد عورتوں کو قیدی بنا کر لے آئے ہو کیا یہ ہم پر بوجھ نہ بن جائیں
گے؟ ہمارے اندر رہتے ہوئے یہ رومن مخبروں سے رابطہ قائم کر کے ہمارے خلاف
جاسوسی کا کردار ادا نہ کرتے رہیں گے؟''

عقبہ بن نافع جب خاموش ہوا تب اس کی طرف دیکھتے ہوئے محمد بن اوس کہنے لگا۔

''امیر! خداوند نے چاہا تو ایسا نہیں ہوگا۔ ان کی کڑی نگرانی کی جائے گی۔ جو رومن
گرفتار ہوئے ہیں ان کے علاوہ ان کی بے شمار عورتیں بھی اسیر بنائی گئی ہیں اور ان عورتوں
کی دو لڑکیاں بڑی اہم ہیں۔ ان میں سے ایک کا نام سیکا ہے۔ وہ رومنوں کے شہنشاہ
قسطنطین کی بیٹی ہے اور دوسری لڑکی جس کا نام فلورنس ہے وہ شمالی افریقہ میں رومنوں
کے حکمران گریگوری کی بیٹی ہے۔

امیر! جہاں تک میرا خیال ہے میرے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد ہرکولیس اور
اسارین اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ جب قرطاجنہ پہنچیں گے اور وہاں کے حکمرانوں کو خبر
ہو گی کہ ان کے بہت سے لشکریوں کے علاوہ ان کی بے شمار عورتوں کو بھی قیدی بنا لیا گیا
ہے تب رومن اپنے قاصدوں کے ذریعے ہم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں گے۔
اور اپنے قیدیوں کی رہائی کے علاوہ اپنی لڑکیوں کی واپسی کا مطالبہ بھی کریں گے۔
جب وہ ایسا کریں گے تو ہم مل بیٹھ کر فیصلہ کریں گے کہ ہر قیدی کی رہائی کے لئے
ان کی کس قدر رقم مقرر کی جائے۔ چنانچہ رومنوں کی طرف سے آنے والے مخبروں کو بتا
دیا جائے گا کہ ہر قیدی کے لئے اتنا فدیہ ہے۔ اگر وہ ہمیں ادا کر دیا جائے تو انہیں رہا کر دیا

مجھے یقین ہے واپس جا کر رومن قاصد اپنے حکمرانوں سے فدیے کی رقم کا اکر
کریں گے تو رومن حکمران فی الفور فدیے کی رقم ادا کر کے اپنے قیدیوں کی واپ
اہتمام کریں گے۔ اس طرح یہ قیدی ہم پر بوجھ نہیں بنیں گے بلکہ ان کی رہائی کے
میں فدیہ کی صورت میں ہمیں جو کچھ ملے گا اس میں ہم یقیناً فائدے میں رہیں گے۔

محمد بن اوس کی یہ ساری گفتگو سن کر عقبہ بن نافع مطمئن اور خوش ہو گیا تھا۔ پھر ا
مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائی! رومن مرد عورت قیدیوں کی دیکھ بھال اور ان کی نگرانی
علاوہ فدیے کی رقم کی تقرری کا سارا کام میں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ ان سے متعل
فیصلہ بھی تم کرو گے وہ میرے لئے آخری ہو گا۔''

اس کے بعد اپا شہر میں رومن لشکریوں اور ان کی لڑکیوں کی رہائش کا علیحدہ
اہتمام کر دیا گیا تھا اور محمد بن اوس نے ان کی نگرانی اور حفاظت کا بھی تسلی بخش اہ
دیا تھا۔

●●●

عقبہ بن نافع نے چند روز تک اپنے لشکریوں کو ستانے اور آرام کرنے کا
فراہم کیا اس کے بعد ایک لشکر اپا شہر کا انتظام سنبھالنے اور جو رومنوں کے قیدی تھ
نگاہ رکھنے کے لئے اپا شہر ہی میں چھوڑا باقی لشکر کے ساتھ عقبہ بن نافع اپا سے نکل
نے خونخوار اور وحشی گاتھوں کے شہر صبرانہ کا رخ کیا تھا۔ دراصل گاتھوں کی دو قسم
ایک کو آسٹرو گاتھ یعنی مشرقی گاتھ اور دوسرے کو وزگاتھ یعنی مغربی گاتھ کہا جاتا تھ
150ء میں سیکنڈے نیویا کے برفستانوں سے نمودار ہوئے اور جنوب کا رخ کیا۔
لوگ اپنے ٹھکانوں سے نکل کر سیدھے جنوب کی طرف آئے اس کے بعد انہوں
رخ مشرق کی طرف پھیرا اور وہ شاہراہ جو بحیرہ اسود کے اوپر ہی اوپر رہتے ہو
سے یورپ کی طرف آتی تھی وہاں تک یہ مشرق کی طرف سفر کرتے رہے۔ اس
انہوں نے اپنا رخ ایک دم پھیرا۔ بحیرۂ اسود کے شمالی حصوں تک یہ گروہ ایک
تک سفر کرتے رہے۔ اس کے بعد مغربی گاتھوں نے بالکل جنوب کا رخ کیا۔
سرزمینوں میں داخل ہوئے۔ تھریس کے علاقے کو انہوں نے روند کر رکھ دیا۔
ڈینیوب کو عبور کرنے کے بعد ان لوگوں نے قسطنطنیہ کا رخ کیا۔ اینڈریانوپل پہنچ
نے مقامی آبادیوں کی خوب لوٹ مار کی۔ اپنے لئے ضروریات کی ہر چیز حاصل

ساحل کو وسعت دی۔

کچھ عرصہ تک یہ لوگ یونان کے اندر لوٹ مار، تباہی و بربادی اور ترک تاز کا کھیل
کھیلتے رہے۔ اس کے بعد انہوں نے پھر جنوب کی طرف رخ کیا۔ یہاں تک کہ
قدونیہ کے علاقوں میں داخل ہوئے۔ یہاں بھی کچھ عرصہ رک کر انہوں نے اپنے لئے
ہت کچھ حاصل کیا۔ پھر جنوب میں نیکیا جا پہنچے۔ یہاں بھی انہوں نے کسی بھی راہ
وکنے والے حملہ آور کو اپنے سامنے ٹھہرنے نہ دیا۔ جو بھی ان کے سامنے آیا اسے نہ
کنے والے سیلابی پانی کے ریلے کی طرح روندتے ہوئے یہ لوگ یونان کے جنوبی
اقوں کی طرف بڑھے۔

ایتھنز کے مغرب سے گزرتے ہوئے یہ مزید جنوب کی طرف چلے گئے تھے۔ انہوں
نے جب دیکھا کہ آگے سمندر ہے تب انہوں نے پھر پلٹا کھایا۔ دائیں جانب مڑتے
ے کورنتھ پہنچے۔ یہاں بھی انہوں نے اپنے پیچھے جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی تباہی ہی
ہی پھیلائی۔ اس کے بعد یونان کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ وہ ایک بار پھر شمال
رب کی طرف پیش قدمی کرنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ اٹلی میں داخل ہوئے۔ یہ کیونکہ
انہ بدوش تھے لہٰذا کہیں زیادہ دیر انہوں نے رک کر قیام نہیں کیا۔ اٹلی میں داخل ہو کر یہ
ا کے جنوبی علاقوں کی طرف بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ اٹلی کے بالکل جنوبی علاقوں
ما جانے کے بعد جس طرح یہ یونان کے جنوبی علاقوں سے مڑے تھے اسی طرح اٹلی
ے جنوبی علاقوں سے انہوں نے اپنا رخ موڑا۔ جنوب کی طرف یہ اٹلی کے مشرقی ساحل
ے ساتھ ساتھ گئے تھے اور جب یہ پلٹے تو انہوں نے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ اب
ل کی طرف بڑھنا شروع کر دیا تھا۔

نیپلز سے مشرق سے گزرتے ہوئے یہ آگے بڑھے۔ روم شہر کو ایک طرف چھوڑتے
ئے شمال کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ آگے جا کر انہوں نے اپنا رخ بدلا، بائیں جانب
ے اور پھر تیز اور اندھی یلغار کرتے ہوئے اسپین میں داخل ہوئے۔ فرانس کے کچھ
اقوں کو بھی انہوں نے خوب روندا۔ اسپین میں داخل ہونے کے بعد انہوں نے وہاں
ا حکومت قائم کر لی اور یہ لوگ تاریخ کے اوراق میں مغربی گاتھ کہلائے۔

جہاں تک مشرقی گاتھوں کا تعلق ہے تو بحیرہ اسود کے جنوبی علاقوں تک یہ ان گاتھوں
ا طرح سفر کرتے رہے جنہوں نے اسپین میں جا کر قبضہ کر لیا تھا۔ پھر اسپین کی طرف
نے والے گاتھوں نے ایک دم جنوب کی طرف جاتے ہوئے یونان میں داخل ہونے کا

عزم کیا تھا اور وہاں سے انہوں نے اپنے لئے بہت کچھ حاصل کیا تھا۔ لیکن آخر
جنہیں مشرقی گاتھ بھی کہتے ہیں انہوں نے بحیرہ اسود کے جنوبی علاقوں سے ہوتے
یونان کی طرف جانے کی بجائے اپنا رخ بائیں جانب موڑا۔ ہنگری اور دوسرے علا
روندتے ہوئے انہوں نے براہِ راست اٹلی کا رخ کیا۔ ان کا ارادہ تھا کہ اٹلی کو فتح
کے بعد روم پر بھی قبضہ کر لیں گے اور روم کو اپنا مرکزی شہر بنا کر پورے علاقوں
حکومت قائم کر لیں گے۔ مشرقی گاتھ جنہوں نے اٹلی میں داخل ہو کر پہلے شمالی علا
روندنا شروع کیا تھا اس وقت ان کا سربراہ اور حکمران تھیوڈاہڈ تھا۔

رومنوں کی حالت اس وقت عجیب و غریب تھی۔ رومنوں کا مرکزی شہر پہلے
کرتا تھا لیکن اب رومنوں کی قوت کا مرکز قسطنطنیہ ہو چکا تھا اور اس وقت رومنوں کا
جسٹینین تھا جس کے پاس باغیوں اور سرکشوں کو زیر کرنے کے لئے ایک ہی نامور
جس کا نام بیلی ساریوس تھا۔ جس نے افریقہ پر حملہ آور ہو کر وہاں وندالوں کی حکو
کر کے رومنوں کی قوت کو بحال کیا تھا۔

رومنوں کے بادشاہ جسٹینین کو جب خبر ہوئی کہ خونخوار گاتھوں کا ایک گروہ ا
گزرنے کے بعد اسپین میں داخل ہو چکا ہے اور وہاں انہوں نے اپنی حکومت قا
ہے جبکہ دوسرا گروہ شمالی اٹلی میں اپنی ترک تاز کو جاری رکھے ہوئے ہے تب اٹلی
شہر کی حفاظت کے لئے جسٹینین نے اپنے نامور سالار بیلی ساریوس کو ایک لشکر
گاتھوں کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کر دیا تھا۔

دوسری طرف گاتھوں کو بھی رومنوں سے متعلق ساری خبریں مل رہی تھیں۔ ا
کہ انہیں اب اٹلی میں ترک تاز کرتے ہوئے ایک عرصہ گزر گیا تھا۔ شروع میں
پہلے وہ اپنے حکمران اور بادشاہ تھیوڈورک کی سرکردگی میں ترک تاز کرتے ہو۔
میں داخل ہوئے تھے۔ اس تھیوڈورک کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ دو بیٹیاں تھیں۔ ایک کا
سنتھا تھا اور دوسری بیٹی اس نے ہسپانیہ میں مغربی گاتھوں کے بادشاہ سے بیاہ دی
اس کا بیٹا امالرک ہسپانیہ کا بادشاہ بنا تھا۔

تھیوڈورک جب مر گیا تو اس کے پاس اس کی بیٹی امالاسنتھا تھی لیکن گاتھ ای
کو حکمران ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔ اس وقت امالاسنتھا کی پہلی شادی اپ
کے ایک فرد یوتھارک سے ہو چکی تھی جو تھیوڈورک کے خاندان سے تھا۔ پھر وہ
ہو گیا اور امالاسنتھا کے ہاں اس سے بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اس نے اسقالرک رکھ

ں سال کا تھا کہ اس کا باپ فوت ہو گیا۔ ایک طرح سے وہی گاتھوں کا بادشاہ کہلاتا تھا
لہ اس کی ماں کو نگران اور نائب سلطنت کی حیثیت حاصل تھی۔

امالاسنتھا نے بڑے اہتمام سے اپنے بیٹے کی تربیت کی پر وہ عیش و عشرت کی طرف
ل تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایک موقع پر جب بڑے بڑے گاتھ سردار ایک جگہ جمع تھے
قالرک روتا ہوا ان کے پاس پہنچا اور شکایت کی کہ اس کی ماں نے اسے تھپڑ مارا ہے
انچہ گاتھ سردار اس بات پر بگڑ گئے اور امالاسنتھا کو سختی سے ہدایت کی کہ وہ اسقالرک کی
بیت کے دوران اس پر سختی نہ کرے۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسقالرک عیش و عشرت میں پڑ گیا اور اسی عیش و عشرت کی وجہ
ے وہ سولہ سال کی عمر میں فوت ہو گیا۔

اب مجبور ہو کر گاتھوں کے مرنے والے بادشاہ تھیوڈورک کی بیٹی امالاسنتھا نے اپنے
ندان میں سے ایک شخص تھیوڈاہڈ سے شادی کر لی۔ وہ کوئی جنگجو نہ تھا۔ کتاب کا کیڑا تھا
ر جنگ سے اسے کوئی خاص رغبت بھی نہ تھی۔ چنانچہ اس کے بادشاہ بننے کی وجہ سے اٹلی
ں گاتھوں کی کامیابیاں ماند پڑنے لگیں۔ تب گاتھوں نے خود ہی اپنے بادشاہ تھیوڈاہڈ کو
ل کر دیا اور اس کی جگہ اپنے ایک نامور سالار وٹیجس کو اپنا حکمران اور بادشاہ تسلیم کر
۔ وٹیجس ایک آزمودہ سالار تھا۔

اب وٹیجس نے اپنی حکمرانی اور اپنی بادشاہت کو مستحکم کرنے کے لئے پہلے بادشاہ
یوڈورک کی بیٹی امالاسنتھا کی بیٹی متاسنتھا سے جبراً شادی کر لی جو تھیوڈورک کی نواسی
ی۔

اس شادی نے متاسنتھا کے دل میں شوہر سے نفرت پیدا کر دی اور وہ اس انتظار میں
ہ گئی کہ موقع ملے تو خوفناک بدلہ لے۔ یہی وہ حالات تھے جس وقت رومنوں کا سالار
ی ساریوس گاتھوں پر ضرب لگانے کے لئے سسلی کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اس لئے کہ
منوں نے نہ صرف اٹلی کو کھنگال دیا بلکہ سسلی پر بھی وہ قابض ہو چکے تھے۔

بیلی ساریوس کا مقابلہ گاتھوں کے بادشاہ اور سالار وٹیجس سے تھا۔ موسم گرما میں
ی ساریوس کو ایک بحری بیڑے اور لشکر کے ساتھ سسلی روانہ کیا گیا۔ اس مرتبہ بیلی
اریوس کے لئے تمام انتظامات خاص احتیاط سے کئے گئے تھے۔ جہاز ایسے تھے جو طوفانی
سندروں میں بھی بخوبی سفر کر سکتے تھے۔ لشکر کے سالار اور لشکری ایسے چنے گئے تھے جن
ی وفاداری اور صلاحیت مسلم تھی۔

سسلی پہنچ کر بیلی ساریوس پہلے کٹانہ کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوا۔ وہاں سے اس
اپنے لشکریوں کے چھوٹے چھوٹے دستے اطراف میں بھجوائے تاکہ اندرونِ ملک گاتھو
کی نقل و حرکت کا جائزہ لیں۔

یہ لشکری گاتھوں کی کچھ چوکیوں پر حملہ آور ہوئے اور ان پر قبضہ کرلیا۔ اس طرح
ساریوس کی حالت مستحکم ہونے لگی۔ یہاں تک کہ اس نے سسلی میں گاتھوں سے سارا
کا شہر بھی لے لیا اور اس پر قبضہ کرلیا۔

اس کے بعد بیلی ساریوس پنارمس شہر کی طرف روانہ ہوا لیکن یہاں گاتھوں نے
مقابلہ کیا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ گاتھوں کے ابتدائی حملے میں رومن سالار بمشکل تباہی سے بچا
اس جگہ پہنچا جہاں دریائے آنیو، دریائے ٹائبر آپس میں ملتے ہیں اور وہاں گاتھوں کی
چوکیاں تھیں۔ وہاں پہنچتے ہی اس نے دیکھا چوکیاں منہدم ہو چکی تھیں۔ گاتھوں کا
طغیانی پر آئے ہوئے دریائے آنیو کے گھاٹوں سے گزر رہا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد بیلی ساریوس کے لئے موت اور حیات کی کشمکش شروع ہوگئی۔
لوگ جو غداری پر آمادہ تھے رومن لشکر کو چھوڑ کر گاتھوں سے جا ملے۔ گاتھوں کو یہ اطلا
دے دی کہ رومنوں کا سالار جو گاتھوں پر حملہ آور ہونے کے لئے آیا ہے وہ خاکستری
کے گھوڑے پر سوار ہوتا ہے جس کی پیشانی سفید ہے۔

اب روم پر قبضہ کرنے کے لئے بیلی ساریوس اور گاتھوں کے درمیان کشمکش شرو
گئی۔

پھر ایک رات بیلی ساریوس یلغار کرتا ہوا روم شہر کے دروازے پر پہنچ گیا۔ لیکن
کی بدقسمتی کہ شہر کے محافظوں نے شہر پناہ کے دروازے نہیں کھولے۔ اس لئے کہ
روشنی ختم ہو رہی تھی۔ ہر طرف گرد و غبار کا طوفان پھیلا ہوا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ پہرے داروں نے یا تو اپنے سالارِ اعظم بیلی ساریوس کو
ہی نہیں یا حد درجہ خوفزدہ اور سراسیمہ ہو چکے تھے اور انہوں نے دروازہ نہ کھولا۔

اس صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے بیلی ساریوس نے ایک عجیب چال
اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر اس نے گاتھوں پر ہلہ بول دیا۔ گاتھوں نے سمجھا کہ
اندر سے لشکر نکل آیا ہے اور ان پر حملہ آور ہوا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے گھوڑوں کی
موڑتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے۔ اس طرح بیلی ساریوس کامیابی سے روم شہر میں

ہو گیا۔

اب گاتھ روم شہر کے اردگرد بھوکی چیلوں کی طرح منڈلانے لگے تھے۔ تاریکی پھیل
گئی تو گاتھوں کی مشعلیں میدان میں جلتی ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ اہلِ شہر پر ہیبت طاری
تھی۔ اس موقع پر مؤرخین لکھتے ہیں کہ ایک لشکری دوڑا دوڑا بیلی ساریوس کے پاس آیا اور
خوفزدہ آواز میں کہنے لگا۔

”گاتھ فصیل توڑ کر اندر آ گئے ہیں....... ابھی وقت ہے، بھاگ کر ساحل پر پہنچ
جایئے۔“

اپنے اس لشکری کے انکشاف پر بیلی ساریوس بڑے اطمینان سے گھوڑے پر سوار
ہوا۔ ایک ایک گلی میں پھرا لیکن کہیں گاتھ نظر نہ آئے۔ چنانچہ اس نے تمام سالاروں کو حکم
دے دیا کہ فصیل پر مقررہ جگہ پر ڈٹے رہو۔ شہریوں کو اطمینان دلایا کہ سکون سے اپنے
گھروں میں بیٹھو، میں تمہارے دشمن کو ضرور شکست دے کر جاؤں گا۔

دوسری طرف گاتھ اب تک بہت سے علاقوں کو روندتے آ رہے تھے اور وہ فتح کے
یقین سے لبریز تھے۔ وہ روم شہر کے لوگوں کو برا بھلا کہہ رہے تھے کہ تم لوگ رومن ہو کر
یونانیوں کے محکوم ہو گئے ہو جو چور ملاحوں کی طرح اٹلی میں داخل ہوتے ہیں۔

جب بیلی ساریوس نے گاتھوں کو روم شہر سے پیچھے ہٹا دیا اور خود روم شہر میں داخل ہو
گیا تب گاتھوں نے اسے پیغام بھیجا کہ روم شہر ہمارے حوالے کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ
تو تمہیں عزت سے باہر نکلنے کی اجازت دے دی جائے گی۔

بیلی ساریوس نے کہلا بھیجا۔

”وہ وقت آنے والا ہے جب تمہیں سر چھپانے کی جگہ نہ ملے گی....... کسی جھاڑی
میں بھی تم پناہ نہ پا سکو گے۔ روم ہمارا ہے اور میں جب تک زندہ ہوں کبھی ہتھیار نہیں
ڈالوں گا۔“

اگلے روز گاتھوں نے روم شہر پر حملے شروع کر دیئے تھے۔ بیلی ساریوس شہر کی فصیل
پر کھڑے ہو کر ان کے ان حملوں کا جائزہ لے رہا تھا اور وہ ان کے بھدے آلات دیکھ کر
جو وہ فصیل کو توڑنے کے لئے استعمال کر رہے تھے ان کا مذاق اڑاتا تھا۔ جو متحرک برج
فصیل پر حملہ آور ہونے کے لئے گاتھوں نے بنائے تھے انہیں بیل کھینچتے تھے۔ جب ان پر
بیلی ساریوس منجنیقوں کے ذریعے سنگ باری کراتا تو سنگ باری کے نتیجے میں گاتھوں کے
نہ صرف بیل [illegible]، جاتے بلکہ ان کے سپاہی بھی موت کے گھاٹ اتر جاتے تھے۔ اس

طرح گاتھوں کا خاصا نقصان ہوتا تھا۔

دوسری طرف گاتھ ہمیشہ جنگ کے عادی چلے آتے تھے۔ وہ بھی با آسانی ہار ما
کے لئے تیار نہ تھے۔ انہوں نے شہر کے اردگرد مستقل چھاؤنیاں بنالی تھیں تاکہ خورا
اندر نہ پہنچ سکے اور دریائے ٹائبر کو بھی روک دیا تاکہ وہاں سے کوئی کشتی یا جہاز نہ گ
سکے۔ ساتھ ہی انہوں نے پانی کی وہ نالی بھی توڑ دی جس کے ذریعے سے شہر میں پا
پہنچتا تھا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ روم شہر کے اندر جو حمام تھے وہ پانی سے محروم ہو گئے اور اہل ر
کے لئے روزانہ غسل کی تفریح بھی ختم ہو گئی۔ اس کے علاوہ غذا کی قلت بھی بڑی پریشا
کا باعث بننے لگی تھی۔

اب شہر کے اندر رومن بیلی ساریوس کی کمانداری میں جب کہ شہر سے باہر گاتھ اپ
نئے بادشاہ وٹیجس کی کمانداری میں اپنی پوری طاقت صرف کر رہے تھے۔ یہاں تک ک
روم شہر کے لوگ چلّانے لگے اور بیلی ساریوس سے کہنے لگے۔

”یہ کیا حماقت ہے؟.....اگر شہر وٹیجس کے حوالے کرنے سے ہمیں امن مل سکتا ہے
کھانا مل سکتا ہے، پھل مل سکتے ہیں اور سب سے بڑی بات یہ کہ پہلے کی طرح ہ
حماموں میں جا کر نہا سکتے ہیں تو شہر اس کے حوالے کر دینا چاہیئے۔“

یہ حالات دیکھتے ہوئے بیلی ساریوس نے تیز رفتار قاصد اپنے بادشاہ جسٹینین ک
طرف بھجوائے اور ایک خط اس کے نام لکھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ اس خط میں بی
ساریوس نے جو تحریر لکھی وہ کچھ اس طرح تھی:

”میں نے شہنشاہ کے احکامات کی تعمیل کی۔ جب وحشی گاتھوں نے
پورے لشکر کے ساتھ حملہ کیا تو وہ ہم پر اور شہر پر قبضہ کر لینے والے
تھے۔ باقی رہے ہمارے حالات تو کاش وہ بہتر ہوتے۔ میرے لئے
اس لشکر کے ساتھ جو اس وقت میرے پاس ہے فصیل کی حفاظت زیادہ
دیر تک کرنا ممکن نہیں۔ یہ شہر بہت بڑے رقبے میں پھیلا ہوا ہے۔ سمندر
سے منقطع ہے اس وجہ سے رسد نہیں پہنچ سکتی۔ اگرچہ اب تک یہاں
کے رومنوں کی روش ہمارے متعلق اچھی ہے لیکن بھوک کی وجہ سے ان
کی روش بدل سکتی ہے۔ ان کی دوستی ناکامی کی آزمائش برداشت نہیں کر
سکتی۔

میرے شہنشاہ! یہ صورتِ حال پیشِ نظر رکھئے کہ اگر وحشی کامیاب
ہوئے تو ہم اٹلی سے باہر نکال دیئے جائیں گے اور ہمارا لشکر تباہ و برباد
ہو جائے گا۔ ہمارے متعلق عام رائے یہ ہو گی کہ ہم نے روم شہر اور اس
کے شہریوں کو برباد کر دیا جنہوں نے ہم سے وفاداری کرتے ہوئے
اپنی جانیں خطرے میں ڈالیں۔

میں جب تک زندہ ہوں شہر نہ چھوڑوں گا۔ تاہم جو کچھ آپ سے
صاف صاف کہہ دینا ضروری ہے اسے چھپانا نہیں چاہتا۔ ہمارے لئے
اتنی رسد اور اتنے آدمی بھیجیں کہ ہم مساویانہ دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔“

جب گاتھوں کی طرف سے روم شہر کا محاصرہ طول پکڑتا گیا تب شہر کے لوگ جو اس
سے پہلے تکلیفیں برداشت کرنے کے عادی ہو چکے تھے وہ بھی تنگ پڑنے لگے اور اب
انہوں نے اصرار کرنا شروع کر دیا کہ کب تک وہ گاتھوں کے سامنے محصور حالت میں
زندگی بسر کرتے رہیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ گاتھوں سے دست بدست جنگ کی جائے اور
انہیں مار بھگایا جائے۔

چنانچہ شہر کے سرکردہ لوگ بیلی ساریوس کے پاس پہنچے اور التجائیں کیں کہ گاتھوں سے
آخری مقابلہ کر کے فتح حاصل کی جائے۔

بیلی ساریوس نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ میرے پاس فتح کا جادو نہیں۔
گاتھوں کے پیادہ سپاہی صرف تیر کمان استعمال کرتے ہیں، سواروں کے پاس تلواریں اور
برچھیاں ہوتی ہیں، تیر کمان نہیں ہوتے۔ لہٰذا پیادہ فوج سے سابقہ پڑتا ہے تو ہم ان سے
دور رہتے ہیں۔ سواروں سے مقابلہ ہوتا ہے تو ہم اتنے فاصلے سے ان پر تیر چلاتے ہیں
جہاں ان کی تلوار اور برچھیاں کوئی کام نہیں دے سکتیں۔

لیکن رومن بیلی ساریوس کے اس جواب سے مطمئن نہ ہوئے اور اپنی باتوں پر اصرار
جاری رکھا۔ آخر کار شہریوں کے کہنے پر بیلی ساریوس نے شہر سے نکل کر حملہ کیا اور لڑتا
بھڑتا گاتھوں کے پڑاؤ میں پہنچ گیا۔ گاتھوں کے بے شمار لشکریوں نے اسے اپنے گھیرے
میں لے لیا۔ اس حملے میں رومنوں کو خاصا نقصان پہنچا اور بیلی ساریوس بڑی مشکل سے
اپنی جان بچا کر شہر میں داخل ہونے میں کامیاب ہوا۔

دوسری طرف بیلی ساریوس نے جو اپنے شہنشاہ کو خط لکھا تھا اس خط کے جواب میں
مختلف سمتوں سے اس کے پاس نئے لشکری اور نئے کماندار پہنچنا شروع ہو گئے۔ ساتھ ہی

رسد بھی آنا شروع ہو گئی تھی جس کی بناء پر بیلی ساریوس کی حالت بہتر ہو گئی تھی اور روم
میں اس کے پاس خاصا بڑا لشکر جمع ہو گیا تھا۔

مورخین لکھتے ہیں خود آخر گاتھ بھی اس محاصرے سے تنگ آ گئے اور فریقین میں
کی بات چیت شروع ہوئی۔ گاتھوں کا ایک آدمی جوان کا سالار تھا ایک اطالوی ترجمان
لے کر بیلی ساریوس کے پاس پہنچا۔ اس سے کہا لڑائی فریقین کے لئے مصیبت کا باعث
بنی ہوئی ہے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ صلح کی شرطیں طے ہو جائیں۔ گاتھوں نے یہ بھی کہا کہ
رومنوں کے شہنشاہ اور اس کے قوانین کا احترام کریں گے۔ ہم اپنے ہاں رومن قانون
جاری کریں گے۔ لہٰذا بیلی ساریوس کو چاہئے کہ وہ اپنے بادشاہ کو یہ پیغام بھجوا دے کہ
مالِ غنیمت پر ہمارا قبضہ ہو چکا ہے وہ ہمارے پاس ہی رہے گا۔

اس طرح وقتی طور پر رومنوں اور گاتھوں کے درمیان صلح ہو گئی تھی لیکن یہ صلح مختصر
تھی۔ اس لئے کہ گاتھوں کے بادشاہ اور سالار وٹیجس کا خاتمہ ہو گیا اور گاتھوں نے
ایک نئے سالار ٹوٹیلا کو اپنا حاکم مقرر کر لیا۔

ٹوٹیلا نے اپنی قوم کے جنگجوؤں کو از سر نو تیار کیا۔ وہ شہروں سے دور رہتا اور
لشکریوں کو محاصرے میں ضائع نہ کرتا۔ لیکن جنوبی اٹلی کے دیہاتی علاقوں کو اس نے
جولان گاہ بنا لیا تھا۔ اہلِ اٹلی سے اس کا برتاؤ بہت اچھا تھا۔

وہ جنگ میں ہر قسم کی سختیاں اور درشتیاں جائز رکھتا لیکن جنگ کے بغیر کسی کو تکلیف
نہ دیتا۔ سب سے پہلے وہ نیپلز شہر کی طرف متوجہ ہوا۔ اہل نیپلز نے شہر اس کے حوالے
کرنے کے لئے ایک مہینے کی مہلت مانگی۔ ٹوٹیلا نے ایک کی بجائے تین مہینے کی مہلت
دے دی اور آخر کار اس مہلت کے بعد اس نے نیپلز شہر پر قبضہ کر لیا تھا۔

اس طرح ٹوٹیلا کے ہاتھ نیپلز کی صورت میں ایک بندرگاہ آ گئی تھی۔ وہاں اس نے
اپنا ایک زبردست بحری بیڑہ بھی تیار کر لیا تھا۔

جن دنوں ٹوٹیلا نے طاقت حاصل کر لی تھی ان دنوں بیلی ساریوس اٹلی کے
مشرقی گوشے میں پہنچ چکا تھا۔ جہاں ٹوٹیلا بیلی ساریوس سے باخبر رہنا چاہتا تھا وہاں
ساریوس بھی ٹوٹیلا کی جرأت مندی اور دلیری سے متاثر تھا۔

ٹوٹیلا بڑا جنگجو تھا لہٰذا وہ برق اور طوفان کی طرح ایک شہر سے دوسرے شہر
جست و خیز کرتا ہوا اٹلی پر قابض ہونے لگا۔

ان ابتر اور برے حالات میں بیلی ساریوس نے اپنے شہنشاہ جسٹینین سے پھ

اور اس نے ایک مایوسانہ خط جسٹینین کو لکھا۔ اس خط کا مضمون کچھ اس طرح تھا۔
"اگر آپ بیلی ساریوس کو اٹلی بھیجنا ضروری سمجھتے تھے تو وہ ہو چکا۔ میں اٹلی میں
بیٹھا ہوں۔ اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ دشمن پر غلبہ پایا جائے تو مزید انتظامات کئے بغیر
چارہ نہیں۔ سپہ سالار کے پاس ایسے آدمی ہونے چاہئیں جو اس کے لئے تقویت کا باعث
ہوں .... سب سے بڑھ کر مجھے کچھ خاص دستوں کی ضرورت ہے۔ میری طرف ایشیا
کے ہنوں کو روانہ کیا جائے جو بہترین جنگجو ہیں اور ان گاتھوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔"

اب بیلی ساریوس اور ٹوٹیلا کا ٹکراؤ شروع ہوا۔ جگہ جگہ جنگ ہوئی جس میں ٹوٹیلا
کامیاب رہا۔ ٹوٹیلا کے ہاتھوں پسپائی اختیار کرنے اور شکست اٹھانے کے بعد بیلی
ساریوس نے خشکی کو چھوڑ کر سمندر میں رہنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس لئے کہ اس کے پاس خاصا
بڑا بحری بیڑہ تھا اور وہ اپنے لشکر کو لے کر بحری بیڑے میں منتقل ہو گیا اور ٹوٹیلا کے ہاتھوں
وہ پسپائی اختیار کر کے اٹلی سے نکل کر سسلی پہنچا۔

یہاں اس نے سسلی سے غلہ خرید کر جہازوں میں بھرا اور دوبارہ گاتھوں سے ٹکرانے
کے لئے دریائے ٹائبر کے دھانے پر پہنچنے کی کوشش کی۔ اتنی دیر تک ٹوٹیلا نے روم شہر کا
محاصرہ کر لیا تھا۔ روم شہر میں غذا کی قلت کے باعث بڑی نازک صورتِ حال پیدا ہو چکی
تھی۔

ٹوٹیلا جنگ کا جہاں وسیع تجربہ رکھتا تھا وہاں وہ بیلی ساریوس کے مقابلے میں زیادہ
دور اندیش تھا۔ وہ دیہاتیوں کو بالکل تنگ نہیں کرتا تھا اور لشکر کے لئے جس قدر غلے کی
ضرورت ہوتی وہ غلہ حاصل کر کے اس کی پوری قیمت ادا کرتا تھا۔ اس موقع پر بیلی
ساریوس نے روم شہر کی مدد کرنا چاہی اور ٹوٹیلا کو وہاں سے بھگانا چاہا لیکن الٹا ٹوٹیلا نے
بیلی ساریوس کو بدترین شکست دے کر وہاں سے بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ اپنے بحری
بیڑے کو لے کر دریائے ٹائبر کے راستے بیلی ساریوس واپس بھاگ گیا اور روم شہر پر ٹوٹیلا
کا قبضہ ہو گیا۔

اس طرح یورپ میں ان گاتھوں کی دو حکومتیں ہو گئی تھیں۔ ایک مغربی گاتھ جن کی
حکومت اسپین میں تھی اور دوسرے مشرقی گاتھ جنہوں نے اٹلی پر قبضہ کر کے وہاں اپنی
حکومت قائم کر لی تھی۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہی گاتھ رومنوں کے اندر مل جل
گئے تھے۔ اس لئے کہ رومن ان کے آگے ایک طرح سے جھک گئے تھے۔ گاتھ، ہن اور
ونڈال اور اس طرح کے دوسرے وحشی قبائل کیونکہ خوب جنگجو تھے لہٰذا رومنوں نے انہیں

اپنے لشکر میں شامل کرنا شروع کر دیا تھا اور افریقہ میں بھی رومنوں کے لشکر میں بر
قبائل شامل تھے۔

●●●

عقبہ بن نافع، محمد بن اوس اور دوسرے سالار اپنے لشکر کو لے کر صبرانہ نام
شہر پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہے تھے وہ شہر انہی گاتھوں کا تھا جو ا
اسپین کے علاوہ اٹلی میں بھی حکومت کر رہے تھے۔

جس طرح اپا شہر میں وندال عقبہ بن نافع کے سامنے محصور ہو گئے تھے ا
صبرانہ کے گاتھوں نے بھی محصور رہ کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنا چاہا لیکن وہ مسلمانو
سامنے زیادہ دیر ٹھہر نہ سکے۔

عقبہ بن نافع نے جو تدبیر استعمال کرتے ہوئے اور چاروں طرف سے را
تاریکی میں شہر پر حملہ آور ہو کر اپا شہر پر قبضہ کیا تھا وہی ترکیب اس نے صبرانہ شہر
رات کے وقت استعمال کی اور بالکل اپا ہی کے انداز میں صبرانہ کی فصیل پر بھی
لشکری چڑھنے میں کامیاب ہو گئے...... رات کی تاریکی میں صبرانہ میں جو گا
لشکر تھا اس کا خاتمہ کر دیا گیا اور صبح تک مسلمان صبرانہ شہر پر قابض ہونے میں کا
ہو گئے۔

اپا کی طرح صبرانہ کا بھی نظم و نسق عقبہ بن نافع نے اپنے طور طریقے پر چلایا ا
اپنا ایک ناظم مقرر کیا۔ اس کے بعد عقبہ بن نافع نے اپنے لشکر کے ساتھ بلتس شہ
کیا۔ بلتس شہر اس وقت وندالوں کے قبضہ میں تھا۔ وہاں کے وندالوں کو جب خبر
حملہ آور مسلمانوں نے اس سے پہلے اپا اور صبرانہ دونوں شہروں پر قبضہ کر لیا ہے ا
اب وندالوں اور گاتھوں کی بجائے مسلمانوں کی حکومت ہے تو انہیں یقین ہو گیا
صبرانہ اور اپا شہر مسلمانوں کے سامنے نہیں ٹھہر سکے تو بلتس میں جو وندالوں کا لشکر
بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ لہٰذا عقبہ بن نافع جب اپنے لشکر کے ساتھ بلتس
قریب پہنچا تو وہاں کے سرکردہ لوگ شہر سے باہر نکلے۔ عقبہ بن نافع کی خدمت میں
ہوئے۔ شہر اس کے حوالے کر دیا اور اپنی اطاعت اور فرمانبرداری کا اظہار کیا۔

ان کے اس رویے سے عقبہ بن نافع بے حد خوش ہوا اور شہر کے سب لوگو
نے امان دے دی تھی۔ اس طرح اپا کے بعد صبرانہ اور بلتس کو فتح کرنے کے ب
لشکر کے ساتھ عقبہ بن نافع پلٹا اور اپا شہر کا رخ کیا۔

اپا پہنچنے کے بعد عقبہ بن نافع نے اپنے لشکر کو چند دن آرام کرنے کا موقع فراہم
رنے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس کے بعد وہ چاہتا تھا کہ قیروان کا رخ کرے۔

اپا میں قیام کے دوران ایک روز محمد بن اوس اور نعیم بن حماد دونوں رومن قیدیوں کا
ئزہ لے رہے تھے اس لئے کہ قیدیوں کی نگرانی اور دیکھ بھال عقبہ بن نافع نے محمد بن
ں کے سپرد کی تھی۔

جس وقت وہ دونوں قیدیوں کا جائزہ لے رہے تھے ایک طرف سے ایک لشکری بڑی
زی سے آیا۔ محمد بن اوس کے سامنے آ کر رکا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اسیر قیدیوں میں سے وہ لڑکی جس کا نام سنیکا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ
منوں کے بادشاہ کی بیٹی ہے وہ آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔ میں ان نگرانوں میں سے
ب ہوں جو لڑکیوں کی حفاظت پر مقرر کئے گئے ہیں۔ سنیکا نام کی اس لڑکی کے ساتھ
ریگوری کی بیٹی فلورنس بھی ہے اور سنیکا نے مجھے یہ بھی کہلا بھیجا ہے کہ اگر امیر یہاں آنا
چاہیں تو مجھے اجازت دیں، میں ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گی۔"

اس لشکری کے ان الفاظ پر محمد بن اوس نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھا پھر
ہنے لگا۔

"تم چلو...... میں تمہارے پیچھے پیچھے آتا ہوں۔"

اس پر وہ لشکری وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد نعیم بن حماد کی طرف
یکھتے ہوئے محمد بن اوس بول اٹھا۔

"ابن حماد! آؤ، پہلے قیدی لڑکیوں کی طرف جاتے ہیں...... ہو سکتا ہے انہیں ہم
ے کوئی شکایت ہو۔ لہٰذا ان کی شکایت سب سے پہلے رفع کی جانی چاہئے۔"

ابن حماد نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ دونوں اس طرف گئے جہاں رومنوں کی قیدی
کیوں کو رکھا گیا تھا۔ ان لڑکیوں کے درمیان ایک نمایاں جگہ سنیکا اور فلورنس کھڑی
یں۔ ان دونوں نے بھی محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کو اپنی طرف آتے دیکھ لیا تھا۔
نوں خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔ پھر وہاں سے بڑی تیزی سے نکلیں اور محمد بن اوس اور
بن حماد کے پاس آئیں۔

ان دونوں کو مخاطب کر کے ابن اوس کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ اسے مخاطب کرنے میں
یکا نے پہل کی اور بول اٹھی۔

"امیر! سب سے پہلے میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے یہاں آ کر ہماری

بات سننے کی زحمت گوارہ کی۔ ورنہ قیدی کی حیثیت سے آپ ہمیں وہاں بھی بلا سکتے
اور یہاں آنا اپنے لئے باعثِ عار سمجھ سکتے تھے۔"

سنیکا جب خاموش ہوئی تو پہلے کے سے انداز میں اس کی طرف دیکھے بغیر ابن
بول اٹھا۔

"قسطنطنیہ کی بیٹی! تمہارے پاس آنے میں میری کوئی عار اور بے عزتی نہیں
صرف تم دونوں ہی کا نہیں، جس قدر رومن لڑکیاں ہیں ان سب کی دیکھ بھال،
فلاح اور خیریت کا خیال رکھنا ہمارے فرائض میں شامل ہے .... اب کہو تم
چاہتی ہو؟"

لمحہ بھر کے لئے سنیکا نے توصیفی انداز میں محمد بن اوس کی طرف دیکھا اس
وہ دوبارہ بول اٹھی تھی۔

"امیر! جن گھوڑوں پر ہم بیٹھ کر آئی تھیں انہی پر ہمیں قیدی بنا لیا گیا تھا اور
گھوڑے کے ساتھ چھوٹی سی ایک خرجین تھی جس میں میرے دو تین لباس تھے۔ ا
معاملہ میری بہن فلورنس کا بھی ہے۔ ہمارا دیگر ضروریات کا سامان جن میں ہمارے
سے کپڑے اور ضروریات کی چیزیں بھی تھیں وہ ان اونٹوں پر لدی ہوئی تھیں جو
پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ اب ہمیں پتہ نہیں اونٹوں پر لدا ہوا وہ سامان کہاں ہے، ک
لے جایا گیا ہے۔ میں نے آپ کو زحمت اس لئے دی ہے کہ آپ کی مہربانی، اونٹ
لدے ہوئے سامان سے جو ہم دونوں کا ذاتی سامان ہے وہ ہمیں دلا دیا جائے۔"

"دیکھو بی بی! اونٹوں پر لدا ہوا رومنوں کا سامان جو ہمارے ہاتھ لگا ہے ا
تک کھولا نہیں گیا۔ وہ ویسے کا ویسا ہی پڑا ہے۔" بڑے نرم لہجے میں سنیکا کو مخاطب
ہوئے محمد بن اوس کہنے لگا تھا۔ "وہ سامان اور سارے اونٹ ویسے کے ویسے
قیروان پہنچیں گے۔ اس کے بعد سامان کا جائزہ لیا جائے گا۔ اگر اس سامان م
ذاتی سامان بھی ہے تو پھر اس پر تمہارا حق بنتا ہے۔ وہ تمہیں ضرور ملے گا۔"

اس کے بعد محمد بن اوس نے ابنِ حماد کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر
لگا۔

"ابنِ حماد! یہ کام میں تمہارے ذمے لگاتا ہوں۔ ان دونوں کو اپنے ساتھ
جہاں سامان رکھا گیا ہے وہ سارا سامان ان کو دکھاؤ۔ اس سامان سے جو یہ اپنا
چاہیں لے سکتی ہیں۔ کوئی اعتراض نہ کرنا۔ جب یہ دونوں اپنا سامان لے کر آ جا

ان دونوں سے کہنا ان کے ساتھ جو دوسری قیدی لڑکیاں ہیں ان سے بھی پوچھیں۔ اگر ان
کا کوئی ذاتی سامان اونٹوں پر لدے ہوئے سامان میں شامل ہے تو پھر کچھ لشکریوں کو اپنے
ساتھ لینا اور ان لڑکیوں کی ضرورت کا سامان بھی ان کے حوالے کر دینا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس رکا، دوبارہ بڑے غور سے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابنِ حماد! ان لڑکیوں کے اندر یہ دو لڑکیاں سب سے زیادہ اہم اور قابل توجہ ہیں۔
اس لئے کہ ایک گریگوری کی، دوسری رومنوں کے شہنشاہ کی بیٹی ہے۔ آج سے میں
تمہارے ذمے یہ کام لگاتا ہوں کہ یہاں قیام کے دوران اور جب ہم قیروان پہنچیں
وہاں بھی ان کے قیام اور ان کی رہائش کا اہتمام کیا تو ان دو لڑکیوں سے تم ہر روز ملو اور
ان کی جو بھی جائز شکایت ہو وہ ہر صورت میں رفع کرو۔ اگر اس سلسلے میں کوئی رکاوٹ ہو
تو پھر مجھ سے رابطہ قائم کرو۔ ساتھ ہی میں ان دو لڑکیوں کے ذمے یہ کام بھی لگاؤں گا
کہ یہ اپنی ساتھی قیدی لڑکیوں سے رابطہ قائم رکھیں۔ ہمارے ہاں قیام کے دوران ان
ساری لڑکیوں کو ان دو ہی کو نمائندہ سمجھا جائے گا۔ لہٰذا جس لڑکی کو بھی کوئی تکلیف یا کوئی
شکایت ہو وہ ان دونوں لڑکیوں سے کرے اور پھر یہ دونوں لڑکیاں تمہارے ساتھ رابطے
میں رہیں گی ......اس طرح جب ان لڑکیوں کی جائز شکایات رفع ہو جائیں گی تو انہیں
ہمارے خلاف کوئی شکوہ کوئی شکایت نہیں رہے گی۔ ابنِ حماد! یہ لڑکیاں ہمارے ہاں مہمان
ہیں اور یہاں قیام کے دوران انہیں ہر مناسب آسائش مہیا کی جائے تاکہ جب یہ واپس
جائیں تو ان کے ذہنوں میں ہماری طرف سے کوئی بوجھ نہ ہو۔"

محمد بن اوس جب خاموش ہوا تب اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے ابنِ حماد نے
ایسا ہی کرنے کا عہد کیا۔ اس موقع پر ابنِ اوس مسکرایا اور سنیکا اور فلورنس کو مخاطب کر
کے کہنے لگا۔

"میرا بھائی حماد ہر روز تم لوگوں سے رابطہ رکھے گا۔ اب تمہارا یہ کام ہے کہ اپنی
ساری ساتھی لڑکیوں سے تم رابطہ رکھو۔ اگر ان کو کوئی تکلیف ہو یا انہیں کسی چیز کی ضرورت
ہو تو وہ تمہیں بتائیں گی اور تم ابنِ حماد سے کہنا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ کسی کی بھی
جائز شکایت کو رد نہیں کیا جائے گا۔ جہاں تک تمہاری جانوں، تمہاری آبرو کا تعلق ہے تو
ایک بات یاد رکھنا ہمارے ہاں تمہاری جانیں تو بالکل محفوظ رہیں گی، جہاں تک تمہاری
آبرو تمہاری عفت کا تعلق ہے تو آبرو اور عفت کے معاملے میں عورت کا بڑا بلند مقام
ہے۔ ہم مسلمان عورت خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم اس کی عزت، اس کی آبرو، اس کی

عفت کو اپنی جان سے بھی عزیز سمجھ کر اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہاں اور قیر
قیام کے دوران مطمئن رہنا۔ تم سب لڑکیوں کو خداوند نے چاہا تو ہم سے کوئی
شکایت نہیں ہوگی۔"

اس کے ساتھ ہی محمد بن اوس وہاں سے ہٹ گیا تھا جبکہ ابنِ حماد سیدکا ا
دونوں کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

عقبہ بن نافع نے صرف چند دن اپا میں قیام کر کے اپنے لشکر کو ستانے
فراہم کیا۔ اپا، بلنس اور صبرانہ کے انتظامی امور کو پہلے ہی آخری شکل دے چکا ت
حفاظت کا بھی اعلیٰ انتظام کر دیا گیا تھا۔ لہٰذا عقبہ بن نافع ایک روز اپنے لشکر کے
سے نکلا اور بڑی برق رفتاری سے اس نے اپنے مرکزی شہر قیروان کا رخ کیا تھا۔
وندالوں اور گاتھوں کے خلاف افریقہ کے دشت و بیابان میں عقبہ بن نا
شاندار فتوحات تھیں۔

قیروان پہنچ کر قیروان شہر کے اندر چھوٹے بڑے سالاروں کے لئے جو ای
کی صورت میں رہائش گاہیں تعمیر کی گئی تھیں ان کے اندر رومن لڑکیوں کو رکھ
سیدکا اور فلورنس کو وہاں قیام کے لئے وہ کمرہ ملا تھا جو محمد بن اوس کے زیر استعما
تھا۔ جبکہ مجبوری کی حالت میں لشکر کے چھوٹے اور بڑے سالاروں کو ان حویلیو
منتقل کر دیا گیا تھا جو ہنگامی حالات سے نمٹنے کے لئے قیروان شہر میں تعمیر کی
لشکر کا ایک حصہ شہر کے نواح میں رومن قیدیوں کی دیکھ بھال کے لئے خیموں م
تھا۔ محمد بن اوس اور ابنِ حماد اس لشکر میں شامل تھے۔

◎......◎

★★★
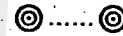
دوسری طرف رومنوں کے سالار ہرکولیس اور اساریں اپنے لٹے پٹے لشکر کے
اتھ جب قرطاجنہ پہنچے اور قرطاجنہ میں قسطنطنیہ کے شہنشاہ کے بیٹے جسٹین، افریقہ میں
منوں کے حاکم گریگوری اور دوسرے سالاروں اور عمائدین کو یہ خبر ہوئی کہ مسلمانوں کے
قابلے میں نہ صرف یہ کہ ان کے سالاروں کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے بلکہ
سلمانوں نے رومنوں پر اپنی فتح مندی مسلط کرتے ہوئے سینکڑوں کی تعداد میں رومن
لڑکیوں کے علاوہ رومن لشکر میں شامل ان گنت لڑکیوں کو بھی گرفتار کر لیا ہے اور ان
کیوں میں کیونکہ رومنوں کے شہنشاہ قسطنطین چہارم کی بیٹی سیدکا اور گریگوری کی بیٹی
رنس بھی شامل تھیں سو ان خبروں نے رومن حکام کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ آخر کار قسطنطین
ہارم کے بیٹے جسٹین کے کہنے اور قرطاجنہ کے بشپ پولوس کی انگیخت پر قرطاجنہ کے
ے کلیسا میں سارے سالاروں، سلطنت کے عمائدین اور سرکردہ لوگوں کا اجلاس طلب
رلیا گیا تھا۔

جب سب لوگ قرطاجنہ کے بڑے کلیسا میں جمع ہو گئے تب جو صورتِ حال
لمانوں کے ہاتھوں شکست اٹھانے کی وجہ سے پیش آئی تھی اس کی تفصیل گریگوری نے
ب سے کہہ دی تھی۔

یہ ہولناک خبر سن کر کلیسا کے بڑے کمرے میں بیٹھے سب لوگوں پر کاٹ کھانے والی
موشی اور غم میں ڈبو دینے والا ایک جمود سا طاری ہو کر رہ گیا تھا۔ کچھ دیر تک گہری
موشی رہی پھر اسی گہری خاموشی کو توڑتے ہوئے بشپ پولوس بول اٹھا تھا۔

"مسلمانوں کے ہاتھوں ہماری ان پے در پے شکستوں نے افریقہ کے اندر نہ
ف ہماری ساکھ مٹی میں ملا کر رکھ دی ہے بلکہ اب جو مسلمانوں نے ہمارے ان گنت

لشکریوں کو قیدی بنا لیا ہے اور لشکر میں ہماری جوان اور قوم پرست لڑکیاں تھیں ان
کا قیدی بن جانا میں سمجھتا ہوں اس سے بڑھ کر ہمارے لئے بے عزتی اور بے حرمتی
کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی۔ اور پھر مجھے تو اس بات کا مزید دکھ ہے کہ ہماری
بیٹیوں میں سنیکا اور فلورنس جیسی لڑکیاں بھی مسلمانوں کی قید میں چلی گئی ہیں۔
ان کے ساتھ وہاں کیا سلوک کیا جائے گا۔ ان کی عزت، ان کی عصمت پر کیسی
گیری کی جائے گی۔‘‘

یہاں تک کہنے کے بعد بشپ پولوس جب خاموش ہوا تو اس کی اس گفتگو پر
کا اظہار کرتے ہوئے گریگوری بول اٹھا تھا۔

’’محترم پولوس! پہلی بار جب عقبہ بن نافع ان سرزمینوں کی طرف آیا تھا
مواقع پر اس نے ہمارے لشکریوں کو شکست دی تھی تو ایسے ہی ایک موقع پر ہمارے
لشکری بھی قید ہوئے تھے، لڑکیاں بھی پکڑی گئی تھیں۔ آپ کو بھی پتہ ہے، میں
سے آگاہ ہوں کہ مسلمانوں نے گرفتار ہونے والی لڑکیوں کو ہمارے کہنے پر بڑی
اور احترام کے ساتھ واپس کر دیا تھا۔ ان کے ہاں ان کی عزت بھی محفوظ رہی تھی
مسلمانوں نے انہیں تحائف دے کر واپس کیا تھا۔ محترم پولوس! آپ کو یہ بھی
کہ ان لڑکیوں میں سے ایک لڑکی نے یہاں آ کر جو بیان دیا وہ بھی ہمارے
باعثِ عار اور باعثِ شرم تھا۔ اس لڑکی نے واپس قرطاجنہ آ کر بتایا تھا کہ ایک
حیثیت سے رومن لڑکیوں کو جو عزت، جو احترام مسلمانوں نے دیا تھا ایسی عزت
احترام انہیں قرطاجنہ میں ان کی اپنی قوم بھی نہیں دیتی۔ اس لڑکی نے یہ بھی انکشاف
تھا کہ جس طرح مسلمانوں نے اسیری کے دوران ان کی عزت، ان کی عصمت
عفت کو محفوظ رکھا اور دیکھ بھال کی اس طرح کی عصمت کی پاسبانی تو خود ہمارے
بھی نہیں ہوتی۔

’’محترم پولوس! جہاں تک گرفتار ہونے والی لڑکیوں کا تعلق ہے تو ان سے
مطمئن رہیں ...... میں مسلمانوں کے اطوار سے پوری طرح واقف ہوں۔ میں
یقین دلاتا ہوں کہ ان گرفتار ہونے والی لڑکیوں کی نہ صرف عزت اور عفت محفوظ
بلکہ مسلمان ان کی جانوں کی بھی خوب حفاظت کریں گے۔‘‘

یہاں تک کہنے کے بعد گریگوری رکا، پھر سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ کہ
’’تجربے کو سامنے رکھتے ہوئے میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ مسلمان اسیر

ن لشکریوں کا زرفدیہ لے کر انہیں رہا کر دیں گے اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ گرفتار
نے والی لڑکیوں کا وہ زرفدیہ نہیں لیں گے۔ لہٰذا ان حالات میں سب سے پہلے
ں ایک وفد قیروان شہر کی طرف بھجوانا چاہئے اور ان قیدیوں کی احوال پرسی کے
ہ قید ہونے والے لشکریوں کے زرفدیہ کی بھی تفصیل حاصل کریں اور جو رقم
طے کریں وہ رقم ادا کر کے سب سے پہلے اپنے اسیر لشکریوں کی رہائی کا
مان کریں۔‘‘

گریگوری یہاں تک کہنے کے بعد جب خاموش ہوا تب جسٹینین بول اٹھا۔

’’محترم گریگوری! میں آپ کی اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں ...... سب سے پہلے
ں وفد کی صورت میں اپنے کچھ سرکردہ آدمیوں کو قیروان روانہ کرنا چاہئے تاکہ اپنے
یوں کی رہائی کے لئے زرفدیہ جاننے کی کوشش کی جائے اور مطلوبہ رقم ادا کر کے ان
رہائی کا سامان کیا جائے۔

اب ہمیں یہاں جمع ہونے کے اصل مقصد کی طرف آنا چاہئے ...... اصل مقصد یہ
، کہ مسلمان پے در پے ہمیں شکست پر شکست دیتے جا رہے ہیں۔ تین شہر انہوں نے
سے چھین لئے ہیں۔ ایا اور بلنس شہر میں ونڈال تھے، صبرانہ میں گاتھ تھے۔ جس وقت
کی مدد کے لئے ہم نے ہرکولیس اور اسارین کی سرکردگی میں لشکر بھیجا تھا اس وقت مجھے
ید تھی کہ مسلمانوں کے خلاف ہرکولیس اور اسارین کو زیادہ جدوجہد نہیں کرنا پڑے گی۔
لئے کہ ایا اور بلنس شہروں کے ونڈال جو بہترین جنگجو اور تیغ زن خیال کئے جاتے ہیں
اپنے شہر فتح نہیں ہونے دیں گے اور مسلمانوں کو شکست دے کر مار بھگائیں گے۔ لیکن
اور بلنس شہروں کے علاوہ وہاں کے مکین ونڈالوں کی بدقسمتی کہ مسلمانوں نے دونوں شہر
کر لئے۔ اور پھر گاتھوں کو ہمارے ہاں اس لئے عزت اور وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا
ہے کہ وہ سب سے زیادہ جنگجو اور اچھے تیغ زن ہیں۔ لیکن ان کی بدقسمتی کہ مسلمانوں نے
برانہ شہر ان سے چھین لیا ہے۔

اب مسلمانوں سے نمٹنے کے لئے اور ان علاقوں میں اپنی ساکھ بحال کرنے کے لئے
رے ذہن میں دو تجویزیں آئی ہیں وہ میں تم لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ مجھے
ید ہے اگر ہم اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں تو مسلمانوں کو ہم نقصان پہنچانے کے
اتھ ساتھ بدترین شکست دینے میں بھی کامیاب ہو سکتے ہیں۔

جو صورتِ حال ہمارے سامنے آئی ہے اس کو نگاہ میں رکھتے ہوئے اسے اپنی

بدقسمتی کہوں گا کہ جہاں مسلمانوں کے مقابلے میں ہمارے بہترین سالاروں ہر
اور اساریں کو شکست ہوئی ہے وہاں بربروں کے خونخوار سردار اور سالار برا
بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے اور مسلمانوں نے اسے بھی شکست دے کر مار
ہے ...... جو تجویز اس وقت میرے ذہن میں ہے وہ میں بیان کرتا ہوں، غور
سننا۔

میں جانتا ہوں اس وقت تین مقامات پر ہمارے بہترین لشکر ہیں۔ ایک قرطا
میں، دوسرا یوتیکا اور تیسرا ہپو شہر میں۔ یہ تینوں ہی ہماری بہترین بندرگاہیں ہیں ہپو
آگے ایجی تنگلس سے لے کر کارتینا تک اس ساری پٹی پر گال ہیں۔ یہ سب ہمارے
فرمانبردار اور ہمارے ماتحت ہیں۔

ان دونوں اقوام کے پاس سالدی اور کارتینا کی صورت میں بندرگاہیں بھی
اور وہاں ان کے پاس خاصے بڑے بڑے لشکر بھی ہیں ...... میں چاہتا ہوں کہ
رفتار قاصد ہنوں کے مرکزی شہر اور بندرگاہ سالدی کی طرف اور گالوں کے مرک
شہر اور بندرگاہ کارتینا کی طرف روانہ کئے جائیں۔ گالوں کے حاکم نارسس اور ہ
کے حاکم برداس کو یہ بھی پیغام بھیجا جائے کہ وہ اپنے لشکروں کا جائزہ لیں۔
دونوں کے لشکروں میں جو سب سے اعلیٰ اور ارفع جنگجو، تیغ زن اور طاقت ور
ہیں ان میں سے ایک ایک ایسے نوجوان کو علیحدہ کر دیا جائے جو ناقابلِ تسخیر خیال
جاتے ہوں۔

میں جانتا ہوں یہ گال اور ہن دونوں ہی انتہائی جنگجو ہیں۔ اس سے پہلے ہم
انہیں مسلمانوں کے خلاف نہیں آزمایا لہٰذا ان کے حوصلے بلند اور جوان ہیں۔ گال
ہن اپنے ہاں کے جو ناقابلِ تسخیر جوانوں کا انتخاب کریں گے انہیں ہم مسلمانو
سالاروں کے خلاف استعمال کریں گے۔ کیسے استعمال کریں گے اس کی تفصیل
بتاتا ہوں۔

پہلے گالوں کے حاکم نارسس اور ہنوں کے حکمران برداس کی طرف پیغام
جائے گا کہ وہ اپنے اپنے سالاروں کی سرکردگی میں اپنے شہر قرطاجنہ کی طرف
کریں۔ انہیں یہ بھی تنبیہ کر دی جائے گی کہ اپنے کچھ لشکری اپنے مرکز م
رکھیں تاکہ مسلمان کہیں چکمہ دے کر ان کے شہروں پر حملہ آور ہو کر ان پر قبضہ
کر لیں۔ اس لئے کہ یہاں آنے کے بعد میں نے اندازہ لگایا ہے کہ مسلمانو

ر بڑی برق رفتاری سے کام کر رہے ہیں اور وہ پل پل کی خبریں مسلمانوں تک
پاتے ہیں۔

جب گالوں اور ہنوں کے لشکر قرطاجنہ میں پہنچ جائیں گے تب قرطاجنہ میں ان
ن ہمارا جو لشکر مقیم ہے اسے مکمل آرام کرنے کا موقع دیا جائے گا اور اسے اپنی ساکھ
ل کرنے کے لئے کہا جائے گا...... چونکہ ہرکولیس اور اساریں گزشتہ جنگ میں
لمانوں سے ہزیمت اٹھا چکے ہیں لہٰذا میں چاہوں گا کہ فی الحال ان دونوں کو بھی
ام کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔ جس جنگ کی میں ابتداء کروں گا اس کی کمانداری
رے گا۔"

جسٹینین یہاں تک کہنے کے بعد رکا، کچھ سوچا پھر گلا صاف کیا اس کے بعد دوبارہ کہہ
تھا۔

"ہنوں اور گالوں کے لشکروں کے یہاں پہنچ جانے کے بعد ہم اپنے اس لشکر کو
ت میں لائیں گے جو اس وقت یوتیکا میں مقیم ہے اور وہ لشکر ہمارے رومنوں، وندالوں
گاتھوں پر مشتمل ہے ...... اس لشکر کی کمانداری لیو کو سونپی جائے گی۔ پھر متحدہ لشکر کو
ت میں لایا جائے گا۔ قرطاجنہ سے کوچ کیا جائے گا۔ لشکر پہلے ذاما پہنچے گا، ذاما میں
تانے کے بعد وہاں سے بھی کوچ کیا جائے گا اور وہ شاہراہ جو بیلسا اور تھنائے شہروں
، تیغ مین سے ہوتی ہوئی قیروان کی طرف جاتی ہے اس شاہراہ پر ہمارا متحدہ لشکر
لمانوں کے مرکزی شہر قیروان کا رخ کرے گا تاکہ مسلمانوں کے ساتھ فیصلہ کن جنگ
ا جائے۔

یہاں میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ یقیناً مسلمان ہمیں قیروان کے قریب نہیں جانے دیں
، ...... ہو سکتا ہے وہ ہمیں بیلسا اور تھنائے شہروں سے پہلے ہی روک لیں۔ اس لئے
ہم جب ان کی طرف پیش قدمی کریں گے تو یقیناً ہماری پیش قدمی کی اطلاع ان کے
انہیں کر دیں گے۔ لہٰذا مسلمان اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئیں گے تاکہ ہم سے
رائیں۔ چنانچہ جس جگہ ہمارا اور مسلمانوں کا آمنا سامنا ہو وہاں پڑاؤ کر لیا جائے۔ اس
ر میں، میں بذاتِ خود شامل ہوں گا ...... تاکہ میری شمولیت کی وجہ سے لشکریوں کا
صلہ بلند رہے۔

جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے خلاف صفیں درست کریں گے تب سب سے پہلے
رادی جنگ کی ابتدا کی جائے گی۔ وہ سورما، وہ جنگجو جو ہنوں اور گالوں نے چنے ہوں

گے اور جو ان کے بہترین اور ناقابل تسخیر تیغ زن ہوں گے انہیں انفرادی مقا
لئے باری باری میدان میں اتارا جائے گا۔

ان میں سے ہمارا پہلا سورما جب انفرادی مقابلے کے لئے میدان میں اتر
وہ مسلمانوں کے سالارِ اعلیٰ عقبہ بن نافع کا نام لے کر اسے انفرادی مقابلے
للکارے گا۔

مجھے امید ہے کہ ہن اور گال جو اپنے جنگجو چنیں گے ان میں سے جو جنگجو
نافع کا مقابلہ کرے گا یقیناً لمحوں کے اندر وہ عقبہ بن نافع کو اپنے سامنے زیر کرے
طرح مسلمانوں کے سالارِ اعلیٰ کا قصہ پاک کر دیا جائے گا۔

عقبہ بن نافع کے بعد جہاں تک میری معلومات ہیں یا مجھے بتایا گیا ہے مسل
انتہائی خونخوار اور جرأت مند سالار محمد بن اوس ہے .... چنانچہ دوسرا سورما عقبہ
کے بعد انفرادی مقابلے کے لئے اترے گا اور محمد بن اوس کا نام لے کر اسے مق
دعوت دے گا۔ اس طرح جب ہمارا دوسرا سورما مسلمانوں کے دوسرے سالار محمد
پر بھی غالب آتے ہوئے اس کا بھی خاتمہ کر دے گا تو جہاں مسلمانوں کی راہ
راہنمائی کرنے کے لئے کوئی اچھا سالار نہیں رہے گا وہاں ان کے دو بڑے سالار
جنگ میں کام آنے کے بعد ان کے لشکریوں کے حوصلے پست، ولولے پسماندہ
جائیں گے۔ اور جب ہمارا ان سے ٹکراؤ ہو گا تو ان کی یہی کیفیت ہماری فتح ا
شکست کا باعث بن جائے گی۔

جسٹین کی اس تجویز سے سارے سالاروں، گریگوری اور عمائدین نے اتفاق
یہ تجویز سن کر بشپ پولوس اور اس کے نائب برتیز نے بھی اس تجویز سے اتفاق ک
بہت سے لوگوں نے یہ تجویز سن کر خوشی کا بھی اظہار کیا تھا۔ سارے لوگوں ک
دیکھتے ہوئے جسٹین بھی خوش ہو گیا تھا۔ اس کے بعد گریگوری کی طرف دیکھتے ہ
نے کہنا شروع کیا تھا۔

''محترم گریگوری! جو لشکر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جائے گا اس
شامل نہیں ہوں گے۔ آپ کی نمائندگی اس جنگ میں ہلڈارک کرے گا...... قر
جو لشکر آپ کے پاس ہو گا اس لشکر کے ساتھ آپ ہرکولیس اور اساریں کی مدد
چوکس اور مستعد رہیں گے تاکہ مسلمانوں کا کوئی لشکر ہماری پیش قدمی سے فائدہ ا
خاطر کوئی لمبا چکر کاٹ کر قرطاجنہ، یوتیکا یا ہپو کی طرف آ کر ہمارے مفادات کو

پہنچا سکے۔''

سارے سالاروں، بشپ، اس کے نائب اور دوسرے عمائدین نے جسٹین کی تجویز
سے اتفاق کیا تھا۔ تب اسی روز ایک وفد قیروان کی طرف روانہ کیا گیا جبکہ تیز رفتار سوار
ہنوں کو اور گالوں کو جسٹین کا پیغام پہنچانے کے لئے سالدی اور کارتینا کی طرف روانہ کر
دیئے گئے تھے۔

◎......◎

* * *

رات بے آہٹ سلگنے والی ہواؤں اور دھوئیں کے اُڑتے مرغولوں کی طرح بھاگی
رہی تھی۔ ہر شے کے ذہنی حقائق، دلی وجدان، لطیف جذبوں، ذاتِ نفس، روح کی تر
اور دلوں کے نہاں خانوں میں نیند کچھ اس طرح چھا گئی تھی جیسے کوئی انجانہ جذبہ جسم
ہر مسام میں اتر جاتا ہے۔

ایسے میں قیروان شہر کے اندر وہ کمرہ جس میں کبھی محمد بن اوس کا قیام ہوا کرتا تھا
میں حسین اور پُر جمال سدیکا اور خوبصورت فلورنس گہری نیند سوئی ہوئی تھیں۔ ایسے
سدیکا چیختی چلاتی، شور کرتی ہوئی اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

اُس کے اس طرح چیخنے چلانے پر فلورنس بدحواس ہو کر بستر کو ایک طرف ہٹا
ہوئی بیٹھ گئی تھی۔ اس نے دیکھا اس کے ساتھ والے بستر پر بیٹھی ہوئی سدیکا کی حالت
ایسی ہو رہی تھی جیسے جھلسے خاموش دشت میں کسی انجانی قوت نے کسی کی انا کے گند
کر طوقِ گرانبار کو اس کا مقدر بناتے ہوئے اسے لفظوں کے کالے خنجروں کے حوالے
دیا ہو۔

اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے فلورنس کانپ لرز گئی تھی۔ اپنے بستر سے اٹھ کر
سدیکا کے بستر پر بیٹھی، اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا۔ کئی بار اس کی پیشانی چومی، اس کے با
درست کیے، پھر کہنے لگی۔

"سدیکا!....... میری بہن! کیا ہوا؟ .... کیا تیری آنکھ کھل گئی اور تُو نے اپنے ذہ
کے اندر کسی کو آتے دیکھا یا تجھے کوئی ہیولہ دکھائی دیا جس نے تجھے اس قدر پریشان او
فکرمند کر دیا ہے؟"

سدیکا منہ سے کچھ نہ بولی۔ دو ایک بار اس نے نفی میں گردن ہلائی پھر وہ پہلے کی
طرح دھکتے دل کی جلن اور زندان میں مظلوم کی فریاد جیسی افسردہ اور کھلیانوں کے بکھر

وں اور رگ و پے میں اترتے غموں کے سائبانوں جیسی اُداس ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کی
حالت دیکھتے ہوئے کچھ دیر تک فلورنس اس کے کندھے دباتی رہی۔ یہاں تک کہ کچھ
چتے ہوئے اس نے سدیکا کو مخاطب کیا۔

"کیا تُو نے کوئی خوفناک اور بھیانک خواب تو نہیں دیکھا؟"

سدیکا پھر منہ سے کچھ نہ بولی۔ اس پر ابھی تک خوف، غم اور دہشت طاری تھی۔ تاہم
ا نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔

فلورنس کو کسی قدر تسلی ہوئی۔ اس کا گال تھپتھپایا، پھر کہنے لگی۔

"تم تو بڑی بہادر، بڑی دلیر لڑکی ہو۔ خواب دیکھ کر یوں پریشان اور فکرمند ہو گئی
۔ میں تو سمجھی تھی جیسے کوئی ہمارے کمرے میں آ گیا ہے اور ہم اپنی جانوں اور آبرو
نوں سے محروم ہو جائیں گی۔"

فلورنس رکی، پھر دھیمے لہجے میں سدیکا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"اب تم مجھے بتاؤ کہ تم نے کیسا اور کس قسم کا خواب دیکھا ہے جس نے تمہیں اس
رغمزدہ اور پریشان کر دیا ہے؟"

سدیکا نے اپنے آپ کو کسی قدر سنبھالا پھر ہلکی، مدھم آواز میں وہ فلورنس کو مخاطب کر
ے کہنے لگی۔

"فلورنس میری بہن! خواب میں، میں نے دیکھا جیسے کسی نے مجھے سمندر کی
ہوں جیسے اندھیرے اور ذہنوں میں خوف کے آبشار کھڑے کرتی گمبھیر تاریکیوں میں کھڑا
کر دیا ہو۔ میرے چاروں طرف ایسی ڈراؤنی اور خوفزدہ کر دینے والی آوازیں آ رہی تھیں
یسے عذاب خداوندی کی صورت میں خوفناک اندھی قوت رکھنے والی طاقتیں مجھے فنا کرنے
کے لئے میرے چاروں طرف رقص کرنے لگی ہوں۔

ان تاریکی کے اندر میرے چاروں طرف جو بدی کی قوتوں کا شور اٹھ رہا تھا
ں سے مجھے یوں لگا کہ انسانیت کے خیابانوں میں لاوے کی صورت پھیلتے کرب،
ہذیب کی گھاٹیوں کے اندر شیطانی گماشتے اور تمدن کے صحراؤں میں گمراہی کے
طوفان ناچ اٹھے ہوں .... مجھے لگا جیسے قضائے درد و الم کی ان بے رحم وسعتوں
ں جرم و عصیان کے عناں گیر مجھے پکڑ کر ظلم اور تشدد کی انجانی وادیوں کی طرف لے
جانا چاہتے ہیں۔ اس سے میں نے بھاگنا چاہا، بھاگ نہ سکی۔ میں نے چیخ چیخ کر کسی
کو پکارنا چاہا پر ایسا بھی نہ کر سکی۔ مجھے ایسا لگا جیسے میری زبان کا نطق اور میرے جسم

کی تمازت مجھ سے چھین لی گئی ہو۔ چاروں طرف فضاؤں کے اندر ماحول اس طر
بدتر ہونے لگا جیسے نشاط کی ساعتیں فنا کے لمحوں میں تبدیل ہونا شروع ہو گ
ہوں...... اور آبادیوں کو خاک کرتی بستیوں کو جلاتی نفرت کی اندھی آگ ہر بر
اپنے گلے لگا رہی ہو۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سدیکا نے اپنے خوبصورت ہونٹوں پر زبان پھیری، ایک
بھرپور نگاہ فلورنس پر ڈالی پھر وہ دُکھتے لہجے میں دوبارہ کہہ رہی تھی۔

''فلورنس، میری بہن! بدی کی ان قوتوں، شیطانی گماشتوں کے اس شور کے سا
میں اپنی جان بچانے کے لئے تاریکیوں اور اندھیروں کے اندر بھاگنے لگی۔ میں چاہ ر
تھی کہ ان سے بھاگ کر دور چلی جاؤں جہاں میری سماعت میں ان کی آوازیں اور میر
آنکھوں کے اندر ان کے ہیولے اپنا آپ نہ جما سکیں۔

لیکن جوں جوں میں بھاگتی رہی، وہ شیطانی آوازیں اور ڈرا دینے والی تاریکیاں او
گھپ اندھیرے بڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ بھاگتے بھاگتے میں ایک ایسی جگہ جا ر
جہاں میرے سامنے ایک دریا تھا۔

فلورنس، میری بہن! اس دریا کی بھی عجیب وغریب کیفیت تھی۔ مجھ سے ذرا او
فاصلے پر دریا کی حالت ایسی تھی جیسے وہ اپنی طغیانی اور سیلابی حالت میں ہو۔ اس کے اند
اس وقت پانی کی بڑی بڑی موجیں اپنا رنگ جمائے ہوئے تھیں...... یوں لگتا تھا جیسے و
سیلابی پانی دریا کے کناروں سے باہر ہو کر پھیل جائے گا اور ہر چیز کو اپنے ساتھ بہا ک
لے جائے گا۔

لیکن جس جگہ میں کھڑی تھی وہاں وہ دریا ایک پُرسکون نالے کی صورت دکھائ
دے رہا تھا جس کے اندر نہ کوئی ہیجان تھا نہ کوئی طغیانی نہ کوئی سیلابی کیفیت تھ
...... میں دریا کی اس کیفیت کو دیکھ کر حیران و پریشان اور فکر مند اور خوفزدہ ہو رہ
تھی۔ اس لئے کہ مجھ سے تھوڑا آگے تو دریا کا بہت زیادہ چوڑا پاٹ تھا اور د
طغیانی پر تھا جبکہ دریا کا وہ حصہ جو میرے سامنے تھا وہ بالکل تنگ، پُرسکون اور بے
ہیجان تھا۔

فلورنس! میری بہن! میں تو پہلے ہی گہری تاریکیوں، اندھیرے اور اس کے اندر چیخ
پکارتی قوتوں کی وجہ سے ڈری اور سہمی ہوئی تھی۔ دریا کی اس کیفیت نے مجھے اور زیا
خوف زدہ کر دیا۔ یوں جانو میں لرز کانپ کر رہ گئی تھی کہ میں کہاں آ گئی ہوں۔ یہ کون

سرزمین ہے۔

دریا کے کنارے کھڑے ہو کر فلورنس! میں پھر کسی کو آواز دینا چاہتی تھی، چیخنا چاہتی
تھی، اپنے وہاں موجود ہونے کا کسی کو احساس دلانا چاہتی تھی، بھاگ کر پیچھے ہٹنا چاہتی
تھی لیکن یوں لگتا تھا جیسے کسی نے میرے پاؤں زمین کے ساتھ باندھ دیئے ہوں اور
میرے ہونٹ بالکل سی کر رکھ دیئے ہوں کہ میں نہ حرکت کر سکتی تھی نہ زبان سے کچھ کہہ
سکتی تھی۔

فلورنس، میری بہن! ایسے میں، اس کیفیت کے اندر ایک انقلاب برپا ہوا۔ میں نے
دیکھا ایک گھڑ سوار نمودار ہوا جس کے چاروں طرف روشنی اور کرنوں کا ایک ہالہ تھا اور وہ
کرنیں اور روشنی میرے چاروں طرف پھیلی ہوئی تاریکی اور اندھیرے کو نگلنے لگیں۔ جب
وہ سوار مجھ سے دور تھا تو میں نے نہیں پہچانا کہ وہ کون ہے...... جب وہ سوار میرے
نزدیک آیا تو میں نے اسے دیکھا اور پہچانا۔ فلورنس! وہ مسلمانوں کا سالار محمد بن اوس تھا۔
اسے دیکھتے ہی میں اس طرح خوش ہو گئی جیسے ان خوف زدہ کر دینے والی تاریکیوں اور
ڈرانے والے اندھیروں کے اندر میں محمد بن اوس ہی کا انتظار کر رہی ہوں...... اپنے
گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا مسلمانوں کا سالار محمد بن اوس جب میرے قریب آیا تب
اس نے اپنا بایاں ہاتھ میری طرف بڑھایا۔ میں نے فوراً اپنا دایاں ہاتھ ان کی طرف ایسے
بڑھا دیا جیسے مجھے ایسا کرنے کی امید تھی اور میں ایسا کرنا چاہتی تھی۔ مسلمانوں کے سالار
محمد بن اوس نے میرا ہاتھ پکڑ کر فضا میں اچکا اور پھر اپنے پیچھے اپنے گھوڑے پر مجھے سوار
کرا لیا...... میں کسی قدر سکون محسوس کر رہی تھی کہ اس موقع پر میں نے ابنِ اوس کو
مخاطب کر کے پوچھا۔

''امیر!...... یہ جو دو قسم کا خوفناک دریا میرے سامنے دکھائی دے رہا ہے یہ دریا
کون سا ہے؟''

اس پر مسلمانوں کے سالار کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، کہنے لگا۔

''یہ دریائے نیل ہے۔''

ابنِ اوس کا یہ جواب سن کر میں خاموش ہو گئی۔ اس لئے کہ محمد بن اوس نے اپنے
گھوڑے کو ایڑ لگائی تھی اور وہ گھوڑا سرپٹ دوڑ پڑا تھا۔ دریا کے ساتھ دور تک گھوڑا
بھاگا، پھر محمد بن اوس نے عجیب سے انداز میں اپنے گھوڑے کی باگ کو ایک جھٹکا دیا
جس پر گھوڑا ہنہنایا، ایک لمبی جست لی اور جہاں دریا کا پاٹ تنگ تھا وہاں وہ دریا کو

پار کر گیا۔

دریا کو پار کرنے کے بعد ساری کیفیت ہی تبدیل ہو گئی تھی۔ اس جگہ جہاں محمد
اوس آیا تھا، چاروں طرف تاریکیاں، اندھیرے اور شیطانی قوتوں اور گماشتوں کی خو
کر دینے والی آوازیں تھیں۔ جس وقت محمد بن اوس کے گھوڑے نے جست لگا کر
دریا کے پاٹ کو عبور کر لیا اور میں محمد بن اوس کے ساتھ دریا کے دوسرے کنارے
طرف چلی گئی تب مجھے یوں لگا گویا میں حرف شناسوں کے عالم تغیر اور انوکھی دنیا میں پہ
گئی ہوں جہاں میرے چاروں طرف کرنیں، روشنی، جگنو، تارے رقص کر رہے تھے
میرے آگے پیچھے، دائیں بائیں سنگیت کی نرم لے جیسا سکون، رس کے ساغر جیسی خمار
اور امرت پھوار کی رسیلی جھنکار جیسی جاذبیت اور کشش تھی۔ چاروں طرف روشنی ہی روشنی
تھی۔ تاریکی اور اندھیرے کا کہیں نام ونشان تک نہ تھا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد سنیکا لمحہ بھر کے لئے رکی، کچھ سوچا اس کے بعد فلورنس
طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

”فلورنس، میری بہن! میں نے یہ خواب یہیں تک دیکھا تھا کہ خوفزدہ ہو کر
چلاتی ہوئی بیدار ہو کر اپنے بستر سے اٹھ بیٹھی۔ اس کے بعد جو میری کیفیت تھی
تمہارے سامنے ہے۔“

خواب کی ساری تفصیل جاننے کے بعد فلورنس کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈو
رہی تاہم وہ کبھی کبھی دزدیدہ نگاہوں سے سنیکا کی طرف دیکھ لیتی تھی۔ اس کی یہ کیفیت
دیکھتے ہوئے سنیکا بول اٹھی۔

”اب تم میری طرف اس انداز میں کیوں دیکھ رہی ہو؟ اور کیا سوچنے لگ گئی ہو؟“
فلورنس کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، کہنے لگی۔

”یہ سوچ رہی ہوں کہ اب تو ہمارے کام سے گئی اور ہمارے ہاتھوں سے نکلی۔“

”کیا بکواس کر رہی ہو؟“ سنیکا نے گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا۔

”بکواس نہیں کر رہی ہوں میری بہن! جو خواب تم نے مجھے سنایا ہے اس کی ہلکی
تعبیر تم سے کہہ رہی ہوں۔“ فلورنس نے بڑے غور سے سنیکا کی طرف دیکھتے ہوئے
شروع کیا تھا۔ ”میری عزیز بہن! جو خواب تم نے بیان کیا ہے اس کی تعبیر یا اس کا انجام
جو اس وقت میرے ذہن میں آتا ہے میرے خیال میں اس سے بہتر نہ کوئی تعبیر نہ ہی
انجام ہو سکتا ہے۔“

”کیسی تعبیر، کیسا انجام؟“ کسی قدر فکر مندی اور جستجو میں فلورنس کی طرف دیکھتے
ے سنیکا نے پوچھ لیا تھا۔

فلورنس نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

”اگر تم ناراض نہ ہو، محسوس نہ کرو تو اس خواب کی جو تعبیر میرے ذہن میں آتی ہے
ہ کہوں؟“

”کہو...... میں تم سے کیوں ناراض ہونے لگی؟“ سنیکا نے ہلکی سی چپت فلورنس
رخ، خوبصورت گال پر لگا دی تھی۔

فلورنس نے ایک بار پھر سنیکا کی طرف بڑے غور سے دیکھا پھر وہ کہہ رہی تھی۔

”اس خواب کی تعبیر یہ بنتی ہے کہ تم مسلمانوں کے سالار محمد بن اوس کی محبت میں مبتلا
...... اُسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانا چاہو گی اور پھر تم اس کے ساتھ دریائے نیل
ن پار چلی جاؤ گی۔“

سنیکا نے فلورنس کی طرف گھورا، پھر خفگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

”کیا بکواس کرتی ہو...... میں اس محمد بن اوس سے محبت کرنے سے رہی۔ اور پھر
یک مسلمان کو کیسے اور کیونکر اپنی زندگی کا ساتھی بنانا پسند کروں گی؟ میری نگاہوں میں
قابلِ نفرت ہیں۔ ایسے لوگوں سے دل لگانا یا ان کا ہمسفر بننا اس سے بھی زیادہ
نفرت ہے۔“

سنیکا جب خاموش ہوئی تب پہلے سے زیادہ سنجیدگی میں فلورنس بول اٹھی۔

”لیکن تم ان کے مثبت پہلو کی تعریف بھی کرو گی۔ دیکھو جس کمرے میں ہم نے اس
قیام کیا ہوا ہے یہ محمد بن اوس ہی کا کمرہ ہے۔ یہاں قیام کئے ہوئے ہمیں کئی ہفتے
ے ہیں۔ کیا تم کوئی ایسا واقعہ بتا سکتی ہو کہ کسی مسلمان لشکری یا سالار نے ہم دونوں پر
ڈالی ہو، حرص و ہوس کی نگاہ سے ہمیں دیکھا ہو؟ ...... ہم دونوں ہی کو نہیں جس
کیاں ہمارے ساتھ گرفتار ہوئی ہیں وہ روز ہم سے ملتی ہیں اور ہم بھی ان سے ملتے
یں۔ کیا کبھی کسی نے اب تک شکایت کی ہے کہ یہاں اس کی عزت، اس کی عصمت
نہیں ہے؟...... اگر ایسی ہی لڑکیاں کسی اور قوم کی ہوتیں اور رومن انہیں گرفتار کر
پنا اسیر بناتے تو ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر سوچو، کیا ہماری طرح ان کی عزت،
ت اور آبرو محفوظ رہتی؟

پھر قرطاجنہ کا بشپ پولوس جب ہماری اس سے ملاقات ہوئی تھی تو اس نے مجھے اور

تمہیں کہا تھا، یہ مسلمان بڑے وحشی، غیر متمدن، بڑے خونخوار، بربریت پسند اور
آشام ہیں...... میری بہن! یہاں آ کر جو کچھ میں نے دیکھا، وہ تم بھی دیکھ چکی
مسلمانوں کی جو خامیاں ہمارا بشپ پولوس بتایا کرتا تھا یہاں آ کر میں نے ان میں
ایک خامی بھی مسلمانوں میں نہیں دیکھی۔

اس سے پہلے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ ہمارا بشپ پولوس مسلمانوں کی
تعصب کے پردے کے پیچھے رہ کر دیکھتا ہے اور میں سمجھتی ہوں ایسی حرکت یقیناً ناپ
ہے۔"

فلورنس جب خاموش ہوئی تب کچھ دیر خاموش رہ کر سدیکا سوچتی رہی۔ اس مو
اس کے خوبصورت لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا پھر فلورنس کے ان الفاظ کے ردِعمل
طور پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

"فلورنس، میری بہن! تمہارا اندازہ درست ہے۔ ہمارا بشپ پولوس یقیناً تعص
جانبداری کے پیچھے رہتے ہوئے گفتگو کرتا رہا ہے ...... یہاں آ کر میں نے بھی
تبدیلی دیکھی۔ میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ دنیا کا ہر مذہب اپنے ماننے والوں کو
کسی درجہ ایک ذاتِ مطلق کا تصور دیتا ہے۔ لیکن مسلمانوں کے یہاں قیام کے د
میں نے اس تصور کو اپنے عروج پر دیکھا ہے۔ مسلمان نہ صرف ایک ذاتِ مطلق کا
رکھتے ہیں بلکہ ان کے پاس اپنا ایک عبادت کا نظام اور ایک ضابطہ اخلاق بھی ہے۔
میں نے یہ بھی اندازہ لگایا ہے کہ مسلمانوں کے ہاں ذاتِ مطلق کے واحد ہونے کے
نے ہر انسان کی مخصوص ذہنی اور فکری صلاحیتوں اور اس کی تعلیم اور ماحول پر
قوموں کی نسبت مثبت اور گہرا اثر ڈالا ہے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کے ہاں جو عبا
نظام ہے وہ بھی بڑا عجیب ہے۔ یہ نظام بھی مسلمانوں میں جماعتی یگانگت اور اجتماع
پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سدیکا رکی، کچھ سوچا پھر فلورنس کی طرف دیکھتے ہو
دوبارہ کہہ رہی تھی۔

"فلورنس! اخلاقی ضابطہ مذہب کی روح ہوتی ہے اور تمام عبادتوں کا مقصد
مطلق پر ایمان اور اس کی واحدانیت آخری منزل ہوتی ہے اور یہ دو چیز
مسلمانوں کے اندر جن کی بناء پر میں انہیں عروج پر دیکھتی ہوں۔ مسلمانوں
رہتے ہوئے تو نے یہ بھی اندازہ لگا لیا ہو گا کہ مسلمانوں کی کتاب نے جسے وہ

کہتے ہیں ان کی زندگی کے اندر ایک انقلاب برپا کر دیا ہے۔ اس کتاب نے
لوگوں کی اخلاقی حالت سدھارنے کے ساتھ ساتھ انہیں زندگی کے صحیح مفہوم سے
آشنا کر دیا ہے۔ یہاں جن مسلمانوں سے سفر کے دوران یا اپا اور پھر قیروان کے
کے دوران میں نے جو اندازہ لگایا ہے اس کے مطابق ان کا مقصد یہی ہے کہ
ئے واحد کی عبادت اور اس کی واحدانیت دنیا میں قائم کر دیں اور برائی سے نوعِ
ن کے دلوں اور ہاتھوں کو روکیں۔ اور یہی وہ نقطہ ہے جہاں آ کر مذہب شخصی
ت اور بہبود کے تنگ اور محدود دائرے سے نکل کر سماجی فلاح اور ترقی کا ایک محکم
عمل مہیا کرتا ہے۔"

یہاں تک کہتے کہتے سدیکا کو رک جانا پڑا اس لئے کہ باہر قیروان کی مسجدوں میں فجر
اذانیں سنائی دینے لگی تھیں۔ دونوں خاموشی اختیار کرتے ہوئے چپ چاپ اپنے
دوں پر بیٹھی رہیں۔ جب اذان ختم ہوئی تب فلورنس بول اٹھی۔

"مسلمانوں نے یہ جو لوگوں کو عبادت کے لئے بلانے کا طریقہ اختیار کیا ہوا ہے
یہ لوگ اذان کہتے ہیں یہ مجھے بے حد پسند ہے۔ اس لئے کہ نماز کے لئے اس
ے جانے کے عمل، میں بھی عبادت اور خداوند قدوس کے سامنے اپنی اطاعت پیش
نے کا ایک پہلو ہے۔ اس اذان کے اندر بھی یہ لوگ اپنے خداوند قدوس کی بڑائی اور
یف بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے برحق ہونے کی صدا بھی دیتے ہیں۔"

فلورنس کو رک جانا پڑا اس لئے کہ مسکراتے ہوئے سدیکا بول اٹھی۔

"فلورنس! اس اذان کے بعد جب مسلمان صف در صف کھڑے ہو کر کسی بزرگ اور
ب علم شخص کے پیچھے اپنی عبادت کی ابتداء کرتے ہیں جسے وہ نماز ادا کرنا کہتے ہیں تو
ی یہ عبادت ان کے اندر بڑے انوکھے جذبے پیدا کرتی ہے۔ اسی عبادت کے دوران
یک دوسرے سے میل جول رکھتے ہیں، ایک دوسرے کے احوال سے انہیں شناسائی
ل ہوتی ہے، ایک دوسرے سے وہ متعارف ہوتے ہیں۔ اس طرح ان کے اندر کوئی
یت اور ناآشنائی نہیں رہتی۔ اسی نماز کی وجہ سے جب ان کے اندر اجنبیت ختم ہو
ہے تو پھر وہ ایک دوسرے کے دکھ درد میں بھی برابر کے شریک ہوتے ہیں اور یہ چیز
یہ بات مجھے بے حد پسند ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سدیکا خاموش ہوئی۔ غور سے فلورنس کی طرف دیکھا پھر بستر
گھتے ہوئے کہنے لگی۔

"آؤ......اب آرام کریں۔"

جواب میں فلورنس بھی بستر پر لیٹ گئی اور کہنے لگی۔"اب پھر پہلے جیسا خواب
کی کوشش نہ کرنا۔"

پھر دونوں نیند سے بغلگیر ہونے کی کوشش کرنے لگی تھیں۔

◎......◎

★★★

قیروان شہر کے اندر چھوٹے بڑے سالاروں کی جو رہائش گاہیں بنی ہوئی تھیں
ن کے اندر رومنوں کی گرفتار ہونے والی لڑکیوں کو ٹھہرایا گیا تھا۔ قیروان کے اندر ہی
چھ حویلیوں کے اندر سالاروں کے قیام کا اہتمام کیا گیا تھا لیکن محمد بن اوس، نعیم بن
اد نے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ شہر سے باہر خیموں میں ہی قیام کیا تھا تاکہ
منوں کے ان قیدیوں پر نگاہ رکھی جا سکے جن کا قیام شہر سے باہر ایک خیمہ گاہ میں کیا
یا تھا۔ جہاں تک رومنوں کے ہاتھوں بے گھر ہونے والے سقانہ کے بربر قبائل کا
لق تھا تو قیروان کے نواح میں ان کی رہائش کا بہترین اہتمام کر دیا گیا تھا۔ لیکن ان
، سردار اور سالار سقانہ نے اپنی خوشی سے محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کی خیمہ گاہ میں
م کیا ہوا تھا۔

ایک روز محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور سقانہ تینوں خیمے میں بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو
رہے تھے۔ یہ خیمہ محمد بن اوس کا تھا۔ اتنے میں ایک لشکری بھاگا بھاگا خیمے کے
ازے پر نمودار ہوا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے تینوں اٹھ کھڑے ہوئے۔ خیمے کے
ازے پر آئے۔ آنے والے لشکری کی سانس پھولی ہوئی تھی۔ اس کی طرف دیکھتے
ئے محمد بن اوس نے پوچھ لیا۔

"خیریت تو ہے...... کیا کوئی حادثہ پیش آ گیا ہے؟"

آنے والے اس لشکری نے اپنا سانس درست کیا، پھر کہنے لگا۔

"امیر! واقعی حادثہ پیش آ گیا ہے۔ رومن قیدیوں میں سے دو آپس میں لڑ پڑے ہیں
ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا ہے اور اس کی لاش خیموں کے اندر پڑی ہوئی ہے۔"

یہ خبر سن کر محمد بن اوس فکر مند ہو گیا تھا۔ خیمے سے باہر نکلا اور اس لشکری کو مخاطب کر
کہنے لگا۔

"میرے ساتھ چلو........ میں دیکھتا ہوں کیا ہوا ہے۔"

سقانہ اور نعیم بن حماد اس کے پیچھے پیچھے ہو لئے تھے۔ جب وہ تینوں خیرا
پاس پہنچے تب قیدیوں کی حفاظت کرنے والے جو لشکری تھے وہ بھی ایک گروہ کی
میں محمد بن اوس کے پیچھے ہو لئے تھے۔ سب اس جگہ پہنچے جہاں ایک رومن کی لا
ہوئی تھی۔

لاش کے پاس جا کر کچھ دیر تک محمد بن اوس بڑے غور سے اسے دیکھتا رہا
جمع ہونے والے رومن قیدیوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"اس شخص کو لاؤ جس نے اسے قتل کیا ہے۔"

جواب میں رومن اپنے ایک ساتھی کو پکڑ کر لے آئے۔ اس کی طرف اشار
ہوئے اسے قاتل قرار دینے لگے تھے۔

محمد بن اوس نے کچھ دیر تک گھورنے کے انداز میں اس کی طرف دیکھا، ا
نہیں کیا بلکہ اردگرد کھڑے دوسرے قیدیوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کیا تمہارے اندر کوئی ایسا رومن قیدی بھی ہے جو معمر ہو اور رومنوں او
کے قانون سے واقف ہو؟"

اس پر ایک لشکری جھٹ سے بولا اور کہنے لگا۔

"مسلمانوں کے امیر! ہمارے لشکر میں ایک طبیب ہے۔ اس کا نام اینگلو
بڑا دانا اور عقل مند ہے۔"

اس لشکری سے یہ الفاظ سن کر مسکراتے ہوئے محمد بن اوس نے اس سے کہا۔

"جاؤ، اسے بلا کر میرے پاس لاؤ۔"

وہ لشکری بھاگا بھاگا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اینگلوس نام کا طبیب وہاں پہنچ گ
اوس نے پُرجوش انداز میں اس سے مصافحہ کیا، اس کے بعد محمد بن اوس
ہونے والے رومن قیدیوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"لاش کے اوپر چادر ڈال دو۔ اس کے اوپر سائے کا اہتمام کر دو۔"

اس کے بعد محمد بن اوس اینگلوس کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔

"محترم اینگلوس! میں آپ کو کہیں لے کر نہیں جاؤں گا۔ اس مقتول کا
تمہاری موجودگی میں ہو گا۔ بتاؤ تمہارے ہاں اس کا کیا فیصلہ ہونا چاہیے؟"

جواب میں اینگلوس نے غور سے لمحہ بھر کے لئے محمد بن اوس کی طرف دیکھ

کہنے لگا۔

"مسلمانوں کے امیر! یہ قتل آپ کی سرزمینوں میں ہوا۔ یہاں مسلمانوں کی
حکومت ہے۔ ہم ان کے اسیر ہیں۔ لہٰذا میں اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں کروں گا
بلکہ آپ سے اس خواہش کا اظہار کروں گا کہ آپ اپنے مذہب کے مطابق اس کا فیصلہ
کریں۔"

جواب میں محمد بن اوس مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"ہمارے ہاں تو قتل کا بدلہ قتل ہے۔"

اینگلوس نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔

"امیر! ہم اس فیصلے کو بخوشی قبول کریں گے۔"

اس کے ساتھ ہی وہاں اردگرد کھڑے باقی رومن بھی اس فیصلے پر اطمینان اور خوشی کا
اظہار کر رہے تھے۔

محمد بن اوس نے کچھ دیر رک کر سوچا پھر وہاں جمع ہونے والے رومنوں کو مخاطب کر
کے کہنے لگا۔

"یہ جو مقتول ہے، کیا تمہارے اندر اس کا کوئی عزیز اور رشتہ دار بھی ہے؟"

اس پر ایک لشکری چند قدم آگے بڑھا اور ابنِ اوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر! اس لشکر میں اس کا ایک چچا ہے۔"

ساتھ ہی اس نے ایک ایسے جوان کی طرف اشارہ کیا جو لاش کے اوپر سایہ کر رہا تھا
ر کہنے لگا۔

"یہ جو لاش کے اوپر سایہ کر رہا ہے یہی اس کا چچا ہے۔"

محمد بن اوس نے اسے اپنے پاس بلایا۔ وہ بے چارہ اس لمحے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔
کھوں کے اندر نمی اتری ہوئی تھی۔ محمد بن اوس نے اسے اپنے قریب بلا لیا۔
لمحہ بھر کے لئے محمد بن اوس نے اس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے اسے ڈھارس اور تسلی
ی۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ ہمارے ہاں قتل کا بدلہ قتل ہے۔ تاہم اگر تم قصاص
ل کوئی رقم لے کر قاتل کو معاف کر دو تو یہ تمہاری مرضی، تمہارے فیصلے پر منحصر ہے۔"

محمد بن اوس کے اس فیصلے پر وہ شخص پھٹ پڑا اور روتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں اس قاتل کو معاف نہیں کروں گا........ اس نے میرے بھتیجے کو قتل کیا ہے اور

اس کا قتل کیا جانا ہی انصاف ہے۔"

اس موقع پر محمد بن اوس نے وہاں جمع ہونے والے سارے رومن قیدیوں کو مخا
کر کے کہا۔

"کیا تم مقتول کے چچا کے ان الفاظ سے اتفاق کرتے ہو؟"

جواب میں رومن قیدیوں نے اپنے ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے پُر جوش ا
میں اس فیصلے کی جب تائید کی تب مقتول کے چچا کی طرف دیکھتے ہوئے محمد بن
کہنے لگا۔

"اپنے ساتھیوں کے ساتھ قاتل کو ایک طرف لے جاؤ۔ تمہیں اجازت ہے، اس
قتل کر دو۔"

اس پر کچھ رومن فی الفور حرکت میں آئے، قاتل کو انہوں نے پکڑ کر زمین پر گ
اور پھر مقتول کے چچا نے اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

فیصلے کے بعد محمد بن اوس نے رومنوں کے طبیب اینگلوس کی طرف دیکھا اور ا
مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اگر تم برا نہ مانو تو تھوڑی دیر میرے ساتھ میرے خیمے میں چلو۔ میں تم سے
معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

محمد بن اوس کے ان الفاظ پر اینگلوس پریشان اور فکرمند ہو گیا تھا۔ محمد بن اوس
بھی اس کی یہ کیفیت بھانپ لی تھی...... آگے بڑھ کر اس نے اینگلوس کو گلے لگا
کہنے لگا۔

"پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے ساتھ میرے خیمے
چلو۔ دراصل میں تم سے کچھ ایسی معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں جس سے میرے عل
اضافہ ہو گا۔ اس میں فکرمند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی تمہیں نق
نہیں پہنچا سکتا۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو وہ خود نقصان کا حقدار ہو جائے گا۔"

اینگلوس مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر وہ محمد بن اوس کے ساتھ ہو لیا تھا۔ نعیم بن حماد اور
بھی ان دونوں کے پیچھے پیچھے تھے۔

محمد بن اوس انہیں لے کر اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ سب نشستوں پر بیٹھ گئے
اینگلوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں تم سے کچھ رومنوں کے متعلق تفصیل جاننا چاہتا ہوں۔ جہاں تک میر

ہے اس سے پہلے رومنوں کا مرکزی شہر روم ہوا کرتا تھا، بعد میں انہوں نے اپنا مرکز
قسطنطنیہ بنا لیا۔ کیا تم مجھے اس کی تفصیل بتا سکتے ہو کہ یہ تبدیلی اور قوت کا مغرب
شرق کی طرف یہ رجحان کیسے اور کیونکر ہوا؟"

محمد بن اوس کے اس سوال پر اینگلوس مسکرایا اور کہنے لگا۔

"میں تو یہ سمجھا تھا کہ آپ مجھے میری قوم کے خلاف جاسوسی کے لئے استعمال کریں
یکن آپ مجھ سے اگر روم شہر اور رومنوں سے متعلق تفصیل جاننا چاہتے ہیں تو وہ تو میں
تفصیل سے کہہ سکتا ہوں۔"

محمد بن اوس مسکرایا، کہنے لگا۔

"مجھے تم سے رومنوں سے متعلق جاسوسی کا کام لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے
ہمارے پاس ان گنت مخبر ہیں۔ میں صرف تم سے رومنوں سے متعلق کچھ تفصیل جاننا
ا ہوں۔"

جواب میں اینگلوس نے گلا صاف کیا، کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"روم شہر کو دراصل ان ایشیائی لوگوں نے آباد کیا تھا جو ہیلن کے لئے لڑی جانے والی
، ٹرائے کے بعد سمندر کو عبور کر کے اٹلی کی سرزمینوں میں داخل ہو گئے تھے۔ روم شہر
آبادی کے بعد آخر رومن سلطنت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی چلی گئی۔ اس سلطنت کو
کرنے کے لئے رومنوں نے خاصی مشقت اور محنت بھی کی تھی جس کے نتیجے میں ان
مفتوحہ علاقوں میں کبھی کوئی ایسی بغاوت نہ اٹھی تھی جو حکمران شہر کے لئے خطرے کا
ث بنتی۔ رومن ابتداء میں رواداری کے مسلک پر کاربند تھے۔ انہوں نے مفتوحہ علاقوں
ق دے دیا تھا کہ اپنی انتظامی مجلس قائم کریں بلکہ ان کے رسم و رواج سے بھی کوئی
ن نہ کیا تھا۔ ان کے مقامی دیوتاؤں کو روما کے دارالاصنام میں عزت کی جگہ مل گئی
۔ البتہ یہ ظاہر ہے کہ تمام حقوق صرف شہروں کو حاصل تھے۔ محنت مشقت یا تو غلاموں
لی جاتی یا دوسرے طبقے کے آدمیوں سے۔

پھر رومنوں کی طاقت اور قوت اس قدر بڑھی کہ انہوں نے دنیا کی سب سے بڑی
ری قوم اور بحری قوت یعنی کنعانی عربوں کی قوت کو بھی اپنے سامنے زیر کر لیا اور اس
شہر قرطاجنہ پر بھی قبضہ کر لیا...... اس طرح 117ء تک روم شہر ایک بہت بڑی مغربی
طنت کا مرکز بن چکا تھا۔ کوئی حریف، کوئی قوت موجود نہ تھی جو اہلِ روما کو سرگرم عمل
ی...... کوئی ایسی دشمن قوت بھی نہ تھی جو انہیں تن آسانی کے بستر سے اٹھا دیتی۔

رومن ثقافت کی توسیع کے لئے نہ ضرری تھی نہ یونان جیسے فلسفی جو ہر لمحہ نئی سرزمین
تلاش میں رہتے۔

رومنوں نے قدرت کو اس شوق و ذوق سے بہرہ یاب نہیں کیا تھا۔ جب رومنوں
خلاف کوئی بغاوت نہ اٹھی، ان کا کوئی حریف پیدا نہ ہوا تو وہ تن آسان ہونے لگے ا
پرستزاد یہ کہ کریٹ کے ماہی گیر سمندر سے نادر چیزیں پکڑ کر لاتے جو ارباب ثروت
دستر خوانوں کی زینت بنتیں........ شام کے تاجر قسم قسم کے ریشمی پارچے دولت مند خو
کے مکانوں تک پہنچاتے........ اس کے علاوہ بربروں کے قافلے صحراؤں سے ہاتھی
کے زیورات لئے آتے اپنے ساتھ سیاہ فام غلام بھی لے کر آتے جو رومن سلطنت
محنت مشقت کے لئے استعمال کئے جاتے۔ اور پھر ایشیا کے ملاح دور افتادہ سمند
سے عیش و راحت کا سامان رومنوں تک پہنچاتے........ جبکہ رومن بحری بیڑوں کا
صرف یہ رہ گیا تھا کہ وقتاً فوقتاً افریقہ اور بحر اسود کے ساحلوں سے غلہ لاتے رہیں اور
شہر پہنچاتے رہیں۔

جب رومنوں کی طاقت، قوت اور سلطنت اپنے عروج پر پہنچ گئی تب ان کے اند
عناصر نے سلطنت کو گھن کی طرح کھاتے ہوئے کمزوری اور ایک طرح سے شکست
ریخت کے آثار پیدا کرنا شروع کر دیئے۔

رومنوں کے پاس چونکہ دولت کافی جمع ہو چکی تھی لہٰذا وہ لشکر میں بھرتی ہو کر
جانوں کو خطرے میں ڈالنا پسند نہیں کرتے تھے۔ لہٰذا فوجی خدمت سے بچنے کے لئے
اپنی زندگی تن آسانی اور راحت پسندی میں گزارنے کے لئے رومن جوان اکثر و بیشتر
انگلیاں بری طرح زخمی کر لیا کرتے تھے، تاکہ وہ فوجی خدمت کے قابل نہ رہیں اور
انہیں حکومت وحشی اقوام کے خلاف کام کرنے کے لئے بھرتی نہ کرے۔

دوسرا عنصر جس نے رومنوں کے اندر کمزوری کے آثار پیدا کئے وہ رومن
کے پاس بڑی بڑی جاگیریں تھیں۔ ان کے اندر تن آسانی پیدا ہو گئی۔ پہلے
کسان خود کھیتی باڑی کرتے تھے، اس کے بعد انہوں نے کھیتی باڑی کے لئے
رکھنے شروع کر دیئے لیکن بعد میں اپنی انتہا کو پہنچ گئے اور کھیتی باڑی غلاموں کے
دی گئی۔ اس طرح یہ عظیم الشان سلطنت کھیتی باڑی کے سلسلے میں غلاموں کی محتاج
رہ گئی۔

رومنوں کی اسی تن آسانی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مشرق میں صحرائی با

رومنوں پر حملے کرنے شروع کر دیئے........ وہ خانہ بدوش بڑے جنگجو تھے اور
نے رومنوں کی سرحدوں پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ یہ وہ دور تھا جب رومنوں پر
بادشاہ آریلین حکمران تھا۔ ان خانہ بدوشوں کے حملوں کے پیش نظر اس نے
کے گرد فصیلیں بنائیں، انہیں مضبوط اور مستحکم کیا........ لیکن اس سے رومنوں کی
سانی نہ گئی۔

تیسرا بڑا عنصر جس نے رومنوں کے اندر کمزوری کے آثار پیدا کئے وہ یہ تھا کہ اب
مذاہب کا اثر رومنوں پر پڑنے لگا تھا۔ ایشیا کے بڑے بڑے شہر فتح ہو چکے تھے اور
روں کی ثقافتیں رومن سلطنت کے اندر گھسنا شروع ہو گئی تھیں۔ ان مذاہب نے
سلطنت میں داخل ہو کر خفیہ خفیہ اپنا کام کرنا شروع کر دیا۔ ان کی آمد تک رومن
طرح سے لا مذہب تھے۔

جب تن آسانی کی وجہ سے تکلیفیں بڑھ گئیں اور خفیہ خفیہ مذہب رومن سلطنت میں
ہونے لگے تو رومن عوام نے روحانی مشاغل کے ذریعے سے اطمینان حاصل
نے کا فیصلہ کر لیا۔ انہوں نے اندازہ لگایا کہ اب نہ شہر کے قدیم دیوتا ان تقاضوں
واب دیتے ہیں نہ عقل و دانش کی راہنمائی ان کے لئے تسلی کا کوئی وسیلہ بن سکتی
۔ لہٰذا رومن سلطنت میں داخل ہونے والے ان مذاہب نے انہیں اپنی طرف
نچا۔ ان مذاہب میں تین اہم تھے۔ ایک یہودی، دوسرے پارسی اور تیسرے مسیح۔
یوں نے انہیں ہیکل کی راہ دکھائی، پارسیوں نے آفتاب کی طرف رغبت دلائی اور
ائیوں نے ابن مریم کی طرف توجہ دلائی........ اس طرح رومنوں کے اندر ایک
ب کی کشمکش پیدا ہو گئی۔

اس دوران جبکہ رومن شہنشاہ بھی عیش پرستی میں ڈوبا ہوا تھا۔ ڈلمیشیا کے علاقوں کا
جنگجو جرنیل حرکت میں آیا۔ اس نے رومنوں کے تخت و تاج پر قبضہ کر لیا۔ اس کا نام
یلیشن تھا۔ پہلے کی طرح اس نے رومنوں کے نظم و نسق اور فوجی انتظام کو اپنے عروج پر
ا دیا۔

یہ ڈایوکلیشن مشرقی بادشاہوں کی طرح فاخرہ ریشمی لبادہ پہنتا۔ جو لوگ اس کی
گاہ میں پیش ہوئے۔ ان کے لئے لازم قرار دیا کہ زمین چومیں اور سجدہ کریں۔ اس
بعض قدیم رومن روایتیں برقرار رکھنا شروع کر دیں مثلاً اپنے لئے شہنشاہ نہیں بلکہ
قا اور مالک کا لقب تجویز کیا۔ اپنے ہر حکم کو آسمانی حکم کا درجہ دے دیا اس طرح اس

نے اپنے دورِ حکومت میں رومنوں کے ابتدائی شہنشاہوں کی شان و شوکت کو بحا
تھا۔ اس کی وجہ سے رومن سلطنت میں وارد ہونے والے مذاہب کو پس پشت
گیا تھا۔

لیکن جلد ہی ڈایوکلیشن کی شہرت ختم ہوگئی اور بلقان کا ایک دوغلا شخص جو
قسطنطین تھا وہ رومن سلطنت کا محور اور مربی بن گیا۔ یہ شخص چونکہ بلقان کا رہ
اور رومنوں کا شہنشاہ بننے کے بعد اس نے فیصلہ کیا کہ رومنوں کے مرکز کو روم
نکال کر مشرق میں اپنے علاقوں کی طرف لے جائے گا۔ شروع میں قسطنطین نے
کے دارالحکومت کے لئے کچھ مقامات کا انتخاب کیا۔ ان مقامات میں ڈلمیشیا، بلقان
اسکندریہ، افی سوس اور انطاکیہ تھے۔

کچھ عرصہ کے لئے اپنا دارالحکومت بنانے کے لئے قسطنطین کی نگاہیں اس پ
بھی جمی رہیں جہاں کبھی قدیم اور پرانا شہر ٹرائے ہوا کرتا تھا۔ لیکن جب نیا روم
کوئی فیصلہ نہ کر سکا تب وہ ایک کشتی میں سوار ہوا اور نیلے سمندر سے گزرتا ہوا
ایک تنگ قطعہ پر پہنچا جہاں تیز اور تند ہوائیں چلتی تھیں۔

یہ قطعہ ایک چھوٹے سے سمندر پر واقع تھا جس کو مشرق و مغرب سے
سمندروں نے گھیر رکھا تھا۔ اس مقام کے قریب ہی قسطنطین نے دیکھا کہ بزنط
ایک قصبہ تھا اس قصبے نے کبھی بھی کسی بھی زمانے میں رومن سلطنت کی نشوونما
میں کوئی حصہ نہ لیا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قسطنطین کیونکہ مسیحیت کی طرف راغب ہو چکا تھا اور
اندر اس وقت بُت پرستی کی بے شمار یادگاریں موجود تھیں۔ لہٰذا وہ روم کو چھوڑ کر کس
کو اپنا دارالحکومت بنانا چاہتا تھا۔

چنانچہ اس نے بزنطیم ہی کی جگہ اپنا نیا دارالحکومت بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس
اس نے اس طرح کی کہ اس نے مصر سے سنگِ سماک کا ایک ستون منگوایا اور ا
جگہ نصب کر دیا۔ اور جس جگہ اس نے یہ ستون نصب کرایا اس چوک کا نام اس
نام پر رکھا۔

اس کام کی تکمیل کے بعد قسطنطین نے خفیہ خفیہ پیلاڈیم دیوتا کا بت روم
منگوایا۔ یہ لکڑی کا ایک بت تھا جو ٹرائے شہر کے لوگوں کے عقیدے کے مطابق
سے اُترا تھا اور اس کی تاثیر یہ تھی کہ جب تک وہ بت ٹرائے میں رہے گا شہر

ب یونانیوں نے ٹرائے شہر فتح کر لیا تو یہ بت بھی انہوں نے وہاں سے نکال لیا۔
حال اس بت کو قسطنطین نے بزنطیم منگوایا اور جو ستون اس نے وہاں نصب کیا تھا اس
کو اس ستون کے نیچے دفن کرا دیا۔

چونکہ رومنوں کے اندر ابھی عیسائیت پوری طرح پھیلنا شروع نہ ہوئی تھی جبکہ
طنطین عیسائیت کی طرف مائل ہو چکا تھا لہٰذا شروع میں اس نے درمیانی راستہ
یار کیا۔ پیلاڈیم کے بت کو ستون کے نیچے دفن کرنے کے بعد اس نے یونانی
ت کی دیوی کا ایک مندر وہاں بنوایا اور دیوی کی پیشانی پر اس نے صلیب پیوست
دی۔ اس کے بعد اس نے رومنوں کے دیوتا اپالو کا بت بھی وہاں منگوایا اور اس
کا سر کاٹ کر اپنے سر اور چہرے کی سنگتراشی کروا کر ایک طرح سے اپنا سر اس
پر لگوا دیا تھا۔

آخر بزنطیم کو مرکزِ حکومت قرار دیا گیا۔ شہر ترقی کرنے لگا۔ گیارہ مئی 330ء کو مرکز کی
یت سے اس شہر کا افتتاح ہوا۔ شروع میں قسطنطین نے اس شہر کا نام انیتھوسا رکھا۔
نام شروع میں روم شہر کا بھی ہوا کرتا تھا۔ بعد میں لوگ اسے نیا روما بھی کہنے لگے۔
ر آنے والے دور میں لوگ اسے قسطنطنیہ یعنی قسطنطین کا شہر کہہ کر پکارنے لگے اور اب
قسطنطنیہ رومنوں کا مرکزی شہر ہے۔

قسطنطین کے مرنے کے بعد رومنوں کے کئی شہنشاہ بنے۔ پھر ان کے اندر کمزوری
ضعف کے آثار پیدا ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ایک شخص جسٹینین رومنوں کا
ران بنا اور اس نے رومنوں کی سلطنت کو پہلے جیسا وقار، عزت اور طاقت عطا کی۔
ٹینین کے بعد ساٹھ ستر کے لگ بھگ رومن شہنشاہ ہوئے۔ اس دوران رومنوں کی
ران سے بھی آویزش ہوئی جس میں رومن کامیاب اور فتح مند ہو کر نکلے۔ وہ رومنوں کا
ہنشاہ ہرکولیس تھا جس نے ایرانیوں کو اپنے سامنے زیر کیا۔ لیکن ہرکولیس کی بدقسمتی کہ اس
کے دور میں مسلمان آندھی اور طوفان کی طرح اٹھے۔ ہرکولیس کے لشکروں کو مسلمانوں
نے جگہ جگہ شکست اور ذلت آمیز پسپائی اختیار کرنے پر مجبور کیا اور پھر علاقے پہ علاقے
رومنوں کے ہاتھ سے نکل کر مسلمانوں کے پاس چلے گئے۔ اس کے بعد جو حالات پیش
آئے میرے خیال میں وہ آپ لوگوں سے چھپے ہوئے نہیں ہیں اور اب ہمارا شہنشاہ
سطنطین چہارم ہے۔ اس کے بیٹے کا نام جسٹینین ہے جس نے افریقی شہر قرطاجنہ ہی میں
یام کیا ہوا ہے اور قرطاجنہ میں رومنوں کا حکمران گریگوری ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد اینگلوس نام کا وہ رومن طبیب رکا، دم لیا، دوبارہ م
کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا۔
''مسلمانوں کے امیر! آپ کے سوال کے جواب میں رومنوں کے متعلق
قدر جانتا تھا وہ تفصیل میں نے آپ سے کہہ دی ہے۔ اب آپ مجھ سے مزید
چاہتے ہیں تو کہیں۔''
اپنی جگہ سے اٹھ کر محمد بن اوس نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اس پر نعیم بن حماد
کے علاوہ طبیب اینگلوس بھی اپنی جگہ پر اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ پھر محمد بن اوس
شکریہ ادا کیا اور اسے جانے کی اجازت دے دی تھی۔

◎......◎

★★★

شام سے کچھ پہلے ایک روز سنیکا اور فلورنس دونوں اپنے بستروں پر بیٹھی کسی
موضوع پر گفتگو کر رہی تھیں کہ وہ کمرہ جس میں ان کی رہائش تھی اس کے دروازے کی
ایک طرف سے کسی کے کھنکھار کر آگاہ کرنے کی آواز سنائی دی۔
جواب میں بستر پر بیٹھے ہی بیٹھے سنیکا بول اٹھی تھی۔
''کون ہے......؟''
سنیکا کے اس استفسار پر اس وقت دروازے پر نعیم بن حماد نمودار ہوا۔ اسے دیکھتے
ہی سنیکا اور فلورنس دونوں خوش ہو گئی تھیں۔ پھر ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں سنیکا بول اٹھی۔
''ابنِ حماد! میرے بھائی! اندر آ جائیں۔ میں اور فلورنس خصوصیت کے ساتھ آپ کی
شکرگزار اور ممنون ہیں کہ کم از کم آپ ہر روز ہم دونوں کی دیکھ بھال اور احوال پرسی کے
لئے ہماری ضروریات پر نگاہ رکھنے کے لئے آتے ہیں۔ آپ اندر آ جائیں۔ باہر کیوں
کھڑے ہو گئے ہیں؟''
نعیم بن حماد دروازے پر ہی کھڑا رہا۔ پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔
''میں اکیلا نہیں۔ میرے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں۔''
نعیم بن حماد کے ان الفاظ پر سنیکا چونک کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کی طرف دیکھتے
ہوئے فلورنس بھی اٹھ کھڑی ہوئی پھر چونکنے کے انداز میں سنیکا بول اٹھی تھی۔
''کیا آپ کے ساتھ امیر محمد بن اوس بھی ہیں؟ ......اگر یہ معاملہ ہے تو پھر انہیں تو
آپ سے پہلے اس دروازے پر نمودار ہونا چاہئے تھا۔''
جواب میں نعیم بن حماد مسکرایا۔ کہنے لگا۔
''سنیکا میری بہن! آپ کا اندازہ درست نہیں ہے۔ میرے ساتھ امیر محمد بن اوس
نہیں ہیں بلکہ آپ کے کچھ جاننے والے ہیں۔''

''ہمارے جاننے والے......؟'' ایک طرح سے چونکنے اور حیرت کا اظہار
ہوئے سنیکا نے کہا تھا۔
اس کے بعد نعیم بن حماد نے ایک طرف مڑتے ہوئے سر کا اشارہ کیا ج
جواب میں کچھ رومن دروازے پر نمودار ہوئے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی سنیکا اور
مسکرائیں۔ اس لئے کہ ان میں سے بہت سے ان دونوں کے جاننے والے تھ
تک کہ نعیم بن حماد نے سنیکا کی طرف دیکھتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔
''میری عزیز بہن! یہ رومنوں کا وفد ہے جو قرطاجنہ شہر سے آیا ہے اور اس
رومن ہمارے قیدی ہیں ان کی رہائی سے متعلق گفتگو کرنے آیا ہے......آپ
سے بات کریں۔ اس لئے کہ جو گفتگو یہ لوگ کرنا چاہتے ہیں وہ گفتگو تم سے علیحدگ
تو یہ اچھی بات ہے۔''
اس کے ساتھ ہی نعیم بن حماد وفد کے ان ارکان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
''آپ اندر جائیں۔ ان دونوں سے بات کریں، اس کے بعد واپس امیر محمد
کے خیمے میں آجائیں۔''
وفد کے ارکان نے اس پر نعیم بن حماد کا شکریہ ادا کیا پھر نعیم بن حماد وہاں
گیا تھا۔
وفد کے ارکان کمرے میں داخل ہوئے۔ کمرے کے اندر جو نشستیں لگی ہوئی تھ
پر وہ بیٹھ گئے۔ ایک طرف ان کے سامنے سنیکا اور فلورنس ہو بیٹھی تھیں۔ پھر ا
ارکان میں سے ایک نے گفتگو کا آغاز کیا، پھر ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے ک
''ہمیں محترم گریگوری اور آپ کے بھائی جسٹینین نے ایک وفد کی صورت م
کے شہر قیروان روانہ کیا ہے تا کہ ہم اپنے قیدیوں کی رہائی کا سامان کریں۔ اس
سب سے پہلے ہماری ملاقات ان سرزمینوں میں مسلمانوں کے سربراہ عقبہ بن نا
ہوئی۔ وہ ہمارے ساتھ بڑی عمدگی اور بڑی بشاشت سے پیش آیا۔ ہمارا بہترین ا
کیا اور ہماری خوب تواضع بھی کی۔ پھر اس نے ہمیں اپنے سالار محمد بن اوس ک
کر دیا۔ اس لئے کہ ہمارے قیدیوں کی نگرانی محمد بن اوس اور اس کے نائب نعیم
کے ذمے ہے۔ اس سلسلے میں ہم محمد بن اوس سے تفصیلی ملاقات کر چکے ہیں۔ قید
رہائی کے لئے زرِ فدیہ بھی طے ہو چکا ہے۔ اس کے بعد ہم نے محمد بن اوس سے ا
لی تھی کہ ہم قیدیوں سے مل کر ان کی احوال پرسی کرنا چاہتے ہیں کہ ان پر کہیں سختی

ں کیا جا رہا۔
ب سے پہلے ہم اپنے قیدی لشکریوں کی طرف گئے۔ حیرت کی بات ہے ان میں
کسی نے بھی مسلمانوں کے خلاف کوئی شکایت نہیں کی۔ سب نے متفقہ طور پر اسے
ول کیا کہ ان کی رہائش اور ان کے کھانے کے علاوہ ان کی ضروریات کا اچھا اور خوب
ظام کیا گیا ہے۔ وہاں سے مطمئن ہونے کے بعد ہم اپنی قیدی لڑکیوں کے مختلف
کمروں میں گئے۔ سب سے باری باری فرداً فرداً ملے اور ہمارے لئے یہ بڑی خوشی کا
شاف ہے کہ سب لڑکیوں نے بھی اس بات کی تائید کی ہے کہ قیدی بننے سے اب تک
لڑکیوں کی مسلمانوں کے ہاں جان، عزت اور عفت محفوظ ہے۔''
وفد کا وہ رکن یہاں تک کہنے کے بعد خاموش ہوا تب سنیکا بول اٹھی اور ان سب کو
طب کر کے کہنے لگی۔
''میں سمجھ گئی ہوں، محمد بن اوس سے بات کرنے کے بعد آپ نے اپنے سارے
یوں کا جائزہ لیا، ان کی احوال پرسی کی اور آخر میں آپ لوگ ہمارے پاس آئے۔ اگر
پ ہم دونوں سے بھی وہی سوال کریں گے جو آپ دوسری لڑکیوں سے کر چکے ہیں تو
را جواب بھی وہی ہوگا جو وہ لڑکیاں دے چکی ہیں۔ ہم دونوں کو اس کمرے میں رکھا گیا
ہے جہاں تک مجھے بتایا گیا ہے کہ پہلے یہ کمرہ ان کے سالار محمد بن اوس کی قیام گاہ تھا۔
یہاں ہماری ہر ضرورت کا خیال رکھا گیا ہے۔ کچھ محافظوں کے ذریعے ہمیں قیروان شہر
کے بازار جانے کی بھی اجازت ہے اور ہم وہاں خریداری بھی کر سکتی ہیں اور کر رہی ہیں۔
یہاں قیام کے دوران ہم پر کوئی پابندی نہیں۔ کوئی ہم پر میلی نگاہ ڈالنا تو بہت دور کی بات
ب ہم سے قابلِ عزت مہمانوں کا سا سلوک کرتے ہیں۔
آنے والے میری قوم کے فرزندو! یہ مت خیال کرنا کہ میں مسلمانوں کی تعریف کر
ی ہوں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان مسلمانوں نے اپنے مذہب کو اپنے تمدن میں ڈھال
ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ ان لوگوں نے اپنی زندگی کو اپنی مقدس کتاب کے احکامات
کے مطابق بسر کرنا شروع کر دیا ہے...... جہاں تک یہاں قیام کے دوران میں نے اور
رنس نے اندازہ لگایا ہے ان کا اخلاق، ان کا کردار، ان کا حسنِ سلوک اور ان کا معیارِ
سانیت اپنے عروج پر ہے۔''
یہاں تک کہنے کے بعد سنیکا جب خاموش ہوئی تو وفد کا وہی رکن پھر بول اٹھا۔
''خانم! جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ آپ لوگوں کی رہائی کے لئے مسلمانوں کے

بڑے سالار عقبہ بن نافع کے کہنے پر اس کے سالار محمد بن اوس سے ہماری تفصیل
ساتھ گفتگو ہو چکی ہے۔ زرِ فدیہ بھی طے ہو چکا ہے لیکن محمد بن اوس نے عورتوں کی
کا کوئی زرِ فدیہ مقرر نہیں کیا اور اس نے ہمیں یہ بھی اجازت دے دی ہے کہ ہم اگر
عورتوں کو اپنے ساتھ لے جانا چاہیں تو لے جا سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں، میں نے
دوسری لڑکیوں سے بات کی ہے۔ ان سب کا کہنا ہے کہ ہمارے سلسلے میں جو فیصلہ
اور فلورنس کریں گی وہی ہمارے لئے آخری ہوگا۔ اب ہم آپ کے پاس آئے ہیں،
دونوں مل کر یہ فیصلہ کریں کہ آپ اور سب لڑکیاں ہمارے ساتھ جانے کے لئے تیا
آمادہ ہیں۔ باقی جنگی قیدی جن میں زیادہ تر لشکری ہیں وہ زرِ فدیہ ادا کرنے کے با
کر دیئے جائیں گے۔"

اس موقع پر سیکا نے عجیب سے انداز میں فلورنس کی طرف دیکھا۔ نگاہوں
نگاہوں میں دونوں نے کوئی فیصلہ کیا پھر سیکا بول اٹھی۔

"ہم سب لڑکیاں آپ لوگوں کے ساتھ جانے کے لئے تیار نہیں ہیں ......ا
ایک وجہ آپ وفد کے چند ارکان ہیں جبکہ لڑکیوں کی تعداد سینکڑوں پر مشتمل ہے۔
میں سفر کے دوران نہ آپ لڑکیوں کی حفاظت کا سامان کر سکتے ہیں اور نہ ہی
ضروریات پوری کر سکتے ہیں۔ لہٰذا فیصلہ یہ ہے کہ جب ہمارے جنگی لشکریوں کو رہا
گی تو ہم بھی ان کے ساتھ قرطاجنہ کا رخ کریں گے۔"

پھر وفد کے ارکان نے دو چرمی تھیلیاں نکالیں۔ ایک سیکا اور دوسری فلو
طرف بڑھائی، ساتھ ہی کہنے لگا۔

"ان میں سے ایک تھیلی محترم جسٹین نے، دوسری گریگوری نے ہمیں دی تھی
یہ دونوں تھیلیاں آپ رکھ لیں۔ ان مین نقدی ہے۔"

جواب میں سیکا مسکرائی اور کہنے لگی۔

"نقدی کی یہ دونوں تھیلیاں واپس لے جاؤ۔ میرے بھائی اور گریگوری کو یہ
واپس کر دینا اور کہنا کہ یہاں ہمیں نقدی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ضرورت کی
ہمیں مہیا کی جاتی ہے...... لہٰذا یہاں قیام کے دوران ہم نقدی کی ضرورت محسو
کرتیں۔"

سیکا کی اس گفتگو سے وفد کے ارکان بڑے متاثر ہوئے تھے۔ یہاں تک
کا سربراہ تھا، پھر بول اٹھا۔

"خانم! جس موضوع پر ہم آپ سے بات کرنا چاہتے تھے وہ تو ہم کر چکے۔ اب ہم
واپس محمد بن اوس کے خیمے میں جائیں گے، ان سے اجازت لیں گے اور آج ہی ہم واپس
قرطاجنہ کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی اجازت لے کر وفد کے ارکان اٹھے۔ سیکا اور فلورنس کے کمرے
سے نکل گئے تھے۔

وفد کے ان ارکان کے قرطاجنہ جانے کے بعد رومن حکمرانوں نے زرِ فدیہ کا انتظام
کیا۔ مخصوص رقم مسلمانوں کو ادا کر دی گئی جس کے بعد رومنوں کے قیدی لشکری اور
لڑکیاں رہا ہو کر قیروان سے قرطاجنہ چلے گئے تھے۔

●●●

رومن لشکریوں کی رہائی کے چند روز بعد تک محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نے اپنے
لشکر کے ایک حصے کے ساتھ قیروان سے باہر خیمہ گاہ ہی میں قیام کئے رکھا تھا۔ اس لئے
کہ جو خیمہ گاہ رومن قیدیوں کے لئے نصب کی گئی تھی اسے وہاں سے ہٹا کر قیروان شہر
سے ذرا ہٹ کے کھلے میدانوں کے اطراف میں نصب کر دیا گیا تھا اور جن خیموں میں محمد
بن اوس اور نعیم بن حماد نے اپنے لشکر کے کچھ حصے کے ساتھ قیام کیا ہوا تھا وہ خیمے بھی ان
میدانوں کے پار، نصب کر دیئے گئے تھے۔ اور پھر عقبہ بن نافع سے مشورہ کرنے کے
بعد بربروں کے ان علاقوں سے جہاں لوگ مسلمان ہو چکے تھے نئے لشکریوں کی بھرتی کا
اہتمام کرتے ہوئے جہاں نئی خیمہ گاہ نصب کی گئی تھی اس کے بعد جو کھلے میدان تھے
وہاں ان نئے لشکریوں کی تربیت کا کام کیا جانے لگا تھا۔ تربیت کے اس کام کی نگرانی
عقبہ بن نافع، محمد بن اوس اور دوسرے سالار کرنے لگے تھے۔

اتنے دنوں تک شہر کے اندر چھوٹے بڑے سالاروں کی جو قیام گاہیں تھیں ان کی
ستھرائی اور دھلائی کا کام شروع ہو گیا تھا۔

ایک روز محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور ابو عبید اللہ۔ یہ وہی ابو عبید اللہ تھا جو مصر کی
سرزمینوں سے عقبہ بن نافع کی آمد کی خبر لے کر آیا تھا تینوں نئے لشکریوں کو تیر اندازی کی
مشق کرا رہے تھے۔ جبکہ ذرا فاصلے پر خود عقبہ بن نافع، زہیر بن قیس، حنس بن عبداللہ،
صالح بن حریم اور دوسرے سالار نئے لشکریوں کی تیغ زنی اور حرب و ضرب کے فنون میں
ان کی مہارت کا جائزہ لے رہے تھے۔ اتنے میں ایک لشکری تیز تیز چلتا ہوا محمد بن اوس
کے پاس آیا، قریب آ کر رکا، سلام کیا اس کے بعد اس نے اپنے لباس کے اندر سے

سونے کے چار بھاری کڑے نکالے جن کے اندر انتہائی قیمتی اور نایاب جواہرات جڑ
ہوئے تھے۔ وہ چاروں کڑے اس نے محمد بن اوس کی طرف بڑھائے۔ اور اسے مخا
کر کے کہنے لگا۔

"امیر! ہم آپ کے کمرے کی صفائی ستھرائی کا کام سرانجام دے رہے تھے۔
کے کمرے میں دو بستر لگے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک بستر جو عموماً آپ کے ا
میں رہتا تھا اس کے تکیے کے نیچے یہ چار قیمتی کڑے پڑے ہوئے تھے۔ جب ہ
کمرے کی صفائی کرنا چاہی تو یہ کڑے ہمارے ہاتھ لگ گئے لہٰذا یہ میں آپ کے پا
ہوں۔ میرا اندازہ ہے کہ......"

یہاں تک کہتے کہتے آنے والے اس لشکری کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ محمد بن
اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اگر تمہارا اندازہ یہ ہے کہ یہ کڑے رومنوں کی قیدی لڑکیوں میں سے کسی کے
تمہارا اندازہ درست ہے۔" اس کے ساتھ ہی ہاتھ بڑھا کر محمد بن اوس نے چاروں
کے جواہرات جڑے کڑے لے لئے۔ اس موقع پر وہ لشکری جو کڑے لے کر آیا تھا
اوس سے اجازت لے کر چلا گیا تھا۔

محمد بن اوس کچھ دیر سونے اور جواہرات کے قیمتی کڑوں کا جائزہ لیتا رہا۔ ا
اندر جڑے ہوئے جواہرات آنکھوں کو خیرہ کر رہے تھے۔ آخر نعیم بن حماد کی طرف
ہوئے ابن اوس بول پڑا۔

"ابن حماد! میرے بھائی! سونے کے یہ چاروں کنگن رومنوں کے شہنشاہ کی
یا گریگوری کی بیٹی فلورنس کے ہیں...... یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دونوں کے دو دو کنگن
آخر اتنے قیمتی کنگن وہ تکیے کے نیچے رکھ کر اپنی روانگی کے وقت بھول کیسے گئیں؟"

محمد بن اوس یہاں تک کہنے کے بعد جب رکا تب نعیم بن حماد اس کی طرف
ہوئے بول اٹھا۔

"ابن اوس! میرے عزیز بھائی! یہ کنگن گریگوری کی بیٹی فلورنس کے نہیں ہ
جانتے ہیں کہ ان کی ضروریات کا خیال رکھنے کی خاطر اور ان کی شکایات سننے
سے آپ کی ہی اجازت سے میں ان سے اکثر و بیشتر ملتا رہا ہوں۔ یہ چاروں
نے کئی بار سیریکا کے دونوں بازوؤں پر دیکھے تھے۔ اب اس بات کی سمجھ مجھے نہ
کہ یہ چاروں کنگن اتار کر اس نے تکیے کے نیچے کیوں رکھے۔ حالانکہ ان کی یہا

سے پہلے یہ چاروں کنگن میں نے اس کے بازوؤں میں دیکھے تھے۔"

نعیم بن حماد کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے محمد بن اوس
بول اٹھا۔

"یہ چاروں کنگن اس نے اپنے بازوؤں سے اتار کر بستر کے تکیے کے نیچے کیوں
رکھے تھے اس سے ہمیں کوئی غرض و غایت نہیں ہے۔ اگر تم نے یہ چاروں کنگن اس کے
بازوؤں میں دیکھے ہیں تو پھر یہ طے ہے کہ یہ چاروں کنگن سیریکا کے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی چاروں کنگن محمد بن اوس نے نعیم بن حماد کی طرف بڑھائے اور
اسے مخاطب کرتے ہوئے پھر کہنے لگا۔

"یہ چاروں کنگن اپنے بہترین مخبروں میں سے کسی ایک کے حوالے کرو۔ یہ کنگن لے
کر وہ قرطاجنہ جائے، قسطنطین کی بیٹی سیریکا کو واپس کرے۔ ساتھ ہی وہاں کے حالات کا
بھی بغور جائزہ لے کر آئے کہ اپنے قیدیوں کے رہا ہونے اور ہم سے پے در پے شکستیں
اٹھانے کے بعد ردِعمل کے طور پر اب رومنوں کے کیا ارادے ہیں۔"

نعیم بن حماد نے محمد بن اوس کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا اور پھر اس نے وہ
چاروں قیمتی کنگن محمد بن اوس سے لے کر سنبھال لئے تھے۔

◎......◎

★ ★ ★

گریگوری اور رومنوں کے شہنشاہ قسطنطین کے بیٹے جسٹنین کی خواہش اور ا
حکم کے مطابق وحشی ہن قبائل کا سردار پرسیوس جبکہ خونخوار گال قبائل کا سپہ سالا
ڈیوس اپنے اپنے جرار لشکروں کو لے کر رومنوں کی مدد کے لئے قرطاجنہ پہنچ گئے تھے
جہاں تک ہن قبائل کا تعلق ہے تو ان کا اپنا اور اصل وطن جنوبی سائبیریا م
بیکال کے شمال میں بلند برف زاروں میں تھا۔ یہ ان کا ہی نہیں ان کے علاوہ او
سے دیگر قبائل کا بھی آبائی اور اصل وطن تھا اور یہ سب وحشی قبائل تھے۔ ہن اور د
ایشین وحشی قبائل ایشیا کے شمالی برف زاروں سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے ق
نامعلوم خانوادے چھوٹے چھوٹے خاندانوں پر مشتمل تھے جو غذا کی تلاش میں جا
شکار کرتے شمالی برفانی گلیشیروں کی جنوبی سرحد کی بھڑکتی روشنی میں زندگی گزارتے۔
اس زمانے میں جبکہ ایشیا کے شمالی علاقوں میں برف چھائی ہوئی تھی اور ا
قلب میں آخری نمکین سمندر خشک ہو رہا تھا۔ یہ لوگ جنوب کے گرم علاقوں سے
کر زندگی گزار رہے تھے۔
جہاں انسانی تمدن کا سلسلہ نیل، دجلہ اور فرات سے آگے دریائے سندھ تک
تھا اور وہاں کے مکین کچی اینٹوں کو چھوڑ کر پکی اینٹوں سے اپنی رہائش گاہیں بنا
تھے۔ وہاں شمال کے یہ خونخوار قبائل خانہ بدوش اور خیموں کی زندگی بسر کر رہے
وقت جنوب میں تمدن ترقی کر رہا تھا یہ لوگ بھولے بسرے انسانوں کی طرح
کے برف زاروں میں زندگی بسر کر رہے تھے اور غذا کی تلاش میں ٹنڈرا کے بر
کے کنارے مارے مارے پھرا کرتے تھے مگر انہوں نے بھی ان علاقوں میں ر
ایک عجیب کامیابی حاصل کی اور کامیابی یہ تھی کہ انہوں نے جنگلی گھوڑوں کو ا
فرمانبردار بنا کر ان پر سواری کرنا شروع کر دی تھی۔

یہ ویرانہ نورد خانہ بدوش جن میں ہن قبائل پیش پیش تھے تمدن کے مرکزوں سے
دور رہا کرتے تھے۔ وہ ابھی تک شکار سے اپنا پیٹ بھرتے اور کھالوں سے اپنا تن
اپنے۔ کبھی مچھلیاں پکڑتے اور بڑی مچھلیوں کی کھالوں سے سردی کے بچاؤ کے لئے
بدن چھپاتے۔ انہوں نے اس شمالی علاقے کے جانوروں سے رینڈیر، بھیڑ اور جنگلی
ڑے کو پالنا شروع کر دیا تھا۔ اور انہی جانوروں کا گوشت اور دودھ ان کی خوراک
تھی۔
جب ان کی تعداد بڑھنے لگی، خوراک کم ہو گئی تب مجبوراً وہ شکار کی تلاش میں مارے
ے پھرتے۔ شکار کی تلاش میں وہ اپنے پالے ہوئے جانوروں کے لئے چراگاہوں کی
ں میں نکلے۔ ان میں سے کچھ شمالی جنگل کے برف زاروں کی طرف چلے گئے، کچھ
ے تھے جو جنگلوں ہی میں زندگی گزارتے رہے یعنی وہ شمالی برفانی علاقوں ہی میں پڑے
ہے اور وہاں رہائش کے لئے جھونپڑے بناتے رہے۔ جب ان کے دوسرے ساتھی شمال
برفستانوں کی بھوک سے تنگ آ گئے تو ایشیا کی جنوبی چراگاہوں کا رخ کرنے لگے اور
ب کی طرف اتر کر انہوں نے چمڑے اور ادن کے خیموں میں رہنا شروع کر دیا تھا۔
ہن قبائل کے علاوہ ان جیسے دوسرے قبیلے جس علاقے سے نکل کر جنوب کی طرف
جا رہے تھے یہ علاقہ بھی بڑا عجیب و غریب تھا۔ شمال میں یہ علاقہ بحر منجمد شمالی کی
ی دلدلوں اور ٹنڈرا سے شروع ہوتا تھا۔ جنوب کے برفانی پہاڑ تبت یعنی ہمالیہ تک
ہوئے تھے۔ مغرب میں یہ چین کی سلطنت کے دریاؤں کی وادیوں سے شروع ہو کر
ب میں کوہستانوں کی وادیوں اور مرغزاروں سے ہوتا ہوا یہ سلسلہ دریائے وولگا تک
گیا تھا۔ زمین کے اس خطے کو یہ ہن اور دوسرے وحشی قبائل زمین کا کمر بند کہتے تھے
متمدن لوگ اس علاقے کو وسط ایشیا یا دشتِ ایشیا کہہ کر پکارتے تھے۔
آخر یہ وحشی قبیلے شمال سے نکل کر اسی دشتِ ایشیا سے یا وسط ایشیا میں اترنے لگے
دشت ایشیا کے موسموں میں بھی بڑا تنوع تھا۔ کہیں تو حد سے زیادہ سردی اور کہیں
لا کی گرمی تھی۔ اور اکثر و بیشتر اڑتی ہوئی آندھیاں چلتی تھیں جو جسم کو کاٹ کر رکھ دیتی
تھا۔ سرد ٹنڈرا میں سوائے کائی کے جانوروں کو کوئی غذا نہیں ملتی تھی۔ ٹنڈرا کے جنوب
سائبیریا کے جنگل تھے جن کو تیز رو اور شیریں دریا قطعہ کرتے تھے۔ ان جنگلوں کے
ب میں چراگاہوں کا علاقہ تھا جہاں تھوڑی بہت بارش ہوتی تھی اور بڑی اونچی اونچی
اس اگی تھی۔ مغرب میں پہاڑی سلسلے اس دشت میں جا بجا اُگ آتے تھے۔ ان

کوہستانی سلسلوں کے اندر ہی ہن اور دوسرے قبائل کو لوہے اور چاندی کی کانیں
تھیں اور ان کانوں سے مستفید ہوتے ہوئے وہ اپنی حالت بہتر بنانے لگے تھے۔
لیکن ان وحشی قبائل کے لئے ایک جگہ قیام کرنا بڑا مشکل اور دشوار تھا۔ یہ
برفستانوں سے نکل کر جنوب کا رخ کرتے تو اتفاق سے ان کے سامنے ایک ہی بڑا
علاقہ تھا جو منگولیا کی جھیل بیکال کے جنوب مشرق میں واقع تھا۔ یہاں کے مرغزار
دریاؤں کے چشموں سے سیراب ہوتے تھے جو جنوب کی طرف بہتے چلے جاتے تھے
اب ان کا ایک جگہ قیام کرنا اس لئے مشکل تھا کہ جب ایک قبیلہ شمال سے نکل
زرخیز علاقوں میں داخل ہوتا تو ان کے پیچھے اور بھی قبیلے نکل آتے جو پہلے قبیلے پر
ہو کر وہاں سے مار بھگاتے اور خود وہاں قابض ہوتے۔ اس کے بعد ان کے پیچھے
قبیلہ نکل آتا۔ اس طرح شمالی برفستانوں سے قبیلوں کے نکلنے کا عمل شروع ہو گیا تھا
کمزور قبیلہ طاقت ور قبیلے سے پٹتا ہوا مغرب کی طرف بڑھتا چلا گیا تھا۔
مغرب کی طرف بڑھنے کی بھی ان کے پاس ایک وجہ تھی۔ اس لئے کہ
عجیب تھا۔ شمال میں برفستانی علاقے تھے جن کی طرف وہ جا نہیں سکتے تھے۔ جنوب
ہمالیہ تھا جسے وہ عبور نہیں کر سکتے تھے۔ شمال میں چین کا علاقہ تھا اور چینیوں نے ان
حملہ آوروں سے بچنے کے لئے دیوارِ چین کھڑی کر دی تھی جسے وہ عبور ہی نہیں
تھے۔ اب ان خونخوار خانہ بدوشوں کے لئے ایک ہی راستہ تھا کہ وہ مغرب کا رخ
شروع میں یہ لوگ گمنام قبائل کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے رہے۔
یونانی ان سے واقف ہوئے اور انہوں نے ان کا نام ہائی پر بوریں رکھا۔ یعنی
جو شمالی ہوا کے اس پار رہتے تھے۔
اس کے بعد چینی بھی ان سے آگاہ ہوئے۔ اس لئے کہ ان سے بچنے
انہوں نے دیوارِ چین بنا لی تھی اور چینیوں نے ہن اور دوسرے قبائل کا نام شیا
تھا۔ چینیوں کے پاس ان کو شیاطین کہنے کی وجہ بھی تھی اور وہ یہ کہ وحشی قبیلے ا
بدبودار روغن اور چربی کی مالش کرتے تھے۔ ایسا وہ سردی سے بچنے کے لئے کر
اس روغن کی وجہ سے ان کے جسم کڑکڑاتی سردی سے بچے رہتے تھے۔ ان
چھریرے تھے۔ جلد سخت ہوتی تھی اور جسم پر بہت کم بال ہوتے تھے۔ گال
اُبھری ہوئی تھیں۔ ہوا، دھول، برف اور سورج کی چمک سے بچنے کے لئے ان کی
تنگ ہوتی تھیں۔ ٹانگیں چھوٹی چھوٹی اور گھوڑے کی سواری کی وجہ سے ان کی

رہ ہو جاتی تھی۔ تاہم ان کے ہاتھ بڑے طاقتور، کندھے بڑے مضبوط تھے۔ جس وقت
دن دنیا میں بڑے خوبصورت لبادے، قبائیں اور پاپوش پہنے جا رہے تھے یہ خانہ بدوش
وحشی قبیلے گھوڑے کی سواری کی مناسبت سے چمڑے کے پاجامے اور چھوٹے چھوٹے
دار جوتے پہنا کرتے تھے۔
پہلے یہ وحشی تھے۔ اس کے بعد شکار کرتے ہوئے یہ اچھے شکاری بھی بن گئے تھے۔
رفتہ انہیں معلوم ہو گیا تھا کہ زمین پر بیٹھے بیٹھے جو کمان چلائی جائے وہ کیسی ہو، چھوٹی
دہری ہو۔ مزید طاقت کے لئے اپنی کمانوں کو انہوں نے سینگوں سے مضبوط کرنا
وع کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ بڑے جانوروں کا شکار کرنے کے لئے انہوں نے ایک
ں کمان کے علاوہ کمند سے کام لینا بھی سیکھ لیا تھا۔ وسط ایشیا کی ان سرزمینوں سے سب
ے پہلے سیتھین قبیلے نکلے اور روس کے دشت میں جا نمودار ہوئے۔ یہ سیتھین شمال کے
ے خونخوار ایشیائی وحشی تھے۔ اپنے دشمنوں پر خونخوار انداز میں حملہ آور ہوتے .... دشمن
، کاسہ سر میں خچر کا دودھ بھر کر پیتے۔ جب ان کا کوئی سردار یا سربراہ مرتا تو اس کے
موں کو ذبح کر دیا جاتا، گھوڑے کو اس کے ساتھ دفن کیا جاتا اور اس سردار کی بیویاں خنجر
ونپ کر خودکشی کر لیا کرتی تھیں۔ اس طرح وہ سمجھتی تھیں کہ ان کی روحیں دوسری دنیا
ں اپنے سردار کی روح سے جا ملیں گی۔
وسط ایشیا سے نکلنے والے ان وحشی قبائل کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ مؤرخین اسے
ی قبائل کا مدوجزر کہتے ہیں۔ لیکن یہ مدوجزر نہیں کیونکہ اس میں مد ہی مد تھا، جزر کہیں نہ
سیتھین نے وسط ایشیا کے دشت سے نکل کر مغرب کا رخ کیا اور مغرب میں جو قوت
ں کے سامنے آئی اسے انہوں نے نیست و نابود کرنا شروع کر دیا تھا۔
سیتھین کے بعد دشتِ ایشیا سے آرین نکلے۔ یہ لوگ دراز قد ہوا کرتے تھے۔ ان کی
کھیں نیلی یا بھوری تھیں۔ ان کے بال سرخ ہوا کرتے تھے۔ ان کے سر لمبوترے تھے۔
ں کیونکہ زمین کو کاشت کرنا آتا تھا، ساتھ ہی انہوں نے اپنے دشمنوں کے خلاف جنگ
ے دوران سیدھی اور لمبی تلواریں استعمال کرنا شروع کر دی تھیں۔ یہ آرین ایک طرح
ے سیتھین ہی کے رشتہ دار تھے۔ انہوں نے وحشی انداز میں دوسمتوں کی طرف پیش قدمی
ا۔ جو آرین مشرق میں چین کے علاقوں کی طرف گئے تھے انہیں چینیوں نے یوچی کا
م دیا اور کچھ آرین نے مغرب کا رخ کیا۔ اس سے پہلے کیونکہ سیتھین بھی دشت سے
ل کر مغرب کی طرف جا چکے تھے لہٰذا آرین نے ان پر حملہ آور ہو کر انہیں مزید مغرب

کی طرف دھکیل دیا جبکہ ان آرین نے زیادہ تر ایران کا رخ کر لیا تھا۔

آرین یعنی یوچی کے بعد ایشیا کے دشت سے ہن نمودار ہوئے۔ یہ سب
جیسے ہی تھے۔ اونی ٹوپی پہنتے جس سے ان کے کان ڈھک جاتے تھے اور
سے محفوظ رہتے تھے۔ وہ ڈھیلے، لانبے پاجامے پہنتے جن کی مہریاں ٹخنوں کے قر
ہوتی تھیں، اور اس طرح وہ خاردار جھاڑیوں اور برف سے محفوظ رہتے تھے۔ یہ
پستہ قد اور بدشکل کہا کرتے تھے لیکن یہی پستہ قد اور بدشکل گھوڑ سوار عجیب
سرعت سے بڑی بڑی مسافتیں طے کر لیتے تھے۔ یہ سوار چمڑے کی بے ڈھنگی
تھے اور ایک لمبی سی تلوار اور بھالا لئے ہوئے اپنے دشمنوں کو زیر کر لیتے تھے۔

جس طرح ایشیائی دشت سے پہلے سیتھین نکلے اس کے بعد آرین نکلے اور آ
سیتھین کو مزید مغرب کی طرف دھکیلا اور اس کے بعد اسی دشت سے خونخوار
ہن نے آرین پر حملہ آور ہو کر انہیں خاصا نقصان پہنچایا اور جس طرح آرین
کو مغرب کی طرف دھکیلا تھا، ان ہن نے آرین کو بھی مغرب کی طرف دھکیلنا
دیا تھا۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ ہن ایسے خونخوار جنگجو تھے کہ جب یہ وسط ایشیا کے د
نکلے تو جہاں انہوں نے آرین کو جنوب کی طرف مار بھگایا وہاں سیتھین قبیلوں کی
تہس نہس کر ڈالا۔

جس دور میں ہن قبائل ایشیا سے نکل رہے تھے اس دور میں یورپ
برفستانوں سے نکلنے والے تیوتانی اور گاتھ قبائل بڑے خوفناک اور وحشی خیال
تھے اور یہ یورپ میں ایسے جنگجو خیال کئے جاتے تھے جو ناقابلِ تسخیر تھے لیکن
وسط ایشیا سے نکل کر مغرب کی طرف گئے اور یورپ میں داخل ہوئے تو ان
وحشی تیوتانی اور گاتھ قبائل پر حملہ آور ہو کر انہیں اپنے آگے بھیڑ بکریوں کی ط
شروع کر دیا تھا...... ان ہن قبائل کا سردار اٹیلہ تھا جو بڑی خونخواری سے مغرب
رہا تھا۔

جس وقت یہ ہن قبائل ایشیا سے نکل کر یورپ کا رخ کر رہے تھے تو ای
مارسی لیس نے ان حملہ آور ہن کا ذکر مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا۔ وہ کہتا ہے۔

''ہن اپنی شخصیت میں ایسے لگتے تھے جیسے دو پیروں والے چھوٹے
چھوٹے جانور ہوں۔ یہ بالکل بے ریش تھے۔ جب گھوڑے پر سوا

ہوتے تب یوں لگتے جیسے انہیں گھوڑے سے باندھ دیا گیا ہو۔''

وہ لکھتا ہے:

''گھڑ سواری کے ایسے ماہر تھے کہ گھوڑے کی پیٹھ پر ہی نیند پوری
کر لیتے تھے۔ نہ کھیتی باڑی کرتے تھے نہ ہل کو ہاتھ سے چھوتے۔
مکانوں میں نہیں رہتے تھے۔ ان کی زندگی مسلسل آوارہ گردی تھی۔
جب اپنے پیروں پر کھڑے ہوتے تو پستہ قد معلوم ہوتے تھے۔ لیکن
جب گھوڑے پر سوار ہوتے تو بڑے عظیم الشان سوار نظر آتے تھے۔''

دشتِ ایشیا سے نکلنے والے یہ ہن قبائل مغرب کی طرف بڑھے اور ہنگری تک جا
پہنچے۔ یہ شہر انہی کے نام پر ہنگری موسوم ہوا۔

یورپ میں داخل ہونے کے بعد ان ہن قبائل نے اپنے سردار اٹیلہ کی سرکردگی میں
تباہی اور بربادی کا خوب کھیل کھیلا اور رومنوں کو انہوں نے ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا۔
پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب ان کے سردار کمزور ہو گئے تو یہی ہن ایک طرح
سے رومنوں کے اندر آباد ہو گئے اور ان کے لشکروں میں شامل ہونا شروع ہو گئے تھے۔

جہاں تک وحشی گال قبائل کا تعلق ہے تو مؤرخین لکھتے ہیں کہ ان کا تعلق دشتِ ایشیا
اور شمالی یورپ سے تھا۔ مؤرخین مزید لکھتے ہیں کہ جب شمالی برفستانوں میں ان وحشی قبائل
کی تعداد حد سے زیادہ ہو گئی اور برف سے ڈھکے ہوئے پہاڑ ان کی آبادی سے بھر گئے
تب انہوں نے اپنی بقا کو جاری رکھنے کی خاطر جنوب کے ہموار اور زرخیز میدانوں کی
طرف دیکھنا شروع کیا تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے شمال سے نقل مکانی شروع کی اور
سب سے پہلے یہ لوگ شمالی اٹلی میں داخل ہوئے۔

مؤرخین کا اس معاملے میں اختلاف ہے کہ یہ وحشی گال قبائل کب اور کس وقت شمال
کے برفستانوں سے نکل کر شمالی اٹلی میں داخل ہوئے۔ کچھ مؤرخین کا خیال ہے کہ یہ لوگ
400 یا 410 قبل مسیح میں شمال سے نکل کر جنوب کی طرف آئے اور مختلف علاقوں پر قبضہ
جمانا شروع کر دیا تھا۔ جبکہ دوسرے مؤرخین کہتے ہیں کہ یہ اس سے بھی بہت پہلے شمال
سے جنوب کی طرف سرک آئے تھے۔

بہرحال پہلے پہل یہ شمالی اٹلی میں داخل ہوئے۔ کیونکہ یہ خانہ بدوش تھے، ایک جگہ
جم کر زندگی بسر کرنے کے عادی نہیں تھے لہٰذا انہوں نے اپنے خانہ بدوشانہ سفر کو جاری
رکھا۔ پیش قدمی کرتے ہوئے یہ بوہیمیا اور ہنگری سے ہوتے ہوئے برفوں سے ڈھکے

ہوئے کوہستانِ الپس کی طرف بڑھے۔ دریائے پو کے کنارے کنارے سفر کرتے
یہ آگے بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اٹلی اور اسپین کے کچھ حصوں م
اور بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا تھا۔ اسپین اور فرانس کیونکہ ان دنوں رومن
علاقے تھے لہٰذا ان علاقوں کے رہنے والوں نے رومن حکومت سے ان گال ک
مدد طلب کی اور ان کی شکایات لکھیں۔ رومن خود بھی ان وحشی قبائل سے خوفزدہ
انہوں نے اپنے نمائندوں کے ذریعے فرانس اور اسپین کے لوگوں کو کہلا بھیجا کہ شا
وارد ہونے والے ان وحشی قبائل کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور ان سے لڑنے یا
رویہ اختیار کرنے کی کوشش نہ کریں۔

گال قبائل کا سب سے بڑا اور خونخوار سالار جو انہیں لے کر جنوب کی طرف
تھا وہ کاڈین فورک تھا۔ آہستہ آہستہ یہ لوگ اپنا جنگجوانہ رویہ ترک کرتے ہوئے
اور اسپین میں آباد ہو گئے........ یہ علاقے کیونکہ رومنوں کے تھے لہٰذا وقت گزرنے
ساتھ ساتھ ہن قبائل کی طرح یہ وحشی گال بھی رومنوں کے لشکر میں شامل ہونا شرو
گئے تھے۔

مؤرخین نے ان گالوں کو آرین قرار دیا ہے۔ اس طرح قرطاجنہ میں جہاں رو
کا ایک بہت بڑا لشکر جمع تھا وہاں ہن اور وحشی گال قبائل کے لشکر بھی مسلمانوں پر
لگانے کے لئے جمع ہو گئے تھے۔

◎.....◎

★★★
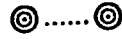
ایک روز حسین سیکا اور خوبصورت فلورنس دونوں جب سورج غروب ہونے سے
تھوڑی دیر پہلے گھڑ دوڑ سے واپس آئیں، قرطاجنہ کے قصر کے صدر دروازے کے ابھی وہ
قریب ہی تھیں کہ سامنے کی طرف سے ایک بوڑھا شخص آتا دکھائی دیا جو اپنی آنکھیں
کپڑے سے صاف کرتا دکھائی دے رہا تھا جیسے وہ رو رہا ہو۔
وہ شخص بوڑھا تھا۔ غم کی وجہ سے شاید اس کی کمر بھی جھکی ہوئی تھی۔ اس کے قریب جا
کر سیکا اور فلورنس نے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے اپنے گھوڑوں کو روک دیا۔
ان کے اس طرح رکنے پر بوڑھا بڑے غور سے ان دونوں کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ سیکا
نے دیکھا اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں اور رونے کی وجہ سے اس کی
آنکھیں سرخ بھی ہو رہی تھیں۔ سیکا نے کیونکہ اسے قصر سے نکلتے دیکھ لیا تھا اسی بناء پر
اس نے گھوڑا روکا پھر بوڑھے کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
''میں نے تمہیں قصر سے نکلتے ہوئے دیکھا ہے .... کیا تمہارے ساتھ کسی نے
زیادتی کی ہے؟........ میں دیکھتی ہوں تم رو رہے ہو۔ کیا وجہ ہے؟''
سیکا کے ہمدردی بھرے الفاظ پر وہ بوڑھا پھٹ پڑا تھا۔ اپنے چہرے پر کپڑا رکھتے
ہوئے ہچکیوں اور سسکیوں میں رونے لگا تھا۔
اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے سیکا پریشان اور فکرمند ہو گئی تھی۔ جست لگا کر وہ
اپنے گھوڑے سے اتر گئی۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے فلورنس بھی گھوڑے سے کود گئی تھی۔
سیکا آگے بڑھی، کچھ ہچکچائی پھر اس بوڑھے کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگی۔
''کیا بات ہے؟ .... کیوں اس طرح روتے ہو؟ کیا کسی نے تمہارے ساتھ بے
انصافی کی ہے؟........ جبر اور ظلم کیا ہے؟ .... بتاؤ۔ میں رومنوں کے بادشاہ قسطنطین کی
بیٹی سیکا ہوں اور میرے ساتھ محترم گریگوری کی بیٹی فلورنس ہے۔ کہو کیا معاملہ ہے؟ ہو

سکتا ہے ہم دونوں تمہاری کوئی مدد کر سکیں۔"

اس پر بوڑھے نے اپنے آپ کو سنبھالا پھر کپکپاتی سی آواز میں کہنے لگا۔

"میں آپ دونوں کو جانتا اور پہچانتا ہوں........ میرے ساتھ بڑا ظلم اور بڑا جبر ہو ہے لیکن کوئی میری مدد پر تیار نہیں ہے۔ ہر کوئی مجھ سے پیچھا چھڑانے کی فکر میں ہے۔"

اس بوڑھے کے ان الفاظ پر سیدیکا ہی نہیں، فلورنس بھی پگھل کر رہ گئی تھی۔ سیدیکا پھر اُسے مخاطب کیا۔

"کھل کر کہو، کیا کہنا چاہتے ہو تاکہ میں بھی تو جانوں معاملہ کیا ہے؟"

اس پر اس بوڑھے نے ایک بار پھر اپنی آنکھیں صاف کیں اس کے بعد وہ کہ تھا۔

"میرا نام کلارنس ہے۔ قرطاجنہ کا رہنے والا ہوں۔ تاجر ہوں۔ دکان کرتا ہو میری ایک بیٹی ہے، اس کا نام مارٹینا ہے اور ایک بیٹا ہے جس کا نام رولسن ہے۔ بس گھر کے تین ہی افراد ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بوڑھا رکا، دوبارہ اس نے اپنی آنکھیں صاف کیں اس بعد عجیب سی بے بسی میں سیدیکا کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"میری اور میرے بیٹے بلکہ یوں جانیں میری بیٹی کی انتہا درجہ کی بدقسمتی اور بدنصیہ ہے کہ میری بیٹی جس کا نام مارٹینا ہے بہت خوبصورت اور حسین ہے۔ اس کا خوبصور ہونا ہی میرے لئے مصیبت کا باعث بن گیا ہے۔ وہ بے چاری اکثر و بیشتر میری دکا میں میرے اور میرے بیٹے کے لئے کھانا لے کر آتی جاتی تھی۔ اسے بھی اپنی خوبصورتی احساس تھا لہٰذا اکثر و بیشتر وہ اپنا چہرہ ڈھانپ کر ہی رکھتی تھی۔

چند دن ہوئے ہماری بدبختی نے اپنا در کھولا۔ بازار میں آتے جاتے کہیں میری کے چہرے سے نقاب ڈھلک گیا اور قرطاجنہ کے بڑے کلیسا کے کچھ کارندوں نے ا دیکھ لیا۔ لہٰذا اس کی اس خوبصورتی اور اس کی شخصیت کی کشش کی پوری تفصیل جا بشپ پولوس سے کہہ دی........ جواب میں بشپ پولوس نے مجھے اپنے پاس بلایا اور تحکما انداز میں مجھ سے کہا کہ میں اپنی بیٹی مارٹینا کو ایک راہبہ کی حیثیت سے کلیسا کے ا وقف کر دوں۔

پولوس کے ساتھ اس پہلی ملاقات میں تو میں معاملے کو ٹال گیا۔ میں نے پولوس کہا کہ کلیسا کی خدمت کرنا باعثِ فخر ہے۔ پھر اس سلسلے میں سب سے پہلے اپنی بیٹی

رہ کروں گا اور اس کے بعد آپ کو کوئی معقول جواب دوں گا۔ کیونکہ پہلی ملاقات تھی لہٰذا پولوس نے بھی کوئی خاص سختی نہ کی۔ چنانچہ میں نے جب یہ آ کر اس واقعے کی اطلاع اپنی بیٹی اور بیٹے کو دی تو میری بیٹی لرز کانپ گئی۔ وہ جانتی ر کہ کلیساؤں میں راہباؤں کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا جاتا ہے .... لہٰذا میں نے بیٹے سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد اپنی بیٹی کو گھر سے بھگا دیا اور ایک قابلِ اعتماد ں کے ہاں اسے روپوش کر دیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بوڑھا جس کا نام کلارنس تھا رک گیا، کچھ سوچا، دوبارہ تی کانپتی ہوئی آواز میں بول اٹھا۔

"بیٹی کو کسی اور کے ہاں پناہ دینے کی بات آج تک میں نے کسی سے نہیں کی۔ ف آپ دونوں سے ذکر کر رہا ہوں۔ اس کے بعد دوبارہ میں نے جب پولوس کے نے پر اس سے ملاقات کی تو پولوس نے مجھ سے پوچھا کہ میں نے اور بیٹی نے کیا مشورہ ہے تو میں نے پولوس سے کہہ دیا کہ اس سے پہلی ملاقات کے بعد جب میں گھر گیا سلسلے میں، میں نے اپنی بیٹی سے بات کی۔ میری بیٹی نے راہبہ بننے سے انکار کر دیا پھر دو چار دن کے بعد وہ گھر سے بھاگ گئی۔ اب مجھے پتہ نہیں کہ وہ کہاں گئی ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بوڑھا کلارنس رکا، پھر کچھ توقف کے بعد ان کی طرف ھتے ہوئے دوبارہ بولا۔

"میں آپ سے کوئی بات چھپا نہیں رہا۔ ہر بات سچائی پر رہتے ہوئے تفصیل سے بتا ہوں۔ میری بیٹی میرے ایک جاننے والے کے گھر میں اس کے تہہ خانے میں رہتی ،۔ وہ کلیسا کی راہبہ نہیں بننا چاہتی جبکہ پولوس اب مجھ پر اور میرے بیٹے پر سختی کرنے ہے اور ہمیں ڈرانے دھمکانے لگا ہے کہ ہم نے خود مارٹینا کو بھگا دیا ہے۔ دھمکی دے ہے کہ اگر مارٹینا چند روز تک کلیسا میں نہ پہنچی تو ہم دونوں کی جانیں خطرے میں پڑ یں گی....... میں یہ شکایت لے کر پہلے محترم گریگوری کے پاس ایک دفعہ گیا جس وقت شہر سے باہر کچھ لشکریوں کی تربیت کا جائزہ لے رہے تھے۔ میں نے ان سے پوری ستان کہی لیکن انہوں نے کوئی خاص جواب نہیں دیا جس سے میں نے اندازہ لگا لیا کہ پ پولوس کے خلاف وہ میری کوئی مدد کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔

یہ صورتِ حال میرے لئے بڑی تکلیف دہ تھی۔ میں اِدھر اُدھر انتظامیہ کے دوسرے لوں سے ملتا رہا لیکن کوئی بھی پولوس کے خلاف میری مدد پر آمادہ نہ ہوا۔ آج مجبور ہو کر

میں قصر میں داخل ہوا۔ آپ کے بھائی جسٹینین سے ملاقات کی، اس کی منت سماجت
کہ پولوس سے میری اور میرے بیٹے کی جان چھڑائی جائے۔ اب جسٹینین نے یہ تو ذ
لیا ہے کہ وہ پولوس کو سمجھا دے گا کہ وہ مجھے اور میرے بیٹے کو تنگ نہ کرے۔ ساتھ ہی
نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ ہم دونوں باپ بیٹا یہ دیکھیں کہ مارٹینا بھاگ کر کہاں گ
.......اُسے تلاش کرنے کی کوشش کریں اور جب وہ مل جائے تو اسے کلیسا کے لئے
کر دیں۔ اس لئے کہ اس کا کلیسا کے لئے راہبہ بننا ہم دونوں باپ بیٹے کے
سعادت اور فخر کی بات ہے۔''

بوڑھے کلارنس نے روتی اور کپکپاتی ہوئی آواز میں یہ الفاظ ادا کر دیئے تھے۔
کچھ دیر خاموشی رہی، پھر سنیکا نے بڑی رازداری میں اسے مخاطب کر کے
شروع کیا۔

''جو تفصیل آپ نے مجھے اور فلورنس کو بتائی ہے یہ کسی اور سے مت کہنا۔ جہاں
فلورنس کا تعلق ہے یہ اب میری بڑی بہن ہے .... اور میں بڑی بہن ہی کی حیث
سے اس کی عزت کرتی ہوں۔ ہم دونوں ایک دوسرے کی رازدار ہیں۔ ہم سے یہ با
آگے نہیں جائے گی۔ لیکن تم یہ تفصیل کسی سے مت کہنا۔ یہ بھی کسی سے مت کہنا
تمہاری بیٹی نے کس جگہ اور کس کے ہاں، کس کے تہہ خانے میں پناہ لی ہوئی ہے۔
مجھے اس معاملے میں سوچنے دو، اس کے بعد میں تمہیں معقول جواب دوں گی۔ پر یہ کہو
اگر تمہاری بیٹی کے کلیسا سے بچانے کے لئے ہم کوئی حل نکال لیں تو تم سے کہاں را
قائم کیا جا سکتا ہے؟''

اس پر کلارنس کی آنکھوں میں امید کی چمک پیدا ہوئی، کہنے لگا۔
''قرطاجنہ شہر میں جہاں زرگروں کی دکانیں شروع ہوتی ہیں ان سے پہلے پ
پارچہ جات کی دکان ہے۔ اگر آپ میری مدد کرنے کا ارادہ رکھیں تو مجھ سے وہیں ملاقا
ہو سکتی ہے۔ دکان پر میں یا میرا بیٹا رولسن ہوتے ہیں۔''

بوڑھے کلارنس کی اس گفتگو کا جواب سنیکا دینا ہی چاہتی تھی کہ قصر کے م
دروازے کی طرف سے ایک شخص بھاگتا ہوا آتا دکھائی دیا جس کی بناء پر سنیکا فکرمند
گئی تھی اور بڑے غور سے اس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ وہ شخص قریب آیا اور سنیکا
مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''مسلمانوں کے شہر قیروان سے ایک شخص قصر میں داخل ہوا ہے۔ اس نے آ

لنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا۔ اس نے اپنا نام عمیر بن صالح بتایا ہے۔ وہ کسی سے
یں کہتا۔ اس کا یہی کہنا ہے کہ میں نے جو کچھ کہنا ہے رومنوں کے شہنشاہ کی بیٹی
ے کہنا ہے۔ قصر کے محافظوں نے اسے مسلمانوں کا جاسوس سمجھ کر اصطبل کے ایک
ی کے ساتھ باندھ دیا ہے اور اس کے گھوڑے پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔''
آنے والے شخص کے اس انکشاف پر سنیکا ہی نہیں فلورنس بھی چونکی تھی۔ پھر سنیکا
ے کلارنس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

''اب تم جاؤ .... میرا اندازہ ہے کہ قدرت تمہاری مدد کر رہی ہے۔ اور میں امید
ہوں کہ تمہاری بیٹی کی گلوخلاصی کے لئے میں بہت جلد تم سے رابطہ قائم کروں گی۔
اجاؤ۔''

بوڑھا کلارنس سنیکا کی اس گفتگو سے مطمئن ہو کر آگے بڑھ گیا تھا۔ اس موقع پر
نے تعجب اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے سنیکا کو مخاطب کیا۔

''سنیکا، میری بہن! یہ قیروان سے کون ہمارے لئے آ سکتا ہے؟....... کس نے
کے نام پیغام بھیجا ہے اور کیوں بھیجا ہے؟ .... کیا یہ ہمارے خلاف کوئی سازش تو
ں کی جا رہی؟''

اس موقع پر سنیکا کے لبوں پر خوشگوار سا تبسم نمودار ہوا۔ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ جو شخص
لے کر آیا اس کی طرف دیکھتے ہوئے متفکر ہو گئی۔ پھر کہنے لگی۔

''تم جاؤ....... ہم تمہارے پیچھے پیچھے آ رہی ہیں۔''

اس پر وہ شخص بھاگتا ہوا قصر کی طرف چلا گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد سنیکا نے
ے فلورنس کی طرف دیکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں کہنا شروع کیا۔

''فلورنس، میری بہن! پریشانی اور فکرمندی کی کوئی بات نہیں ہے۔ قیروان میں قیام
ران میں نے اپنی زندگی کا ایک بہت بڑا راز چھپایا تھا، تم پر اظہار نہیں کیا تھا۔ یوں
ں نے قیروان سے ادھر روانگی سے پہلے ایک شگون نکالنے کی کوشش کی تھی۔ صرف
نا چاہتی تھی کہ یہ شگون میرے حق میں نکلتا ہے کہ نہیں۔ میں نے شگون اس طرح
ی کوشش کی تھی کہ میرے پاس جو ہیرات جڑے جو سونے کے قیمتی چار کڑے تھے
وانگی سے پہلے وہ چاروں کڑے میں نے اپنے بستر کے تکیے کے نیچے رکھ دیئے تھے
ادھر آ گئی تھی۔ فلورنس میری بہن! میں نے ایسا اس لئے کیا تھا کہ وہ کمرہ جس میں
تمہارا قیام تھا اصل میں پہلے وہ امیر محمد بن اوس کے استعمال میں تھا اور جس بستر کو

میں استعمال کرتی تھی یا جس پر لیٹتی تھی وہ بھی پہلے امیر ابنِ اوس ہی کے استعمال میں
کرتا تھا۔ لہٰذا مجھے امید تھی کہ جب ہم دونوں اس کمرے سے نکل کر قرطاجنہ کی طرف
روانہ ہوں گی تو حسب سابق پہلے کی طرح امیر محمد بن اوس اپنے کمرے میں آئیں گے
جب وہ اپنے بستر کا جائزہ لیں گے یا بستر کو ٹھیک کریں گے تو یقیناً جواہرات جڑے
چاروں کنگنوں پر بھی ان کی نگاہ پڑے گی اور انہیں اپنے قبضے میں لے لیں گے۔ اس کے
بعد میں نے سوچا تھا کہ وہ ان کڑوں کا کیا کرتے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں یہ بھی
ٹھان لی تھی کہ اگر انہوں نے وہ کنگن یہاں میرے پاس نہ بھیجے تو پھر جو ارادہ میں
دل میں رکھتی ہوں اسے ختم کر دوں گی ...... اس کا در بند کر دوں گی۔ لیکن اگر وہ چار
کنگن میرے پاس قرطاجنہ پہنچ گئے تو پھر میں اس کام کا در کھولوں گی جس کے کرنے کا
میں نے ارادہ کر لیا تھا۔

سیکا کی یہ ساری گفتگو کچھ کچھ تو فلورنس کی سمجھ میں آ گئی تھی۔ کہنے لگی۔
''سیکا، میری بہن! تمہاری پوری بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ تم کون سا راز
چاہتی تھی؟ کس بات کا تم نے شگون لیا تھا؟ اور پھر تم نے مجھے تو اس کے متعلق کچھ بتایا
نہیں ہے۔''

اس پر سیکا مسکرائی اور کہنے لگی۔
''چلو، قصر میں چلتے ہیں۔ جو مسلمان گرفتار ہوا ہے، دیکھتے ہیں وہ کیوں گرفتار
ہے۔ کیا وہ کنگن لے کر آیا ہے یا یہ کوئی دوسرا شخص ہے؟ ...... اس سے ملاقات کے
باقی تفصیل تم سے کہوں گی۔''

سیکا کے ان الفاظ سے فلورنس بھی مطمئن ہو گئی تھی۔ لہٰذا اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاتے
ہوئے دونوں آگے بڑھیں۔ قصر میں داخل ہوئیں۔ جب وہ قصر کے اصطبل کی طرف
تو انہوں نے دیکھا قصر کے سامنے کچھ مسلح جوان کھڑے تھے۔ وہ مسلمان جو قصر
داخل ہوا تھا جس نے اپنا نام عمیر بن صالح بتایا تھا اسے انہوں نے اصطبل کے ستون
ساتھ رسیوں سے باندھا ہوا تھا۔

شاید عمیر بن صالح کے گرفتار کئے جانے کی خبر گریگوری، جسٹین، گریگوری کی
کلاڈیا، اس کے بیٹے ہلڈارک کو بھی ہو گئی تھی۔ لہٰذا جس وقت اپنے گھوڑوں کو بھگاتی
سیکا اور فلورنس اصطبل کے سامنے آئیں تو وہ سب لوگ بھی قصر کے سکونتی حصے سے
اصطبل کے سامنے آن کھڑے ہوئے تھے۔

سیکا اور فلورنس دونوں اپنے گھوڑوں سے اتریں۔ اتنی دیر تک گریگوری، جسٹین،
ل اور کلاڈیا بھی ستون کے قریب آن کھڑے ہوئے تھے ...... پھر گریگوری نے
کو مخاطب کیا۔
''بیٹی! یہ مسلمان قصر میں داخل ہوا تھا ...... اس نے اپنا نام عمیر بن صالح بتایا ہے
ے اس نے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا ...... قصر کے محافظوں نے اسے جاسوس
ر قصر کے ستون سے باندھ دیا ہے اور ہم سب تمہاری اور فلورنس کی آمد ہی کا انتظار
ہے تھے۔''

گھوڑے سے اتر کر سیکا ستون سے بندھے ہوئے عمیر بن صالح کی طرف بڑھی۔
بھی اس کے ساتھ تھی۔ قریب جا کر سیکا نے بڑے غور سے اس کا جائزہ لیا پھر
مخاطب کر کے کہنے لگی۔
''تم کیوں مجھ سے ملاقات کے خواہش مند تھے؟ ...... بتاؤ، کس غرض سے قرطاجنہ
ں داخل ہوئے ہو؟''

اس پر عمیر بن صالح نے لمحہ بھر کے لئے سیکا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔
''قسطنطین کی بیٹی! میں کسی برے ارادے سے نہیں آیا۔ ان لوگوں نے میری آمد پر
ے جھپٹ لیا اور یہاں ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ مجھ سے یہ تو پوچھا ہوتا کہ میرا مدعا
ہے ...... لیکن کسی نے مجھے بولنے کا موقع ہی نہیں دیا ...... قصر کے کچھ محافظوں
پنے ساتھیوں کو مشورہ دیا کہ میری پٹائی کرنی چاہئے، مجھے خوب مارا جانا چاہئے تاکہ
صلیت اُگل دوں۔ پر بھلا ہو ان کا، انہوں نے مجھے مارا نہیں، ستون کے ساتھ
دیا ہے۔''

اس کے ساتھ ہی عمیر بن صالح نے اپنے لباس کے اندر سے سونے کے جواہرات
ے چار کنگن نکالے اور سیکا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہنے لگا۔
''قسطنطین کی بیٹی! قیروان میں آپ کا قیام جس کمرے میں تھا، وہ کمرہ جب صاف
لیا تو یہ سونے کے جواہرات جڑے چار کڑے وہاں سے ملے تھے۔ صفائی کرنے
لشکری نے یہ کڑے اٹھا کر ہمارے امیر محمد بن اوس کو پیش کئے۔ چونکہ اس کمرے
پ کا قیام تھا اور آپ کے ساتھ محترم گریگوری کی بیٹی فلورنس بھی قیام کئے ہوئے تھی
مد بن اوس نے یہی اندازہ لگایا کہ یہ سونے کے قیمتی کڑے آپ ہی کے ہو سکتے ہیں
اس بنا پر مجھے قرطاجنہ کی طرف بھیجا گیا تاکہ آپ کی امانت یہ کڑے آپ تک

پہنچائے جائیں۔"

سیکا نے چاروں کپڑے الٹ پلٹ کر دیکھے پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کر
کہنے لگی۔

"تمہاری بڑی مہربانی تم میرے یہ قیمتی کپڑے میرے پاس لے کر آئے
میرے ہی ہیں۔ اور افسوس جب میں قیروان سے روانہ ہوئی تو یہ کپڑے میں
پیچھے بھول گئی تھی۔ اگر یہ کپڑے تمہارے امیر محمد بن اوس نے بھجوائے ہیں تو وا
میری طرف سے ان کا اور نعیم بن حماد دونوں کا شکریہ ادا کرنا۔ رومن لڑکیاں
قیروان میں قیام کئے رہیں انہوں نے ہماری جانوں اور ہماری آبرو کی حفاظت
اہتمام کیا۔ تم چونکہ ایک اچھے کام کے سلسلے میں قرطاجنہ میں داخل ہوئے اور ایک
بھی طے کر کے آئے ہو لہٰذا تم فی الفور یہاں سے واپس نہیں جاؤ گے، ایک مہ
کی حیثیت سے ہمارے شاہی مہمان خانے میں قیام کرو گے۔"

جس وقت سیکا عمیر بن صالح سے گفتگو کر رہی تھی، شرمساری اور خجالت
گریگوری، جسٹین، کلاڈیا اور ہلڈارک سب کے سر جھک گئے تھے۔ اتنے میں
اور سرعت کے ساتھ قصر کے محافظ آگے بڑھے اور جن رسیوں میں انہوں نے
صالح کو اصطبل کے ستون سے جکڑ رکھا تھا وہ رسیاں انہوں نے کھول دی تھیں۔
جس وقت عمیر بن صالح اپنے بازو سہلا رہا تھا، نفرت انگیز انداز میں سیکا
کے محافظوں کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

"تم اپنے تمدن، اپنی تہذیب کی غلط نمائندگی کر رہے ہو...... کیا ہمارے
ایسے شخص سے اس طرح کا سلوک کیا جاتا ہے کہ اس کی بات سنے بغیر اسے
ستون کے ساتھ باندھ دیا جائے جو اتنا لمبا سفر طے کر کے صرف ہماری ایک اما
سونپنے اور واپس کرنے آیا ہو؟...... یہ چاروں کپڑے اس قدر قیمتی ہیں کہ مسلما
جس شخص کے ہاتھ بھی لگ جاتے پوری زندگی کے لئے وہ اپنے اہل خانہ کے مص
اخراجات سے بالکل بے نیاز اور بے پرواہ ہو سکتا تھا اور یہ چاروں کپڑے وہ
قدر نقدی اور رقم حاصل کر سکتا تھا کہ اپنی پوری زندگی شاہانہ انداز میں گزار سکتا
تم نے اس شخص سے تحقیق تو کی ہوتی کہ آخر مسلمان ہو کر یہ قرطاجنہ شہر میں کیا
ہوا؟...... کیا کسی قوم کا جاسوس اپنے دشمن کے شہر میں اس طرح کھلے عام داخل
یا ہو سکتا ہے؟"

یہاں تک کہنے کے بعد سیکا رکی، پھر جچے تلے انداز میں آہستہ آہستہ چلتی ہوئی
یگوری اور اپنے بھائی جسٹین کے سامنے آئی اور دھیمے لہجے میں ان دونوں کو مخاطب
تے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میں نے امانت لانے والے اس مسلمان کو شاہی مہمان خانے میں ٹھہرانے کا
لہ کیا ہے۔ کیا آپ دونوں کو میرے اس فیصلے سے اختلاف تو نہیں؟...... اس کے
ھ میں آپ دونوں سے یہ بھی اجازت لینا چاہوں گی کہ تھوڑی دیر کے لئے میں اور
نس اسے اپنے ساتھ لے جائیں گی تاکہ یہاں آنے کے بعد جو اس سے ناروا سلوک
گیا ہے اس پر میں اس سے معذرت کروں۔ اس طرح ہمارے رویے کی تلافی
نے پر......"

سیکا اپنی بات مکمل نہ کر سکی تھی کہ بیچ میں اس کا بھائی جسٹین بڑی نرمی سے بول

"یقیناً مسلمانوں کا یہ نمائندہ اس قابل ہے کہ اس کا شکریہ ادا کیا جائے۔ میری
! تم نے جو اسے شاہی مہمان خانے میں ٹھہرانے کا عزم کیا ہے، میں تمہارے اس
کی تائید ہی نہیں، تعریف بھی کرتا ہوں۔ مہمان خانے کے ناظموں کو سختی کے ساتھ
کر دی جائے گی کہ جب تک یہ نوجوان یہاں قیام کرتا ہے اس کی بہترین تواضع کی
ے۔ چونکہ یہ ایک لمبا سفر طے کر کے آیا ہے اور اس نے پھر ایک لمبے سفر پر روانہ ہونا
ذا اسے آرام اور استراحت کی ضرورت ہے۔"

جسٹین رکا، کچھ سوچا پھر سیکا کو مخاطب کرتے ہوئے وہ پھر دھیمے لہجے میں کہہ رہا

"میں تمہاری دوسری تجویز سے بھی اتفاق کرتا ہوں...... تم اور فلورنس دونوں اسے
ساتھ لے جا سکتی ہو۔ میں جانتا ہوں اس کے ساتھ ہمارے محافظوں نے غلط اور
احمقانہ سلوک کیا ہے۔ میری اور محترم گریگوری کی طرف سے بھی اس سے معذرت
ور پھر مہمان خانے کی طرف بھجوا دینا۔"

پنے بھائی جسٹین کے ان الفاظ سے سیکا مطمئن اور خوش ہو گئی تھی۔ پھر سب لوگ
ے ہٹ گئے تھے جبکہ سیکا اور فلورنس عمیر بن صالح کے پاس آئیں، پھر سیکا نے
اطب کیا۔

"میرے بھائی! تم میرے ساتھ آؤ" ساتھ ہی اس نے قصر کے محافظوں کے سالار

کی طرف دیکھا، اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''ان کا گھوڑا شاہی مہمان خانے میں پہنچا کر اس کے چارے پانی کا بہتر
کرو۔ تھوڑی دیر تک یہ مہمان خود ہی وہاں پہنچیں گے اور ان کی دیکھ بھال اور
بھی بہترین انتظامات کے احکامات جاری کر کے آنا۔''

سیکا کے ان الفاظ کے جواب میں محافظوں کے سالار نے اپنی گردن
ہوئے ایک طرح سے تعمیل کا یقین دلایا۔ پھر سیکا اور فلورنس اپنی خواب گا
گئیں۔ عمیر بن صالح ان کے کہنے پر ان کے پیچھے پیچھے ہو لیا تھا۔ سیکا ا
دونوں جب اپنی خواب گاہ میں داخل ہوئیں تو عمیر بن صالح اس تکلف کی
خواب گاہ کے دروازے پر ہی کھڑا ہو گیا تھا۔ سیکا اور فلورنس آگے بڑھ کر جب
پر بیٹھنے لگیں تو اچانک سیکا کی نگاہ عمیر بن صالح پر پڑی۔ وہ دروازے پر کھڑا
بیٹھتے سیکا پھر کھڑی ہو گئی اور تعجب کا اظہار کرتے ہوئے عمیر بن صالح کو مخاطب

''میرے بھائی! آپ وہاں کیوں کھڑے ہو گئے ہیں؟........ آپ تو ہ
بڑے محترم، بڑے پُر وقار ہیں۔ میں جانتی ہوں آپ لوگ سادگی پسند ہیں
زندگی کے عادی ہیں اور اس خواب گاہ کی پُر تکلف تزئین اور سجاوٹ کو دیکھ
ہیں۔ میرے بھائی! یوں جانو یہ آپ کی دو بہنوں کا کمرہ ہے۔ لہٰذا بہنوں کے
داخل ہوتے ہوئے ایک بھائی کو ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرنی چاہئے۔ آپ اند
ہمارے سامنے بیٹھیں۔''

عمیر بن صالح کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، آگے بڑھا اور ایک ن
دونوں کے سامنے خالی تھی وہاں بیٹھ گیا۔ پھر سیکا نے اسے مخاطب کیا۔

''پہلے یہ بتاؤ کہ یہ کڑے کیسے ملے اور کس کے پاس لے جائے گئے؟!
میری طرف روانہ کئے؟''

جواب میں عمیر بن صالح نے پوری تفصیل بتا دی تھی اور اس تفصیل کو
کے چہرے پر اور آنکھوں میں دور دور تک خوشیاں ہی رقص کر رہی تھیں۔
کچھ دیر خاموش رہی، پھر پہلے کی نسبت دھیمے لہجے میں سیکا نے عمیر
مخاطب کیا۔

''ابنِ صالح! میں سمجھتی ہوں شاید تمہاری یہاں آمد کی وجہ سے قدر
ذریعے کسی کی مدد کرنے پر آمادہ ہے........ میرے عزیز بھائی! میں اگر تمہار

م لگاؤں تو کیا وہ کام کر گزرو گے؟''

عمیر بن صالح کی چھاتی تن گئی، کہنے لگا۔

''جب آپ مجھے بھائی کہہ کر پکارتی ہیں تو پھر آپ کا کام نہ کرنے کا سوال ہی پیدا
ں ہوتا۔ آپ کہیں، کیا کام ہے؟ اس کے لئے اگر میری جان بھی جاتی ہے تو یاد رکھیں
پاؤں گا نہیں۔''

سیکا کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ پھر اس نے قصر میں داخل ہوتے وقت جو
ھے کلارنس سے اس کی بیٹی مارٹینا سے متعلق گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل عمیر بن صالح
، کہہ دی تھی۔

سیکا جب خاموش ہوئی تب دبے دبے لہجے میں عمیر بن صالح احتجاجی انداز میں
نے لگا۔

''یہ تو بہت برا حادثہ ہے........ کسی لڑکی کو اس طرح زبردستی اور جبراً تو کلیسا کی
ت کے لئے نہیں لے جانا چاہئے۔ اگر لڑکی کی مرضی نہیں ہے تب اس کی مرضی ہی کو
ت دینی چاہئے۔ پھر اس سلسلے میں اس کے بھائی اور باپ کو تنگ تو نہیں کرنا چاہئے کہ
ا کیونکہ خوبصورت ہے لہٰذا اسے ہر صورت میں کلیسا کی خدمت کے لئے وقف کر دینا
ہے........ میری بہن! جو واقعہ آپ نے بتایا ہے اس سلسلے میں، میں کس طرح مدد کر
ا ہوں؟''

جواب میں سیکا نے گہری نگاہ دروازے پر ڈالی اور کہنے لگی۔

''میرے عزیز بھائی! اس لڑکی کی جان ہی نہیں عزت بھی اب قرطاجنہ میں محفوظ نہیں
۔ یہاں کلیساؤں میں راہباؤں کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے اس کی حقیقت سے تم بھی
ن ہو گے۔ لہٰذا میں چاہتی ہوں تم اس لڑکی کو نکال کر قیروان لے جاؤ۔ پہلے میں اس
ا کے باپ اور خود لڑکی سے بھی بات کروں گی، اگر وہ اس پر آمادہ ہوئے تو پھر تم لڑکی
پنے ساتھ قیروان لے جانا اور وہاں امیر محمد بن اوس سے کہہ کر اس لڑکی کی شادی کسی
ب شخص سے کر دینا۔ اس طرح وہ وہاں پُر امن اور با عزت زندگی گزار سکے گی۔''

اگر وہ لڑکی رضامند ہو اور اس کے لواحقین بھی اسے اس طرح میرے ساتھ بھجوانے
ضامندی کا اظہار کر دیں تو میں اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر بھی اس جہنم نما
رتِ حال سے اسے نکالنے کے لئے تیار ہوں۔ پر مجھے تھوڑا سا طریقہ کار بتا دیں کہ
ی کارروائی کیسے مکمل کی جائے؟''

عمیر بن صالح کے ان الفاظ پر سنیکا خوش ہو گئی تھی، پھر کہنے لگی۔
"میرے عزیز بھائی! میں کل ہی مارٹینا کے باپ کلارنس سے گفتگو کروں گی
اپنی بیٹی کو قیروان بھجوانے پر رضامند ہوا تو مارٹینا سے بھی اس سلسلے میں گفتگو کر
گی۔ اگر وہ رضامند ہو گئی تو پھر اسے نکالنے کا طریقہ کار یہ ہو گا کہ میں اور میر
اور بڑی بہن فلورنس ہر روز گھڑ دوڑ کے لئے نکلتی ہیں۔ جس روز میرے عزیز بھائی
یہاں سے روانہ ہونا ہو گا، ہم گھڑ دوڑ کے میدان کی طرف جائیں گی۔ مارٹینا کا با
گھوڑے کا انتظام کرنے کے بعد اس لڑکی کو بھی ہمارے ساتھ کر دے گا اور
ضروریات کا سارا سامان بھی گھوڑے کی زین کے ساتھ خرجینوں میں ڈال دیا جا
جب وہ لڑکی میرے اور فلورنس کے ساتھ شہر سے نکلے گی تو شہر کے محافظ ہم دونو
سے اسے روکیں گے نہیں۔ نہ اس پر توجہ دیں گے۔ اس نے اپنا لباس اور حلیہ تبدیل
ہو گا۔ اور پھر ابھی تک کلیسا کی طرف سے شہر پناہ کے محافظوں کو یہ احکامات نہیں
کئے گئے کہ اس لڑکی پر گہری نگاہ رکھی جائے۔ ان حالات میں اگر ممکن ہوا تو وہ لڑ
بھی نکل کر گھڑ دوڑ کے میدان کی طرف جا سکتی ہے۔
میرے عزیز بھائی! جب وہ لڑکی اکیلی یا ہم دونوں کے ساتھ شہر سے نکل جا
اسی وقت تم بھی روانہ ہونا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر گھڑ دوڑ کے میدان کی جا
جانا اور وہاں سے مارٹینا کو لے کر قیروان کی طرف روانہ ہو جانا۔"
سنیکا رکی پھر وہ اپنی بات کو آگے بڑھا رہی تھی۔
"جس روز ایسا کرنا ہو گا اس روز میں اور فلورنس دونوں دیر تک گھڑ دوڑ کر
گی...... جب سورج غروب ہونے کے قریب ہو گا تب تم مارٹینا کو لے کر ا
کی طرف چلے جانا، ہم دونوں بہنیں شہر آ جائیں گی...... اب بولو کیا تمہیں ہماری
پسند ہے؟"
عمیر بن صالح مسکرایا اور کہنے لگا۔
"پسند کیوں نہیں میری بہن! جیسا تم چاہو گی ویسا ہی ہو گا۔"
عمیر بن صالح کا جواب سن کر سنیکا اور فلورنس دونوں خوش ہو گئی تھیں یہاں
سنیکا نے پھر اسے مخاطب کیا۔
"ابن صالح! میرے بھائی! اب میں تم سے دو موضوعات پر گفتگو کرنا چاہتی
پہلا یہ کہ جب تم یہاں سے روانہ ہو گے تو یاد سے میری طرف سے ایک خط لے

خط میری طرف سے امیر محمد بن اوس کے نام ہو گا اور بڑی احتیاط سے اس خط کو بغیر
ولے امیر تک پہنچانا ہے۔ دوسری بات جو میں تم سے پوچھنا چاہتی ہوں، کیا تم نے
ادی کر رکھی ہے؟"
سنیکا کے اس سوال پر عمیر بن صالح چونکا، کہنے لگا۔
"میری بہن! میں افریقہ کی سرزمینوں میں بالکل اکیلا ہوں۔ میرے ماں باپ فوت
چکے ہیں۔ بھائی بہن ہے ہی نہیں۔ ایک عرصہ سے لشکر میں شامل ہوں۔ اب میرے
تمام لشکری ہی میرے بہن بھائی ہیں۔ اس کے علاوہ امیر عقبہ بن نافع اور امیر محمد بن
ں کا ہمارے ساتھ جو سلوک ہے اس کی وجہ سے تو سارے رشتوں عزیزوں کو فراموش کیا
سکتا ہے۔"
عمیر بن صالح کا جواب سن کر سنیکا خوش ہو گئی پھر کہنے لگی۔
"بھائی! وہ لڑکی جسے تم نے یہاں سے نکال کر لے جانا ہے، انتہا درجہ کی خوبصورت
ہے۔ اگر میں کہوں کہ قیروان جا کر تم ہی اس سے شادی کر لینا تو کیا تم اس کے لئے
ضی ہو جاؤ گے؟"
عمیر بن صالح مسکرایا اور کہنے لگا۔
"میری بہن! جیسا تو چاہے گی ویسا ہی ہو گا۔"
اس موقع پر ایک غائر اور گہری نگاہ سنیکا نے اپنے پہلو میں بیٹھی فلورنس پر ڈالی پھر
ر بن صالح کو اس نے مخاطب کیا۔
"میرے بھائی! تم اب تھوڑی سی تفصیل ہمیں امیر محمد بن اوس اور نعیم بن حماد سے
لق بھی بتاؤ۔"
عمیر بن صالح چونک اٹھا۔
"کیسی تفصیل؟"
"یہی کہ ان کے اہل خانہ کیا ان کے ساتھ ہیں یا کہیں اور رہتے ہیں؟" سنیکا نے
ے غور سے عمیر بن صالح کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔
عمیر بن صالح نے اپنے لبوں پر زبان پھیری، کہنے لگا۔
"جہاں تک امیر محمد بن اوس کا تعلق ہے تو وہ بے چارے مجھ جیسے ہی ہیں۔ وہ دو
ن بھائی تھے۔ ان کی بہن جوانی ہی میں فوت ہو گئی۔ ماں باپ بھی ان کے گزر چکے
ے۔ لہٰذا اس دنیا میں وہ بھی میری طرح اکیلے ہیں۔ جہاں تک نعیم بن حماد کا تعلق ہے تو

ان کا تعلق قیروان کے قریب ہی ایک نخلستان سے ہے .... ان کی والدہ زندہ
کے دو بھائی بھی ہیں لیکن وہ ماں سے علیحدہ رہ رہے ہیں۔ ماں کے ساتھ نعیم بن
رہتے ہیں۔ ان کی ماں کا نام عشیرت ہے۔ کبھی کبھی نعیم بن حماد اپنی ماں سے
لئے اپنے نخلستان چلے جاتے ہیں اور کبھی کبھی ان کی والدہ ان سے ملنے کے لئے
چلی آتی ہیں۔"

عمیر بن صالح جب خاموش ہوا تب اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے س
بول اٹھی۔

"ان دونوں سے متعلق جو معلومات میں حاصل کرنا چاہتی تھی، میرے بھائی!
تم نے روشنی پھر بھی نہیں ڈالی۔ میں تو یہ جاننا چاہتی تھی کہ ان دونوں کے بیوی
ان کے ساتھ رہتے ہیں۔"

سدیکا کے ان الفاظ پر عمیر بن صالح مسکرایا پھر کہنے لگا۔

"بچے کہاں سے آئیں گے .... ابھی تو دونوں کی شادی ہی نہیں ہوئی۔"

عمیر بن صالح کے ان الفاظ سے سدیکا نے سکھ کا ایک لمبا سانس لیا پھر کہنے

"میرے بھائی! تم ایک لمبا سفر طے کر کے آئے ہو۔ تھکے ہارے ہو۔ پہلے
کو بلاتی ہوں۔ وہ تمہیں مہمان خانے لے جائے گا۔ اس کے بعد لڑکی کو یہا
نکالنے کا جو منصوبہ بنے گا اس سے میں تمہیں آگاہ کر دوں گی۔"

عمیر بن صالح نے اس سے اتفاق کیا پھر سدیکا نے آواز دے کر قصر کے کسی
بلایا۔ جب وہ دروازے پر نمودار ہوا تب سدیکا اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی طرف
ہوئے فلورنس بھی کھڑی ہو گئی تھی۔ آنے والے کو مخاطب کرتے ہوئے سدیکا کہنے لگ

"انہیں شاہی مہمان خانے میں لے جاؤ .... وہاں ان کے قیام کا بندوبست
ہو گا۔"

پھر سدیکا نے عمیر بن صالح سے کہا۔

"بھائی! ان کے ساتھ مہمان خانے میں جاؤ اور جا کر آرام کرو۔"

اس پر جو خادم آیا تھا وہ عمیر بن صالح کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

اس کے جانے کے بعد فلورنس کچھ دیر تک گھورنے کے انداز میں سدیکا ک
دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

"میری بہن! یہ تمہارے چار کڑوں کا راز میری سمجھ میں نہیں آیا .... اب

نگو تم نے آنے والے اس عمیر بن صالح سے کی ہے اس سے میں یہ سمجھنے میں تو
امیاب ہو گئی ہوں کہ تمہارا جھکاؤ امیر محمد بن اوس کی طرف ہے۔ تم مانو یا نہ مانو اندر ہی
ر تم ان سے محبت کرنے لگی ہو۔"

فلورنس مزید کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اپنی بات مکمل نہ کر سکی اس لئے کہ سدیکا مسکراتے
ئے بول اٹھی تھی۔

"فلورنس میری بہن! جو کچھ تم کہہ رہی ہو میں اس سے انکار نہیں کرتی۔ یہ درست
ہے پر پہلے جو کچھ میں کہنا چاہتی ہوں وہ سنو، پھر کوئی فیصلہ کرنا۔ میں تمہیں اپنی بڑی بہن
ل کرتی ہوں۔ تم سے کوئی بات اب چھپاؤں گی نہیں۔ قیروان میں قیام کے دوران
میں شک نہیں کہ میں امیر کی طرف مائل ہوئی تھی، انہیں اپنی پسندیدہ شخصیت جانا تھا
انہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا فیصلہ نہیں کیا تھا۔ یہ جو چار کڑے ہیں انہیں میں نے
ون کے طور پر استعمال کیا۔ میں نے تمہیں نہیں بتایا اس لئے میری بہن! میں تم سے
ذرت خواہ ہوں۔ قیروان سے روانہ ہوتے وقت شگون کے طور پر ان چاروں کڑوں کو
ں نے اپنے تکیے کے نیچے رکھ دیا تھا۔ چونکہ وہ کمرہ امیر کا تھا اور ہماری روانگی کے بعد
ی کو وہاں آنا تھا۔ لہٰذا وہ چار کڑے رکھنے کے بعد میں نے اپنے دل میں یہ بات ٹھان
ی کہ اگر یہ چاروں کڑے امیر کے ہاتھ لگیں اور وہ یہ کڑے میرے پاس قرطاجنہ پہنچا
ں تو میں امیر کے ساتھ پرستش کی حد تک محبت کرنے لگوں گی اور انہیں اپنی زندگی کا
ی بنانے کی کوشش کروں گی بھلے اس میں میری جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔

اب عمیر بن صالح سے تم نے کڑوں کی تفصیل سن لی ہے کہ صفائی کرنے والوں نے
ڑے امیر کے پاس پہنچائے اور امیر نے عمیر بن صالح کے ہاتھ میری طرف روانہ کر
یئے۔ اس سے امیر کی دیانت داری، ان کے اخلاق اور کردار کی بلندی مجھ پر واضح ہو گئی
ہے لہٰذا اب میں امیر سے ٹوٹ کر محبت کروں گی اور انہیں اپنی ذات کا حصہ بناؤں گی۔

عمیر بن صالح جب یہاں سے روانہ ہو گا تو اس کے ہاتھ میں امیر کے نام ایک خط
ھوں گی جس میں ان سے اپنی محبت کا اظہار کروں گی اور ان سے جواب بھی مانگوں
ا۔ اگر امیر نے میری اس محبت کا جواب مثبت انداز میں دیا تب میں سمجھوں گی مجھے کچھ
ل چاہئے۔ مجھے زندگی کی ہر آسائش مل گئی ہے اور پھر کسی مناسب موقع پر میں امیر کے
ں جانے کی کوشش کروں گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سدیکا رکی، چند ثانیوں تک غور سے فلورنس کی طرف دیکھا پھر

کہنے لگی۔

”فلورنس! تم مجھ سے بڑی ہو........ تمہاری زندگی سے متعلق فیصلہ کرنے کا مجھے حق نہیں۔ پر میں تمہیں چونکہ اپنی سگی بہن سمجھتی ہوں لہٰذا اپنے دل میں، میں نے تمہارے متعلق بھی ایک فیصلہ کیا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اگر وقت اور حالات ہمارے حق میں کروٹ لیں تو جب میں محمد بن اوس کی زندگی کی ساتھی بننے کے لئے کوئی آخری قدم اٹھاؤں تو اس میں تم بھی میرا ساتھ دو اور جس وقت میں امیر کی زندگی کی ساتھی بنوں، میری بہن! تم نعیم بن حماد سے شادی کر لینا........ میرے خیال میں اگر ایسا ہو جائے تو ہم دونوں بہنیں وہاں پُرسکون زندگی بسر کر سکتی ہیں۔ فلورنس! یہ میرا ذاتی خیال ہے، ضروری نہیں کہ تم میرے اس خیال سے متفق ہو۔ پر اس موقع پر میں تم سے ایک اور گزارش ضرور کروں گی کہ امیر محمد بن اوس سے میری اس محبت اور چاہت کا ذکر کسی سے نہ کرنا۔ اسے راز سمجھ کر اپنے آپ تک محدود رکھنا۔“

جب تک سیئکا بولتی رہی، فلورنس مسکراتی رہی........ اس کے خاموش ہونے پر وہ بول اٹھی۔

”سیئکا، میری عزیز بہن! مطمئن رہ۔ اگر تو مسلمانوں سے متاثر ہے تو یاد رکھنا ان سے متاثر ہونے میں، میں بھی تم سے پیچھے نہیں ہوں۔ انہوں نے ہم سے جو سلوک کیا، جو ہماری جان، ہماری آبرو کی حفاظت کی، ایسا سلوک کوئی دوسرا کر ہی نہیں سکتا۔ جہاں تم امیر محمد بن اوس سے متاثر ہوئی وہاں میں بھی نعیم بن حماد کی طرف جھکی تھی۔ اس لئے کہ نعیم بن حماد ہمارے پاس اکثر آتا جاتا تھا۔ لہٰذا جہاں تم امیر محمد بن اوس سے محبت کرتی ہو وہاں میں بھی نعیم بن حماد کو چاہتی ہوں۔“

فلورنس کے اس انکشاف پر سیئکا ایسی خوش ہوئی کہ اسے گلے لگا کر کئی بار اس کی پیشانی چومی، پھر کہنے لگی۔

”تم نے یہ انکشاف کر کے میرے سارے اندیشے دور کر دیئے........ مجھے بے پناہ خوشیوں سے ہمکنار کر دیا ہے۔ اب اٹھو، گھڑ دوڑ کے لئے نکلتے ہیں۔ ساتھ ہی مارٹینا کے متعلق اس کے باپ کلارنس سے گفتگو کرتے ہیں۔“

فلورنس نے بھی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس سے اتفاق کیا پھر دونوں اپنی خواب گاہ سے نکل کر اصطبل کی طرف گئی تھیں۔

دونوں گھوڑوں پر زینیں ڈالنے کے بعد نکلیں اور کلارنس کی دکان کے سامنے

گھوڑوں کو روکا۔ اس وقت بوڑھا کلارنس اور اس کا بیٹا رولسن دونوں دکان میں بیٹھے ہوئے تھے۔

سیئکا اور فلورنس کو دیکھتے ہی کلارنس اپنے بیٹے رولسن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”وہ دو لڑکیاں جو اپنے گھوڑوں سے اتر رہی ہیں وہ فلورنس اور سیئکا ہیں........ میں نے ان دونوں کا ذکر تم سے کیا تھا۔ میرا دل کہتا ہے کہ یہ دونوں ہماری مدد پر آمادہ ہیں۔ جب انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا تو میں ایک طرح کی بے اعتمادی کا شکار تھا کہ شاید یہ دونوں ہماری کوئی مدد نہیں کر پائیں گی۔ مگر اب یہ جو دونوں ہماری دکان کی طرف آئی ہیں، لگتا ہے یہ میرے لئے کچھ نہ کچھ کریں گی۔ میرے بیٹے! اُٹھ، دکان سے بھاگ کر باہر نکل، دونوں سے ان کے گھوڑوں کی باگیں پکڑ لے اور گھوڑوں کو کھونٹوں سے باندھ کر انہیں عزت اور احترام کے ساتھ دکان کے اندر لے آ۔ آس پاس کے لوگوں اور ہمسایہ دکان داروں پر ہم نے یہی ظاہر کرنا ہے کہ یہ دونوں ہماری دکان میں خریداری کے سلسلے میں آئی ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مارٹینا کو بچانے کے لئے یہ کس انداز میں ہماری مدد کرتی ہیں۔“

یہاں تک کہتے کہتے کلارنس رک گیا۔ اس لئے کہ رولسن اچھلنے کے انداز میں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ کلارنس کے الفاظ نے اسے خوش کر دیا تھا لہٰذا وہ دکان سے باہر بھاگا۔ باہر نکلتے ہی اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں سیئکا اور فلورنس دونوں سے ان کے گھوڑوں کی باگیں لے لیں اور ان کو ایک کھونٹے کے ساتھ باندھ دیا۔ پھر ان دونوں کی رہنمائی کرتے ہوئے انہیں دکان کے اندر لایا۔

دکان کے اندر جو نشستیں تھیں، سیئکا اور فلورنس ان نشستوں پر بیٹھ گئیں۔ اس موقع پر سیئکا نے دکان کے باہر ایک غائر نگاہ ڈالی، پھر بڑی رازداری میں وہ کلارنس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”کلارنس! میں اور فلورنس دونوں تمہاری بیٹی مارٹینا کے سلسلے میں تم سے گفتگو کرنے آئی ہیں۔ دیکھو، اس میں کوئی شک نہیں کہ بشپ پولوس اب تمہاری بیٹی کے پیچھے پڑ گیا ہے اور تمہاری بیٹی کی خوبصورتی ہی اس کی دشواریوں کا باعث بن رہی ہے۔ پولوس یہ بھی پسند نہیں کرے گا کہ تم اپنی بیٹی کو اس کے حوالے نہ کرو........ وہ یہ بھی نہیں چاہے گا کہ مارٹینا کسی نہ کسی طرح اس کے ہاتھوں سے بچ کر قرطاجنہ سے باہر نکل جائے۔ جبکہ ہم نے یہ کوشش کرنی ہے کہ مارٹینا کو ہر صورت میں بشپ پولوس کی دست برد سے محفوظ رکھا

جائے........ میں اور فلورنس فی الوقت تو تمہارے پاس اس لئے آئی ہیں کہ تم
جائے کہ اگر تمہاری بیٹی کو قرطاجنہ سے نکال کر دور کی سرزمینوں کے کسی شہر کی طر
دیا جائے تو کیا تم دونوں باپ بیٹا برداشت کرلو گے اور اسے پسند کرو گے؟''

یہاں تک کہنے کے بعد سیکا جب خاموش ہوئی تو کلارنس اور رولسن دونوں با
تعجب خیز انداز میں سیکا کی طرف دیکھ رہے تھے، پھر کلارنس نے بکھری بکھری
میں سیکا کو مخاطب کیا۔

''میری بیٹی! سب سے پہلے تو میں تم دونوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم دونوں
بیٹی سے متعلق فکرمند ہو اور اس کی جان بچانا چاہتی ہو۔ اب یہ بتاؤ کہ میری بیٹی کو
جان بچانے کے لئے تم کس طرف اور کہاں دور دراز کی زمینوں کی طرف بھیجنے کا
چکی ہو؟''

اس پر سیکا کہنے لگی۔

''ہمارے ہاں مسلمانوں کا ایک سفیر آیا ہوا ہے۔ اس کا نام عمیر بن صالح ہے
کلارنس! تمہیں یاد ہوگا کہ میں اور فلورنس ایک جنگ کے سلسلے میں مسلمانوں کے
گرفتار ہوگئی تھیں اور ان کے ہاں اسیری کی زندگی بسر کرتی رہی تھیں۔ جب میرا
سے نجات ہوئی تو وہاں سے روانگی کے وقت میں اپنے چار جواہرات جڑے قیمتی
وہاں بھول گئی تھی۔ مسلمانوں نے ایسی ایمانداری، ایسی دیانت داری کا مظاہرہ کیا
ایک آدمی کے ہاتھ انہوں نے میرے چاروں کڑے میری طرف بھجوا دیئے ہیں۔
کڑے لے کر آیا ہے اس کا نام عمیر بن صالح ہے........ تمہاری بیٹی مارٹینا سے متعا
نے مسلمانوں کے اس سفیر سے طویل گفتگو کی ہے۔ اگر تم دونوں باپ بیٹا پسند کر
مارٹینا کو مسلمانوں کے اس سفیر کے ساتھ قرطاجنہ سے نکال کر مسلمانوں کے افر
مرکزی شہر قیروان کی طرف بھجوا سکتی ہیں اور وہاں نہ صرف مارٹینا ہمیشہ کے لئے
جائے گی بلکہ بشپ پولوس جیسا دست دراز انسان آنے والے دور میں اس کے خلا
تادیبی کارروائی نہ کر پائے گا۔

اب تم دونوں باپ بیٹا یہ سوچ لو کہ کیا تم مارٹینا کو مسلمانوں کے شہر قیروان
لئے تیار ہو؟ .... مسلمانوں کا جو سفیر آیا ہے میں نے اس سے بھی گفتگو کر لی
وہاں قیروان شہر میں مارٹینا کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے گا اور وہاں شادی کر
بعد مارٹینا خوشگوار اور پُرسکون زندگی بسر کر سکے گی۔''

اس موقع پر کلارنس اور رولسن دونوں نے معنی خیز انداز میں ایک دوسرے کی طرف
یکھا۔ دونوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کوئی فیصلہ کیا پھر کلارنس، سیکا کو مخاطب کر
ے کہنے لگا۔

''بیٹی! جہاں تک میرا اور میرے بیٹے رولسن کا تعلق ہے تو ہم دونوں تو اس پر
ضامند اور آمادہ ہیں کہ مارٹینا یہاں سے نکل کر مسلمانوں کے شہر قیروان کی طرف چلی
ئے۔ اس لئے کہ ہماری مملکت میں مارٹینا جہاں کہیں بھی گئی، وہ پولوس کے دست جبر
ے نجات نہیں پا سکے گی۔ پولوس کو جب پتہ چلا کہ مارٹینا نے فلاں جگہ قیام کیا ہوا ہے تو
ی الفور اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن اگر مارٹینا مسلمانوں کے شہر قیروان
ی طرف چلی جاتی ہے تو وہاں پولوس کا بس نہیں چل سکے گا۔ اس بناء پر وہاں میری بیٹی
شگوار انداز میں زندگی گزار سکتی ہے۔ چنانچہ میں اور میرا بیٹا اُسے قیروان بھیجنے کے لئے
ر ہیں لیکن........''

یہاں تک کہتے کہتے کلارنس کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے
یکا بول اٹھی۔ کہنے لگی۔

''لیکن کے بعد شاید تم یہ کہنا چاہو گے کہ اس سلسلے میں مارٹینا سے بھی مشورہ کرنا
ہے۔ سو میں خود پسند کروں گی کہ جو گفتگو اب تک میری تم لوگوں کے ساتھ ہوئی ہے
ا سے مارٹینا کو بھی آگاہ کیا جانا چاہئے اور اس کا عندیہ لیا جائے کہ کیا وہ مسلمانوں
سفیر کے ساتھ قیروان جا کر اپنی جان بچانے اور وہاں مستقل رہائش اختیار کرنے پر
ادہ ہے؟''

یہاں تک کہنے کے بعد سیکا رکی، کچھ سوچا پھر دوبارہ کلارنس کو مخاطب کر کے
نے لگی۔

''میں اور فلورنس تو ابھی گھڑ دوڑ کے لئے شہر سے باہر نکل جائیں گی۔ ہمارے یہاں
جانے کے بعد تم اپنے بیٹے رولسن کو اس جگہ بھیجو جہاں تم نے مارٹینا کو چھپا رکھا ہے۔
موضوع پر رولسن تفصیل کے ساتھ مارٹینا سے گفتگو کرے۔ اتنی دیر تک ہم بھی گھوڑ دوڑ
واپس آ جائیں گی۔ اتنی دیر تک رولسن بھی مارٹینا سے اس موضوع پر گفتگو کر کے لوٹ
ے گا۔

اگر تو مارٹینا اپنی جان بچانے کے لئے قیروان جانے پر آمادہ ہوگئی تو پھر میں اور
رنس دونوں مسلمانوں کے اس قاصد کے ساتھ مارٹینا کی روانگی کا بندوبست کر دیں گی۔

اگر مارٹینا رضامند ہو گئی تو پھر کل آپ دونوں مارٹینا کے لئے ایک گھوڑے کا اہتما
گا اور وہ اس گھوڑے پر سوار ہو کر قرطاجنہ کے نواح میں گھڑ دوڑ کے لئے میدان کی
چلی جائے۔ شہر سے نکلتے وقت اسے کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ پولوس نے
تک شہر کے محافظوں کو اس سے متعلق احکامات جاری نہیں کئے۔ لہٰذا اپنے چہ
ڈھانپے ہوئے، گھوڑے پر بیٹھ کر وہ گھڑ دوڑ کے میدان کی طرف چلی جائے۔ ا
رضامندی سے ہم مسلمانوں کے سفیر کو بھی آگاہ کر دیں گے چنانچہ کل مارٹینا بڑ
یہاں سے نکل کر قیروان کی طرف روانہ ہو سکے گی۔“

اس کے ساتھ ہی سنیکا اور فلورنس ایک دوسرے کی طرف اشارہ کر کے کھڑی
پھر سنیکا کہنے لگی۔

”ہم دونوں اب جاتی ہیں .... تھوڑی دیر تک لوٹتی ہیں۔ اتنی دیر تک ما
رضامندی جان رکھئے گا۔“

اس کے ساتھ ہی سنیکا اور فلورنس دونوں باہر نکلیں۔ ان کے پیچھے پیچھے رو
گیا۔ دونوں کے گھوڑوں کی باگیں کھول کر انہیں تھمائیں۔ پھر سنیکا اور فلورنس دو
دوڑ کے میدان کی طرف چلی گئی تھیں۔

●●●

گھڑ دوڑ کے بعد سنیکا اور فلورنس لوٹیں۔ جس وقت وہ دونوں کلارنس کی دکا
سامنے آ کر رکیں تو کلارنس اور رولسن کی حالت سے ایسا لگتا تھا گویا وہ دونوں با
شاید ان دونوں کا ہی انتظار کر رہے تھے۔ جونہی وہ دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار دکا
سامنے آئیں تب رولسن بھاگتا ہوا باہر نکلا اور بڑے مؤدب انداز میں سنیکا کو مخا
کر کے کہنے لگا۔

”میری بہن اس منصوبے پر عمل کرنے کے لئے پوری طرح تیار ہے جو آ
بنایا ہے۔ بلکہ میں یہ بھی کہوں کہ اس کی خوشی اور طمانیت کی کوئی انتہا ہی نہیں
یہاں سے نکلنے کا موقع مل رہا ہے۔“

اس کے بعد رولسن پیچھے ہٹا اور کہنے لگا۔

”آپ دونوں بہنیں تھوڑی دیر یہاں رکئے گا۔ میں ابھی آتا ہوں۔“

پھر وہ بھاگتا ہوا دکان میں آیا اور کپڑوں کی ایک گٹھڑی لا کر اس نے
سامنے رکھ دی اور کہنے لگا۔

”یہ کپڑوں کی گٹھڑی اپنے ساتھ لے جائیے گا۔ کل کو اگر کوئی یہ شک کرے کہ آپ
ہماری دکان میں کیوں آئی تھیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ دونوں کپڑے خریدنے آئی
کپڑے پسند کر کے گھڑ دوڑ کے لئے چلی گئی تھیں۔ اور جب واپس آئیں تو کپڑے
یہاں سے چلی گئیں۔“

اس موقع پر سنیکا اور فلورنس دونوں نے توصیفی انداز میں کلارنس اور رولسن کی طرف
پھر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سنیکا کہنے لگی۔

”یہ بہت اچھا طریقہ کار ہے .... اس طرح آپ دونوں کے علاوہ ہم پر بھی کوئی
نہیں کرے گا۔“ اس کے ساتھ ہی دونوں اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاتی ہوئی آگے بڑھ گئی

اگلے روز سنیکا اور فلورنس جب گھڑ دوڑ کے میدان میں پہنچیں تو ان کی خوشی کی کوئی
نہ تھی۔ اس لئے کہ گھڑ دوڑ کے میدان میں سرکنڈوں کے بلند پودوں کے پیچھے مارٹینا
گھوڑے پر سوار چھپ کر انہیں دیکھ رہی تھی۔

سنیکا اور فلورنس نے چونکہ اسے پہلے نہیں دیکھا ہوا تھا تاہم انہوں نے اندازہ لگا لیا
کہ سرکنڈوں کی اوٹ میں مارٹینا ہی ہو سکتی ہے۔ دوسری طرف مارٹینا نے شاید سنیکا
فلورنس کو پہلے سے دیکھ رکھا تھا لہٰذا ان کے آنے پر وہ کسی حد تک سکون اور دلجمعی محسوس
رہی تھی۔

قریب آ کر مسکراتے ہوئے سنیکا نے اسے مخاطب کیا۔

”اگر میں غلطی پر نہیں تو تم کلارنس کی بیٹی اور رولسن کی بہن مارٹینا ہو؟“

مارٹینا نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری، کہنے لگی۔

”آپ کا اندازہ درست ہے .... میں آپ دونوں کو پہچانتی ہوں۔ آپ سنیکا اور
رنس ہیں۔ میں آپ دونوں کی انتہا درجہ کی ممنون اور شکر گزار ہوں کہ آپ دونوں نے
ر مجھے اس جہنم سے نکالنے کا اہتمام کیا ہے .... جب تک زندہ رہوں گی آپ کا یہ
ان اتار نہیں سکوں گی۔ آپ دونوں مطمئن رہیں، جس شخص کے ساتھ آپ مجھے روانہ
ر رہے ہیں، وہ کیسا بھی ہوا میں اس کے ساتھ شادی کر کے وہاں پُر امن زندگی بسر کرنا
وع کر دوں گی۔“

مارٹینا جب خاموش ہوئی تب سنیکا کہنے لگی۔

”تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے .... وہ مسلمانوں کا ایک جانا پہچانا

لشکری ہے۔ دراز قد ہے، خوبصورت ہے، بہترین تیغ زن ہے اور تمہاری خوب
کرے گا۔ میں نے ان کے سالار کے نام بھی ایک خط لکھ دیا ہے جس میں تمہارا
تفصیل سے کیا ہے .... ان کے سالار کا نام محمد بن اوس ہے۔ یاد رکھنا وہ بڑے
لوگ ہیں۔ ان کا ایک نائب بھی ہے، اس کا نام نعیم بن حماد ہے۔ وہ دونوں تمہارا
دیکھ بھال کریں گے۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ وہاں رہتے ہوئے وہ تمہ
شکایت کا موقع نہیں دیں گے۔ جو شخص یہاں آیا ہوا ہے اور جس کے ساتھ ہم تمہ
رہی ہیں اس کا نام عمیر بن صالح ہے۔ وہ بھی تمہیں خوش رکھنے کی کوشش کرے گا
پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سدیکا رکی پھر دوبارہ مارٹینا کی تسلی کے لئے کہنے لگی۔
"اس کے علاوہ میں تمہاری تسلی کے لئے یہ بھی کہہ سکتی ہوں کہ میں کبھی کبھی
بھی تمہاری احوال پرسی کے لئے قیروان بھیجتی رہوں گی۔ اس طرح جہاں تم اپ
سے مل لیا کرو گی، وہاں تمہارا بھائی بھی تمہاری خبر گیری کرتا رہے گا اور اس کی
تمہارا باپ بھی تمہاری طرف سے مطمئن ہو جائے گا .... اب آؤ، گھڑ دوڑ کے۔
ہیں۔ پہلے شمال کی طرف ایک چکر لگاتی ہیں، پھر جنوب کی طرف کافی آگے نکل
گی۔ خداوند نے چاہا تو عمیر بن صالح پہلے سے وہاں کھڑا ہو گا .... تم اس کے
جنوب کی طرف اپنی منزل کی طرف نکل جانا۔ ہم دونوں بہنیں واپس قرطاجنہ کی ط
جائیں گی۔"

مارٹینا نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر تینوں اپنے گھوڑوں کو دوڑاتی ہوئی کچھ
شمال کی طرف گئیں پھر مڑیں، اس کے بعد اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتی ہوئی جنو
طرف جا رہی تھیں۔

لگ بھگ چار پانچ میل جنوب کی طرف جانے کے بعد ایک جگہ سدیکا اور ف
دونوں نے اپنے گھوڑوں کو روک دیا۔ اس لئے کہ تھوڑا سا آگے، دائیں جانب
بیریوں کے جھنڈ میں اپنے گھوڑے پر سوار عمیر بن صالح کھڑا تھا۔

اس کے قریب جا کر سدیکا اور فلورنس رُکیں۔ مارٹینا نے بھی اپنے گھوڑے کو روک
تھا۔ پھر سدیکا عمیر بن صالح کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"ابنِ صالح! میرے بھائی! یہ مارٹینا ہے۔ یہ تمہارے ساتھ بخوشی جانے کے
رضامند ہے۔ میرے بھائی! گو اس سے پہلے تمہارے ساتھ میری گفتگو تفصیل سے

لیکن میں ایک بار پھر کہتی ہوں کہ اس کا خیال رکھنا۔ اس لئے کہ ...."
سدیکا کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ عمیر بن صالح بول اٹھا تھا۔
"آپ کیسی باتیں کرتی ہیں؟ .... آپ نے مجھے اپنا بھائی کہا ہے، میں اپنے آپ
بڑا معتبر اور خوش نصیب تصور کر رہا ہوں کہ سدیکا اور فلورنس کی صورت میں میری دو
ملی ہیں۔ جب دو بہنیں میرے ذمے ایک کام لگا رہی ہیں تو اس میں، میں کیسے کوتاہی
سستی سے کام لے سکتا ہوں۔ اگر مارٹینا نے میرے ساتھ زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کیا تو
آپ دونوں بہنوں کو یقین دلاتا ہوں کہ جب تک میں زندہ رہوں گا اسے خوش رکھنے
کوشش کروں گا۔"

عمیر بن صالح کے ان الفاظ پر مارٹینا بھی مسکرا رہی تھی۔ پھر سدیکا اور فلورنس دونوں
عمیر بن صالح اور مارٹینا دونوں کو الوداع کہا اور اس کے بعد عمیر بن صالح اور مارٹینا
ں حرکت میں آئے۔ ایک ساتھ انہوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگائی پھر ان کے
ڑے جنوب کی طرف سرپٹ دوڑ پڑے تھے۔

سدیکا اور فلورنس دونوں وہاں رک کر عمیر بن صالح اور مارٹینا کو جاتے ہوئے دیکھتی
ں۔ جب وہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے تب وہ دونوں بھی بڑی آسودگی اور
نیت سے قرطاجنہ کا رخ کر رہی تھیں۔

◎......◎

★★★

عمیر بن صالح اور مارٹینا ایک روز قیروان شہر میں داخل ہو رہے تھے۔
شہر میں تھوڑا آگے جانے کے بعد مارٹینا تو کچھ دیر تک اِدھر اُدھر دیکھتی ر
بڑے خوشگوار انداز میں عمیر بن صالح کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔
''میں تو یہ سمجھ رہی تھی کہ قیروان یونہی صحرا کے اندر کوئی قصبہ نما جگہ ہوگی....
یہ تو قرطاجنہ سے بھی زیادہ پُر رونق اور خوبصورت ہے۔ اور پھر راستے میں شا
اطراف میں جو نخلستان دیکھے ہیں، میں سمجھتی ہوں انہوں نے اس کے اطراف کو
خوبصورت اور پُرکشش بنا دیا ہے۔ اب مجھے اس بات کا خدشہ لگ رہا ہے کہ آ
جس سالار محمد بن اوس کے پاس لے کر جا رہے ہیں وہ پتہ نہیں مجھے قیروان شہر
کی اجازت بھی دیتے ہیں کہ نہیں۔''
مارٹینا جب خاموش ہوئی تب ہلکے ہلکے تبسم میں عمیر بن صالح کہنے لگا۔
''مارٹینا! اب تم قیروان پہنچ گئی ہو تو خداوند نے چاہا تو اس شہر میں تم اپ
اجنبی محسوس نہیں کرو گی۔ امیر محمد بن اوس کے متعلق تم اس لئے خدشات کا شکار ہ
کہ ابھی تک تمہاری ان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ میں سیدھا تمہیں انہی کے پار
جاؤں گا۔ میرے پاس ان کے نام ایک خط بھی ہے، وہ بھی میں نے ان کے حوا
ہے۔ مجھے امید ہے کہ جب تم ان سے ملو گی تو جو تمہارے خدشات اس وقت
ذہن کو پریشان کر رہے ہیں وہ آپ سے آپ رفع ہو جائیں گے۔''
عمیر بن صالح کی گفتگو سے کسی حد تک مارٹینا مطمئن ہو گئی تھی۔ پھر دونو
گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے آگے بڑھے تھے۔
سالاروں کی رہائش کے لئے قیروان شہر میں جو کمرے بنے ہوئے تھے وہاں
صالح نے محمد بن اوس کی رہائش گاہ کے سامنے اپنے گھوڑے کو روک دیا۔ اس

ہوئے مارٹینا بھی اپنے گھوڑے سے اتر گئی تھی۔ عمیر بن صالح نے پہلے دونوں
گھوڑوں کو وہاں باندھا، اس کے بعد جب اس نے محمد بن اوس کے کمرے کا جائزہ لیا تو
کمرہ خالی تھا۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ اس کے بعد عمیر بن صالح ساتھ والے کمرے کی
طرف گیا جو نعیم بن حماد کا تھا۔ وہ بھی خالی پڑا تھا۔
اس پر عمیر بن صالح پلٹا اور مارٹینا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
''محمد بن اوس اور دوسرے سالار نعیم بن حماد کہیں باہر نکلے ہیں۔ یہ کمرے ان
دونوں ہی کے ہیں۔ آؤ اندر بیٹھتے ہیں۔ میرے خیال میں وہ جلدی آ جائیں گے۔''
عمیر بن صالح کے پیچھے پیچھے مارٹینا محمد بن اوس کے کمرے میں داخل ہوئی اور وہاں
سادہ سی نشستیں تھیں، مارٹینا بیٹھ گئی۔ کچھ دیر تک مارٹینا کمرے کا جائزہ لیتی رہی پھر عمیر
بن صالح کی طرف بڑے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔
''آپ نے مجھ سے تھوڑی دیر پہلے کہا کہ یہ کمرہ آپ کے امیر محمد بن اوس کا ہے۔''
جواب میں عمیر بن صالح مسکرایا اور کہنے لگا۔
''میں نے کوئی غلط بیانی سے کام تو نہیں لیا۔ یہ کمرہ ہمارے امیر محمد بن اوس کا ہے۔
یہی ان کی رہائش گاہ ہے۔''
اس پر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مارٹینا کہنے لگی۔
''اگر یہ کمرہ آپ کے سالار کا ہے تو میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ جس لشکر کے
ایسے سادگی پسند سالار، جس قوم کے ایسے عاجز، عاجزی اور انکساری پسند فرزند ہوں، جابر
سے جابر قوم بھی اس لشکر، اس قوم، اس ملت کو شکست نہیں دے سکتی۔ یہ کمرہ اور اس کا
سامان بتاتا ہے کہ کمرے کا مکین جہاں سادگی پسند ہے وہاں سامان اس کی عاجزی اور
انکساری کی بھی غمازی کرتا ہے۔''
یہاں تک کہتے کہتے مارٹینا کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ عین اسی لمحہ کمرے کے
دروازے پر محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نمودار ہوئے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی عمیر بن صالح
اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے کھڑے ہونے سے مارٹینا نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ضرور
آنے والے دو میں سے ایک محمد بن اوس ہوگا۔ چنانچہ وہ بھی کھڑی ہو گئی تھی۔
محمد بن اوس نے سب سے پہلے مارٹینا کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا اور اسے بیٹھنے
کے لئے کہا۔ مارٹینا کو کچھ سکون ہوا، اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ عمیر کو بھی جب ابن اوس نے
بیٹھنے کے لئے کہا تب وہ بھی اپنی جگہ پر جم گیا۔ اس کے بعد محمد بن اوس اور نعیم بن حماد

دونوں ان کی سامنے والی نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔ اس کے بعد مختصر سے الفاظ...
بن صالح نے مارٹینا سے متعلق بتا دیا تھا۔

عمیر بن صالح جب خاموش ہوا تب محمد بن اوس اور نعیم بن حماد دونوں کچھ...
بڑے غور سے مارٹینا کی طرف دیکھتے رہے پھر محمد بن اوس اپنی جگہ پر اٹھا، آہستہ...
مارٹینا کی طرف بڑھا۔ مارٹینا بیچاری فکرمند اور پریشان ہوگئی تھی۔ اس کے قریب آ...
بن اوس نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا، پھر اسے مخاطب کرتے ہوئے خوشگوار لہ...
کہنے لگا۔

''میری عزیز بہن! قیروان میں داخل ہونے کے بعد اپنے آپ کو اجنبی م...
کرنا۔ جو حالات عمیر بن صالح نے بتائے ہیں، تمہارے وہ حالات سن کر مجھے ب...
اور صدمہ ہوا ہے۔ بہرحال اب تم تکلیف اور دکھ کے دوزخ سے نکل آئی ہو۔ ا...
خوشگوار زندگی بسر کرنے کا موقع فراہم کریں گے۔''

اس کے ساتھ ہی محمد بن اوس پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا تھا۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ ا...
بعد محمد بن اوس نے مارٹینا کو مخاطب کیا۔

''میں جانتا ہوں تمہیں اپنے باپ اور بھائی سے بچھڑنے کا بے حد دکھ اور صد...
گا۔ میں محمد بن اوس ہوں، میرے ساتھ یہ میرا ساتھی نعیم بن حماد ہے۔ یقیناً را...
یہاں آ کر عمیر بن صالح نے ہم دونوں سے متعلق بتایا ہوگا۔ بہرحال تم نے یہاں...
اور فکرمند نہیں ہونا۔ ہم کوشش کریں گے کہ اگر حالات سازگار ہوئے تو تمہاری...
تمہارے باپ اور بھائی سے بھی کرائیں۔''

محمد بن اوس کی اس گفتگو نے مارٹینا کے سارے خدشے، سارے اندیشے...
دیئے تھے۔ لہٰذا پہلی بار وہ بڑے پُرسکون انداز میں محمد بن اوس کی طرف دیکھتے...
کہنے لگی۔

''امیرِ محترم! قیروان میں داخل ہوتے وقت میرے ذہن میں خدشات تھ...
تھے اور ان کا میں نے اظہار عمیر بن صالح سے کیا بھی تھا لیکن آپ سے ملنے کے...
خدشات جاتے رہے ہیں۔ میں مطمئن ہوں کہ جس لڑکی کے محمد بن اوس اور نعیم...
جیسے دو بھائی ہوں، میں سمجھتی ہوں اس لڑکی کو کسی پریشانی کسی فکرمندی کو اپنے قر...
آنے دینا چاہئے۔''

مارٹینا کے ان الفاظ کا جواب محمد بن اوس دینا ہی چاہتا تھا کہ اتنی دیر میں...

...لح نے سیدکا کا خط اپنے لباس کے اندر سے نکالا اور محمد بن اوس کو تھما دیا تھا۔
وہ خط محمد بن اوس نے لے لیا۔ پھر استفہامیہ سے انداز میں عمیر بن صالح کی طرف
...نے لگا تھا۔ اس پر ابنِ صالح بول اٹھا۔

''امیرِ محترم! یہ خط آپ کے نام ہے اور روانگی سے قبل یہ خط سیدکا نے میرے
...لے کیا تھا۔''

عمیر بن صالح کے ان الفاظ پر محمد بن اوس اور زیادہ حیرت اور تجسس کا شکار ہو گیا
عمیر بن صالح سے نگاہیں ہٹا کر اس نے ایک بار سوالیہ سے انداز میں نعیم بن حماد کی
...دیکھا پھر اس نے خط کی تہیں کھولیں۔ خط کافی طویل تھا۔ خط پڑھنے کے بعد جہاں
...بن اوس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم تھا وہاں اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک بھی تھی۔
وہ خط اس نے نعیم بن حماد کو تھما دیا تھا۔ نعیم بن حماد نے بھی وہ خط پڑھ لیا تھا۔

نعیم بن حماد نے جب خط محمد بن اوس کو واپس تھمایا تب مارٹینا کی طرف دیکھتے
ہوئے محمد بن اوس بول اٹھا۔

''میری بہن! اس خط میں تمہارے متعلق بھی سیدکا نے تفصیل سے لکھا ہے ....
...ری بہن سب سے پہلے تمہاری رضامندی اور تمہاری قبولیت کو ترجیح دی جائے گی۔ اس
میں سیدکا نے اپنی طرف سے یہ پیشکش کی ہے کہ تمہاری شادی کا اہتمام عمیر بن صالح
...کر دیا جائے۔ میری بہن! اگر تم اس کے لئے رضامند ہو تو آج شام تک نہ صرف
شادی کا اہتمام کر دیا جائے گا بلکہ قیروان شہر میں تم دونوں کے لئے رہائش کا بھی اچھا
...ام کیا جائے گا۔ اب بولو تم کیا کہتی ہو؟''

مارٹینا نے اس موقع پر ایک گہری نگاہ عمیر بن صالح پر ڈالی پھر محمد بن اوس کی طرف
...تے ہوئے کہنے لگی۔

''اس سلسلے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ جو فیصلہ سیدکا نے کیا ہے وہی میرے
لئے بہتر اور سودمند ہے۔''

مارٹینا کا جواب سن کر جہاں محمد بن اوس خوش ہوا تھا وہاں نعیم بن حماد بھی مطمئن
...ائی دے رہا تھا۔ اس موقع پر کچھ دیر کی خاموشی کے بعد محمد بن اوس نے عجیب سے
انداز میں نعیم بن حماد کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

''ابنِ حماد! میرے بھائی! اس خط میں جو کافی طویل ہے اور فرصت میں بیٹھ کر لکھا
گیا ہے طورنس کی طرف سے تمہارے ساتھ دلی وابستگی اور دلچسپی نے مجھے جو خوشی دی ہے

یوں جانو میں اس کا اندازہ تک نہیں لگا سکتا۔"

نعیم بن حماد نے اس موقع پر مسکراتے ہوئے محمد بن اوس کی طرف دیکھا
لگا۔

"ابنِ اوس! میرے بھائی! آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں .... مر
سے فلورنس کی دلی وابستگی اور چاہت کا ذکر تو بعد میں آتا ہے ایسی بات تو
وقت کہتے جب میں نے خط نہ پڑھا ہوتا۔ لیکن دنیا کی جس اعلیٰ ترین اور خو
دوشیزہ سے آپ سے اپنی محبت، دلی وابستگی اور چاہت کا ذکر کیا ہے اس کے
کا کیا خیال ہے؟"

نعیم بن حماد کے ان الفاظ پر کچھ دیر تک محمد بن اوس مسکراتا رہا، پھر کہنے لگا۔

"ابنِ حماد! سچی بات یہ ہے کہ میں تو اب تک اپنے آپ کو سرابوں کا ہی
رہا۔ کئی مواقع پر بلکہ اکثر میں نے سوچا کہ میری زندگی کے دشت میں کوئی نخلستان
ہے جہاں میں لمحہ بھر کے لئے ستا سکوں۔ آگ اور شعلوں کے کھیل سے لگا
روح کو سکون مہیا کر سکوں۔ لیکن زندگی میں ایسا لمحہ کوئی آیا ہی نہیں ہے۔ میں تو
یہی سمجھتا رہا ہوں کہ مجھ جیسے لوگ معزول اور مسترد الفاظ کی طرح کرب کی
دکھ کے سمندر میں زندگی بسر کرنے کے لئے پیدا ہوتے ہیں۔ ان کے سامنے
اور درد کا درماں بننے والا کوئی لمحہ نہیں ہوتا۔ اور پھر ابنِ حماد! میرے بھائی!
آدمی جس کا کوئی ٹھور ٹھکانہ بھی نہ ہو، جس کی زندگی ایک خانہ بدوش کی سی ہو
لئے تو زیست کے لمحے ہواؤں کی زد میں شکستہ طاق اور اس کے خواب پرواز کر
ہو جانے والے پرندوں کی مانند ہوتے ہیں۔ میرے بھائی! میری زندگی میں
کی دلکشی ہے نہ حال کا کوئی گل بہار لمحہ ہے۔ جہاں تک مستقبل کا تعلق ہے تو
میرا رب ہی جانتا ہے۔ اس بنا پر میں اپنے اس دکھ بھرے لمحوں میں کسی اور کو
بتانا چاہتا۔"

محمد بن اوس جب خاموش ہوا تب غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے ابن
لگا۔

"ابنِ اوس! میرے بھائی! میں آپ کے ان الفاظ سے قطعی طور پر اتفاق
میرے بھائی! یاد رکھنا، مجبوری کی چادر میں جب کہیں شادمانی کی کلیاں کرتی
اور مستقبل کو مہکا کر رکھ دیتی ہیں۔ درد کے بستر پر بے بسوں اور بے کسوں کی

ب محبت کی چمک اور چاہتوں کی مسکراہٹیں اترتی ہیں تو پھر زندگی کے سارے ادوار دلکش
جاتے ہیں۔ نہ سلگتی روح کا غم رہتا ہے نہ ڈوبتے دل کا درد نہ ماحول کی تلخی نہ دکھ کی
ہیں کہیں دکھائی دیتی ہیں۔"

نعیم بن حماد کے خاموش ہونے پر کچھ دیر خاموشی رہی۔ یہاں تک کہ محمد بن اوس پھر
بول اٹھا۔

"ابنِ حماد! بظاہر لڑکیاں یہ دیکھ کر کہ فلاں شخص لشکر کے اندر ایک اچھا سالار ہے اس
کی ذات سے وابستہ ہونے کے لئے کاغذی محل اور ریت کے گھروندے بنانا شروع کر
دیتی ہیں۔ لیکن جب وہ عملی طور پر اس کے ساتھ رہتے ہوئے حالات کا جائزہ لیتی ہیں تو
ان کی آنکھوں کی خوشگوار چمک، سوچوں کا بوجھ، ہونٹوں کی میٹھی مسکراہٹیں، غموں کے
عمیق سمندر، بے کل باطن اور ذہنی مفلسی کا شکار ہو جاتی ہیں میرے بھائی........"

محمد بن اوس کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے ابنِ حماد بول
اٹھا۔

"میں آپ کی اس بات سے اتفاق نہیں کرتا۔ اگر کوئی مہربان کسی چیز کی آپ کو
پیشکش، خلوص اور محبت سے کرتا ہے تو اس کی پیشکش کو ٹھکرایا نہیں جا سکتا۔ میں سمجھتا ہوں
میری اور آپ کی خوش قسمتی ہے کہ ہمارے لئے ایسے دلوں کے اندر ایک رغبت پیدا ہو
گئی ہے، جن سے متعلق ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔"

اس موقع پر محمد بن اوس نے ایک گہری نگاہ نعیم بن حماد پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

"اچھا اس موضوع سے متعلق سوچیں گے پھر کوئی فیصلہ کریں گے۔"

جواب میں نعیم بن حماد کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ عمیر بن صالح بول اٹھا اور محمد بن اوس
کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر محترم! ابھی میرے پاس آپ سے کہنے کے لئے بہت کچھ ہے۔ اگر آپ
اجازت دیں تو......."

محمد بن اوس نے فوراً اس کی بات کاٹ دی۔

"رکتے کیوں ہو.......تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہو۔"

جواب میں عمیر بن صالح اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"امیر! بہت جلد رومن ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے قیروان کا رخ کریں گے۔ وہ
ہمارے ساتھ فیصلہ کن جنگ چاہتے ہیں۔ اپنی فتح کو یقینی بنانے کے لئے انہوں نے اس

بار ہن اور گال قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ بحر روم کے کنارے وندالوں اور گاتھوں
بھی شہر ہیں لیکن فی الحال ان دونوں قبائل کو رومنوں نے نہیں پکارا اس لئے کہ مراکش
بلتس شہروں میں گاتھوں، وندالوں کے کچھ بھائی بندوں کو چونکہ شکست ہو چکی ہے
اس بار رومن ہمارے خلاف ہن اور گال کو آزمانا چاہتے ہیں۔

جو تفصیل مجھے بتائی گئی ہے اس کے مطابق رومن پہلے انفرادی مقابلے کی ابتداء کریں
گے۔ انفرادی مقابلے کے لئے انہوں نے ہن قبائل میں سے ایک خونخوار تیغ زن
انتخاب کیا ہے جس کا نام ٹریسلر ہے۔ اسی طرح گالوں کے اندر بھی ایک انتہائی نامور
زن کا انتخاب ہو چکا ہے جس کا نام فرانسس ہے۔ ان دونوں میں سے پہلے ایک انفرادی
مقابلے کے لئے اترے گا اور امیر عقبہ بن نافع کا نام لے کر مقابلے کے لئے للکارے
ہن قبائل اور رومنوں کو قوی امید ہے کہ ان کا تیغ زن عقبہ بن نافع کو زیر کر لے گا
کے بعد دوسرا تیغ زن میدان میں اترے گا اور آپ کا نام لے کر آپ کو انفرادی مقابلے
کے لئے للکارے گا اور آپ کو زیر کرے گا۔ رومنوں کا خیال ہے کہ اگر مسلمانوں
بڑے سالاروں یعنی عقبہ بن نافع اور محمد بن اوس کو زیر کر کے ان کا خاتمہ کر دیا جائے
مسلمان کسی بھی میدان میں رومنوں کے سامنے جم نہ سکیں گے اور رومن افریقہ کو ان
خالی کرانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عمیر بن صالح جب رکا تب بڑے شوق سے اس کی
دیکھتے ہوئے محمد بن اوس بول اٹھا۔

"پہلے یہ بتاؤ یہ تفصیل جو تم نے کہی ہے یہ تم نے کس سے حاصل کی؟"

عمیر بن صالح کے لبوں پر تبسم نمودار ہوا اور کہنے لگا۔

"امیر! میں نے کس سے حاصل کرنی تھی۔ یہ ساری تفصیل تو مجھے سنیکا اور
نے بتائی ہے۔ مجھے قرطاجنہ میں نہ تو کوئی جدوجہد کرنی پڑی نہ میں نے کچھ حاصل
سنیکا اور فلورنس سے مجھے ساری تفصیل مل گئی۔"

اس موقع پر محمد بن اوس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ نعیم بن حماد بھی مسکرا
یہاں تک کہ محمد بن اوس بول اٹھا۔

"اچھا...... یہ بات ہے تو سنیکا اور فلورنس نے تمہیں مزید کیا بتایا؟"

عمیر بن صالح دوبارہ بول اٹھا۔

"مجھے یہ بھی بتایا گیا تھا کہ رومنوں کے لشکر کی ترتیب مسلمانوں سے بالکل

تی ہے۔ اپنے لشکری کو وہ ہورت کہتے ہیں۔ ہورت جس سالار کے تحت ہوتے ہیں
ے کہورت کہتے ہیں اور پھر کہورت سے ترقی کرتے کرتے ان کے سالار سنچورین
ہلاتے ہیں جو ایک ہزار لشکریوں کے سالارِ اعلیٰ ہوتے ہیں۔ اس طرح ترقی کرتے
رتے وہ بڑے سالار بن جاتے ہیں۔ جب رومن لشکر کی صفیں درست کرتے ہیں تو
ب سے پہلی صف کو برلسب کہتے ہیں۔ اس صف کے اندر سب سے زیادہ قوی اور اچھے
زن رکھے جاتے ہیں۔ ان کے پیچھے دوسری صفوں میں کم قوت والے لشکریوں کو رکھا
تا ہے اور ان کو ہستی کا نام دیا جاتا ہے جن میں زیادہ تر نیزہ بردار ہوتے ہیں۔ تیسرے
ے کی صفوں کے اندر پرانے آزمودہ کار لشکری رکھے جاتے ہیں جنہیں تریاری کا نام
یا جاتا ہے اور انہیں آزمودہ کار لشکریوں کی ایک ردیف محفوظ سپاہ بھی ہر جیش کے لئے
بدہ رکھی جاتی ہے۔ ہر جیش میں ساڑھے چھ ہزار پیادہ سپاہیوں کے علاوہ قریب قریب
ر سو سوار اور مزید نیم مسلح سوار بھی ہوتے ہیں جن سے وہ دشمن کو پریشان کرتے ہیں یا
ن کا تعاقب کرتے ہیں۔ ہر بڑے سالار کے تحت جو لشکر ہوتا ہے اس کے آگے بڑے
ے پرچم ہوتے ہیں جن پر سونے اور چاندی کے عقاب بنے ہوتے ہیں۔ اس طرح
رومن اپنے کہورت، سنچورین یا بڑے سالار کے بغیر کوئی حرکت نہیں کرتے۔ بڑی تنظیم اور
بڑے نظم کے ساتھ دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں۔"

ذرا رک کر عمیر بن صالح پھر کہہ رہا تھا۔

"ہن قبائل کے متعلق مجھے بتایا گیا ہے کہ وہ بڑے خونخوار انداز میں حملہ آور ہوتے
ہیں۔ حملہ آور ہوتے وقت شور شرابا کرتے ہیں، عجیب طرح کے وحشی نعرے بلند کرتے
ہیں۔ صبح سے لے کر شام تک دشمن کے خلاف جنگ کرتے ہیں، تھکاوٹ محسوس نہیں
کرتے اور اگر آرام کرنا ہو تو گھوڑے کی پیٹھ پر سو لیتے ہیں اور آرام بھی کر لیتے ہیں۔

سنیکا نے مجھے گالوں سے متعلق جو تفصیل بتائی ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ رومن
انہیں گال کے علاوہ قلطی کہہ کر بھی پکارتے ہیں۔ یہ لمبے چوڑے بدن والے جوان ہوتے
ہیں مگر نہایت غیر مستقل دل کی خود پسند قسم کی جماعت ہے۔ سنیکا نے مجھے یہ بھی بتایا کہ
یہ لوگ شان دکھانے کے لئے سونے کی مالائیں گلے میں پہننا بہت پسند کرتے ہیں۔ اپنے
لمبے لمبے بالوں میں اس طرح کنگھا کرتے ہیں جیسے گھوڑوں کے ایالوں میں کیا جاتا
ہے۔ مونچھیں اتنی بڑی ہوتی ہیں کہ شوربہ ان میں سے چھن کر پیا جاتا ہے۔ ان کی ایک
بری عادت یہ بھی [illegible] کھانے کے دوران بہت باتیں کرتے ہیں اور اکثر

اوقات ایک دوسرے سے لڑ بھی پڑتے ہیں۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے یہ لوگ
بزرگوں کی بہادری کے گیت بھی ایک دوسرے کو سناتے ہیں۔ اس کے علاوہ پیتل
سر پر رکھتے ہیں اور ان خودوں پر سینگ لگے ہوتے ہیں جو بڑے بھیانک نظر آتے
ان کے پاس ڈھالیں اتنی لمبی ہوتی ہیں کہ ان کے پیچھے ان کا سارا بدن چھپ جاتا
یہاں تک کہنے کے بعد عمیر بن صالح رکا، کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

"سیکا اور فلورنس نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ رومنوں کی مدد کے لئے ہن
قبائل کے لشکر پہنچ چکے ہیں اور چند دن تک وہ ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے قیروان
کریں گے۔ گال قبائل کا جو لشکر آیا ہے اس کا سپہ سالار لائی ڈیوس ہے اور ہن قبائل
سپہ سالار کا نام پرسیوس ہے۔ اس بار رومنوں کے دو سالاروں یعنی ہرکولیس اور ار
آرام کرنے کا موقع فراہم کیا جائے گا۔ ہن اور گال سالاروں کے ساتھ رومنوں
کی کمانداری لیو کرے گا۔ ابھی تک یہ فیصلہ نہیں ہوا کہ آیا گریگوری یا جسٹین میں
اس لشکر میں شامل ہو گا یا نہیں۔ سیکا نے مجھ پر یہ بھی انکشاف کیا تھا کہ اس نے
فلورنس نے اس لشکر میں شامل ہونے کے لئے اپنے بھائی اور گریگوری سے کہا تھا
اس بار انہیں لشکر میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دی گئی، منع کر دیا گیا ہے۔" یہاں تک
کہنے کے بعد عمیر بن صالح خاموش ہوا تب محمد بن اوس کہنے لگا۔

"ابن صالح! تم ہمارے لئے بہت اچھی اطلاعات لے کر آئے ہو۔ اب تم
میرے اور نعیم بن حماد کے ساتھ چلو۔ پہلے تینوں امیر عقبہ بن نافع کے پاس چلتے ہیں
اس وقت ان کے پاس زہیر بن قیس، حنس بن عبداللہ، صالح بن حریم، ابوعبیداللہ
بیٹھے ہوئے ہیں۔ جو تفصیل تم نے بتائی ہے وہ پہلے ان سے کہتے ہیں اس کے بعد
تمہارے لئے رہائش کا بندوبست کرتے ہیں۔ تم اپنی رہائش دیکھ لینا، اس کے بعد شام
سے پہلے پہلے خداوند نے چاہا تو ہم تمہاری اور مارٹینا کی شادی کا اہتمام کر دیں گے
مارٹینا کو لے کر اپنی نئی رہائش گاہ میں منتقل ہو جانا۔"

محمد بن اوس کے الفاظ پر جہاں عمیر بن صالح خوش ہو گیا تھا وہاں مارٹینا کے چہرے
پر اطمینان ہی اطمینان تھا۔ اس کے بعد محمد بن اوس نے مارٹینا کی طرف دیکھا۔

"میری بہن! تم یہیں بیٹھو ...... فکر مند مت ہونا۔ کمرے کا دروازہ بے شک
رہنے دو۔ کسی کی مجال نہیں کہ وہ یہاں داخل ہو کر تمہیں نقصان پہنچائے یا تمہاری طرف
دیکھ بھی جائے۔"

محمد بن اوس کے ان الفاظ پر مارٹینا مسکرا رہی تھی۔ پھر محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور
عمیر بن صالح وہاں سے نکل گئے تھے۔

پہلے تینوں عقبہ بن نافع کے پاس گئے۔ وہاں اس وقت زہیر بن قیس، حنس بن
عبداللہ، صالح بن حریم، ابوعبیداللہ اور کچھ دیگر سالار بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ جو اطلاعات
عمیر بن صالح لایا تھا ان کی تفصیل محمد بن اوس نے سب سے کہہ دی تھی۔ مارٹینا کی
تفصیل بھی بتا دی گئی تھی۔ یہ سب کچھ جان کر عقبہ بن نافع، زہیر بن قیس اور دوسرے
سالاروں نے بڑی خوشی اور طمانیت کا اظہار کیا تھا۔ سب نے مل کر عمیر بن صالح کے
لئے رہائش کا اہتمام کر دیا تھا اور اسی روز شام سے پہلے مارٹینا اور عمیر بن صالح کی شادی
کا اہتمام کر کے دونوں کو ان کی رہائش گاہ میں منتقل کر دیا گیا تھا۔

◎......◎

★★★

رومنوں کا متحدہ لشکر بڑی برق رفتاری سے قیروان کی طرف بڑھا تھا۔ اس لشکر
جہاں جسٹنین بذاتِ خود شامل تھا وہاں رومنوں کے لشکر کی کمانداری ان کا بڑا سپہ سالار
کر رہا تھا۔ بربر قبائل کا جو لشکر تھا اس کی کمانداری ان کا سالار پرسیوس اور گالوں
کی کمانداری ان کے سالار لائی ڈیوس کے ہاتھ میں تھی۔ دوسری طرف مسلمان
بڑی تیزی سے اپنا کام کر رہے تھے اور انہوں نے رومنوں کے اس متحدہ لشکر کی پیش
کی اطلاع بہت پہلے عقبہ بن نافع سے کر دی تھی۔ چنانچہ اپنے سالاروں سے مشورہ
کے بعد عقبہ بن نافع نے لشکر کا ایک حصہ قیروان میں حنس بن عبداللہ کی سالاری
چھوڑا، باقی لشکر کو لے کر وہ رومنوں کے متحدہ لشکر کی راہ روکنے کے لئے نکل کھڑا ہوا
قیروان سے کافی دور شمال میں دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے
دونوں لشکریوں نے وہاں پڑاؤ کر لیا تھا۔

رومنوں کا لشکر بھی چونکہ لگاتار سفر کرتے ہوئے آیا تھا لہٰذا پڑاؤ کرنے کے بعد
نے اپنی بہتری اور طمانیت اسی میں جانی کہ اپنے لشکریوں کو آرام کرنے کا موقع
کریں۔ دوسری طرف عقبہ بن نافع نے بھی ان کے سامنے پڑاؤ کرنے کے بعد
گہری نگاہ رکھنا شروع کر دی تھی۔

دو دن بعد جسٹنین کے حکم پر رومنوں کے لشکر میں جنگ کی ابتدا کرنے
بڑے بڑے طبل بج اٹھے تھے جس پر عقبہ بن نافع اور اس کے سالار سمجھ گئے تھے
روز رومن جنگ کی ابتدا کرنا چاہتے تھے لہٰذا مسلمانوں نے بھی اپنے لشکر کو ترتیب
شروع کیا تھا۔

رومنوں نے جسٹنین کی نگرانی میں لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا۔ وسطی
رومنوں کا کماندار لیو رومن لشکر کے ساتھ رہا۔ دائیں جانب ایشیا کے خونخوار بربر قبائل

رکو رکھا گیا۔ ان کی کمانداری ان کا اپنا سالار کر رہا تھا۔ جبکہ بائیں جانب خونخوار گالوں
رکھا گیا تھا جن کی کمانداری لائی ڈیوس کے ہاتھ میں تھی۔

دوسری طرف مسلمانوں نے بھی لشکر کو تین بڑے حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ درمیانی
عقبہ بن نافع نے اپنی کمانداری میں رکھا تھا جبکہ بربر سالار سقانہ کو عقبہ بن نافع نے
ساتھ اپنے نائب کی حیثیت سے مقرر کیا تھا۔ لشکر کا دایاں پہلو محمد بن اوس کی
کمانداری میں دیا گیا تھا اور حسب سابق نعیم بن حماد اس کے نائب کی حیثیت سے کام کر
تھا۔ تیسرے اور بائیں پہلو کی کمانداری زہیر بن قیس کی کمانداری میں تھی جبکہ حنس بن
عبداللہ اس کے نائب کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہا تھا۔

جس وقت دونوں لشکر اپنی صفیں درست کر رہے تھے، محمد بن اوس اپنے گھوڑے کو
ڑھاتا ہوا عقبہ بن نافع کے پاس گیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر! قبل اس کے کہ رومن لشکر اپنے پہلے سے طے شدہ منصوبے کے مطابق باری
ری اپنے پیشہ ور تیغ زنوں کو نکالیں اور وہ باری باری پہلے آپ کو اور پھر مجھے انفرادی
مقابلے کے لئے للکاریں، میں چاہتا ہوں کہ میں پہلے ہی میدان میں اتر کر انہیں انفرادی
مقابلے کی دعوت دوں۔ امیر! میری آپ سے التجا ہے کہ اس موقع پر مجھے روکئے گا نہیں
اور مجھے میدان میں اترنے دیجئے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس رکا پھر کہنے لگا۔

"اس موقع پر میری آپ سے یہ بھی گزارش ہے کہ رومنوں نے جو اپنے دو پیشہ ور تیغ
ن چنے ہیں ان دونوں سے میں خود ہی باری باری نمٹوں گا۔ میرے خداوند کو منظور ہوا تو
میں ان دونوں کو اس میدانِ جنگ میں خوب پامال کر کے رکھوں گا اور ان میں سے کسی کو
اس حالت میں نہیں باقی رہنے دوں گا کہ میرے بعد وہ آپ کو انفرادی مقابلے کی دعوت
دیں۔ میں اب رخصت ہوتا ہوں۔ میرے لئے دعا کیجئے گا، خداوند نے چاہا تو انفرادی
مقابلے کے علاوہ اجتماعی ٹکراؤ میں بھی ہم کامیاب ہوں گے۔"

محمد بن اوس کے ان الفاظ کے جواب میں عقبہ بن نافع مسکرایا۔ تب محمد بن اوس بھی
خوش ہو گیا تھا۔ چنانچہ اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے وہ میدان کے وسطی حصے کی طرف
بڑھا تھا۔

اس موقع پر عقبہ بن نافع نے آسمان کی طرف دیکھا، پھر بڑی رقت اور عاجزی میں
وہ کہہ رہا تھا۔

"اے خداوندِ مہربان! تُو ہی زندگی کے عظیم لمحوں کو خوشبوؤں بھری خوبۂ
تبدیل کرتا ہے۔ وقت کے غمگین اندھیروں میں تُو ہی پُرسکون مامنِ حیات مہیا کر
اے اللہ! تلخی اور تاریکی کے گھروندوں میں تُو ہی اپنے بندوں کے ولولوں اور
اُجالا مہیا کرتا ہے۔ میرے اللہ! محمد بن اوس تیرا ایک مخلص بندہ ہے...... میر
اسے توفیق اور ہمت دے کہ وہ دشت کا بطلِ عظیم بن کر صحرائی آتشی بگولوں
ابلیس کے منہ میں لگام ڈال دے۔ کائنات کے مقدر کے مالک! تُو اپنی ذات
اور جمال کے صدقے میں محمد بن اوس کو کامیابی اور فتح مندی عطا فرمانا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عقبہ بن نافع عجیب سے جذبے میں میدان کے وسط
طرف بڑھتے ہوئے محمد بن اوس کی طرف دیکھنے لگا تھا جبکہ میدان کے وسط
طرف جاتے وقت محمد بن اوس کی گردن بھی اپنے گھوڑے کی زین کے
جھک گئی تھی۔ وہ بھی انکساری اور عاجزی میں کہہ رہا تھا۔

"اے اللہ! تُو وحدہٗ اور لاشریک ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تُو اپنے
ہر گناہ معاف کر دے گا لیکن شرک کو نہ برداشت کرے گا نہ معاف کرے گا۔ ا
میں انفرادی مقابلے کے لئے میدان میں اترنے لگا ہوں۔ اے اللہ! تُو ہی م
تلاطم خیز طوفانوں، پیچ و تاب کھاتے بگولوں، کڑے بولوں، بنجر باتوں، وحشی جذ
اپنے بندوں کی مدد کرنے والا ہے۔ اے اللہ! ہم نے تیری رضا، تیری خوشنودی
شرک کا کاسۂ گدائی توڑ کر واحدانیت کی ردا اوڑھ لی ہے ...... اے اللہ! ہم تیر
حق کے دستِ راست ہیں۔ اے اللہ! دشمن کی خوفناک اندھی قوت اور حقارت آم
کے سامنے مجھے فوزمند اور کامیاب رکھنا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس نے اپنی گردن سیدھی کی یہاں تک کہ
کے وسط میں پہنچا، اپنے گھوڑے کو روکا، اپنی ڈھال سنبھالی، تلوار فضا میں بلند کی
نے بلند آواز میں رومنوں کے سالار لیو، وحشی گال قبیلے کے سالار لائی ڈیوس اور
کے سالار پرسیوس کا نام لیتے ہوئے انہیں انفرادی مقابلے کی دعوت دی تھی۔

محمد بن اوس نے تینوں سالاروں کے نام لے کر انفرادی مقابلے کے لئے
نے اپنا ایک آدمی جسٹینین کی طرف روانہ کیا تا کہ اس سے پوچھا جائے کہ انفرادی
کے لئے کسے اترنا چاہئے۔

جواب میں جسٹینین نے کہلا بھیجا کہ ان تینوں سالاروں میں سے کوئی بھی

ے لئے نہیں اترے گا بلکہ پہلے فرانس مقابلہ کرنے کے لئے اترے گا اور دشمن کا خاتمہ
رنے کے بعد ٹریسلر اترے گا اور مسلمانوں کے سالار کو مقابلے کی دعوت دے گا۔
یہ فیصلہ ہونے کے بعد سب سے پہلے فرانس اپنے سیاہ رنگ کے سرکش اور توانا
گھوڑے کو بھگاتا ہوا میدان کے وسطی حصے کی طرف بڑھا تھا۔
فرانس محمد بن اوس کے سامنے آ کر رکا، کچھ دیر تک بڑے غور اور انہماک سے محمد
بن اوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"انفرادی مقابلے کی دعوت دینے والے! ذرا اپنا نام تو کہہ۔"

جواب میں محمد بن اوس نے بھی اس پر گہری نگاہ ڈالی اور کہنے لگا۔

"تُو بعد میں میدان میں اترا ہے، میں پہلے سے کھڑا ہوں لہٰذا پہلے میرا حق بنتا ہے
کہ میں تیرا نام پوچھوں۔ بتا، تُو کون ہے؟ اس لئے کہ میں نے انفرادی مقابلے کے لئے
، لائی ڈیوس اور پرسیوس کو پکارا تھا۔ میں جانتا ہوں ان تینوں میں سے کوئی بھی اپنی
جان کے خوف کی وجہ سے انفرادی مقابلے کے نہیں اتر سکتا لہٰذا انہوں نے تمہیں یقیناً
قربانی کا بکرا اور موت کا لقمہ بنانے کے لئے میدان میں اتار دیا ہے ...... لہٰذا بتا، تیرا
نام کیا ہے؟"

اس موقع پر فرانس نے ایک برہم سی نگاہ محمد بن اوس پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

"میرا نام فرانس ہے اور میں ایک پیشہ ور تیغ زن ہوں۔ تُو نے انفرادی مقابلے
کے لئے میدان میں اتر کر میں سمجھتا ہوں انتہا درجہ کی غلطی اور حماقت کی ہے۔ ایسا کر کے
تُو نے اپنے آپ کو موت کے جبڑوں میں ڈال دیا ہے۔ اب بتا تیرا نام کیا ہے؟"

اس موقع پر محمد بن اوس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، کہنے لگا۔

"میرا نام محمد بن اوس ہے۔"

محمد بن اوس کا نام سن کر فرانس مسکرایا، کہنے لگا۔

"آج مقابلہ تو خوب بندے سے ہوگا۔ پر تجھے کس نے مشورہ دیا کہ تُو میدان میں
پہلے اترنے کی حماقت کرے۔ ذرا اپنی اس خم دار تلوار کی طرف دیکھ، کیسی بوسیدہ سی لگ
رہی ہے۔"

محمد بن اوس نے کھا جانے والے انداز میں فرانس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"تجھے بے شک میری تلوار بوسیدہ لگے پر ایک بات اپنے دل کے قرطاس پر لکھ
رکھنا، میری یہ تلوار اجل کا پیغام دینے، موت کا کرب اچھالنے میں عذابوں کے نزول کی

طرح وارد ہوتی ہے۔ سیاہ اعمال اور عصیان کے انبار رکھنے والوں کے خلاف تو
سحر اور شعلہ فشاں برق ثابت ہوتی ہے۔''

فرانس نے ایک طنزیہ سی نگاہ محمد بن اوس پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

''تم لفاظی خوب کرتے ہو۔ پر لفاظی سے تو کام نہیں چلتا۔ ذرا اپنی گول ڈ
طرف دیکھو، میری لمبی ڈھال کا بھی جائزہ لو۔ کیا میری ڈھال کے مقابلے میں تمہا
گول ڈھال پرانی طرز کی بوسیدہ دکھائی نہیں دیتی؟''

محمد بن اوس پھر مسکرایا اور کہنے لگا۔

''جیسی بھی ہے پر ایک بات لکھ رکھ، یہ انسانوں کے بھیس میں شیطانوں اور
کے قاتل ابلیسوں کے خلاف میری خوب مددگار ثابت ہوتی ہے۔''

فرانس کچھ دیر خاموش رہا۔ اس دوران اپنی تلوار اور ڈھال کو اپنے ہاتھوں
رہا پھر دوبارہ اس نے محمد بن اوس پر طنز کیا۔

''پہلے میرے اس سیاہ رنگ کے گھوڑے کا جائزہ لے، یہ کیسا توانا ہے۔ اس
ہوئی گردن کیسی اکڑی ہوئی ہے۔ اور پھر اپنے سفید رنگ کے گھوڑے پر بھی نگاہ ڈا
لاغر اور کمزور ہے۔ کیا تجھے اس سے بہتر اور اچھا گھوڑا نصیب نہیں ہوا؟''

جواب میں محمد بن اوس نے دبا دبا، ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا۔

''سن پیشہ ور تیغ زن! میرا گھوڑا بظاہر ایسا ہی دکھائی دیتا ہے جیسا تو کہہ
...... لیکن جب تیرا میرا ٹکراؤ ہوگا تو پھر تو دیکھے گا کہ یہی گھوڑا سعادتوں کے ز
شعلوں کے آبشاروں اور جاں عذاب موسموں کی طرح اپنی کارگزاری کا مظاہرہ
ہوئے تیرے توانا اور سرکش گھوڑے کے جسم و جان میں آگ اور آفت جان بنی
زدہ خوفناک لہریں بھر دے گا۔ سن فرانس! تو ذرا میرے ساتھ ٹکرا کر تو دیکھ خبر
سے دیکھنے والے، حرمتوں کے شانوں سے چادریں کھینچنے والے، تقدیس بھرے
بے ردا کرنے والے! میرا یہی گھوڑا میرا ساتھ دیتے ہوئے اگر تیرے لئے
سمندر، آہ بکا کا نالہ بن کر تیری ہر کوشش کو رائیگاں، تیری ہر تسکین کو اضطراب میں
دے تو کہنا۔ تو میری تلوار، میری ڈھال، میرے گھوڑے پر طنز کر رہا ہے۔ مقابلے
کر، میں اس ٹکراؤ کے دوران تیرے خدوخال کی آسودگی اور سکون کو رنج
کھلیانوں، تیری روح کو ذلت اور ننگ سے بوجھل، تیری ساری شیطنت کے رنگو
کے وسوسوں اور تیری سوچوں کو آندھیوں کے مصائب کے ہجوم میں نہ بدل دوں تو

آ....... ایک دوسرے سے ٹکرائیں اور گم صم خاموشیوں میں دیکھیں کہ وقت کے
ہ کس کی جھولی میں گلابوں کی تازہ مہک جیسی کامیابی، نئے دنوں کی بشارت میں فوز
ری، امیدوں کی چاندنی جیسی کامرانی اور سعادت کے چشموں کی سی ظفر یابی ڈالتے ہیں
کس کے دامن میں بند گلیوں کی تاریکی جیسی شکست، اندھیروں کے بھنور جیسی ہزیمت،
رتے منتشر خوابوں جیسی پسپائی اور اداس رُتوں جیسی ذلت ڈالتے ہیں۔ آ....... میرے
بوسیدہ ہتھیاروں سے ٹکرا، پھر دیکھ صحرا کی ان اندھی وحشتوں کے اندر بلند آسمان کی
اور زمین کی آنکھ کیسے ذلت اور پستی کا شکار ہوتے دیکھتی ہے۔''

محمد بن اوس کے ان الفاظ کے جواب میں فرانس کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ
دار ہوئی تھی۔ پھر فرانس نے اپنے گھوڑے کو پیچھے ہٹایا اور برہم سی آواز میں کہنے لگا۔

''تو پھر دیکھو میں اس ٹکراؤ کی ابتدا کرنے والا ہوں اور میں تمہیں پہلے سے کہہ دیتا
ں کہ تو میرا پہلا ہی ٹکراؤ برداشت نہیں کر سکے گا۔''

اس کے ساتھ ہی فرانس اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہوا اور بھاگتا ہوا ذرا فاصلے پر لے
یا تھا۔ وہاں جانے کے بعد اس نے اپنی تلوار گھوڑے کے ہنے کے ساتھ لٹکتے ہوئے
یان کے اندر ڈال دی تھی اور اس کی جگہ گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھا ہوا ایک لمبا
زہ سنبھال لیا تھا۔ ایسا کرنے کے بعد اس نے ذرا فاصلے پر کھڑے محمد بن اوس پر نگاہ
لی، پھر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اسے اس نے سرپٹ دوڑا دیا تھا۔

دراصل فرانس محمد بن اوس کو اپنے نیزے کا شکار کرنا چاہتا تھا۔ محمد بن اوس بھی شاید
ی ساری صورت حال کو بھانپ چکا تھا۔ لہٰذا جس وقت فرانس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ
ائی تھی عین اسی وقت محمد بن اوس بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہوا اسے بھگا چکا تھا۔
ریب آکر جب فرانس نے محمد بن اوس کو اپنے نیزے کا ہدف بنانا چاہا تب محمد بن اوس
ندھی اور طوفان کی طرح حرکت میں آیا، ڈھال مار کر اس نے فرانس کا نیزہ ایک طرف
ر دیا تھا اور خود آگے نکل گیا تھا۔ دوسری طرف فرانس بھی کافی آگے جا چکا تھا۔ کچھ
گے جا کر محمد بن اوس نے اپنے گھوڑے کو موڑ لیا تھا۔ اتنی دیر تک فرانس بھی اپنے
گھوڑے کو ایڑ لگاتا ہوا اسے پھر محمد بن اوس کی طرف دوڑا چکا تھا۔

اس بار محمد بن اوس نے کچھ تبدیلی کر لی تھی۔ پہلے اس کے دائیں ہاتھ میں تلوار بائیں
تھ میں ڈھال تھی۔ اب اس نے تلوار بائیں ہاتھ میں، ڈھال دائیں ہاتھ میں کر لی تھی۔
وسرا وار کرنے کے لئے فرانس قریب آیا، الٹی تلوار مار کر محمد بن اوس نے اس کے

نیزے کے وار کو ناکام بنا دیا تھا اور اسی لمحہ برق کے کوندے کی طرح محمد بن
دائیں ہاتھ میں پکڑی ہوئی ڈھال اس زور سے فرانس کے منہ پر ماری تھی کہ ڑا
کر رہ گیا تھا۔

تھوڑا سا آگے جا کر فرانس پھر مڑا۔ اب وہ پہلے کی نسبت زیادہ برہم
شاید اس نے محمد بن اوس کی ڈھال سے بچنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ دوسری طرف م
نے بھی تبدیلی کر لی تھی۔ اس کے بائیں ہاتھ میں ڈھال اور دائیں ہاتھ میں تلوا
طرح دونوں پھر اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے ایک دوسرے پر وار ا
لئے آگے بڑھے تھے۔

محمد بن اوس نے پہلے کی طرح ڈھال مار کر فرانس کے نیزے کے وار کو
دیا اور جونہی فرانس اس کے پاس سے گزر کر آگے جانے لگا اس وقت تک م
اپنی تلوار کو فضا کے اندر بلند کر چکا تھا اور پھر اس زور سے اس نے تلوار گرائی
نے جو اپنے شانوں پر لوہے کے خول چڑھا رکھے تھے اس کے بائیں شانے
اس نے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا فرانس آگے نکل گیا تھا۔ اب اس نے مڑ کر
دوڑاتے ہوئے محمد بن اوس پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ ایک
تھا۔ محمد بن اوس اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا اس کے سامنے آیا پھر طنزیہ
اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”بس اتنا ہی دم خم تھا...... ابھی چند چکر اور لگانے تھے، پھر تم دیکھ
تیرے لئے موت کے ان گنت در کھولتا۔ ذرا اپنے بائیں شانے کی طرف د
آپ کو لوہے میں سجا کر لایا ہے اور تیرے بائیں شانے کی سجاوٹ کو میں
ہے اور یوں جانو تیرے لئے میں نے موت اور مرگ کا ایک در کھول دیا ہے۔
میری تلوار کو بوسیدہ کہتا تھا۔ ظالم! ہم تو بے آب و گیاہ دشت کے اندر بگولوں
بسر کرنے والے لوگ ہیں۔ ہماری تلواریں انسانی جسم نہیں لوہا کاٹتی ہیں۔ تُو
گھوڑے کی کارکردگی بھی دیکھی۔ کیا اپنی کارگزاری میں یہ تیرے توانا گھوڑ
نہیں رہا؟...... اب تُو نے نیزہ اپنے گھوڑے کی زین سے باندھ دیا ہے۔ ا
اس فن میں میرے مقابلے میں ناکام اور نامراد ہے۔ اب تُو نے تلوار اور ڈھا
ہے۔ آ، اپنے ان ہتھیاروں کو میرے خلاف آزما جن پر تجھے ناز ہے، جن ک

کر گھمنڈ کرتا ہے۔ پھر دیکھ موت کے اس میدان میں کیسے تیرے گھمنڈ،
ؤ فخر و غرور اور
ے تمرد کو میں پامال کرتا ہوں۔“

محمد بن اوس کی اس گفتگو سے فرانس تاؤ کھا گیا تھا۔ پہلے اس نے چند ثانیوں تک
ے انداز میں ابنِ اوس کی طرف دیکھا، اس کے بعد اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ
ی، خانہ بدوش شکاریوں کی سی تباہ کاری اور تمدن کشی پر اترنے والے ان وحشیوں کی
رح اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی جنہوں نے کبھی کوئی شہر نہ دیکھا ہو۔ اس کے بعد
محمد بن اوس پر وقت کے سیاہ فریب میں ہیکلوں کی فتنہ گری، ناچتی سیاہ آندھیوں کے
ر رقص کرتے اضطراب خیز بگولوں اور جور و ظلم کی داستانیں رقم کرتی آتشِ سیال کی
پانیوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

فرانس کا خیال تھا کہ اپنے حملوں کے شروع میں ہی وہ محمد بن اوس پر قابو پانے اور
پر اپنی فتح مندی اور کامیابی ثابت کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ وہ یہ بھی گمان کئے
ے تھا کہ محمد بن اوس یقیناً زیادہ دیر تک اس کے حملوں کے سامنے اپنا دفاع نہ کر پائے
جس کی بنا پر مارا جائے گا۔ لیکن کچھ دیر تک محمد بن اوس پر حملہ آور ہونے کے بعد
انس کو مایوسی ہوئی تھی۔ اس لئے کہ محمد بن اوس جس وقت فرانس کے حملوں کو روک
تھا وہ بالکل قلب درویش کی طمانیت، نگاہِ فقیر کی سی آسودگی اور روشنی کے سفیر کی طرح
مین اپنی جگہ بالکل پُرسکون تھا۔ کچھ دیر تک محمد بن اوس فرانس کے جان لیوا حملوں کو
ی آسانی سے روکتا رہا، اس کے بعد اس نے دفاع کا چغہ اتار پھینکا، جارحیت پر اترنے
لئے وہ اس طرح حرکت میں آیا جیسے آزادی کی ردا اوڑھ کر کاسۂ گدائی توڑ دینے
لے شعلہ نفس عناصر حرکت میں آتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اپنے گھوڑے کو تھوڑا سا
ر اگر محمد بن اوس نبضِ دوراں پر ہاتھ رکھ کر اپنے مدِ مقابل کے آغاز اور انتہا دونوں کو
سیاہ کر دینے والے کسی سورما کی طرح حرکت میں آیا تھا۔ اس کے بعد اس نے اپنی
ار، ڈھال بلند کی اور اپنے رب کا عذاب بن جانے والے دشت کے بطلِ عظیم کی
رح اس نے اپنے کام کی ابتداء کر دی تھی۔ فرانس پر وہ ولولوں میں آتش حوصلوں میں
رب خیزی، جذبات میں ہزیمت و شکست، دل میں دہکتی صداؤں کا شور، ذہن میں
کت کی خرابیاں بھرتے ہوئے اپنے قدموں کے سامنے سرنگوں کر دینے والے رقصِ
زمانہ کے بگولوں اور جواں عزم رکھنے والے آلام کی کروٹوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

محمد بن اوس کا یہ حملہ انتہائی خوفناک اور خطرناک تھا۔ فرانس جانتا تھا کہ جس انداز

میں وہ اس پر حملہ آور ہوا ہے اگر اس کے جارحانہ حملے اسی طرح جاری رہے تو وہ
سامنے دبتا دکھائی دے گا۔ لہٰذا اپنے دفاع کے ساتھ ساتھ اس نے جارحیت کو بھی
رکھا تھا۔ اس طرح وہ دونوں ایک دوسرے پر زمین کو بے چہرہ کر دینے والے طوفانوں
اٹھتے تباہی کھوجتے ہواؤں کے جھکڑوں اور موت سے بے خوف ہو کر جان ہتھیلی
کامیابی کے اپنے در کھولنے والے عناصر کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

کچھ دیر تک دونوں اپنے گھوڑوں کے آگے پیچھے، دائیں بائیں موڑتے ہو
ساتھ ہی اپنے حملوں کا رخ بھی تبدیل کرتے ہوئے ایک دوسرے کو زیر کرنے کی
کرتے رہے۔ آخر کار وقت کی آنکھ نے دیکھا ابنِ اوس کے تیز حملوں کے سامنے
اب تھکاوٹ محسوس کرنے لگا تھا۔ اس کے گھوڑے کی سانس بھی دھونکنی کی طرح
تھی۔ خود فرانس کا چہرہ بتاتا تھا کہ وہ محمد بن اوس کے تیز حملوں کے سامنے ا
کے سمندر میں سرگرداں اُداس رتوں اور الم بھرے قصے کھڑے کرتی رائیگاں سعی او
کی طرح دکھائی دے رہا تھا جبکہ اس کے مقابلے میں محمد بن اوس کے حملوں میں
یکتائی کی تلاش اور جستجو کرتے بے کراں لاہوتی طوفانوں جیسی تازگی، سنگ
دیواریں تک گرا مارنے والے دہر کی گردشوں کے طوفانوں جیسی شدت اور خیا
دنیا آگاہی کے حصار اور تصورات کے عزائم تک کو توڑ اور پامال کر دینے وا
آلود نگاہوں والے صیاد، عذابِ بے نوائی اور تقدیر کے بدترین طوفانوں کی طرح
لگا رہا تھا۔

محمد بن اوس نے مقابلے کے شروع میں ہی فرانس کے کندھے پر چڑھے ہو
آہنی خول کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ اب اچانک اس نے ایک موقع پر جس وقت
حملے کر رہا تھا اپنی تلوار بلند کی تا کہ فرانس پر وار کرے۔ فرانس بھی بڑے غور
حرکات و سکنات کو دیکھ رہا تھا چنانچہ جب اس نے اپنی تلوار ایک طرف کرتے
ڈھال کو سامنے کیا تا کہ محمد بن اوس کی تلوار کے وار کو روکے تو محمد بن اوس
پینترا بدلا، تلوار اس نے بلند ہی رہنے دی تا کہ فرانس کی نگاہیں اس کی
رہیں۔ ساتھ ہی اس کا بایاں ہاتھ حرکت میں آیا اور اپنی ڈھال اس نے اس
فرانس کے سر کے ایک پہلو پر ماری تھی کہ فرانس گھوڑے سے ڈگمگایا اور
اس کے سر سے اس کا خود بھی اتر گیا تھا۔

یہ صورتِ حال فرانس کے لئے یقیناً تکلیف دہ تھی۔ زمین پر گرنے کے

اپنے خود پر جم گئی تھیں جو ایک طرف لڑھکتا ہوا ذرا فاصلے پر چلا گیا تھا۔ اتنی دیر تک
ن اوس بھی فضاؤں سے زمین پر نزول کرنے والے کسی شاہین کی طرح اپنے گھوڑے
اتر گیا تھا۔

فرانس فوراً اٹھ کر اپنے خود کی طرف جانا چاہتا تھا جب اس نے دیکھا کہ محمد بن
بھی اپنے گھوڑے سے کود گیا ہے تب وہ لرز کانپ گیا تھا، اپنے خود کی طرف جانا وہ
گیا تھا اور اپنی تلوار اور ڈھال پر اس نے گرفت مضبوط کر لی تھی۔

محمد بن اوس اپنی تلوار کو اپنے سامنے لہراتا ہوا انتہائی غضب ناک آواز میں فرانس کو
ب کر کے کہنے لگا۔

"میرے مقابلے پر اُترنے والے سورما! دیکھ تیری موت کا ایک در میں نے مقابلے
شروع میں گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے کھول دیا تھا کہ تیرے کندھے پر چڑھا ہوا ایک
میں نے کاٹا تھا اور وہاں سے تیری زرہ کی کڑیاں بھی کٹ چکی ہیں۔ میں چاہتا تو
اپنی تلوار کی ضرب لگا کر تیرے پہلو کو کاٹ سکتا تھا۔ اب میں نے تیرے سر سے خود
کر تیرے جسم کے قلعے کا دوسرا دروازہ بھی کھول دیا ہے۔ سن، اب تیرا دایاں شانہ رہ
ہے جس پر ابھی تک آہنی خود چڑھا ہوا ہے۔ احتیاط سے میرا مقابلہ کرنا۔ اب میں
ذات کے حصار کے اس تیسرے حصار میں بھی شگاف ڈال دوں گا۔ اس کے بعد
موت کو تجھ پر مسلط کروں گا۔ سنبھل کر رہنا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس رکا۔ اس موقع پر اس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم
دار ہوا پھر فرانس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں تجھ پر اچانک حملہ آور نہیں ہوں گا۔ نہ ہی دھوکا دے کر تیری جان کے درپے
گا۔ سرِ عام مقابلہ کرتے ہوئے تجھ پر ثابت کروں گا کہ میری بوسیدہ تلوار تیری چمکتی
بھاری پھل کی صیقل شدہ تلوار سے کاٹ میں کہیں زیادہ ہولناک ہے...... تجھ پر
یہ بھی ثابت کروں گا کہ میرا گھوڑا جسے تُو نے مقابلے کے شروع میں لاغر کہا تھا وہ
برق بن کر تیرے گھوڑے پر غالب رہتا ہے...... دیکھ تیرا خود تیرے پیچھے پڑا ہوا
آگے بڑھ کر اپنا خود اٹھا کر اپنے سر پر رکھ اور مطمئن رہ کہ جب تک تُو خود اٹھا کر
پر نہیں رکھتا میں تجھ پر حملہ آور نہیں ہوں گا۔"

اس موقع پر فرانس نے حیرت آمیز سے انداز میں محمد بن اوس کی طرف دیکھا تھا۔
ر سوچ میں مبتلا تھا کہ محمد بن اوس چند قدم پیچھے ہٹ کر کہنے لگا۔

"خوفزدہ نہ ہو........خود اٹھا کر اپنے سر پر رکھ اور میرے مقابلے پر آ۔"

محمد بن اوس کے پیچھے ہٹنے پر فرانس ایک دم حرکت میں آیا۔ لپک کر اس
خود اپنے سر پر رکھ لیا تھا۔ اس کے بعد پھر سنبھل کر مقابلہ کرنے کے لئے محمد بن اوس
سامنے آیا تھا۔ دونوں ایک دوسرے پر ضربیں لگانے لگے تھے۔

کچھ دیر تک ایک دوسرے سے ٹکراتے رہے، پھر فرانس نڈھال ہو گیا اور اس
محسوس کرتے ہوئے الٹے پاؤں پیچھے ہٹنے لگا تھا۔ اس کی اس حالت سے فائدہ اٹھا
ہوئے محمد بن اوس نے اس پر زوردار انداز میں ڈھال مارنے کا چکمہ دیا۔ فرانس
بدقسمتی کہ اس کی نگاہیں ڈھال پر جم گئیں اس لئے کہ اس نے اپنا سر ایک طرف کر
ہوئے اپنے آپ کو محمد بن اوس کی ڈھال سے بچانا چاہا۔ اسی وقت محمد بن اوس کی
برق بن کر حرکت میں آئی، اس کے دوسرے شانے پر گری تھی اور اس کے آہنی خود
علاوہ اس کی زرہ کی کڑیوں کو کاٹتی ہوئی شانے پر ایک گہرا گھاؤ دیتی چلی گئی تھی۔

گھاؤ ایسا گہرا تھا کہ اس کے درد کی شدت سے فرانس دوہرا ہو گیا تھا۔ ایسا کر
ایک طرح سے اس نے خود اپنی موت کو دعوت دے دی تھی۔ محمد بن اوس کی تلوار
فضا میں بلند ہو کر برق کے کوندوں کی طرح گری اور فرانس کی گردن کاٹتی چلی گئی تھی

جس وقت محمد بن اوس نے اپنی تلوار کا آخری وار کرتے ہوئے فرانس کی گردن
تھی مسلمانوں کے لشکر میں زوردار آوازوں میں خداوند قدوس کی تکبیریں بلند ہوئی
ہوئی تھیں۔ لشکر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اللہ اکبر کی دل دہلا دینے
آوازوں نے ہواؤں، فضاؤں کو ایک طرح سے ہلا کر رکھ دیا تھا۔

فرانس کا خاتمہ کرنے کے بعد محمد بن اوس اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، اپنی تلوار
نے بلند کی اس کے بعد رومنوں کے لشکر کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بلند آواز میں
تھا۔

"رومنوں کے شہنشاہ قسطنطین کا بیٹا جسٹین اور ان کا سالارِ اعلیٰ لیو آگاہ ہوں
نے ان کے سورما فرانس کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ میں میدان چھوڑ کر واپس
جا رہا۔ انفرادی مقابلے کے لئے میں تین افراد کو دعوت دیتا ہوں۔ ان تینوں میں
بھی موت سے بغلگیر ہونا چاہے میدان میں اترے۔ پہلا خود جسٹین، دوسرا لیو اور
ٹریسلر جسے تم لوگوں نے ہمارا خاتمہ کرنے کے لئے بڑا عمدہ اور اعلیٰ پائے کا تیغ زن
سورما سمجھ کر چنا ہے۔"

محمد بن اوس کے ان الفاظ نے جسٹین ہی نہیں رومنوں کے سالار اعلیٰ لیو کو بھی ہلا کر
دیا تھا۔ دوسری طرف وحشی گال لشکر کا سالار لائی ڈیوس اور بن قبائل کا سالار پرسیوس
بھی پریشانی اور فکرمندی کا اظہار کر رہے تھے۔ اس موقع پر جسٹین، لیو، پرسیوس اور
ڈیوس اپنے لشکر کے سامنے ایک ہی جگہ کھڑے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ جسٹین
کچھ سوچا پھر وہ لیو، پرسیوس اور لائی ڈیوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"یہ مسلمانوں کے سالار کو کیسے پتہ چل گیا کہ ہم نے ٹریسلر کو انفرادی مقابلہ کرنے
لئے چنا ہے اور اس کا انتخاب کیا ہے۔"

جسٹین جب خاموش ہوا تب لیو بول اٹھا۔

"اس میں پریشان اور فکرمند ہونے کی کون سی بات ہے۔ ہو سکتا ہے مقابلے کے
ان مسلمانوں کے اس سالار کی گفتگو فرانس سے ہوئی ہو اور فرانس نے یہ
اف کیا ہو کہ وہ اس کا خاتمہ کرنے کے بعد واپس جائے گا اور پھر اس کا ایک ساتھی
مسلمانوں کے دوسرے سالار کا خاتمہ کرنے کے لئے میدان میں اترے گا۔ ہو
ہے اس گفتگو کو سامنے رکھتے ہوئے مسلمانوں کے اس سالار نے ٹریسلر کا نام لے
پکارا ہے۔"

لیو کی اس گفتگو سے جسٹین ہی نہیں، لائی ڈیوس اور پرسیوس بھی مطمئن ہو گئے تھے۔
بن قبائل کا سالار پرسیوس فکرمندی کا اظہار کرتے ہوئے بول اٹھا۔

"لیکن یہ مسلمانوں کا سالار ہے کون جس نے فرانس کو اس قدر آسانی کے ساتھ
کے سامنے زیر اور مغلوب کر لیا ہے۔ فرانس اور ٹریسلر تو بڑے نایاب، بڑے ناقابل
ت تیغ زن شمار کئے جاتے تھے جبکہ میں دیکھتا ہوں مسلمانوں کے اس سالار نے
س کو اپنے سامنے دہرا کر کے رکھ دیا ہے اور اب وہ ٹریسلر کو بھی مقابلے کی دعوت
رہا ہے۔"

پرسیوس کے اس سوال پر لیو، جسٹین اور لائی ڈیوس تینوں فکرمندی کا اظہار کر رہے
۔ یہاں تک کہ ان کے کانوں سے محمد بن اوس کی آواز پھر ٹکرائی۔ وہ بلند آواز میں کہہ
تھا۔

"سوچوں میں نہ پڑو۔ اگر تم میں سے کوئی تمہارا بڑا سالار انفرادی مقابلے پر اترنے
جرأت اور ہمت نہیں رکھتا تو کم از کم ٹریسلر ہی کو بھیجو تا کہ وہ تم لوگوں کی جگہ موت کا
مبنے۔ میں مسلمانوں کا سالار محمد بن اوس ہوں اور جب تک تم ٹریسلر کو انفرادی

مقابلے کے لئے میدان میں نہیں اتارتے تب تک یہیں کھڑا ہوں۔“

اب چاروں طرف چپ طاری تھی۔ محمد بن اوس صداقت کے زندہ نشان اپنے گھوڑے پر سوار دشمن کے لشکر کی طرف دیکھ رہا تھا اور اس کے بدن پر سجی نیلا میں اُڑتے سفید پرندوں کے پروں جیسی سفید عبا سچائی کے نشان کی طرح فضا اندر لہرا رہی تھی۔

اس موقع پر جسٹین چند لمحوں تک بڑے غور سے محمد بن اوس کی طرف دیکھا اس نے متاثر کن انداز میں اپنے پاس کھڑے رومن سالاروں کو مخاطب کرتے ہو شروع کیا تھا۔

”مسلمانوں کا یہ سالار فرانس کو زیر کرنے کے بعد کیسے عداوتوں کی جلتی سمندری لہروں کے ہولناک تھپیڑوں اور چپ کے گہرے بھید میں شوق اور شیفتگی کھڑا ہمارے لشکر کی طرف دیکھ رہا ہے۔ یقیناً مسلمانوں نے اپنے اس سالار کو فرزند اور سعادتوں کا زمزمہ ہی سمجھ کر میدان میں اتارا ہے جس نے لمحوں کے اندر کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا ہے اور اب وہ گھوڑے پر سوار ہے جبکہ سورما فرانس کی لاش زمین پر پڑی ہے۔

کاش ہمارے لشکر میں کوئی ایسا تیغ زن، کوئی ایسا سورما ہوتا جو مسلمانوں سالار کی مردانگی کے شبستانوں، اس کی جرأت مندی کے ایوانوں، اس کی شجاعت عنوانوں میں محرومی کے درد، ناکامی کی خراشیں اور شکست کی قہرمانیت بھر کے رکھ د

فرانس کے ساتھ میں نے اس کے مقابلے کو بڑے غور سے دیکھا ہے...... تیغ زنی میں کوزہ گر کے مشاق ہاتھوں کی صناعی، اس کے حملوں میں کسی بوریہ ہنرمندی ہے۔ یقیناً ایسے ہی نوجوان اپنی قوم کے لئے ستاروں پر کمند پھینکنے کی را اور صورت گری کے ہنر کی کہانیاں رقم کرتے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد جسٹین جب خاموش ہوا تو وحشی ہن قبائل کا سالار جسٹین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو مسلمانوں کا فطرت کی ہولناک یاسیت اور کرب کے اندھے عذابوں کی طرح ہمارے ہمارے ہر تیغ زن کو پچھاڑتا اور لہولہو کرتا چلا جائے گا۔ ایک مقابلہ کرنے کے بعد ہوا ہے۔ اس کے بازو پوری طرح نہیں تو نیم شل ضرور ہوں گے۔ اگر میری رائے

کیا جائے تو فی الفور اپنے تیغ زن ٹریسلر کو مقابلے کے لئے میدان میں اتار دینا چاہئے۔ ابھی مسلمانوں کا یہ سالار پوری طرح دم نہیں لینے پایا۔ ٹریسلر فوراً جا کر اس پر حملہ آور ہو جائے اور مجھے امید ہے کہ ٹریسلر جیسا تیغ زن بہت جلد تشنگی کے سراب، آندھیاں اوڑھے عذابوں اور تقدیر کی ستم ظریفی کے بدترین بگولوں کی طرح مسلمانوں کے اس سالار پر اپنی فتح مندی کا علم گاڑھنے میں کامیاب ہو جائے گا۔“

ہن قبائل کا سپہ سالار پرسیوس جب خاموش ہوا تب جسٹین غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں تمہارے ان خیالات سے قطعی اتفاق نہیں کرتا۔ یاد رکھنا مسلمانوں کا یہ سالار فرانس کو زیر کرنے کے بعد بھی تازہ دم ہے ...... میں ڈرتا ہوں کہ یہ کہیں فرانس کے بعد ٹریسلر کو بھی موت کے گھاٹ نہ اتار دے۔ بہرحال اس موقع پر اس سے انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے کسی کا نہ اترنا بھی ہمارے لئے برا ثابت ہوگا۔ اس طرح ہمارے لشکریوں کے حوصلے پست ہوں گے۔ ان پر ایک طرح سے بے دلی چھا جائے گی۔ لہٰذا میں تمہاری تجویز پر عمل کرتے ہوئے ٹریسلر کو فوراً انفرادی مقابلے کے لئے اتارتا ہوں۔“

اس کے ساتھ ہی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے جسٹین وہاں سے ہٹا اور پھر تھوڑی دیر بعد انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے ٹریسلر میدان میں اترا تھا۔ وہ سیاہ رنگ کے گھوڑے پر سوار تھا۔ اسے ایڑ پر ایڑ لگاتا ہوا میدان کے وسطی حصے میں اس جگہ گیا جہاں محمد بن اوس کھڑا تھا۔ قریب جا کر اس نے گھوڑے کو روکا پھر غراتی ہوئی آواز میں اس نے محمد بن اوس کو مخاطب کیا۔

”مسلمانوں کے تیغ زن! ...... ذرا اپنا نام تو کہہ۔“ حالانکہ ٹریسلر محمد بن اوس کا نام سن چکا تھا۔

محمد بن اوس نے اپنی تلوار، اپنی ڈھال اپنے سامنے لہرائی پھر کہنے لگا۔

”ناموں میں کیا رکھا ہے ...... آ، مقابلہ کریں۔ اگر میں غلطی پر نہیں تو تیرا نام ٹریسلر ہے۔ اس سے پہلے جو تیرا ساتھی میرے ہاتھوں لہولہو ہو کر موت کی اندھی وادی کی طرف کوچ کر چکا ہے، تُو جب اس کے پیچھے پیچھے جائے گا تو تجھے میرا نام جاننے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوگی حالانکہ تُو میرا نام جانتا ہے۔“

اس موقع پر ٹریسلر نے ایک ہولناک قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔

”جو پہلے مقابلے کے لئے آیا تھا وہ تیغ زنی کے کمال اور حملہ آور ہونے کی ہنرمندی

میں مجھ سے کم تر تھا۔ اسی بناء پر وہ تمہارے سامنے زیر ہو گیا اور تم اس پر فتح حاصل
میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن جب تم مجھ سے ٹکراؤ گے تو........''
ٹریسلر اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ اس لئے کہ غصے کا اظہار کرتے ہوئے محمد
بول اٹھا۔

''باتیں نہ بنا۔ میں کچی عمر کا کوئی خام کار تیغ زن نہیں ہوں۔ تجھ جیسے جو
آسیب، فرقت کے عذاب جیسے جنگجو، غبار غبار صحرا، گرد آلود الفاظ جیسے تیغ زن م
بہت دیکھ رکھے ہیں۔ آ، وقت ضائع نہ کریں۔ مقابلے کی ابتدا کریں۔ پھر دیکھنے وا
نگاہ آپ سے آپ دیکھے گی کہ وقت کے قصوں میں زندگی نئے دنوں کی بشارت او
وعظمت کی پہچان کس کی جھولی میں ڈالتی ہے اور موت کا عذاب اور کرب کا روگ
کس کا حصہ بناتی ہے۔''

ٹریسلر نے اس موقع پر کھا جانے والے انداز میں محمد بن اوس کی طرف دیکھا!
تلوار اپنے سامنے لہرائی اور کہنے لگا۔

''تُو دھوکے، فریب اور غلط فہمی میں پڑا ہے۔ میں فرانس نہیں ٹریسلر ہوں۔ ج
پر حملہ آور ہوں گا تو اپنے دل کے قرطاس پر لکھ رکھ، میرے حملہ آور ہونے سے
آنکھیں پھٹی پھٹی، تیرا چہرہ آزردہ، تیرا دل شکستہ اور بے بس، تیرا جسم خستہ اور ماندہ،
روح غمگین اور دل گیر اور تیرا تن جلتے ویران موسموں سے بھی بدتر ہو کر رہ جائے گا۔''
ٹریسلر کی اس گفتگو سے محمد بن اوس بھی تاؤ کھا گیا تھا۔ انتہائی تلخی میں اسے مخاط
کر کے کہنے لگا۔

''سن دنیا و دام کے بندے! میرے ساتھ زندگی کے کاروان لوٹنے والوں،
کے زائروں، چہروں کی مقدس ضیاء کو چھیننے والوں، ہوس پیشہ اور شیشے کو میلی آنکھ
دیکھنے والوں کی سی گفتگو نہ کر۔ کیوں اس طرح کی بیکار بحث سے وقت ضائع کرتے
آؤ ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ ایک دوسرے پر اپنی تیغ زنی کی صناعی، اپنی طاقت
قوت مسلط کرنے کی کوشش کریں۔ پھر دیکھتے ہیں موت کس کے جسم پر دستک دیتی
قضا کس کے بدن کا ساز توڑتی ہے۔ مرگ کے مضراب کی ضرب کس پر پڑتی ہے اور
کی نگاہوں کے کشکول میں تقدیر روٹھی امیدوں کے سنگریزے گراتی ہے۔''
محمد بن اوس کی اس گفتگو کے بعد ٹریسلر آگ کے گہرے سمندر میں شعلوں
آبشاروں کی طرح حرکت میں آیا پھر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے اس نے گنا

تپتی دھوپ، ہواؤں کی اندھی سرسراہٹوں، اندیشوں کی اُڑتی ریت اور سم آلود بگولوں
طرح محمد بن اوس پر حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا۔ جواب میں محمد بن اوس نے بھی
اور پریشان کر دینے والے ہول آفرین الجتاب کی طرح اپنے کام کی ابتدا کر دی تھی
بھی داستانوں کے ہم زاد، بحر قضا پکارتی آندھیوں، خاک و خون میں نہلا دینے والی
کی آفاق گیر لہروں کی طرح ٹریسلر پر ضربیں لگانے لگا تھا۔
کچھ دیر تک دونوں اپنے گھوڑوں کو دائیں بائیں موڑتے ہوئے کبھی باگیں کھینچتے اور
پینترے بدل بدل کر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ٹریسلر کے
کانوں میں محمد بن اوس کی چیختی چلاتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''ٹریسلر! سنبھل........ میرے پاس وقت بہت کم ہے اور میں اس مقابلے کو طول
نہیں دینا چاہتا۔''
اس کے ساتھ ہی زوردار انداز میں محمد بن اوس نے تین بار تکبیریں بلند کی تھیں اور
ان تکبیروں کی آواز نے ٹریسلر کو بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔ عین اسی لمحہ محمد بن اوس نے ایک
ساتھ اپنی تلوار اور ڈھال ٹریسلر پر ضرب لگانے کے لئے گرائیں۔ تلوار سے اس نے ٹریسلر
کے بائیں شانے اور ڈھال سے اس کے دائیں شانے کو ہدف بنانے کی کوشش کی تھی۔
ٹریسلر بھی بڑے غور سے اس کی حرکات کا جائزہ لے رہا تھا لہٰذا اپنا دفاع کرنے کے
لئے اس نے اپنی تلوار اور ڈھال آگے بڑھائی۔ عین اسی لمحہ جس وقت وہ اپنی تلوار اور
ڈھال بلند کر رہا تھا محمد بن اوس نے اسے چکمہ دیا اور اپنی تلوار اس نے اس کے بائیں
شانے پر گرانے کی بجائے اس کے دائیں شانے پر گرائی اور محمد بن اوس کی تلوار اس کے
شانے کو خوب نیچے تک کاٹتی چلی گئی تھی۔
زخم کافی گہرا اور گھاؤ بڑا تکلیف دہ تھا۔ اس موقع پر جبکہ ٹریسلر درد کی شدت کے
باعث سسک رہا تھا اور اپنی تلوار اور ڈھال پر پوری طرح گرفت کرنے کے قابل نہ رہا تھا
محمد بن اوس کی تلوار جس سے ٹریسلر کا خون ٹپک رہا تھا پھر بلند ہو کر گری اور ٹریسلر کی
گردن کاٹتی چلی گئی تھی۔
محمد بن اوس اپنے گھوڑے سے نیچے اترا۔ اپنی تلوار اس نے صاف کی۔ ایک زہریلی
جست لگا کر دوبارہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ ایک بار پھر اس نے اپنی تلوار فضا میں بلند
کی اور رومنوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
''تم لوگ اپنے دو عمدہ تیغ زنوں فرانس اور ٹریسلر کو موت کا شکار بنا چکے ہو۔ تم لوگ۔

لیو کو اپنا نا قابل شکست سالار خیال کرتے ہو۔ دیکھو میں مسلمانوں کا ایک ادنیٰ لشکری
بن اوس ہوں اور تمہارے دو سالاروں فرانسس اور ٹریسلر کا خاتمہ کرنے کے بعد
تمہارے نا قابلِ شکست سالار لیو کو انفرادی مقابلے کی دعوت دیتا ہوں۔''

محمد بن اوس کے ان الفاظ پر رومن لشکر کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے انہیں
سانپ سونگھ گیا ہو۔ لیو بالکل خاموش تھا۔ اس کا چہرہ اس موقع پر ہلدی ہو گیا تھا۔
خوف تھا کہ کہیں جسٹین اسے ہی انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے نہ اتار دے۔
موقع پر ہن قبیلے کا سالار پرسیوس بول اٹھا اور جسٹین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ہمیں فی الفور جنگ کی ابتداء کرنی چاہئے۔ ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کرنا چا
مسلمانوں کا سالار جس نے اپنا نام محمد بن اوس بتایا ہے یہ کوئی گمنام سالار نہیں ہے
مسلمانوں کا مانا ہوا اور انتہائی زہریلا سالار ہے اور بڑے بڑے تیغ زنوں کو اپنے سا
نیچا دکھانے اور شکست خوردہ کرنے کا ہنر جانتا ہے۔ اگر ہم نے جنگ کی ابتداء کرنے
تاخیر کی تو یاد رکھئے گا ہمارے لشکری حوصلہ ہار بیٹھیں گے۔

یہ جو ہم دو انفرادی مقابلے ہارے ہیں تو ان کا ہمارے لشکریوں پر پہلے ہی برا ا
چکا ہے۔ اگر ہم نے اس موقع پر سوچ و بچار سے کام لیا تو یاد رکھئے گا دو انفرادی مقا
ہارنے کے بعد لشکری اس موضوع پر آپس میں گفتگو کریں گے اور ان کی یہ گفتگو
سرے سے دوسرے سرے تک پہنچتی چلی جائے گی۔ اس طرح ہمارے لشکر میں ایک
سے بے چینی اور بد دلی پھیلنے کا خطرہ اور اندیشہ ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد پرسیوس جب رکا تب وحشی گال قبیلے کا سالار لائی ڈیوس
اٹھا۔ کہنے لگا۔

''میں پرسیوس کی اس گفتگو سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں .... دو انفرادی مقا
ہارنے کے بعد یقیناً ان شکستوں کا ہمارے لشکریوں پر برا اثر پڑے گا۔ فی الفور جنگ
ابتداء کر دینی چاہئے اور اس موضوع پر لشکریوں کو سوچنے یا اس پر گفتگو کرنے کا موقع
فراہم نہیں کرنا چاہئے۔''

لائی ڈیوس جب خاموش ہوا تب سوالیہ سے انداز میں جسٹین نے اپنے بڑے
لیو کی طرف دیکھا۔ اس موقع پر لیو بول اٹھا۔

''جو کچھ پرسیوس اور لائی ڈیوس نے کہا ہے میں اس سے مکمل طور پر اتفاق
ہوں۔ اب ہمیں انفرادی مقابلے کا اہتمام نہیں کرنا چاہئے بلکہ فی الفور مسلمانوں

دجانا چاہئے۔ مسلمانوں کے مقابلے میں ہماری تعداد کئی گنا زیادہ ہے اور مجھے امید
ہم پہلے ہی حملے میں مسلمانوں کے پاؤں اکھاڑ پھینکنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔
بدترین شکست دیں گے اور ہولناک انداز میں ان کا تعاقب کریں گے اور ان سے
شکستوں اور ناکامیوں کا انتقام لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

لیو کی اس گفتگو سے جسٹین نے بھی اتفاق کیا تھا پھر اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے
لگا۔

''سب اپنے اپنے حصے کے لشکر کے سامنے چلے جاؤ تا کہ فی الفور مسلمانوں پر حملہ
ہونے کی ابتداء کر دی جائے۔''

اس کے ساتھ ہی جسٹین تو خود پیچھے ہٹا اور اپنے لشکر کے وسطی حصے میں چلا گیا تھا۔
سالار اپنے اپنے حصے کے لشکر کے سامنے جا کھڑے ہوئے تھے۔ جب یہ کارروائی
ہو چکی تب لشکر کے وسط میں جا کر جسٹین نے اپنے لشکر کو حملہ آور ہونے کا حکم دے
تھا۔

جسٹین کا یہ حکم ملتے ہی رومنوں کے سارے سالار اپنے اپنے حصے کے لشکریوں کو
ت میں لائے۔ اس کے بعد انہوں نے آفاق گیر تباہی پھیلاتی فنا کی ہولناک
یوں، زندگی کے افق پر آندھل جھپٹ کرتے پھیلتے بے باک شعلوں اور بے دیار و
ا کرتی آمرانہ رعونت کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے اپنے کام کی ابتداء کی تھی۔

دوسری طرف جنگ کے لئے مسلمانوں کی ابتداء بھی عجیب بلکہ ہولناک تھی۔ پہلے
بن نافع کی سرکردگی میں پورے لشکر نے بحر و بر، شہر و نگر تک کو اپنی بازگشت سے ہلا
نے والے پُر ہول نعروں کی طرح تکبیریں بلند کیں، اس کے بعد پورا لشکر کروٹیں لیتے
انوں، سرخ بجلیوں کے گھواروں کی طرح حرکت میں آیا۔ پھر مسلمان سالار بھی اپنے
ے حصے کے لشکر کے ساتھ رومنوں پر آسمان سے نزول کرتی قضا بھری فطرت کی قہرمانی،
ی کے ساگر سے اٹھ کر احساس کے سفینوں تک کو غرقاب کر دینے والے عجیب و
یب عناصر اور صدیوں کی رفتار روک کر تفکرات کے سائبان کھڑے کرتے فطرت کے
ول عذابوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

رومنوں کا خیال اور اندازہ تھا کہ مسلمانوں کے مقابلے میں انہیں عددی فوقیت
مل ہے اور مسلمانوں کے مقابلے میں ان کا لشکر کئی گنا بڑا ہے۔ لہٰذا وہ مسلمانوں کے
ر خاک و خون، سنگ و شر شر کا کھیل کھیلتے ہوئے نفرت کی آگ کا رقص کرتے اور

سوچوں اور وسوسوں کے بگولوں کی طرح ان پر وارد ہوتے ہوئے شکست، ہزیمت کو ان کا مقدر بنا دیں گے۔ انہوں نے اپنا یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے پوری طاقت اور قوت، پورے زور وشور سے مسلمانوں پر حملے کئے لیکن رومنوں کی... کہ وہ مسلمانوں کی اگلی صفوں تک کو نہ ہلا سکے۔

دوسری طرف مسلمان لشکری اپنے سالاروں کی سرکردگی میں کھارے پانیوں کے... شرک، بنجر پن جیسی بدعتوں پر ضرب لگانے والے واحدانیت کے صبح نو کے قافلوں... طرح ضربیں لگا رہے تھے۔ چہروں پر ایمان کی چمک لئے وہ نئے ولولوں کی حکایات... وقت کی سرمئی آہٹوں کی طرح جس سمت بھی رخ کرتے شجاعت کی قدیم رسوم... روایات، تیغ زنی کے پرانے اساطیری قوانین وقواعد تک کو اپنے پاؤں تلے روندتے گئے تھے۔

دونوں لشکروں کے اس طرح ٹکرانے سے صحرا کے اندر رابطے، سم آلود رشتے زہر... ہونا شروع ہو گئے تھے۔ سوچوں کے اجالے موت کے نالے بننے لگے تھے۔ بھا... سسکنے، سماعتیں نوحہ کرنے لگی تھیں۔ میدانِ جنگ کے اندھے گونگے لمحوں کے کدورت کی گرد چاروں طرف اُڑنے لگی تھی۔

رومنوں کا خیال تھا کہ وہ جنگ طول نہیں پکڑے گی اور وہ بہت جلد مسلمانوں... کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور ایک بار وہ افریقہ کی ان سرزمینوں میں مسلمانوں... شکست دینے میں کامیاب ہو گئے پھر اس کے بعد وہ کسی جگہ بھی مسلمانوں کو پاؤں... اپنے سامنے ٹکنے کی مہلت ہی نہیں دیں گے۔

لیکن جنگ کے دوران ان کے اپنے لشکریوں نے ایک ایسا سماں دیکھا جس... رومن لشکر کے اندر ایک طرح کی بد دلی اور شکستگی پھیلا کر رکھ دی تھی اس لئے کہ جس... رومنوں نے جنگ کی ابتداء کی تھی اس وقت تو ان کے سارے بڑے بڑے سالار... کماندار ان کے لشکر کے آگے تھے لیکن جس وقت مسلمانوں کے ساتھ ان کا ٹکراؤ... ہوا، ان کے سارے بڑے سالار اپنے لشکر کی چار چار، پانچ پانچ صفیں چھوڑ کر پیچھے... گئے تھے اور وہیں سے اپنے لشکریوں کو للکارتے ہوئے زور وشور سے جنگ جاری... اور مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر اپنی فتح کو یقینی بنانے کی ترغیب دینے لگے تھے۔

اس کے ساتھ ہی رومن لشکریوں نے یہ بھی دیکھا کہ جہاں تک مسلمان سالار... تعلق تھا وہ اپنے اپنے حصے کے لشکر کے آگے آگے تھے۔ جو وہ کام کرنا چاہتے تھے...

...ں کی ابتداء کرتے پھر لشکری ان کے پیچھے آتے۔ جس سمت بھی رخ کرنا ہوتا وہی ...ائی کرتے اور پھر ان کے لشکریوں کی حالت یہ تھی کہ وہ اپنے سالاروں کے گرد ایک ...ر بنائے ہوئے تھے تاکہ کوئی موقع آئے تو وہ اپنے سالاروں کی حفاظت اور تحفظ کے ...اپنی جانوں تک کا نذرانہ پیش کر دیں۔

یہ صورتِ حال رومنوں کے لئے فکر خیز تھی۔ انہوں نے جب اپنے اور مسلمانوں کے ...اروں کا تقابلی جائزہ لیا اور انہوں نے دیکھا کہ مسلمان سالار تو اپنے لشکر کے آگے ...ے ہیں اور جبکہ ان کے سالار پیچھے چلے گئے ہیں تب ان میں ایک طرح کی بد دلی اور ...لی کے آثار نمودار ہونا شروع ہوئے تھے اور اسی سے مسلمان سالاروں نے فائدہ ...تے ہوئے اپنے حملوں میں پہلے کی نسبت زیادہ شدت اور ہولناکی پیدا کر لی تھی۔

رومن یہ خیال کر رہے تھے کہ بہت جلد ان کا لشکر مسلمانوں پر حاوی ہو گا اور وہ تیز رقاصدوں کے ذریعے قسطنطنیہ میں اپنے شہنشاہ قسطنطین چہارم کو اپنی شاندار فتح اور ...مانوں کی بدترین شکست کی خبریں بھجوائیں گے۔ لیکن یہاں وقت کی آنکھ دیکھ رہی تھی ...معاملہ الٹ ہو رہا تھا۔ مسلمان تعداد میں کم ہونے کے باوجود حاوی ہوتے دکھائی دے ...ہے تھے جبکہ رومنوں کے لشکر کی جب اگلی صفیں انہوں نے کاٹ دیں تو پچھلی صفوں کے ...ن یہ کوشش کرنے لگے تھے کہ کسی نہ کسی طرح وہ اپنی جانیں بچا کر اِدھر اُدھر ہٹنے یا کم ...م پیچھے ہی سرکنے میں کامیاب ہو جائیں۔

یہ صورتِ حال رومنوں کے لئے یقیناً اندیشہ ناک تھی۔ چنانچہ تھوڑی دیر کی مزید ...ے کے بعد رومنوں کے لشکر کی حالت جبر کے شعلوں میں لرزاں وقت کی تاریخ کی ...چیخوں، شور اور دکھ کے ساگر میں بے تعبیر ہوتے تصورات اور دھوپ کے اندر تپتی ...یٹوں کی ریت اور قبروں کے کتبوں سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

جسٹینین جو اس وقت اپنے لشکر کے وسطی حصے میں زور زور سے چیختے چلاتے ہوئے ...پنے لشکریوں کو جمے رہنے اور زوردار انداز میں مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے پکار ...تھا، اب اس کی آواز سنائی دینا بند ہو گئی تھی۔ اس لئے کہ لشکر کے وسط میں رہتے ...ئے بھی اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اب اس کی شکست یقینی ہے۔ اس لئے کہ وہ دیکھ ...تھا مسلمانوں نے رومن لشکر کی اگلی صفوں کا مکمل طور پر صفایا کر دیا تھا جبکہ رومنوں کے ...سالار مزید کئی صفیں پیچھے آ گئے تھے۔

دوسری طرف مسلمانوں نے حملہ آور ہونے کا ایک نیا رخ اختیار کیا۔ رومنوں کے

لشکر کا اگلا حصہ جسے وہ کافی حد تک کاٹ چکے تھے اور اسے پیچھے ہٹنے پر بھی مجبور کر
تھے اسے انہوں نے نظر انداز کر دیا۔ اب مسلمان حملہ آوروں نے رومنوں کے
بائیں کے پہلوؤں کو اپنا ہدف بنایا اور ایسے زوردار اور جان لیوا حملے رومنوں کے لشکر
پہلوؤں پر کئے کہ اگلے حصے کی طرح انہوں نے رومن لشکر کے پہلوؤں کو بھی زخم
نڈھال کر کے رکھ دیا تھا اور پہلوؤں کے رومن بھی اپنی جانیں بچا کر پیچھے ہٹنے
ہوئے تھے۔

یہ صورتِ حال دیکھتے ہوئے جسٹینین لشکر کے وسطی حصے سے نکل کر پیچھے پڑاؤ
چلا گیا تھا۔ رومن لشکری بھی دیکھ رہے تھے کہ ان کے بادشاہ کا بیٹا اپنی جان کی حفا
کی خاطر لشکر سے نکل کر پڑاؤ میں جا چکا ہے اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے رومن
بھی اب لشکر کے پچھلے حصے کی طرف سرک رہے تھے جس کی بناء پر اکثر رومنوں
مزاحمت کرنا چھوڑ دی تھی جس کے نتیجے میں مسلمانوں نے اپنے حملوں میں اور تیز
شدت پیدا کرتے ہوئے چاروں طرف میدانِ جنگ میں رومنوں کی لاشوں کو بچھا
رکھ دیا تھا۔

آخر کار جسٹینین اور اس کے سالاروں نے اپنی بدترین شکست کو قبول کیا۔ انہوں
اپنے لشکر کے اندر پسپائی کے بگل بجوا دیئے اور پھر بچے کھچے لشکر کو لے کر وہ
کھڑے ہوئے تھے۔

عقبہ بن نافع نے اپنے سالاروں کے ساتھ کچھ دور تک بھاگتے رومنوں کا تعا
کے حیرت انگیز طور پر ان کی تعداد مزید کم کی۔ پھر وہ واپس میدانِ جنگ میں
زخمیوں کی دیکھ بھال کے علاوہ دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کرنا شروع کر
افریقہ میں یہ بدترین شکست تھی جو رومنوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں ہوئی تھی۔

◎......◎

دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے اور حاوی مسلمان ہی ہوئے۔''
کچھ دیر خاموش رہ کر پولوس سوچتا رہا، پھر کہنے لگا۔
''لیکن یہ کیسے ممکن ہو گیا؟ حالانکہ جسٹینین کے کہنے پر دو نایاب اور ناقابل تسخیر تیغ
فرانس اور ٹریسلر کا انتخاب کیا گیا تھا اور ان کے ذمے یہ کام لگایا گیا تھا کہ وہ باری
انفرادی مقابلے کے لئے میدان میں اتریں گے اور مسلمانوں کے سالاروں میں
عقبہ بن نافع اور محمد بن اوس کو باری باری انفرادی مقابلے کے لئے للکاریں گے اور
انفرادی مقابلے کے دوران موت کے گھاٹ اتار کر اپنی فتح اور مسلمانوں کی بد دلی
شکست اور ہزیمت کو یقینی بنائیں گے۔ پھر کیا معاملہ ہو گیا؟ ...... کیا فرانس اور ٹریسلر کو
انفرادی مقابلہ کرنے کا موقع فراہم نہیں کیا گیا؟ ...... کیا جسٹینین یا ہمارے کسی اور سالار
اس موقع پر کوئی خطا، کوئی بھول ہو گئی جس کی وجہ سے ہمارے لشکر کو شکست کا منہ
پڑا؟''
یہاں تک غم زدہ آواز میں کہنے کے بعد پولوس جب خاموش ہوا تب آنے والا مخبر
بول اٹھا۔
''مالک! نہ کوئی بھول ہوئی نہ کوئی غلطی۔ فرانس اور ٹریسلر دونوں کو انفرادی مقابلہ
کرنے کا موقع فراہم کیا گیا لیکن ہماری بدقسمتی کہ فرانس اور ٹریسلر دونوں مسلمانوں کے
دونوں سالار کے ہاتھوں انفرادی مقابلے کے دوران مارے گئے۔ مالک! حیرت انگیز
بات یہ ہے کہ جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے تو جسٹینین اور ہمارے
سالاروں کے درمیان یہ طے پایا تھا کہ پہلے فرانس انفرادی مقابلے کے لئے اترے گا،
مسلمانوں کے سالار عقبہ بن نافع کو پکارے گا، بعد میں ٹریسلر ان کے سالار محمد بن اوس کو
مقابلے کی دعوت دے گا۔ لیکن حیرت انگیز اور کمال کی بات یہ ہے کہ انفرادی مقابلے کے
ابتداء خود مسلمانوں نے کر دی۔ ان کا سالار محمد بن اوس دونوں لشکروں کے درمیان
اور انفرادی مقابلے کی دعوت دی۔ فرانس اس کے مقابلے میں گیا، ناکام رہا اور محمد
اوس نے اسے کاٹ کر رکھ دیا ...... اس کے بعد اس نے جسٹینین کے علاوہ لیو،
ٹیوس اور لائی ڈیوس چاروں کو انفرادی مقابلے کی دعوت دی لیکن ان میں سے کوئی بھی
ترا۔ پھر ٹریسلر کو انفرادی مقابلے کے لئے اتارا گیا لیکن مسلمانوں کے اس سالار نے
لڑ کر بھی لہولہان کرتے ہوئے اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔
اس کے بعد دونوں لشکر ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑے تھے۔ کسی بھی موقع پر ہمارے

★★★

قرطاجنہ کے بڑے کلیسا میں ایک روز بشپ پولوس اور اس کا نائب برتیز ... کچھ دیگر کارندوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص جو حقیقت میں رومنوں کا ... بشپ پولوس کے سامنے آیا، خوب جھکتے ہوئے اس نے پولوس کو تعظیم دی۔ پولوس ... جانتا اور پہچانتا تھا لہٰذا اس کی طرف دیکھتے ہوئے تفکرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا

"لگتا ہے تم کوئی خبر لے کر آئے ہو ...... اور تمہارا چہرہ یہ بھی بتاتا ہے کہ خبر ... نہیں ہے۔ تاہم بولو کیا کہتے ہو؟ اس لئے کہ اب تو ان سرزمینوں میں ہم بری خبروں کے عادی ہو گئے ہیں۔"

پولوس کے ان الفاظ پر اس کا نائب برتیز بھی کسی قدر فکرمند ہو گیا تھا۔ پھر آنے والا باری باری پولوس، برتیز اور ان کے ساتھ بیٹھے لوگوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"مقدس باپ! آپ کا اندازہ درست ہے ...... میں واقعی ایک بری خبر لے ... ہوں۔ ہمارا لشکر جو جسٹین کی کمانداری میں مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے ... اسے بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔"

یہ خبر سن کر پولوس ایک طرح سے اپنی جگہ پر اچھل پڑا تھا۔ یہی حالت برتیز کی تھی۔ کچھ دیر تک سب پر غم خیز سا سناٹا چھایا رہا، پھر پولوس آنے والے مخبر کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ہماری شکست کی وجہ کیا تھی؟ کیا جو لشکر جسٹین لے کر گیا تھا اس کی ... مسلمانوں کے لشکر سے کم تھی؟ ...... کیا مسلمانوں نے اپنی فتح کو یقینی بنانے کے لئے ... حربہ، کوئی دھوکا، کوئی حیلہ، کوئی فریب استعمال کیا؟"

پولوس جب خاموش ہوا تب آنے والا مخبر کہنے لگا۔

"مالک! مسلمانوں نے نہ کوئی حیلہ، نہ فریب، نہ کوئی اور حربہ استعمال کیا۔ ہم ...

... کا پلہ بھاری نہیں رہا حالانکہ مسلمانوں کا لشکر تعداد میں ہمارے لشکر سے آدھے سے ... کم ہوگا۔ اس کے باوجود ہمیں بدترین شکست ہوئی ہے۔ جسٹین، لیو، لائی ڈیوس اور ... شکست خوردہ اور بچے کھچے لشکر کو لے کر بڑی تیزی سے قرطاجنہ کا رخ کئے ہوئے ...
"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر خاموش ہوا تب بشپ پولوس گہری سوچوں میں کھو گیا ... کچھ دیر تک اس کی گردن جھکی رہی، پھر انتہائی دکھ بھرے انداز میں وہاں جمع ہونے والے لوگوں کو مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

"لگتا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو منزل شناسوں کی طرح وقت کی تصویر کے نامکمل ... خال کی تکمیل کرتے ہوئے پرانے صحیفوں کی پیش گوئیوں پر پورے اتریں گے۔ یہی ... ہیں جو قدیم صحائف کو پیش گوئیوں کے مطابق کاغذ کے کالے جثے پر بے معنی اور ... الفاظ کی تحریریں مٹا کر خدائے خشک و تر کی واحدانیت کے نقوش ثبت کریں ... افسوس! ہم نے تخلیقِ کائنات کے عقیدے کی نفی کی۔ شرعی احکامات کو شرک اور ... کی زنجیریں پہنا کر ہم نے اپنے آپ کو روبہ انحطاط کیا...... شرعی احکام کی ناموس ... ل لگاتے ہوئے ہم زمین کے خشک چہرے پر بے معنویت کے صحراؤں میں بھٹکنا ... ہو گئے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد پولوس رکا ...... پھر پہلے سے بھی زیادہ غم زدہ انداز میں وہ ... رہا تھا۔

"یہ مسلمان وہی بے دیار اور بے نوا لوگ ہیں جنہوں نے خدائی احکامات کی پیروی شروع کی۔ وہی خدا جو سب کا کاتبِ تقدیر، سب کا اجالا اور رکھوالا ہے۔ انہوں نے ... الٰہی کا اپنے آپ کو پابند بنا کر نہ صرف خداوندِ قدوس کے احکامات کی پیروی کی ... کی واحدانیت کے پرستار بننے کے بعد انہوں نے درویش صفت انسانوں کی طرح ... رسول (ﷺ) کا اتباع کیا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ موجوداتِ عالم کی تقدیر بدلنے، ... کی تابناکی، معراج کی درخشندگی کو حاصل کرنے کا راز پا گئے ہیں ...... یہی وہ لوگ ... ہیں جنہوں نے مادی لذتوں کو لات مار کر اخلاقی بلندیوں کو گلے لگانے کا ہنر سیکھ لیا ہے ... یہی وہ صاحبِ سیف و قلم لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رسول (ﷺ) کی سیرت کی ... کرتے ہوئے آندھیوں کے جھکڑوں اور ریت کے بگولوں کی حشر سامانیوں کی طرح ... دشمنوں پر قابو پانے کا ہنر سیکھ لیا ہے ...... خدا کے احکامات کی پیروی کرتے ہوئے

اور اپنے رسول (ﷺ) کی سیرت کو اپناتے ہوئے یہ لوگ اب خداوند قدوس کی
قوت کی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس لشکر پر بھی وہ بجلی کی
کی چنگھاڑ کی طرح نزول کرتے ہیں صفوں کی صفیں لپیٹ دیتے ہیں۔ اور بات
نہیں ہوگئی۔ ان مسلمانوں کے گھوڑوں نے بھی تیز تند ہنگامہ خیز طوفانوں کی طرح
اپنے سامنے سمیٹ لینے کا راز بھی پالیا ہے .... کاش ہم نے خدائی قانون کو
ہوتا .... کاش واحدانیت کے نورانی دامن کو چھوڑ کر ہم نے ظلمت کی پرچھ
شرک کو اپنا نہ لیا ہوتا .... کاش ہم نے صداقت کے احترام، انسانی عظمتوں
مشیت اور رسولوں کے احکامات کو پسِ پشت نہ ڈال دیا ہوتا۔“

یہاں تک کہنے کے بعد اسقف پولوس رک گیا تھا۔ کچھ دیر خاموش رہا
بھرے انداز میں وہ اپنے نائب برتیز اور دوسرے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے

”معاف کرنا .... میں کچھ جذباتی ہوگیا تھا۔ اس لئے کہ ....“

پولوس کو رک جانا پڑا۔ کیونکہ اس کا نائب برتیز بول اٹھا تھا۔

”محترم پولوس! آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ ایک حقیقت اور سچائی ہے اور
کر کے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔“

برتیز کے ان الفاظ پر چند لمحوں تک پولوس کچھ سوچتا رہا پھر پہلے سے
زدہ انداز میں وہ کہہ رہا تھا۔

”میرے عزیز ساتھی! جو حالات اب پیش آ رہے ہیں ان کی روشنی میں
کی سرزمینوں سے رومنوں کی بساط لپٹتی ہوئی دیکھ رہا ہوں۔ برتیز! افریقہ
سرزمینیں ہیں جہاں کبھی رومنوں نے کنعانی عربوں اور ان کے سالار اعلیٰ
شکست دے کر ان سرزمینوں سے نکالا تھا۔ لگتا ہے تاریخ ایک بار پھر اپنے
رہی ہے۔ یا یوں کہو کہ وقت لوٹ آیا ہے، اب وہ لمحے آ رہے ہیں کہ وہی
کے طوفانوں، سرابوں اور سمندر کے قہر بھرے طوفانوں کی طرح دشتِ افریقہ
پر ضرب پہ ضرب لگا کر ان کے دامن، ان کی جھولی میں شکست، ہزیمت
نامرادی کے سکے ڈالنا شروع ہو گئے ہیں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد پولوس رکا۔ پھر آنے والے اس مخبر کو مخاطب کر

”تمہاری مہربانی تم نے قرطاجنہ شہر میں داخل ہو کر سب سے پہلے
پہنچائی۔ تم جاؤ، جا کر آرام کرو۔“

اس کے ساتھ ہی وہ مخبر کلیسا کی اس عمارت سے نکل گیا تھا۔

●●●

سیکا اپنی خواب گاہ میں اپنی آرائشی اشیاء کا جائزہ لے رہی تھی کہ اسی لمحہ خواب گاہ
دروازے پر فلورنس نمودار ہوئی۔ کمرے کے دروازے پر کھڑی ہو کر وہ خوش کن انداز
مسکراتے ہوئے سیکا کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ سیکا پہلے تو کام میں مصروف رہی،
اُسے اس کی آمد کا احساس ہوا تب چونک کر دروازے کی طرف دیکھا، مسکرائی پھر
نس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”فلورنس میری بہن! خواب گاہ کے دروازے پر اس طرح کھڑی ہو گئی ہو جیسے یہ
رہ تمہارے لئے ناشناسا ہو۔ اور پھر میں یہ بھی دیکھتی ہوں کہ تُو معمول کے خلاف آج
زیادہ ہی خوش ہے۔ تمہارے چہرے پر پھیلی خوشیاں تمہارے خوبصورت ہونٹوں پر
را یہ تبسم کسی وجہ اور کسی علت کے بغیر نہیں ہے۔ اور تم مجھے کچھ اس انداز میں دیکھے جا
ا ہو جس میں حسد اور رشک بھی میں نمایاں طور پر دیکھ سکتی ہوں۔“

سیکا کے ان الفاظ پر دروازے پر کھڑے ہی کھڑے فلورنس نے ایک بھرپور قہقہہ
پھر کمرے میں داخل ہوئی۔ پہلے اس نے دروازہ بند کر دیا، اس کے بعد آگے بڑھی،
کا کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا، اسے ایک طرف کھینچا۔ دونوں نشست پر بیٹھ گئیں۔ پھر
نس سیکا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”سیکا میری بہن! تمہارا اندازہ درست ہے .... آج میں جہاں خود بہت خوش
مطمئن ہوں وہاں میں تمہارے لئے بھی خوشیوں کے ڈھیر لے کر آئی ہوں۔ جو خبر اس
ت میرے پاس ہے اس میں میرے لئے خوشیوں کا سامان کم اور تمہارے لئے یوں
و چاروں طرف خوشیاں ہی خوشیاں اور ....“

یہاں تک کہتے کہتے فلورنس کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ عجیب سے تجسس کا اظہار
رتے ہوئے سیکا نے اپنا ہاتھ اس کے منہ پر رکھ دیا پھر کہنے لگی۔

”اس طرح کی لفاظی استعمال نہ کرو .... نہ ہی تمہید باندھو۔ براہِ راست مطلب کی
ف آؤ اور بتاؤ کہ خوشی کا کیا معاملہ ہے؟ وہ کون سی خبر تمہیں مل گئی ہے جس میں میری
ت تمہارے لئے کم خوشیاں پنہاں ہیں۔ ذرا میں بھی تو سنوں۔“

فلورنس نے پہلے تو بڑے پیارے انداز میں سیکا کے ہاتھ کو چوما۔ اس کے بعد
ب سیکا نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا تب فلورنس نے بڑے پیار سے اس کے سرخ گال پر ہاتھ

لگاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''سیدکا! میری بہن! ہم دونوں کے لئے جو خوشی مشترک ہے وہ کچھ یوں ہمارے لشکر کو مسلمانوں کے مقابلے میں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ہمار کا کافی نقصان ہوا ہے اور تمہارے بھائی کے علاوہ لیو، بن قبائل کا سالار پرسیوس گالوں کا سالار لائی ڈیوس سب اپنی جانیں بچا کر اپنے بچے کھچے لشکریوں قرطاجنہ کا رخ کئے ہوئے ہیں۔''

فلورنس کے منہ سے یہ الفاظ سن کر سیدکا کی خوشی اور طمانیت کی کوئی انتہا نہ کی آنکھوں میں یہ الفاظ سن کر ایک انوکھی چمک پیدا ہوئی تھی۔ اس کے لبوں پر ا بھی بکھرا تھا۔ پھر بڑے پیارے انداز میں فلورنس کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ ر

''میری عزیز بہن! یہ واقعی تُو نے خوش کن اور اچھی خبر سنائی ہے........ پر کہ ان میں تمہاری خوشیاں کم اور میرے لئے خوشیاں ہی خوشیاں ہیں یہ بات تُو کہہ دی؟''

جواب میں فلورنس نے کچھ دیر گھورنے کے انداز میں سیدکا کی طرف دیکھ لگی۔

''سیدکا! یہ بات تو اب میرے اور تمہارے درمیان طے اور آخری ہے کہ اب نعیم بن حماد اور تمہاری زندگی کا محور اور مقصد اب امیر محمد بن اوس ہیں..... لشکر کی شکست کی جو خبریں آئی ہیں ان میں خصوصیت کے ساتھ نعیم بن حماد آیا۔ اس بناء پر میں سمجھتی ہوں کہ میری خوشیاں عمومی ہیں۔ اس لئے کہ میں ا حماد سے محبت کرتی ہوں۔ انہوں نے یقیناً جنگ میں حصہ لیا ہوگا۔ ان کی کا کامیابی ہے۔ اس بناء پر میں اپنی خوشیوں کو عمومی کہہ سکتی ہوں۔

لیکن میری بہن! جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو جو کارہائے نمایاں امیر محمد انجام دیئے ہیں ان کی وجہ سے اگر میں یہ کہوں کہ دشتِ افریقہ میں تمہارے خوشیاں ہی خوشیاں ہیں تو یہ بے جا نہ ہوگا۔''

سیدکا نے اس موقع پر فلورنس کا شانہ پکڑ کر جھنجھوڑا اور کہنے لگی۔

''جو کچھ کہنا چاہتی ہو اب کہہ بھی چک۔ کیا تم جان بوجھ کر مجھے ایک تجسس اور پریشانی میں مبتلا کرنی چاہتی ہو؟''

جواب میں فلورنس مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''سیدکا! جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے آئے، جو لائحہ عمل تمہارے بھائی طے کیا تھا اس کے مطابق فرانس کو انفرادی مقابلے کے لئے اترنا چاہئے تھا میرے خیال میں عمیر بن صالح نے چونکہ سارے حالات جان کر امیر محمد بن اوس کہہ دیئے تھے لہٰذا جس وقت دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آراء ہوئے تو ارے بھائی جسٹین کے لائحہ عمل کے مطابق پہلے فرانس کو انفرادی مقابلے کے لئے ان میں اترنا تھا لیکن حیرت انگیز معاملہ یہ ہوا کہ اس سے پہلے ہی امیر محمد بن اوس گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے انفرادی مقابلے کے لئے میدان میں اترے۔ میدان میں اترتے ہی کہنے والوں کا کہنا ہے کہ امیر نے تمہارے بھائی جسٹین، لیو، ڈیوس اور پرسیوس چاروں کو انفرادی مقابلے کے لئے للکارا لیکن ان چاروں میں سے کو جرأت اور جسارت نہ ہوئی کہ میدان میں اتر کر امیر محمد بن اوس کا مقابلہ کرتا۔ آخر نس انفرادی مقابلے کے لئے اترا لیکن امیر محمد بن اوس نے لمحوں کے اندر اُسے کاٹ رکھ دیا تھا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد فلورنس رکی پھر بڑی دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''سیدکا! پھر جانتی ہو کیا ہوا؟ ....فرانس کا خاتمہ کرنے کے بعد امیر واپس نہیں ، میدان کے اندر ہی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر انہوں نے پھر ہمارے لشکر کی طرف منہ ر کے انفرادی مقابلے کے لئے للکارا۔ اس بار بھی لیو، لائی ڈیوس یا پرسیوس میں سے کوئی مقابلے کے لئے نہ نکلا حالانکہ امیر نے انہیں بلایا تھا۔ لیکن جواب میں ٹریسلر کو مقابلے لئے بھیجا گیا لیکن ٹریسلر کی بدقسمتی کہ وہ فرانس سے بھی کم وقت میں امیر محمد بن اوس کے سامنے ڈھیر ہو گیا۔ اس کے بعد دونوں لشکر آپس میں ٹکرائے۔ گو ہمارے لشکر کی تعداد مسلمانوں کے لشکر سے کئی گنا زیادہ تھی اس کے باوجود مسلمانوں نے ہمارے لشکر کو بدترین شکست دی ہے اور اب سنا ہے کہ جسٹین، لیو، لائی ڈیوس اور پرسیوس چاروں اپنی جانیں بچا کر اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر بڑی تیزی سے قرطاجنہ شہر کا رخ کئے ہوئے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد فلورنس جب رکی تب بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سیدکا نے پہلے اپنے بازو پھیلائے پھر فلورنس کو اپنے ساتھ اس نے لپٹا لیا۔ کئی بار اس کی پیشانی، اس کا چہرہ چوما اس کے بعد علیحدہ ہوئی اور بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''فلورنس! سب سے پہلے تو میں تمہاری ممنون اور شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے اتنی

اچھی خبر سنائی۔ اب یہ کہو کہ یہ خبریں تمہیں کہاں سے ملیں؟''
جواب میں فلورنس نے گلا صاف کیا، پھر کہنے لگی۔

''ہمارے کچھ مخبر قرطاجنہ شہر میں داخل ہوئے تھے .... ان میں سے ایک
بڑے کلیسا میں بشپ پولوس کے پاس گیا اور جنگ کی پوری کارروائی پولوس سے کہہ
وقت نائب اسقف برتیز اور کلیسا کے دوسرے لوگ بھی وہاں موجود تھے .... اس
بعد وہی مخبر قصر میں داخل ہوا اور میرے باپ کو اس نے یہ خبریں بتائی ہیں۔ اس
کیونکہ میں بھی وہاں موجود تھی لہٰذا میں نے بھی ساری تفصیل سن لی اور جس وقت مخبر
سنا کر چلا گیا تو میں نے پہلے تو اپنے باپ سے اپنے لشکر کی اس شکست کا افسوس کیا
کے بعد جلدی جلدی یہ اچھی خبریں سنانے کے لئے ادھر چلی آئی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد فلورنس جب خاموش ہوئی تب سدیکا نے کچھ سوچا
فلورنس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''فلورنس میری بہن! اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جو خبریں آئی ہیں اس میں
اور تمہارے دونوں کے لئے خوشیاں ہی خوشیاں ہیں .... اس لئے کہ ہم اب اپنی
حیات کو محمد بن اوس اور نعیم بن حماد سے وابستہ کر چکی ہیں اور وہی ہم دونوں کی منزل
اور ایک نہ ایک دن ماحول کو سازگار دیکھتے ہوئے ہم نے ان دونوں کے پاس جانا
ہے۔ میں نے تحریری طور پر جو پیغام عمیر بن صالح کے ہاتھ امیر محمد بن اوس کی
بھجوایا تھا اس میں نہ صرف میں نے اپنی محبت کا ذکر کر دیا تھا بلکہ واضح طور پر اس
بن حماد کی طرف تمہاری چاہت اور تمہارے جھکاؤ کو بھی واضح طور پر لکھ دیا تھا اور
بھی امید رکھتی ہوں کہ جہاں محمد بن اوس مجھے نظر انداز نہیں کریں گے وہاں نعیم
تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بناتے ہوئے فخر محسوس کریں گے۔''

سدیکا جب خاموش ہوئی تب کسی قدر سنجیدگی میں فلورنس بول اٹھی۔

''سدیکا میری بہن! جو طریقہ کار ہم نے اپنایا ہے میں اس سے مطمئن نہیں
اس سے پہلے میں نے اس موضوع پر تم سے گفتگو نہیں کی تھی۔ اب جبکہ میری منزل
بن حماد ہے اور میری بہن! تم جنون کی حد تک امیر محمد بن اوس کو چاہنے لگی ہو تو ا
نام ایک ہی خط لکھ کر ہمیں خاموشی سے نہیں بیٹھ جانا چاہئے۔ اب جو خط تم نے
صالح کے ہاتھ امیر کو بھجوایا تھا اس کے متعلق بھی ہم دونوں کو ابھی تک کوئی خبر نہیں
آیا امیر محمد بن اوس اور نعیم بن حماد دونوں نے ہماری چاہت کے جواب میں کیسے

ردِعمل اور جواب کا اظہار کیا ہے .... میری بہن! یہ بھی تو سوچو اگر نعیم بن
نے مجھے، محمد بن اوس نے تمہیں اپنانے سے انکار کر دیا تو پھر ہم دونوں کا مستقبل کیا
اس لئے کہ چاہت کے جس راستے پر میں چل نکلی ہوں اب میں اس میں کسی بھی
پسپائی اختیار کرنا پسند نہیں کروں گی۔''

فلورنس جب خاموش ہوئی تب سدیکا کچھ دیر بڑے پیارے انداز میں فلورنس کو
دیکھتی رہی پھر اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگی۔

''فلورنس! اس سلسلے میں تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے ....
دونوں کئی ماہ ان کے اندر رہ کر آئی ہیں۔ جہاں میں امیر محمد بن اوس کی طبیعت سے
اور آگاہ ہوں وہاں تم بھی نعیم بن حماد کے مزاج سے اچھی طرح واقفیت رکھتی ہو۔
بہن! جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں تو شروع ہی سے امیر کے سراپے میں کھو گئی تھی
انہیں چاہنے لگی تھی اسی بناء پر اس معاملے کو آگے بڑھانے کے لئے میں نے اپنے چار
کنگنوں کا شگون ڈال دیا تھا۔ جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو میں سمجھتی ہوں کہ وہاں قیام
کے دوران امیر محمد بن اوس کی نسبت نعیم بن حماد کا ہمارے پاس آنا جانا زیادہ تھا اور اسی
آمدورفت کے دوران تم بھائی نعیم بن حماد کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔''

جب سدیکا یہاں تک کہہ چکی تب فلورنس پھر بول اٹھی۔

''سدیکا میری بہن! میں چاہتی ہوں کہ کسی طرح سے ہم دونوں کا امیر محمد بن اوس
اور نعیم بن حماد سے رابطہ ہونا چاہئے۔ یا اسے میں کھل کر یوں کہہ سکتی ہوں کہ ہمارا اپنا
کوئی ایسا بھروسے کے قابل آدمی ہونا چاہئے جس کے ذریعے ہم محمد بن اوس اور نعیم بن
حماد سے پیغام رسانی کر سکیں، ان کے رویے کو جان سکیں، اپنے جذبات اور احساسات کا
اظہار ان پر کر سکیں اور ان سے یہ بھی جان سکیں کہ ہم دونوں کیسے، کب اور کس طرح ان
کے پاس جا سکتی ہیں۔''

فلورنس کے خاموش ہونے پر لمحہ بھر کے لئے سدیکا مسکراتے ہوئے اس کی طرف
دیکھتی رہی پھر کہنے لگی۔

''فلورنس! اتنی جلد بازی سے کام نہ لو .... میں سمجھتی ہوں کہ فی الحال میرا اور تمہارا
یہاں رہنا ہی زیادہ سود مند ہے۔ ہو سکتا ہے کہ آنے والے دور میں حالات ایسی کروٹ
لیں کہ یہاں رہتے ہوئے میں اور تم دونوں امیر اور نعیم بن حماد دونوں کے لئے کوئی کام
سرانجام دے سکیں جن میں ان کی فتح، ان کی بھلائی اور ان کی بہتری پنہاں ہو۔ اگر ہم

ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئیں تو یاد رکھنا وہ دونوں خود بخود ہمیں یہاں سے نکال
نہ کوئی حیلہ اور طریقہ اپنا لیں گے۔ اب بولو، تم کیا کہتی ہو؟"
فلورنس نے کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔
"میں نے جواب میں کچھ نہیں کہنا۔ لیکن میرے ذہن میں ایک ترکیب
کے ذریعے ہم دونوں بہنیں امیر اور نعیم بن حماد سے رابطہ قائم کر سکتی ہیں۔"
فلورنس کے ان الفاظ پر سیکا چونک سی پڑی تھی۔ اس کی آنکھوں میں چمک
ہوئی تھی۔ چہرے پر دور دور تک خوشیوں کی امیدیں بکھر گئی تھیں۔ پھر کہنے لگی۔
"اگر تمہارے پاس کوئی ایسا طریقہ کار ہے تو اب تک تم نے مجھے اس سے
کیوں رکھا .... جلدی کہو، میں تو تم سے بھی زیادہ امیر سے رابطہ قائم کرنے
بے چین ہوں۔"
جواب میں فلورنس مسکرائی اور کہنے لگی۔
"اس سلسلے میں کلارنس کے بیٹے رولسن کو استعمال کریں گی....... رولسن
مارٹینا قیروان جا چکی ہے۔ ایک تو یہ پتہ چل جائے گا کہ مارٹینا کے حالات وہا
ہیں۔ دوسرے رولسن کے ذریعے ہم امیر اور نعیم بن حماد سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔
فلورنس کے ان الفاظ سے سیکا ایسی خوش ہوئی تھی کہ ایک بار پھر اس نے فلو
اپنے ساتھ لپٹا کر اس کی پیشانی چومی، پھر کہنے لگی۔
"تُو نے یقیناً میرے دل کی بات کہہ دی ہے .... آج جب گھڑ دوڑ کے
گی تو پہلے کلارنس کی دکان کی طرف جائیں گی اور وہاں اس موضوع پر تفصیل
کریں گی۔ بظاہر کپڑے دیکھتی رہیں گی لیکن بات اسی موضوع پر ہو گی۔ اب آؤ
بابا کے پاس چلتی ہیں اور اپنے لشکر کی اس ناکامی پر افسوس کا اظہار کرتی ہیں۔"
فلورنس نے اس سے اتفاق کیا پھر دونوں اپنی خوابگاہ سے نکل کر قصر کے
کا رخ کر رہی تھیں جہاں فلورنس کا باپ گریگوری اور ماں کلاڈیا کے رہائشی کمرے

◎......◎

★★★

قرطاجنہ کے زرگروں کے بازار کے شروع ہی میں کلارنس اور رولسن دونوں باپ
اپنی دکان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت ان کے پاس کوئی گاہک بھی نہیں تھا۔ اتنے
دکان کے سامنے جو خالی جگہ رکھی گئی تھی وہاں سیکا اور فلورنس دونوں نے اپنے
گھوڑوں کو روکا۔ انہیں دیکھتے ہی پہلے کلارنس چونکا تھا اس لئے کہ پہلے اسی کی نگاہ ان پر
پڑی تھی، پھر اپنے بیٹے رولسن کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"رولسن! بھاگ کر باہر جا، دیکھ سیکا اور فلورنس آئی ہیں۔ تم خود جا کر ان کے
گھوڑوں کی باگیں ان سے لے لو۔ گھوڑوں کو ایک طرف باندھو۔ یہ دونوں ہمارے لئے
خوش بختی کا نشان ہیں .... ہو سکتا ہے آج بھی ہمارے لئے یہ کوئی مارٹینا سے متعلق اچھا
سا پیغام لے کر آئی ہوں۔"
اپنے باپ کے ان الفاظ پر رولسن چھلانگ لگاتا ہوا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ بھاگ
کر باہر نکلا۔ باری باری اس نے سیکا اور فلورنس دونوں سے ان کے گھوڑوں کی باگیں
لے لیں۔ گھوڑوں کو ایک طرف باندھ دیا پھر دونوں کو لے کر اپنی دکان میں داخل ہوا
تھا۔ سیکا اور فلورنس دونوں آگے بڑھ کر دکان کے اندر جو نشستیں تھیں ان پر ہو بیٹھی
تھیں۔ اس موقع پر کلارنس نے پہلے دکان کے بیرونی حصے کی طرف دیکھا پھر مدھم لہجے
اور انتہائی رازداری میں سیکا اور فلورنس دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بول اٹھا تھا۔
"میری عزیز اور محترم بیٹیو! تم دونوں کے پہلے ہی مجھ پر احسانات ہیں جن کا بار تو
میں زندگی بھر نہیں اتار سکتا .... میں یہ تو جان چکا ہوں کہ میری بیٹی محفوظ جگہ جا چکی ہے
پھر بھی میں باپ ہوں، اس کی خیریت سے متعلق ہمہ وقت پریشانی سی رہتی ہے۔ کیا
اس سے متعلق کوئی اطلاع آئی ہے؟"
کلارنس جب خاموش ہوا تب سیکا نے اس کی طرف دیکھا اور اسی جیسی رازداری

میں بول اٹھی۔

''محترم کلارنس! آپ جانتے ہیں قیروان یہاں سے کافی دور ہے ......
ہاں سے ادھر کسی کا جانا نہیں ہے نہ ادھر سے کسی کا اِدھر آنا ہے .... اس لئے کہ
اور مسلمانوں کے درمیان جنگوں کا سلسلہ جاری ہے۔ لہٰذا دونوں ہی ایک دو
بدترین دشمن خیال کرتے ہیں۔ اس بناء پر ایک دوسرے کی طرف آنا جانا کیسے ہو
اور پھر ان حالات میں کسی کی خیریت بھی کیسے جانی جاسکتی ہے؟ بہرحال مارٹینا
آپ بالکل بے فکر رہیں .... جس شخص کے ساتھ ہم نے اسے قیروان کی طرف
ہے وہ نہ صرف حفاظت کے ساتھ اسے پہنچائے گا اور جن لوگوں کے پاس ہم
ہے وہ ایسے مخلص اور قابل اعتبار ہیں کہ ان پر آنکھیں بند کر کے اعتماد اور بھروسہ
ہے۔ بہرحال مارٹینا سے متعلق آپ کو پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں
کے باوجود میں اور فلورنس آج ایک اور منصوبہ لے کر آپ کے پاس آئی ہیں۔''

سدیکا کے ان الفاظ پر کلارنس کچھ پریشان ہو گیا تھا .... اور اپنے باپ
دیکھتے ہوئے رولسن بھی پریشانی کا شکار ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔ پھر کلارنس
طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔

''کہیں بڑے بشپ پولوس کو میری بیٹی کے یہاں سے قیروان جانے کی خبر تو
گئی؟ اور وہ میرے خلاف پھر سرگرمی کے ساتھ حرکت میں تو نہیں آنے والا؟''

کلارنس کے ان الفاظ پر سدیکا مسکرائی اور کہنے لگی۔

''کیا اب بھی پولوس تم دونوں کو تنگ کرتا ہے؟''

جواب میں کسی قدر مطمئن انداز میں کلارنس بول اٹھا۔

''اب تو وہ تنگ نہیں کرتا۔ میرے خیال میں اسے یقین ہو گیا ہے کہ میری
اپنی جان بچانے کے لئے بھاگ کر کہیں جا چکی ہے اور ہمارا اس سے کوئی تعلق
رابطہ نہیں۔ اسی بناء پر وہ نہ اب ہم سے رابطہ قائم کرتا ہے اور نہ ہی کوئی دھمکی د
ہے۔ میری بیٹی! اب جو آپ نے کہا ہے کہ آپ کوئی نیا منصوبہ لے کر آئی ہیں تو
مجھے پریشان اور فکرمند کر دیا ہے .... کہیں ہمارے خلاف کوئی اور مصیبت اور
اٹھ کھڑی ہو۔''

جواب میں سدیکا مسکرائی، پہلے ایک گہری نگاہ اس نے اپنے پہلو میں بیٹھی ف
ڈالی۔ دونوں نے نگاہوں ہی نگاہوں میں کوئی اشارہ کیا۔ اس موقع پر فلورنس۔

ردن بھی ہلائی تھی۔ پھر سدیکا نے گلا صاف کیا اور اس کے بعد باری باری کلارنس اور
ن کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھی تھی۔

''جہاں تک آپ کی بیٹی مارٹینا کا تعلق ہے تو یوں جانیں وہ اپنوں کے اندر چلی گئی
اس کے باوجود اگر آپ اس سے متعلق پریشان ہیں اور اس کی خیریت جاننا چاہتے
تو پھر کیوں نہ ہم رولسن کو قیروان کی طرف بھجوائیں۔ وہاں وہ اپنی بہن کی احوال پرسی
کرے گا، اسے دیکھ لے گا اور چند دن اس کے پاس رہ کر واپس آجائے گا۔''

سدیکا کے ان الفاظ پر رولسن مسکرانے لگا تھا۔ اس موقع پر کلارنس نے بھی اپنے بیٹے
طرف دیکھا، مسکرایا اور کہنے لگا۔

''تجویز تو آپ کی ٹھیک ہے۔ لیکن اتنی دور تک رولسن اکیلا سفر کر سکے گا؟''

سدیکا کے جواب دینے سے پہلے ہی رولسن فوراً بول اٹھا۔

''اس سفر کی ایسی تیسی۔ کیا اس سے پہلے میرے باپ! میں ان لوگوں کے پاس سفر
کرتا رہا جو یہاں سے میلوں دور ہیں اور ہمارے ہاں سے کپڑا ادھار لے جاتے ہیں
میں ان کے پاس جا کر رقوم لے کر آتا ہوں .... قیروان جانے میں میرے لئے
رکاوٹ نہیں ہے۔ اور پھر مجھے کسی جنگل سے تو نہیں گزرنا۔ اچھی خاصی شاہراہ
ان کی طرف جاتی ہے اور اس شاہراہ پر مناسب جگہوں پر سرائیں بھی ہیں جہاں مسافر
کر کے شب بسری کر سکتے ہیں اور پھر اپنے سفر کی ابتداء کر سکتے ہیں۔''

رولسن کے خاموش ہونے پر کلارنس مسکرایا .... پھر سدیکا کی طرف دیکھتے ہوئے وہ
رہا تھا۔

''بیٹا! آپ کی تجویز تو اچھی ہے .... کاش میں بھی اپنے بیٹے کے ساتھ جا سکتا۔
ن ایسا ہو نہیں سکتا۔ بہرحال رولسن مارٹینا کے پاس جائے گا۔ یہاں سے اس کے لئے
ضروریات کی کچھ چیزیں بھی لیتا جائے گا۔ اس سے مل آئے گا۔ جب یہ اس کے پاس
دن رہ کر اس سے مل آئے گا تو مجھے بھی اپنی بیٹی کے متعلق اطمینان ہو جائے گا۔''

کلارنس کا جواب سن کر سدیکا خوش ہو گئی۔ پھر خوش کن انداز میں وہ بول اٹھی تھی۔

''اگر یہ بات ہے تو کسی دن رولسن صبح سویرے قرطاجنہ سے نکل کر قیروان کی طرف
انہ ہو جائے۔ اس وقت شہر میں صرف سبزی فروش اور شہر میں کام کرنے والے لوگ
ر آتے ہیں۔ قرطاجنہ کے بڑے کلیسا کے کارکن اس وقت تک حرکت میں نہیں
تے۔ لہٰذا رولسن اس وقت شہر سے نکل کر قیروان کی طرف کوچ کر جائے تو میں سمجھتی

ہوں کہ یہ........"

سنیکا کو رک جانا پڑا اس لئے کہ کلارنس بول اٹھا تھا۔

"آپ بے فکر رہیں .... کل صبح سویرے رولسن یہاں سے قیروان کی طرف کوچ کر جائے گا۔ مگر یہ مارٹینا کو وہاں کیسے تلاش کرے گا؟ قیروان میں داخل ہونے کے بعد کس کے پاس جائے گا؟"

"اس سے متعلق آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" سنیکا نے غور سے کلارنس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔ "اس کی تفصیل بھی میں آپ کو بتاتی ہوں۔ پر پہلے میں آپ کے سامنے ایک ایسے موضوع پر بات کرنا چاہتی ہوں اور وہ موضوع ایک طرح سے میرا اور فلورنس دونوں کا راز ہے۔ اگر آپ دونوں باپ بیٹے کے علاوہ اس راز سے کسی اور کو آگاہی ہو گئی تو پھر یوں جانیں میری اور فلورنس دونوں کی گردنیں کاٹ کر رکھ دی جائیں گی۔"

سنیکا کے ان الفاظ پر جہاں کلارنس چونکا تھا وہاں رولسن بھی پریشان ہو گیا تھا۔

"میری بیٹی! تم کس قسم کی گفتگو کر رہی ہو؟" کلارنس نے بڑے غور سے سنیکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔ "اگر آپ کا اور فلورنس کا کوئی راز ہے اور آپ دونوں مجھ پر اور میرے بیٹے رولسن پر منکشف کرنا چاہتی ہیں تو میں ابھی یقین دیتا ہوں کہ آپ دونوں کا وہ راز راز ہی رہے گا۔ ہم اپنے جسم کی جلد اتروا سکتے ہیں پر اس راز کو عیاں نہیں ہونے دیں گے........ آپ دونوں مجھ پر اور میرے بیٹے رولسن پر اعتماد اور بھروسہ کر لیں۔ جو راز ہے وہ کہیں۔ پھر دیکھیں اس رازداری کو ہم کیسے قائم رکھتے ہیں۔"

کلارنس کا جواب سن کر سنیکا اور فلورنس دونوں خوش ہو گئی تھیں۔ یہاں تک کہ سنیکا پھر بول اٹھی۔

"بات یہ ہے کہ رولسن جب یہاں سے جائے تو اپنے ساتھ میرا اور فلورنس کا پیغام بھی لیتا جائے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سنیکا رکی، رولسن کی طرف دیکھا اور پھر اس سے کہنے لگی۔

"رولسن میرے بھائی! ذرا میرے گھوڑے کی طرف جاؤ........ گھوڑے کی زین کے ساتھ جو خرجین ہے اس کے اندر بانس کا ایک منہ بند خول ہے، اسے میرے پاس لے کر آؤ۔"

رولسن اٹھا، بھاگتا ہوا باہر گیا۔ خرجین کے اندر سے بانس کا منہ بند خول لے کر وہ آیا اور سنیکا کے سامنے رکھ دیا تھا۔

سنیکا نے اس خول کی طرف اشارہ کیا اور کلارنس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"اس منہ بند بانس کے خول کے اندر یوں جانو میرا اور فلورنس کا ایک راز ہے........ ہم دونوں کی طرف سے ایک خط ہے........ اور یہ خط قیروان میں دو اہم شخصیتوں کے نام ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سنیکا رکی، کچھ سوچا پھر دوبارہ کلارنس کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

"آپ جانتے ہیں کہ ایک جنگ کے دوران میں اور فلورنس ہی نہیں بلکہ ہماری دیگر سینکڑوں رومن لڑکیاں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئی تھیں اس لئے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں ہمیں شکست ہوئی تھی اور سب لڑکیوں اور جنگ کے دوران گرفتار ہونے والے رومنوں کو مسلمان قیروان لے گئے تھے........ وہاں ہمارے ساتھ بہترین برتاؤ اور سلوک کیا گیا۔ ہماری اس طرح تواضع کی گئی جیسے ہم لوگ بڑے معتبر قسم کے مہمان ہوں۔ مسلمانوں نے رومن قیدیوں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا۔ محترم کلارنس یوں جانیں وہاں قیام کے دوران میں اور فلورنس دونوں ہی دو اہم اشخاص کی محبت میں گرفتار ہو گئی تھیں........ مسلمانوں کے ایک امیر ہیں، ان کا نام محمد بن اوس ہے۔ میں انہیں پسند کرنے لگی۔ جبکہ ان کے ایک دوسرے سالار نعیم بن حماد کی طرف فلورنس مائل ہو گئی تھی۔ اب بانس کے اس منہ بند خول میں جو پیغام ہے وہ محمد بن اوس اور نعیم بن حماد ہی کے نام ہے۔

رولسن یہاں سے روانہ ہونے کے بعد سیدھا قیروان میں امیر محمد بن اوس کی خدمت میں حاضر ہو۔ سب سے پہلے ان پر یہ انکشاف کرے کہ اسے میں یعنی سنیکا نے ان کی طرف بھجوایا ہے........ مجھے امید ہے کہ میرا نام سن کر وہ خوشی اور طمانیت کا اظہار کریں گے........ پھر رولسن یہ بانس کے خول میں بند پیغام محمد بن اوس کے حوالے کر دے۔ ساتھ ہی اپنی بہن مارٹینا سے ملنے کا اظہار کرے۔ اور پھر دیکھئے گا، محمد بن اوس یا نعیم بن حماد دونوں کیسے رولسن کے ساتھ برتاؤ کرتے ہیں اور کیسے رولسن کو مارٹینا سے ملانے کا اہتمام کرتے ہیں۔"

سنیکا رکی، کچھ سوچا پھر کہنے لگی۔

"رولسن میرے بھائی! بانس کے خول کے اندر جو پیغام ہے یہ سنبھال لو۔ یہ
نے امیر محمد بن اوس کے حوالے کرنا ہے۔"
سیکا کے خاموش ہونے پر کلارنس کسی قدر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے کہنے
"میری بچی! جو حالات تم نے بتائے ہیں انہیں میں پوری طرح سمجھ گیا ہوں ا
کی نوعیت بھی جان گیا ہوں۔ اگر تم دونوں مسلمانوں کے دو سالاروں سے محبت کر
یہ جو پیغام تم بانس کے خول میں بھجوا رہی ہو، میری بچی! یہ خطرناک ہے۔ اگر رولسن
پکڑ بھی لیتا ہے یا قرطاجنہ کے نواح میں پولوس کا کوئی آدمی اس کی راہ روکتا ہے تو
سکتا ہے کہ یہ اپنی دکان کی واجب الادا رقوم کی وصولی کے لئے جا رہا ہے۔ لیکن اگر
کے خول میں یہ بند پیغام کسی کے ہاتھ چڑھ گیا تو میری بیٹی! یہ تم دونوں کے حق م
نہیں ہوگا۔ بہتر یہ ہے کہ فی الحال یہ خول ہمارے پاس ہی رہنے دو۔ جس وقت
قیروان کی طرف روانہ ہوگا تو اس خول کے اندر جو پیغام ہے اسے نکال کر رول
گھوڑے کی زین کے نیچے جو گدا ہوگا اس کے اندر سی دیا جائے گا...... اس ط
محفوظ رہے گا اور قیروان کے قریب جا کر وہاں سے یہ پیغام نکال کر بانس کے خو
بند کر کے امیر محمد بن اوس کے حوالے کر دے گا۔ اس طرح یہ پیغام کسی خطر
خدشے کے بغیر مسلمانوں کے سالار تک پہنچ جائے گا اور ان کی طرف سے جو پیغام
رولسن تم دونوں تک پہنچا دے گا۔"

کلارنس کے ان الفاظ سے سیکا اور فلورنس دونوں نے اتفاق کیا تھا۔ سا
دونوں نے کلارنس کا شکریہ بھی ادا کیا۔ پھر سیکا رولسن کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے

"رولسن میرے بھائی! جو پیغام تمہیں دے کر بھیجا جا رہا ہے اس کا جواب تم
بن اوس اور نعیم بن حماد سے تحریری نہیں لے کر آنا۔ ہو سکتا ہے اس طرح ان کا خط
کے ہاتھ لگ جائے اور ہمارے لئے مصیبت کا باعث بن جائے۔ وہ جو زبانی پیغا
وہ ہم دونوں تک پہنچا دینا۔ لیکن تم قصر میں بھی نہ آنا۔ ہم روزانہ گھڑ دوڑ کے لئے
اور دیکھتی رہیں گی کہ تم کب لوٹتے ہو۔ میرا اندازہ ہے کہ تم دس بارہ دن سے
لوٹ پاؤ گے۔"

سیکا کے خاموش ہونے پر رولسن کہنے لگا۔

"میری دونوں عزیز بہنو! بالکل مطمئن اور آسودہ رہو۔ آپ دونوں کا پیغام
پہنچاؤں گا بھی اور آپ کے پیغام کا جواب لے کر بھی آپ تک پہنچاؤں گا۔"

رولسن کے اس جواب سے سیکا اور فلورنس دونوں خوش ہو گئی تھیں۔ پھر فلورنس
کلارنس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"بانس کے خول میں بند یہ پیغام سنبھال لیجئے اور جب رولسن نے جانا ہوا تو پھر
گھوڑے کی زین کے نیچے گدے میں اسے سی دیجئے گا۔ اس طرح یہ محفوظ طریقے سے
پیغام کو قیروان پہنچانے میں کامیاب ہو جائے گا۔"

اس کے ساتھ ہی سیکا اٹھ کھڑی ہوئی۔ فلورنس بھی کھڑی ہو گئی۔ پھر سیکا کلارنس
کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"میرا اور فلورنس کا اس طرح آپ کی دکان میں آنا ہمیں مشکوک بھی کر سکتا ہے۔
میں اور فلورنس فی الحال گھڑ دوڑ کے لئے جا رہی ہیں، ہماری واپسی پر ہمارے لئے کچھ
کپڑے باندھ دیجئے گا۔ ہم آپ کو ادائیگی کر دیں گی، واپسی پر لیتی جائیں گی۔"

کلارنس نے غور سے سیکا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"بیٹا! کیا میں آپ سے کپڑوں کی قیمت لیتا ہوا اچھا لگتا ہوں؟ ...... آپ دونوں کو
بیٹی بھی کہوں اور کپڑوں کی قیمت بھی وصول کروں یہ میرے لئے مناسب نہیں ہے۔"

جواب میں اس بار فلورنس مسکرائی اور کہنے لگی۔

"قیمت ہر صورت میں آپ کو لینا ہوگی۔ یہ آپ کی دکان ہے۔"

ساتھ ہی سیکا کے اشارے پر فلورنس اٹھی، کچھ کپڑے اس نے پسند کئے، ان کی
طرف اس نے کلارنس کو اشارہ کیا۔ اس کے بعد دونوں دکان سے نکلیں، اپنے گھوڑوں پر
سوار ہوئیں اور گھڑ دوڑ کے لئے نکل گئی تھیں۔

◎......◎

★★★

محمد بن اوس ایک روز عقبہ بن نافع، زہیر بن قیس، حنس بن عبداللہ، صالح بن
اور کچھ دوسرے سالاروں کے ساتھ لشکر میں نئے شامل کئے جانے والے لشکریوں
تربیت کے کام کا جائزہ لے رہا تھا کہ ایک طرف سے نعیم بن حماد آتا دکھائی دیا۔ وہ
بجھا بجھا اور خلافِ معمول رنجیدہ دکھائی دے رہا تھا۔ وہ اس جگہ آیا جہاں عقبہ بن نافع
زہیر بن قیس سے ذرا فاصلے پر چھوٹے سالاروں کے ساتھ محمد بن اوس کھڑا ہوا تھا۔

جب وہ ابنِ اوس کے پاس آ کر رکا تو محمد بن اوس نے اس پر نگاہ ڈالی، اس کا
لینے کے بعد کسی قدر تفکرات بھرے انداز میں اسے مخاطب کر کے پوچھا۔

"ابنِ حماد! میرے بھائی! کیا بات ہے؟ .... میں دیکھتا ہوں تم خلافِ معمول
اُداس، سنجیدہ بلکہ میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ پریشان دکھائی دے رہے ہو۔"

ابنِ حماد نے اس موقع پر اردگرد سالاروں کی طرف دیکھا پھر ابنِ اوس کو مخاطب
کر کے کہنے لگا۔

"آپ ذرا میرے ساتھ اپنے کمرے کی طرف چلئے .... میرے نخلستان سے
اماں آئی ہوئی ہیں۔ انہوں نے ایک مسئلہ کھڑا کر دیا ہے۔"

اس پر محمد بن اوس پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں تھوڑی دیر پہلے ہی یہاں پہنچا ہوں .... امیر عقبہ بن نافع کے کہنے پر
نمٹانے کے لئے چلا گیا تھا۔ جب میں یہاں آیا تو تمہیں نہ پا کر میں نے کچھ سالاروں
سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ تم امیر عقبہ بن نافع سے اجازت لے کر چلے گئے تھے ....
اگر تمہاری اماں آئی ہوئی ہیں تو پھر تمہیں یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی
کے پاس بیٹھنا چاہئے۔"

اس پر بڑی سنجیدگی سے ابنِ حماد کہنے لگا۔

"معاملہ بڑا سنجیدہ ہے .... آپ پہلے میرے ساتھ چلیں۔"

ابنِ اوس نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"اچھا، رکو۔ میں امیر سے بات کر کے آتا ہوں۔ امیر کو اطلاع ہونی چاہئے کہ میں
تھوڑی دیر کے لئے تمہارے ساتھ جا رہا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی محمد بن اوس وہاں سے ہٹا۔ اس طرف گیا جہاں عقبہ بن نافع زہیر
بن قیس اور دوسرے سالار کھڑے تھے۔ عقبہ بن نافع سے محمد بن اوس نے اجازت لی پھر
نعیم بن حماد کو ساتھ لیا اور شہر کی طرف ہو لیا تھا۔

تھوڑا سا آگے جا کر محمد بن اوس نے نعیم بن حماد کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"اب بتاؤ کیا معاملہ ہے؟ .... وہاں اس وقت میرے گرد چھوٹے سالار کھڑے
ہوئے تھے اور میں نے جائزہ لیا تھا کہ تم ان کے سامنے کچھ کہتے ہوئے ہچکچا رہے تھے۔
اماں نے کوئی بڑا مسئلہ کھڑا کر دیا ہے؟"

اس پر ابنِ حماد کہنے لگا۔

"بڑا مسئلہ تو کھڑا نہیں کیا۔ دراصل گزشتہ چند ہفتوں سے اماں میری شادی کرنے
کے درپے تھی اور میں کسی نہ کسی طریقے سے اس معاملے کو ٹالتا رہا۔ اب اماں یہاں پہنچ
گئی ہے۔ اس نے میرے لئے ایک لڑکی پسند کی ہے۔ گو اس نے ابھی تک لڑکی والوں
سے کوئی بات نہیں کی لیکن پہلے میرا عندیہ جاننا چاہتی ہے ساتھ ہی مجھے اپنے ہمراہ لے
جانا چاہتی ہے تاکہ میری شادی کا اہتمام کر دیا جائے۔ اب میرے بھائی! تم ہی بولو، ان
حالات میں، میں کیسے ہاں کہہ سکتا ہوں؟ کیسے اماں کے ساتھ جا سکتا ہوں؟"

نعیم بن حماد کے ان الفاظ سے ہلکا سا تبسم محمد بن اوس کے لبوں پر نمودار ہوا تھا، کہنے
لگا۔

"بس اتنا سا معاملہ ہے .... تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں
اس سلسلے میں اماں سے خود بات کر لیتا ہوں۔ تمہاری اماں میرے لئے اجنبی نہیں ہیں۔
وہ مجھے جانتی ہیں۔ کئی بار تمہارے نخلستان میں ان سے میری ملاقات ہو چکی ہے۔ مجھے امید
ہے کہ میرا کہا مان جائیں گی۔ اس لئے کہ اگر تمہاری کہیں شادی ہو جاتی ہے تو میں سمجھتا
ہوں یہ فلورنس کے ساتھ دھوکا دہی ہو گی .... اب جبکہ فلورنس تمہیں پسند کرتی ہے، اپنی
زندگی کا ساتھی بنانے کے لئے تمہارا انتخاب کر چکی ہے تو ہم فلورنس ہی کو ترجیح دیں گے۔
چلو میرے ساتھ، میں اس موضوع پر اماں سے خود بات کروں گا۔"

محمد بن اوس کے ان الفاظ سے نعیم بن حماد خوش ہو گیا تھا۔ پھر وہ دونوں تیز تیز
اٹھاتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔ جس وقت محمد بن اوس نعیم بن حماد کے ساتھ اس
کمرے میں داخل ہوا اس وقت کمرے میں نعیم بن حماد کی بوڑھی ماں عشیرت اکیلی بیٹھی
ہوئی تھی۔ شاید وہ نعیم بن حماد کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ نعیم بن حماد کے
ساتھ محمد بن اوس کو دیکھ کر عشیرت کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔

سلام کرتے ہوئے محمد بن اوس جب آگے بڑھا، عشیرت کے سامنے بیٹھ گیا۔
عشیرت اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"بیٹے! بہت اچھا ہوا کہ تم نعیم بن حماد کے ساتھ آ گئے۔ اگر یہ تمہیں اپنے ساتھ
لے کر نہ آتا تو میں اس سے اصرار کرنے والی تھی کہ تمہیں لے کر آئے۔ اس لئے کہ
تمہاری موجودگی میں اس سے ایک اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔"

عشیرت جب خاموش ہوئی تو غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے محمد بن اوس بول
اٹھا۔

"اماں! میں جانتا ہوں آپ نعیم بن حماد سے اس کی شادی کے متعلق گفتگو کرنا چاہتی
ہیں۔ یہی معاملہ ہے نا؟"

عشیرت مسکرائی، اثبات میں گردن ہلائی پھر کہنے لگی۔

"تمہارا اندازہ درست ہے بیٹے! میرے خیال میں نعیم بن حماد نے تمہیں تفصیل بتا
دی ہے۔ اب تم ہی بولو، کیا میں ٹھیک اصرار نہیں کر رہی؟ بیٹے! میری حالت دیکھو،
کافی بوڑھی ہو چکی ہوں۔ یہ میرا اکلوتا بیٹا ہے، میں چاہتی ہوں میری زندگی میں اس
کی شادی ہو جائے، اس کا گھر آباد ہو جائے۔ اور اس کی حالت دیکھو، میں جب
سے اس موضوع پر گفتگو کرتی ہوں یہ افسردہ اور سنجیدہ ہو جاتا ہے۔ میری بات کا
انداز میں جواب نہیں دیتا۔ جس وقت یہ پچھلی بار گھر گیا تھا تب بھی میں نے اس
شادی سے متعلق گفتگو کی تھی۔ اس وقت تو یہ شادی کے لئے تیار تھا، میری ہاں میں ہاں
بھی ملاتا تھا۔ پھر اس وقت میں نے کسی لڑکی کو اس کے لئے دیکھا ہوا نہیں تھا
میں وقتی طور پر خاموش ہو گئی تھی۔ اب ایک قریبی نخلستان کی لڑکی میری نگاہ میں آئی
ابھی میں نے اس لڑکی کے والدین سے رشتے کی بات تو نہیں کی لیکن وہ لڑکی مجھے
آئی ہے۔ میں چاہتی ہوں اس کا رشتہ نعیم کے لئے مانگوں۔"

عشیرت جب خاموش ہوئی تب مسکراتے ہوئے محمد بن اوس بول اٹھا۔

"اماں! اگر میں نعیم بن حماد کے لئے اس سے بھی اچھی لڑکی کا انتخاب کروں تو کیا
آپ کو کوئی اعتراض ہے؟ اماں! تم جانتی ہو نعیم بن حماد کو میں اپنے بھائیوں جیسا جانتا
ہوں اور یہ بھی مجھے ایسا ہی خیال کرتا ہے۔ کیا آپ مجھ پر اعتماد اور بھروسہ کرتی ہیں کہ میں
نعیم بن حماد کے لئے......."

محمد بن اوس اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ عشیرت فوراً بول اٹھی۔

"بیٹے! تم پر میں کیسے اور کیونکر بھروسہ اور اعتماد نہ کروں گی۔ اگر تم نے نعیم بن حماد
کے لئے کسی لڑکی کا انتخاب کر لیا ہے تو بیٹے! یوں جانو اس میں میری خوشی، میری طمانیت
ہے۔ لیکن پہلے اس لڑکی سے میری ملاقات تو کرواؤ۔"

اس موقع پر غور سے محمد بن اوس نے عشیرت کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

"اماں! وہ لڑکی یہاں سے کافی دور رہتی ہے........ یہاں پر آپ کی ملاقات نہیں
کروائی جا سکتی اس کے بعد محمد بن اوس نے سیکا اور فلورنس کے متعلق تفصیل عشیرت سے
کہہ دی تھی۔

محمد بن اوس جب خاموش ہوا تب تعجب اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے عشیرت بول
اٹھی۔

"ابن اوس میرے بیٹے! یہ تم کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو؟ افریقہ میں رومنوں کے
حکمران گریگوری کی بیٹی فلورنس میرے بیٹے کو کیسے پسند کرے گی؟ .... اگر ایسا ہے تو
میرے بیٹے! تم خوش قسمت ہو کہ سیکا جیسی لڑکی نے تمہارا انتخاب کیا ہے اور فلورنس
میرے بیٹے کو چاہنے لگی ہے۔ پر میرے بچے! وہ دونوں یہاں سے کتنی دور بیٹھی ہوئی
ہیں! اب ان کے ساتھ تم دونوں کی ملاقات کیسے اور کس طرح ہو گی؟"

عشیرت جب خاموش ہوئی تو اس بار دھیمے لہجے میں محمد بن اوس اسے مخاطب کر کے
کہنے لگا۔

"اماں! جو تفصیل میں نے آپ سے کہی ہے اس کا ابھی کسی سے ذکر نہ کرنا۔ یہ
تفصیل اب تک ہم نے اپنے امیر عقبہ بن نافع، زہیر بن قیس اور کچھ دوسرے سالاروں
سے کہی ہے۔ ان کے علاوہ اور کسی کو خبر نہیں ہے لہٰذا جب تک یہ کام پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچتا
امانت اس معاملے کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ اماں! ایک بیٹے کی حیثیت سے اس موقع پر
میں آپ سے التماس کروں گا کہ فی الحال آپ نعیم بن حماد کی شادی کے سلسلے میں خاموشی
اختیار کریں۔ اس کے لئے کسی لڑکی کا انتخاب بھی نہ کریں۔ میرے خداوند نے چاہا تو

عنقریب حالات کوئی ایسا پلٹا ضرور کھائیں گے کہ سیکا اور فلورنس دونوں یہاں آ
اور پھر آپ کو نعیم بن حماد کی شادی کے سلسلے میں کسی لڑکی کا انتخاب کرنے کی زح
نہیں کرنا پڑے گی۔''

محمد بن اوس کے خاموش ہونے پر تھوڑی دیر تک عشیرت غور سے اس کی طرف
رہی پھر کہنے لگی۔

''بیٹے! تمہاری باتوں نے مجھے مطمئن اور پُرسکون کر دیا ہے۔ اگر واقعی کوئی
لڑکی میرے بیٹے کو پسند کرنے لگی ہے تو میں سمجھوں گی یہ ہمارے لئے ایک بہت
سعادت ہے۔ اگر وہ لڑکی میرے بیٹے کے لئے اس قدر قربانی کا مظاہرہ کرنے کے
تیار ہے تو پھر تم دیکھو گے میں اس کی آمد کا انتظار کروں گی اور اس سے اپنی بیٹی
جیسا سلوک کروں گی۔''

عشیرت کے ان الفاظ پر جہاں محمد بن اوس مطمئن ہو گیا تھا وہاں نعیم بن حماد
خوشی محسوس کر رہا تھا۔ پھر محمد بن اوس نے عشیرت کو مخاطب کیا۔

''اماں! آپ کچھ دن ہمارے ہاں یہیں قیام کریں۔ مجھے اور نعیم بن حماد کو خد
موقع دیں۔''

اس پر عشیرت فوراً بول اٹھی اور کہنے لگی۔

''بیٹے! میں شب بسری نہیں کر سکتی۔ اور پھر تم دونوں کے رہنے کے لئے ایک
کمرہ ہے۔ ان کمروں میں مجھ بوڑھی عورت کو گھٹن محسوس ہوتی ہے لہٰذا میں آج ہی
اپنے نخلستان جاؤں گی اور پھر میرا نخلستان یہاں سے دور تو نہیں ہے۔ ہمارے نخل
کیا عورتیں کیا مرد دن میں دو دو تین تین بار سودا سلف خریدنے کے سلسلے میں قیر
آتے جاتے رہتے ہیں۔ میں نے دور کہیں جانا ہوتا تو مجبوراً یہاں قیام کر سکتی تھی
اب میں یہاں رک نہیں سکتی۔ واپس جاؤں گی۔''

عشیرت کے ان الفاظ کے جواب میں محمد بن اوس یا نعیم بن حماد ان دونوں
کوئی اسے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ایک لشکری اس کمرے کے دروازے پر نمودار ہو
بن اوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! ایک لڑکا آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ اپنا نام رولسن بتا نصرانی ہے۔
جونہی وہ شہر میں داخل ہوا، محافظوں نے اسے گرفتار کر لیا۔ چونکہ اس نے آ
ملاقات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا تھا لہٰذا اسے یہاں لایا گیا ہے۔ اس وقت

گھوڑے کے پاس باہر کھڑا ہوا ہے اور آپ سے ملنے کا خواہش مند ہے۔''

اس لشکری کے ان الفاظ پر محمد بن اوس گہری سوچوں میں پڑ گیا تھا۔ کہنے لگا۔

''میں اس نام کے کسی لڑکے کو نہیں جانتا اور پھر تم کہتے ہو کہ وہ نصرانی بھی ہے۔ کیا
اس نے بتایا کہ وہ کہاں سے آیا ہے؟''

اس پر وہ لشکری پھر بولا اور محمد بن اوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! ہم نے اس سے بہت جاننا چاہا کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور ابنِ اوس سے
کیوں ملنے کا خواہش مند ہے۔ وہ اصرار کرتا ہے کہ وہ ان سب سوالوں کا جواب امیر محمد
بن اوس سے کہے گا۔ اس کے علاوہ وہ کچھ نہیں کہتا اور نہ ہی بتاتا ہے۔''

محمد بن اوس نے کچھ سوچا پھر آنے والے اس لشکری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''تم باہر جاؤ........ اس کے گھوڑے کو باہر کھونٹے سے باندھنے کے بعد اسے میرے
کمرے میں بٹھاؤ۔ میں وہیں آ کر اس سے بات کرتا ہوں۔''

اس کے ساتھ ہی وہ لشکری وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد تجسس
بھرے انداز میں نعیم بن حماد، ابنِ اوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ رولسن نام کا شخص کون ہو سکتا ہے؟ .... کم از کم اس سے پہلے تو یہ نام میرے
ذہن میں نہیں تھا۔''

محمد بن اوس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور ابنِ حماد سے کہنے لگا۔

''تم اماں کے پاس بیٹھو۔ میں دیکھتا ہوں وہ کون ہے؟''

نعیم بن حماد بھی اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور پھر عشیرت کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے
لگا۔

''اماں! آپ تھوڑی دیر بیٹھیں۔ میں اور ابنِ اوس آنے والے شخص سے ملاقات کر
کے جلد ہی آپ کے پاس لوٹتے ہیں۔''

محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کمرے سے نکلے۔ انہوں نے دیکھا جو لشکری اطلاع
دینے آیا تھا اس نے رولسن کے گھوڑے کو کھونٹے سے باندھ دیا تھا اور وہ خود وہاں کھڑا ہوا
تھا۔ محمد بن اوس اور نعیم بن حماد دونوں جب باہر نکلے تو وہ شخص جو رولسن کو لایا تھا کہنے لگا۔

''مہمان آنے والے کو آپ کے کمرے میں بٹھا دیا ہے۔ وہ وہیں آپ کا انتظار کر
رہا ہے۔''

محمد بن اوس نے اپنے کمرے کا رخ کیا۔ نعیم بن حماد اس کے پیچھے تھا۔ جب دونوں

کمرے میں داخل ہوئے تو انہیں دیکھتے ہی رولسن جو ایک نشست پر بیٹھا ہوا تھا، اٹھ کھڑا ہوا۔ محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نے آگے بڑھ کر باری باری اس سے مصافحہ کیا پھر اس کے سامنے نشستوں پر بیٹھ گئے۔ گفتگو کا آغاز محمد بن اوس نے کیا اور رولسن کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

"میرے عزیز! میں نہیں جانتا تُو کون ہے، کہاں سے آیا ہے، کس نے تمہیں ہماری طرف بھیجا ہے...... تیرا نام مجھے رولسن بتایا گیا ہے اور اس سے آگے کہنے والے نے کچھ نہیں کہا۔"

محمد بن اوس کے ان الفاظ پر رولسن مسکرایا اور کہنے لگا۔

"ابھی تک آپ دونوں حضرات نے اپنا تعارف مجھ سے نہیں کرایا۔"

اس پر نعیم بن حماد جواب دیتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں نعیم بن حماد ہوں اور یہ امیر محمد بن اوس ہیں۔"

یہ دونوں نام سن کر رولسن مسکرایا اور کہنے لگا۔

"میرا نام رولسن ہے ...... مارٹینا نام کی ایک لڑکی کو آپ جانتے ہوں گے جو قرطاجنہ سے یہاں آئی تھی۔ میں اس کا چھوٹا بھائی ہوں۔"

رولسن کے ان الفاظ پر محمد بن اوس اور نعیم بن حماد دونوں خوشی کا اظہار کرنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ رولسن پھر بول اٹھا۔

"مجھے قرطاجنہ سے سینکا اور فلورنس دونوں نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔" اس کے بعد رولسن نے اس کی روانگی سے پہلے سینکا اور فلورنس کے ساتھ جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل دونوں سے کہہ دی تھی۔ اس کے ساتھ ہی لباس کے اندر سے اس نے سینکا کا پیغام بھی محمد بن اوس کو تھما دیا تھا۔

جو خط رولسن لے کر آیا تھا وہ کھول کر محمد بن اوس پڑھنے لگا اور خط کا رخ اس نے اس انداز میں رکھا تھا کہ اس کے ساتھ ساتھ نعیم بن حماد بھی اسے پڑھ سکے۔ دونوں پڑھتے جارہے تھے اور مسکراتے جارہے تھے۔ خط پڑھنے کے بعد وہ خط محمد بن اوس نے تہہ کیا اور نعیم بن حماد کو تھماتے ہوئے کہنے لگا۔

"اسے اپنے پاس رکھو۔"

پھر رولسن کی طرف دیکھتے ہوئے محمد بن اوس کہنے لگا۔

"دیکھو رولسن! پہلے تو ہم تیرے ممنون اور شکر گزار ہیں کہ تُو ہمارے لئے سینکا کا

پیغام لے کر آیا ہے...... جب تم واپس جاؤ تو ان سے کہنا کہ ان کی یہ چاہت ان کا جھکاؤ ہماری طرف یکطرفہ نہیں ہے۔ ہم دونوں کی طرف سے انہیں یہ بھی یقین دلانا کہ کوئی مناسب وقت آئے گا تو ہم ان دونوں کو باحفاظت اپنے پاس بلانے کا انتظام ضرور کریں گے۔"

پھر نعیم بن حماد کی طرف دیکھتے ہوئے محمد بن اوس کہنے لگا۔

"ابنِ حماد! باہر جو لشکری کھڑا ہے ذرا اسے بلا کر میرے پاس لے کر آؤ۔"

ابنِ حماد اٹھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لشکری کو ساتھ لے کر آیا۔ اسے دیکھتے ہی محمد بن اوس مخاطب کرکے کہنے لگا۔

"ذرا عمیر بن صالح کے ہاں جاؤ اور اسے کہو کہ اپنی بیوی مارٹینا کے ساتھ فی الفور میرے کمرے میں آئے۔"

محمد بن اوس کے یہ الفاظ سن کر وہ لشکری وہاں سے ہٹ گیا تھا جبکہ محمد بن اوس اور ابن حماد دونوں بڑے خوش کن انداز میں سینکا اور فلورنس کے متعلق رولسن سے گفتگو کرنے لگے تھے۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ کمرے کے دروازے پر عمیر بن صالح اور مارٹینا نمودار ہوئے۔ محمد بن اوس اور نعیم بن حماد دونوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ اس موقع پر رولسن بھی کھڑا ہو گیا تھا۔ جونہی مارٹینا کی نگاہ رولسن پر پڑی وہ جذبات سے بے قابو ہوتی ہوئی بھاگی۔ اپنے دونوں بازو اس نے پھیلائے پھر چلانے کے انداز میں کہنے لگی۔

"میرے بھائی رولسن! تم کب آئے؟"

اس کے ساتھ ہی مارٹینا نے آگے بڑھ کر رولسن کو اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا اور اس کی پیشانی چومنے لگی تھی۔

اس موقع پر محمد بن اوس نے عمیر بن صالح کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"ابنِ صالح! یہ لڑکا رولسن ہے...... مارٹینا کا چھوٹا بھائی ہے۔"

مارٹینا جب رولسن سے علیحدہ ہوئی تب عمیر بن صالح بھی آگے بڑھا، گلے لگا کر اس نے رولسن کو پیار کیا پھر سب نشستوں پر بیٹھ گئے۔ مارٹینا گفتگو کا آغاز کرنا ہی چاہتی تھی کہ محمد بن اوس نے رولسن کو مخاطب کیا۔

"دیکھو، تم دونوں بہن بھائی ملے ہو، جہاں تمہارے لئے یہ خوشی کا لمحہ ہے وہاں ہم

بھی خوشی محسوس کر رہے ہیں۔ رولسن! پہلے اپنی بہن سے یہ کہو کہ تمہارے اہلِ خانہ
ہیں...... اس لئے مارٹینا یقیناً یہ پوچھے گی۔"

جواب میں رولسن کہنے لگا۔

"ہمارے اہلِ خانہ کون سے زیادہ ہیں...... ایک باپ ہے۔ جب میں واپس
اس سے کہوں گا کہ مارٹینا قیروان شہر میں بے حد خوش اور مطمئن ہے تو میرے باپ
خوشی اور طمانیت کی کوئی انتہا نہ ہوگی۔"

رولسن جب رکا تب پہلی بار مارٹینا اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"میرے ساتھ یہ عمیر بن صالح میرے شوہر ہیں۔ رولسن! مجھے عمیر بن صالح نے
تو پتہ چل چکا ہے کہ سیکا امیر محمد بن اوس کو اور فلورنس نعیم بن حماد کو پسند کرتی ہے
ان کی طرف سے بھی کوئی پیغام ہے؟"

جواب میں رولسن مسکرایا اور کہنے لگا۔

"انہی کے کہنے پر تو میں یہاں آیا ہوں۔ انہوں نے جو تحریری پیغام مجھے دیا تھا
میں نے امیر محمد بن اوس کو دے دیا ہے اور ان دونوں نے یہ پیغام پڑھ بھی لیا۔
واپس جا کر میں نے ان سے جو کچھ کہنا ہے اس کے متعلق بھی ان سے تفصیل کے ساتھ
گفتگو ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ سیکا نے مجھ سے خود کہا تھا کہ واپسی پر میں کوئی تحریری
پیغام نہ لاؤں تاکہ وہ پیغام کہیں کسی اور کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔"

رولسن جب خاموش ہوا تب ابنِ اوس بول اٹھا۔

"رولسن! اب تم اپنی بہن اور بھائی عمیر بن صالح کے ساتھ جاؤ، آرام سے بیٹھ کر
ان سے طویل گفتگو کرو۔ تم چند دن یہاں قیام کرنا۔ میں اور نعیم بن حماد عمیر بن صالح کے
ہاں تم سے ملنے ضرور آئیں گے۔ اس وقت نعیم بن حماد کے ساتھ ایک مسئلہ اٹھا ہوا ہے
میں تم سے کہوں کہ نعیم بن حماد قیروان کے قریب ہی ایک نخلستان کا رہنے والا ہے۔
میں اس کی ایک ماں ہی ماں ہے۔ وہ یہاں آئی ہوئی ہے۔ ساتھ والے کمرے میں
ہوئی ہے۔ وہ اس کی شادی کرنے کی خواہش مند ہے۔ ایک لڑکی اس نے دیکھ رکھی ہے
اس لڑکی والوں سے اس نے ابھی بات تو نہیں کی۔ اس سلسلے میں وہ پہلے نعیم بن حماد کو
اعتماد میں لینا چاہتی ہے۔ اب ہم نے نعیم بن حماد کی ماں کو مطمئن کر کے واپس بھیجنا
اور جو لڑکی اس نے نعیم بن حماد کے لئے دیکھ رکھی ہے اس کے متعلق بھی اس کی ماں
بات کی ہے۔ میں نے اس پر انکشاف کر دیا ہے کہ ایک لڑکی جو رومن ہے جو یہاں

نعیم بن حماد کو پسند کرتی ہے لہٰذا اس کی شادی اسی سے ہوگی۔"

یہاں تک کہتے کہتے محمد بن اوس کو رک جانا پڑا۔ یہاں تک کہ مارٹینا بول اٹھی۔

"امیر! اگر بھائی نعیم بن حماد کی ماں نخلستان سے آئی ہوئی ہیں تو انہیں اس کمرے
میں ٹھہرانے کی بجائے آپ انہیں ہمارے ساتھ بھیج دیں۔ کم از کم وہ چند دن ہمارے ہاں
مہمان رہیں۔ ہمیں بھی ان کی خدمت کرنے کا موقع دیں۔"

"مارٹینا میری بہن! تمہاری یہ پیشکش بہت اچھی ہے۔ لیکن نعیم بن حماد کی ماں شب
باشی نہیں کرنا چاہتی۔ میرے خیال میں تھوڑی دیر تک وہ واپس اپنے نخلستان کی طرف
روانہ ہونا پسند کرے گی۔" محمد بن اوس نے غور سے مارٹینا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

محمد بن اوس رکا پھر عمیر بن صالح کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"عمیر ابنِ صالح! اب تم رولسن کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ یہ تھکا ہوا ہوگا۔ اسے آرام کی
ضرورت ہے۔ اس کا گھوڑا باہر بندھا ہوا ہے۔"

عمیر بن صالح اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ساتھ مارٹینا اور رولسن بھی کھڑے ہو گئے۔ محمد
بن اوس اور نعیم بن حماد بھی ان تینوں کے ساتھ باہر آئے۔ عمیر بن صالح نے آگے بڑھ
کر رولسن کا گھوڑا کھولا پھر عمیر بن صالح اور مارٹینا رولسن کو اپنے ساتھ لے گئے تھے جبکہ
محمد بن اوس اور نعیم بن حماد ساتھ والے کمرے میں داخل ہوئے جہاں نعیم بن حماد کی ماں
عشیرت بیٹھی ہوئی نہایت بے چینی سے انہی کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔

دونوں پہلے کی طرح عشیرت کے سامنے بیٹھ گئے۔ پھر گفتگو کا آغاز محمد بن اوس نے
کیا اور عشیرت کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اماں! میں اور نعیم دونوں معذرت خواہ ہیں کہ آپ کو اکیلا چھوڑ کر چلے گئے۔
اصل میں قرطاجنہ شہر سے ایک لڑکا آیا ہے۔ وہاں جو لڑکی مجھے پسند کرتی ہے جس کا نام سیکا
ہے۔ دوسری لڑکی فلورنس جو نعیم بن حماد میں دلچسپی رکھتی ہے ان کا وہ ایک نامہ لے کر آیا
ہے۔ اس وجہ سے ہمیں تھوڑی دیر اس کے پاس بیٹھنا پڑا۔"

ساتھ ہی محمد بن اوس نے نعیم بن حماد کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"نعیم بن حماد! وہ نامہ اپنی ماں کو پڑھ کر سناؤ۔"

نعیم بن حماد نے سیکا کا خط نکالا اور اپنی ماں کو پڑھ کر سنایا۔ خط کا مضمون سن کر
عشیرت بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ پھر کہنے لگی۔

"میری دعا ہے کہ جو دو لڑکیاں تم دونوں کی طرف مائل ہیں وہ تم دونوں کی زندگی

میں خوشیاں اور طمانیت بکھیر دیں۔ میرے بچو! مجھے اب اجازت دو .... میں واپس
جاؤں گی۔ میں سمجھتی ہوں جس کام کے لئے میں آئی تھی وہ کام ہو گیا ہے۔ اب میں
بیٹے سے متعلق بالکل مطمئن ہوں۔ ابنِ اوس! میرے اطمینان کی ایک وجہ آپ کی
بھی ہے۔ آپ میرے بیٹے سے اس قدر قریب ہیں، اس کا اس قدر خیال کرتے ہیں
عشیرت جب خاموش ہوئی تب محمد بن اوس، نعیم بن حماد کی طرف دیکھتے
کہنے لگا۔

"نعیم! تم خود اٹھو اور ماں کو نخلستان چھوڑ کر آؤ۔"

اس کے ساتھ نعیم بن حماد اٹھ کھڑا ہوا۔ محمد بن اوس بھی کھڑا ہو گیا۔ پھر اس
بن حماد اپنی ماں عشیرت کو لے کر اپنے نخلستان کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

◎.....◎

★★★

قرطاجنہ اور قیروان کے درمیان کھلے صحرا کے اندر مسلمانوں کے ہاتھوں بدترین
شکست اٹھانے کے بعد جسٹینین نے اپنے سارے سالاروں، بڑے بڑے عہدیداروں کا
اجلاس حسب سابق قرطاجنہ کے بڑے کلیسا میں طلب کر لیا تھا۔

کلیسا کے بڑے کمرے میں جب سب لوگ جن کو دعوت دی گئی تھی جمع ہو گئے تب
جسٹینین نے بڑے اُداس اور افسردہ انداز میں سب کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"اسے ہماری بدبختی یا بدقسمتی خیال کیا جائے کہ افریقہ کے ان صحراؤں میں مسلمانوں
کے مقابلے میں ہمیں شکستوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ حالانکہ جتنی بھی جنگیں مسلمانوں
کے ساتھ ہوئیں ان سب کے دوران ہمارے لشکر کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں کئی
گنا ہوتی تھی۔ اس کے باوجود پسپائی اور شکست ہمیں ہی اٹھانا پڑی۔ اگر ہم نے ان
شکستوں کا سدِباب نہ کیا، مسلمانوں کو اپنے سامنے زیر نہ کیا تو مجھے خطرہ اور اندیشہ ہے
کہ افریقہ سے ہمیں اپنی حکمرانی کی بساط لپیٹنا پڑے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد دم لینے کے لئے جسٹینین رکا پھر وہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے
ہوئے کہہ رہا تھا۔

"میرے باپ نے مجھے قرطاجنہ اس لئے روانہ کیا تھا تاکہ مسلمانوں کی طرف سے
جو خطرات اٹھ رہے ہیں ان کے سامنے بند باندھنے میں کامیاب رہوں .... لیکن
میں سمجھتا ہوں کہ یہاں آ کر ابھی تک میں نے اپنے فرضِ منصبی سے ذرا بھی انصاف نہیں
کیا...... گزشتہ جنگ میں، میں بذاتِ خود شامل ہوا تھا اور میں یہ خیال کر رہا تھا کہ
میرے شامل ہونے سے لشکریوں کے حوصلے اور ولولے جوان رہیں گے۔ وہ وقت ضائع
کیے بغیر مسلمانوں پر غالب رہیں گے۔ لیکن ہماری بدقسمتی کہ شکست پھر بھی ہمیں اٹھانا
پڑی۔ اس کے علاوہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ہم نے ہن اور گال قبائل میں سے ان

کے دو لاجواب، بے مثال اور نا قابلِ تسخیر تیغ زنوں کا انتخاب کیا تھا جن کے نام فر
اور ٹریسلر تھے۔ طے یہ پایا تھا کہ ان میں سے ایک انفرادی مقابلے کے لئے عقبہ بن
کو پکارے گا اور دوسرا محمد بن اوس کو۔ لیکن ہماری بدقسمتی کہ مسلمانوں کی طرف سے مح
اوس پہلے ہی انفرادی مقابلے کے لئے اتر آیا اور اس نے مجھ سمیت سارے سالار
مقابلے کی دعوت دے دی۔ جواب میں فرانسس اُترا، اسے موت کے گھاٹ اتار دیا
اس کے بعد مسلمانوں کا وہ سالار میدان ہی میں رہا اور ہمیں انفرادی مقابلے کی د
دیتا رہا۔ جواب میں ٹریسلر کو اتارا لیکن وہ فرانسس سے بھی کم وقت میں اس کے ہ
ڈھیر ہو گیا۔ اگر مسلمانوں کے ہاتھوں اسی طرح ہمیں انفرادی مقابلے میں شرمن
سامنا کرنا پڑا، پے در پے ان کے ہاتھوں ہمیں شکستیں اٹھانا پڑیں تو پھر افریقہ سے
حکومت ختم ہو جائے گی...... افریقہ پر اگر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا تو میں پہلے
خدشات ظاہر کرتا ہوں کہ مسلمان افریقہ کے دشت تک ہی اکتفا نہیں کریں گے۔ وہ
پھیلیں گے۔

فی الوقت ان کے پاس بحری بیڑہ نہیں ہے۔ وہ بس ایک لشکر ہی رکھتے ہیں جس
ساتھ انہوں نے قیروان میں قیام کیا ہوا ہے۔ اگر وہ ہمیں افریقہ سے نکال باہر
میں کامیاب ہو گئے تو یاد رکھئے گا ان سرزمینوں کے اندر وہ ہماری طرح اپنا بحری بیڑ
بنائیں گے اور پھر اپنے اس بحری بیڑے کو حرکت میں لاتے ہوئے وہ صقلیہ، سار
کارسیکا حتیٰ کہ اسپین تک کو بھی اپنا ہدف بنا سکتے ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جسٹینین رکا پھر اپنے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اس وقت ہم سب یہاں جمع ہیں۔ لہٰذا میں سب سے التماس کرتا ہوں کہ اپ
رائے پیش کریں اور جو بھی اچھی رائے ہو گی اس پر عمل کر کے مسلمانوں کے خلاف
میں آیا جائے گا۔ میں ہر صورت میں مسلمانوں کو ان علاقوں میں زیر اور پسپا ہو
چاہتا ہوں...... یوں جانو یہ میری اور میرے باپ کی دیرینہ خواہش ہے۔''

جسٹینین کے ان الفاظ کے جواب میں بڑے سالاروں میں سے لیو، ہرکولیہ
اسارین کے علاوہ وہاں جمع ہونے والے عمائدینِ سلطنت بھی اپنے اپنے مشور
اپنی اپنی آراء کا اظہار کرنے لگے تھے۔

جس وقت سب لوگ بڑھ چڑھ کر رائے زنی کر رہے تھے اس وقت جسٹینین
دیکھا بشپ پولوس اور اس کا نائب برتیز بالکل خاموش اور سنجیدہ بیٹھے ہوئے تھے۔

جسٹینین بغور جائزہ لے رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے پولوس کو مخاطب کیا۔
ن کا مقدس باپ! میں دیکھتا ہوں آپ آج خلافِ معمول چپ، سنجیدہ بلکہ کسی قدر
اور افسردہ بھی ہیں۔ نہ ہی اپنی رائے کا اظہار کر رہے ہیں اور نہ ہی رائے دینے
میں سے کسی کی رائے کی تائید کر رہے ہیں ...... کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟''
جسٹینین نے جب اس بار براہِ راست پولوس کو مخاطب کیا تب پولوس سنبھلا، اپنی
ت پر پہلو بدلا پھر غمزدہ سے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''محترم جسٹینین! آپ کا کہنا درست ہے۔ دراصل گزشتہ جنگ میں جو ہمارے لشکر کو
ت ہوئی ہے تو میں اس سے بے حد مایوس اور افسردہ ہو گیا ہوں۔ جس وقت ایک مخبر
لشکر کی شکست کی خبر لے کر کلیسا میں داخل ہوا تھا اس وقت میرے دل میں طرح
ح کے وسوسات اٹھے تھے اور وہ بالکل وسوسات ہی نہیں تھے بلکہ حقیقت پر مبنی خیالات
میں سمجھتا ہوں ان علاقوں کے اندر شاید تاریخ ایک بار پھر اپنے آپ کو دہرانے لگی
اگر ہم نے بروقت اس گردش کے سامنے بند نہ باندھا تو پھر یاد رکھئے گا رومنوں کو
بلِ تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔''

پولوس یہاں تک کہنے کے بعد جب خاموش ہوا تب فکر مندی میں اس کی طرف
تے ہوئے جسٹینین بول اٹھا۔

''آپ کا اشارہ تاریخ کی کس گردش کی طرف ہے؟ ذرا کھل کر کہیں تا کہ میں بھی
وں کہ کس بات نے آپ کو سنجیدہ، افسردہ اور اُداس کر دیا ہے؟''

پولوس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری اس کے بعد اپنی گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے
پھر کہہ رہا تھا۔

''دراصل بات یہ ہے کہ جب حالیہ جنگ کی شکست کی خبر لے کر ایک مخبر میرے
ہاں آیا تھا اور مجھے تفصیل بتائی تھی تب میرے ذہن میں یہ بات اٹھی تھی کہ یسوع
ٓنے سے دو سو سال قبل یہ علاقہ کنعانی عربوں کی گرفت میں تھا۔ وہ چونکہ بحیرہ روم کے
لک تھے۔ ان کے بحری بیڑے ایشیا کے ساحل سے لے کر انگلستان کے ساحلوں تک
ناتے پھرتے تھے اور یورپی ممالک کا کوئی بھی بحری بیڑہ ان کے خلاف حرکت میں
یں آسکتا تھا لیکن رومنوں نے سمندروں پر ان کی حاکمیت کا خاتمہ کرنے کا تہیہ کر لیا۔
نانچہ رومن کنعانی عربوں سے ٹکرائے۔ اس وقت کنعانی عربوں کی تعداد رومنوں کے
قابلے میں لگ بھگ دس گنا کم تھی۔ اس کے باوجود شروع میں کنعانی عربوں نے

رومنوں کو بدترین شکستیں دیں۔ پھر اپنی عددی فوقیت کی وجہ سے رومن کنعانیوں
آئے اور انہیں افریقہ سے نکال باہر کیا۔ یہ وہی قرطاجنہ ہے جہاں ہم اس
ہوئے ہیں جو کنعانیوں کے دور میں کبھی تجارتی مرکز ہوا کرتا تھا اور اب یہ
میں ہے۔ اب میرے دل میں یہ اندیشے اٹھ رہے ہیں کہ ہم نے یہ سرزمین، یہ
شہر اس کے علاوہ یوتیکا اور دوسرے بہت سے شہر کنعانی عربوں سے چھینے تھے
چھینٹی کا کردار بہت دور کے آباؤ اجداد نے ادا کیا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں تاریخ
آپ کو دہرانے پر آگئی ہے۔ ہم نے یا ہمارے آباؤ اجداد نے اس دور میں کنعانی
کو یہاں سے نکالا اور اب جو ہماری حالت ہو رہی ہے، شکست پر شکست ہمارا
رہی ہے، نہ ہم کسی انفرادی مقابلے میں کامیاب ہوتے ہوئیں نہ اجتماعی ٹکراؤ میں
ہمارا ساتھ دیتی ہے تو مجھے یہ خوف لاحق ہو گیا ہے کہ کہیں تاریخ پھر اپنے آپ
دہرائے۔ یعنی جس طرح ہم نے عربوں کو اس سرزمین سے نکالا تھا، کہیں عرب
سرزمینوں سے نکال باہر نہ کریں........ اگر ایسا ہوا تو یہ ہمارے لئے ایسی سزا ہو
ہوگا جسے آنے والی صدیوں میں ہماری نسلیں تک فراموش نہ کر سکیں گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد پولوس رکا، دم لیا، اس کے بعد اپنے خیالات کا اظہار
ہوئے وہ پھر بول اٹھا۔

''اس موقع پر میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہم بار بار اپنی قوت کو آزما چکے ہیں
مغلوب رہے۔ مسلمانوں کے ساتھ ٹکراؤ کے دوران گال، وندال، ہن اور گاتھ
ان گنت جنگجو ہمارا ساتھ دیتے رہے ہیں لیکن کہیں بھی ہماری جھولی میں کامیابی
مندی نہ آئی۔ اب میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے خلاف ایک ایسا متحدہ محاذ
جائے کہ ہر صورت میں اپنی فتح مندی، اپنی کامیابی کو ان پر مسلط کیا جائے اور ان
افریقہ کے دشت سے لپیٹ دی جائے۔ اگر ہم نے جلد ایسا نہ کیا تو یاد رکھئے ہم
اپنی بساط اپنے ہاتھوں سے سمیٹ لینے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔''

پولوس یہاں تک کہنے کے بعد خاموش ہو گیا۔

اس کے یہ الفاظ سن کر پورے بڑے کمرے میں کچھ دیر تک کاٹ کھانے
اداس سی خاموشی چھائی رہی۔ آخر جسٹینین نے اس خاموشی، اس سناٹے کو توڑا
''محترم پولوس! جو کچھ آپ نے کہا ہے میں اس سے اتفاق کرتا ہوں
کوشش کریں گے کہ تاریخ کی اس گردش کو حرکت میں نہ آنے دیں۔ ہمارے

سالاروں اور عمائدین نے جو تجاویز پیش کی ہیں ان سب کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے
فیصلہ کیا ہے اور مجھے امید ہے کہ اگر ہم اس پر عمل کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر
آنے والے دور میں مسلمانوں کے مقابلے میں کسی موقع پر ہمیں شکست نہیں ہو گی۔''
جسٹینین رکا، دم لیا، ہونٹوں پر زبان پھیری .... پھر دوبارہ اس کمرے میں اس کی
آواز گونجی تھی۔

''جو کچھ میں کہنے لگا ہوں وہ سب غور سے سنیں۔ سب سے پہلے ہم ایک متحدہ لشکر
تیار کریں گے۔ اس لشکر میں ہمارے رومن لشکر کے علاوہ ہن، وندال، گاتھ اور گال قبائل
کے جنگجو بھی شامل ہوں گے۔ یہ ایک لشکر ہوگا جس کے کئی حصے ہوں گے۔ اس لشکر میں
بھی ہوگا۔ ہرکولیس، اسارین کے علاوہ باقی قبائل کے سالار بھی اپنے اپنے حصے کے لشکر
میں شامل ہوں گے۔ یہ سارا متحدہ لشکر ایک لشکر کی حیثیت سے آئندہ کام کرے گا۔
دوسرا لشکر بربروں پر مشتمل ہوگا جس کی کمانداری حسب سابق برالس کے ہاتھ میں
ہوگی اور اس کے تحت اپنے بربر ہی ہوں گے۔ اس کے علاوہ آج ہی تیز رفتار قاصد
افریقہ میں مختلف حکمرانوں کی طرف روانہ کئے جائیں گے۔ ان میں جو اہم ہیں ان میں
اب کی مملکت کا حکمران ہے۔ اس کے مرکزی شہر ازتہ کی طرف قاصد بھیجے جائیں گے۔
طنجہ کے حکمران گرینور کی طرف ہمارا قاصد جائے گا۔ قفصہ کے بادشاہ الیکس کو بھی پیغام
بھجوایا جائے گا....... اس کے علاوہ پارسیوں اور مجوسیوں کے چار بڑے بڑے شہر اور قلعے
زوس، مصامدہ، دلیلی اور زرہون ہیں ان کے حاکم اور سربراہ کی طرف بھی قاصد بھیجے
جائیں گے۔

قاصدوں کے ذریعے ان سب کو یہ تنبیہہ کی جائے گی کہ اگر وہ افریقہ کے اندر اپنی
حاکمیت اور اپنے علاقوں کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں تو پھر ہمارا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں
کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ ان پر یہ بھی واضح کر دیا جائے گا کہ اگر افریقہ میں
مسلمانوں کے ہاتھوں رومنوں کو پے در پے شکستیں ہوئیں اور مسلمان رومنوں کو افریقہ
سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے تو رومنوں کے علاوہ جس قدر بھی یہاں حکمران ہیں یا جس
جس کی بھی یہاں سلطنت ہے، ان سب کو اپنی اپنی حکمرانی، اپنی اپنی سلطنت سے ہاتھ
دھونے پڑیں گے۔ اس لئے کہ ہمیں اپنے سامنے زیر اور مغلوب کرنے کے بعد مسلمان
یقیناً افریقہ میں دوسرے حکمرانوں کا رخ کریں گے اور یکے بعد دیگرے سب کی سلطنتوں
کے مرکزی شہروں پر موت کی دستک دیتے ہوئے انہیں اپنے سامنے زیر کریں گے یا اپنا

باج گزار بنا کر رکھیں گے۔ اس موقع پر میں افریقہ کے ایک اہم حکمران کا ذکر
گیا ہوں اور وہ غمارہ کا نصرانی بادشاہ بلیان ہے۔ اس کی طرف بھی قاصد بھی
گے۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے افریقہ کے یہ سارے حکمران یقیناً مسلمانوں
ہمارا ساتھ دینا پسند کریں گے اور ان پر یہ بات بھی واضح ہے کہ اگر افریقہ میں
کے خلاف ہم کامیاب نہ ہوئے تو ان میں سے کوئی بھی مسلمانوں کے سامنے ٹھہر
اور نہ ہی کسی کی سلطنت باقی رہے گی۔ لہٰذا وہ سب ہر صورت میں ہمارا ساتھ د
لئے اپنے آپ کو پابند سمجھیں گے۔

ان سب کے نام یہ پیغام بھیجا جائے گا کہ وہ اپنے اپنے لشکر اپنے کچھ سالا
سرکردگی میں دو اہم قلعوں کی طرف بھجوائیں۔ یہ دو قلعے بلتس اور باغایہ ہوں
ان دونوں قلعوں کو ہم اپنا مرکز بنائیں گے۔ جس قدر ہماری مدد کے لئے اف
حکمران لشکر بھیجیں گے ان سب کو انہی قلعوں کے اندر ٹھہرایا جائے گا۔ وہاں ان ک
اور خوراک کے علاوہ ان کی بہترین دیکھ بھال کا بھی اہتمام کیا جائے گا۔ آنے وا
میں جب مسلمانوں کے ساتھ ہمارا ٹکراؤ ہوا کرے گا تو بیک وقت چار لشکر چ
سمتوں سے مسلمانوں پر ضرب لگانے کے لئے نکلیں گے۔

ایک لشکر قرطاجنہ سے نکلے گا جس میں رومن، ہن، وندال، گال، گاتھ ش
ہوں گے اور یہ لشکر میرا اندازہ ہے کہ مسلمانوں پر ضرب لگانے میں سب سے ا
ادا کرے گا۔

دوسرا لشکر بلتس کے قلعے سے نکلے گا اور کسی دوسری سمت سے مسلمانو
لگائے گا۔ تیسری سمت سے وہ لشکر نکلے گا جو باغایہ میں ٹھہرا ہوا ہوگا۔ اور چوتھا
قبائل کے سالار برانس کا ہوگا اور وہ مسلمانوں پر چوتھی سمت سے ضرب لگائے
طرح جب مسلمانوں پر چار سمتوں سے چار مختلف لشکر ضرب لگائیں گے تو مجھے ام
مسلمانوں سے نہ صرف ہم اپنی گزشتہ شکستوں کا انتقام لے لیں گے بلکہ انہیں اف
مار بھگانے میں بھی کامیاب ہو جائیں گے۔

اس سلسلے میں اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو یا وہ اس سے بہتر تجویز پیش کرنا
اس تجویز میں اضافہ کرنے کا خواہش مند ہو تو بولے۔"
جسٹینین نے کچھ دیر خاموش رہ کر انتظار کیا کہ شاید کوئی بولے۔ جب کسی
تجویز پیش نہیں کی تب، یہ طے پایا کہ اسی تجویز پر عمل کیا جائے گا۔ اس کے بع

گریگوری کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔
"محترم گریگوری! مجھے ایک بات کا بڑا دکھ اور صدمہ ہے .... اردیہ کا بربر حکمران
جو بظاہر مسلمان ہے اور مسلمانوں ہی کا ساتھ دے رہا ہے لیکن ہم سب جانتے
باطن میں وہ اسلام قبول نہیں کر سکا، اپنے پرانے مذہب پر ہی قائم ہے .... ہم
ں سے پہلے اس سے رابطہ بھی قائم کیا تھا اور اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ مسلمانوں
خلاف اپنی کارروائیاں شروع کرے گا۔ لیکن ابھی تک اس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا
کی وجہ سے کسیلہ یا اس کے نمائندوں کی وجہ سے مسلمانوں کو نقصان یا ہزیمت اٹھانا
ہو۔"

جسٹینین جب خاموش ہوا تب دکھ کا اظہار کرتے ہوئے گریگوری بول اٹھا۔
"آپ کا کہنا درست ہے .... اردیہ کے بادشاہ کسیلہ سے ایک بار نہیں کئی بار
ے آدمی رابطہ کر چکے ہیں۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ
انوں کے خلاف ہماری مدد کرے گا اور مسلمانوں کے اندر رہتے ہوئے ان کی خبریں
ہم تک پہنچاتا رہے گا۔ لیکن کسیلہ کے لئے کچھ مجبوریاں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں۔ آخری
ب اس سے میرا رابطہ ہوا تھا اس کے بعد اس نے میری طرف پیغام بھجوایا تھا کہ وہ
جان سے ہر موقع پر ہماری مدد کے لئے تیار ہے۔ لیکن عقبہ بن نافع اور اس کے
ے سالار کسی حد تک اس سے مشکوک ہو چکے ہیں اور اگر ان حالات میں اس نے
گر ہمارا ساتھ دیا یا ہماری طرف داری کرتے ہوئے مسلمانوں کے لئے کسی نقصان کا
بنا تو اس کا کہنا تھا مسلمان اسی وقت نہ صرف اس کی گردن کاٹ کر رکھ دیں گے
س کا جو ذاتی لشکر ہے اس کا بھی قلع قمع اور صفایا کر کے رکھ دیں گے۔ لہٰذا ان
ت کو سامنے رکھتے ہوئے کسیلہ فی الحال تو چپ اور خاموش ہے۔ اس لئے کہ ابھی
انوں کے سالار اس سے متعلق بد اعتقادی کا شکار ہیں۔ تاہم کسیلہ نے یہ کہلا بھیجا ہے
جب کبھی بھی اسے کوئی مناسب موقع ملا وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے میں رومنوں
ی کئی ہاتھ آگے رہے گا۔"

گریگوری کا جواب سن کر جسٹینین خاموش ہی رہا۔ شاید وہ اس کی گفتگو سے مطمئن ہو
تھا۔ کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر اس نے اپنے تین بڑے سالاروں لیو، ہرکولیس
اسارین کی طرف دیکھا اور انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"لیو! ہرکولیس! اور اسارین! جو کچھ میں کہنے لگا ہوں تینوں غور سے سننا۔ ابھی جو

لائحہ عمل اور منصوبہ طے ہوا ہے اس کے تحت میں دو کام تمہارے سپرد کرنے لگا ہوں
اس سلسلے میں کچھ کام میں محترم گریگوری کو بھی سونپوں گا۔

جہاں تک تم تینوں کا تعلق ہے تو تم پہلا کام یہ کرو گے کہ ابھی ابھی میں نے
میں جن حکمرانوں کا ذکر کیا ہے ان سب کی طرف تو آج ہی تیز رفتار قاصد بھجواؤ
جس منصوبے کا میں نے ذکر کیا ہے وہ اس کی تفصیل ان سے کہیں گے.......
ان پر زور دے کر یہ بات واضح کریں گے کہ وہ وقت ضائع کئے بغیر اپنی اپنی استط
کے مطابق اپنے سالاروں کی سرکردگی میں اپنے لشکر بلتس اور باغایہ قلعوں کی طرف
کردیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جسٹین رکا، کچھ سوچا، دوبارہ تینوں سالاروں کو مخاطب
ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''دوسرا کام جو میں تم تینوں کے سپرد کر رہا ہوں وہ یہ کہ آج شام یا کل تک
کسی بھی حصے میں اپنے کچھ آزمودہ کار اور جنگ کا بہترین تجربہ رکھنے والے سالا
بلتس اور باغایہ کی طرف روانہ کرو۔ ان میں سے کچھ بلتس میں اور کچھ باغایہ
کریں گے اور اپنے ساتھ یہاں سے کچھ مسلح دستے بھی لے کر جائیں گے۔ ان
اور ان کے ساتھ جانے والے دستوں کا کام یہ ہو گا کہ مختلف حکمرانوں کی طرف
لشکر بلتس اور باغایہ کا رخ کریں گے وہ ان دونوں قلعوں کے اندر آنے والوں کا
استقبال کریں گے۔ ان کی خوراک، ان کی رہائش کا عمدہ انتظام کریں گے۔ جس
سالار ان دونوں قلعوں کی طرف روانہ ہوں گے، ان کے پاس رسد، ہتھیاروں
ضروریات کا دیگر سامان وافر مقدار میں بڑے بڑے چھکڑوں کے ذریعے قلعوں
روانہ کیا جائے گا، ان سالاروں کا یہ بھی کام ہو گا کہ جس قدر لشکر ان دونوں قلعوں
کریں گے وہ انہیں تقسیم کر کے دونوں قلعوں کے اندر برابر کی طاقت اور قوت
جب ان حکمرانوں کی طرف سے وہاں لشکر پہنچ جائیں تو ان کے پہنچنے کی اطلاع
فی الفور کریں۔''

جسٹین پھر دم لینے کے لئے رکا اس کے بعد دوبارہ اپنے تینوں بڑے
مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''یہ دو بڑے کام ہیں جو میں تمہارے سپرد کر رہا ہوں اور ان کی تکمیل کم
تک پوری ہو جانی چاہئے۔''

[جسٹ]ین کی ساری گفتگو کے جواب میں لیو اور ہرکولیس کے علاوہ اسارین نے بھی
[عز]م کرتے ہوئے اس کی تکمیل کا یقین دلایا۔ تب جسٹین خوش ہو گیا تھا۔ پھر
[گر]یگوری کو مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

[مح]ترم گریگوری! آپ کے ذمے بھی میں دو کام لگا رہا ہوں .... پہلا یہ کہ آج یا
[...] تیز رفتار قاصد ہمارے اتحادی اور بربروں کے سردار برانس کی طرف روانہ کریں
[...]وں سے نمٹنے کے لئے جو حکمت عملی ہم نے اختیار کی ہے اس سے اسے آگاہ
[...] اس پر یہ بھی واضح کریں کہ جب ہماری تیاریاں مکمل ہو جائیں تو اسے ان
[...]ی تکمیل کی اطلاع کی جائے گی۔ اس کے بعد چار لشکر بیک وقت مسلمانوں کے
[...]ت میں آئیں گے۔ ایک قرطاجنہ سے نکلے گا جس کی کمانداری لیو، ہرکولیس اور
[...] کر رہے ہوں گے .... دوسرا لشکر بلتس سے جس کی کمانداری ہمارے وہ سالار
[...]ے جو یہاں کا رخ کریں گے .... تیسرا لشکر باغایہ سے اٹھے گا۔ اس کی
[...] بھی ہمارے سالاروں کے ہاتھ میں ہو گی .... چوتھا لشکر برانس کا ہو گا۔ جب
[...] اطلاع دیں گے تو وہ بھی اپنے جنگجوؤں کے ساتھ نکلے گا۔ اس طرح جب چار
[...]توں سے مسلمانوں پر ضرب پڑے گی تو میں دیکھوں گا کہ وہ کیسے اور کتنی دیر تک
[...]بلہ اور ہمارا سامنا کر سکتے ہیں۔''

[جسٹ]ین پھر دم لینے کے لئے رکا، اس کے بعد گریگوری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
[''د]وسرا کام میں آپ کے ذمے یہ کرنا چاہتا ہوں کہ ایک قاصد اردیہ کے حکمران
[...] طرف بھی روانہ کر دیں اور جو منصوبہ ہم نے طے کیا ہے اس کی اطلاع اسے بھی
[...] اور اس پر یہ بھی واضح کر دیں کہ اس سلسلے میں مسلمانوں کو خبر ہوئے بغیر وہ ہماری
[...]د کر سکتا ہو تو ضرور کر دے۔''

[جسٹ]ین جب رکا تب خدشات اور تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے گریگوری کہنے لگا۔
['']جہاں تک برانس کو مطلع کرنے کا تعلق ہے تو اس پر میں آپ سے پورا پورا اتفاق
[...]ں۔ جہاں تک اردیہ کے حکمران کسیلہ کا تعلق ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ فی الحال
[...]ر انداز کیا جائے۔ ویسے بھی ان دنوں کسیلہ نے قیروان میں عقبہ بن نافع کے
[...]م کر رکھا ہے....... اگر ہم اپنی اس منصوبہ بندی کی اطلاع کسیلہ کو کرتے ہیں اور
[...]یجا ہوا قاصد اگر مسلمانوں کے ہاتھ چڑھ گیا اور مسلمانوں نے اس پر سختی کرتے
[ہ]مارے راز اس سے حاصل کر لئے تو پھر یاد رکھئے گا، نہ صرف ہمارا منصوبہ ناکام

ہو جائے گا بلکہ کسیلہ کی بھی مسلمان گردن کاٹ دیں گے اور افریقہ میں جس قدر
حکمران ہیں باری باری ان سب پر بھی ضربیں لگاتے ہوئے انہیں اپنا مطیع اور فر
لیں گے۔ اگر ایسا ہوا تو افریقہ کی سرزمینوں میں ہم بالکل تنہا رہ جائیں گے اور
بھی وقت زوردار ضرب لگاتے ہوئے افریقہ میں ہماری بساط لپیٹ کر رکھ دیں
گریگوری جب خاموش ہوا تب اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے جسٹینین کہنے
"گریگوری! میں تمہاری اس رائے سے بھی اتفاق کرتا ہوں۔ فی الحال
حکمران کسیلہ کو فراموش کر دو۔"
اس کے ساتھ ہی جسٹینین اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور وہ مجلس مشاورت اس
دی تھی۔

◎......◎

★★★

عقبہ بن نافع ایک روز اپنے سالاروں میں سے محمد بن اوس، زہیر بن قیس، حنش
بن عبداللہ صنعانی، صالح بن حریم، نعیم بن حماد، سقانہ اور کچھ دوسرے چھوٹے سالاروں
کے ساتھ اپنی آئندہ کی منصوبہ بندی کے متعلق گفتگو کر رہا تھا کہ ایک مسلح جوان اس کمرے
کے دروازے پر آن رکا اور عقبہ بن نافع کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"امیر! اردیہ کا بادشاہ کسیلہ کسی اہم کام کے سلسلے میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا
ہے۔"
آنے والے اس مسلح جوان کے الفاظ پر عقبہ بن نافع چونکا تھا، کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔
"اسے اندر بھیجو........ میں دیکھتا ہوں وہ کیا کہتا ہے۔"
آنے والا وہ مسلح جوان ایک طرف ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد کسیلہ اس کمرے میں
داخل ہوا۔ عقبہ بن نافع نے اسے اپنے قریب بیٹھنے کی جگہ دی۔ کسیلہ نے اسے اپنے لئے
ایک اعزاز اور عزت سمجھا اور سکون کا اظہار کرتے ہوئے عقبہ بن نافع کے پاس بیٹھ گیا۔
عقبہ بن نافع نے اُسے مخاطب کیا۔
"مجھے بتایا گیا ہے کہ تم کسی موضوع پر مجھ سے گفتگو کرنا چاہتے ہو۔"
جواب میں کسیلہ نے پہلے اثبات میں گردن ہلائی پھر کہنے لگا۔
"امیر! میں گزشتہ چند ماہ سے اپنے لشکر کے ساتھ یہاں قیروان میں پڑا ہوا ہوں۔
اس دوران نہ مجھ سے کوئی کام لیا گیا نہ میرے ساتھ آنے والے لشکریوں کو کوئی مہم سونپی
گئی۔ اس کے مجھے دو نقصان ہو رہے ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں میرے لشکری بے کار پڑے
پڑے زنگ آلود ہو جائیں گے۔ اور پھر انہیں مصروف رکھنا از حد ضروری ہے ورنہ وہ
میرے خلاف بھی سازشیں کرنا شروع کر دیں گے۔ یہاں بے کار قیام کے دوران جو
دوسرا نقصان مجھے ہو رہا ہے وہ یہ کہ میری غیر موجودگی میں میرے مرکزی شہر اور میرے

ماتحت علاقوں کا نظم و نسق پہلے جیسا نہیں رہا۔ میری غیر موجودگی میں بہت سے لوگوں
فائدہ اٹھانے کی خاطر افراتفری اور ابتری سی پھیلانا شروع کر دی ہے۔ مجھے خطرہ ہے
کہیں میرے علاقوں میں میرے خلاف ہی بغاوت نہ اٹھ کھڑی ہو۔“

کسیلہ جب خاموش ہوا تب عقبہ بن نافع نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، کچھ
پھر کسیلہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”کسیلہ! جو کچھ تم نے کہا ہے میں اس سے اتفاق کرتا ہوں۔ دراصل ماضی میں
جس مہم پر نکلے اس کے لئے میں یہ نہیں کہوں گا کہ تمہاری ضرورت نہیں پڑی۔ تم
دیکھا ہم بہت سے اپنے لشکری بھی قیروان میں چھوڑتے رہے ہیں۔ لہٰذا جو حالات
نے بیان کئے ہیں ان کے تحت میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ فی الحال ہمارے سامنے کوئی
نہیں۔ لہٰذا تم اپنے مسلح دستوں کو لے کر اپنے مرکزی شہر اردیہ کی طرف چلے جاؤ اور
کے نظم و نسق کو اپنے ہاتھ میں لو اور ہر چیز کو پہلے کی طرح منظم کر دو۔“

عقبہ بن نافع کا یہ جواب سن کر کسیلہ خوش ہو گیا تھا۔ شاید عقبہ بن نافع سے وہ
اجازت چاہتا تھا۔ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہنے لگا۔

”میں امیر کے جواب سے مطمئن ہوں۔ اس طرح جہاں میں اپنے علاقوں کا
نسق درست کر سکوں گا وہاں میں اپنے لشکریوں کو بھی مختلف کاموں میں مصروف رکھ کر
کے ذہنوں کو الجھائے رکھوں گا۔“

اس کے ساتھ ہی کسیلہ اٹھا، عقبہ بن نافع کے علاوہ سارے سالاروں سے اُس
پُرجوش مصافحہ کیا، پھر وہ وہاں سے نکل گیا تھا۔

کسیلہ کے جانے کے بعد کچھ دیر تک عقبہ بن نافع کے ہونٹوں پر ہلکا ہلکا تبسم کھیلتا
پھر سارے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اچھا ہوا آج کسیلہ نے خود ہی اپنے شہر اردیہ جانے کا ارادہ ظاہر کر دیا۔ ورنہ
خود سوچ رہا تھا کہ اسے کسی بہانے اس کے اپنے علاقوں کی طرف روانہ کر دیا جائے۔
ایک تو یہ یہاں بے کار پڑا ہوا ہے اس کی وجہ سے ہمارے اخراجات میں اضافہ
ہے۔ دوسرے یہ جب اپنے علاقوں کی طرف جائے گا تو ہم اس پر نگاہ رکھیں
دیکھیں گے کہ یہ کہاں تک ہمارے خلاف کام کرتا ہے۔“

عقبہ بن نافع یہاں تک کہنے کے بعد رکا پھر اپنے بربر سالار سقانہ کی طرف
ہوئے کہنے لگا۔

قانہ! میرے کہنے پر پہلے بھی تم نے کسیلہ کے اطراف میں اپنے آدمی مقرر کئے
کی نقل و حرکت پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھے........ اب میں تم سے پھر کہوں
سیلہ جب اپنے مرکزی شہر اردیہ کی طرف روانہ ہو تو اس کی نقل و حرکت کا جائزہ
لئے اپنے کچھ آدمی مقرر کرنا تاکہ وہ ہمیں کسیلہ کے متعلق بروقت اطلاعات
رتے رہیں۔“

واب میں سقانہ نے اپنی گردن کو خم کیا، مسکرایا، پھر کہنے لگا۔

امیر! آپ فکر نہ کریں........ میں نے جو اپنے آدمی کسیلہ پر نگاہ رکھنے کے لئے
ئے ہیں وہ کسیلہ کے ساتھ ہی اس کے مرکزی شہر اردیہ کی طرف کوچ کر جائیں

قانہ کے ان الفاظ کے جواب میں عقبہ بن نافع کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ وہی مسلح
جو شاید عقبہ بن نافع کے لئے چوبدار کا کام انجام دے رہا تھا جو اس سے پہلے کسیلہ
کی اطلاع لے کر آیا تھا ایک بار پھر اس کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا اور عقبہ
کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

امیر! ہمارے تین مخبر جو قرطاجنہ کی سمت رومنوں پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر کئے
ئے وہ باہر کھڑے ہیں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر ضروری اطلاعات فراہم
چاہتے ہیں۔“

یہ الفاظ سن کر عقبہ بن نافع کے چہرے پر خوشیاں بکھر گئی تھیں۔ دوسرے سالار بھی
اظہار کر رہے تھے۔ لہٰذا عقبہ بن نافع ایک دم بول اٹھا۔

”ان تینوں کو اندر بھیجو........ میں دیکھتا ہوں وہ ہمارے لئے کیا خبریں لے کر آئے

مسلح جوان پیچھے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد تینوں مخبر اس کمرے میں داخل ہوئے۔
کے ساتھ انہوں نے مصافحہ کیا۔ عقبہ بن نافع کے سامنے وہ بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ
ن نافع نے انہیں مخاطب کیا۔

”میرے عزیز ساتھیو! کہو، تم رومنوں سے متعلق ہمارے لئے کیا اچھی خبر لے کر
ہو؟“

آنے والے ان مخبروں نے وہ ساری تفصیل کہہ دی تھی جو جسٹینین نے قرطاجنہ کے
کبرا میں مجلسِ مشاورت کے دوران طے کی تھی۔

یہ ساری تفصیل جان کر عقبہ بن نافع نے خوشی کا اظہار کیا پھر آنے والے
مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"اگر رومنوں نے افریقہ کے سارے حکمرانوں کو اپنے اپنے لشکر دو قلعوں بلتس
باغایہ کی طرف بھیجنے کی ترغیب دی ہے تو کیا تم بتا سکتے ہو کہ کوئی لشکر بلتس اور با
بھی ہے؟"

اس پر ایک مخبر بول اٹھا۔

"امیرِ محترم! ایک نہیں بلکہ کئی لشکر ان دونوں شہروں میں پہنچ چکے ہیں۔ اور ج
جنگجو ان دونوں شہروں کا رخ کر رہے ہیں انہیں تقسیم کر کے دونوں شہروں میں
قوت رکھی جا رہی ہے۔ ان کے اندر کئی رومن سالار مقرر ہیں جو آنے والے سالار
لشکریوں کا استقبال کرتے ہیں۔ ان کے قیام اور ان کی خوراک کا عمدہ انتظام
ہیں۔ جب سارے افریقی حکمرانوں کی طرف سے ان کے لشکر ان دونوں شہروں
جائیں گے تب اس کی اطلاع قرطاجنہ میں جسٹین کو کر دی جائے گی۔ اس کے بعد
وقت ہم پر ضرب لگانے کے لئے چار لشکر اُٹھیں گے۔ ایک قرطاجنہ سے، دوسرا
سے، تیرا باغایہ سے اور چوتھا بربروں کے سردار برانس کی طرف سے ہماری طرف
کرے گا۔"

عقبہ بن نافع نے آنے والے ان مخبروں سے کچھ مزید تفصیلات بھی حاصل
انہیں جانے، آرام کرنے اور اس کے بعد اپنے کام کے لئے نکل جانے کا حکم
تھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ تینوں مخبر وہاں سے اٹھ کر چلے گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد کچھ دیر تک کمرے میں گہری خاموش طاری رہی۔
نافع باری باری اپنے سالاروں کی طرف دیکھتا رہا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے عزیز اور محترم ساتھیو! جو اطلاعات ہمارے مخبروں نے دی ہیں
لوگ بھی سن چکے ہو...... اب اپنی اپنی رائے دو کہ ہمیں ان اطلاعات کی روشنی
اور کس طرح کے ردِعمل کا اظہار کرنا چاہئے۔ ویسے اس وقت جو ترکیب میرے ذ
ہے وہ میں تم سب کے سامنے بیان کرتا ہوں۔ اس کے بعد تمہاری رائے جا
کوشش کروں گا۔

میں چاہتا ہوں کہ کچھ دن انتظار کر کے اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے ک
آئیں۔ اتنی دیر تک کسیلہ بھی یہاں سے اپنے مسلح دستوں کے ساتھ اپنے مر

ی طرف کوچ کر چکا ہوگا۔ ہم ان دو قلعوں یعنی بلتس اور باغایہ کا رخ کریں گے
رومن ہمارے خلاف استعمال کرنے کے لئے قوت جمع کرنا شروع ہو چکے ہیں۔
ان دونوں شہروں پر حملہ آور ہو کر ان کے اندر دشمن کے جس قدر لشکری ہوں ان
کر کے دونوں قلعوں پر قبضہ کر لیں تو میں سمجھتا ہوں کہ آنے والے دنوں میں
دونوں قلعوں کو مرکز بنا کر اور وہاں سے نکل کر آہستہ آہستہ دشمن کے سارے
وں پر حملہ آور ہو کر ان کی قوت کو فنا کر کے ان کے علاقوں کو اپنی عملداری میں
کر سکتے ہیں۔"

عقبہ بن نافع کی اس تجویز کو سب سالاروں نے پسند کیا تھا۔ لہٰذا جواب میں کسی
نے اپنی رائے کا اظہار نہ کیا۔ چنانچہ مطمئن اور خوش ہو کر عقبہ بن نافع نے اپنی مجلسِ
مشاورت ختم کر دی۔ اس کے بعد عقبہ بن نافع اپنے سالاروں کے ساتھ مل کر بلتس اور
دونوں شہروں اور قلعوں پر ضرب لگانے کے لئے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دینے
لگا۔

•••

دوپہر کا وقت تھا۔ سدیکا قیلولہ کے طور پر اپنی خواب گاہ میں بستر پر لیٹی ہوئی تھی۔
سوئی نہ تھی کہ فلورنس بڑے خوش کن انداز میں گنگناتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی
۔ اس کی گنگناہٹ کو سنتے ہوئے سدیکا فوراً اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اپنا لباس درست کیا، بال
سنوارے، بستر سے اٹھی، ایک نشست کی طرف بڑھی پھر ہلکی ہلکی، دھیمی دھیمی مسکراہٹ
فلورنس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"یہ تمہاری گنگناہٹ، تمہارے چہرے پر ہلکا سا تبسم، تمہاری شوخ اور چنچل چال اور
تمہاری آنکھوں سے پھوٹتی روشنی بتاتی ہے کہ یا تو کوئی بہت ہی اچھی خبر تمہیں ملی ہے یا
انمول خزانہ تمہارے ہاتھ لگ گیا ہے۔"

فلورنس آگے بڑھی، سدیکا کو اس نے اپنے ساتھ لپٹایا، پھر علیحدہ ہوئی، سدیکا کا ہاتھ
پکڑ کر وہ ایک نشست پر بیٹھ گئی پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہنے لگی۔

"یوں جانو ساری ہی خوشیاں مجھے......"

اپنا جملہ ادھورا چھوڑ کر فلورنس رکی، پھر دوبارہ بول اٹھی۔

"تم نے غلط کہا، مجھے نہیں بلکہ ہم دونوں کو ایسی خوشیاں نصیب ہوئی ہیں سدیکا! کہ
آج میرے پاس مال و دولت کے ڈھیر ہوتے تو میں یقیناً تمہیں سونے اور جواہرات

میں تول کر رکھ دیتی۔"

سدیکا نے فلورنس کا شانہ پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔

"ایک تو یہ تمہاری تمہید باندھنے کی عادت بہت بری ہے۔ براہِ راست کچھ کہنے کی تم عادی ہی نہیں ہو۔ بتاؤ تو سہی، تمہیں کون سی خوشی مل گئی ہے؟...... کیا تمہیں خزانہ میسر آ گیا ہے جس کی بناء پر آج تم خلافِ معمول گنگناتی ہوئی خواب داخل ہوئی ہو؟ اور آج تمہاری چال بھی بدلی ہوئی ہے۔ تمہارے ہونٹوں پر تبسم بھی قسم کا ہے۔ آنکھوں سے پھوٹنے والی روشنی بھی نئی ہے۔ ذرا میں بھی تو سنوں، یہ انقلاب کس بناء پر ہے؟"

فلورنس نے چند لمحوں تک شوخ نگاہوں سے سدیکا کی طرف دیکھا پھر کہنے لگی

"یہ شوخی، یہ انوکھا تبسم، یہ نئی چال، یہ آنکھو سے پھوٹتی روشنی اس وجہ سے ہے دن پہلے میں نے اپنی ماں سے کلارنس کی دکان کا ذکر کیا تھا اور کہا تھا کہ اگر کچھ کپڑوں کی ضرورت ہو تو وہاں جایا کرے...... چنانچہ آج صبح کے وقت میری اماں گئی۔ اس نے بابا کے لئے کچھ کپڑے پسند کئے، ساتھ ہی اپنے لئے بھی کچھ کپڑے نشاندہی کی۔ اماں نے چونکہ وہاں میرا بھی ذکر کیا تھا لہٰذا انہوں نے اماں سے سارا سامان قصر میں پہنچا دیں گے۔ اماں انہیں ادائیگی کر آئی تھی، ابھی تھوڑی رولسن آیا تھا۔"

رولسن کا نام سن کر سدیکا چونکی، اس کی آنکھوں میں تجسس بھری خوشیاں رقص تھیں۔ فوراً بول اٹھی۔

"لیکن رولسن تو قیروان گیا ہوا تھا...... گزشتہ روز ہم دونوں گھڑ دوڑ کلارنس کی دکان سے گزری تھیں۔ کلارنس اس وقت اکیلا تھا، رولسن نہیں تھا۔ اگر چکا تھا تو کلارنس ضرور ہمیں دکان میں بلاتا۔"

اس پر فلورنس پھر بول اٹھی۔

"تمہارا کہنا درست ہے...... کل دن کے وقت ہی رولسن قیروان سے لوٹ دکان پر نہیں آیا تھا لیکن کلارنس کو بھی نہیں پتہ تھا کہ اس کا بیٹا گھر پر آ گیا ہے؟ چنانچہ کلارنس کو ادائیگی کرنے کے بعد میری ماں جن کپڑوں کا کہہ کر آئی تھی وہ کپڑے رولسن ہی لے کر آیا تھا۔ میں خود اسے دیکھ کر بڑی حیرت زدہ ہوئی تھی...... کپڑے دے کر جانے لگا تو میں اماں اور ابا دونوں کی نگاہ بچا کر اس کے ساتھ

گئی اور اس سے تفصیل جاننا چاہی۔ جواب میں اس نے جلدی جلدی پوری تفصیل مجھ سے کہہ دی۔ اس تفصیل کے مطابق نہ صرف یہ کہ امیر محمد بن اوس تمہیں اور نعیم بن حماد مجھے پسند کرنے لگے ہیں بلکہ انہوں نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ وہ کوئی مناسب موقع دیکھ کر ہم دونوں کو یہاں سے نکال کر قیروان پہنچانے کا اہتمام ضرور کریں گے۔"

یہ خبر سن کر سدیکا لمحہ بھر کے لئے خوشی اور انتہا درجہ کی طمانیت میں دم بخود سی رہ گئی تھی۔ خاموشی سے چند لمحوں تک فلورنس کی طرف دیکھتی رہی پھر ایک دم یوں حرکت میں آئی جیسے سکتے والا کوئی مریض اچانک حرکت میں آ کر ردِعمل کا اظہار کرتا ہے۔ سدیکا نے فوراً فلورنس کو اپنے ساتھ لپٹا لیا، اس کی پیشانی، اس کا منہ کئی بار چوما پھر کہنے لگی۔

"میں سمجھتی ہوں کہ محبت کے معاملے میں، میں اور تم دونوں خوش قسمت ہیں۔ ہم دونوں نے جن کو اپنی زندگی کی منزل، اپنی حیات کا مقصد بنایا تھا وہ ہماری طرف متوجہ، ہماری طرف راغب ہو چکے ہیں۔ بس ان کے علاوہ اب ہمیں چاہئے بھی کچھ نہیں۔ فلورنس! یہ بھی اچھا ہوا کہ مارٹینا کو ہم نے قیروان بھجوا دیا اور اسی کے بہانے رولسن کا آنا جانا قیروان ہو گیا ہے۔ رولسن کے ذریعے ہم جب چاہیں اپنا کوئی پیغام امیر ابنِ اوس اور نعیم بن حماد کے پاس بھیج سکتی ہیں۔ یہ تو کہو کہ مارٹینا سے متعلق بھی رولسن سے کچھ بتایا؟"

جواب میں فلورنس ہلکی ہلکی، دبی دبی مسکراہٹ میں کہنے لگی۔

"وہ تو شاید نہ بتاتا لیکن میں نے مارٹینا سے متعلق خود ہی اس سے پوچھا تو وہ کہنے لگا مارٹینا وہاں بے حد خوش ہے...... وہ اسلام قبول کر چکی ہے اور قرطاجنہ کی نسبت وہاں زیادہ خوشی اور امن وسکون سے زندگی کے دن گزار رہی ہے۔ اس نے وہاں عمیر بن صالح سے شادی کر لی ہے۔ شادی کے بعد ان دونوں کے لئے امیر محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نے ایک عمدہ سے گھر کا بھی اہتمام کر دیا تھا۔ لہٰذا مارٹینا اب اپنے شوہر عمیر بن صالح کے ساتھ اپنے گھر میں قیام کئے ہوئے ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد فلورنس تھوڑی دیر کے لئے رکی تھی۔ اس دوران اس نے کچھ سوچا پھر سدیکا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"سدیکا! میں تو چاہتی ہوں کہ دونوں بہنیں کوئی مناسب موقع جان کر یہاں سے نکل کر قیروان کی طرف روانہ ہو جائیں۔ رولسن کیونکہ ایک بار وہاں سے ہو کر آ گیا ہے، اسے راستوں کی بھی آگاہی ہو چکی ہے لہٰذا رولسن کے ساتھ ہم قرطاجنہ سے نکل کر قیروان

روانہ ہوسکتی ہیں۔ اور میرے خیال میں ایسا کرنے میں تاخیر سے کام نہیں لینا چاہئے۔ جس طرح مارٹینا نے وہاں پہنچ کر اپنا گھر آباد کرلیا ہے اور وہاں ہنسی خوشی زندگی بسر کر رہی ہے میرے خیال میں ہم دونوں کو بھی اس کے نقشِ قدم پر چلنا چاہئے۔ یہاں سے ہم کو قیروان جانا چاہئے۔ اب ہم دونوں کی منزل قیروان ہے۔ لہٰذا اس کام کو انجام دینے میں تاخیر کیسی۔ کہیں ایسا نہ ہو حالات ہمارے خلاف پلٹا کھا جائیں۔''

سیکا نے گھورنے کے انداز میں فلورنس کی طرف دیکھا پھر پوچھ لیا۔

''تمہارا اشارہ کن حالات کی طرف ہے؟''

''سیکا میری بہن! یہ بھی تو ہوسکتا ہے میرے ماں باپ میرا کہیں رشتہ طے کر دیں۔'' فلورنس نے سنجیدگی میں کہنا شروع کیا تھا۔ ''اور رشتہ طے ہونے کے ساتھ ہی میری شادی کا بھی اہتمام کر دیں .... اگر ایسا ہوا تو میرے لئے عذاب اٹھ کھڑے ہوں گے۔ میں تو شادی کے لئے تیار ہی نہیں ہوں گی۔ سیکا، میری بہن! جہاں تک تمہارا تعلق ہے، وہ کچھ مختلف ہے۔ تم اپنے بھائی کے ساتھ یہاں آئی ہو لہٰذا یہاں تمہاری شادی کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ تمہیں ایک نہ ایک دن واپس اپنے بھائی کے ساتھ قسطنطنیہ جانا ہے۔ لہٰذا تمہاری طرف سے مجھے یہ بھی خدشہ ہے کہ کہیں مسلمانوں کے ہاتھوں شکست پر شکست اٹھانے کے بعد تمہارا بھائی دلبرداشتہ نہ ہو جائے اور قسطنطنیہ جانے کا ارادہ نہ کرلے .... اور جس روز اس نے ایسا کیا وہ یقیناً تمہیں اپنے ساتھ لے کر جائے گا اور اگر تم مجھے تنہا چھوڑ کر اپنے بھائی کے ساتھ قسطنطنیہ گئیں تو یاد رکھنا میں تو اکیلی قرطاجنہ میں بالکل مر جاؤں گی۔ میرے سامنے پھر ایک ہی راستہ ہوگا اور وہ یہ کہ اپنے ہاتھوں سے اپنا کام تمام کر دوں۔''

فلورنس کے خاموش ہونے پر سیکا نے اس کے گال پر ہلکی سی چپت لگائی، پھر ہلکی سی آواز میں کہنے لگی۔

''فلورنس، میری بہن! ایسی الٹی سیدھی بلکہ بری سوچیں نہیں سوچتے۔ پہلی بات تو یہ کہ اول تو ابھی تک تمہارے رشتے کی بات کہیں چھڑی ہی نہیں۔ لہٰذا اس سلسلے میں تو مطمئن رہو۔ جہاں تک میرے بھائی کا واپس جانے کا تعلق ہے تو یہ معاملہ بھی تمہیں دور دور تک کہیں دکھائی نہیں دیتا۔ تاہم دونوں عوامل کو سامنے رکھتے ہوئے میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ جس دن تمہارا رشتہ طے ہوا اس سے اگلے روز میں اور تم ہم دونوں یہاں سے قیروان کی طرف کوچ کر جائیں گی۔ میری بہن! حالات کتنے ہی کڑے

اور وقت کیا ہی ہمارے خلاف کیوں نہ ہو، ہماری منزل قرطاجنہ نہیں قیروان ہے۔ اور ہم دونوں نے ہر صورت وہاں پہنچنا ہے۔

جہاں تک میرے بھائی کے واپس جانے کا تعلق ہے تو تم نے جن خدشات کا اظہار کیا ہے وہ بھی درست ہیں۔ اگر مسلمانوں کے ہاتھوں پے در پے ہمیں شکستیں ہوئیں تو میرا بھائی یقیناً واپسی کا ارادہ کرسکتا ہے۔ لیکن جب وہ ایسا کرے گا تو میں دو قدم اٹھاؤں گی۔ اول یہ کہ اسے قسطنطنیہ جانے سے کسی نہ کسی طرح روکوں گی۔ مجھے امید ہے کہ میں ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گی۔

فلورنس میری بہن! اگر میرا بھائی رکنے پر آمادہ نہ ہوا اور واپس جانے پر ہی اصرار کرتا رہا تو پھر یاد رکھنا میں وہ انتہائی قدم اٹھاؤں گی جو مجھے اٹھانا چاہئے۔ جس روز میرے بھائی نے قسطنطنیہ جانے کا ارادہ کیا میں فوراً تمہیں لے کر قیروان کی طرف روانہ ہو جاؤں گی۔ میں جانتی ہوں میری اور تمہاری خوبصورتی اور حُسن راستے میں ہمارے لئے مصیبت کا باعث بھی بن سکتا ہے یا قرطاجنہ کے نواح میں جو ہمارے لشکر یا مخبر پھیلے ہیں ان میں سے کسی کو خبر ہوگئی تب بھی وہ ہمیں گرفتار کر کے واپس قرطاجنہ لے آئیں گے۔ اگر ایسا ہوا تو میں جانتی ہوں ہم دونوں کی گردنیں کاٹ دی جائیں گی۔ لیکن حالات کچھ بھی ہو جائیں، ہم نے قیروان جانا ضرور ہے۔ لیکن ابھی نہیں۔

فلورنس! اگر ہمیں یہاں سے نکلنا پڑا تو ہم رولسن کو اپنے ساتھ لیں گی۔ میں اور تم دونوں مردانہ جنگی لباس میں ہوں گی اور راستے میں سراؤں میں قیام کرتے ہوئے مجھے امید ہے کہ ہم باحفاظت قیروان پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گی۔ لیکن فی الحال ہمارا یہاں قیام کرنا انتہائی ضروری ہے۔

تم نے دیکھا نہیں، ماضی میں جب میں نے عمیر بن صالح کے ہاتھ فرانس اور ٹریسلر کے انفرادی مقابلے کے لئے نکلنے کی خبر امیر تک پہنچائی تھی تو اس کا خاطر خواہ فائدہ ہوا تھا۔ فرانس اور ٹریسلر سے پہلے ہی امیر محمد بن اوس انفرادی مقابلے کے لئے میدان میں اترے، اور کمال جرأت مندی اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرانس اور ٹریسلر دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا کیونکہ ہماری طرف سے خبر قبل از وقت پہنچ چکی تھی۔ لہٰذا امیر محمد بن اوس نے اپنے سالارِ اعلیٰ عقبہ بن نافع سے بات کر کے پہلے انفرادی مقابلے کے لئے خود میدان میں اترنے کا تہیہ کرلیا۔ اس طرح انفرادی مقابلے ہارنے کی وجہ سے رومنوں کے اندر بد دلی پھیل گئی اور مسلمانوں کے حوصلے بلند ہو گئے۔

فلورنس، میری بہن! یہ بھی تو سوچو، میں نے عمیر بن صالح کے ہاتھ امیر
اطلاع کر دی تھی کہ قیروان پر حملہ آور ہونے کے لئے صرف رومن ہی نہیں بلکہ بربر
اور جنگجو ہن بھی شامل ہوں گے۔ لہٰذا تینوں اقوام کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں
خوب تیاری کی اور رومنوں کے متحدہ لشکر کو بدترین شکست دی۔

میری بہن! آنے والے دور میں بھی اگر مسلمانوں کے خلاف یہاں قرطاجنہ
سازش تیار کی جاتی ہے یا مسلمانوں کو اپنے سامنے زیر کرنے اور انہیں شکست
کرنے کے لئے یہاں کوئی نئی منصوبہ بندی کی جاتی ہے تو ہم اس کی اطلاع بروقت
کے ذریعے قیروان پہنچا سکتی ہیں۔ فلورنس! جس کام کے لئے میں اب قرطاجنہ
چاہتی ہوں وہ کام اب میرے اور تمہارے دونوں کے فرائض میں شامل ہے۔ فلو
اپنے آپ کو نعیم بن حماد سے وابستہ کر چکی ہوں، میں رومنوں کے شہنشاہ قسطنطین
ہونے کے باوجود اپنے آپ کو امیر محمد بن اوس کے لئے وقف کر چکی ہوں۔ فلورنس
تمہارے دل کی بات نہیں جانتی لیکن اپنا دل کھول کر تمہارے سامنے یوں بیان
ہوں کہ گو ابھی تک میرا نکاح یا عقد امیر محمد بن اوس سے نہیں ہوا لیکن میں ابھی
اپنا مالک اور اپنے آپ کو ان کی بیوی خیال کرتی ہوں اور اس رشتے اور ناتے
ان کی بہتری اور بھلائی کے لئے ہر کام کرنا میرے اولین فرائض میں شامل ہے۔"

سنیکا کے خاموش ہونے پر فلورنس نے سنیکا کا ہاتھ پکڑ کر اپنا ہاتھ اس کے
مارا پھر بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"میری حالت تم سے مختلف نہیں ہے .... جو رشتہ اور ناطہ تم امیر محمد بن ا
ساتھ قائم کر چکی ہو ایسا ہی رشتہ اور ناطہ میرا نعیم بن حماد کے ساتھ طے ہے۔ اگر
دل کی حالت پوچھتی ہو تو میں تو اس رشتے اور ناطے کو سامنے رکھتے ہوئے اس
سکتی ہوں کہ میں تو اپنی جان تک نعیم بن حماد کے لئے قربان کر سکتی ہوں۔ اب
کہتی ہو؟"

فلورنس کے ان الفاظ سے سنیکا ایسی خوش ہوئی کہ فلورنس کو گلے لگایا، پھ
پیشانی چومی، علیحدہ ہوئی اور کہنے لگی۔

"اب میں کچھ نہیں کہنا چاہتی۔ مجھے یہ جان کر بے حد خوشی اور طمانیت ہوئی
تمہارے جذبات مجھ سے مختلف نہیں ہیں .... اب ہم دونوں یہیں قیام کر
کریں گی اور اگر مسلمانوں کے خلاف کوئی نئی منصوبہ بندی کی جاتی ہے تو اس ک

اطلاع قیروان پہنچائیں گی۔ اور پھر جب مناسب موقع آئے گا یا ہم دونوں کے خلاف
کوئی حادثہ پیش آنے والا ہو گا تو ہم وقت ضائع کئے بغیر قرطاجنہ سے قیروان کی طرف
چلی جائیں گی۔"

سنیکا کی اس گفتگو کا جواب فلورنس دینا ہی چاہتی تھی کہ خواب گاہ سے باہر فلورنس کی
ماں کلاڈیا کی آواز سنائی دی۔ اس نے سنیکا کو پکارا۔ اس پکار پر دونوں اٹھ کھڑی ہوئی
تھیں۔ اس موقع پر جلدی جلدی فلورنس نے سنیکا کو مخاطب کر کے کہا۔

"میں تم پر ایک انکشاف کرنا بھول گئی تھی کہ اماں نے کچھ کپڑے میرے اور
تمہارے لئے منگوائے ہیں .... میرے خیال میں اماں ادھر آ رہی ہیں۔ شاید جو کپڑے
تمہارے لئے منگوائے ہیں وہ کپڑے تمہیں دکھائے گی۔"

خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سنیکا اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ فلورنس بھی کھڑی ہو گئی۔ اتنی
دیر تک کلاڈیا خواب گاہ کے دروازے پر آئی اور سنیکا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"سنیکا میری بیٹی! تم دونوں بہنیں میری خواب گاہ میں آؤ .... میں نے کچھ
کپڑے منگوائے ہیں، انہیں دیکھ لو .... دونوں بہنیں اپنی اپنی پسند کے کپڑے علیحدہ کر
لو۔ فلورنس تو کپڑے دیکھ چکی ہے لیکن تم نے ابھی نہیں دیکھے، ذرا تم دونوں میرے
ساتھ آؤ۔"

کلاڈیا کے ان الفاظ پر سنیکا اور فلورنس دونوں خوش ہو گئی تھیں۔ پھر دونوں کمرے
سے نکل کر کلاڈیا کے ساتھ ہو لی تھیں۔

◎......◎

★★★

رومنوں کے بلتس اور باغایہ دونوں قلعوں پر یلغار اور حملہ آور ہونے کے لئے
بن نافع اپنے لشکر کے ساتھ نکلا تھا۔ اس وقت تک ان دونوں قلعوں کے اندر زا
سلطنت کے مرکزی شہرازتہ، طنجہ کے حاکم گرینول، قفقصہ کے حکمران الیکس اور افر
پارسیوں اور مجوسیوں کے چار بڑے بڑے شہروں سوس، سامدہ، دلیلی اور زرہون
بڑے بڑے لشکر بلتس اور باغایہ پہنچ چکے تھے۔ غمارہ کے بادشاہ بلیان کی طرف
کوئی لشکر نہیں پہنچا تھا جس کی بنا پر بلتس اور باغایہ میں کام کرنے والے سالار
اپنے کام کی تکمیل کی اطلاع ابھی تک قرطاجنہ نہ پہنچائی تھی۔

انہی حالات میں عقبہ بن نافع اپنے لشکر کو لے کر دشمن پر ضرب لگانے
آگے بڑھا تھا۔

سب سے پہلے رومنوں کے قلعے بلتس کا رخ کیا گیا۔ یہاں پارسی اور مجوسی
خاصے بڑے لشکر کے علاوہ قفقصہ کے حکمران الیکس کا لشکر بھی پہنچ چکا تھا اور وہ پورا
اپنے آپ کو تیار اور مسلح کر چکے تھے۔ جب انہیں خبر ہوئی کہ ان کے حرکت میں آ
پہلے ہی مسلمان ان پر حملہ آور ہونے کے لئے ان کی طرف پیش قدمی کر رہے
انہوں نے تیز رفتار قاصدوں کے ذریعے یہ اطلاع دوسرے قلعے باغایہ میں بھی پہنچ
وہاں زاب کی سلطنت کے علاوہ طنجہ سے جو لشکر پہنچے ہوئے تھے وہ بھی باغایہ
بڑی برق رفتاری اور تیزی سے انہوں نے بلتس کا رخ کیا تاکہ سب مل کر مسلما
مقابلہ کریں اور دشت افریقہ میں انہیں شکست دیں۔

دوسری طرف صحرا کے اندر متحرک مسلمان طلایہ گر اور مخبر بھی دشمن کی نقل و حرکت
متعلق عقبہ بن نافع کو تواتر کے ساتھ آگاہ کرتے جا رہے تھے اور عقبہ بن نافع
یہ خبریں پہنچ چکی تھیں کہ بلتس اور باغایہ دونوں قلعوں اور شہروں کے اندر دشمن کی

بلتس کے نواح میں مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے صف آرا ہونا چاہتی ہے۔
حالات کو سامنے رکھتے ہوئے عقبہ بن نافع نے اپنے لشکر کے ساتھ بڑی برق رفتاری
بلتس ہی کا رخ کیا تھا۔

شہر اور قلعے سے لگ بھگ ایک فرسنگ کے فاصلے پر دشمن کا متحدہ لشکر پڑاؤ کئے
ے تھا۔ جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی خیمے نصب تھے۔ خیموں کے اندر مسلح جوان متحرک
جونہی مسلمانوں کا لشکر قریب آیا افریقہ کے وہ سارے لشکر تیار اور مستعد ہو گئے
انہیں خدشہ تھا کہ کہیں مسلمان آتے ہی حملہ آور نہ ہو جائیں۔ لہٰذا جوابی کارروائی کے
انہوں نے بھی اپنے آپ کو تیار کر لیا تھا۔

دشمن کے پڑاؤ کے سامنے آ کر عقبہ بن نافع نے اپنے لشکر کو روکا اور پڑاؤ قائم کرنے
م دیا۔ جب مسلمان دشمن کے سامنے اپنا پڑاؤ قائم کر رہے تھے تب افریقہ کے اس
لشکر کو یقین ہو گیا کہ مسلمان آتے ہی ان پر حملہ آور نہیں ہوں گے بلکہ کسی طریقے
ان کے ساتھ جنگ کریں گے۔ لہٰذا وہ بھی اپنی فتح اور مسلمانوں کی شکست کو یقینی
نے کے لئے اپنی تیاریوں میں لگ گئے تھے۔

افریقہ کے ان متحدہ لشکروں کی یہ خواہش تھی کہ جنگ کی پہل مسلمانوں کی طرف
ہو۔ دراصل انہوں نے تیز رفتار قاصد قرطاجنہ کی طرف روانہ کر دیئے تھے تاکہ رومن
رانوں کو اطلاع کر دی جائے کہ مسلمان بلتس پر حملہ آور ہونے کے لئے کوچ کر چکے
۔ وہ چاہتے تھے کہ دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کئے رہیں۔ یہاں تک
قرطاجنہ سے انہیں مدد مل جائے۔ دوسری طرف جو حالات رونما ہو رہے تھے یا ہونے
لے تھے وہ عقبہ بن نافع کے بھی سامنے تھے۔ عقبہ بن نافع کو پتہ تھا کہ اس وقت اس
سامنے بلتس اور باغایہ دونوں شہروں اور قلعوں کی طاقتیں یکجا ہیں اور اگر جنگ میں
رے کام لیا گیا تو ان قوتوں سے بڑی ایک قوت قرطاجنہ سے وہاں پہنچ سکتی ہے۔
کے علاوہ بربروں کا غیر مسلم حکمران برانس بھی ایک خاصا بڑا لشکر لے کر وہاں پہنچ سکتا
اور مسلمانوں کے لئے دشواریاں کھڑی ہو سکتی ہیں۔ لہٰذا عقبہ بن نافع بھی وقت ضائع
بغیر جنگ کی ابتدا کرنے پر تلا ہوا تھا۔

چنانچہ دشمن کے سامنے پہنچ کر عقبہ بن نافع نے اپنے لشکر کو خیمے نصب کرنے کا حکم
دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے لئے اس کے لشکری ستائے تھے چونکہ عقبہ بن نافع صبح ہی
وہاں پہنچا تھا لہٰذا دوپہر کے کچھ پہلے تک اس نے اپنے لشکریوں کو دم لینے کا موقع

فراہم کیا، اس کے بعد اس نے اپنے لشکر کو صفیں درست کرنے کا حکم دیا تھا۔ وہ جنگ
کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔

دوسری طرف افریقہ کی متحدہ قوتوں نے جب دیکھا کہ مسلمان تو آتے ہی ان سے
ٹکرانے کا عزم کر چکے ہیں تو انہیں بڑی حیرت اور ایک طرح کی پریشانی اور فکر مندی بھی
لاحق ہوئی۔ تاہم انہوں نے بھی وقت ضائع کئے بغیر اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع
کر دی تھیں۔

جس وقت دونوں لشکر اپنی صفیں درست کر رہے تھے تب پتہ چلا کہ رومنوں کے ان
حمایتیوں کے لشکر کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں بہت زیادہ تھی۔

جہاں تک عقبہ بن نافع اور اس کے سالاروں کا تعلق تھا تو سالاروں میں سے صالح
بن حریم کو لشکر کے ایک حصے کے ساتھ قیروان میں چھوڑا تھا۔ اس لئے کہ صالح انتظامی
امور کا بڑا تجربہ رکھتا تھا۔ لشکر کی صفیں درست کرنے کے بعد عقبہ بن نافع نے اپنے لشکر
تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ وسطی حصے میں عقبہ بن نافع خود رہا، اپنے نائب کے طور
بربر سالار سقانہ کو اپنے ساتھ رکھا۔ لشکر کے بائیں پہلو کی کمانداری زہیر بن قیس کے پاس
تھی اور حنس بن عبداللہ اس کی نیابت میں تھا۔ لشکر کے دائیں حصے کا سالارِ اعلیٰ محمد بن
اوس تھا اور حسبِ سابق نعیم بن حماد اس کے نائب کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔

پاکستان کے مقابلے میں رومنوں کے ان حمایتیوں نے اپنے لشکر کو چار حصوں
تقسیم کیا تھا۔ ایک حصہ پڑاؤ کی حفاظت کے لئے چھوڑا، باقی تین حصوں کو انہوں
مسلمانوں کے ساتھ ٹکرانے کے لئے استوار کر لیا تھا۔ اور پھر اپنے لشکریوں کا حوصلہ
رکھنے کے لئے انہوں نے جنگ کی ابتداء کرنے کا فیصلہ کیا۔

جنگ کی ابتداء سے پہلے ان کے لشکر کے اندر بڑے بڑے طبل اور نقارے
اٹھے تھے۔ کچھ دیر یہی سماں رہا، اس کے بعد انہوں نے رومن سالاروں کی کمانداری
اپنے لشکر کو دہکتے شعلہ بار طوفانوں اور زاویے بدلتی موت کی آندھیوں کی طرح آ
بڑھایا۔ پھر وہ ظلمتوں کی چادر بکھیرتے مہیب و ہولناک گرہن، ہست کے گونجتے گو
میں غموں و حزن کے شوریدہ حدت پھیلاتے سلگتے متحرک لاوے اور صدیوں کے غمو
گھٹاؤں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

جواب میں مسلمانوں نے بھی ردِعمل کا اظہار کرنے میں تاخیر نہیں کی۔ جس ا
دشمن کا لشکر ان کی طرف بڑھا تھا، عقبہ بن نافع، زہیر بن قیس اور محمد بن اوس کی سا

مسلمانوں کا لشکر بھی رگوں میں رقصاں ہو جانے والے کرب آشنا درد اور غم آگیں بے
رحمند کی طرح آگے بڑھا تھا۔ پھر انہوں نے زندگی کے قفس کو بے آباد کرتی سرگ کی
پرچھائیوں، سورج کی شریانوں سے پھوٹتی کرنوں، قافلوں اور دلدلوں کو خوف و
... سے بھر دینے والی ہولناک تقدیر کے متحرک حروف کی طرح یلغار کر دی تھی۔

بلنس شہر سے باہر دونوں لشکریوں کے ٹکرانے کے باعث قضا نے اپنے سارے در
... دیئے تھے...... بڑے بڑے لشکری کچے پیالوں کی مانند پاش پاش ہونے لگے
... ہر کوئی شکست کے سہرے اور ہزیمت کے طوق کو دوسرے کے گلے کی زینت
... نے کا تہیہ کر چکا تھا۔ چہروں کے انداز، لہولہان رشتوں کے پیوند بڑی تیزی سے
... نے لگے تھے۔

بلنس شہر کے نواح میں اس ٹکراؤ کے دوران میدانِ جنگ کے اندر کرب کے بحران،
... کی یلغار، آلام کی کثرت، طبقاتی تصادم اور بے چہرہ کرتے الیے ہواؤں کے
... اور قافلوں کی طرح اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

رومنوں کے ان حمایتیوں کو قوی امید تھی کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے میں تعداد میں
... گنا زیادہ ہیں لہٰذا فتح مند وہی رہیں گے...... وہ یہ بھی آس اور امید لگائے بیٹھے
... کہ مسلمان کیونکہ لگا تار ایک لمبا سفر کرتے ہوئے قیروان سے وہاں پہنچے ہیں لہٰذا ان
... لشکری تھکے ہارے ہیں، ان پر قابو پانا ان کے لئے زیادہ دشوار اور پیچیدہ مسئلہ نہیں
... لیکن جب ٹکراؤ شروع ہوا اور مسلمان لشکریوں نے طوفانوں اور عذابوں کا لبادہ
... کر ان پر ضربیں لگانا شروع کیں تب ان کے سارے ارادے، ان کے سارے
... ان کے سارے ظن و گمان تیز آندھیوں کے سامنے بڑی تیزی سے جھاگ کی
... بیٹھنے لگے تھے۔

کچھ دیر تک دونوں لشکر جم کر ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ
... مسلمان مجاہدوں نے دشمن کی اگلی صفوں کا صفایا کرنے کے بعد ان کے اندر موت اور
... کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا تھا۔ دشمن کے لشکری اور سالار حیران اور پریشان تھے کہ
... مسلمانوں نے زور دار حملے کرتے ہوئے ان کے لشکر کی کئی اگلی صفوں کا صفایا کر
... کے لشکر کے وسطی حصے تک موت کا ہجوم کھڑا کر دیا ہے۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ
... کے حمایتیوں کی حالت سردیوں کی بارش اور برفانی طوفان کے سارے مسافروں،
... اوں، اندھیرے ویران صحراؤں کی سنسانیوں اور کشتی کے اس ملاح سے بھی زیادہ

بدتر ہونا شروع ہوگئی تھی جس کی کشتی چٹانوں سے ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہوگئی ہو۔

دشمن کے لشکریوں میں اب خوف و ہراس پھیلنا شروع ہوگیا تھا اس لئے کہ جد
سمت جہاں بھی وہ نگاہ دوڑاتے تھے ان کے لشکریوں کی لاشیں دکھائی دیتی تھیں۔ آخر
کی کمانداری کرنے والے رومن سالاروں نے اندازہ لگالیا کہ بڑی تیزی سے ان
لشکر کی تعداد کم ہوتے ہوتے اپنے انجام کو پہنچ رہی ہے۔ تب انہوں نے اپنے لشکر
اندر پسپائی کے بگل بجوا دیئے تھے اور اس کے ساتھ ہی رومن سالار اپنے بچے
لشکریوں کو لے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے باغایہ شہر کا رخ کیا تھا۔

عقبہ بن نافع نے سقانہ کو اپنے لشکر کے ایک حصے کے ساتھ میدان جنگ ہی
قیام کر کے دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کرنے کا حکم دیا۔ باقی لشکر اور سالاروں کو
کر وہ بھاگتے دشمن کے تعاقب میں لگ گیا تھا۔

عقبہ بن نافع نے کچھ دیر بھاگتے دشمن کا زوردار اور خوفناک انداز میں تعاقب
ان کی تعداد کو مزید کم کیا اس کے بعد وہ واپس اس جگہ آیا جہاں دونوں لشکروں کا
ہوا تھا۔

عقبہ بن نافع کے آنے تک سقانہ نے دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر کے
سمیٹ لیا تھا۔ یہاں سے مسلمانوں کو مالِ غنیمت کی صورت میں ڈھیروں کے ڈھیر
سب سے پہلے زخمیوں کی دیکھ بھال کی گئی اس کے بعد عقبہ بن نافع ہر چیز کو
بلتس کی طرف بڑھا۔ بلتس میں اس وقت دشمن کا کوئی لشکر نہیں تھا۔ کسی نے کوئی مز
نہ کی لہٰذا بغیر کسی روک ٹوک کے عقبہ بن نافع آگے بڑھا، شہر اور قلعے پر قبضہ کر کے
غنیمت کے مال کا کثیر حصہ لشکریوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ باقی حصوں کو محفوظ کر
بعد بلتس کے انتظام کی طرف عقبہ بن نافع نے توجہ دینی شروع کر دی تھی۔

عقبہ بن نافع نے بلتس میں زیادہ دیر قیام نہیں کیا۔ یہ جنگ شام سے کچھ
ختم ہوگئی تھی۔ عشاء کی نماز تک عقبہ بن نافع نے بلتس میں قیام کیا اس کے بعد
بغیر بلتس سے نکلا اور باغایہ کا اس نے رخ کیا۔ دراصل عقبہ بن نافع وقت ضائع
بلتس کی طرح باغایہ پر بھی اپنے قبضے کی تکمیل کر لینا چاہتا تھا اس لئے کہ تاخیر کی
میں رومنوں کے ایک بہت بڑے لشکر کے علاوہ بربروں کا لشکر برانس کی کماندار
وہاں پہنچ سکتا تھا اور ان کی آمد سے پہلے پہلے عقبہ بن نافع اپنی عسکری حالت کو
مستحکم کر لینا چاہتا تھا۔

بلتس کو فتح کرنے اور شہر میں داخل ہونے کے بعد کیونکہ مسلمانوں نے کسی پر کوئی
ونی نہیں کی تھی، وہاں کی ساری آبادی کو مکمل طور پر امان دے دی گئی تھی چنانچہ
لمانوں کے اس سلوک سے مقامی آبادی بے حد خوش ہوئی۔ کیونکہ دشمن کو شکست دینے
کے بعد مالِ غنیمت کی صورت میں مسلمانوں کے ہاتھ بہت کچھ لگا تھا جس کا ایک خاصا
لشکریوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ باقی سامان کو بلتس میں ہی محفوظ کر دیا گیا تھا۔
ان کی حفاظت کے لئے عقبہ بن نافع نے جو دستے متعین کئے تھے ان کے سالار کو عقبہ
نافع نے یہ حکم دیا تھا کہ شہر کے اندر جو لوگ غریب اور ضرورت مند ہیں مالِ غنیمت
سے ان کی مدد کر کے ان کی حالت بہتر بنائی جائے۔

چنانچہ مسلمانوں کے اس سلوک کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا اور مسلمانوں کے اس
اخلاق اور رویے اور سلوک سے متاثر ہو کر مقامی آبادی نے اسلام قبول کر لیا تھا اور انہوں
نے رومنوں کے مقابلے میں اپنی پوری طاقت اور تندہی سے مسلمانوں کا ساتھ دینے کا
فیصلہ کر لیا تھا۔

◎......◎

★ ★ ★

بلتس سے نکل کر عقبہ بن نافع نے اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی اور برق رفتا
سے باغایہ کا رخ کیا تھا۔ بلتس کے نواح میں دشمن کے جس متحدہ لشکر کو عقبہ بن نافع
بدترین شکست دی تھی وہ لشکر بھاگ کر باغایہ میں جا کر محصور ہو گیا تھا اور اس لشکر کو یہ
تک نہ تھی کہ بلتس کو فتح کرنے کے بعد عقبہ بن نافع ایک رات بھی یہاں قیام
کرے گا اور پیچھے ہی پیچھے باغایہ کا رخ کرے گا۔

چنانچہ عقبہ بن نافع سورج طلوع ہونے سے کچھ پہلے باغایہ پہنچا۔ آتے ہی شہ
رسے پھینک دیئے گئے۔ اوپر سے کچھ محافظوں نے مزاحمت کرنے کی کوشش کی جنہیں
اندازی کر کے ہلاک کر دیا یا پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسل
لشکری بڑی تیزی سے رسوں کے ذریعے فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

باغایہ کے اندر وہ لشکر جو بلتس کے نواح میں شکست اٹھا کر پہنچا تھا اسے جب
ہوئی کہ مسلمانوں کے لشکر کا ایک حصہ باغایہ کی فصیل پر چڑھ آیا ہے تب اس کے
تلے سے زمین کھسکنا شروع ہو گئی تھی۔ قبل اس کے وہ جوابی کارروائی کرتے، عقبہ بن
کے لشکر کا وہ حصہ جو فصیل پر چڑھا تھا اس نے فصیل کے محافظوں کا خاتمہ کرنے کے
شہر پناہ کا ایک دروازہ کھول دیا تھا اور وہ دروازہ کھلتے ہی عقبہ بن نافع اپنے پورے
کے ساتھ آندھی اور طوفان کی طرح شہر میں داخل ہوا۔

شہر کے اندر تھوڑی دیر تک ٹکراؤ ہوا۔ شہر میں چونکہ پہلے ہی شکست خورد
قیام کئے ہوئے تھا لہٰذا وہ زیادہ دیر مزاحمت نہ کر سکا۔ ان میں سے اکثر کو موت
گھاٹ اتار دیا گیا۔ بہت کم لوگوں کو دوسرے دروازوں سے نکل کر جانیں بچا
موقع ملا تھا۔ اس طرح مسلمانوں نے شاندار انداز میں بلتس اور باغایہ دونوں
پر قبضہ کر لیا تھا۔

مشہور مؤرخ ابنِ خلدون ان دونوں قلعوں کی مسلمانوں کے ہاتھوں فتح کا ذکر واضح
میں کرتا ہے۔

عقبہ بن نافع کو جہاں بلتس کے نواح میں دشمن کو شکست دینے کے بعد مال غنیمت
میں بہت کچھ ہاتھ لگا تھا وہاں بلتس شہر میں داخل ہونے کے بعد بھی
انوں کو خوراک اور ہتھیاروں کی صورت میں بہت کچھ ملا تھا۔ اب جب باغایہ کو بھی
کر لیا گیا تب باغایہ میں جو رومنوں نے خوراک اور ضروریاتِ زندگی کے ڈھیر اور انبار
رکھے تھے ان سب چیزوں پر بھی عقبہ بن نافع نے قبضہ کر لیا۔ عسکری اور اقتصادی
لحاظ سے مسلمانوں کی حالت بڑی مضبوط اور مستحکم ہو گئی تھی۔ یوں بلتس کے بعد
یہ کو بھی فتح کر کے عقبہ بن نافع نے جہاں شہر کے انتظام کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا
ں لوگوں کو عام معافی کا اعلان کرنے کے ساتھ ساتھ ضرورت مندوں کو بھی خوب نوازنا
وع کر دیا تھا۔

بلتس کی طرح یہاں بھی ردعمل مسلمانوں کے حق میں ہوا۔ پھر جب بلتس کی
ریں باغایہ پہنچیں کہ وہاں کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے اور رومنوں کی بجائے
ہوں نے مسلمانوں کا ساتھ دینے کا تہیہ کیا ہے تب لوگ جوق در جوق عقبہ بن نافع کی
رت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے لگے اور عقبہ بن نافع دل کھول کر ان کی مدد
رنے لگا۔ اس طرح بلتس اور باغایہ دونوں شہروں میں عقبہ بن نافع نے اپنی حالت
افی مستحکم کر لی تھی۔

●●●

قرطاجنہ کے قصر سے باہر کھلے میدان میں ایک روز جسٹین، گریگوری، سیدیکا، فلورنس،
ان کی ماں کلاڈیا، بھائی ہلڈارک کے علاوہ قرطاجنہ کے بڑے کلیسا کا اسقف پولوس،
شہزادوں میں ہرکولیس، اسارین اور کچھ دوسرے سالار یونانی بردہ فروشوں کے لائے
ہوئے گھوڑوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ عمدہ، نایاب نسل کے کئی گھوڑے مختلف قطاروں
میں کھڑے کئے گئے تھے۔

گریگوری اور جسٹین کے پیچھے سب ان گھوڑوں کا جائزہ لے رہے تھے۔ اس موقع پر
نس کے پہلو بہ پہلو اس کی بہن سیدیکا چل رہی تھی۔ اچانک دو گھوڑوں کے سامنے
نے کے بعد سیدیکا رکی۔ پھر اپنے بھائی جسٹین کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"بھائی! آپ کوئی گھوڑا پسند کریں یا نہ کریں، یہ جو سامنے دو گھوڑے ایک دوسرے

سے ملتے جلتے ہیں جن کا رنگ بھی ایک جیسا ہے انہیں آپ میرے لئے مختص کر دیجئے
ان کی قیمت چکا دیجئے۔"
اس موقع پر جسٹین نے غور سے سیکا کی طرف دیکھا پھر پیار بھرے انداز
کہنے لگا۔
"میری بہن ان گھوڑوں کا کیا کرو گی؟ تمہارے پاس پہلے ہی دو انتہائی اچھے
کے گھوڑے ہیں۔"
گریگوری، فلورنس اور دوسرے لوگ بھی قریب آن کھڑے ہوئے تھے۔ سیکا جسٹین
کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔
"بھائی! یہ دو گھوڑے سب سے اچھے ہیں۔ جو گھوڑے اس وقت میرے اصطبل
میں ہیں میں سمجھتی ہوں یہ گھوڑے ان سے بھی اچھے ہیں۔ ان میں سے ایک اپنے
رکھوں گی، ایک اپنی بہن فلورنس کو تحفے میں پیش کروں گی۔"
سیکا کے ان الفاظ پر جہاں جسٹین مسکرا رہا تھا وہاں گریگوری، کلاڈیا، فلورنس
ہلڈارک کے علاوہ پولوس اور اس کے سارے سالار بھی مسکرا رہے تھے۔ اس موقع
چونکہ یونانی بردہ فروش بھی ساتھ ساتھ چل رہے تھے لہٰذا جسٹین نے وہ دونوں گھوڑے
اپنے لئے مختص کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ اس کے بعد وہ دوسرے گھوڑوں کا جائزہ
لگے تھے۔

عین اسی وقت کچھ گھڑ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے قصر کے اس نو
میدان میں داخل ہوئے جن گھوڑوں کا سب جائزہ لے رہے تھے۔ ان کے پاس آکر
اترے، انہیں دیکھتے ہوئے جسٹین کے علاوہ گریگوری بھی کسی قدر پریشان اور فکرمند
گئے تھے اس لئے کہ آنے والے ان کے مخبروں میں سے تھے۔ چنانچہ ان کی آمد نے انہیں
فکرمند کر دیا تھا۔

وہ مخبر قریب آئے۔ گریگوری اور جسٹین کے علاوہ سارے سالار اور پولوس بھی بڑ
غور سے ان کی طرف دیکھ رہے تھے یہاں تک کہ جسٹین نے انہیں مخاطب کیا۔
"تمہارا اس قدر جلدی اور قصر کے میدان میں ہمارے پاس آنا میں سمجھتا ہوں
علت کے بغیر نہیں ہے۔ کیا مسلمانوں نے ہمارے خلاف کسی نئی کارروائی کی ابتدا کر دی
ہے یا تم مسلمانوں کی طرف سے کسی نئی کارروائی کی ابتدا کی کوئی خبر لے کر آئے ہو؟"
آنے والوں میں سے ایک بکھری اور پریشان آواز میں کہنے لگا۔

"مالک! جس کارروائی کی خبر ہم لے کر آئے ہیں، یوں جانیں وہ کارروائی مسلمان
عمل کر چکے ہیں۔"
اس مخبر کے ان الفاظ پر جسٹین اور گریگوری کے علاوہ باقی لوگ بھی
آنے والے
ہکے تھے۔ اس بار گریگوری نے انہیں مخاطب کیا۔
"کھل کر کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟ جس وقت تم آئے تھے تو میں یہ خیال کر رہا تھا کہ
بلتس اور باغایہ دونوں قلعوں میں افریقہ کے سارے حکمرانوں کے لشکر جمع ہو چکے ہوں
گے اور اب انہوں نے ہمیں اطلاع کی ہو گی تاکہ ہم مسلمانوں کے خلاف اپنی
کارروائیوں کی ابتدا کر دیں۔"
"آپ کا اندازہ درست ہے۔ افریقہ کے ایک حکمران کے علاوہ سب حکمرانوں کے
لشکر وہاں پہنچ چکے تھے۔" مخبر نے پھر دل برداشتہ انداز میں کہنا شروع کیا تھا۔ "صرف
علاقہ کے حکمران بلیان کے لشکر ابھی وہاں نہیں پہنچے تھے۔ لیکن ہماری بدقسمتی کہ اسی
دوران مسلمانوں کا سالارِ اعلیٰ عقبہ بن نافع اپنے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا۔ اس نے
بلتس شہر کا رخ کیا تھا......"
یہاں تک کہتے کہتے اس مخبر کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے
جسٹین انتہائی جستجو بھرے انداز میں بول اٹھا۔
"مسلمانوں کو یہ خبر کیسے ہو گئی کہ ہم بلتس اور باغایہ میں ان کے خلاف کارروائیوں
کی ابتدا کرنے کے لئے لشکر جمع کر رہے ہیں؟ اگر مسلمانوں کا سالارِ اعلیٰ عقبہ بن نافع
بلتس کی طرف بڑھا تو پھر اس کا انجام کیا ہوا ہے؟"
دکھ بھرے انداز میں اس قاصد نے سوچا پھر کپکپائی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔
"مسلمانوں نے پہلے بلتس کا رخ کیا تھا۔ بلتس میں جو لشکری جمع ہوئے تھے
انہوں نے مسلمانوں کی آمد کی اطلاع باغایہ میں بھی کر دی۔ لہٰذا باغایہ میں جو لشکری جمع
ہوئے تھے انہوں نے بھی بلتس کا رخ کیا۔ اس طرح بلتس کے نواح میں مسلمانوں
سے ٹکراؤ ہوا۔"

اس کے بعد آنے والے مخبر نے بلتس کے نواح میں مسلمانوں کے ہاتھوں بلتس اور
باغایہ کے لشکریوں کی شکست کے علاوہ بلتس اور باغایہ دونوں قلعوں پر مسلمانوں کے قبضے
کی تفصیل کہہ دی تھی۔
یہ خبر گریگوری اور جسٹین کے علاوہ سارے سالاروں اور ان سے بھی زیادہ پولوس

کے لئے انتہا درجہ کی فکر انگیز اور دل ہلا دینے والی تھی۔ اس موقع پر سیکا اور فلو
دونوں نے عجیب سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ دونوں کے ہونٹ
تھے لیکن بند ہونٹوں سے بھی وہ ایک دوسرے کو خوشی کے ان گنت پیغام سنا رہی تھیں
ان کی آنکھیں بظاہر کوئی تاثر نہیں دے رہی تھیں لیکن اس کے پس منظر میں دونوں
آنکھوں کے اندر خوشی اور طمانیت کی روشنیاں رقص کر رہی تھیں۔ ان دونوں کے چہ
پر تبدیلی اور انقلاب کے کوئی تاثرات بھی نہیں تھے لیکن ان تاثرات کے پیچھے د
بے زبانی کی زبان میں ایک دوسرے کو مسلمانوں کی فتح اور کامیابی پر دلی مبارک باد
کر رہی تھیں۔

گریگوری، جسٹین، پولوس اور دوسرے سب لوگ گھوڑوں کا جائزہ لینا بھول
تھے۔ سب کی گردنیں تھوڑی دیر کے لئے جھکی رہیں۔ چاروں طرف خاموشی اور دکھ بھ
سکوت کا عالم تھا۔ یہاں تک کہ جسٹین نے آنے والوں کو مخاطب کیا۔

"کیا حملہ آور تعداد میں ہمارے لشکر سے زیادہ تھے؟"

اس بار آنے والا وہ مخبر جسٹین کی طرف حیرت زدہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہنے ل

"کیا ہماری آمد سے پہلے ہمارے کچھ مخبر ساتھی آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو
تھے؟ اور انہوں نے آپ کو اطلاع نہیں کی تھی کہ مسلمان اپنے سپہ سالار عقبہ بن نافع
سرکردگی میں بلتس پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہے ہیں؟"

ان الفاظ پر جسٹین ہی نہیں گریگوری بھی چونکا تھا۔ پھر جسٹین کہنے لگا۔

"ہمارا کوئی مخبر اس سے پہلے ہمارے پاس نہیں آیا۔ نہ ہی کسی نے اطلاع د
مسلمان اپنے سپہ سالار عقبہ بن نافع کی سرکردگی میں بلتس پر حملہ آور ہونے کے لئے
قدمی کر رہے ہیں۔"

جسٹین کے ان الفاظ پر وہ سارے مخبر دنگ رہ گئے تھے۔ اس بار دوسرا مخبر بول ا

"ہم تو اپنے لشکر کی شکست کے بعد آپ کو پورے حالات سے آگاہ کرنے کے
ادھر آئے ہیں جبکہ ہم سے کئی دن پہلے بلتس میں جو ہمارے مخبر تھے انہوں نے مسلما
کی پیش قدمی کی اطلاع کرنے کے لئے دو مخبر آپ کی طرف روانہ کئے تھے۔ اگر وہ
تک نہیں پہنچے تو اس کا مطلب ہے راستے میں مسلح مسلمانوں نے انہیں ٹھکانے
ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کی پیش قدمی کی اطلاع آپ کے پاس نہیں پہنچ پائی۔"

"کیا...... بلتس کے نواح میں ہمارے لشکر کو شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے؟"

سہمے سہمے سے الفاظ میں مخبر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا تھا۔
ز ایک طرح سے
مخبر نے اس بار پولوس کی طرف دیکھتے ہوئے مؤدبانہ انداز میں کہنا شروع کیا۔

"مقدس باپ! آپ کا اندازہ درست ہے۔ ہمیں نہ صرف شکست ہوئی ہے بلکہ
مسلمانوں نے آگے بڑھ کر بلتس اور باغایہ دونوں شہروں پر قبضہ کر لیا ہے۔"

مخبر کے ان الفاظ پر پولوس دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

"گو تم نے پوری تفصیل کہہ دی ہے لیکن مجھے یقین نہیں آ رہا کہ ہمارے لشکر کو
شکست ہوئی ہے اور مسلمان کامیاب رہے ہیں۔ بلتس اور باغایہ پر ان کا قبضہ ہو گیا
ہے۔ اسی بناء پر میں نے تم سے دوبارہ سوال کیا ہے۔"

اس بار گریگوری نے دکھتے لہجے میں مخبروں کو مخاطب کیا۔

"ہمارے لشکر کی شکست کی صورت میں ہمارے لشکری جو میدانِ جنگ سے بھاگے
ان کا کیا ہوا؟"

"شکست کے بعد وہ لشکری جو جان بچا سکے وہ اپنے اپنے علاقوں کی طرف بھاگ
گئے ہیں۔ جہاں تک ہمارے ان سالاروں کا تعلق تھا جنہیں بلتس اور باغایہ شہروں میں
لشکروں کی ترتیب دینے اور ان کی راہنمائی کا کام سونپا گیا تھا وہ مسلمانوں کے ساتھ ٹکراؤ
کے دوران اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اور اب بلتس اور باغایہ دونوں شہروں پر
مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر تکلیف دہ اور اذیت ناک خبر یہ ہے کہ
دونوں شہروں کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ بلتس کے لوگوں کے اسلام قبول
کرنے کی خبر ہمیں اس وقت مل گئی تھی جب ہمارا لشکر بلتس کے نواح سے بھاگ کر باغایہ
پہنچا۔ لیکن جب باغایہ پر بھی مسلمانوں نے قبضہ کر لیا تو ہم اس وقت شہر سے باہر تھے۔
چند دن ہم نے وہاں قیام کیا پھر وہاں قیام کے دوران ہمیں یہ خبر بھی مل گئی کہ باغایہ کے
لوگ بھی اپنی مرضی اور خوشی سے حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے ہیں۔ لہٰذا ان دونوں شہروں کے
فتح ہونے سے مسلمانوں کو جہاں اقتصادی طور پر تقویت ملی ہے وہاں وہ افریقہ میں اپنے
لشکر میں اضافہ کریں گے۔ اس لئے کہ ان دونوں شہروں کے لوگوں کے اسلام قبول
کرنے سے وہاں کے لوگوں کو تربیت دے کر مسلمانوں کے سالار لشکر میں شامل کر کے
اپنی لشکری حالت پہلے سے بہتر اور مستحکم کرنے کی کوشش کریں گے۔"

قبل اس کے کہ اس مخبر کے ان الفاظ کے جواب میں جسٹین، گریگوری یا بشپ پولوس
میں سے کوئی بولتا، وہ مخبر پھر بول اٹھا اور کہنے لگا۔

"اس کے علاوہ بھی ہمارے پاس ایک خبر ہے اور وہ یہ کہ مسلمانوں کے ایک سالار
اعلیٰ عقبہ بن نافع نے فی الحال اردیہ کے حکمران کسیلہ کو اس کے مرکزی شہر اردیہ کی طرف
روانہ کر دیا ہے۔ پہلے وہ اپنے جنگجوؤں کے ساتھ قیروان میں تھا اور عقبہ بن نافع
قیروان کے نواح میں ایک پڑاؤ کی صورت میں کسیلہ اور اس کے لشکریوں کو رکھا ہوا تھا
چونکہ مسلمان کسیلہ اور اس کے جنگجوؤں کو کسی مہم میں شامل نہیں کر رہے تھے لہٰذا کسیلہ
جب اس کی شکایت کی تو فی الحال عقبہ بن نافع نے کسیلہ کو اپنے جنگجوؤں کے ساتھ اردیہ
جانے کی اجازت دے دی تھی۔ لہٰذا کسیلہ اب اپنے لشکر کے ساتھ قیروان میں نہیں بلکہ
اپنے مرکزی شہر اردیہ پہنچ چکا ہے۔"

کہنے والا مخبر خاموش ہو گیا۔ جسٹین، گریگوری، پولوس اور دیگر سالار سب اپنی جگہ
اداس، افسردہ اور خاموش کھڑے تھے۔ تاہم سنیکا اور فلورنس دونوں ایک دوسرے کی
طرف اس انداز میں دیکھ رہی تھیں کہ ان کے دیکھنے کے انداز میں ایک آسودگی تھی
نگاہوں کی چمک کے اندر دور دور تک خوشیاں رقص کر رہی تھیں۔ یہاں تک کہ جسٹین نے
اس سکوت کو توڑا اور گریگوری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"محترم گریگوری! میں چاہتا ہوں کہ آپ آج ہی کچھ تیز رفتار قاصد بربروں کے
سردار برانس کی طرف روانہ کریں۔ بلتس اور باغایہ سے متعلق جو نئی صورت حال ہمارے
سامنے آئی ہے اس سے برانس کو آگاہ کریں اور اس سے کہیں اپنا لشکر لے کر نکلے اور
ہمارے مخبروں کی راہنمائی میں شمالی حصوں کا رخ کرے۔ اتنی دیر تک ہم بھی اپنے لشکر
کے ساتھ نکلیں گے۔ برانس ہم سے آن ملے گا۔ اس طرح متحدہ لشکر کو لے کر باغایہ کا رخ
کریں گے۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے سالار عقبہ بن نافع نے پہلے بلتس کو فتح کیا اور
اس کے بعد باغایہ پر قابض ہوا اور اب وہ اپنے لشکر کے ساتھ باغایہ ہی میں قیام کرے
گا۔ لہٰذا اس پر ضرب لگانے کے لئے ہمیں بھی باغایہ ہی کا رخ کرنا ہوگا۔"

گریگوری نے جسٹین کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ یہاں تک کہ جسٹین پھر بول
اٹھا۔

"کچھ قاصد اردیہ کے بادشاہ کسیلہ کی طرف بھی روانہ کرو۔ اس سے فی الحال
جاننے کی کوشش کرو کہ آنے والے دور میں وہ مسلمانوں کے خلاف کس انداز میں ہمارے
لئے سود مند ثابت ہو سکتا ہے یا ہماری مدد کر سکتا ہے۔ اب وہ قیروان میں نہیں ہے۔ اپنے
مرکزی شہر اردیہ میں ہے۔ کم از کم وہاں اپنے مخبروں کے ذریعے اس سے ہم رابطہ قائم

گریگوری نے جب جسٹین کی اس تجویز سے بھی اتفاق کیا تب جسٹین کے لبوں پر
... کے اثرات نمودار ہوئے۔ کچھ دیر خاموش رہ کر سوچا، اس کے بعد باری باری
... نے اپنے سالاروں میں لیو، ہرکولیس، اسارین اور جو دوسرے ان سے چھوٹے
... کے سالار کھڑے ہوئے تھے ان کی طرف دیکھا پھر ان سب کو مخاطب کر کے
لگا۔

"میرے عزیز ساتھیو! وقت آ گیا ہے کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ ان سرزمینوں میں
... انداز میں ٹکرائیں۔ اگر ہمیں اس طرح مسلمانوں کے ہاتھوں شکست پر شکست
... پڑی تو نہ صرف ہمارے لشکری بد دل ہو جائیں گے بلکہ اس سے مسلمانوں کے
... بلند ہوں گے اور وہ جست و خیز کرتے ہوئے ایک قلعے سے دوسرے قلعے، ایک
... دوسرے شہر میں پہنچتے ہوئے سب جگہ سے ہماری حکومت کی بساط لپیٹتے جائیں
... اگر ایسا ہوا تو جس مقصد کے لئے میرے باپ نے مجھے قسطنطنیہ سے یہاں بھیجا ہے
... مد بالکل ناکام ہو کر رہ جائے گا اور میں ناکامی اور نامرادی کی چادر اوڑھ کر قرطاجنہ
... اپس قسطنطنیہ نہیں جانا چاہتا۔"

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد جسٹین نے گریگوری کی طرف دیکھا۔

"محترم گریگوری! آپ آج ہی گال، نوال، ہن اور گاتھ لشکریوں کے سالاروں کو
... کر دیں کہ کل کسی بھی وقت ہم اپنے متحدہ لشکر کو لے کر باغایہ کا رخ کریں گے۔ میں
... رت میں مسلمانوں کو اپنے سامنے زیر ہوتا دیکھنا چاہتا ہوں اور یہ اب میری سب
... ڑی خواہش بن گئی ہے۔"

جسٹین جونہی خاموش ہوا، اس بار بشپ پولوس بول اٹھا تھا۔

"میرے ذہن میں مسلمانوں کو شکست دینے اور ناکامی کو ان کا مقدر بنانے کے
... یک تجویز ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ اگر ہم اس تجویز پر عمل کریں تو اپنی کامیابی اور فتح
... یقینی بنا سکتے ہیں۔"

پولوس کے ان الفاظ کے جواب میں جسٹین کے علاوہ گریگوری نے بھی چونکنے کے
... س پولوس کی طرف دیکھا تھا۔ سارے سالار بھی اس موقع پر عجیب سے انداز میں
... کی طرف دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ رومنوں کا بڑا سالار لیو اس بار بول اٹھا۔

"محترم باپ! اگر آپ کے پاس کوئی ایسی ترکیب ہے تو کہیں۔ تاکہ اس پر عمل کر

کے ہم نہ صرف اپنی گزشتہ شکستوں کا مسلمانوں سے انتقام لے سکیں بلکہ ان کے
اپنی کامیابی اور فتح مندی کی مہریں ثبت کر سکیں۔"

پولوس نے جواب میں اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری۔ اس کے بعد بڑی سنجیدگی
وہ کہہ رہا تھا۔

"جیسا کہ جسٹین نے کہا ہے کل آپ لوگ ایک لشکر لے کر باغایہ کا رخ کر
ہیں۔ بربروں کا حکمران برانس بھی باغایہ کے نواح میں آپ لوگوں سے آن ملے
طرح باغایہ کے شمال میں یا کسی اور سمت مسلمانوں کے ساتھ ہمارا ٹکراؤ ہوا گا
پہلے جس قدر بھی مسلمانوں کے ساتھ ہماری جنگیں ہوئی ہیں ان میں شکست ہمارا
بنتی رہی ہے۔ ان لڑائیوں میں ہمارے لشکر کی تعداد مسلمانوں سے خواہ کتنی
کیوں نہ ہوتی تھی، شکست بھاگ کر ہماری طرف ہی آتی تھی۔ اور مسلمان ہم
قدر بھی کم ہوا کرتے تھے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ فتح ان ہی کے قدم چو
اس بار میں چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کے سامنے ایک محاذ کھڑا نہ کیا جائے۔ اگر
پورے لشکر کو لے کر باغایہ کا رخ کرتے ہیں اور باغایہ کے نواح میں مسلمان
طرح حسب سابق ہمارے لشکر کو پسپا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو میں سمجھتا ہوں
کہیں بھی ہمارے قدم جمنے نہ دیں گے۔ اس کے علاوہ ہمارے لشکری بد دل
گے۔ مسلمانوں کے حوصلے مزید استوار اور بلند ہو جائیں گے اور آنے والے
بڑھ چڑھ کر ہمارے خلاف حرکت میں آتے رہیں گے۔

چنانچہ اس موقع پر میں یہ مشورہ دیتا ہوں کہ جہاں ہمارا لشکر مسلمانوں کے
عقبہ بن نافع کے ساتھ ٹکرانے کے لئے باغایہ کا رخ کرے وہاں ایک لشکر کسی
کی کمانداری میں قیروان کی طرف بھی روانہ کیا جائے۔ اگر ایسا ممکن نہیں تو کم
کو ہی یہ پیغام بھیج دیا جائے کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ باغایہ کا رخ کرنے کی
الفور حرکت میں آتے ہوئے مسلمانوں کے مرکزی شہر قیروان پر حملہ آور ہو جائے
جب ہم ایسا کریں گے تو لازم ہے کہ مسلمانوں کے مخبر ہماری اس
اطلاع اپنے سالار عقبہ بن نافع کو کریں گے۔ چنانچہ عقبہ بن نافع باغایہ
ایک حصہ علیحدہ کر کے اپنے مرکزی شہر قیروان کا دفاع کرنے کے لئے بھیج
ایسا کرے گا تو اس کے لشکر کی تعداد مزید کم ہو جائے گی اور جہاں باغایہ
اس کے لشکر میں کمی ہونے کی وجہ سے آپ لوگوں کی کامیابی یقینی ہو جائے

ز جو قیروان پر ضرب لگائے گا اگر وہ کامیاب رہا تو پھر مسلمانوں کی افریقہ سے بالکل
ہو جائے گی۔ ان کا کوئی نام و نشان نہیں رہے گا اور اگر اس لشکر کو کامیابی نہ بھی
ئی تب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس لئے کہ باغایہ کے نواح میں اگر آپ لوگوں نے
س بار عقبہ بن نافع کو شکست دے دی تو ہمارے لشکریوں کے حوصلے اس قدر بلند ہو
ئیں گے کہ آنے والے دور میں وہ مسلمانوں کی جھولی میں شکست کے پتھر ڈالنے کا ہنر
ان جائیں گے۔"

جب تک بشپ پولوس بولتا رہا سب بڑے غور اور انہماک سے اس کی طرف دیکھتے
ئے اسے سنتے رہے۔ اس کے خاموش ہونے پر رومنوں کا بڑا سالار لیو بول اٹھا۔

"محترم پولوس! میں آپ کی اس تجویز سے قطعی طور پر اتفاق نہیں کرتا۔ اتفاق نہ
رنے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا سالار عقبہ بن نافع جہاں خود بہترین تیغ زن اور
ہے وہاں صحرا نورد ہونے کے ساتھ ساتھ وہ جنگ کا بہترین تجربہ رکھتا ہے اور
نے بڑے سالار اور بڑے سے بڑے لشکر کو چھوٹے سے لشکر کے ساتھ بھیڑ
بکریوں کے ریوڑ کی طرح ہانک دینے کی ہمت اور ہنر مندی رکھتا ہے۔ اگر آپ کا یہ
خیال ہے کہ ہم کوئی لشکر قیروان کی طرف بھجوائیں تو وہ لشکر بڑی آسانی سے قیروان پر
قابض ہو جائے گا تو یہ آپ کی بھول ہے۔ مسلمانوں کا سالار عقبہ بن نافع اگر قیروان
نکل کر بلتس اور باغایہ پر حملہ آور ہوا ہے تو سب سے پہلے اس نے قیروان کے
دفاع کا اہتمام کیا ہو گا۔

دوسری بات جو آپ کی اس تجویز سے اتفاق نہ کرنے کی ہے وہ یہ کہ اگر ہم ایک لشکر
یہ کی طرف بھیجتے ہیں کہ مسلمانوں کے سالار عقبہ بن نافع سے ٹکرائے اور دوسرا اس کے
مرکزی شہر قیروان کی طرف روانہ کر دیں تو ساتھ ہی آپ کو یہ سوچنا ہو گا جب ہماری اس
کی اطلاع عقبہ بن نافع کو ہو گی تو وہ بھی جواباً کوئی جنگی حربہ استعمال کر سکتا ہے۔
وہ باغایہ کے نواح میں ہم سے ٹکرانے کی بجائے باغایہ اور بلتس کے قلعوں میں اس
در لشکر رکھے جو قلعوں کا دفاع کر سکے اور باقی لشکر کو لے کر خود وہ گمنام راستوں سے ہوتا
ہمارے مرکزی شہر قرطاجنہ کا رخ کرے تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ ہمارے لشکروں کی
گی کے بعد قرطاجنہ میں جو حفاظتی لشکر ہو گا وہ عقبہ بن نافع کی راہ روک سکے گا؟ ہرگز
، اس لشکر کو تو عقبہ بن نافع لمحوں اور چٹکیوں میں اڑا کر رکھ دے گا۔ اور اگر ایسا ہوا تو
بن نافع قرطاجنہ پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا اور ایسی صورت میں جس

قدر ہمارے لشکر افریقہ میں ہوں گے وہ انہیں صحراؤں کے اندر بھوکا پیاسا رکھ
انجام کو پہنچنے پر مجبور کر دے گا۔

عقبہ بن نافع، اس کے ساتھی سالاروں اور مسلمانوں کے لشکریوں کو افریقہ
نکالنے یا انہیں کچھ علاقوں تک محدود رکھنے کا یہی طریقہ ہے کہ انہیں لگاتار
جنگوں میں مصروف رکھا جائے۔ اس طرح جہاں دن بہ دن ان کے لشکر کی تعداد کم
جائے گی وہاں ان کی رسد اور ان کے وسائل میں بھی کمی ہوتی چلی جائے گی۔ ان حالات
میں اگر وہ افریقہ سے نکل کر واپس نہ گئے تب بھی کچھ علاقوں تک محدود ہو جائیں
اگر وہ ایسا کریں گے تب بھی ہم پہلے کی طرح پر امن انداز میں افریقہ میں اپنی سلطنت
دیکھ بھال کر سکتے ہیں۔

اس موقع پر میں یہ بھی کہوں کہ آنے والے دور میں مسلمانوں کے ساتھ
جنگیں لڑنا ہوں گی۔ میں اپنے ارادوں کو یوں بھی بیان کر سکتا ہوں کہ مسلمانوں کے
لگاتار جنگیں کرتے ہوئے ہمیں چاہئے کہ انہیں ایسا تھکا ماریں کہ وہ جنگوں سے
جائیں اور چند علاقوں پر اکتفا کر کے خاموشی سے ان کے اندر سمٹ جائیں۔ اگر
کرتے ہیں تو اسی میں ہماری بہتری اور بھلائی ہے۔ ساتھ ہی آپ کو یہ بات ذہن
بٹھانی چاہئے کہ عقبہ بن نافع جیسا مسلمانوں کا بے مثال سالار اپنے مرکزی شہر کی
حفاظت کی طرف سے تو غافل نہیں رہا ہوگا۔ بلتس اور باغایہ کی طرف آتے ہوئے
نے ضرور اپنے مرکزی شہر کی حفاظت کا اہتمام کیا ہوگا۔ میرے خیال میں ہمارے
اس صورت حال سے واقف ہوں گے اور یہ ہمیں قیروان سے متعلق تفصیل سے
سکتے ہیں۔"

اس موقع پر جب جسٹین نے سوالیہ سے انداز میں آنے والے مخبروں کی طرف
تب ان میں سے ایک بول اٹھا۔

"محترم لیو کا کہنا درست ہے۔ عقبہ بن نافع کے بلتس روانہ ہونے سے
اردیہ کا بادشاہ کسیلہ کو اردیہ کی طرف روانہ کر چکا تھا وہاں خود بلتس اور باغایہ
روانگی سے پہلے اس نے اپنے لشکر کا حصہ مختص کیا تھا جسے اس نے قیروان کی
چھوڑا تھا۔ اس لشکر کا کماندار صالح بن حریم کو بتایا ہے۔ یہ صالح جہاں انتظامی
مشاق اور تجربہ کار خیال کیا جاتا ہے وہاں دفاع اور جارحیت کے ہنر سے بھی خوب
رکھتا ہے۔"

مخبر جب خاموش ہوا تب جسٹین نے پہلے باری باری ہرکولیس اور اسارین کی
دیکھا اس کے بعد وہاں کھڑے ان سے کم درجے کے سالاروں کا جائزہ لیتے
ہوئے وہ کہنے لگا۔

"جو کچھ محترم پولوس نے کہا وہ تم لوگوں نے سنا۔ لیو نے جو جوابی انکشاف کیا وہ بھی
سامنے ہے۔ اب تم لوگ اپنی اپنی رائے کا اظہار کرو۔"

اس پر سارے سالار آپس میں گفتگو کرنے لگے۔ یہاں تک کہ لیو کے بعد بڑا سالار
جسٹین کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"لیو نے جو کچھ کہا ہے ہم سمجھتے ہیں یہی حرفِ آخر ہے۔ اگر ہم نے اپنا ایک لشکر
ان کی طرف روانہ کیا تو یقیناً عقبہ بن نافع کوئی لمبا چکر اور کاوا کاٹتے ہوئے ہمارے
شہر کا رخ کر سکتا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ ہمیں چکر دے کر باغایہ کے نواح میں ہم سے
بھی نہ اور ٹکراؤ کی بجائے وہ قرطاجنہ پر حملہ آور ہو جائے۔ ایسی صورت میں
پاس اپنا مرکزی حصہ تو بہت دور کی بات، اپنی سلطنت کا کوئی حصہ بھی باقی نہ
گا۔"

ہرکولیس کے خاموش ہونے پر گریگوری بول اٹھا۔

"میں خود بھی لیو اور ہرکولیس کی تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔" اس کے بعد گریگوری
کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اس موقع پر میرے پاس ایک تجویز آپ کے لئے بھی ہے۔ اس سے پہلے آپ
لشکر میں شامل ہو کر مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لے چکے ہیں۔ اس
چاہتا ہوں کہ آپ لشکر میں شامل ہونے کی بجائے قرطاجنہ میں ہی قیام کریں۔
سمجھتا ہوں کہ یہ لڑائی انتہا درجہ کی خوفناک ہوگی۔ ہمارے سالار مسلمانوں کو شکست
کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے۔ دوسری طرف مسلمان بھی کوشش کریں گے
لشکر کے سامنے بلتس اور باغایہ کے تحفظ کا سامان کر سکیں۔ مجھے قوی امید ہے
بار ہمارا لشکر فتح مند رہے گا۔ اس لئے کہ اس بار پہلے کے برخلاف ہمارے متحدہ
ہماری طاقتیں شامل ہوں گی۔ ہمارے اپنے لشکر کے علاوہ ہن، وندال، گال،
جنگ کا وسیع تجربہ رکھتے ہیں اس جنگ میں حصہ لے رہے ہوں گے۔ لہٰذا میرا
ہے کہ اس بار ہماری فتح یقینی ہے۔ لشکر کی کمانداری پورے طور پر لیو کے حوالے کر
ہرکولیس اور اسارین اس کے ساتھ ہوں گے۔ اس کے علاوہ ہمارے بہت

سے سالار ہیں جو ان کی نیابت کریں گے۔ میں چاہتا ہوں اس بار سارا معاملہ اپنے
تین منجھے ہوئے سالاروں کے سپرد کر دیا جائے۔"

گریگوری کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے جسٹین بول اٹھا
"محترم گریگوری! میں بھی آپ کی اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ اس بار
لشکر میں شامل نہیں ہوں گا۔ پورے لشکر کی کمانداری لیو کے پاس ہوگی۔ ہرکولیس
اسارین دونوں اس کے دو بازوؤں کی حیثیت سے کام کریں گے۔ اس کے علاوہ
ماتحت ہمارے بہت سے سالار بھی اپنی اپنی ہنر مندی کا مظاہرہ کریں گے اور پھر
علاوہ گاتھ، گال، ونڈال، ہن اور ان کے منجھے ہوئے سالار بھی ہیں۔ لہٰذا اس بار
بھی فتح مندی کی امید رکھتا ہوں۔"

جسٹین اور گریگوری کی اس گفتگو سے ہرکولیس اور اسارین بھی خوش ہوگئے۔
یہی فیصلہ کیا گیا کہ کچھ قاصد برانس اور کسیلہ کی طرف بھجوائے جائیں۔ ساتھ
فیصلہ ہوا کہ اگلے روز ایک بہت بڑا لشکر مسلمانوں پر ضرب لگانے کے لئے باغایہ
روانہ کر دیا جائے۔

اس کے ساتھ ہی سب پہلے کی طرح یونانی بردہ فروشوں کے لائے ہوئے
جائزہ لینے لگے تھے۔

اس موقع پر سیریکا اور فلورنس دونوں ایک دوسرے کو اشارہ کرتی ہوئی ایک
کر کھڑی ہوگئی تھیں۔ پھر بڑے رازدارانہ انداز میں سیریکا کو مخاطب کرتے ہو
بول اٹھی تھی۔

"سیریکا! میری بہن! پہلے تو میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ جو دو گھوڑے
گئے ہیں ان میں سے ایک تم نے مجھے تحفہ دینے کے لئے خریدا ہے۔ لیکن میری
بات میری سمجھ میں نہیں آئی، میں یہ تو تسلیم کرتی ہوں کہ جو دو گھوڑے پہلے
ہیں یہ گھوڑے ان سے بہت اچھے ہیں۔ لیکن جب ہمارے پاس پہلے
گھوڑے ہیں پھر مزید یہ دو گھوڑے لینے کا کیا فائدہ؟"

سیریکا نے جواب میں ذو معنی انداز میں فلورنس کی طرف دیکھا، پھر آنکھ
اور لبوں پر دل موہ لینے والا ہلکا سا تبسم بکھیرتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔
"فلورنس! میری بہن! یہ جو دو گھوڑے میں نے اپنے بھائی کے ذریعے
یہ نہ میرے لئے ہیں نہ تمہارے لئے۔ ان گھوڑوں کی ہم دونوں دیکھ بھال

... مناسب وقت آیا تو ان میں سے ایک گھوڑا میں امیر محمد بن اوس کو اور دوسرا گھوڑا
... حماد کو تحفے کے طور پر پیش کروگی۔ اب بولو یہ دونوں گھوڑے نہ خریدنے سے
... تمہارے پاس کوئی دلیل اور حجت ہے؟"

... فلورنس سیریکا کی گفتگو سے ایسی متاثر ہوئی تھی کہ آگے بڑھ کر سیریکا کو گلے لگا لیا۔
... چوئی۔ پھر کہنے لگی۔
"... میری عزیز بہن! تو بہت عظیم ہے۔"

... فلورنس کی اس گفتگو کے جواب میں سیریکا کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اتنی دیر تک
... ری اور جسٹین نے اپنے لئے گھوڑے پسند کر لئے تھے۔ اس کے بعد وہ ایک طرف
... تھے۔ کلاڈیا، ہلڈارک بھی ان کے ساتھ تھے۔ سیریکا اور فلورنس بھی ایک دم حرکت
... ئیں اور ان کے ساتھ ہولیں۔ اس کے بعد لیو، ہرکولیس، اسارین اور کچھ دیگر
... نے سالاروں کے علاوہ شہر کے معززین بھی گھوڑے خریدنے کے لئے یونانی بردہ
... سے بات چیت کرنے لگے تھے۔

◎......◎

★★★

باغایہ میں قیام کے دوران عقبہ بن نافع نے بلتس شہر کی طرح حالات اپ
میں کر لئے تھے۔ ضرورت مندوں کو خوب نوازا گیا تھا جس کی بناء پر شہر کی آبادی کا
پر ان کے حق میں ہو گئی تھی۔ اس کے علاوہ جہاں عقبہ بن نافع نے بلتس کے
مرمت کے احکامات جاری کئے تھے وہاں اس نے خود اپنی نگرانی میں باغایہ کی فصیل
اس کے اندر جو قلعہ تھا اس کی بھی بہترین انداز میں نگہداشت اور جہاں مرمت
ضرورت تھی وہاں مرمت کا کام بڑی تیزی سے جاری کر دیا تھا۔

اس کے علاوہ شہر پناہ کے پرانے برجوں کی جہاں مرمت کرا دی تھی وہاں
نئے برج بھی تعمیر کر دیئے گئے تھے۔ ان برجوں کے اندر تیروں کے ڈھیر لگا دیئے
تھے تاکہ رومنوں کے ساتھ اگر باغایہ کے نواح میں ٹکراؤ ہو تو بہتر انداز میں ان
جا سکے۔

عقبہ بن نافع اپنے سارے چھوٹے بڑے سالاروں کے ساتھ ایک روز جب
میں مغرب کی نماز کے بعد فارغ ہوا تو اس کے کچھ طلایہ گران کے پاس آئے۔
والوں میں سے ایک عقبہ بن نافع کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''امیر! قرطاجنہ شہر میں رومنوں کے شہنشاہ کے بیٹے جسٹین اور افریقہ میں
کے حکمران گریگوری کو بلتس اور باغایہ میں اپنے لشکریوں کی شکست اور دونوں شہرو
ان کے ہاتھ سے نکل کر ہمارے ہاتھ آنے کی خبریں پہنچ چکی ہیں اور اپنی ان ناکا
بدلہ لینے کے لئے ہمارے خلاف دو لشکر کوچ کر چکے ہیں۔ ایک لشکر برانس کی طر
آ رہا ہے اور دوسرا لشکر رومنوں کا ہے جو قرطاجنہ سے نکل چکا ہے۔ رومنوں کا یہ
بار پہلے کی نسبت بہت بڑا ہے۔ اس میں نہ صرف رومن ہیں بلکہ ہن، وندال، گا
قسم کے سارے ہی جنگجو ان کے لشکر میں شامل ہیں اور اس بار انہوں نے تہیہ کر

ہر صورت میں مسلمانوں سے اپنی گزشتہ شکستوں اور پسپائیوں کا انتقام لیں گے۔
قرطاجنہ سے نکلنے سے پہلے رومنوں نے تیز رفتار قاصد بربروں کے حاکم برانس کی
طرف روانہ کئے تھے اور اسے یہ پیغام بھیجا گیا ہے کہ وہ باغایہ سے شمال میں آ کر رومن
لشکر سے مل جائے۔ اس طرح ایک بہت بڑی اور بھیانک قوت کی صورت میں رومن
باغایہ کا رخ کریں گے۔ رومنوں کا ارادہ ہے کہ ہر صورت میں بلتس اور باغایہ ہم سے
چھین لئے جائیں۔''

وہ مخبر دم لینے کے لئے لمحہ بھر کے لئے رکا اس کے بعد مزید کہتا چلا گیا تھا۔

''امیر! اس بار رومنوں کا جو لشکر ہم سے ٹکرانے کے لئے پیش قدمی کر رہا ہے اس
میں رومنوں کے شہنشاہ کا بیٹا جسٹین شامل نہیں ہے۔ نہ ہی گریگوری اس جنگ میں حصہ
لے رہا ہے۔ بلکہ لشکر کی کمانداری ان کے سالار لیو کے ہاتھ میں ہے اور دوسرے بڑے
سالار ہرکولیس اور اسارین اس کے معاون اور اس کے مددگار کے طور پر کام کر رہے
ہیں۔ اس کے علاوہ گالوں، گاتھوں، وندالوں اور وحشی ہن قبائل کے دستے اور سالار بھی
ان کے ساتھ ہیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب رکا تب عقبہ بن نافع نے کچھ سوچا پھر اپنے
مخبروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اس سے پہلے بلتس اور باغایہ میں غمارہ کی سلطنت کے علاوہ طنجہ کے حاکم گرینور
اور مجوسیوں کی حکومت کی طرف سے کچھ لشکر دونوں قلعوں میں جمع ہوئے تھے۔ حالانکہ
رومنوں نے غمارہ کے نصرانی بادشاہ بلیان کو بھی پیغام بھجوایا تھا کہ وہ اپنا لشکر ان قلعوں کی
طرف بھجوائیں۔ لیکن جن دنوں ہمارا یہاں ٹکراؤ ہوا ان دنوں میں بلیان نے اپنا کوئی لشکر
ان قلعوں کی طرف نہیں بھجوایا تھا۔ کیا غمارہ کے بادشاہ بلیان سے متعلق تمہارے پاس کچھ
خبر ہے کہ اس کا لشکر بھی رومنوں سے آ کر مل گیا ہے یا نہیں؟''

عقبہ بن نافع کے اس سوال پر اس بار دوسرا مخبر بول اٹھا۔ کہنے لگا۔

''امیر! غمارہ کا نصرانی بادشاہ بلیان کسی حد تک صلح جو اور امن پسند ہے۔ اس نے
پہلے بھی اپنا کوئی لشکر ان دو قلعوں کی طرف روانہ نہیں کیا تھا اور اب بھی رومنوں کے کہنے
پر اس نے اپنا کوئی لشکر قرطاجنہ کی طرف روانہ نہیں کیا۔ اس کے ان فیصلوں سے لگتا ہے
کہ وہ ہماری اور رومنوں کی جنگ کے دوران غیر جانب دار ہی رہنا چاہتا ہے یا ہو سکتا ہے
اس نے ان جنگوں میں حصہ لینے کے لئے رومنوں سے کوئی بہانہ کر دیا ہو۔ ورنہ بلیان

رومنوں کا ایک ماتحت حکمران ہے اور اگر بلیان نے ان دنوں ہمارے خلاف رومنوں کا ساتھ نہ بھی دیا تب بھی میرے خیال میں رومن انتقامی کارروائی کرنے کی غرض سے اس کے خلاف حرکت میں نہیں آئیں گے۔ اس لئے کہ رومنوں کو ان دنوں سب سے بڑا خطرہ ہماری طرف سے ہے اور میرے خیال میں بلیان سے بگاڑ کر وہ اپنی دشواریوں میں اضافہ کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔"

(یاد رہے کہ غمارہ کا بلیان نام کا یہ نصرانی حکمران وہی تھا جو بعد کے دور میں ہسپانیہ کے بادشاہ راڈرک کے ہاتھوں اپنی بیٹی کی بے حرمتی کی شکایت لے کر موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔)

آنے والے مخبر جب ساری تفصیل عقبہ بن نافع سے کہہ چکے تب عقبہ بن نافع نے انہیں آرام کر کے اپنے کام میں لگ جانے کا حکم دیا۔ جس جگہ وہ رکا تھا وہیں رکا رہا، دیر سوچا پھر اپنے گرد جمع ہونے والے سارے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"عزیز ساتھیو! اب بولو، تم کیا کہتے ہو؟"

عقبہ بن نافع کے ان الفاظ کے جواب میں سب سے پہلے مسلمان بربروں کا سالار سقانہ بول اٹھا۔

"امیر محترم! جہاں تک بربروں کے حکمران برانس کا تعلق ہے تو اسے آپ میرے حوالے کر دیں۔ مجھے اجازت دیں کہ میں آج ہی ایک لشکر لے کر برانس پر وارد ہو جاؤں۔ وہ کن راستوں سے ہوتا ہوا افریقہ کے شمالی حصوں کا رخ کرے گا میں سب جانتا ہوں۔ مجھے یہ بھی خبر ہو گئی ہے کہ اس بار برانس کے پاس بڑا لشکر ہے۔ لہٰذا میری آپ سے استدعا ہے کہ میرے پاس جو میرے قبائل کے جنگجو ہیں ان کے علاوہ بھی مجھے کچھ مہیا کئے جائیں۔ انہیں لے کر میں آج رات ہی یہاں سے کوچ کر جاؤں گا اور مناسب جگہ پر برانس پر ایسی ضرب لگاؤں گا کہ اسے واپس بھاگنے کے سوا کوئی راستہ دکھائی نہیں دے گا۔ امیرِ محترم! ہمیں کسی بھی صورت برانس کو رومنوں کے ساتھ ملنے نہیں دینا چاہئے۔ اگر برانس کو ہم پہلے ہی شکست دے کر اپنے علاقوں کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے تو اس کا رومن سالاروں اور ان کے لشکریوں پر منفی اثر پڑے گا اور مقابلہ کرتے ہوئے ہماری طرف سے ان کے دلوں پر ایک خوف اور خدشات ابھرا پھیلے گا۔"

سقانہ جب خاموش ہوا تب عقبہ بن نافع مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"سقانہ! میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں۔ میں خود چاہتا ہوں کہ برانس کو رومنوں کے لشکر سے ملنے نہ دیا جائے۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ تم برانس کو بڑے احسن طریقے سے مار بھگانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ آج رات عشاء کے بعد تم یہاں سے برانس کی طرف روانہ ہو جانا۔ جو تمہارے اپنے جنگجو تمہارے ساتھ ہیں ان کے علاوہ مزید بھی تمہیں مہیا کئے جائیں گے۔ اس سلسلے میں تم بالکل بے فکر رہو۔"

عقبہ بن نافع کا جواب سن کر سقانہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ عقبہ بن نافع دوسرے سالاروں کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔

"عزیز ساتھیو! بربروں کے حکمران برانس کا مسئلہ طے ہوا۔ سقانہ اس سے خود ہی نمٹ لے گا۔ اب جو رومن لشکر لے کر آ رہے ہیں جس میں رومنوں کے علاوہ گال، گاتھ، وندال اور ہن ہیں ان سے نمٹنے کے لئے بولو تم کیا کہتے ہو؟ اس سلسلے میں، میں تم لوگوں سے یہ بھی کہنا پسند کروں گا کہ بلتس اور باغایہ میں ہونے والی جنگوں میں سوس، مصامدہ، دیلمی اور زرہون کے پارسیوں اور مجوسیوں نے بڑھ چڑھ کر ہمارے خلاف حصہ لیا تھا۔ لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ جونہی کچھ دنوں یا ہفتوں کے لئے ہمیں رومنوں سے فراغت ملے تو سب سے پہلے ان مجوسیوں کی سلطنت پر ضرب لگائی جائے گی۔ اگر انہوں نے ہماری اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کر لی تو انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا، امان دے دی جائے گی۔ اور اگر انہوں نے ہمارے ساتھ ٹکراؤ کا سلسلہ جاری رکھا تو خداوند نے چاہا تو افریقہ کی سرزمینوں سے انہیں نیست و نابود کر کے رکھ دیا جائے گا۔ اب بولو رومنوں کے آنے والے لشکر سے نمٹنے کے لئے تم لوگ کیا طریقہ کار وضع کرنا چاہتے ہو؟"

عقبہ بن نافع کے خاموش ہونے پر سب سے پہلے محمد بن اوس بول اٹھا۔ کہنے لگا۔

"امیر! میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔ میرے سارے بھائی بھی اسے غور سے سنیں۔ وہ تجویز میں رازداری سے کہوں گا۔ میرے خیال میں اس پر عمل کر کے رومنوں کے ہم بڑے سے بڑے لشکر کو شکست دے کر تہس نہس کر کے رکھ سکتے ہیں۔"

محمد بن اوس کے ان الفاظ کے جواب میں عقبہ بن نافع کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ کہنے لگا۔

"ابن اوس! میرے عزیز بھائی! میں جانتا ہوں کہ تم ناممکن کو ممکن بنانے کا ہنر خوب جانتے ہو۔ کہو، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

جواب میں محمد بن اوس نے سارے بڑے سالاروں کو قریب آنے کے لئے
ساتھ ہی وہ اپنا منہ عقبہ بن نافع کے قریب لے گیا، پھر سرگوشی اور رازداری میں
جنگی منصوبہ عقبہ بن نافع اور بڑے سالاروں سے کہہ رہا تھا۔
محمد بن اوس جب اپنی گفتگو ختم کر چکا تب سب سے پہلے عقبہ بن نافع بولا
کہنے لگا۔

"ابنِ اوس! میرے عزیز بھائی! جو کچھ تم نے کہا ہے اس پر عمل کر کے یقیناً
رومنوں کو نہ صرف شکست دیں گے بلکہ ان کے لشکر کی تعداد کم کر کے انہیں مار بھگانے
میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

جو جنگی حربہ محمد بن اوس نے رازدارانہ انداز میں بیان کیا تھا اسے سن کر باقی سارے
سالار بھی خوشی اور طمانیت کا اظہار کر رہے تھے۔ اس موقع پر سقانہ بھی بے پناہ خوشی کا
اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"امیر! جو منصوبہ بندی امیر ابن اوس نے بیان کی ہے اس سے میری خوشیاں دوچند
ہو گئی ہیں۔ اس لئے کہ اتنی دیر تک میں برانس سے نمٹ کر واپس آپ کے پاس پہنچ چکا
ہوں گا اور رومنوں کے خلاف بھی میں آپ کے شانہ بشانہ جنگ میں حصہ لے سکوں گا
میں سمجھتا ہوں اگر ایسا ہو جائے تو یہ میرے لئے بہت بڑی سعادت کا کام ہوگا۔"
سقانہ کی گفتگو سے عقبہ بن نافع مزید خوش ہو گیا تھا۔ پھر وہاں سے ہٹتے ہوئے
کہنے لگا۔

"آؤ، پہلے سب مل کر کھانا کھاتے ہیں۔ اس کے بعد سقانہ کی روانگی کا بندوبست
کرنے کے بعد رومنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دیتے ہیں۔"
اس کے ساتھ ہی سارے سالار چپ چاپ عقبہ بن نافع کے ساتھ ہو لئے تھے۔

◎......◎

★★★
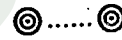
ایک گہری سنسان اور ویران رات میں بربروں کا حکمران برانس ایک بہت بڑے
لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے باغایہ کے شمالی علاقوں کا رخ کئے ہوئے تھا۔ وہ جلد از
جلد رومنوں کے لشکر سے جا ملنا چاہتا تھا۔ رات اپنے انجام کے قریب پہنچ رہی تھی۔
اس رومنوں سے جا ملنے کے لئے دن کے وقت کسی مناسب جگہ اپنے لشکر کے ساتھ
گھات لگا لیتا تھا اور رات کے وقت سفر کرتا تھا تاکہ اس کی نقل و حرکت کی اطلاع
مسلمانوں تک نہ پہنچے۔
جس وقت وہ سحر نمودار ہونے سے تھوڑی دیر پہلے بڑا مطمئن اور آسودہ حال اپنے
لشکر کو لے کر اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا اچانک ایک طرف سے سقانہ بے چینی
اور بے زاری اور اکتاہٹ میں سوختہ فکر کی راکھ اڑاتے بگولوں، کثرتِ آلام کی داستانیں
بکھیرتے حیرتوں کے بحرِ بے کراں کی طرح نمودار ہوا۔ گو سقانہ جو لشکر لے کر آیا تھا،
برانس کے مقابلے میں اس کی تعداد بہت کم تھی لیکن ختم ہوتی رات کے لمحوں میں برانس
کے قریب آ کر اچانک سقانہ نے زوردار انداز میں تکبیریں بلند کیں اس کے بعد وہ برانس
کے لشکر پر خواہشوں میں سیم اور تھور بھر دینے والے ان گنت لمحوں کی یورش، زمانے کی
دوریوں کو سمیٹ کر درد کا درماں اور سکون، دل کا چین اور قرار لوٹ لینے والی انجانے
موسموں کی خشکی کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دوسری طرف برانس چونکہ بڑے محتاط انداز میں رومنوں کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا
شاید اسے اس بات کا بھی احساس تھا کہ کسی بھی لمحہ اس پر مسلمان یلغار کر سکتے ہیں۔ لہٰذا
پہلے چند لمحوں میں تو سقانہ نے برانس کے لشکر کا خوب قتل عام کیا لیکن اتنی دیر تک برانس
نے اپنے لشکر کو سنبھال لیا۔ پھر اس نے جوابی کارروائی کرتے ہوئے سقانہ اور اس کے
ساتھیوں پر تیز حملے شروع کر دیئے تھے۔

لیکن برانس کی بدقسمتی کہ عین اسی لمحے اندھیرے کی کوکھ کے اندر سے محمد بن
نمودار ہوا۔ وہ اپنے لشکر کے آگے آگے کسی لازوال اور بے مثال عزم، ہمت کے
طرح اپنے گھوڑے کو ایڑ پر ایڑ لگاتا ہوا میدانِ جنگ کی طرف بڑھا تھا۔ قریب آ کر
نے بھی سقانہ ہی کے انداز میں تکبیریں بلند کیں۔ اس کے بعد وہ شیشۂ جان کو ریزہ
کرتے وحشتوں کے رقص، تپتے صحراؤں کی قتل گاہوں کے سفاک لمحوں اور امید
ریشم تک کاٹ دینے والی قضا کی یورش کی طرح برانس کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔

پہلے برانس کو امید تھی کہ شاید جوابی کارروائی کرتے ہوئے سقانہ کے خلاف لڑ
بھڑتے وہ رومنوں کی طرف جانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اب جو ایک طرف
اچانک اندھیرے کی چادر سے نمودار ہو کر محمد بن اوس نے بھی اس پر ضربیں لگائی
کیں تب ختم ہوتی رات کے اُداس لمحوں کے اندر برانس اور اس کے لشکر کی حالت
تیزی سے شکست بھری مجبوریوں، خارزاروں میں محصور بدبختیوں، تصویر کے ٹکڑے
اور پاؤں تلے مسلے خشک پتوں سے بھی زیادہ ہولناک ہونا شروع ہو گئی تھی۔

برانس نے اب اندازہ لگا لیا تھا کہ مسلمانوں کے خلاف اس کا کوئی حربہ ا
کوئی جتن کامیاب نہیں ہوگا اور اگر اس نے سورج طلوع ہونے تک مسلمانوں کے
روکنے یا ان سے ٹکرانے کی کوشش کی تو مسلمان اس کے لشکر کا مکمل طور پر خاتمہ کر
گے۔ لہٰذا اندھیرے کی آڑ میں وہ جس طرف سے آیا تھا، بچے کھچے لشکر کو لے کر ا
بھاگ کھڑا ہوا۔ جس قدر رسد اور ضروریات کا سامان وہ لے کر آیا تھا، وہیں پھینک
بھاگ نکلا تھا۔

محمد بن اوس اور سقانہ نے کچھ دور تک اس کا تعاقب کیا۔ پھر وہ پلٹے۔ اس جگہ
جہاں برانس کے ساتھ ٹکراؤ ہوا تھا۔ پھر محمد بن اوس اور سقانہ یکجا ہوئے۔ اپنی کامیا
دونوں نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ایک دوسرے کو مبارک باد دی۔ اس کے بعد
اوس سقانہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سقانہ! میرے عزیز! یہ سارا سامان سمیٹ کر باغایہ کی طرف چلے جاؤ۔ میں
سے آیا ہوں ادھر ہی جاؤں گا اور اپنی مہم کی تکمیل کروں گا۔''

چونکہ سارے سالاروں کے ساتھ پہلے بھی رومنوں کے ساتھ نمٹنے کے لئے
بندی ہو چکی تھی لہٰذا محمد بن اوس کے ان الفاظ کے جواب میں سقانہ نے کچھ نہ کہا
کے ساتھ ہی محمد بن اوس وہاں سے ہٹا اور اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ جدھر

پھر غائب ہو گیا تھا۔

سقانہ نے اپنے لشکر کے ساتھ برانس کے سارے سامان کو سمیٹنا شروع کیا تھا۔ اتنی
دیر میں مشرق سے سورج نے زمین کو جھانکنا شروع کیا تھا اور اس کے ساتھ ہی سقانہ ہر
چیز کو سمیٹ کر باغایہ کا رخ کر رہا تھا۔

سقانہ اپنے لشکر کے ساتھ سامان سے لدا جب باغایہ میں داخل ہوا تو عقبہ بن نافع
نے سارے چھوٹے بڑے سالاروں کے ساتھ اس کا شاندار انداز میں استقبال کیا۔ اس
موقع پر عقبہ بن نافع نے نہ صرف سقانہ کو اس کی شاندار کامیابی پر مبارک باد دی بلکہ
حیرت کا اظہار کرتے ہوئے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سقانہ! مجھے تو امید تھی کہ جس وقت میں باغایہ کے نواح میں رومنوں کے خلاف
صف آراء ہوں گا تب کہیں جا کر تم اپنی مہم سے فارغ ہو کر مجھ سے ملو گے۔ لیکن تم تو
بڑی امیدوں سے کہیں پہلے ہی سامان سے لدے باغایہ میں داخل ہو گئے ہو۔ میرا اپنے
مخبروں کے ساتھ برابر رابطہ ہے اور وہ مجھے اطلاع دے چکے ہیں کہ کل کسی وقت رومن
لشکر باغایہ کے نواح میں پہنچے گا۔ چنانچہ میں بھی اپنے لشکر کے ساتھ کل صبح تک باغایہ سے
نکل کر شہر کے نواح میں ان کی راہ روکوں گا۔ تم نے حیرت انگیز طور پر........''

یہاں تک کہتے ہوئے عقبہ بن نافع کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ ہلکی ہلکی، دھیمی دھیمی
مسکراہٹ میں سقانہ بول اٹھا۔

''امیر محترم! برانس کو شکست میں اکیلے نے نہیں دی۔ میں نے آپ کے سامنے
برانس کے لشکر کی تعداد کا جو اندازہ لگایا تھا، برانس اس سے بھی بڑا لشکر لے کر رات کی
گہری تاریکی میں رومنوں سے جا ملنے کے لئے بڑی تیزی سے پیش قدمی کر رہا تھا۔ میں
بھی اس کی عددی فوقیت کو نظر انداز کرتے ہوئے رات کے وقت اچانک تکبیریں بلند کرتا
ہوا اس پر حملہ آور ہوا اور میرے لشکریوں نے پہلے ہی حملے میں اس کے لشکر کے ایک
خاصے بڑے حصے کو کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ لیکن برانس کے لشکر کی تعداد چونکہ بہت زیادہ تھی
لہٰذا اتنی دیر تک سنبھل کر وہ میرے خلاف جوابی کارروائی کرنے لگا تھا۔ لیکن شاید رات
کے وقت کھلے اور وسیع صحراؤں کے اندر قدرت پوری طرح میری مدد پر آمادہ تھی۔ چنانچہ
خلافِ توقع اچانک ایک طرف سے رات کے پچھلے پہر میں تکبیریں بلند ہوئیں۔ میں اور
میرے لشکریوں نے جب دیکھا تو ایک طرف سے امیر محمد بن اوس اپنے لشکر کے ساتھ
نمودار ہوا تھا اور آتے ہی وہ اس طرح برانس کے لشکر پر جھپٹا تھا کہ برانس اور اس کے

لشکری امیر محمد بن اوس کے چند حملوں کو بھی برداشت نہ کر سکے اور بھاگ کھڑے ہو
میں نے اور امیر نے تھوڑی دیر تک ان کا تعاقب کیا۔ اس کے بعد میدان جنگ
آئے۔ امیر نے مجھے یہ سارا سامان دے کر ادھر آپ کی طرف بھیج دیا اور خود جس ا
سے آئے تھے اسی طرف کہیں غائب ہو گئے۔

سقانہ سے ساری تفصیل سن کر عقبہ بن نافع کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا
پھر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''محمد بن اوس بھی کمال کا سالار ہے۔ سقانہ! تم جانتے ہو میں نے اسے تمہارا
کرنے کا فرض نہیں سونپا تھا نہ ہی ہم سب میں یہ طے ہوا تھا کہ جس وقت تم برانس
ٹکراؤ گے، محمد بن اوس کہیں سے نکل کر تمہاری مدد کرے گا۔ لیکن یہ اس کی مہربانی
سے اس کی چاہت، ملت سے اس کی محبت ہے کہ حالات کو دیکھتے ہوئے وہ آپ
آپ تمہاری طرف متوجہ ہوا اور تھوڑے ہی وقت میں تمہاری کامیابی کو یقینی اور برا
ذلت آمیز شکست کو آخری شکل دے کر اپنی منزل کی طرف چلا گیا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عقبہ بن نافع پھر کہیں کھو گیا تھا۔ تھوڑی دیر سوچا پھر خا
میں گھورتے ہوئے بھاری آواز میں کہہ رہا تھا۔

''یہ محمد بن اوس ہمارے لئے دھواں دھواں غموں کے الاؤ میں چشموں اور ندیو
رقص کرتی خوشیوں بھری بازگشت کا لمحہ ہے۔ خوابوں کی تعبیر کی بے ربطی کو درست کر
والا، خیالات اور احساسات کا حسین انقلاب ہے۔ محمد بن اوس یقیناً ہمارے لئے ذرا
لمحوں میں آگہی کی حلاوت، کٹھن سوگوار مسافتوں میں وقت کی چادر کو سکیڑتا، خوشیاں
کرتا حرف دعا ہے۔ وہ یقیناً ان نایاب سالاروں میں سے ایک ہے جو سلگتی ریت
دشمن کو برہنہ پا کرنے اور نفرتوں کے صحرا میں اسے غموں کا ہدف بنانے کا ہنر جانتے
محمد بن اوس جیسے جوان ہی کمالِ ابنِ آدم اور رازِ مشیت بن کر اپنی ملت کے لئے
سرابوں کو سیراب اور اپنی قوم کے چہروں کے قرطاس سے روحانی کرب مٹا کر خوش
آسودگی کی داستانیں رقم کرنے کا احسن فرض ادا کرتے ہیں۔ محمد بن اوس یقیناً ہما
لشکر میں حرب وضرب کا ایک مکتب، فطرت کا ایک انمول تحفہ اور زندگی کے جمال کی
حرارت ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عقبہ بن نافع رکا، کچھ سوچا اس کے بعد وہ دوبارہ سقا
طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''سقانہ! یہ جو تم برانس سے مالِ غنیمت لے کر آئے ہو اسے شہر پناہ کے قریب ڈھیر
...ے کیونکہ خداوند قدوس نے ہمیں ایک بڑے لشکر کے مقابلے میں عمدہ اور شاندار فتح
...ی ہے۔ لہٰذا شام سے پہلے پہلے یہ سارا سامان لشکریوں میں تقسیم کر دیا جائے گا تاکہ
...ل جوئی ہو۔ اب تم اپنے لشکریوں کو لے کر خود بھی آرام کرو اور انہیں بھی آرام
...ے کا موقع فراہم کرو۔ اس لئے کہ کل صبح ہم اپنے لشکر کو لے کر نکلیں گے اور باغایہ
...اح میں رومنوں کی راہ روکیں گے۔''

...اس کے ساتھ ہی سقانہ اپنے لشکر کو لے کر ایک طرف چلا گیا تھا جبکہ عقبہ بن نافع
...ر باغایہ کے اندر جو پہلے سے لشکری موجود تھے وہ اس سامان کو شہر پناہ کے قریب
...رنے لگے تھے جو سامان سقانہ اپنے لشکر کے ساتھ لے کر آیا تھا۔

●●●

عقبہ بن نافع اپنے لشکر کے ساتھ باغایہ کے نواح میں ایک مناسب جگہ پڑاؤ کر گیا
...قبہ بن نافع کے طلایہ گر رومنوں کے لشکر کی پل پل کی خبریں اور نقل و حرکات بہم پہنچا
...تے۔ انہوں نے عقبہ بن نافع پر یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ رومنوں کا لشکر آتے ہی
...وں سے ٹکرانے کی کوشش کرے گا۔ ان اطلاعات کے پس منظر میں عقبہ بن نافع
...نا دشمن سے ٹکرانے کی اپنی تیاریوں کو آخری شکل دے دی تھی۔

جس وقت سامنے کی طرف سے دھول اٹھتی ہوئی آسمان کی طرف جاتی دکھائی دی،
...ن نافع نے اندازہ لگا لیا تھا کہ رومنوں کا لشکر بڑی تیزی سے اس کا رخ کر رہا
...اس موقع پر اس نے کچھ سوچا۔ باقی سالار اس کے اطراف میں کھڑے ہوئے
...چھوٹے سالار بھی اس کے آس پاس تھے۔ کچھ فیصلہ کرتے ہوئے عقبہ بن نافع قبلہ
...بیٹھا۔ سجدے میں گیا۔ پھر انتہائی عاجزی، انکساری اور ڈبڈباتی آواز میں وہ دعا
...ا تھا۔ اس کی دعا کے الفاظ کچھ اس طرح تھے۔

اے رب ذوالجلال! وقت کے منجدھار میں تُو ہی منصفوں کو انصاف کی روایتیں عطا
...ہے۔ تُو ہی اپنے بندوں کو بوئے اخلاص، عقیدت کا نور اور اخوت کی روشنی عطا
...نے والا ہے۔

اے خدائے لم یزل! تُو ہی مادۂ حیات کے ایک قطرے سے قومیں وجود میں لاتا
...ستاروں کی گردش تیرے ہی حکم سے متحرک ہے۔ تیرے ہی حکم سے سورج کا آتشی
...ار اتنا اور اندھیروں کے سمندر سے نکل کر جان بخش رفاقت عطا کرتا ہے۔ آسمان پر

ایک دوسرے کے تعاقب میں بھاگتے بادل اور اپنی پوری تاریکیوں سے نزول کر
تیرے ''کُن'' ہی کے تابع فرمان ہے۔

اے اللہ! کلی کلی کی پتی، گل کے ورق ورق، شجر کی ٹہنی ٹہنی کی رگ رگ میں
وحدانیت کا راز پنہاں ہے۔ اے مالک کون و مکاں! تاریخ کی رفتار میں تُو نے
بھڑکتی آگ، کسی کو بیرِ ویران سے نکالا۔ تُو نے ہی کسی کو سینا پر، کسی کو غارِ حرا میں
میرے اللہ! تُو نے ہی کسی کی مچھلی کے پیٹ میں اور کسی کی آنسوؤں کو روانگی میں
پکار کو سنا۔

تیری ذات جمیل اور اجمل تیری ذات مکمل اور اکمل ہے۔ تیری حکمت اعلیٰ
قوت اور عظمت کی علامت، تُو خود مختار اور مطلق العنان ہے۔ تیری ذات پُر
پُروقار ہے۔ تُو ہی محبت کو نفرت، غم کو خوشی، سیاہی کو سفیدی، سختی کو نرمی، گمان کو حقیقت
تبدیل کرنے والا ہے۔

اے اللہ! ہم تیرے عاجز، تیرے اطاعت گزار، تیری وحدانیت کے قائل
بندے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں دکھ کے بادلوں کی کرختگی، جبر و ستم کی چنگاریوں کے
خاموش اور بے حس نفرت کے وفور سے بچا کر رکھنا۔ ہمارے خیالات کے انبار،
دلوں کا سکون، ہماری دعا کا ہر حرف تیری ہی رحمت سے منسوب ہے۔ ہم ہمہ دا
رحمتوں کے اعجاز، تیرے کُن کے عجائبات کی توقع رکھتے ہیں۔ اے اللہ! خون
میں نہائے ماحول میں ہماری مدد اور اعانت کرنا۔

اے مالک دو جہاں! ہمارے دشمن لومڑی کی مکاری، سانپ کی خباثت،
ذوقِ جاہ و حشم، خنزیر کی گندگی، کوے کی نحوست جیسے اپنے غرور اور فخر، بدنصیبی
سایوں، نفس کی ذلت اور جہالت جیسے اپنے تعصب اور گھمنڈ کے ساتھ ہم پر دا
والے ہیں۔ میرے اللہ! ان کے مقابلے میں ہمیں چرواہوں کی سی محویت، سورج
اور چوکس اور فضاؤں کی بے کناری سا ناقابل تسخیر بنا رکھنا۔ اے اللہ! دشمن کے
میں ہمیں قمقموں کی ضوفشانی، زمزموں کی ساحری جیسی کامیابی، لولوئے احمر، نو
دھاروں جیسی فوز مندی اور قوسِ قزح کی لہروں اور نورِ سعادت کے چشموں جیسی
عطا فرمانا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عقبہ بن نافع رک گیا تھا۔ اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے
اس نے اپنی نم آلود آنکھیں خشک کیں۔ اس کے ارد گرد کھڑے اس کے سالار

ے حروف سن کر اپنی آنکھوں کی نمی پونچھ رہے تھے۔ اس کے بعد عقبہ بن نافع اپنے
روں کے ساتھ مل کر اپنے لشکر کی صفیں درست کرنے لگا تھا۔ اس لئے کہ رومنوں کا
اب بالکل قریب آ گیا تھا۔
رومنوں نے آتے ہی اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں اور تھوڑی دیر
ن کے سامان سے لدے ہوئے چھکڑے اور بار برداری کے جانور بھی وہاں پہنچ گئے
لشکر کے پیچھے ان کا پڑاؤ قائم کر دیا گیا تھا۔
لیو، ہرکولیس، اسارین اپنے دوسرے سالاروں کے علاوہ گاتھ، گال، وندال، ہن
روں کے ساتھ اپنے لشکر کی صفیں درست کر رہے تھے کہ اس موقع پر رومنوں کے
للایہ گر اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے ان کے قریب آئے۔ انہیں دیکھتے ہوئے لیو،
بس اور اسارین رک گئے تھے۔ وہ جاسوس اور مخبر قریب آ کر رکے، اپنے گھوڑوں
اترے پھر لیو کو مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتے تھے کہ لیو نے انہیں مخاطب کرنے میں
کی۔
''کیا تم ہمارے لئے کوئی نئی خبر لے کر آئے ہو؟''
جواب میں آنے والوں میں سے ایک اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہنے

''آپ کا اندازہ درست ہے۔ ہم آپ کے لئے ایک نئی بلکہ اچھی خبر لے کر آئے
جو یقیناً ہماری فتح مندی کا باعث بن سکتی ہے۔''
اس مخبر کے ان الفاظ پر لیو، ہرکولیس اور اسارین کے علاوہ دوسرے سالاروں کی
دل میں بھی چمک پیدا ہوئی تھی۔ پھر لیو نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ
ا۔
''اگر کوئی ایسی خبر ہے تو بتاؤ۔ دیر کا ہے کی؟''
جواب میں وہ مخبر پھر بول اٹھا۔
''خبر یہ ہے کہ مسلمانوں کے لشکر میں آج ان کا نامور سالار محمد بن اوس اور نعیم بن
دونوں شامل نہیں ہیں۔ لشکر میں اس وقت عقبہ بن نافع کے علاوہ زہیر بن قیس، حنس
عبداللہ اور بربر سالار سقانہ ہیں۔''
اپنے مخبر کے یہ الفاظ سن کر لیو نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ اس کے بعد بول اٹھا۔
''تمہارے خیال میں محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کہاں ہو سکتے ہیں؟''

اس پر وہ مخبر پھر بول اٹھا۔

''محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کے محل وقوع کو تو ہم نہیں جان سکتے۔ لیکن مسلمانوں کا
جو لشکر اس وقت ہمارے لشکر کے سامنے اپنی صفیں درست کر رہا ہے اس میں وہ
سالار نہیں ہیں۔''

وہ مخبر مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ رک گیا۔ اس لئے کہ کچھ اور سوار اپنے گھوڑے
سرپٹ دوڑاتے دھول اڑاتے ہوئے وہاں پہنچے تھے۔ آنے والے ان سواروں نے
لیو، ہرکولیس اور اسارین کے قریب آ کر اپنے گھوڑوں کو روکا اور نیچے اترے۔
رومنوں کے مخبر ہی تھے۔ پھر آنے والوں میں سے ایک نے لیو کو مخاطب کر کے کہا۔

''ہم آپ کے لئے ایک بری خبر لے کر آئے ہیں۔ اس جنگ میں بربر
حکمران برانس نہ آپ کے ساتھ مل سکے گا نہ آپ کی کوئی مدد کر سکے گا۔ گزشتہ
بڑی برق رفتاری سے ہمارے لشکر میں شامل ہونے کے لئے سفر کر رہا تھا کہ
دوسرا مسلمان سالار سقانہ اپنے ایک لشکر کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوا اور برانس کو
تاریکی میں ہی اس نے بدترین شکست دے کر واپس بھاگ جانے پر مجبور کر دیا تھا

جہاں پہلے سنائی جانے والی خبر پر لیو، ہرکولیس اور اسارین خوشی کا اظہار کر
تھے، وہاں دوسری خبر ان کے لئے اذیت اور تکلیف کا باعث بن گئی تھی۔ لیو کچھ
رہا پھر نئے آنے والوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''یہ انکشاف یقیناً ہمارے لئے تکلیف دہ ہے کہ سقانہ نے رات کی تاریکی
برانس پر حملہ آور ہو کر اسے شکست دے کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیا ہے۔ اگر
ہے تو اس وقت سقانہ بھی عقبہ بن نافع کے لشکر میں موجود نہیں ہو گا۔''

اس پر آنے والا مخبر پھر بول اٹھا۔

''نہیں، ایسا نہیں ہے۔ سقانہ رات کی تاریکی ہی میں اپنی کارروائی مکمل کر
برانس کو مار بھگانے کے بعد عقبہ بن نافع کے پاس پہنچ چکا ہے اور اس وقت وہ
کے لشکر میں شامل ہے۔''

''کیا مسلمانوں کا وہ لشکر جو برانس پر حملہ آور ہوا تھا، سقانہ کے علاوہ کیا اس
مسلمانوں کے سالار محمد بن اوس اور نعیم بن حماد بھی شامل تھے؟'' آنے والوں
غور سے دیکھتے ہوئے لیو نے پوچھا۔

آنے والے ان طلایہ گروں نے پہلے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر ان

کہنے لگا۔
ہم نے محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کو کہیں نہیں دیکھا۔ برانس کو شکست دینے کے
نے اس کا سارا سامان سمیٹا تھا۔ اس وقت تک سورج طلوع ہو گیا تھا اور دن کی
میں ہم نے صرف سقانہ کو میدانِ جنگ سے باغایہ شہر کی طرف پیش قدمی کرتے
تھا، محمد بن اوس یا نعیم بن حماد وہاں نہیں تھے۔''

لیو، ہرکولیس اور اسارین یہ ساری تفصیل جاننے کے بعد کچھ دیر تک خاموش رہے۔
کے بعد پہلی بار ہرکولیس اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے بول اٹھا۔

اگر برانس کو شکست دینے کے بعد سقانہ عقبہ بن نافع کے پاس واپس آ گیا ہے تو
مطلب ہے برانس کے خلاف کارروائی میں محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نے حصہ
لیا تھا۔ ایسا سمجھ لیا جائے تو پھر ہمارے سامنے دو پہلو رہتے ہیں۔

اول یہ کہ عقبہ بن نافع نے اس بار محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کو قیروان شہر کی
پر چھوڑا ہو گا۔ لیکن اس پر میرا دل مطمئن نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو مسلمانوں کا
سالار صالح بن حریم اس وقت عقبہ بن نافع کے ساتھ ہوتا۔ اسے قیروان میں نہ
جاتا۔ جبکہ ہمارے مخبر پہلے اطلاع دے چکے ہیں کہ قیروان کی حفاظت پر صالح بن
چھوڑا گیا ہے۔

دوسرا اندیشہ جو ہمارے لئے اٹھ سکتا تھا وہ یہ کہ قیروان کی حفاظت پر عقبہ بن نافع
صالح بن حریم ہی کو چھوڑا ہو گا۔ جبکہ محمد بن اوس اور نعیم بن حماد اپنے حصے کے
ساتھ کسی مخصوص جگہ پر متعین ہوں گے اور ضرورت کے وقت شاید اپنی گھات یا
سے نکل کر ہم پر ضرب لگانے کی کوشش کریں۔''

ہرکولیس جب خاموش ہوا تو اسارین نے بھی ہرکولیس کے ان اندیشوں کی تائید کی
پھر ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے لیو بول اٹھا۔

''میرے عزیز بھائیو! میں تم دونوں کے خدشات سے اتفاق کرتا ہوں۔ اگر محمد بن
نعیم بن حماد اس وقت مسلمانوں کے لشکر میں نہیں ہیں تو پھر ہمیں فی الفور جنگ کی
کرنی چاہئے۔ اگر وہ اردگرد کہیں گھات میں ہیں تو کم از کم ہمارے مخبروں کی نگاہ
آ جاتے۔ جبکہ ایسا نہیں ہے۔ تاہم اگر وہ کہیں گھات سے نکل کر ہم پر حملہ آور بھی
زیادہ سے زیادہ وہ یہ کر سکتے ہیں کہ جس وقت جنگ ہو رہی ہو گی ہماری پشت کی
سے نمودار ہو کر ہم پر ضرب لگانے کی کوشش کریں گے اور میں اس کا بندوبست

ابھی سے کرنے لگا ہوں۔

ہم لشکر کا ایک خاصا بڑا حصہ پڑاؤ میں رکھتے ہیں۔ اگر محمد بن اوس یا نعیم بن
پشت کی طرف سے نمودار ہو کر ہم پر حملہ آور ہونے اور ہمیں نقصان پہنچانے کی کوشش
جو لشکر پڑاؤ میں ہوگا وہ جوابی کارروائی کرتے ہوئے انہیں مار بھگانے میں کامیاب
جائے گا۔ اور پھر ذرا سامنے دیکھو اور اپنے لشکر کا بھی جائزہ لو۔ عقبہ بن نافع جو لشکر
کر ہمارے سامنے آیا ہے اس کی عددی لحاظ سے ہمارے مقابلے میں کوئی حیثیت
ہے۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں جنگ کی ابتداء کرنے میں وقت ضائع نہیں کرنا چا
فی الفور ابتداء کرتے ہوئے مسلمانوں پر شکست طاری کرتے ہوئے اپنا مقصد حا
لینا چاہیئے۔"

ہرکولیس کے علاوہ اسارین اور دیگر سالاروں نے بھی لیو کی اس تجویز
کیا تھا۔ پھر سارے سالار مل کر بڑی تیزی سے لشکر کی صفیں درست کرنے لگے تھ

سب سے پہلے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کر کے اسے چند رومن سالاروں کی کما
میں پڑاؤ کے اندر متعین کر دیا گیا تھا اور ان کے ذمے یہ کام لگایا گیا تھا کہ
صورت میں یا پشت کی جانب سے مسلمانوں کے کسی اور لشکر کے متوقع حملے کی
میں وہ حملہ آوروں پر وارد ہو کر انہیں مار بھگائیں۔ اس کے بعد باقی لشکر کو تین حص
تقسیم کر دیا گیا تھا۔ وسطی حصے میں لیو خود رہا۔ دائیں جانب کے حصے پر ہرکولی
بائیں جانب کے حصے کی کمانداری اسارین کے سپرد کر دی گئی تھی۔

رومنوں کی طرح عقبہ بن نافع نے بھی اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کیا تھ
حصہ عقبہ بن نافع نے اپنی کمانداری میں رکھا اور وہ قلب میں رہا۔ دائیں جانب
پر زہیر بن قیس کو مقرر کیا گیا اور بائیں جانب کے لشکر کی کمانداری حنس بن
سونپی گئی تھی۔ ایک لشکر جو برانس کے خلاف سقانہ کی کمانداری میں گزشتہ شب کا
چکا تھا اسے سقانہ کی کمانداری میں رکھا گیا تھا اور اس کے ذمے یہ کام لگایا گیا تھا
وقت جنگ شروع ہو تو مسلمانوں کے لشکر کے جس حصے میں بھی کمزوری
ہوں، سقانہ فوراً اس حصے کی مدد کے لئے پہنچے گا۔ ایسا اس لئے کیا گیا تھا کہ مسلم
لشکر کے مقابلے میں رومنوں کا لشکر بہت بڑا تھا اور اس طریقے سے رومنوں کی
ان کے دباؤ کو آسانی سے روکا جا سکتا تھا۔

جنگ کی ابتداء رومنوں نے کی تھی۔ چنانچہ رومن لشکر ایک ساتھ آباد

رتے بے رحمی کے خونخوار قافلوں کی طرح آگے بڑھا۔ اس کے بعد وہ زندگی کی
اضطراب کھڑا کرتے قلت اور ذلت کے بحران اور زخموں کا مرہم، درد کا
کا تلخی اور مایوسی کے ہیجان کی طرح مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔
میں عقبہ بن نافع اور اس کے ساتھی سالاروں نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ
کو ہراساں کرتی ساحرانہ رسوم کی طرح پیش قدمی کی تھی۔ پھر وہ بھی چار سُو اذیتوں
پھیلاتے بیابانوں کے ریگزاروں، عذابوں کے ہولناک منجدھار برپا کرتے شیر
بانوں کی طرح رومنوں پر ضربیں لگانے لگے تھے۔

من یہ خیال کر رہے تھے کہ انہیں چونکہ عددی فوقیت حاصل ہے۔ لہٰذا مسلمانوں
ت جلد غالب آ جائیں گے۔ لیکن جب جنگ کی بھٹی خوب بھڑک اٹھی تب وقت
نے دیکھا کھلی آستینوں والے عرب درسگاہِ جہاں کے معلم اور عارف آفاق بن
ان رازِ دہر کی طرح جس طرف بھی رخ کرتے تھے رومنوں کی صفوں کو
تے چلے جا رہے تھے۔ دوسری طرف بندگی و اطاعت کے نقطہ اتصال کو گلے
والے بربر صاحبِ سیف و قلم بن کر رومنوں کے سامنے نہ ہٹنے والی چٹانیں ثابت
ے تھے۔

حرائے عرب کے بدو اپنے سروں پر کفن باندھے اذیتوں کے سمندر کی فنا خیزیوں
ں کی اذیت ناک دستک کی طرح جس طرف بھی رومنوں کے لشکر کے اندر رخ
تے اپنے پیچھے حیات کی خونی اداسیاں، لوح کی لکیروں میں کرب بڑھاتے سسکتے
الفاظ کی داستانیں چھوڑتے چلے جا رہے تھے۔ ان کے پہلو بہ پہلو بربر انتشار اور
طاری کرتی بھڑکتی درد کی صداؤں کی طرح رومنوں پر ضربیں لگاتے ہوئے ان کے
ان کی ثقافت کو خون آلود کرنے کی کارروائیوں کی ابتداء کر چکے تھے۔ عربوں اور
نے دشت افریقہ میں بڑی تیزی سے رومنوں کی نظروں کی دہلیز پر اندیشوں کی
اور دلوں کی کبیدہ مزاجی طاری کرنا شروع کر دی تھی۔

جس وقت جنگ اپنے عروج پر تھی اور مسلمان لشکری جب ایک رومن کو ہلاک کرتے
کی جگہ لینے کے لئے تین رومن آگے بڑھ آتے تھے۔

تب اچانک ایسا ہوا کہ مسلمانوں کے لشکر نے باغایہ شہر کی طرف پسپائی اختیار کی تھی
عقبہ بن نافع اپنے سالاروں کے ساتھ رومنوں سے لڑتا بھڑتا ہوا پیچھے ہٹنے لگا تھا۔
اس موقع پر رومنوں نے بے پناہ خوشی کا اظہار کیا اور ان کے سالار زوردار انداز میں

نعرے بلند کرتے ہوئے خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ مسلمانوں کا پسپا ہونا گویا ان
لئے ان کی فتح مندی اور کامیابی کا در کھلنے کے مترادف تھا۔ وہ ایک دم تو مسلمانو
جھپٹ نہیں پڑے تاہم جس وقت مسلمان پسپا ہوئے رومن بھی ان پر تیز حملے کر
ہوئے ان کے پیچھے ہو لئے تھے۔ یہاں تک کہ عقبہ بن نافع اپنے لشکر کے ساتھ پسپا
ہوا باغایہ کی فصیل کے قریب چلا گیا تھا۔

وہاں جا کر مسلمانوں نے ایک نئی کارروائی کی ابتدا کی۔ عقبہ بن نافع اور حنس
عبداللہ لشکر کے ایک حصے کو لے کر فصیل کے ساتھ ساتھ بائیں جانب ہو لئے تھے
زہیر بن قیس اور سقانہ اپنے اپنے حصے کے لشکر کو لے کر فصیل کے ساتھ ساتھ دائیں
جانب ہٹے تھے۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے لیو نے بھی اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔
حصے کو عقبہ بن نافع اور حنس بن عبداللہ کے ساتھ الجھا دیا اور دوسرے حصے کو ا
بن قیس اور سقانہ سے الجھنے کے لئے مقرر کر دیا۔

رومن لشکر مسلمانوں کے دونوں حصوں کے پیچھے پیچھے تھوڑا سا ہی آگے گئے ہوں
کہ ان پر قیامت ٹوٹ پڑی۔ اس لئے کہ فصیل کے اوپر سے ایسی تیز اور جان لی
اندازی کی گئی کہ ان گنت رومن اپنے گھوڑوں سے گرتے ہوئے لاشوں کی صورت
زمین پر بچھ گئے تھے۔

عین اسی موقع پر جبکہ رومن مسلمانوں کے دونوں حصوں کے ساتھ بری طرح
ہوئے تھے اور فصیل سے ان پر تیز تیر اندازی کی جا رہی تھی، رومنوں کے لئے ایک
خونی انقلاب اٹھا۔ اس لئے کہ ایک طرف سے محمد بن اوس، نعیم بن حماد اپنے
لشکر کے ساتھ نمودار ہوئے تھے۔ دشمن کے پڑاؤ کی طرف آتے ہوئے سب سے
بن اوس اور نعیم بن حماد نے یک زبان ہو کر زیست کی ہنگامہ آرائیوں میں خرمنوں پ
گرنے کی صداؤں اور کائنات کے سہاگ میں زندگی کی بے ضمیری کو منجمد کرکے ز
جڑوں سے فضاؤں کی عظیم وسعت تک پھیل جانے والی آوازوں کی طرح تکبیریں ب
تھیں۔ ان تکبیروں نے ان رومنوں کو چونکا کر رکھ دیا تھا جو اس وقت عقبہ بن نافع
بن عبداللہ، زہیر بن قیس اور سقانہ کے خلاف برسرِ پیکار تھے۔ عین اسی لمحہ محمد بن اوس
زوردار آواز میں اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

''میرے ہمدمو! میرے مجاہدو! دشت و دمن اور گھاٹیوں میں صد ہزار چھپلی

کی طرح تکبیریں بلند کرو۔ رسولِ عربی ﷺ کے پیروکارو! دلیرو! غازیو! آزادی کا
ردکہ آزادی غلامی کے خونخوار بھیڑیوں کے سامنے ہمارے لئے سکھ کا مسیحا ہے۔
ن کے پاسبانو! آؤ اپنے دین کا دستِ شفا مسلم قوم کے پاسبان بن کر جبر و ستم کی
کے اندر صداقت اور سچائی کے طوفان کھڑے کریں۔ ملت کو اسیر کرنے والو!
جھوٹ کے ذائقے سجانے اور ہونٹوں پر بربادی کے موسم کے رنگ بچھانے والوں
صبح نو کے قافلوں کی طرح چھا جائیں۔

آؤ میرے ساتھیو! میرا ساتھ دو کہ زیست کی شمعیں بجھانے، تمدن کے سفینے غرق
باطل کے حق میں فیصلے کرنے والوں کے خلاف دل کا سکون چھینتا نوحہ بن کر
رہوں۔ آزادی کا نعرہ مارو۔ یہ آزادی ہمارے پاس ایک مقدس امانت ہے۔ آؤ!
ضرب لگائیں اور صحرا صحرا پکارتی غلامی کی تجسیم کو فنا کر کے رکھ دیں۔ آؤ، میرا
دو۔ دشتِ افریقہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بحر و بر میں اپنے رب کی
رقم کریں۔ اسی میں ہماری بقا، اسی میں ہمارا وقار اور ہمارا ارتقاء ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس رک گیا تھا۔ اتنی دیر تک دونوں اپنے لشکر کے
ساتھ رومنوں کے پڑاؤ کے قریب آ گئے تھے۔ رومنوں نے اپنے پڑاؤ کی حفاظت
لئے ایک خاصا بڑا لشکر رکھا ہوا تھا۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے محمد بن اوس اور نعیم بن
کے دبیز پردوں میں بپھرتے سمندر، ریت کی طرح ریزہ ریزہ کرتی غولِ بیابانی کی
تیزی کی طرح رومنوں کے اس لشکر پر حملہ آور ہو گئے تھے جو پڑاؤ کی حفاظت پر
تھا۔ یہ صورت حال ان رومنوں کے لئے بڑی حوصلہ شکن تھی جو اس وقت عقبہ بن
اور ان کے سالاروں کے ساتھ ٹکرا رہے تھے۔ اس لئے کہ وہاں ان کی خود کی حالت
بری ہو رہی تھی۔ جہاں دائیں بائیں سے عقبہ بن نافع، حنس بن عبداللہ، زہیر بن
اور سقانہ ان پر ضربیں لگا رہے تھے وہاں فصیل کے اوپر سے ان پر ایسی تیز تیر
اندازی کی جا رہی تھی کہ ان کے ان گنت لشکری بے دم ہو کر ایک طرح سے فصیل کے
بچھ گئے تھے۔ ایسے موقع پر جب محمد بن اوس، نعیم بن حماد نے اچانک نمودار ہو
کے پڑاؤ پر حملہ کر دیا تو رومنوں کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔

دراصل عقبہ بن نافع اور محمد بن اوس اپنے پہلے سے طے شدہ منصوبہ کے مطابق عمل
رہے تھے۔ رومنوں نے جب دیکھا کہ ان کے لئے تو دہری مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی
فصیل کے پار سے ہٹ کر پہلے انہوں نے اپنا پڑاؤ بچانے کی کوشش کی۔ لیکن

اب ایسا کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ جونہی وہ پیچھے ہٹے، دائیں جانب سے زبیر بن
اور سقانہ، بائیں جانب سے خود عقبہ بن نافع اور حنس بن عبداللہ بھوکے شاہینوں کی
اُمڈتے ہوئے ان پر ضربیں لگانے لگے تھے۔

اور پھر رومنوں کی مزید بدبختی کہ جب تک وہ باغایہ شہر کی فصیل سے ہٹ کر
پڑاؤ کی طرف آتے اس وقت تک محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نے رومنوں کے اس
مکمل طور پر صفایا کر دیا تھا جو اپنے پڑاؤ کی حفاظت کر رہا تھا۔ اس کے بعد محمد بن
اور نعیم بن حماد اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ سے نکل کر شہر کی طرف بڑھے تھے۔ اب
مزید دلبرداشتہ ہوئے۔ اس لئے کہ ان کے سامنے اب ایک اور لشکر منڈلانے لگا تھا۔
رومنوں کی تعداد اب بھی مسلمانوں سے زیادہ تھی لہٰذا اس موقع پر رومنوں کے
سالاروں میں سے لیو، ہرکولیس اور اسارین نے فی الفور فیصلہ کیا۔ اپنے پڑاؤ کی ا
بڑھتے ہوئے انہوں نے لشکر کو کئی حصوں میں تقسیم کیا تا کہ سامنے اور پشت دونوں
سے مسلمانوں کے حملوں کو روک سکیں۔ اتنی دیر تک سامنے کی طرف سے محمد بن اوس
نعیم بن حماد بھی ان پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

رومنوں نے اپنے بڑے سالاروں لیو، ہرکولیس اور اسارین کے علاوہ اپنے
دوسرے سالاروں کی سرکردگی میں کئی حصوں میں بٹ کر مسلمانوں کے زوردار حملو
مقابلہ کرنا چاہا۔ پر ایسا کرنا اب انہیں بے حد دشوار اور تکلیف دہ دکھائی دے رہا تھا۔
لئے کہ رسولِ عربی ﷺ کے نمائندے تغیر کے رازداروں کی طرح دشت دشت
موت اور بحر و بر کی بھیانک آندھیوں کی طرح ان پر اُمڈ رہے تھے۔ سامنے کی طرف
محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نے بری طرح ان سے ٹکرا کر ان کی تعداد کم کرنا شروع ک
اور پھر رومنوں کی بدبختی کہ پشت کی جانب سے بائیں جانب سے عقبہ بن نافع اور
بن عبداللہ بارش اور اولوں کی شدت اور کوڑے برساتے ریت کے گرداوز کی طرح
ضربیں لگا رہے تھے۔ اس وقت ان کی دشواریوں اور مصیبتوں میں اور اضافہ ہو گیا
مسلمان لشکری جو باغایہ شہر کی فصیل کے اوپر تیر اندازی کے لئے مقرر تھے انہوں نے
تیر اندازی ختم کر دی، اپنی تلواریں اور ڈھالیں سنبھالتے ہوئے شہر پناہ کا دروازہ کھ
ہوئے وہ باہر نکلے اور پشت کی جانب سے وہ بھی جبلت کی طرح متحرک خون آ
تلواروں کی طرح رومنوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

رومن زیادہ دیر تک ان کئی طرفہ حملوں کا دفاع نہ کر سکے۔ نہ ہی کہیں پاؤں جما

جنگ کے اندر کوئی بھی تبدیلی پیدا کرنے میں کامیاب ہو سکے۔ کچھ دیر تک باغایہ
میں گھمسان کا رن پڑا رہا۔ رومنوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ
طرح لڑتے بھڑتے وہ اپنے پڑاؤ تک پہنچیں اور اپنے پڑاؤ کے اندر جو ان کی خوراک
ضروریات کے دیگر سامان کے وسیع ذخائر تھے وہ مسلمانوں کے ہاتھ نہ لگنے دیں اور
ایک بار پھر جم کر مسلمانوں کا مقابلہ کریں۔ لیکن ان کی کوئی تدبیر، ان کا کوئی جتن
کامیاب نہ ہونے پا رہا تھا۔

اور پھر رومنوں کے لئے یہ بھی مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی کہ وہ رومن جو اگلی صفوں میں
بڑا حملے کر رہے تھے انہوں نے جب دیکھا کہ آگے پیچھے ان کے ساتھیوں کی لاشیں
تیزی سے بکھرنے لگی ہیں تب ان کے ولولے، ان کے جذبے بڑی تیزی سے ماند
ہونے لگے تھے۔

رومنوں کے تینوں بڑے سالاروں لیو، ہرکولیس اور اسارین کے لئے یہ بڑے
لمحات تھے۔ دوسری طرف گال، وندال، ہن اور سیتھین کے لشکریوں کے علاوہ جو
بڑے سالار جنگ میں حصہ لے رہے تھے مسلمانوں نے ان پر بھی حملہ آور ہو کر
اوسان خطا کر دیئے تھے۔ وہ بڑے جنگجو اور میدانِ جنگ کے بڑے ناقابلِ تسخیر
لئے جاتے تھے۔ لیکن یہاں عام مسلمانوں نے انہیں دُھلے ہوئے کپڑے کی طرح
رکھ دیا تھا۔

رومن سالاروں کے علاوہ گال، وندال، ہن اور گاتھ سالاروں نے جب دیکھا کہ
ان تو لحہ بہ لحہ نہ صرف ان پر چھاتے جا رہے ہیں بلکہ بڑی تیزی سے ان کے لشکر کی
بھی کم کرتے جا رہے ہیں تب انہیں اندیشہ ہوا کہ اگر صورت حال زیادہ دیر تک ایسی
رہی تو پھر وہ لحہ بھی آئے گا جب مسلمان مکمل طور پر ان کا صفایا کر کے رکھ دیں گے۔
بڑی تیزی سے سارے سالاروں نے تیز رفتار ہرکاروں کے ذریعے ایک فیصلہ کیا۔
کے بعد اپنی شکست قبول کرتے ہوئے رومن بھاگ کھڑے ہوئے۔

رومنوں اور ان کے اتحادیوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں یہ ایک بدترین شکست تھی۔
بن نافع نے سقانہ کے علاوہ ان لشکریوں کو جو فصیل کے اوپر تیر اندازی ترک کر کے
ان پر حملہ آور ہوئے تھے، رومنوں کے پڑاؤ کی ہر چیز کو سمیٹنے اور اس پر قبضہ کرنے
لئے مقرر کیا۔ جبکہ باقی سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ وہ بھاگتے رومنوں کے
تعاقب میں لگ گیا تھا۔

کچھ دور تک یہ تعاقب ہولناک انداز میں جاری رہا۔ جب عقبہ بن نافع نے اندازہ لگایا کہ دشمن اب اس قابل نہیں رہا کہ پلٹ کر ان کے لئے کسی نقصان کا باعث بنے یا دوبارہ جنگ کی ابتداء کرنے کا حوصلہ کرے تب عقبہ بن نافع اپنے لشکر کے ساتھ جہاں جنگ ہوئی تھی وہاں آیا۔ اس کی آمد تک سقانہ اور چھوٹے سالاروں نے جنگ میں کام آنے والوں کی تکفین کے علاوہ زخمیوں کی مرہم پٹی کا بھی خوب سامان کر دیا تھا۔ رومنوں کے پڑاؤ کی ہر چیز کو بھی اپنے قبضے میں لے لیا تھا۔

ایسا کرنے کے بعد عقبہ بن نافع جب رومنوں کے پڑاؤ میں آیا اور سب سالار ایک جگہ جمع ہوئے تب کچھ دیر تک عقبہ بن نافع باری باری سب کی طرف توصیفی انداز میں دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

''میرے عزیز ساتھیو! ہم سب نے انتہائی رازداری کے ساتھ دشمن کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے جو منصوبہ بندی کی تھی اس میں ہم پوری طرح کامیاب ہوئے ہیں۔ میرے خیال میں دشمن کے اس پڑاؤ میں جس قدر سامان ہے اس سے پہلے سامان ہمیں کسی جنگ میں نہیں ملا ہوگا۔ ساتھ ہی رومنوں کو جو ہم نے بدترین شکست دی ہے تو کچھ عرصہ تک وہ اپنی شکست کے زخم چاٹتے رہیں گے اور فی الفور کسی بھی مقام پر ہمارے خلاف حرکت میں آنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ اتنی دیر تک ہم نہ صرف ان کے مددگار مجوسیوں کے خلاف حرکت میں آسکیں گے بلکہ کچھ مزید شہروں اور قلعوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کریں گے جس پر ان دنوں رومنوں کا قبضہ اور ان کی گرفت ہے۔''

عقبہ بن نافع رکا اور پھر کہنے لگا۔

''میرے عزیز ساتھیو! اس وقت جنگ میں زخمی ہونے والے ہمارے لشکری ہمارے منتظر ہوں گے کہ ہم ان کی دیکھ بھال کے علاوہ ان کی احوال پرسی کریں۔ زخمی ہونے والوں سے ملیں، ان کا حوصلہ بڑھائیں اور ان کی دیکھ بھال کریں۔''

عقبہ بن نافع کے ان خیالات سے سارے سالاروں نے اتفاق کیا تھا۔ پھر سب چپ چاپ اس کے ساتھ ہو لئے تھے۔

◎......◎

★★★

رومنوں کا ایک بہت بڑا بحری بیڑہ قسطنطنیہ سے افریقی بندرگاہ قرطاجنہ پہنچا تھا۔ جس وقت بحری بیڑہ لنگر انداز ہوا تھا اس سے تھوڑی ہی دیر بعد جستین، گریگوری، سیکا، کلاڈیا، فلورنس، ہلڈارک اور کچھ دوسرے رومن چھوٹے سالاروں کے علاوہ رومن امراء قرطاجنہ کی بندرگاہ پر جمع ہوئے تھے اور شاندار انداز میں آنے والے بحری بیڑے کا استقبال کیا گیا تھا۔ اس بحری بیڑے میں جہاں رومنوں کا ایک بڑا لشکر قرطاجنہ پہنچا تھا قسطنطنیہ سے مسلمانوں کے خلاف جنگ جاری رکھنے کے لئے حرب و ضرب کے سامان کے علاوہ خوراک کے وسیع ذخائر بھی آئے تھے۔

جس وقت آنے والا لشکر اپنے بحری بیڑے سے سامان اتار رہا تھا اس وقت گریگوری اور جستین دونوں ان لشکریوں کی نگرانی کرنے کے ساتھ ساتھ سامان کا بھی جائزہ لے رہے تھے۔ ایسے میں ایک طرف ذرا ہٹ کر سیکا اور فلورنس دونوں اداس اور افسردہ کھڑی تھیں۔ کلاڈیا اور ہلڈارک بھی جہازوں کے قریب سامان کا جائزہ لے رہے تھے۔ اس موقع پر دکھ بھرے انداز میں سیکا نے فلورنس کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''فلورنس! میری بہن! تم نے بحری بیڑے کا جائزہ لیا۔ اس میں ایک خاصا بڑا لشکر قرطاجنہ پہنچا ہے۔ اور پھر دیکھو سامان کے ڈھیر کے ڈھیر اور انبار کے انبار قسطنطنیہ سے یہاں پہنچے ہیں۔ اس کا مطلب ہے میرا باپ قسطنطین مسلمانوں کے خلاف ایک طویل جنگ لڑنے کا عزم کر چکا ہے۔''

یہاں تک کہتے کہتے سیکا رک گئی۔ اس لئے کہ ان سے ذرا فاصلے پر رولسن بھی کھڑا بحری بیڑے کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ اس موقع پر سیکا نے کچھ سوچا، پھر فلورنس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''ذرا اپنے دائیں جانب دیکھو، وہ رولسن کھڑا ہے۔ فلورنس! میرے خیال میں ہ
ایک بار پھر رولسن کو قیروان بھیجنا ہوگا تا کہ وہاں یہ مسلمانوں کو قسطنطنیہ سے آنے وا
بحری بیڑے اور سارے سامان کی خبر دے۔ تا کہ مسلمان نئی صورت حال کا مقابلہ کر
کے لئے تیار اور مستعد رہیں۔''

یہاں تک کہتے کہتے سیکا رک گئی۔ پھر فلورنس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''تم یہیں رکو۔ وہ دیکھو، تمہارا باپ اور میرا بھائی دونوں بحری بیڑے میں آ
والے ہمارے لشکریوں کے خلاف گفتگو کرنے لگے ہیں۔ میں وہاں جا کر دیکھتی ہوں
گفتگو کس موضوع پر ہونے والی ہے۔ ہو سکتا ہے اس موضوع سے ہم مسلمانوں کے
فائدے کی کوئی بات اچک سکیں اور پھر رولسن کو قیروان بھجوا سکیں۔''

فلورنس نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ لہٰذا سیکا تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی آگے بڑھی
اپنے بھائی کے قریب جا کھڑی ہوئی تھی۔ آنے والے سالار اور اس کے بھائی اور گریگو
کے درمیان جو تفصیل کے ساتھ گفتگو ہوئی تھی وہ ساری سیکا نے سن لی تھی۔ اس سا
گفتگو کے بعد جب جسٹین اور گریگوری اس سامان کو ذخیرہ گاہوں کی طرف بھجوانے
تھے تب سیکا اس جگہ آئی جہاں اس سے پہلے وہ فلورنس کے پاس کھڑی ہوئی تھی۔
فلورنس کو مخاطب کر کے پہلے سے زیادہ دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''فلورنس! میری بہن! حالات ایک نئی کروٹ لینے لگے ہیں۔''

فلورنس نے غور سے سیکا کی طرف دیکھا، دھیمے لہجے میں بول اٹھی۔

''کیسی کروٹ؟ کیا کوئی بڑی تبدیلی رونما ہونے والی ہے؟''

''میری بہن! آنے والے سالار نے جو گفتگو تمہارے باپ اور میرے بھائی
کی ہے وہ میں تفصیل کے ساتھ سن کر آ رہی ہوں۔ جو لشکر اس بحری بیڑے میں آیا
اس کے سالار نے انکشاف کیا ہے کہ جو لشکر پہنچ چکا ہے اس کے علاوہ ایک اور
قرطاجنہ کی مدد کے لئے یہاں پہنچے گا۔ یہ بحری بیڑہ سارا سامان اتار کر واپس جائے گا
ایک اور چکر لگائے گا، مزید سامان کے علاوہ ایک اور لشکر قسطنطنیہ سے قرطاجنہ لائے گا
دراصل میرا باپ ہر صورت میں افریقہ کی سرزمینوں میں مسلمانوں کو اپنے سامنے زیر
دیکھنا چاہتا ہے۔ اس بناء پر وہ افریقہ میں اب طاقت کو پہلے کی نسبت زیادہ فعال اور
مستحکم بنانا چاہتا ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سیکا رکی، پھر دوبارہ دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

فلورنس! یہ تو ایک عام سی خبر ہے۔ اس سے پہلے بھی رومنوں کے لشکر آتے رہے
مسلمانوں کا مقابلہ کرتے رہے ہیں۔ بہرحال یہ بات تشویش کی بنیاد ضرور ہے۔
ا سے بھی بڑھ کر ایک تشویش ناک خبر ہے اور میں چاہتی ہوں کہ ہمیں اس
معاملے کی تفصیل رولسن کے ذریعے قیروان پہنچانی چاہئے۔''
ورنس پریشان ہو گئی تھی۔ دھیمے لہجے میں پوچھنے لگی۔
اس کے علاوہ کیا پریشان کن خبر ہے؟''
جواب میں سیکا نے پہلے اپنے دائیں بائیں، آگے پیچھے نگاہ دوڑائی، اس کے بعد
نسبت زیادہ دھیمے لہجے میں کہنے لگی۔
آنے والے ہمارے رومن سالار نے میرے بھائی اور تمہارے باپ پر انکشاف
ہے کہ مسلمانوں کے کچھ دستے مصر سے قیروان کا رخ کر رہے ہیں۔ وہ دستے اپنے
مسلمانوں کے لئے خوراک کے کچھ ذخائر بھی لے کر آ رہے ہیں۔ اونٹوں کا ایک
ہے جو قیروان کا رخ کر رہا ہے اور ابھی وہ قیروان سے بہت دور ہے۔ یہ خبر آنے
رومن سالار نے تمہارے باپ اور میرے بھائی کو دی ہے۔ چنانچہ تمہارے باپ
رے بھائی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایک لشکر مشرق کی طرف روانہ کیا جائے۔ مسلمانوں
رسد اور کمک آ رہی ہے اس پر حملہ آور ہو کر مسلمان دستوں کو موت کے گھاٹ اتار
ئے۔ جو سامان وہ لے کر آ رہے ہیں، مسلمانوں تک نہ پہنچنے دیا جائے، اس پر قبضہ
کے اسے قرطاجنہ بھجوا دیا جائے۔''
سیکا جب خاموش ہوئی تب کچھ دیر تک دکھ بھرے انداز میں فلورنس سوچتی رہی، پھر
کپکپاتی سی آواز سنائی دی تھی۔
''سیکا! میری بہن! یہ خبر واقعی بہت اہم ہے اور مسلمانوں کی رسد اور کمک کو نقصان
پہنچنا چاہئے۔ اس بحری بیڑے میں ہمارا جو ایک نیا لشکر آیا ہے، اس سے رومنوں کی
تعداد اور قوت میں اضافہ ہوگا۔ لہٰذا مسلمانوں کے لئے جو کمک آ رہی ہے وہ بھی ان
تک پہنچنی چاہئے تا کہ مسلمان احسن طریقے سے نئی صورت حال کا مقابلہ کر سکیں۔ کیا
اس سلسلے میں رولسن سے گفتگو کرنی چاہئے؟ اسے قیروان بھیجنا چاہئے؟ اور جو
صورت حال پیش ہے اس کی اطلاع فی الفور قیروان پہنچانی چاہئے؟''
فلورنس یہاں تک کہنے کے بعد رکی۔ اس کے بعد سوالیہ انداز میں سیکا کی طرف
دیکھتے ہوئے بول اٹھی۔

"ابھی تک ان لشکریوں کی کوئی اطلاع نہیں پہنچی جو بلنس اور باغایہ کی طرف مسلمانوں
پر ضرب لگانے کے لئے گئے تھے؟"
سیکا کی تفکرات میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔ کہنے لگی۔
"فلورنس! میری بہن! اس سلسلے میں، میں خود پریشان ہوں۔ تاہم اس سے تو
ابھی کوئی اطلاع نہیں آئی۔ اگر آئی ہوتی تو یقیناً تمہارا باپ یا میرا بھائی اس کا ذکر
کرتے۔ میرے خیال میں آؤ، ذرا پیچھے ہٹ کر رولسن کے قریب جا کر کھڑی ہو
اور اسے اس ساری صورت حال سے آگاہ کرتی ہیں اور اسے کہتی ہیں کہ وہ وقت ز
کئے بغیر یہاں سے قیروان روانہ ہو جائے۔"
سیکا جب رکی تب فلورنس بول اٹھی۔
"سیکا! ایک بات میرے دل میں کھولن پیدا کر رہی ہے، وہ یہ کہ اس سے
رولسن کبھی اس انداز میں بندرگاہ کی طرف نہیں آیا۔ اس کا آج یوں بندرگاہ پر کھڑے
اور اس ساری صورتِ حال کا بغور جائزہ لینا کسی علت کے بغیر نہیں ہے۔ تم دیکھو
انہماک سے سب کچھ دیکھ رہا ہے۔"
فلورنس کی گفتگو سے سیکا مزید پریشان ہو گئی تھی۔ تاہم ایک دوسرے کو اشارہ کر
ہوئے وہاں سے ہٹیں اور رولسن کے قریب جا کھڑی ہوئی تھیں۔ اس موقع پر دھیمے
میں سیکا نے رولسن کو مخاطب کیا۔
"رولسن! میرے بھائی! تم دیکھ رہے ہو قسطنطنیہ سے ایک بہت بڑا لشکر آیا ہے
اس کے علاوہ بھی کچھ اہم خبریں ہیں۔ میرے بھائی! کیا تم ہمارے کہنے پر وہ سب
قیروان پہنچاؤ گے؟"
رولسن نے اس موقع پر بڑی بالغ نظری کا ثبوت دیا اور ان کی طرف دیکھے بغیر د
لہجے میں پوچھ لیا۔
"پہلے وہ خبر بتائیں کیا ہے؟"
جواب میں سیکا نے جسٹنین اور گریگوری کی وہ گفتگو تفصیل سے کہہ دی تھی جو ا
والے لشکر کے سالار سے ہوئی تھی۔
سیکا جب خاموش ہوئی تب رولسن ان دونوں کی طرف دیکھے بغیر کہہ رہا تھا۔
"میں دراصل ایک خاص مقصد کے تحت بندرگاہ کی طرف آیا ہوں۔ مجھے یہ خبر ہو
تھی کہ بحری بیڑہ قسطنطنیہ سے قرطاجنہ پہنچ رہا ہے اور آپ لوگ اس کا استقبال کرنے

ہاں پہنچے ہیں لہٰذا میں اس سلسلے میں آپ دونوں سے رابطہ قائم کرنا چاہتا تھا۔"
"کیوں، خیریت تو ہے؟" چونکنے کے انداز میں سیکا نے پوچھ لیا تھا۔
جواب میں رولسن نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر وہ کہہ رہا تھا۔
"دراصل بھائی عمیر بن صالح یہاں پہنچے ہوئے ہیں۔ آپ دونوں جانتی ہیں کہ وہ
مسلمانوں کے طلایہ گردستوں کے ایک سرکردہ نمائندے ہیں اور وہ لوگوں سے متعلق ہی
معلومات حاصل کرنے کی خاطر ادھر آئے ہیں۔ ان کے کہنے پر ہی میں آپ دونوں سے
رابطہ کرنے کے لئے آیا ہوں۔ دراصل وہ آپ سے اس جگہ ملاقات کرنا چاہتے ہیں
جہاں آپ دونوں گھڑ دوڑ کے لئے جاتی ہیں۔ آپ دونوں سے ملاقات کرنے کا ان کا
مقصد یہ ہے کہ اگر آپ دونوں امیر محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کی طرف کوئی پیغام بھجوانا
چاہیں تو وہ ان تک پہنچائیں گے۔"
رولسن کے اس انکشاف پر سیکا اور فلورنس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ کچھ دیر تک
دونوں کے لبوں پر تبسم کھیلتا رہا۔ طمانیت آنکھوں کے اندر چمک دکھاتی رہی۔ یہاں تک کہ
سیکا نے پھر رازدارانہ انداز میں رولسن کو مخاطب کیا۔
"کیا بھائی عمیر بن صالح نے تمہارے ہاں قیام کیا ہوا ہے؟"
رولسن منہ سے کچھ نہ بولا، صرف نفی میں گردن ہلا دی تھی۔
سیکا نے پھر پوچھ لیا۔
"وہ کہاں قیام کئے ہوئے ہیں؟"
رولسن پھر دھیمے لہجے میں کہہ رہا تھا۔
"وہ ایک تاجر کی حیثیت سے ان علاقوں میں آئے ہوئے ہیں۔ اپنے آپ کو انہوں
نے عیسائی ظاہر کیا ہوا ہے۔ قرطاجنہ کی ایک نواحی سرائے میں انہوں نے قیام کیا ہوا
ہے۔ وہاں ان کے ساتھ ان کے کچھ ساتھی بھی ہیں۔ وہ گزشتہ دن قرطاجنہ کے بازار میں مال کا
لین دین بھی کر چکے ہیں۔ بھائی نے مجھ سے اور میرے باپ سے دکان کے اندر
ملاقات کی تھی۔ وہ ہمارے گھر نہیں گئے۔"
یہاں تک کہتے کہتے رولسن کو رک جانا پڑا اس لئے کہ سیکا بول اٹھی۔
"رولسن! میرے بھائی! میں سارے معاملے کو سمجھ چکی ہوں۔ تمہیں مزید کچھ کہنے
کی ضرورت نہیں ہے۔ جو تفصیل میں نے تم سے کہی ہے یہی تفصیل جا کر اپنے بھائی عمیر
سے کہنا۔ اسے کہنا کہ یہاں سے آج نہیں تو کل ایک لشکر مسلمانوں کی رسد اور

کمک پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہو گا۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس کا دفاع کرنا
چاہئے۔ عمیر بن صالح کو مجھ سے یا فلورنس سے اب ملاقات کرنے کی ضرورت نہیں تا
کہ کہیں معاملہ مشکوک نہ ہو جائے۔ بھائی کو میری اور فلورنس کی طرف سے کہہ
دینا کہ فی الحال میں اور فلورنس یہاں قیام کریں گی۔ یہاں قیام کر کے ہم دونوں
مسلمانوں کے فائدے اور فلاح کے لئے مناسب خبریں قیروان پہنچا سکتی ہیں۔ لو
جب ہم نے دیکھا کہ ہمارا یہاں قیام کرنا بے کار ہے یا ہماری جانوں کے لئے خطرہ
کا باعث بن سکتا ہے تو پھر میرے بھائی! ہم دونوں یہاں سے نکل کر قیروان کا رخ
کریں گی۔ جب ہم ایسا کریں گی تو میرے بھائی! تم ہمارے ساتھ قیروان چلو گے
ساری تفصیل عمیر سے کہہ دینا تا کہ وہ ہمارے ان سارے ارادوں سے محمد بن اوس اور
نعیم بن حماد کو آگاہ کر دے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سیکا رکی، کچھ سوچا، پھر وہ رولسن کو مخاطب کر کے کہہ رہی
تھی۔

"رولسن! میرے بھائی! رومنوں کا جو لشکر بلتس اور باغایہ میں مسلمانوں پر ضرب
لگانے کے لئے گیا تھا کیا عمیر بھائی نے اس سلسلے میں کوئی انکشاف نہیں کیا کہ اس جنگ
کا کیا بنا؟"

سیکا کے اس استفسار پر رولسن کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا تھا۔ کہنے لگا۔

"میری بہن! باتوں باتوں میں، میں آپ پر یہ انکشاف کرنا بھول گیا، اس جنگ کا
فیصلہ ہو چکا ہے۔ مسلمانوں نے ہمارے لشکر کو بدترین شکست دی ہے اور وہ لشکر
شکست اٹھا کر قرطاجنہ کا رخ کئے ہوئے ہے۔ مسلمانوں نے بلتس اور باغایہ دونوں
شہروں اور قلعوں پر قبضہ کر لیا ہے۔ چونکہ ہمارے لشکر کو شکست ہوئی ہے لہٰذا ہمارا لشکر
ست روی سے قرطاجنہ کا رخ کئے ہوئے ہے جبکہ عمیر بن صالح اس جنگ میں شامل
اور وہیں سے ان علاقوں کی طرف آئے ہیں تا کہ اگر کوئی رومنوں کی طرف سے تبد
رونما ہونے والی ہو تو وہ جا کر قیروان کو مطلع کر سکیں۔"

رولسن کا یہ جواب سن کر سیکا اور فلورنس کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ دونوں کچھ
تک بڑے مطمئن انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھتی رہیں، پھر رولسن کو مخاطب
کر کے سیکا کہنے لگی۔

"رولسن! اب تم جاؤ۔ جو ساری صورتِ حال میں نے تمہیں بتائی ہے جا کر عمیر

ے کہہ دینا۔ اب تمہارا یہاں زیادہ دیر کھڑا ہونا بھی اچھا نہیں ہے۔ بھائی سے یہ
ہنا کہ وہ آج ہی وقت ضائع کئے بغیر یہاں سے روانہ ہو جائے۔ اسے ہم سے
کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جو پیغام میں نے تمہیں دیا ہے جا کر محمد بن
ور نعیم بن حماد سے بھی کہہ دے۔ اور سب سے اہم بات یہ کہ وقت ضائع نہ کرے۔
جائے تا کہ مسلمان مصر کی طرف سے آنے والی اپنی رسد اور کمک کا دفاع کر سکیں۔
جاؤ۔"

رولسن وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ جبکہ سیکا اور فلورنس پھر پہلے کی طرح اس ساری
حال کا بغور جائزہ لینے لگی تھیں۔

جس وقت قرطاجنہ کی بندرگاہ سے وہ سارا سامان ہٹایا جا چکا جو بحری بیڑے کے
قسطنطنیہ آیا تھا اور جسٹین اور گریگوری آنے والے بحری بیڑے کے سالار کے علاوہ
جمع ہونے والے چھوٹے رومن سالاروں اور امراء کے ساتھ وہاں سے ہٹنا ہی
تے کہ ایک گھڑسوار اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا اس سمت آیا جہاں جسٹین اور
ری کھڑے تھے۔ ذرا فاصلے پر وہ اپنے گھوڑے سے اترا، جسٹین کو اس نے تعظیم
یہ صورتِ حال سیکا اور فلورنس بھی دیکھ رہی تھیں۔ اس موقع پر سیکا نے فلورنس کو
ب کیا۔

"آؤ، وہاں چل کر کھڑی ہوتی ہیں۔ یہ جو گھڑسوار آیا ہے یہ ضرور کوئی اہم خبر لے کر
گا۔ میرے خیال میں یہ میرے بھائی اور تمہارے باپ کو بلتس اور باغایہ کی شکست
للائے گا۔"

فلورنس نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر دونوں گریگوری اور جسٹین کے قریب جا
ا ہوئی تھیں جبکہ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے آنے والے نے جسٹین کو تعظیم دینے کے
ا شروع کیا۔

ٹن ایک انتہائی بری خبر لے کر آیا ہوں۔ باغایہ شہر کے نواح میں مسلمانوں کے
ہمارے لشکر کو شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ لیو، ہرکولیس اور اساریَن سلامت ہیں۔
لشکر کو لے کر وہ قرطاجنہ کا رخ کئے ہوئے ہیں۔"

خبر جسٹین اور گریگوری دونوں کے لئے یقیناً تکلیف دہ تھی۔ دونوں کچھ دیر تک
اور ے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ اس کے بعد جسٹین دھیمے اور دکھی
گریگوری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"محترم گریگوری! جہاں مجھے اس بات کی خوشی ہو رہی ہے کہ قسطنطنیہ سے ہمارے لئے ایک اور لشکر کے علاوہ ضروریات کے سامان کے ڈھیر پہنچ گئے ہیں، وہاں میرے لئے باغایہ کی یہ شکست ناقابل برداشت صدمہ ہے۔ کیا کبھی کوئی ایسا موقع بھی آئے گا کہ ہم کسی رزم گاہ میں مسلمانوں کو شکست دینے کے بعد فخریہ انداز میں اس فتح کا اظہار کر سکیں؟ ہمارے لشکر کی شکست کے بعد یقیناً بلتس اور باغایہ دونوں شہر اور قلعے مسلمانوں کے قبضے میں چلے گئے ہیں۔ اس طرح جہاں ہماری عسکری حیثیت کا نقصان ہوا ہے وہاں مسلمانوں کی عسکری حیثیت میں استحکام آئے گا اور یہ صورت حال ہمارے حق میں اچھی نہیں ہے۔ بلتس اور باغایہ کا ہاتھ سے نکل جانا میرے لئے انتہا درجہ تکلیف دہ ہے۔"

جسٹینین جب خاموش ہوا تب گریگوری نے کچھ سوچا۔ پھر بڑے غور سے جسٹینین کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"اس موقع پر میرے ذہن میں ایک تجویز ہے۔ اگر اس پر عمل کیا جائے تو میرے خیال میں ہم بغیر لڑے مسلمانوں سے بلتس اور باغایہ کے دونوں قلعے اور شہر واپس لے سکتے ہیں۔"

گریگوری کے ان الفاظ پر چونک جانے کے انداز میں جسٹینین نے اس کی طرف دیکھا تھا۔ پھر کہنے لگا۔

"اگر ایسی کوئی تجویز آپ کے پاس ہے تو پھر میں فی الفور اس پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ اس لئے کہ میں ہر صورت میں بلتس اور باغایہ دونوں شہروں اور قلعوں کو اپنی گرفت میں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

جسٹینین جب خاموش ہوا تب گریگوری نے کہنا شروع کیا۔

"جیسا کہ ہمارے آنے والے سالار نے انکشاف کیا ہے کہ مسلمانوں کا ایک لشکر مسلمانوں کے لئے رسد کا سامان لے کر مصر سے قیروان کا رخ کئے ہوئے ہے۔ اندازہ ہے کہ آنے والی یہ کمک سینکڑوں میں نہیں ہزاروں میں ہوگی۔ ان کے پاس سامان بھی کافی ہوگا۔ میں چاہتا ہوں آج ہی ایک لشکر مسلمانوں کے آنے والے اس لشکر پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا جائے اور وہ جو لشکر ہم روانہ کریں اس کے سالار کو تاکید کریں کہ ان مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر ان کا قتل عام نہیں کیا جائے گا۔ کوشش یہ کی جائے گی کہ صحرا کے اندر انہیں گھیر کر اپنے سامنے بے بس اور نہتا کر کے گرفتار کر لیا جائے۔

اس کے بعد گرفتار ہونے والے ان سارے مسلمان لشکریوں کو ان کے سامان سمیت قرطاجنہ میں لایا جائے۔ اس ساری کارروائی کی تکمیل کے بعد تیز رفتار قاصد قیروان میں مسلمانوں کے سالار عقبہ بن نافع کی طرف روانہ کئے جائیں اور اس پر انکشاف کیا جائے کہ ہم نے ان کے ہزاروں لشکریوں کو ان کے سامان سمیت گرفتار کر لیا ہے۔ لہٰذا مسلمان یہ دونوں قلعے بلتس اور باغایہ خالی کر دیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو ہم گرفتار ہونے والے ہزاروں مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ میرے خیال میں ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو یقیناً بلتس اور باغایہ پہلے کی طرح پھر ہمارے ہو جائیں گے۔"

گریگوری کے ان الفاظ پر جسٹینین کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی اور ہونٹوں پر ہلکا تبسم پھیل گیا تھا۔ کافی دیر تک وہ توصیفی انداز میں گریگوری کی طرف دیکھتا رہا، پھر ہلکی مسکراہٹ میں کہنے لگا۔

"محترم گریگوری! آپ نے تو کمال کی تجویز پیش کی ہے۔ اس طرح تو ہم لڑے بغیر مسلمانوں سے اپنے دونوں قلعے بلتس اور باغایہ واپس لے لیں گے۔ جب ہم ان کے لشکریوں کو گرفتار کر کے قرطاجنہ لائیں گے تو پھر عقبہ بن نافع کی طرف پیغام بھجوائیں گے۔ عقبہ بن نافع اگر جواب میں ہماری دھمکی پر عمل کرتے ہوئے بلتس اور باغایہ دونوں قلعے خالی کر دیتا ہے تو سب سے پہلے ہم یہاں سے اچھے خاصے بڑے لشکر بلتس اور باغایہ پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجیں گے۔ جب ہمارے لشکر ان دونوں شہروں پر قبضہ کر کے ان کی دفاعی حالت کو مستحکم اور مضبوط بنا لیں گے تو پھر مسلمانوں کے وہ لشکری جو مصر سے آ رہے ہیں اور جنہیں ہم نے گرفتار کر لیا ہوگا انہیں واپس قیروان بھیجنے کی بجائے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ اس لئے کہ اگر وہ سلامت عقبہ بن نافع کے پاس قیروان پہنچ گئے تو پھر افریقہ میں عقبہ بن نافع کی عسکری حیثیت میں استحکام آ جائے گا اور یہ ہمارے لئے نقصان دہ ہے۔"

گریگوری نے بھی جسٹینین کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر دونوں شہر کی طرف لوٹ گئے۔ اسی روز جسٹینین اور گریگوری نے مصر سے آنے والے مسلمانوں کی رسد اور کمک پر حملہ آور ہونے کے لئے ایک لشکر روانہ کر دیا تھا۔

مسلمانوں کی بدقسمتی کہ مسلمانوں کے وہ دستے جو قیروان کے لئے رسد اور کمک لے کر آ رہے تھے ان کے آنے کی خبر جہاں رومنوں کو ہو چکی تھی وہاں عقبہ بن نافع کے مخبر بھی

ان کی آمد کی اطلاع کر چکے تھے۔ جس کی بناء پر عقبہ بن نافع نے اپنا ایک لشکر
حفاظت کے لئے بھیجا تھا۔ لیکن رومنوں کی مزید بدقسمتی کہ مصر سے آنے والے
بڑی برق رفتاری سے سفر کر رہے تھے اور رومنوں کے اندازے کے مطابق انہوں
مسافت زیادہ سمیٹ لی تھی۔ چنانچہ گریگوری اور جسٹین نے اپنا جو لشکر مصر سے آنے
والے ان دستوں پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا تھا وہ دیر سے متعین کئے ہوئے مقام
پر پہنچا۔ جبکہ مسلمانوں کے وہ دستے دو روز پہلے ہی وہاں سے گزر کر قیروان کا رخ کر چکے
تھے۔ چنانچہ اس سلسلے میں رومنوں کو مایوسی کا منہ دیکھنا پڑا۔ جو رومن لشکر بھیجا گیا تھا
واپس قرطاجنہ چلا گیا۔ اسی دوران مصر سے آنے والے مسلمانوں کے دستے اپنے سامان
سمیت خیریت سے قیروان پہنچنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

★★★

جسٹین اور گریگوری دونوں انتہائی غصہ کے عالم میں اپنے کچھ محافظوں کے ساتھ
ں داخل ہوئے تھے۔ قصر کے اندرونی حصے میں آتے ہی جسٹین انتہائی غصے اور
ناکی میں بری طرح دھاڑا تھا۔
"یہ سیکا اور فلورنس کہاں ہیں؟ ان دونوں میں سے نہ کوئی میری بہن ہے اور نہ
ری کی بیٹی۔ یہ دونوں مسلمانوں کی ہمنوا اور ہمارے درمیان رہتے ہوئے ان کے
اسوسی کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔"
سٹین کے اس طرح گرجنے پر فلورنس کی ماں کلاڈیا اور بھائی ہلڈارک بھی باہر نکل
تھے اور دونوں عجیب سے انداز میں گریگوری کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اس موقع پر
ری بھی بول اٹھا۔
"محترم جسٹین کا کہنا درست ہے۔ سیکا اور فلورنس دونوں ہمارے خلاف مسلمانوں
لئے جاسوسی کرنے کے کام میں ملوث پائی گئی ہیں اور اس کا ثبوت بھی ہمیں مل چکا
معاملہ یہ ہے کہ کپڑے کا ایک دکاندار جس کا نام کلارنس ہے، جاسوسی کا یہ کام اس
یٹے کے ذریعے ہوتا ہے۔ کلارنس کی ایک بیٹی تھی، انتہا درجہ کی حسین اور خوبصورت
ب پولوس نے کلارنس سے کہا تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو کلیسا کے لئے وقف کر دے۔ لیکن
مانے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تھا اور اس کی بیٹی بھی نہ مانی تھی۔ لہٰذا وقتی طور پر
بیٹی کہیں بھاگ کر روپوش ہو گئی تھی۔
لیکن محترم پولوس نے کلارنس کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھی۔ اس دوران کلارنس کی بیٹی
نہ ملی تاہم کچھ دنوں کے لئے کلارنس کے بیٹے روڈسن کو گھر سے غائب پایا گیا۔ اس
ملا جب پولوس نے کلارنس کو بلا کر تفتیش کی تو کلارنس نے سچائی ماننے سے انکار کر
دیا۔ محترم پولوس نے اسے چھوڑ دیا تھا۔ بعد میں جب پولوس کو مزید شک و شبہ

ہوا تب آج دن کے وقت کلارنس کو کلیسا طلب کیا گیا۔ جب اس معاملے میں اس پر
کی گئی تو اس نے تسلیم کر لیا کہ اس کی بیٹی قرطاجنہ سے نکل کر قیروان جا چکی ہے اور بیاہ
اس نے ایک مسلمان سے شادی کر لی ہے اور اس کے بیٹے رولسن کا قیروان میں آنا جا
تھا۔ اس نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ سنیکا اور فلورنس دونوں مسلمانوں کے سالار محمد بن اوس
اور نعیم بن حماد کی طرف پیغام رسانی کرتی رہی ہیں اور دونوں مسلمانوں کے ان سالاروں
کو چاہتی بھی ہیں۔ رولسن ان دونوں کے لئے پیغام رسانی کا کام بھی سرانجام دیتا
ہے۔ کلارنس کو کلیسا میں مصلوب کر دیا گیا ہے۔ اب سنیکا اور فلورنس کی باری ہے۔ انہیں
بھی کلیسا میں ان کے جرم کی پاداش میں مصلوب کیا جائے گا۔ کلارنس کے بیٹے رولسن
تلاش کرنے کی کوشش کی گئی۔ میرے خیال میں اسے حالات کی خبر ہو چکی تھی لہٰذا وہ کہیں
بھاگ چکا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد جسٹینین رکا۔ پھر ہلڈارک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
"ذرا سنیکا اور فلورنس کے کمرے کی طرف جاؤ اور ان دونوں کو بلا کر میرے
پاس لاؤ۔"

ہلڈارک وہاں سے ہٹنا ہی چاہتا تھا کہ اس کی ماں کلاڈیا جسٹینین کی طرف دیکھتے
ہوئے بول اٹھی۔

"محترم جسٹینین! سنیکا اور فلورنس کافی دیر ہوئی گھڑ دوڑ کے لئے نکل چکی ہیں۔"
کلاڈیا کے ان الفاظ پر جسٹینین چونکا، گریگوری کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
"محترم گریگوری! ابھی تو ان دونوں کی گھڑ دوڑ کا وقت ہی نہیں ہوا۔ وہ یوں کیسے
گئیں؟ اس کا مطلب ہے کہ ان دونوں کو بھی خبر ہو گئی ہے کہ مسلمانوں کے لئے ان کی
جاسوسی کرنے کا راز فاش ہو چکا ہے اور میرے خیال میں وہ یہاں سے بھاگ چکی ہیں۔"
یہاں تک کہنے کے بعد جسٹینین رکا، پھر پہلے کی نسبت زیادہ غضب ناک ہو کر
گریگوری کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"محترم گریگوری! میرا اپنا اندازہ ہے کہ کلارنس کا بیٹا رولسن بھی غائب ہے۔
ان دونوں کو لے کر قیروان کی طرف گیا ہو گا۔ لہٰذا آپ ابھی اور اسی وقت مستقر کی
جائیں۔ وہاں سے کچھ دستے متعین کریں اور انہیں یہ حکم جاری کریں کہ ان کا تعاقب کیا
جائے اور انہیں کسی بھی صورت بھاگنے نہ دیا جائے۔"
جسٹینین کو غصے کی حالت میں دیکھتے ہوئے گریگوری فوراً وہاں سے ہٹ گیا۔

ہوا قصر سے نکلا اور مستقر کا رخ کر رہا تھا۔ گریگوری نے مستقر میں پہنچ کر کئی
دستے ترتیب دیئے اور انہیں مختلف شاہراہوں کی طرف جانے کے لئے مقرر کر دیا تھا۔
حکم دیا کہ ہر صورت میں سنیکا، فلورنس اور رولسن کو گرفتار کیا جائے اور کسی بھی صورت
قیروان نہ پہنچنے دیا جائے۔ چنانچہ گریگوری کا حکم پا کر مختلف دستے مختلف سمتوں کو
تیز رفتاری سے روانہ ہو گئے تھے۔

لیکن جسٹینین اور گریگوری دونوں کی بدبختی کہ وہ دستے ساری رات مختلف راستوں پر
گھوڑے دوڑاتے رہے، ناکہ بندی کرتے رہے لیکن انہیں رولسن، سنیکا اور فلورنس
کہیں بھی نہ ملے اور دوسرے روز انہوں نے واپس آ کر جسٹینین اور گریگوری کو اطلاع دی
کہ انہوں نے قیروان کی طرف جانے والی ساری شاہراہوں اور سارے راستوں کو چھان
مارا لیکن ان تینوں کا کہیں پتہ نہ چلا۔

جسٹینین اور گریگوری ابھی انہی خبروں میں الجھے ہوئے تھے کہ ان کا وہ لشکر بھی لوٹ
آیا جسے انہوں نے مصر سے آنے والی مسلمانوں کی کمک پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ
کیا تھا۔ انہوں نے آ کر جب یہ اطلاع دی کہ ان کے معین مقام پر پہنچنے سے پہلے ہی
مسلمانوں کے وہ دستے قیروان کی طرف کوچ کر چکے تھے لہٰذا وہ ہمارے ہاتھ نہ آئے اور
ہماری گرفت سے بچتے ہوئے قیروان پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ دونوں خبریں جسٹینین
اور گریگوری دونوں کے لئے یقیناً دل شکستہ تھیں۔

●●●

محمد بن اوس اور نعیم بن حماد باقی سالاروں کے ساتھ عقبہ بن نافع کے ہاں رومنوں پر
حملوں کی منصوبہ بندی کرنے کے بعد جب عقبہ بن نافع کی رہائش گاہ سے نکلے، چند
قدم ہی آگے گئے ہوں گے کہ ایک طرف سے عمیر بن صالح اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا۔ محمد
بن اوس اور نعیم بن حماد کے قریب آ کر وہ نیچے اترا۔ اس کے آنے پر محمد بن اوس اور نعیم
بن حماد دونوں رک گئے تھے۔ پھر محمد بن اوس نے عمیر بن صالح کو مخاطب کیا۔
"عمیر بن صالح! تمہارا یوں ہمارے پاس آ کر اپنے گھوڑے سے اترنا لگتا ہے کسی علت
سے خالی نہیں ہے۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟"
اس پر عمیر بن صالح، محمد بن اوس کے کسی قدر قریب ہوا۔ اس کے بعد اس نے
ان دونوں کو رولسن، سنیکا اور فلورنس کے قرطاجنہ سے بھاگ نکلنے کی خبر سنائی تھی۔
یہ خبر سن کر محمد بن اوس اور نعیم بن حماد ایک طرح سے ٹھٹک کر رہ گئے تھے۔ پھر محمد بن

اوس نے غور سے عمیر بن صالح کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔
"ابنِ صالح! اگر وہ تینوں قرطاجنہ شہر سے بھاگ نکلے ہیں تو پھر کس سمت گئے ہیں
ابھی تک وہ ہمارے پاس کیوں نہیں پہنچے؟"
اس پر عمیر بن صالح تفکر کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔
"امیر! میں خود پریشان ہوں۔ جو خبریں اب تک ہمارے مخبر لائے ہیں ان کے
مطابق چند دن پہلے ہی رولسن، سینکا اور فلورنس قرطاجنہ سے بھاگ چکے ہیں۔ ان کے
بھاگنے کے فوراً بعد جسٹینین اور گریگوری دونوں نے قرطاجنہ سے قیروان کی طرف آنے
والی مختلف شاہراہوں اور راستوں پر اپنے مسلح دستے دوڑا دیئے تھے تاکہ تینوں کو ہر صورت
میں گرفتار کر کے واپس قرطاجنہ لے جایا جائے۔ لیکن رومنوں کی بدقسمتی کہ سارے دستے
واپس چلے گئے اور کہیں بھی انہیں رولسن، سینکا اور فلورنس نہیں ملے۔ میں نے اپنی طرف
سے بھی جاننے کی کوشش کی کہ وہ تینوں کس سمت بھاگے ہیں؟ کہاں ہیں؟ لیکن ابھی تک
ان کے متعلق پتہ نہیں چلا کہ اگر وہ قیروان کی طرف آئے ہیں تو انہوں نے راستے میں
کس جگہ چھپ کر پناہ لی ہے۔"
یہاں تک کہتے کہتے عمیر بن صالح کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی طرف دیکھتے
ہوئے محمد بن اوس بول اٹھا۔
"اپنے کچھ آدمیوں کو لگاؤ کہ وہ قیروان اور قرطاجنہ کے درمیان پڑنے والی ساری
سراؤں کا جائزہ لیں۔ راستے میں جو بستیاں اور قصبے پڑتے ہیں ان کا بھی جائزہ لیں اور
ان تینوں کو تلاش کرنے کی کوشش کریں۔ اس لئے کہ دو ایک روز بعد ہم یہاں نہیں ہوں
گے۔ لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔ اس لئے کہ ہم نئے علاقوں پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ
کر چکے ہیں۔ میں اور نعیم بن حماد ابھی عقبہ بن نافع کے ہاں سے آ رہے ہیں۔ لہٰذا
چاہتا ہوں کہ ہماری غیر موجودگی میں کم از کم سینکا، فلورنس اور رولسن تینوں کو خیریت
عافیت کے ساتھ قیروان پہنچ جانا چاہئے۔"
محمد بن اوس جب رکا تب تفکرات کا اظہار کرتے ہوئے عمیر بن صالح کہنے لگا۔
"اس موقع پر میرے پاس ایک بری خبر بھی ہے۔ دراصل قرطاجنہ کے بڑے بڑے
بشپ پولوس میری بیوی مارٹینا پر نگاہ رکھے ہوئے تھا اور اسے کلیسا میں خادمہ کی حیثیت
رکھنا چاہتا تھا۔ مارٹینا اس کام سے نفرت کرتی تھی لہٰذا روپوش ہو گئی۔ لیکن پولوس برابر اس
پر نگاہ رکھے ہوئے تھا اور جب رولسن یہاں آیا تب بھی اس کے آنے کی خبر پولوس نے

بھانپ لی۔ اسی سلسلے میں ایک روز کلارنس کو بلایا گیا۔ اس سے مارٹینا کے بارے
میں پوچھا گیا۔ جب کلارنس نے کچھ بتانے سے انکار کر دیا تو کہنے والوں کا کہنا ہے کہ کلیسا
والوں نے اس پر سختی کی گئی۔ اتنی سختی کی گئی کہ اس نے تسلیم کر لیا کہ اس کی بیٹی مارٹینا قرطاجنہ سے
بھاگ کر قیروان جا چکی ہے اور وہاں اس نے ایک مسلمان سے شادی کر لی ہے۔ اس موقع پر
کلارنس کو یہ بھی بتانا پڑا کہ فلورنس اور سینکا کے آپ دونوں کے ساتھ چاہت کے تعلقات
ہیں اور رولسن دونوں سمتوں کے درمیان پیغام رسانی کا کام کرتا رہا ہے۔"
پولوس کے کہنے پر جسٹینین اور گریگوری، سینکا، فلورنس اور رولسن کے خلاف حرکت میں
آنا ہی چاہتے تھے کہ ان تینوں کو شاید پہلے ہی حالات کا علم ہو گیا تھا۔ لہٰذا تینوں قرطاجنہ
سے روپوش ہو گئے۔ اب جو خبریں آئی ہیں، ان کے مطابق تینوں قرطاجنہ میں نہیں ہیں،
نکل چکے ہیں۔ لیکن تعاقب کرنے والے رومنوں کے بھی ہاتھ نہیں لگے۔ خبر نہیں انہوں
نے کہاں پناہ لے رکھی ہے۔
اور جو بری خبر میں آپ سے کہنے لگا تھا وہ یہ کہ کلارنس کے سارے حالات کو تسلیم
کرنے کے بعد اسے مصلوب کر دیا گیا ہے۔ اب کلارنس اس جہان میں نہیں ہے۔ یہ
خبر میں نے اپنی بیوی مارٹینا سے نہیں کہی۔ اس لئے کہ اسے دکھ اور صدمہ ہو گا۔
اسے میں یہ خبر تو بتا چکا ہوں کہ سینکا، فلورنس اور رولسن اکٹھے قرطاجنہ سے غائب ہیں۔
اس موقع پر میں نے اگر اس کے باپ کے مرنے کی خبر دے دی تو وہ زیادہ پریشان ہو
گی۔ اس لئے کہ رولسن کی گمشدگی اس کی تشویش کا باعث بنی ہوئی ہے۔ لہٰذا جب رولسن
ثابت اور خیریت کے ساتھ یہاں پہنچ جائے گا تو پھر میں مارٹینا کو اس کے باپ کے
مصلوب کئے جانے کی خبر سنا دوں گا۔"
محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نے عمیر بن صالح کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر محمد
بن اوس کے کہنے پر عمیر بن صالح اپنے گھوڑے پر سوار ہوا، جدھر سے آیا تھا اُدھر ہی چل
دیا جبکہ محمد بن اوس اور نعیم بن حماد اپنی رہائش گاہ کی طرف جا رہے تھے۔

●●●

عقبہ بن نافع اپنے لشکر کے ساتھ نکلا۔ اب اس نے تلمسان شہر پر ضرب لگانے کا
فیصلہ کر لیا تھا جہاں مقامی لوگوں کے علاوہ رومنوں کا بھی ایک خاصا بڑا لشکر تھا۔ اس لئے
کہ افریقہ میں ان دنوں تلمسان شہر بڑی اہمیت کا حامل تھا۔
تلمسان کے معنی ہیں چشموں کا شہر۔ آج کل یہ شہر الجزائر میں شامل ہے اور ایک

ڈھلوانی سطح پر واقع ہے جو شہر کے پاس سے ایک دم بلند ہوتی چلی جاتی ہے۔ قدیم
موجودہ شہر سے چند سو گز کے فاصلے پر اس کے شمال مشرق میں ہوا کرتا تھا۔ یہ قدیم
تلمسن اور اغادیر کے ناموں سے بھی پکارا جاتا تھا۔

تلمسان کو الجزائر یا مدینۃ الجزائر کا بھی نام دیا گیا ہے۔ بعض مؤرخین کی روایت
مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کی ملاقات کا یہی مقام تھا۔ تلمسان
کچھ اور نام بھی ہیں۔

اول، پوماریہ۔ یعنی میوؤں کا باغ۔ یہ ایک چھوٹے سے شہر کا نام تھا جس کا ذکر
لاطینی کتب میں بھی ملتا ہے۔

دوئم، طغرات یا طاغرارت۔ یہ نام اس شہر کو گیارہویں صدی میلادی میں
طرابلس نے دیا تھا۔ کیونکہ انہوں نے موجودہ تلمسان اور جامع مسجد کی بنیاد ڈالی تھی
انہوں نے اس کی بنیاد اس وقت ڈالی تھی جب پرانے تلمسان کا محاصرہ کر رہے تھے۔

تیسرا نام منصورہ یا المحلۃ منصورہ تھا۔ یعنی فتح مند یا فتح مندی والی لشکر گاہ۔ اس شہر
رقبہ ڈھائی سو ایکڑ کے قریب تھا۔ فاس کے سلاطین نے تیرہویں صدی میں تلمسان
محاصرے کے وقت اسے مغرب کی طرف بڑھایا تھا۔ انہوں نے ایک جامع مسجد، ایک
اور ایک فصیل دار قلعہ اس شہر میں بنایا تھا۔ تلمسان ان تین شہروں جو یکے بعد دیگرے
ہوئے، سے بنا تھا۔

مشرق میں اکادیر، وسط میں تاغرارت اور مغرب میں منصورہ تھے۔ موجودہ تلمسان
شہر وسطی شہر ہے۔ یعنی دوسرے دونوں شہروں کا نام و نشان مٹ چکا ہے۔

تلمسان میں کب اسلام پھیلنا شروع ہوا؟ تاریخی طور پر یہ بات واضح نہیں۔ آٹھویں
صدی کی بربری ریاست کے حکمران ابو قرۃ کے بارے میں بھی اس شہر کی نسبت حوالہ
جاتا ہے۔ البتہ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس امیر نے متعدد بار مشرق کی طرف یلغار
اور افریقہ تک جا پہنچا تھا۔

موجودہ تلمسان جس کی بنیاد گیارہویں صدی عیسوی میں یوسف بن تاشفین نے رکھی
تھی بڑی ترقی کی۔ چھٹی صدی ہجری یا بارہویں صدی عیسوی میں الموحدین نے اس کے
گرد ایک فصیل بنائی۔ قراطین کے زمانے میں یہ شہر علم الکلام اور فقہ کی درس و تدریس
ایک بڑا مرکز تھا۔ اس دور میں بڑے بڑے علماء اور فقہا پیدا ہوئے۔

اس کے بعد الموحدین نے شہر پر قبضہ کر لیا اور تیس سال بعد انہوں نے جامع مسجد

ے کی زیب و زینت کو مکمل کیا۔ ساتویں صدی ہجری یا بارہویں صدی عیسوی
الموحدین کی سلطنت کمزور ہوگئی تو بنو عبدالواد نے مغرب وسطیٰ میں اپنی خود مختار
قائم کی اور تلمسان کو اپنا پایۂ تخت بنا لیا۔

ویں اور آٹھویں صدی ہجری اور تیرہویں اور چودھویں صدی عیسوی میں تلمسان
حکمرانوں نے تلمسان پر متواتر حملے کئے۔ اگرچہ یہ حملے بعض اوقات کامیاب
لیکن تلمسان کے شاہی خاندان نے اتنا وقت نکال ہی لیا تھا کہ انہوں نے چند
تیں تعمیر کر لیں۔ بنو عبدالواد کے زمانے میں تلمسان میں علوم اور فنون نے خوب
طلباء کے لئے مدرسے بھی قائم کئے۔ ان بادشاہوں کو تلمسان کی تجارتی اہمیت کا
اس تھا چنانچہ انہوں نے اپنی ایک بندرگاہ کے ذریعے ہسپانیہ کے ساتھ بھی
قائم کر لئے تھے۔

انے دور میں بھی تلمسان نہ صرف بڑا تجارتی مرکز اور گرد و نواح کے علاقے کے
کے لئے بڑی بھاری منڈی تھا بلکہ صنعت و حرفت کے لحاظ سے بھی بہت زیادہ
گیا تھا۔ یہاں کی بنی ہوئی اشیاء کی بڑی مانگ ہوا کرتی تھی۔

یں صدی ہجری اور پندرھویں صدی عیسوی میں جب عربوں نے اسپین سے ہجرت
ان کی اکثریت تلمسان ہی میں آ کر آباد ہوئی تھی۔ ان کی وجہ سے زندگی کے مختلف
میں نئی سرگرمی پیدا ہوئی تھی۔

اس کے بعد 1555ء میں الجزائر کے بادشاہ صالح رئیس نے تلمسان پر ترکی حکومت
لی۔ چنانچہ یہ حکومت 1830ء تک قائم رہی۔ اس کے بعد اس عظیم شہر نے مراکش
طان کی اطاعت قبول کر لی۔

183 میں فرانسیسی پہلے پہل تلمسان شہر میں داخل ہوئے۔ لیکن 1886ء میں ایک
ے کی رو سے یہاں کا قبضہ امیر عبدالقادر کے حوالے کر کے چلے گئے۔

185 میں تلمسان کو ایک خود مختار بلدیہ کی حیثیت حاصل ہوگئی اور 1858ء میں
ایک اقلیم عام کا صدر مقام بنا دیا گیا۔ 1930ء میں یہ ایک قلعہ اور فوجی چھاؤنی کا
مقام بھی بنا۔

اسلامی فنون کی یادگار زمانہ عمارتیں جن کی وجہ سے تلمسان زینت کاری کے بہترین
مرکزوں میں شمار ہوتا ہے اس کی دلفریبی اور زیبائش میں اہم درجہ رکھتی ہیں۔ اس
تاریخ میں تاغرارت اور منصورہ کی فصیلیں، بزرگوں کے مقابر، جامع مسجد اور اس

کا مینار، خاندانِ عبدالوہاب کے پہلے حکمران کا بنوایا ہوا محل، مساجد سیدنوی اور دیگر بہ
سی عمارتیں ہیں۔

اہل تلمسان بہت سے فنون میں ماہر تھے مثلاً بافندگی، چمڑے پر سنہری اور روپہلی کام
دوزی، تانبے، اون، لکڑی اور دھاتوں کی چیزوں کی آرائش میں جواب نہیں رکھتے تھے
اس کے علاوہ ساز اور زین پوشوں کی زیبائش جو سرکاری تقاریب میں استعمال ہوتی تھیں
خاص طور پر بڑا کمال کا ہنر یہاں کے لوگوں کے پاس تھا۔

تلمسان کے باشندوں نے جب اسلام قبول کیا تو عربی زبان اختیار کر لی تھی۔ یہا
کی آبادی کا ایک بڑا حصہ یہودیوں پر بھی مشتمل تھا۔

بہرحال تلمسان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ یہ بربروں کا ایک قدیم شہر تھا
آٹھویں صدی عیسوی میں یہاں کے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ تیسری صدی ہجری میں
یہاں پر عربی زبان بولی جانے لگی۔ اس طرح شروع سے آخر تک یہ مقام اپنی شہرت
اپنی صنعت اور ہنرمندی کی وجہ سے بڑا نمایاں تھا۔ اسی بناء پر عقبہ بن نافع نے اس شہر
حملہ آور ہو کر اسے اپنی گرفت میں کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

تلمسان کی طرف پیش قدمی کرنے سے پہلے عقبہ بن نافع نے اپنے آگے آگے
خصوصیت سے دائیں جانب رومنوں کے علاقوں کی طرف دور دور تک اپنے مخبر چھوڑ
دیئے تھے تاکہ تلمسان یا رومنوں کی طرف سے اگر کوئی نقل و حرکت ہو تو عقبہ بن نافع
بروقت اس سے مطلع کر سکیں۔ چنانچہ عقبہ بن نافع اپنے لشکر کے ساتھ قیروان سے تلمسان
کی طرف جانے والی شاہراہ کو نظر انداز کرتا ہوا صحرا کے اندر گمنام راستوں سے ہوتا
بڑی تیزی اور برق رفتاری سے تلمسان کی طرف بڑھا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ رومنوں
وہاں پہنچنے سے پہلے ہی پہلے تلمسان پر حملہ آور ہو کر شہر کی حفاظت پر جو لشکر مامور
اسے قابو میں کر کے شہر پر قبضہ کر لیا جائے۔

اسی نقطہ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے عقبہ بن نافع تیز گرمی میں صحرا میں اٹھنے وا
اچانک بگولوں کی طرح تلمسان کی طرف بڑھا تھا۔

◎......◎

* * *

عقبہ بن نافع کی تلمسان پر حملہ آور ہونے کی خبر جسٹینین اور گریگوری کو اس وقت ان
مخبروں نے دی جس وقت وہ دونوں قصر کے اصطبل کے سامنے کسی موضوع پر گفتگو کر
رہے تھے۔ جب مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ مسلمانوں کا ایک لشکر عقبہ بن نافع کی
سرکردگی میں تلمسان شہر پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑی تیزی اور برق رفتاری سے شہر کا
رخ کئے ہوئے ہے، یہ خبر جسٹینین اور گریگوری دونوں کے علاوہ قرطاجنہ کے دیگر رومنوں کو
پریشان اور فکرمند کرنے کے لئے کافی تھی۔ لہٰذا جس موضوع پر وہ گفتگو کر رہے تھے اس
موضوع کو انہوں نے ترک کر دیا۔ صلاح مشورہ کیا پھر وہ قصر سے نکل کر بڑی تیزی سے
مرکز کا رخ کر رہے تھے۔

اپنے تینوں بڑے سالاروں لیو، ہرکولیس اور اساریں کو انہوں نے مستقر ہی میں
طلب کر لیا۔ ان سے صلاح مشورہ کیا گیا۔ لیو کو قرطاجنہ ہی میں لشکر کے ایک حصے کے
ساتھ روک لیا گیا۔ جبکہ ہرکولیس اور اساریں کو ایک لشکر دے کر تلمسان کی طرف روانہ کیا
گیا اور ان کی روانگی سے پہلے تیز رفتار قاصد تلمسان شہر کی طرف روانہ کئے گئے اور وہاں
اس وقت خاصا بڑا حفاظتی لشکر تھا اس کے نام یہ پیغام بھجوایا گیا کہ جب عقبہ بن نافع
حملہ آور ہو تو وہ شہر کے اندر محصور رہ کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے رہیں اور محاصرے کو
طول دینے کی کوشش کریں۔ اتنی دیر تک رومنوں کا لشکر بھی ان کی مدد کے لئے پہنچ جائے
چنانچہ جب ایسا ہو گا تو باہر سے رومن مسلمانوں پر ضرب لگائیں گے اور شہر کے اندر
سے مقامی لشکر جب مسلمانوں پر حملہ آور ہو گا تو اس طریقہ سے نہ صرف مسلمانوں
سے بہتر طور پر نمٹا جا سکے گا بلکہ تلمسان شہر کے باہر رومنوں اور مقامی لشکری مسلمانوں کو
شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

مخبروں کے ذریعے تلمسان کے سالاروں کو یہ پیغام بھجوانے کے بعد ہرکولیس اور

اسارین بھی ایک خاصے بڑے رومن لشکر کے ساتھ تلمسان کا رخ کر گئے تھے۔

ہرکولیس اور اسارین کا خیال تھا کہ جب وہ تلمسان پہنچیں گے تو مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کر رکھا ہوگا۔ لہٰذا جب وہ باہر سے مسلمانوں کے لشکر پر ضرب لگائیں گے تو شہر کے اندر سے شہر کا قلعہ دار اور سپہ سالار بھی لشکر لے کر نکلے گا اور دو طرفہ حملوں کی وجہ سے مسلمانوں کو پسپائی اختیار کرنا پڑے گی۔

لیکن ہرکولیس اور اسارین جب تلمسان کے نواح میں پہنچے تو ان کی حیرت اور تشویش کی کوئی انتہا نہ تھی۔ مسلمانوں کا کوئی لشکر وہاں موجود نہیں تھا۔ چنانچہ جب ہرکولیس اور اسارین نے اپنے لشکر کو وہاں روکا اور تلمسان کے محافظوں کو جب خبر ہوئی کہ رومنوں کا ایک لشکر ان کی مدد کے لئے آیا ہے تب شہر کا حاکم جو قلعہ دار بھی تھا وہ اپنے سرکردہ لوگوں کے ساتھ باہر نکلا۔ شاندار انداز میں اس نے ہرکولیس اور اسارین کے علاوہ دوسرے سالاروں کا استقبال کیا۔ اس موقع پر ہرکولیس بڑی حیرت سے تلمسان کے قلعہ دار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مسلمانوں کا ایک لشکر قیروان سے تلمسان پر حملہ آور ہونے کے لئے روانہ ہوا تھا کیا وہ یہاں آیا ہے اور تم لوگوں نے اسے مار بھگایا ہے؟“

ہرکولیس کی اس گفتگو پر تلمسان کے قلعہ دار نے حیرت کا اظہار کیا اور کہنے لگا۔

”یہاں تو مسلمانوں کا کوئی لشکر آیا ہی نہیں۔ آتا تو ہم اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے اس لئے کہ تلمسان میں ہمارے پاس ایک بہت بڑا لشکر ہے جس سے ہم مسلمانوں کے مقابلے میں شہر کی خوب حفاظت کر سکتے ہیں۔“

قلعہ دار کے ان الفاظ پر پہلے تو ہرکولیس اور اسارین کو کسی قدر حیرت ہوئی۔ اس کے بعد اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے ہرکولیس پھر بول اٹھا۔

”جو خبر ہمارے مخبروں نے دی ہے وہ غلط نہیں ہے۔ مسلمانوں کا لشکر تلمسان کو ہدف بنانے کے لئے واقعی قیروان سے نکلا ہے۔ ممکن ہے انہوں نے جانی پہچانی شاہراہ کو استعمال کرنے کی بجائے صحرا کے اندر گمنام راستے اختیار کئے ہوں جس کی بناء پر انہیں یہاں پہنچنے میں تاخیر ہوئی ہو۔“

اس کے بعد قلعہ دار کو مخاطب کرتے ہوئے ہرکولیس مزید کہنے لگا۔

”یہ جو تمہارے جنوب مغرب میں کوہستانی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، میں اور اسارین اپنے حصے کے لشکر کو لے کر ادھر کا ہی رخ کریں گے، وہاں پڑاؤ کریں گے

اور قاصدوں کے ذریعے ہمارا تمہارا ساتھ رابطہ رہے گا اور یہ رابطہ شہر پناہ کے دروازے کے ذریعے ہوگا۔ کوہستانی سلسلے کے اندر کسی محفوظ جگہ پڑاؤ کرنے کے لشکریوں کو ستانے کا موقع دیں گے تاکہ جب مسلمانوں کا لشکر یہاں پہنچے اور حملے کی ابتداء کرے تو اس وقت ہمارے لشکری تھکاوٹ دور کر کے بالکل تازہ دم ہو چکے ہوں۔“

قلعہ دار نے ہرکولیس کی تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر ہرکولیس کے کہنے پر قلعہ دار اور اس کے ساتھ آنے والے امراء تو واپس تلمسان میں چلے گئے جبکہ ہرکولیس اور اسارین لشکر کو حرکت میں لائے۔ تلمسان شہر کے جنوب مغرب میں جو کوہستانی سلسلہ شروع ہوتا تھا اس کے اندر کسی مناسب جگہ جا کر انہوں نے پڑاؤ کر لیا تھا۔

●●●

دوسری طرف عقبہ بن نافع نے اس موقع پر ایک راست قدم اٹھایا۔ قیروان سے روانہ ہونے کے بعد تلمسان کی طرف آیا۔ اس نے ابھی تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ اس کے مخبروں نے اسے یہ اطلاع کر دی کہ رومنوں کا ایک لشکر تلمسان والوں کی مدد کے لئے ... کر چکا ہے لہٰذا کچھ سوچتے ہوئے عقبہ بن نافع نے اپنے لشکر وہیں روک دیا تھا۔ ... سے پلٹا، تلمسان کا رخ کرنے کی بجائے اس نے افریقہ میں پارسیوں کے چار ... کا رخ کر لیا۔

مشہور مؤرخ علامہ ابن خلدون افریقہ میں پارسیوں کے چار مضبوط اور مستحکم قلعوں کا ذکر کرتے ہیں۔ اول سوس، دوئم مصادہ، سوئم دلیلی اور چہارم زرہون۔ پارسیوں کے یہ چاروں قلعے بڑے مضبوط اور مستحکم تھے۔ ساتھ ہی ان کی قوت بڑی مربوط تھی۔ چاروں قلعوں کی حفاظت کے لئے پارسیوں نے ایک ہی لشکر رکھا ہوا تھا اور لشکر کی تعداد بھی کافی زیادہ تھی اور انہیں حرب وضرب کے لئے جو چیزیں درکار تھیں وہ انہیں وافر مقدار میں مہیا کی گئی تھیں۔ اس بناء پر آج تک افریقہ میں پارسیوں کے یہ چاروں قلعے بڑے مضبوط اور ناقابل تسخیر خیال کئے جاتے تھے۔

مجوسی یا پارسی مذہب کی ابتداء ایران میں ہوئی تھی لیکن ایران ہی سے نکل کر یہ افریقہ میں پہنچا اور پارسیوں نے چار قلعوں پر قبضہ کر کے وہاں اپنی حکومت قائم کر لی ... کسی دور میں پارس مذہب ایرانیوں کا قومی مذہب خیال کیا جاتا تھا جبکہ اس مذہب سے پہلے ایرانی بت پرست تھے۔ اس سے بھی پہلے یہ وحدت پرست بھی رہے تھے۔

مجوسیوں یعنی پارسیوں کا اعتقاد ہے کہ خہ آباد ان کا ابوالشر یعنی بابائے آدم تھا۔ وہ پہلا
بادشاہ اور پہلا پیغمبر تھا اور یہ اس زمانے کی بات ہے جس کو اصطلاحاً غیر تاریخی یا زمانہ قبل
از تاریخ کہتے ہیں۔

پارسیوں کا کہنا ہے کہ اس زمانے میں ایک ذاتِ مطلق کی عبادت ہوتی تھی اور
ہزاروں سال تک توحید قائم رہی اور قوم کے اندر پیغمبر بھی مبعوث ہوتے رہے۔ لیکن
پیغمبری دور کے خاتمے پر کفر اور الحاد کا دور شروع ہوا۔

پارسیوں کا کہنا ہے کہ دورِ نبوت میں لوگ وحدانیت پر قائم رہے لیکن دورِ نبوت کے
بعد جب دوسری حکومتیں آئیں تو بت پرستی کی ابتداء ہوگئی۔ بت پرستی کرنے والے
بادشاہوں میں سب سے پہلے یہ کیومرث کو شمار کرتے ہیں۔ یہ ایران کا پہلا تاجدار خیال
کیا جاتا ہے۔ اس کے لقب سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ صرف خدا کی بنجر زمین پر حکمرانی کرتا
تھا اور ایران دنیا کی معمولی تمدنی ترقیوں سے بھی محروم تھا۔ اس بناء پر کیومرث نے
پہاڑوں کی غاروں کو مسکن بنایا اور جانوروں کی کھالیں پہن کر اپنی اور اپنی رعایا کی گزر
بسر کیا کرتا تھا۔

وحدانیت کے بعد ایرانی ستارہ پرستی کی طرف مائل ہوئے۔ آگ کی پوجا کرنے
سے پہلے ایرانی آسمان اور ستاروں کو بڑا اہم سمجھتے اور ستاروں کو قبلۂ حاجات دو عالم اور
مقرب بارگاہِ یزداں جانتے تھے اور ذاتِ باری تعالیٰ کے متعلق خیال کیا جاتا تھا کہ وہ
ایک پیکر مجسم ہے اور افلاک کے فرشتے اپنی شکل و صورت میں اس مقدس ذات سے
بہت مشابہہ ہیں۔

ان کا کہنا تھا کہ یہ ستارے دن کو غائب ہو جاتے ہیں، بعد میں نمودار ہوتے ہیں
اس لئے انہوں نے سات بڑے ستاروں کی مورتیں بنا کر مندروں میں رکھیں تا کہ دن
کے وقت بھی وہ ستارے ان کے پیشِ نظر رہیں۔

اگرچہ ستاروں کی تعداد ان گنت تھی لیکن ان میں سے سات ستاروں کا اثر بہت
زیادہ سمجھا جاتا تھا اور آفتاب ان سب کا شہنشاہ خیال کیا جاتا تھا۔ لہٰذا سب سے پہلے
آفتاب کی پوجا شروع ہوئی اور وہ نورِ مطلق قرار پایا۔

ایرانیوں کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ انبیاء اور حکماء انہی ستاروں کے روپ میں جلوہ گر
ہوتے ہیں۔ اسی بناء پر انہوں نے سات ستاروں کو اپنا معبود بنا کر بت پرستی کی ابتداء
کی تھی۔

ہر ستارے کی مختلف انداز میں دھات کی گول مورتی ہوا کرتی تھی اور ہر ایک کی
صورت، لباس، رنگ و روپ اور خواص جداگانہ تھے۔ یہ مورتیاں مندروں میں
ساعت میں نصب کی جاتی تھیں جو ساعت ان ستاروں سے مخصوص ہوا کرتی تھی۔
عطارد کے پجاریوں کا دائرہ بہت وسیع تھا اور جملہ اہلِ قلم، حکماء، شعراء اور دیگر
عطارد کے ہی پجاری خیال کئے جاتے تھے۔ تاجر، معمار اور خیاط بھی اسی کے مندر
جاتے تھے۔ جبکہ زہرہ کا مندر عورتوں کے لئے مخصوص تھا اور اس کی پردھانی یعنی
بھی عورت ہی ہوا کرتی تھی۔ شب کے وقت کوئی مرد اندر نہیں جا سکتا تھا۔ البتہ
کی آمد پر عورتیں ہٹا دی جاتی تھیں اور شہنشاہ، بیگم کی ملاقات بھی پردھانی کے
ہوا کرتی تھی۔

مندر میں جانے والے اس رنگ کا لباس پہن کر جاتے جو رنگ دیوتا سے مخصوص ہوتا
وضع طرح بھی خاص ہوتی تھی۔

ان سات ستاروں کے مندروں میں سورج دیوتا کا مندر سب سے بڑا تھا اور اس کا
سونے کی اینٹوں سے بنتا تھا۔ دیواریں یاقوت، الماس اور عقیق وغیرہ سے مرصع ہوتی
سورج دیوتا کی مورتی کندن یعنی سرخ سونے کی تھی اور مرد کی صورت میں ہوتی
جس کے دو سر تھے اور دونوں پر قیمتی تاج یاقوت سے مرصع ہوتا اور ہر ایک تاج میں
قیمتی پتھر جڑے ہوتے۔ سواری زبردست گھوڑا تھا۔ سورج دیوتا کی مورتی کا چہرہ
ہوا کرتا تھا، باقی جسم اژدھے کا ہوتا تھا۔ دائیں ہاتھ میں چاندی کی ایک نلکی اور
میں جواہرات کا گلوبند ہوا کرتا تھا۔ مندر کے تمام پجاری اور خادم زرد پوش تھے۔
کا لباس اور سنہرا تاج، یاقوت اور الماس کا جڑاؤ پٹکا کمر میں اور طلائی انگوٹھیاں
میں پہنتے تھے۔

سورج دیوتا کے بعد سب سے زیادہ اہمیت چاند دیوتا کی تھی۔ چاند دیوتا کے گنبد کا
سبز ہوا کرتا تھا اور اس کی مورتی اس طرح تراشی جاتی تھی کہ ایک انسان سفید بیل
ہوا جس کے سر پر تاج ہوتا اور تاج پر تین سر نمایاں ہوتے تھے۔ ہاتھ میں کنگن
میں طوق ہوتا تھا۔ دائیں ہاتھ میں ایک یاقوت کی نلکی اور بائیں ہاتھ میں
کی ایک ڈالی ہوا کرتی تھی۔ تمام پجاری سفید اور سبز پوش اور چاندی کی انگوٹھیاں
تھے۔ جاسوس قاصد اور ہرکارے مسافر اور عوام الناس مندر کے کوچہ میں ٹھہرا

ہر مندر کے ساتھ ایک باورچی خانہ ہوا کرتا تھا جس میں ہر وقت دستر خوان بچھا رہتا
تھا اور طرح طرح کے لطیف کھانے اور مشروب تیار رہتے تھے۔ جس وقت جس کا جی
چاہے کھائے۔ کسی قسم کی کوئی روک ٹوک نہ ہوا کرتی تھی۔ اس طرح مندر سے متعلق ایک
شفا خانہ بھی ہوا کرتا تھا جس میں ان امراض کا علاج کیا جاتا تھا جن کا شکار مذکورہ مندر
کے پجاری ہوتے تھے۔ مسافروں کے قیام کے لئے بھی ہر مندر کے ساتھ مہمان خانے
بنائے گئے تھے۔

سورج اور چاند دیوتاؤں کے علاوہ اس طرح دوسرے ستاروں کے بھی مختلف
مندر بنائے گئے تھے۔ جس طرح دیوتا کے پجاریوں کے لئے مخصوص لباس تھا۔ ہر مند
کا گنبد علیحدہ رنگ کا ہوتا تھا اور مندر کے پجاری بھی مخصوص ہوا کرتے تھے۔ اسی طر
ہر مندر میں جو خوشبوئیں جلائی جاتی تھیں وہ بھی مختلف ہوتی تھیں۔ کسی میں زعفران جا
تھا، کسی میں عود، کسی میں مصطگی، کسی میں سندروس، کسی میں حب الفار اور کسی میں مو
جلایا جاتا تھا۔ جہاں تک صندل اور زعفران کا تعلق ہے تو اس کے متعلق عام لوگ جا
ہیں۔ عود بھی خوشبو کے لئے جلایا جاتا ہے اور یہ نام اکثر و بیشتر استعمال ہوتا ہے۔ جہا
تک مصطگی کا تعلق ہے تو یہ ایک طرح کا درخت ہوا کرتا تھا جو شام، ایشیائے کوچک
آرمیبا اور ان ممالک کے نواحی علاقوں میں پایا جاتا تھا۔ قد و قامت میں یہ پیلو
درخت کے برابر ہوتا تھا جس کی مسواک بنتی تھی۔ اس درخت سے جو قطرے ٹپک کر
جاتے تھے وہ ایک قسم کا گوند ہوتا تھا۔ یہ اول درجہ کا شمار کیا جاتا تھا اور خوشبو پیدا کر
کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اور جو گوند درخت میں شگاف لگا کر پیدا کیا جاتا تھا وہ او
درجے کا شمار ہوتا تھا۔

جہاں تک سندروس کا تعلق ہے تو ہندوستان میں اسے چندروس بھی کہہ کر پکارا جا
تھا۔ یہ کافور کی طرح کا ایک طرح کا گوند ہوا کرتا تھا جس کا رنگ زرد ہوتا تھا۔

حب الفار بھی ایک درخت ہوا کرتا تھا جو خوشبو کے لئے استعمال ہوتا تھا۔ اس
متعلق کہنے والوں کا کہنا ہے کہ اس درخت کی عمر ایک ہزار سال ہوا کرتی تھی۔ یونا
کے ہاں فار کا درخت نہایت متبرک خیال کیا جاتا تھا۔ اس کی لکڑی سے دستی چھڑیاں
ٹوپیاں بنائی جاتی تھیں۔ پتے نہایت خوشبودار ہوتے تھے اور متعدد امراض میں
مستعمل ہوتا تھا۔

جہاں تک آخری خوشبو میعہ کا تعلق ہے تو یہ بھی ایک درخت کا گوند ہوا کرتا تھا

نام میں پیدا ہوتا تھا۔ اس کو جوش دے کر منجمد کر لیا جاتا تھا۔ یہ خوشبودار روغن شام
ران آیا کرتا تھا۔

پھر ایسا ہوا کہ ایرانی بت پرستی سے آتش پرستی کی طرف مائل ہو گئے۔ اس کی وجہ
یوں ہوئی کہ ایرانیوں کا دوسرا بادشاہ ہوسنگ ایک روز اپنے کچھ مصاحبوں کے ہمراہ
ہستانی سلسلے کے اوپر تھا۔ اس وقت وہ تفریح طبع کے لئے اِدھر اُدھر چہل قدمی کر
تھے کہ اس موقع پر ایک خوفناک اژدھا نمودار ہوا جس کے منہ سے دھواں نکل رہا
ورخین کا کہنا ہے کہ اس اژدھا کے سر پر دو آنکھیں چشمہ خون کی طرح چمک رہی
۔ چونکہ اس وقت ایران کے بادشاہ اور اس کے مصاحبوں کے پاس اسلحہ نہیں تھا
ژدھے کو دیکھتے ہی اس پر پتھراؤ کر دیا۔ اب سنگ باری سے وہ موذی اژدھا تو
نہ ہو سکا لیکن جب انہوں نے پتھر برسانے شروع کئے اور پتھر مختلف چٹانوں سے
ئے اور اس ٹکراؤ کے نتیجے میں جب آگ کی چنگاریاں ان چٹانوں سے نکلنے لگیں تو
دیکھ کر ایران کا بادشاہ حیرت زدہ ہو گیا۔ اس کی حیرت کو مشہور مؤرخ فردوسی نے
عر میں بھی رقم کیا ہے۔

چنانچہ وہ چنگاریاں دیکھ کر ہوسنگ نے چٹانوں سے پھوٹنے والی آگ کی ان
ں کو قابل پرستش سمجھا اور آگ کے شعلے کو نورِ یزدانی خیال کیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس
پر اس نے خدا کی تعریف کی اور اسی شب پہاڑ میں آگ جلا کر اپنے ندیموں کے
ھ میں بادہ نوشی شروع کی اور اس یوم مسرت کا نام جشن سدہ رکھا گیا۔ اس دن
طرف آگ کی پوجا پاٹ شروع ہو گئی بلکہ اسی زمانے میں چقماق سے آگ نکالنے
یقہ بھی جاری ہوا تھا۔

س کے بعد آگ کی پوجا پاٹ کرنے کے لئے آتش کدے تعمیر ہونے لگے تھے۔
ی مملکت میں جو پہلا آتش کدہ تعمیر ہوا وہ خوارزم میں تھا۔ اس کی آگ سے
ر تعمیر ہونے والے آتش کدوں کے اندر آگ روشن کی گئی تھی۔ عموماً ہر آتش کدے
ے کے اندر آذر کا لفظ ضرور استعمال ہوتا تھا۔ فارسی زبان میں آگ کے متعدد نام
ن میں سے ایک نام آذر بھی تھا اور اسی بناء پر ہر آتش کدے میں لفظ آذر استعمال
تھا۔
یہ ان کے مشہور آتش کدوں کے نام آذر نوش، آذر آبان، آذر خزین، آذر کیوان

آتش کدے عموماً تین قسم کے ہوا کرتے تھے اور ان کے اندر آگ بھی تین طرح کی

جلتی تھی۔ ایک طرح کے آتش کدوں کو بنگشپ کا نام دیا گیا تھا۔ ان میں جلنے والی آگ
یوں سمجھا جاتا تھا کہ وہ شعلہ خیز اور اس کی تڑپ اور لپٹ کسی بھی وقت کم نہ ہو اور یہ
ہو کہ وہ گویا زمین پر بجلی گرا جاتی ہے اور اسی مناسبت سے اس قسم کے آتش کدوں کو
گشپ کا نام دیا گیا تھا۔ اس طرح کے آتش کدے عموماً لشکریوں کے لئے مخصوص
کرتے تھے۔

دوسری قسم کے آتش کدے آذر فرونگ تھے۔ یہ مذہبی پیشواؤں کے لئے مخ
تھے۔ اور تیسری قسم کے آتش کدے برزیں مزدوروں کے لئے مخصوص تھے اور یہ زیا
نیشاپور میں واقع تھے۔

پارسیوں کے ہاں آگ پر ایمان لانا جز مذہب تھا۔ لہٰذا آگ کی تعظیم مختلف طر
سے کی جانے لگی۔ ایک طریقہ یہ تھا کہ مقدس اسمائے باری تعالیٰ کی طرح آگ کی
کھاتے تھے اور احترام کا دوسرا طریقہ یہ تھا کہ سنگین جرائم کے ملزم کو جلتی ہوئی آگ
اندر سے گزارا جاتا تھا۔

بعد میں جب اس قوم کی اصلاح کے لئے زردشت کا ظہور ہوا تو اس نے لو
ایک خدا کی بندگی اور عبادت کی طرف بلایا۔ لیکن مجوسیت ختم نہ ہو پائی۔ اس ایرانی
نام زردشت، ماں کا نام وغدویہ اور نانا کا نام فراہمیرا تھا۔ زردشت کے لغوی معنی
پرست یا یزدان پرست کے لئے جاتے تھے۔ زرتشت کی ماں رے شہر اور باپ
بائیجان کا رہنے والا تھا۔ اس نے نہ صرف لوگوں کو وحدانیت کا درس دیا بلکہ ا
حضور ﷺ کی آمد کی پیش گوئی بھی آپ ﷺ کا نام لے کر واضح طور پر کی تھی۔

بہر حال اسی ایران سے مجوسی یا آتش پرستی کا مذہب افریقہ میں پہنچا اور
مجوسیوں یعنی آتش پرستوں نے چار مضبوط اور مستحکم قلعوں پر قبضہ کر کے ایک نہایت
اور مستحکم لشکر بھی تیار کر رکھا تھا جس سے وہ اپنے ان قلعوں کی حفاظت کا سامان کیا
تھے۔ چنانچہ تلمسان شہر کو اس کے حال پر چھوڑتے ہوئے عقبہ بن نافع نے اپنے
ساتھ بڑی برق رفتاری سے مجوسیوں کے انہی چاروں قلعوں کا رخ کیا تھا۔

عقبہ بن نافع اپنے سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ جب آتش پرستوں
قلعوں کے قریب گیا تب آتش پرستوں کو بھی خبر ہو گئی تھی کہ مسلمان ان پر حملہ آور
کے لئے بڑی برق رفتاری سے ان کا رخ کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے
قلعوں کے اندر جو ان کے لشکر تھے انہیں یکجا کیا۔ انہیں ایک بڑے اور چ

وروں کی سرکردگی میں دینے کے بعد کھلے میدانوں میں انہوں نے مسلمانوں کا مقابلہ
نے کا تہیہ کر لیا تھا۔

دراصل ان قلعوں کے اندر مجوسیوں کی بہت بڑی عسکری طاقت اور قوت تھی۔ اسی
افریقہ کے ان پر کشش قلعوں میں بسنے والے مجوسیوں پر آج تک رومنوں کو بھی حملہ
ہونے کی جرأت نہ ہوئی تھی۔ گو رومن یہ بڑی خواہش رکھتے تھے کہ افریقہ میں دور
اپنی سلطنت کے پر پھیلاتے چلے جائیں لیکن مجوسیوں پر حملہ آور ہونے کی وہ بھی
نہیں کر سکے تھے۔

مجوسیوں کو بھی خبر تھی کہ مسلمان گزشتہ کئی جنگوں میں رومنوں کو بدترین شکستیں دے
ہیں۔ لیکن انہیں امید تھی کہ رومن تو ایک طرف رہ گئے، مسلمان جب ان سے
ائیں گے تو انہیں پسپائی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔

چنانچہ اپنے سارے عساکر کو یکجا کر کے اور خم ٹھونک کر مجوسیوں کا لشکر کھلے میدانوں
مسلمانوں کے مقابل آیا۔ جونہی مسلمانوں کا لشکر وہاں پہنچا، مجوسیوں نے اپنے لشکر
اندر جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے بڑے بڑے طبل بجوانے شروع کر دیئے تھے۔
نو ہی اپنے لشکر کی تقسیم کا کام بھی شروع کر دیا تھا۔

دوسری طرف عقبہ بن نافع بھی آتے ہی جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ اپنے
ر کی ہر چیز کو اس نے لشکر کے پیچھے جمایا، لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ وسطی حصہ
بن نافع نے اپنی کمانداری میں رکھا اور اپنے نائب کے طور پر اس نے اپنے ساتھ
ن بن عبداللہ کو لے لیا تھا۔ لشکر کا دایاں پہلو محمد بن اوس کی کمانداری میں تھا۔ نعیم بن
اس کی نیابت کر رہا تھا جبکہ لشکر کے بائیں حصے کی کمانداری زہیر بن قیس کے پاس
اور صالح بن حریم اس کے نائب کے طور پر کام کر رہا تھا۔

مجوسیوں کے لشکر میں کچھ دیر تک بڑے بڑے طبل بجتے رہے۔ ساتھ ہی عجیب و
صداؤں میں مجوسی نعرے بھی بلند کرنے لگے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ ان میدانوں
ان کی ہو گی لہٰذا وہ زور و شور سے مسلمانوں کے خلاف آوازیں بلند کر رہے تھے۔
موقع پر انہیں ایک اور حوصلہ مندی کی وجہ ہاتھ آئی اور وہ یہ کہ انہوں نے یہ بھی دیکھا
کے مقابلے میں مسلمانوں کے لشکر کی تعداد کم ہے لہٰذا وہ لمحوں کے اندر مسلمانوں
کر مار بھگائیں گے۔

بر صورتِ حال دیکھتے ہوئے مجوسیوں کے سالارِ اعلیٰ نے خود جنگ کی ابتداء کرنے کا

تہیہ کرلیا۔ چنانچہ اس نے شوریدہ تمناؤں کی تکمیل کی تلاش کرتے خون کے بہتے
کی طرح اپنے لشکر کو آگے بڑھایا۔ اس کے بعد بے لگام گھمنڈ کی طرح حرکت کرتی
اور رسوائی کی الم ناک داستانوں، جسم و روح کے مرکب کو جلا مارنے والے ہولناک
اثر زہر اور ذرے ذرے کا امن چھین کر ناچ اٹھتی دکھ کی اذیتوں کی طرح مجوسیوں کا لشکر
مسلمانوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

دوسری طرف مسلمانوں کا لشکر بھی وقت کے سمندر میں جرمِ جہالت کی سزا د
دستِ قضا کے قہر کی طرح حرکت میں آیا تھا اور وہ بھی نوکِ سناں پر رقص کرتے
جذبوں کے جواہر، جسموں کی حرارت، سانسوں کی روانی تک کو منقطع کر دینے والے
قراری کے ہولناک فسوں کی طرح مجوسیوں پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

یوں کھلے میدانوں میں دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے اور اس ٹکراؤ
نتیجے میں ہر کوئی موت کی خاموشی بن کر دوسرے کی زیست کا رس نچوڑنے کی کوشش کر
لگا تھا۔ گور کی سی تاریک کہانیوں میں قضا ہلاکتوں کے نشانات ثبت کرنے لگی تھی۔ میدا
جنگ میں چاروں طرف بدبختی کی گھاتیں، پاتال اور پستی کی ذلتیں ناچ اٹھی تھیں۔

کچھ دیر تک دونوں لشکریوں کے درمیان ہلاکت خیز اور ہولناک جنگ ہوتی رہ
مجوسی حیران اور پریشان تھے کہ بڑا لشکر رکھنے کے باوجود وہ مسلمانوں کو پسپا کرنے
کامیاب کیوں نہیں ہوئے۔ انہوں نے بار بار طرح طرح کے خوفناک نعرے
کرتے ہوئے زور دار حملے عقبہ بن نافع، زہیر بن قیس اور محمد بن اوس پر کئے
انہیں حیرت اور تعجب ہوا کہ اپنی پوری طاقت صرف کرنے کے باوجود وہ مسلمانو
پسپا نہ کر سکے تھے۔

دوسری طرف اپنے لہو کا صدقہ دیتے مجاہد شعاعوں کے ماورائی سفر کی طرح مجو
پر حملہ آور ہوتے ہوئے ان کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرنے لگے تھے۔ جس
خوفناک، بے روک بگولے چٹانوں پر اپنے عکس ثبت کرتے ہیں بالکل اسی طرح
ہتھیلی پر رکھ کر جنگ کے میدان میں اترنے والے مجاہد ایک صف سے دوسری صف
یلغار کرتے اور دشمن کی تعداد کو کم کرتے آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ اپنے
جان لیوا حملوں کی وجہ سے انہوں نے نہ صرف دشمن کی اندرونی قطاروں بلکہ پچھلی
میں بھی ایک بحران اور ایک ہیجان کھڑا کر کے رکھ دیا تھا۔

جنگ طول پکڑنے لگی تھی۔ میدانِ جنگ میں مجوسیوں کے لشکریوں کی لاشیں

ا شروع ہو گئی تھیں اور اس صورت حال نے مجوسیوں کے لشکریوں میں بزدلی کا
رب کے آخری لمحوں، زیست کی بے سحر شب جیسی کیفیت طاری کرنا شروع کر
ان کے جذبے بڑی تیزی سے صلیب کی خون آلود بانہوں، زہر آلود پستیوں کی
رنجوں اور ان کے حوصلے گور کی سی مایوسی کی اندھی کہانیوں اور ان کے ولولے،
کی کرچیوں اور اہانت تراشتے لمحوں سے بھی ابتر ہونا شروع ہو گئے تھے۔

یوں کے سالارِ اعلیٰ اور اس کے تحت کام کرنے والے چھوٹے اور سرکردہ
نے جب اندازہ لگایا کہ مسلمان تعداد میں کم ہونے کے باوجود بڑی تیزی
ے لشکر کو روندتے چلے جا رہے ہیں تو انہوں نے اپنا آخری حربہ استعمال کیا۔
نے جو پشت پر اپنے قلعے کے اندر ایک محفوظ لشکر بالکل تیار اور مستعد رکھا ہوا تھا
لعے سے نکالا۔ وہ محفوظ لشکر بھی خاصا بڑا تھا۔ اس کے علاوہ وہ تازہ دم تھا اور
ن پر حملہ آور ہو کر مجوسیوں نے ایک طرح سے اپنی کامیابیوں کو یقینی بنانے کی
کی تھی۔

نانچہ اس لشکر کو قلعے سے نکالنے کے بعد آگے رکھا گیا۔ اور پھر وہ تازہ دم مجوسی
منزلوں کو پابہ زنجیر کرتے فلاکتوں کے اندھے بگولوں کی طرح حرکت میں آئے تھے
یانوں کے سارے تنکے بکھیرتے سوگ کی کرب خیزیوں، زندگی کی بدترین
کیوں، وسوسوں، اندیشوں، وہموں اور خطرات کے منجدھار کھڑے کرتے طوفانوں
ح مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

سری طرف عقبہ بن نافع، محمد بن اوس، زہیر بن قیس اور ان کے ساتھ کام کرنے
سالاروں نے بھی دیکھ لیا تھا کہ اپنی کامیابی کو آخری شکل دینے کے لئے مجوسی ایک
م لشکر کو میدان میں لے آئے ہیں۔ تب آسمان کی فصیلوں، ستاروں کے مدار،
ب کے سینے، مہتاب کی پیشانی پر کمند ڈالنے والے مسلمان سالاروں اور لشکریوں نے
یک نئے اسلوب کے ساتھ ترک تاز کرنے اور انوکھی عظمت اور عزم کا مظاہرہ کرنے
ر کر لیا تھا۔

س مقصد کو حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلے محمد بن اوس حرکت میں آیا۔ اپنے
ے طے شدہ منصوبے کے تحت شروع میں اس نے زمزمہ سیال، جرأت اور بے باکی
بھرپور تکبیریں بلند کیں۔ اس کے بعد اپنے حصے کے لشکر کو سمیٹتا ہوا وہ دشمن کے
ن کی طرف بڑھا اور پھر مجوسیوں کے لشکر کے پہلو پر محمد بن اوس خونی لمحوں کے بھنور

میں پھیلتے بے کراں ہراس، فضاؤں کی لرزاں خاموشیوں میں ہولناکی کا شور مچاتی اُبھر
زدہ صداؤں اور ہر شے کے منہ پر طمانچے مارتے تقدیر کے ساگر کے بدترین تھپیڑوں کی
طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

محمد بن اوس کے ساتھ ہی ساتھ بائیں جانب سے زہیر بن قیس نے بھی اپنے کام کی
ابتداء کی تھی اور وہ بھی اپنے لشکر کو سمیٹتا ہوا دشمن کے پہلو کی طرف ہٹا اور دشمن کے دائیں
پہلو پر وہ فضا کے سرخ سیلاب میں دشتِ قلب کی سیاہ آندھیوں، وقت کے ہر جامہ تدبیر کو
ادھیڑ دینے والی آتشی آندھیوں کے شور اور پکار اور ہزیمت کی ذلت اور پستی میں جلا کر
دینے والے بے چین شراروں کے خروش کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اپنے لشکر کے تازہ دم لشکریوں کو نکالنے کے بعد مجوسیوں کو امید تھی کہ ان کی یہ
ضرب آخری ضرب ثابت ہو گی اور مسلمان پیچھے ہٹنے اور پسپا ہونے پر مجبور ہو جائیں
گے۔ لیکن ایسی کوئی تبدیلی اور انقلاب رونما نہ ہوا۔ ان کے تازہ دم لشکریوں کو عقبہ بن
نافع نے روک دکھایا تھا جبکہ دائیں اور بائیں پہلو سے محمد بن اوس اور زہیر بن قیس نے
زور دار حملے کرتے ہوئے مجوسیوں کے لشکر میں ایک آہ و فغاں اور افراتفری کا عالم بپا
کر دیا تھا۔

جب سامنے کی طرف سے عقبہ بن نافع، دائیں جانب سے محمد بن اوس اور بائیں
جانب سے زہیر بن قیس نے زوردار انداز میں حملہ آور ہوتے ہوئے اپنے حملوں میں
مزید شدت اور زور پیدا کیا تب میدانِ جنگ کے اندر چار سُو مرگ کی صدائیں بلند ہونے
لگی تھیں۔ موت کے نا آشنا ہاتھ ہر شے کے منہ پر طمانچے مارنے لگے تھے۔ تلواروں کے
سائے تلے ان گنت امیدیں کچے دھاگوں کی طرح ٹوٹنے لگی تھیں۔

مسلمان مجاہدوں کی طرف سے یہ بڑے زوردار اور جان لیوا اور انتہا درجہ کے
روگ حملے تھے۔ مجوسیوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ ان حملوں کو روک کر ایک
بار پھر نئے انداز اور نئے عزم کے ساتھ مسلمانوں پر ضرب لگائیں لیکن ان کے
حربے، ان کے کسی جتن، کسی عزم اور ارادے کو مسلمان مجاہدوں نے کامیاب نہ ہونے
دیا۔ اور جب عقبہ بن نافع، محمد بن اوس اور زہیر بن قیس کی طرف سے لمحہ بہ لمحہ حملوں میں
تیزی اور شدت آتی چلی گئی تو اسی شدت کے ساتھ ساتھ بڑی تیزی کے ساتھ مجوسیوں
کے لشکر کی حالت بھی پستی کے منجدھار، شکستوں کے غبار، اندھیری راتوں کی تلخی، دشت
کی ویرانیوں، مرہم کو ترستے زخموں اور پابہ زنجیر منزلوں سے بھی زیادہ عبرت خیز

ح ہو گئی تھی۔
آخر آتش پرستوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور شکست
نے کے بعد وہ اپنی پشت پر جو قریب ترین قلعہ تھا اس میں جا کر محصور ہو گئے تھے۔
عقبہ بن نافع، محمد بن اوس، زہیر بن قیس نے اپنے لشکر کو آگے بڑھایا اور اس قلعے کا
مرہ کر لیا تھا۔ ابھی قلعے پر حملوں کی ابتداء نہ کی گئی تھی کہ قلعے کے سارے دروازوں
برجوں پر سفید پرچم لہرا دیئے گئے تھے۔ اسکے بعد قلعے سے چند افراد پر مشتمل ایک
نکلا۔ اس وفد کی راہنمائی مجوسیوں کا مذہبی پیشوا کر رہا تھا جسے مغ کہہ کر پکارا جاتا تھا۔
مجوسیوں کا یہ وفد جب مسلمانوں کے لشکر میں پہنچا اور اس نے صلح کی درخواست کی
وفد کو عقبہ بن نافع کے سامنے پیش کیا گیا۔ عقبہ بن نافع اس وقت زہیر بن قیس، محمد
اوس اور دیگر سالاروں کے ساتھ اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے کے بعد قلعے پر
آور ہونے کی تیاریوں میں مصروف تھا کہ مجوسیوں کے اس وفد کو اس کے سامنے
ش کیا گیا۔

عقبہ بن نافع اور دوسرے سالار بڑے خوش کن انداز میں ان سے ملے اور جب
سیوں کے وفد کے سربراہ یعنی مغ نے مسلمانوں سے صلح کی درخواست کی تب ان کی
صلح کو قبول کر لیا گیا اور مغ نے اپنی طرف سے مسلمانوں کے سامنے یہ پیشکش کی کہ
نے والے دور میں مجوسیوں کے وہ چاروں قلعے مسلمانوں کو خراج دیں گے۔ مسلمانوں
مطیع اور فرمانبردار بن کر رہیں گے اور افریقہ کی سرزمینوں میں کسی بھی موقع پر
سلمانوں کے دشمنوں سے الحاق نہیں کریں گے۔

چونکہ مجوسیوں نے خراج دینے اور مسلمانوں کا مطیع اور فرمانبردار رہنے کا اظہار کر
یا تھا لہٰذا ان کے ساتھ صلح کو آخری شکل دے دی گئی تھی۔ جب عقبہ بن نافع نے ان
صلح کی درخواست کو قبول کر لیا تب مغ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ آگے بڑھ کر اس
عقبہ بن نافع کے دونوں ہاتھ تھام لئے تھے۔ بڑی ممنونیت اور شکر گزاری کا اظہار
کیا۔ اس موقع پر مغ نے ڈرے ڈرے، سہمے سہمے انداز میں عقبہ بن نافع کو مخاطب کر
کے پوچھا۔

”میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے لشکر میں کوئی آگ نہیں جل رہی۔ کیا آپ لوگ آگ
کی پرستش نہیں کرتے؟“

مغ کے ان الفاظ کے جواب میں عقبہ بن نافع کے چہرے پر تلخ اور طنزیہ سی

مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ کہنے لگا۔

"ہم خالق کی بندگی اور عبادت کرتے ہیں، مخلوق کی پرستش نہیں کرتے۔ میں جانتا ہوں تم لوگ آگ کو روحِ کائنات اور خالقِ اعظم سمجھ کر اس کی پوجا کرتے ہو۔ لیکن اسلام کی رو سے یہ شرکِ عظیم ہے۔ آگ محض ایک توانائی ہے اور قدرت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ اور پھر آگ پر انسانی غلبے نے بنی نوع انسان کی تاریخ بدل دی ہے۔ اور اب انسان آگ کو مختلف صورتوں میں استعمال کرنے لگا ہے۔"

عقبہ بن نافع رکا۔ پھر مغ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"قدیم زمانے میں انسان آگ سے بہت ڈرتا تھا اور اسے ایک مقدس قوت سمجھ کر پوجتا تھا۔ مذہبی تہواروں میں آگ کے دیوتا کی پرستش ہوتی تھی۔ کسی ایسی تقریب کا تصور آگ کے بغیر محال ہوتا تھا۔"

عقبہ بن نافع کی اس گفتگو پر مغ مسکرایا پھر کہنے لگا۔

"اگر برا نہ مانیں تو میں بھی کچھ کہوں؟"

ہلکے سے تبسم میں جب سر ہلاتے ہوئے عقبہ بن نافع نے اجازت دی تب مغ پھر بول اٹھا۔

"آگ کی پوجا پاٹ ہم ہی نہیں کرتے بلکہ اور بہت سی سرزمینوں میں بھی اس کی پوجا پاٹ، پرستش کی جاتی ہے۔ ہند کی سرزمین میں اور ان کی قدیم کتابوں کے اندر آگ کے دیوتا کا ذکر ملتا ہے کو کائنات کی روح تصور کیا جاتا ہے۔ جبکہ ایران میں چار عناصر یعنی مٹی، پانی، آگ اور ہوا کو دنیا کا خالق تصور کیا جاتا رہا ہے اسی بناء پر آگ کو اہمیت دی گئی۔ کیونکہ باقی عناصر پر آگ کو فوقیت حاصل ہے۔"

مغ کے خاموش ہونے پر عقبہ بن نافع نے پھر اسے مخاطب کیا۔ "کیا تم کسی رسول یا نبی کو بھی مانتے ہو؟"

اس پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مغ کہنے لگا۔

"ہمارے اندر نبی مبعوث ہوا۔ اس کا نام زردشت تھا۔"

عقبہ بن نافع نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔

"کیا اس نے تمہیں آتش پرستی کی تعلیم دی تھی؟ جھوٹ نہ بولنا۔ سچائی پر رہتے ہوئے میرے اس سوال کا جواب دینا۔"

جواب میں مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے مغ نے نفی میں گردن ہلائی۔ پھر کہنے لگا۔

"آتش پرستی ظاہر ہے زردشت کی تعلیم نہیں تھی۔ بلکہ اس نے تو عبادت کے طریقوں کو سادہ بنانے کے لئے جلتی ہوئی آگ کے سامنے رہنا ضروری قرار دیا تھا۔ عام طور پر آگ صندل کی لکڑیوں سے جلائی جاتی تھی اور اس کے سامنے عبادت کی جاتی تھی۔ بعد میں لوگوں نے ناسمجھی سے کام لیتے ہوئے آگ کو ہی خالق تصور کر کے اس کی پرستش شروع کر دی تھی۔"

عقبہ بن نافع مسکرایا اور کہنے لگا۔

"اگر تم تسلیم کرتے ہو کہ زردشت نے آتش پرستی کی تعلیم نہیں دی تھی تو پھر تم لوگ آگ کو کیوں پوجتے ہو؟ تم مجوسیوں کے مذہبی پیشوا ہو، تمہیں انہیں سمجھانا چاہئے کہ ساری کائنات اور ہر شے کا خالق صرف اللہ ہے اور صرف اس کی بندگی اور عبادت کی جانی چاہئے۔"

مغ اُداس اور پریشان ہو گیا تھا۔ کہنے لگا۔

"اگر میں اپنی قوم کے سامنے جا کر یہ الفاظ کہوں تو وہ مجھے قتل کر دیں گے۔ میں جانتا ہوں کہ آگ کی پوجا پاٹ غلط ہے۔ لیکن چونکہ یہ مذہب میں ایک رکن کی حیثیت سے جگہ پا گئی ہے لہٰذا مجھ جیسے ایک فرد کا اسے ختم کرنا مشکل اور ناممکن ہے۔ یہ جو لوگ میرے ساتھ آئے ہیں یہ میرے رازدار ہیں۔ جو گفتگو میں آپ سے کر رہا ہوں یہ واپس جا کر کسی سے بھی نہیں کہیں گے۔ اس موقع پر میں آپ سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ آپ وقتاً فوقتاً کبھی کبھی یا مستقل طور پر اپنے کچھ مبلغ ہماری بستیوں اور شہروں کی طرف روانہ کریں جو ان علاقوں میں لوگوں کو سچائی اور حقیقت کی طرف رہنمائی کریں۔ اگر ایسا ہو جائے تو میں سمجھتا ہوں لوگ آتش پرستی ترک کر کے خالق حقیقی کی عبادت کرنے لگیں گے۔"

(حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے بنی اسرائیل میں آگ کے دیوتا ملوک کی عبادت کی جاتی تھی۔ قدیم روما میں ہیٹسا کے معبد کے نام پر مقدس آگ ضرور جلتی تھی۔ یہ لوگ کہیں جاتے تو آگ ضرور ساتھ لے جاتے تھے۔ اسے آج بھی اولمپک کی آگ سے [illegible] کیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ قدیم سائبیریا کے غیر مہذب کوریان اور چھچی قبائل اور قدرے مہذب ...لیات قبائل آگ کے دیوتا کی پرستش کرتے تھے اور اس کے احترام میں آتش کدوں اور چولہوں کو گندگی سے پاک رکھتے تھے امریکہ اور میکسیکو کے اکثر قبائل بھی آگ کی پوجا کیا

کرتے تھے۔ قدیم یونانیوں کے ہاں بھی آگ تخلیق کا ذریعہ سمجھی جاتی رہی تھی۔ ایک عظیم
میرہ کلیٹس اس نظریے کا پرچار کیا کرتا تھا۔ یونانی دیو مالا میں پرولی تھیوس کا قصہ بھی ہے
جس نے انسان کو روشنی سے محروم اور دنیا کو تاریک دیکھا تو مقدس اولمپک کی آگ چرا کر
زمین والوں کے حوالے کر دی اور دیوتاؤں کی نظر میں معتوب ہوا۔

آگ صدیوں تک مذہب کا حصہ رہی ہے۔ دیوتاؤں کے حضور قربانی دینے کا وسیلہ
بھی آگ ہی ہوتی تھی۔ عہد نامہ عتیق میں بھی قربانی کی آگ کے کئی واقعات ملتے ہیں۔
کتابِ پیدائش میں ہابیل اور قابیل کی قربانی کا قصہ موجود ہے۔ ہابیل کی قربانی کو آگ
کے مقدس شعلے نے چھو کر جلا دیا تھا اور اسے قبول کر لیا تھا۔

آج بھی ہندو برہمنوں اور مجوسیوں کے ہاں قربانی کی آگ جلتی رہتی ہے۔ بھارت
میں کئی مندر اگنی دیوتا کے نام سے منسوب ہیں۔ اسی طرح کئی پارسیوں کے آتش کدے
ہیں جہاں ہر وقت آگ جلتی رہتی تھی)

غ کے اس مطالبے پر عقبہ بن نافع نے خوشی کا اظہار کیا اور کہنے لگا۔

"میں ضرور کچھ مبلغ مقرر کروں گا جو تم لوگوں کو اسلام کی تعلیمات سے روشناس
کریں گے۔ لیکن تم لوگ مل کر ان مبلغوں کا ساتھ دینا۔ شاید تم لوگوں کو یاد ہوگا کہ
ایران کے اندر وہ آگ جسے تم لوگ آتشِ زردتشت کے نام سے پکارتے تھے اور جو
ہزاروں سال سے جلتی رہی تھی، جب ہمارے نبی محترم ﷺ کی ولادت ہوئی تو آگ خود
بخود بجھ گئی تھی۔ تمہارے لوگ کہتے ہیں کہ وہ آگ زردشت کی جلائی ہوئی تھی۔ حالانکہ
ایسا نہیں تھا۔ زردشت کے نزدیک آگ کا وجود چند مقدس عناصر ہوا، مٹی، پانی اور آگ
میں سب سے زیادہ پاک اور مقدس تھا۔ اس لئے زردشت نے معبدوں میں آگ جلائی
تاکہ اس کے سامنے عبادت کی جائے۔ رفتہ رفتہ صرف آگ ہی عبادت کا محور بن کر رہ
گئی اور آگ کے خالق کو ایک طرف کر دیا گیا۔ یوں آتش زردشت کی وجہ سے پارسی
آتش پرست بن گئے۔"

عقبہ بن نافع کی اس گفتگو پر مغ خوش ہو گیا تھا۔ اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے
کہنے لگا۔

"آپ لوگ صاحب علم ہیں اور آپ کی گفتگو سن کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔ اب
مجھے واپس جانے کی اجازت دیجئے تاکہ میں اپنی قوم کو جا کر اس صلح کی خوشخبری دوں۔
ساتھ ہی آپ کے لئے خراج کی رقم کا بھی اہتمام کیا جائے۔"

جواب میں عقبہ بن نافع نے بھی خوشی کا اظہار کیا۔ مغ کو جانے کی اجازت دے
اس طرح جب مجوسیوں نے خراج دینے اور آنے والے دور میں مسلمانوں کا
بردار اور مطیع رہنے کا وعدہ کیا تب عقبہ بن نافع نے انہیں اپنے قلعوں میں حکمرانی
نے اور اپنی طرز پر زندگی بسر کرنے کی اجازت دے دی تھی۔

◎......◎

★★★

رومنوں کے دونوں سالاروں ہرکولیس اور اسارین نے اپنے لشکر کے ساتھ تلمسان شہر کے پشتی حصے میں جو کوہستانی سلسلہ تھا وہاں کھلے اور محفوظ میدان میں پڑاؤ کر رکھا تھا۔ وہاں قیام کئے دن پر دن گزرتے جا رہے تھے اور مسلمانوں کے تلمسان پر حملہ آور ہونے کے دور دور تک کوئی آثار دکھائی نہیں دیتے تھے۔ اس امر نے یقیناً ہرکولیس اور اسارین کے علاوہ ان کے چھوٹے سالاروں کو بھی پریشانی اور ایک طرح کی جستجو میں مبتلا کر کے رکھ دیا تھا۔ کچھ سالار یہ سوچنے لگے تھے کہ شاید مسلمانوں کو یہ خبر ہوگئی ہے کہ رومنوں کا ایک لشکر تلمسان والوں کی مدد کے لئے پہنچ گیا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں نے تلمسان کی طرف اپنی پیش قدمی کو روک دیا ہے یا مؤخر کر دیا ہے۔ کچھ سالار اس خیال کے بھی حامی تھے کہ شاید مسلمانوں کے سالار رومنوں کو تلمسان کے چکر میں ڈال کر کسی اور مہم کی ابتداء کر دیں۔ لیکن ہرکولیس اور اسارین دونوں ہی ان شکوک اور شبہات کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے۔

ایک روز شام کے قریب ہرکولیس اور اسارین دونوں اپنے کچھ چھوٹے سالاروں کے ساتھ اپنے پڑاؤ کا جائزہ لے رہے تھے کہ چند گھڑ سوار اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے وہاں آ کر رکے جہاں ہرکولیس اور اسارین اپنے چھوٹے سالاروں کے ساتھ کھڑے تھے۔ ان کے قریب آنے والے اپنے گھوڑوں سے اترے۔ انہیں دیکھتے ہوئے ہرکولیس اور اسارین کسی قدر پریشانی کا شکار ہو گئے تھے۔ پھر آنے والوں میں سے ایک ان کے قریب آیا اور دکھ بھرے انداز میں انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مسلمانوں کا کوئی لشکر اب تلمسان شہر کا رخ نہیں کرے گا۔ جو خبریں ہم لے کر آئے ہیں وہ بڑی دل شکن اور تکلیف دہ ہیں اور میں اور میرے ساتھی یہ سوچتے ہیں کہ شاید مسلمانوں نے ایسا سوچ سمجھ کر اور دانستہ طور پر کیا ہے۔

...ئی خبر یہ ہے کہ مسلمانوں نے افریقہ میں مجوسیوں کے چاروں بڑے قلعوں اور ...بنی سوں، دلیلی، مصامدہ اور زرہون کو فتح کر لیا ہے........“

...یہاں تک کہتے کہتے آنے والے اس مخبر کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی طرف ...تعجب سے دیکھتے ہوئے اسارین بول اٹھا تھا۔

”...یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ ہمیں تو یہ خبر دی گئی تھی کہ مسلمانوں کا لشکر تلمسان پر حملہ آور ...کے لئے قیروان سے کوچ کر چکا ہے اور آج تم یہ خبر لے کر آئے ہو کہ مسلمانوں ...مجوسیوں کے چاروں شہروں پر حملہ آور ہو کر انہیں فتح کر لیا ہے۔ اگر یہ حقیقت ہے تو ...مسلمانوں کی بہت بڑی کامیابی اور ہمارا انتہا درجہ کا نقصان اور زیاں ہے۔“

...اسارین جب خاموش ہوا تب ہرکولیس بھی کچھ کہنا چاہتا تھا کہ وہی مخبر پھر بول اٹھا۔

”...اس میں کوئی شک نہیں کہ جو خبر ہمارے پہلے مخبر لائے تھے وہ حقیقت اور سچائی پر ...یقیناً مسلمانوں کا سپہ سالارِ اعلیٰ عقبہ بن نافع ایک خاصا بڑا لشکر لے کر تلمسان پر ...آور ہونے کے لئے قیروان سے نکلا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے بڑے بڑے ...ان میں سے محمد بن اوس، زہیر بن قیس اور دوسرے اعلیٰ پائے کے سالار بھی تھے اور ...نے قیروان سے تلمسان کی طرف کوچ کیا تھا۔ کچھ فاصلہ بھی طے کیا تھا۔ پھر نجانے ...یہ ہوئی کہ مسلمانوں کا سالار اچانک پلٹا، تلمسان کا رخ کرنے کی بجائے اس نے ...ان کے چاروں شہروں کا رخ کر لیا تھا۔“

...اس کے بعد اس مخبر نے مجوسیوں اور مسلمانوں کے درمیان ہونے والی جنگ اور اس ...نتائج کی تفصیل ہرکولیس اور اسارین دونوں سے کہہ دی تھی۔

...وہ مخبر جب خاموش ہوا تب انتہائی مایوسی اور کسی قدر غصے میں ہرکولیس بول اٹھا۔

”اس کا مطلب ہے ہم نے یہاں قیام کر کے اپنا وقت ضائع کیا ہے اور اس میں ...مخبروں کی کوتاہی بھی پنہاں ہے۔ اگر مسلمانوں کا لشکر تلمسان کی طرف آنے کی ...مجوسیوں کے شہروں کا رخ کر گیا تھا تو اس کی خبر ہمیں بروقت ملنی چاہئے تھی۔ اب ...ہمیں یہ بتایا جا رہا ہے کہ مسلمان مجوسیوں پر حملہ آور ہوئے، ان کے لشکریوں کو ...شکست دی اور مجوسیوں نے انہیں خراج دینا قبول کر کے ان کی اطاعت اور ...فرمانبرداری اختیار کر لی ہے۔ اگر ایسا ہوا ہے تو افریقہ میں رومنوں کے مفادات کو پہلے کی ...نسبت زیادہ دھچکا لگا ہے۔ مجوسیوں کی ان صحراؤں کے اندر بڑی قوت اور طاقت تھی اور ...ہم سے تعاون ترک کر کے مسلمانوں کی اطاعت اور فرمانبرداری قبول کر لینا اس

بات کی نشاندہی ہے کہ افریقہ میں رومنوں کے مفادات ڈگمگانے لگے ہیں۔"
یہاں تک کہنے کے بعد ہرکولیس رکا، کچھ سوچا اس کے بعد وہ آنے والے مخبروں
مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔
"میرے عزیز بھائیو! اب یہ کہو کہ اس وقت مسلمانوں کا لشکر کہاں اور کس جگہ
ہے؟"
جواب دینے سے پہلے اس مخبر نے اپنا گلا صاف کیا، پھر وہ بول اٹھا۔
"مسلمانوں کے لشکر نے ابھی تک مجوسیوں کے شہروں کے قریب ہی پڑاؤ کر رکھا
ہے۔ مجوسی ان سے پورا پورا تعاون کر رہے ہیں، انہیں کمک اور ضروریات کا سامان
کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی انہیں خراج کی رقم ادا کرنے کی پیشکش کی جا چکی ہے۔ اس
بعد مسلمانوں کے سالار کے کیا ارادے ہیں، کچھ خبر نہیں۔ اس لئے کہ جب اس نے
مہم کی ابتداء کرنا ہوتی ہے یا کسی شہر پر حملہ آور ہونا ہوتا ہے تو وہ اپنے چند چیدہ
سالاروں کو اپنے پاس بلا کر بڑی رازداری سے اپنی منصوبہ بندی مکمل کر لیتا ہے۔ اور
کے بعد بڑی برق رفتاری سے اس پر عمل کرنے کا عادی ہے۔"
اس بار اسارین اس مخبر کو مخاطب کر کے بول اٹھا۔
"کیا تم بتا سکتے ہو کہ مسلمانوں کا سالار جو لشکر لے کر مجوسیوں پر حملہ آور ہوا
عددی لحاظ سے اس کی کیا کیفیت ہے؟"
جواب میں اس مخبر نے کچھ سوچا۔ شاید تخمینہ لگا رہا تھا۔ اس کے بعد کہنے لگا۔
"میرے خیال میں جس قدر لشکر اس وقت آپ دونوں سالاروں کے پاس
مسلمانوں کا لشکر بھی اتنا ہی ہوگا۔"
"کیا مجوسیوں کے پاس بڑا لشکر نہیں تھا؟ اور انہوں نے ڈٹ کر مقابلہ نہیں کیا"
اسارین نے غور سے مخبر کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔
"جہاں تک مجوسیوں کا تعلق ہے تو ان کے پاس مسلمانوں سے کہیں بڑا لشکر
لیکن مسلمانوں کے جنگ کرنے کا طریقہ نرالا، انوکھا اور عجیب ہے۔ میں یوں کہ
ہوں کہ باقی اقوام کے لشکری میدانِ جنگ میں کوشش کرتے ہیں کہ وہ کام نہ آئیں
اپنی زندگی بچا کر نکل جائیں۔ جبکہ مسلمان لشکری پچھلی صفوں سے اگلی صفوں کی
جاتے ہوئے بڑی بے تابی، بڑی فدا کاری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اپنی جان ہتھیلی
کر دشمن کے سامنے آتے ہیں اور فدا ہو جانے میں اپنی ذات پر فخر محسوس کرتے

ے ہاں ایسا نہیں ہوتا۔ اور پھر مسلمان لشکری موت سے نہیں ڈرتے۔ ان کے
یہ بات ڈال دی گئی ہے کہ موت خداوند قدوس کی طرف سے مقرر اور متعین
ب اس نے آنا ہے تو اس کو ٹالا نہیں جا سکتا۔ اس بناء پر مسلمان لشکری سر پر کفن
میدانِ جنگ میں اترتے ہیں اور ان کا ایک ایک لشکری ان کے دشمنوں کے پانچ
یوں پر بھاری ثابت ہو جاتا ہے۔
یوں سے مقابلے میں بھی یہی معاملہ ہوا۔ اگرچہ مجوسیوں نے مسلمانوں کا ڈٹ
کیا لیکن مسلمانوں نے ایسی جانثاری سے حملے کیے کہ مجوسیوں کی صفوں کی صفیں
نے الٹ کر رکھ دیں۔ مجوسیوں نے اپنے ایک قلعے میں اپنا ایک لشکر بھی محفوظ رکھا
اور جب انہوں نے دیکھا کہ ان پر مسلمانوں کی طرف سے دباؤ بڑھ رہا ہے تب
نے اس محفوظ لشکر کو بھی نکالا اور جنگ کی بھٹی میں جھونک دیا۔ لیکن ان کی بدقسمتی
اوہ محفوظ لشکر بھی انہیں شکست اور ہزیمت سے نہ بچا سکا۔ مسلمانوں نے میدانِ
ان کا خوب قتل عام کیا اور مجوسیوں کو جب یقین ہو گیا کہ شکست ان کا مقدر
ہے تو وہ بھاگ کر قلعہ بند ہو گئے۔ اس کے بعد ان کا مغ شہر سے نکلا اور صلح
بات کو آخری شکل دی گئی۔"
ر جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ ایک دوسرے کی طرف گہری
ے دیکھتے ہوئے ہرکولیس اور اسارین کچھ سوچتے رہے۔ اس کے بعد کسی نتیجے پر
ے بعد ہرکولیس بول اٹھا تھا۔
یرے خیال میں ہمیں اب مزید یہاں قیام کر کے وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔
اندازہ ہے کہ مسلمانوں کے سالار نے ہمیں چکمہ دیا ہے۔ اس نے شروع میں ہی
رکھا ہوگا کہ پہلے وہ تلمسان کا رخ کرے گا اور جب ہمارا کوئی لشکر تلمسان کے
ے لئے جائے گا تو وہ مڑ کر مجوسیوں کے شہروں پر حملہ آور ہو جائے گا۔ اور میں
ان کہ مسلمانوں کا سالار اپنی اس تدبیر میں کامیاب بھی ہوا ہے۔ لیکن ہم نے اس
بابا کو ختم کر کے اس کی کامیابیوں پر اپنی کامیابی کا قفل مسلط کرنا ہے۔
ں میں کوئی شک نہیں کہ مجوسیوں نے مسلمانوں کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار
ہوگی اور مسلمانوں کو خراج دینے کا بھی انہوں نے وعدہ کر لیا ہوگا۔ ایسا انہیں
ے کے بعد کرنا پڑا ہوگا اور شکست کے بعد انہیں ایسا کرنا بھی چاہئے تھا۔ اسی میں
ہزی، ان کا تحفظ تھا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ہرکولیس رکا، لمحہ بھر کے لئے اسارین کی طرف دیکھ
کہنے لگا۔

"میرے خیال میں ہمیں سب سے پہلے جو قدم اٹھانا ہوگا وہ یہ کہ یہاں سے
کرنے سے پہلے اپنے تیز رفتار قاصد مجوسیوں کی طرف بھجوانے چاہئیں اور انہیں کہ
چاہئے کہ ہمیں مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کے لئے بروقت پہنچنا چاہئے تھا لیکن
کی ستم ظریفی کہ ہم مسلمانوں کے چکمے میں آ گئے اور مسلمانوں کی تلمسان کی طرف
قدمی نے ہمیں دھوکے اور فریب میں ڈال دیا۔ ہم تلمسان میں پڑے رہ گئے اور مس
مجوسیوں پر حملہ آور ہو کر انہیں اطاعت پر مجبور کر گئے۔

مجوسیوں کو ہم یہ بھی ضمانت دیں گے کہ جو ہوا اس پر مٹی ڈال دی جائے او
والے دور میں بھی اور کسی وقت اگر مسلمانوں نے مجوسیوں کو اپنا ہدف بنانے کی کوش
تو رومنوں کو کچلنے کے بعد ہی مجوسیوں پر ضرب لگائیں گے۔ ہمیں کسی بھی صور
برداشت نہیں کرنا چاہئے کہ افریقہ کی سرزمینوں میں مجوسی مسلمانوں کے حلیف ہی نہ
کے فرمانبردار، اطاعت پیشہ اور خراج گزار بن جائیں۔ اس میں رومنوں کی عظیم
کی توہین ہی نہیں بلکہ رومنوں کی سلطنت کو افریقہ میں کمزور کرنے کے برابر ہ
چاہئے۔ جو قاصد ہم یہاں سے مجوسیوں کی طرف بھجوائیں گے ان کے ذریعے مجو
یقین دلائیں گے کہ ہمارا لشکر ان کے شہروں کا رخ کر رہا ہے۔ مسلمانوں نے اپ
چونکہ ان کے شہروں کے نواح ہی میں قیام کیا ہوا ہے لہذا ہم مجوسیوں کو مشورہ دیں
جونہی ہمارا لشکر مسلمانوں کے قریب پہنچے وہ بھی خم ٹھونک کر اپنے قلعوں سے باہ
جب ایک طرف سے مجوسی مسلمانوں پر ضرب لگائیں گے، دوسری طرف سے ہم
حملہ آور ہوں گے تو مسلمان اس طرح چکی کے دو پاٹوں میں پس کے رہ جائیں
شکست اٹھا کر قیروان کی طرف بھاگنے پر مجبور ہوں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد ہرکولیس رکا، کچھ سوچا اس کے بعد اسارین کی طرف
اور کہنے لگا۔

"اسارین! میرے بھائی! جو کچھ میرے ذہن میں تھا وہ میں نے کہہ دیا ہے
کہو، تم اپنا آخری فیصلہ اور منصوبہ بندی کیا پیش کرتے ہو؟"

جواب میں اسارین مسکرایا۔ کہنے لگا۔

"ہرکولیس! جو کچھ تم نے کہا ہے یوں جانو یہی میرے دل کی پکار اور آواز

ئی چاہتا ہوں۔"

کے علاوہ جب دوسرے سالاروں نے ہرکولیس کی اس تجویز سے اتفاق کیا
ارین
یس اور مخبروں نے اس پر اطمینان کا اظہار کیا تھا۔
کے بعد ہرکولیس اور اسارین دونوں حرکت میں آئے۔ پہلے انہوں نے تیز
مجوسیوں کی طرف روانہ کئے اور خود کوچ کی تیاری کرنے لگے۔ ان کا ارادہ تھا
صد کو روانہ کرنے کے بعد وہ آنے والی شب کو آدھی رات کے قریب مجوسیوں
روانہ ہوں گے تا کہ ان کے وہاں پہنچنے تک ان کے مخبر مجوسیوں کے سرکردہ
بات چیت کر کے انہیں گفتگو کے نتیجے سے آگاہ کر سکیں۔ چنانچہ یہ فیصلہ
کے بعد سب سے پہلے تیز رفتار قاصد مجوسیوں کی طرف روانہ کئے، اس کے بعد
اور اسارین اپنے دوسرے سالاروں کے ساتھ اپنے کوچ کی تیاریوں کو آخری
نے لگے تھے۔

بہ بن نافع نے اپنے سالاروں اور لشکر کے ساتھ ابھی تک مجوسیوں کے علاقے میں
کر رکھا تھا۔ ایک روز عقبہ بن نافع جب اپنے لشکریوں کے ساتھ مغرب کی نماز ادا
کے بعد فارغ ہوا تو ایک چھوٹے سالار کو حکم دیا کہ سارے سالار اس کے خیمے
وں۔ اس کا یہ حکم ملتے ہی چھوٹے بڑے سب سالار عقبہ بن نافع کے خیمے میں
گئے تھے۔

موقع پر سارے سالار ایک جستجو، ایک تجسس میں مبتلا تھے کہ عقبہ بن نافع کسی نئی
ابتداء کرنا چاہتا ہے یا مجوسیوں سے متعلق کوئی اور فیصلہ کرنے والا ہے۔ بہرحال
رے سالار اس کے خیمے میں جمع ہو گئے تب بڑے اطمینان اور سکون میں چند
عقبہ بن نافع اپنے سالاروں کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔
رے مخبر آج ایک نئی خبر لے کر آئے ہیں۔ اور میں امید بھی نہیں کر سکتا کہ ایسا
ہے۔"

بہ بن نافع کے ان الفاظ پر چھوٹے بڑے سبھی سالار چونکے تھے۔ یہاں تک کہ
نافع نے پھر کہنا شروع کیا۔
رے کچھ مخبروں نے یہ اطلاع دی ہے کہ سوس، مصامدہ، دلیلی اور زرہون کے
ک مدد کے لئے زاب کی سلطنت کے حکمران کے علاوہ قفصہ کے بادشاہ الیکس
اپنے لشکر بھیجے تھے تا کہ ہم لوگ مجوسیوں پر قابو نہ پا سکیں۔ اور جب ہم نے

مجوسیوں کو شکست دی تو شکست خوردہ مجوسی تو نزدیک ترین والے قلعے میں محصور ہو
تھے جبکہ زاب کے بادشاہ کے علاوہ قفصہ کے بادشاہ کے جو عساکر تھے وہ پہلے ہو
کے دوسرے قلعوں کی طرف بھاگے پھر وہاں سے اپنے اپنے علاقوں کی طرف کر
گئے۔ ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ کسی مناسب موقع
زاب کی سلطنت کے علاوہ قفصہ کے بادشاہ پر بھی ضربیں لگائیں گے۔ اول تو انہیں مو
اور فرمانبردار بنائیں گے۔ اور اگر انہوں نے ہماری اطاعت قبول کرنے سے انکار کر
پھر افریقہ کے دوسرے علاقوں کی طرح ان کی مملکتوں پر بھی قبضہ کر کے اپنی حکمرانی
شامل کر لیں گے۔ کیا اس سلسلے میں تم میں سے کسی کو کوئی اعتراض ہے؟"

عقبہ بن نافع کے اس سوال پر کچھ دیر تک محمد بن اوس، حنس بن عبداللہ، زہیر
قیس، نعیم بن حماد اور دوسرے سالار آپس میں مشورہ کرنے لگے تھے۔ ان سب
نمائندگی کرتے ہوئے زہیر بن قیس بول اٹھا تھا۔

"امیر! آپ کا کہنا درست ہے۔ زاب کی سلطنت کے علاوہ قفصہ کے حکمران
ہمیں ضرب ضرور لگانی چاہئے لیکن مناسب موقع پر۔ اس لئے کہ مجوسیوں کو ہم ا
سامنے زیر کر چکے ہیں۔ انہوں نے خراج دینے کا وعدہ کیا ہے۔ ساتھ ہی
اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کر رہے ہیں۔ میرے خیال میں آج نہیں تو کل یہ
کی پہلی قسط ادا کر دیں گے۔ اس کے بعد ہم سب کا خیال ہے کہ یہاں سے
رفتاری کے ساتھ کوچ کیا جائے اور زاب اور قفصہ پر حملہ آور ہونے سے پہلے تل
کا رخ کیا جائے۔"

زہیر بن قیس یہیں تک کہنے پایا تھا کہ رک گیا۔ اس لئے کہ عقبہ بن نافع کے
کچھ جوان نمودار ہوئے تھے۔ وہ مسلمانوں کے مخبر تھے۔ انہیں دیکھ کر عقبہ بن نا
نہیں، باقی سالار بھی چونکے تھے۔ چونکہ عقبہ بن نافع نے جب انہیں اندر آنے
کہا تو وہ خیمے میں داخل ہو کر ایک جگہ بیٹھ گئے۔ پھر انہیں عقبہ بن نافع نے مخاطب

"گو ہم سب ایک اہم موضوع پر گفتگو کر رہے تھے لیکن تمہاری آمد بھی بڑی ا
حامل ہے۔ کہو، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

اس پر آنے والوں میں سے ایک عقبہ بن نافع کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر! رومنوں کو شروع میں یہ خبر پہنچی تھی کہ ہم تلمسان پر حملہ آور ہونے وا
لہٰذا انہوں نے اپنے دو سالاروں ہرکولیس اور اسارین کی سرکردگی میں ایک بہت

والوں کی مدد کے لئے روانہ کیا تھا۔ رومنوں کا وہ لشکر تلمسان کی پشت پر جو
سلسلہ ہے اس کے اندر کئی دن تک پڑاؤ کئے رہا۔ پھر اچانک ان کے مخبروں نے
ع دی کہ مسلمان تلمسان کو فراموش کر کے مجوسیوں کے شہروں پر حملہ آور ہوئے
وسیوں کے لشکر کو شکست دے کر انہیں اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا لیا ہے۔ لہٰذا اس
رومنوں کے دونوں سالاروں ہرکولیس اور اسارین کو حیران اور ششدر کر کے رکھ
چنانچہ وہ اپنا لشکر لے کر تلمسان سے نکلے ہیں اور ان علاقوں کا رخ کر رہے
پ آگے آگے انہوں نے اپنے کچھ قاصد بھی پارسیوں کی طرف روانہ کئے ہیں
ے بات کر کے ہمارے خلاف ایک محاذ بنایا جائے۔ رومن چاہتے ہیں کہ باہر
م پر حملہ آور ہوں اور اپنے قلعوں سے نکل کر مجوسی ہم پر ضرب لگائیں۔ اس طرح
لوں کے باعث مسلمانوں کو شکست سے دوچار کیا جائے۔"

ں تک کہنے کے بعد مخبر جب رکا تب پہلے تو عقبہ بن نافع نے آنے والے ان
شکریہ ادا کیا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

زیز ساتھیو! اب تم سب جا کر آرام کرو۔ اس کے بعد حسب سابق اپنے کام میں
۔ میں نے اپنے سارے سالاروں کو جو اپنے خیمے میں جمع کیا ہے تو اب میں ان
تلمسان کے متعلق ہی فیصلہ کروں گا۔"

۔بن نافع کے کہنے پر وہ مخبر خیمے سے نکل گئے تھے اور ان کے جانے کے بعد
کچھ دیر خاموشی رہی۔ یہاں تک کہ عقبہ بن نافع نے پھر اپنے سالاروں کو مخاطب
ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

ر رومنوں کا لشکر ہرکولیس اور اسارین کی سرکردگی میں تلمسان سے ان علاقوں کا
ا ہے تو ہم رومنوں کو مزید حیرت اور تجسس میں ڈالیں گے۔ آج ہی رات عشاء
ہم یہاں سے کوچ کریں گے اور تلمسان کا رخ کریں گے۔ رومنوں کا لشکر یقیناً
راہ پر سفر کرتے ہوئے مجوسیوں کے شہروں اور قلعوں کا رخ کرے گا جو کاروانی
تا ہے اور جس پر عموماً قافلے اور مسافر سفر کرتے ہیں لیکن ہم اس شاہراہ کا رخ
یں گے۔ اس شاہراہ کے متوازی صحرا کے اندر رہتے ہوئے انجانے راستوں پر
ئے ہم تلمسان کا رخ کریں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ جس وقت رومنوں کا لشکر
یوں کے شہروں کے پاس پہنچے اس وقت تک ہم صحرا کے اندر یلغار کرتے ہوئے
ما رفتاری کے ساتھ اپنے سامنے مسافتوں کو سمیٹتے ہوئے تلمسان پہنچ جائیں۔

رومنوں کے لشکر نے مجوسیوں کے ہاں ہی قیام کیا ہوا ہو تو ہم تلمسان پر قبضہ کرنے
کامیاب ہو جائیں گے۔ اگر ہم ایسا کر گزریں تو ساتھیو! یاد رکھنا یہ ہماری طرف
رومنوں کی کمر پر ایک کاری ضرب ہو گی۔ اس کے علاوہ تلمسان ایک اہم شہر ہے اور ا
پر قبضہ کرنے سے نہ صرف ہمارے علاقوں میں اضافہ ہو گا بلکہ ہماری دفاعی حیثیت
مضبوط اور مستحکم ہو کر رہے گی۔"

عقبہ بن نافع کے سارے سالاروں نے عقبہ بن نافع کی تجویز سے اتفاق کیا تھا۔
کے بعد عقبہ بن نافع کچھ دیر سوچتا رہا۔ یہاں تک کہ پھر استفہامیہ انداز میں اس
اپنے سالاروں کو مخاطب کیا۔

"عزیز ساتھیو! یہ کہو کہ مجوسیوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ جس وقت
اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرتے ہیں اور تلمسان کا رخ کرتے ہیں اور ہماری جگہ
رومنوں کا لشکر پہنچتا ہے تو کیا ہمارے جانے کے بعد یہ مجوسی رومنوں کے ساتھ اتحاد ک
گے؟ اور جو خراج دینے کا وعدہ انہوں نے ہم سے کیا ہے اس پر قائم رہیں گے
جائیں گے؟ پہلے میرا ارادہ تھا کہ خراج کی رقم وصول کرنے کے بعد یہاں سے اپ
کے ساتھ کوچ کریں۔ لیکن اب حالات چونکہ تبدیل ہو گئے ہیں لہٰذا آج ہی رات
یہاں سے کوچ کرنا ہے اور تلمسان کا رخ کرنا ہے۔ میرا خیال ہے کہ تلمسان کو فتح
کے بعد اپنے کچھ قاصد مجوسیوں کی طرف روانہ کیے جائیں اور ان سے خراج ک
مطالبہ کیا جائے۔ پھر دیکھیں گے کہ رومنوں کے یہاں آنے کے بعد ان مجوسیوں ک
عمل ہوتا ہے۔"

عقبہ بن نافع کی اس تجویز سے سب سالاروں نے اتفاق کیا تھا۔ اس کے
بن نافع اٹھ کھڑا ہوا۔ سارے سالاروں کے ساتھ باہر آیا۔ کھانے کا اہتمام کیا گ
کے بعد لشکر گاہ کی ہر چیز کو سمیٹ کر آندھی اور طوفان کی طرح عقبہ بن نافع تلمسا
کر رہا تھا۔

◎.....◎

★★★

آئینے کی طرح پُرسکون، محبت کی راہ گزر سی آسودہ، حُسن کی تزئین اور حقائق آشنا
بھی مطمئن رات اپنے انجام کی طرف بڑی تیزی سے بھاگتی چلی جا رہی تھی۔
سمت زمزمہ ریز پلکوں اور غزل خواں نگاہوں جیسی خاموشی لاشعور کے کشکول،
بھری صداؤں جیسی چپ اور تازہ ہواؤں کے مرمریں جھونکوں اور دوریوں کی
جیسا سکوت چھایا ہوا تھا۔

سان شہر میں جو محافظ لشکر تھا چند روز پہلے تک وہ لشکر بڑا مستعد اور چوکنا رہتا تھا۔
کہ انہیں مسلمانوں کے حملوں کا ہر وقت خطرہ لاحق رہتا تھا اور جب تک رومن
نے تلمسان شہر کے قریب ہی کوہستانی سلسلوں کے اندر اپنا پڑاؤ کر رکھا تھا اس
تلمسان شہر کے لوگ اور محافظ لشکر بھی ہمہ وقت چوکنے رہتے تھے تاکہ مسلمان اگر
اچانک حملہ آور ہو جائیں تو شہر کے اندر سے وہ پورا پورا دفاع کر سکیں۔ لیکن
یہ خبر ہوئی کہ مسلمانوں نے اب تلمسان کو اپنا ہدف بنانا ترک کر دیا ہے، ساتھ
رومن سالار بھی تلمسان سے ملحقہ کوہستانی سلسلوں کے اندر سے اپنے لشکر کو ہٹا
کے قلعے کی طرف چلے گئے تھے تب تلمسان کے لوگ بھی معمول کے مطابق
ت کا آرام کرنے لگے تھے۔

رات بھی تلمسان شہر کی فصیل کے اوپر اِکا دُکا پہرے دار حفاظت کے فرائض
رہے تھے۔ تاہم برجوں کے اندر روشنی کا پورا سامان تھا۔ جہاں کچھ مسلح جوان
اور ٹہلتے ہوئے چاروں طرف نگاہ رکھے ہوئے تھے وہاں شہر کی فصیل کے اوپر
بنے ہوئے تھے ان کے اندر بھی ان گنت لشکری آرام کر رہے تھے تاکہ بوقت
بھی اٹھ کر شہر کی حفاظت کا سامان کر سکیں۔

مسلمانوں کا ایک لشکر جس کی کمانداری محمد بن اوس کر رہا تھا، شہر کے شمالی

حصے میں نمودار ہوا اور نمودار ہوتے ہی محمد بن اوس شہر کی فصیل پر بے وفائی کے کرب
منسوب کرتے پروان چڑھتے تہور، خواب و تخیل کو بے ربط کر دینے والے تیزی سے
عداوت کے سایوں اور زیست کے قہر کا عذاب کھڑا کر کے ہر حصار کو ریزہ ریزہ
عداوتوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

محمد بن اوس نے یہ حملہ چونکہ شہر کی شمال کی جانب سے کیا تھا لہٰذا اس کے حملہ
ہوتے ہی فصیل کے اوپر پہرہ دینے والے لشکری زور زور سے پکارتے ہوئے برجوں
اندر آرام کرنے والے اپنے ساتھیوں کو چوکنا کر رہے تھے جس کے نتیجہ میں برجوں
اندر سوئے ہوئے سارے لشکری اپنے آپ کو مسلح کر کے بڑی تیزی سے شہر پناہ کے
حصے کی طرف بڑھے تھے تاکہ اپنا دفاع کر سکیں۔

محمد بن اوس اور اس کے لشکری ڈھالوں کی آڑ میں بار بار شہر کی فصیل کی ا
آتے۔ قریب آ کر تیر اندازی کرتے اور دوبارہ ڈھالوں کی اوٹ میں ہی پیچھے
جاتے تھے۔ اس طرح کے حملوں میں فصیل کے اوپر پہرہ دینے والے دشمن کے لشکر
کا خاصا نقصان ہوا۔ اس لئے کہ وہ مسلمانوں کے تیروں کا نشانہ بن گئے تھے جبکہ
شہر پناہ کے محافظوں نے مسلمانوں پر چلائے تھے ان سے مسلمانوں کا کوئی نقصا
ہوا۔ اس لئے کہ حملہ آور ہونے والے مجاہد اپنے آپ کو ڈھالوں کی اوٹ میں
ہوئے تھے۔

جس وقت شہر پناہ کے شمالی حصے میں محمد بن اوس نے دشمن کی فصیل کے او
قوت کو پوری طرح اپنے ساتھ مصروف کر لیا تھا عین اسی لمحہ شہر پناہ کی جنوبی سمت
باقی لشکر کے ساتھ عقبہ بن نافع حرکت میں آیا۔ بڑی برق رفتاری، بڑی تیزی کے
وہ سوال بن کر الجھتی عذاب رُتوں، دُکھ کے استعاروں کو تعبیر کے دکھ میں بدلتے
کے ہولناک سراب اور بوڑھی زمین کے سینہ میں پیوست ہو جانے والی زہر آلود
کرنوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اس وقت شہر پناہ کے جنوبی حصہ میں پہرہ دینے والے لشکریوں کی تعداد کم
عقبہ بن نافع کے لشکر کا ایک خاصا بڑا حصہ شہر پناہ پر چڑھنے میں کامیاب ہو گیا
وقت وہاں جو دشمن کے لشکری پہرہ دے رہے تھے، مسلمان مجاہدوں نے ایک لمحے
کا صفایا کر دیا تھا۔ پھر وہ نیچے اترے اور شہر پناہ کا جنوبی دروازہ انہوں نے کھول دیا
اسی دوران شہر کے اندر شور اٹھ کھڑا ہوا کہ مسلمان جنوبی دروازے سے شہر

ہیں۔ یہ آوازیں جب فصیل کے اوپر سنائی دیں تب تلمسان کا وہ لشکر جو شہر پناہ کے
حصے میں محمد بن اوس کے ساتھ الجھا ہوا تھا اس نے محمد بن اوس کے ساتھ ٹکراؤ ترک
کیا اور بڑی تیزی سے سیڑھیاں اتر کر شہر کی طرف بڑھ گئے تاکہ شہر کے اندر جو محافظ
ہے اس کے ساتھ مل کر شہر کے اندر داخل ہونے والے لشکریوں کو نکال باہر کریں۔
ان کی بدقسمتی جونہی شہر پناہ کا شمالی حصہ انہوں نے خالی کیا، محمد بن اوس کے لشکری
میں آئے۔ رسوں کی سیڑھیوں سے وہ شہر پناہ پر چڑھے، نیچے اترے اور شہر کا شمالی
زہ انہوں نے کھول دیا۔ اس طرح محمد بن اوس اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ شہر پناہ
شمالی حصے میں تلمسان میں داخل ہوا تھا۔

تلمسان کے قریب آ کر عقبہ بن نافع نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔
حصہ اپنے پاس رکھا تھا اور دوسرا محمد بن اوس کی سرکردگی میں دیا تھا۔ لہٰذا اب
ت حال یہ تھی کہ آدھے لشکر کے ساتھ عقبہ بن نافع جنوبی دروازے سے اندر داخل
تھا اور باقی لشکر کے ساتھ محمد بن اوس تلمسان کے شمالی دروازے سے شہر میں داخل
چکا تھا۔

چنانچہ شہر کے اندر جب یہ خبریں گردش کرنے لگیں کہ مسلمان صرف جنوبی دروازے
ہی شہر میں داخل نہیں ہوئے بلکہ ان کا ایک لشکر شمالی دروازے سے بھی شہر میں داخل
ر جنوب کی طرف پیش قدمی کئے ہوئے ہیں۔ یہ خبریں یقیناً شہر کے محافظ لشکر کے لئے
ناک تھیں۔

چنانچہ شہر کے اندر جو دشمن کے سالار تھے انہوں نے اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر
شمال اور جنوب میں دفاع کرنا چاہا۔ کچھ دیر تک شہر کے اندر شہر کے محافظ لشکری
عداوت بھرے گھپ اندھیروں میں پیچ در پیچ قہر کے سلسلوں، برق و باراں کے ہیجان،
الدیاس کی یورش اور حدت کے بھونچال کی طرح حملہ آور ہوتے رہے لیکن ان کے
حملوں کا کوئی ردعمل ظاہر نہ ہوا۔ شمال اور جنوب دونوں سمتوں سے مسلمانوں نے اپنی
پیش قدمی جاری رکھی۔

شہر کے اندر کچھ دیر تک ہولناک ٹکراؤ جاری رہا۔ مسلمان لشکری سراسیمہ اور حیران کر
دینے والے ابرِ نیساں میں گونجتے محبتوں کے گیتوں، خیالات کے گلابوں میں احساسات
کے شباب کھڑے کرتے کیمیائی لفظوں کی اُڑان کی طرح آگے بڑھتے رہے۔ یہاں تک
کہ شہر کے محافظ لشکر کا مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا۔ اور جب سورج نے مشرق سے طلوع

ہوتے ہوئے زمین کے سینوں کو جھانکنا شروع کیا اس وقت تک مسلمان تلمسان کو فتح کر
کے اس پر قبضہ کر چکے تھے اور اب عقبہ بن نافع اپنے سالاروں کے ساتھ شہر کے نظم انتظام
کو درست کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔

اسی روز عقبہ بن نافع، محمد بن اوس، زہیر بن قیس، حنس بن عبداللہ، نعیم بن حماد اور
دوسرے چھوٹے بڑے سالار جب مغرب کی نماز سے فارغ ہوئے سب سے پہلے عقبہ
بن نافع کی نگاہ رولسن پر پڑی۔ وہ عمیر بن صالح کے ساتھ ان کی طرف آ رہا تھا۔ اس
موقع پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے عقبہ بن نافع نے محمد بن اوس اور نعیم بن حماد دونوں کی
طرف دیکھا پھر انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے عزیز بھائیو! اگر میری نگاہیں دھوکا نہیں کھا رہیں تو کیا ہمارے سامنے عمیر
بن صالح کے ساتھ مارٹینا کا بھائی رولسن نہیں آ رہا؟"

رولسن کا نام سن کر محمد بن اوس اور نعیم بن حماد دونوں چونکے تھے۔ انہوں نے جب
سامنے دیکھا تو واقعی عمیر بن صالح اور رولسن تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے انہی کی طرف آ
رہے تھے۔ قریب آ کر دونوں نے سب کے ساتھ مصافحہ کیا۔ اس موقع پر محمد بن اوس،
رولسن کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی عقبہ بن نافع بول اٹھا
اور رولسن کو اس نے مخاطب کیا۔

"رولسن! میرے عزیز بھائی! پہلے یہ بتا کہ تیری گمشدگی کی خبر گزشتہ کئی ماہ سے اڑی
ہوئی ہے۔ اور تیرے ساتھ یہ خبر بھی وابستہ ہے کہ تیرے ساتھ سیکا اور ہماری بہن
فلورنس بھی جا چکی ہے۔ میرے عزیز بھائی! اب بتا حقیقت کیا ہے؟"
اس موقع پر رولسن نے ایک غائر نگاہ محمد بن اوس اور نعیم بن حماد دونوں پر باری باری
ڈالی۔ اس کے بعد وہ کہنے لگا۔

"امیر! بات یہ ہے کہ سیکا کے بھائی جسٹین اور فلورنس کے باپ گریگوری کو پتہ چل
گیا تھا کہ وہ دونوں مسلمانوں کے لئے جاسوسی کرتی ہیں۔ ان پر یہ بھی انکشاف ہو گیا تھا
کہ سیکا امیر محمد بن اوس اور فلورنس نعیم بن حماد کو پسند کرتی ہیں۔ امیر! آپ جانتے ہیں
کہ قرطاجنہ کے بڑے کلیسا کا بشپ پولوس میری بہن مارٹینا کے پیچھے پڑا ہوا تھا۔ وہ اسے
اپنے کلیسا کی خدمت پر مامور کرنا چاہتا تھا۔ حقیقت میں میری بہن کی خوبصورتی سے متاثر
تھا۔ پہلے میری بہن روپوش ہو گئی۔ پھر یہاں آپ لوگوں کے پاس آ گئی۔ لیکن پولوس نے
برابر اپنے آدمیوں کے ذریعے مارٹینا کی تلاش کا سلسلہ جاری رکھا۔ پھر اسے ہم پر شک ہو

کہ ہمارے تعلقات مسلمانوں سے ہیں اور یہ کہ میں سیکا اور فلورنس کے ساتھ مل کر
لوں کے ساتھ تعلقات قائم کئے ہوئے ہوں اور جاسوسی بھی کرتا ہوں۔ چنانچہ اس
حقیقت میں بدلنے کے لئے پولوس نے میرے باپ کو گرفتار کرا لیا۔ پہلے تو میرا
انکار کرتا رہا اور کوئی بات نہ مانی۔ لیکن جب حد سے زیادہ سختی کی گئی تو اس نے سب
اگل دیں۔ مجھے جب اس کا پتہ چلا تو میں نے فی الفور سیکا اور فلورنس سے رابطہ
کیا۔ وہ اس روز وقت سے پہلے گھڑ دوڑ کے لئے نکلیں۔ چنانچہ میں ان دونوں کو لے
رب کی طرف روانہ ہوا۔

ہم بڑی تیزی سے بلکہ یوں جانیں کہ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے
ں کے اندر مغرب کی طرف گئے تھے۔ مشرق کا رخ میں نے اس لئے نہیں کیا تھا
ذن ہم تینوں کی گمشدگی پر یقیناً دو راستوں کو اختیار کریں گے۔ ایک مشرق اور دوسرا
۔ جنوب میں چونکہ شہر قیروان ہے چنانچہ انہیں یقین ہوتا کہ میں سیکا اور فلورنس
بہنوں کو لے کر جنوب کی طرف قیروان کا رخ کئے ہوئے ہوں لہٰذا میں جنوب کی
نہیں گیا۔ دوسری سمت مشرق رہتی تھی، وہ بھی ان کی نگاہوں میں مشکوک ہوتی کہ
کی طرف مسلمانوں کی مملکت ہے، ہو سکتا ہے میں مسلمانوں کے علاقوں کی طرف
نکڑا ہوا ہوں گا۔ لہٰذا اس سمت بھی وہ اپنے مسلح جوان ہماری تلاش میں بھجواتے۔
اور میں نے مغرب کا رخ کیا تھا۔ ہم تینوں بہن بھائی پوری رات بڑی برق
اسے بھوکے پیاس سفر کرتے رہے یہاں تک کہ صحرا کے اندر ہم نے ایک گمنام بستی
ک سرائے کے اندر قیام کر لیا۔
اس سرائے میں ہم تینوں صبح کا سورج طلوع ہونے سے پہلے داخل ہوئے تھے۔ لہٰذا
دونوں بہنوں سیکا اور فلورنس پر کسی کی نگاہ نہیں پڑی تھی۔ چنانچہ اس سرائے میں ہم
قیام کر لیا۔ دن کے وقت ہم تینوں باہر نکلتے ہی نہیں تھے۔ رات کے وقت سیکا اور
مردانہ لباس پہن کر میرے ساتھ گھڑ دوڑ کے لئے نکلتی تھیں۔ اس طرح ان کی ہوا
بھی ہو جاتی تھی اور آس پاس کے علاقوں کا ہم جائزہ بھی لے لیتے تھے۔
اس قیام کے دوران مجھے یہ پتہ چلا کہ کم از کم ہم تلمسان شہر کے قریب ہیں۔ اسی
یہ خبریں اڑنا شروع ہوئیں کہ مسلمان تلمسان پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ یہ خبر
سیکا، فلورنس اور میں نے سنی تو ہماری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ چنانچہ میں نے تہیہ
تھا کہ جب آپ تلمسان شہر پر حملہ آور ہوں گے تو میں فوراً آپ سے رابطہ قائم

کروں گا اور سینکا اور فلورنس کی حفاظت کا سامان کروں گا۔

لیکن ہماری بدقسمتی کہ اس کے چند ہی دن بعد یہ خبریں آنی شروع ہوئیں کہ مسلمانوں نے تلمسان پر حملہ آور ہونے کے اپنے ارادے کو مؤخر کر دیا ہے اور اب انہوں نے پارسیوں کے چار قلعوں کو اپنا ہدف بنا لیا ہے۔ اس حقیقت نے مجھے، سینکا اور فلورنس کو بڑا مایوس کیا تھا۔

میرے لئے دشواری یہ تھی کہ میں اپنی دونوں بہنوں کو لے کر اس سرائے سے نکل بھی نہیں سکتا تھا۔ مجھے خطرہ تھا کہ کہیں ہم رومنوں کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔ اس لئے کہ رومنوں کے جاسوس اور ان کے مسلح جوان ہم تینوں کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ لہٰذا ہم تینوں نے صرف خاموشی اختیار کر لی اور وقت کا انتظار کرنے لگے۔

اب پھر جب گرد و نواح میں یہ خبر اُڑی کہ مسلمان تلمسان پر حملہ آور ہوئے ہیں میں وقت ضائع کئے بغیر آپ کی طرف چلا آیا۔ اب میری آپ سے گزارش ہے کہ میرے ساتھ کچھ مسلح جوان بھجوائیں تاکہ سینکا اور فلورنس کو حفاظت سے نکال کر یہاں لا جاسکے۔"

رولسن کے اس انکشاف پر سب خوش تھے۔ محمد بن اوس اور نعیم بن حماد بھی بے خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ اس موقع پر محمد بن اوس نے رولسن کو مخاطب کیا۔

"رولسن! میرے عزیز بھائی! وہ سرائے یہاں سے کتنی دور ہو گی جہاں تم نے سے اور فلورنس کے ساتھ قیام کر رکھا ہے؟"

رولسن نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر کہنے لگا۔

"امیر! سرائے یہاں سے دور نہیں، چند میل ہی کے فاصلے پر ہے۔"

رولسن کے ان الفاظ کا جواب محمد بن اوس دینا ہی چاہتا تھا کہ عقبہ بن نافع بول اٹھ

"محمد بن اوس! اور نعیم بن حماد! میں چاہوں گا کہ تم دونوں خود کچھ مسلح دستے لے اس سرائے کی طرف جاؤ اور اپنی حفاظت میں سینکا اور فلورنس کو یہاں لے آؤ۔ ساتھ میں تم سے یہ بھی کہوں کہ جونہی سینکا اور فلورنس یہاں پہنچیں گی ان کی مرضی، ان رضامندی جاننے کے بعد میں یہ بھی چاہوں گا کہ آج رات ہی تم چاروں کی شادی اہتمام کر دیا جائے۔ اس طرح وہ دونوں تم دونوں کی بیویوں کی حیثیت سے تمہا ساتھ رہ سکیں گی۔ تم دونوں کے لئے انہوں نے بڑی اذیتیں اٹھائی ہیں۔ میں سمجھتا یہ ان کی بڑی مہربانی ہے کہ قرطاجنہ شہر میں رہتے ہوئے بڑی جرأت مندی کا اظہ

ہمارے لئے خبریں فراہم کرتی رہی ہیں۔ میرے دونوں عزیز بھائیو! اب وقت کرو، چند دستوں کو اپنے ساتھ لو اور رولسن کے ساتھ اس سرائے کی طرف جاؤ اور سینکا اور فلورنس کو باحفاظت لے کر آؤ۔"

اس موقع پر زہیر بن قیس بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے محمد بن اوس اور نعیم بن مخاطب کر کے کہنے لگا۔

تم دونوں بھائی اپنی رہائش گاہ کی طرف جاؤ، اپنا لباس تبدیل کر کے جنگی لباس اتنی دیر تک میں ان مسلح دستوں کو تیار کرتا ہوں جنہوں نے تمہارے ساتھ کوچ ہے۔"

عقبہ بن نافع کے علاوہ محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نے بھی اتفاق کیا تھا۔ دونوں نے رہائش گاہ کی طرف جا کر جنگی لباس تبدیل کیا۔ اس کے بعد زہیر بن قیس نے جو ان کے ساتھ جانے کے لئے تیار کئے تھے انہیں رولسن کے ساتھ لے کر محمد بن اوس نعیم بن حماد اس سرائے کی طرف کوچ کر گئے تھے جس میں سینکا اور فلورنس نے قیام کر

◎......◎

★★★

سرائے میں داخل ہونے کے بعد رولسن نے ایک کمرے کے دروازے پر ہلکی دستک دی تھی۔ پہلی دستک پر خاموشی رہی۔ دوسری دستک پر بھی چپ طاری رہی۔ تیسری دستک پر آخر فلورنس نے بڑے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"کون ہے؟"

جواب میں رولسن کی مسکراتی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔

"میری بہن! میں رولسن ہوں۔ دروازہ کھولو"

اس کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا۔ سیکا اور فلورنس دونوں اس وقت دروازے کے سامنے کھڑی تھیں۔ رولسن جب کمرے میں داخل ہوا تب وہ بڑی بے چینی اور بے تابی میں اس کی طرف دیکھے جا رہی تھیں۔ کچھ دیر تک تحیر خیز انداز میں دونوں اس کی طرف دیکھتی رہیں پھر سیکا نے مایوس کن انداز میں رولسن کو مخاطب کیا۔

"رولسن! میرے بھائی! تم اکیلے گئے تھے اور اکیلے ہی لوٹ آئے ہو۔ تمہارے ساتھ نہ امیر محمد بن اوس ہے اور نہ میرا بھائی نعیم بن حماد۔ کیا ان سے تمہاری ملاقات نہیں ہوئی؟ کیا مسلمانوں کا لشکر تلمسان کو فتح کرنے کے بعد واپس جا چکا ہے؟ رولسن! میرے عزیز بھائی! اگر ایسا ہے تو میں سمجھتی ہوں یہ ہماری بدقسمتی ہے۔ ایسی صورت میں تو ہم کبھی اس سرائے سے نکل کر قیروان میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سیکا جب خاموش ہوئی اور اس کے چہرے پر تفکرات نمودار ہو گئے تب رولسن مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"سیکا! میری عزیز بہن! آپ دونوں مجھے تو بولنے کا موقع ہی نہیں دے رہیں۔ اپنے ہی تفکرات کا اظہار کر رہی ہیں۔ یہ تفکرات بے بنیاد ہیں۔ میں اکیلا گیا تھا۔ واپس اکیلا نہیں آیا۔ ہم تینوں کے لئے پہلی خوشخبری یہ ہے کہ مسلمانوں نے تلمسان شہر فتح کر

اور امیر عقبہ بن نافع نے اپنے سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ اس وقت تلمسان ہی میں قیام کر رکھا ہے۔

اور آپ دونوں کے لئے دوسری اور سب سے بڑی خوشخبری یہ ہے کہ میں اکیلا نہیں میرے ساتھ امیر محمد بن اوس اور نعیم بن حماد دونوں ہیں۔ وہ اپنے ساتھ کچھ مسلح جوان بھی لے کر آئے ہیں۔ اس وقت نعیم بن حماد نے اس سرائے کے اطراف میں مسلح جوان پھیلا رکھے ہیں جبکہ کچھ مسلح جوانوں کے ساتھ محمد بن اوس اس وقت سرائے کے صحن میں موجود ہے۔ ہمارے پاس کوئی زیادہ سامان بھی نہیں ہے۔ آپ کے پاس ایک فالتو کپڑا ہے جو آپ دھو دھو کر پہنتی رہی ہیں۔ میرے پاس بھی ایک ہی فالتو کپڑا ہے۔ میری دونوں بہنو! آؤ اپنا سامان سمیٹیں اور سرائے کے صحن کی طرف چلیں جہاں محمد بن اوس بڑی بے چینی سے ہم تینوں کا انتظار کر رہے ہیں۔"

رولسن کے ان الفاظ نے سیکا اور فلورنس کی خوشیوں کو دوبالا کر دیا تھا۔ دونوں پہلے تو خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کچھ دیر ایک دوسرے کی طرف دیکھتی رہیں، پھر نگاہوں ہی نگاہوں میں اشارہ کر کے آگے بڑھیں اور ایک دوسرے سے لپٹ کر خوشی اور مسرت کا اظہار کرتی رہیں۔ پھر اپنا سامان انہوں نے سمیٹا اور رولسن کے ساتھ ہو لیں۔

جب وہ سرائے کے صحن میں آئیں تو انہوں نے دیکھا صحن میں جلتی مشعلوں کی روشنی میں محمد بن اوس ایک جگہ کھڑا تھا اور اس کے دائیں بائیں مسلح جوان مستعد اور بالکل تیار کھڑے تھے۔

محمد بن اوس کو دیکھتے ہوئے سیکا کی خوشیوں کی انتہا نہ تھی۔ فلورنس بھی خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ دونوں تیز تیز چلتی ہوئی محمد بن اوس کے قریب گئیں۔ پھر سیکا نے محمد بن اوس کو مخاطب کرنے میں پہل کی۔

"امیر! آپ کیسے ہیں؟"

محمد بن اوس مسکرایا اور کہنے لگا۔

"تم دونوں کو مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں کہ میں کیسا ہوں۔ بلکہ مجھے تم دونوں سے پوچھنے کی ضرورت ہے کہ تم دونوں کیسی ہو؟ اس لئے کہ تم دونوں نے رولسن کے ساتھ بڑی اذیت کے دن گزارے ہیں۔ بہرحال ان دنوں کا اب خاتمہ ہوا۔ اب تم ہمارے ساتھ آؤ۔"

اس کے بعد سیکا اور فلورنس چپ چاپ محمد بن اوس کے ساتھ ہو لیں۔ جو مسلح دستے وہاں

پھیلے ہوئے تھے وہ ان کے پیچھے پیچھے ہو لئے تھے۔ جب وہ باہر نکلے تو ایک جگہ نعیم
حماد کھڑا ان دونوں کو دیکھتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ سیکا اور فلورنس نے آگے بڑھ کر نعیم
حماد کا بھی احوال پوچھا۔ اس کے بعد محمد بن اوس سیکا اور فلورنس کی طرف دیکھتے ہو
کہنے لگا۔

''تم دونوں کے پاس گھوڑے ہیں یا میں ان کا اہتمام کروں؟''

محمد بن اوس کے ان الفاظ پر رولسن چونکا تھا۔ پھر کہنے لگا۔

''میں بھی کتنا احمق ہوں۔ اپنا گھوڑا تو لے کر میں آپ کے ساتھ باہر نکل آیا،
جبکہ میری دونوں بہنوں کے گھوڑے اصطبل میں ہی بندھے ہوئے ہیں۔''

اس کے ساتھ ہی رولسن نے اپنے گھوڑے کی باگ چھوڑ دی اور سرائے کی طر
بھاگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پلٹا۔ سیکا اور فلورنس کے گھوڑوں کو بھی لے آیا۔ پھر محمد بن ا
کے کہنے پر سیکا اور فلورنس اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئیں۔ رولسن بھی اپنے گھوڑے پر
گیا اور اس کے بعد محمد بن اوس اور نعیم بن حماد ان تینوں کو لے کر اپنے مسلح دستوں
ساتھ بڑی برق رفتاری سے تلمسان شہر کا رخ کر رہے تھے۔

تلمسان شہر میں عقبہ بن نافع، زہیر بن قیس، سقانہ، حنس بن عبداللہ اور
سالاروں کے علاوہ لشکر کے اندر جو لڑکیاں اور عورتیں موجود تھیں سب نے شاندار ا
میں سیکا اور فلورنس کا استقبال کیا۔ پھر عقبہ بن نافع کے کہنے پر دونوں کو ایک ص
ستھرے اور آراستہ کمرے میں بٹھایا گیا۔ اس موقع پر رولسن بھی ان کے ساتھ تھا۔

عقبہ بن نافع پہلے اکیلا اس کمرے میں داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی سیکا اور فلو
کے علاوہ رولسن بھی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ عقبہ بن نافع آگے بڑھا۔ بڑی شفقت سے سیکا
فلورنس کو دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میری بہنو! تمہیں میری آمد پر اٹھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بیٹھو، میں ایک
اہم موضوع پر تم دونوں سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد کچھ فیصلہ کیا جائے گا۔

عقبہ بن نافع کے ان الفاظ نے سیکا اور فلورنس کو ایک تجسس میں مبتلا کر دیا
یہاں تک کہ عقبہ بن نافع بول اٹھا۔

''میری بہنو! یہ تو واضح ہے کہ سیکا محمد بن اوس اور فلورنس نعیم بن حماد کو پسند
ہے۔ جس وقت میں نے محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کو تم دونوں کو لانے کے لئے
کے ساتھ بھیجا تھا اس وقت بھی میں نے محمد بن اوس اور نعیم بن حماد پر یہ واضح کیا

یکا اور فلورنس یہاں پہنچیں تو ان کی رضامندی جاننے کے بعد آج شب ہی تم
ی شادی کا اہتمام ان دونوں سے کر دیا جائے گا۔
ری بہنو! مجھے اپنا بڑا بھائی جانو۔ بڑا بھائی باپ کی جگہ ہوتا ہے۔ اور مجھے یہ بتاؤ
تم دونوں کی شادی کا اہتمام محمد بن اوس اور نعیم بن حماد سے کیا جائے تو کیا تم
میں سے کسی کو کوئی اعتراض ہے؟''

ل اس کے کہ فلورنس یا سیکا میں سے کوئی اس سے کچھ کہتی، رولسن مسکراتے ہوئے
لگا۔

امیر! ان کو کیا اعتراض ہوگا۔ یہ تو یوں جانیں پہلے ہی دونوں امیروں سے شادی
کے لئے بے چین اور بے تاب ہو رہی ہیں۔''

رولسن کے ان الفاظ پر جہاں عقبہ بن نافع مسکرا دیا تھا وہاں سیکا اور فلورنس کی بھی
ل گئی تھی۔ پھر جب تجسس بھرے انداز میں عقبہ بن نافع ان دونوں کی طرف دیکھتا
سیکا اور فلورنس نے پہلے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر سیکا بول اٹھی۔

''امیر محترم! جو کچھ آپ نے پوچھا ہے اس سلسلے میں مجھے اور فلورنس کو کوئی اعتراض
آپ جو بھی فیصلہ کریں گے وہ نہ صرف ہمارے لئے بہتر ہوگا بلکہ آخری ہوگا۔''

سیکا کا یہ جواب سن کر عقبہ بن نافع خوش ہو گیا تھا۔ کہنے لگا۔

''میری دونوں عزیز بہنو! ہم نے گزشتہ شب کے پچھلے پہر تلمسان شہر پر حملہ کیا تھا
تک ہم نے اسے فتح کر لیا تھا۔ شہر کا نظم و نسق ہم نے درست کر دیا ہے۔ عارضی
ہم نے اپنے سالاروں کی رہائش گاہوں کا بھی اہتمام کر دیا ہے۔ محمد بن اوس اور
بن حماد بھی اپنی عارضی رہائش گاہوں میں منتقل ہو چکے ہیں۔ ورنہ عموماً ہماری رہائش
خیموں ہی میں ہوتی ہے۔ آج شادی کے بعد تم دونون ان کی رہائش گاہوں میں
ہو جاؤ گی۔ اس کے بعد تم دونوں کی مرضی پر منحصر ہوگا۔ چاہو تو تم دونوں مہموں کے
ان کے ساتھ خیموں کی زندگی بسر کرو۔ چاہو تو قیروان شہر میں قیام کرو۔ یہ تم
دونوں کی صوابدید پر منحصر ہوگا۔ اب تم دونوں یہیں بیٹھو۔ میں اپنے کچھ سرکردہ لوگوں کو
جمع کرتا ہوں۔ اس کے بعد اس کارِ خیر کو انجام دیتے ہیں۔''

تھوڑی دیر بعد عقبہ بن نافع کے علاوہ محمد بن اوس، نعیم بن حماد، سقانہ، زہیر بن
حنس بن عبداللہ، عمیر بن صالح اور کچھ دیگر لوگ اس کمرے میں داخل ہوئے۔
کی موجودگی میں سیکا اور محمد بن اوس، فلورنس اور نعیم بن حماد کا نکاح پڑھا دیا گیا۔

اس کے بعد سنیکا اور فلورنس دونوں محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کی رہائش گاہوں پر منتقل ہو گئی تھیں۔

تلمسان میں قیام کے دوران ہی عقبہ بن نافع نے اپنے کچھ سفیر سوس، مصامدہ، دلیلی اور زرہون کے پارسیوں کی طرف روانہ کئے تھے اور ان پارسیوں نے جو مسلمانوں کو خراج دینے کا عہد کیا تھا اس خراج کی وصولی کے لئے ان سفیروں کو بھیجا گیا تھا۔ جو سفیروں نے واپس آ کر عقبہ بن نافع پر انکشاف کیا۔

"پارسیوں نے رومنوں کے ساتھ اتحاد کر لیا ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ طے شدہ خراج کی ادائیگی کرنے سے بھی انکار کر دیا ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے رومنوں کے ساتھ ایک معاہدہ کر لیا ہے۔ اس معاہدے کے تحت آنے والے دور میں پارسیوں کے وہ چاروں قلعے اور شہر اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف رومنوں کی مدد کریں گے۔"

اپنے سفیروں کے ان انکشافات پر عقبہ بن نافع اور سارے سالاروں کو پارسیوں کے اس رویے پر بے حد صدمہ ہوا۔ چنانچہ کوئی اگلا قدم اٹھانے کے لئے عقبہ بن نافع نے تلمسان میں اپنے سارے چھوٹے بڑے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔

جب سارے سالار عقبہ بن نافع کے پاس پہنچ گئے تب پارسیوں کی وجہ سے جو صورت حال سامنے آئی تھی وہ سارے سالاروں سے کہی گئی۔ ساتھ ہی عقبہ بن نافع نے اپنے سفیروں کی لائی ہوئی اطلاع کے مطابق اپنے سالاروں پر یہ بھی انکشاف کیا کہ پارسیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کرنے کے بعد سارے رومن سالار اپنے لشکر کو لے کر قرطاجنہ کی طرف واپس چلے گئے ہیں اور اب وہ جسٹین اور گریگوری کے ساتھ منصوبہ بندی کر کے مسلمانوں کے خلاف کسی نئے انداز میں حرکت میں آنے کی کوشش کریں گے۔"

عقبہ بن نافع جب اپنی بات مکمل کر چکا تب ایک سالار اٹھا اور عقبہ بن نافع کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر محترم! ان پارسیوں اور ان کے چاروں قلعوں اور شہروں کے حکمرانوں نے ہمارے ساتھ بد عہدی کی ہے۔ تلمسان شہر کو ہم فتح کر چکے ہیں۔ رومنوں کو اس شہر پر اعتماد اور بھروسہ تھا کہ ہم اسے فتح نہیں کر پائیں گے۔ اب یہ شہر ہمارے قدموں میں ہے۔ چنانچہ تلمسان میں اپنے انتظامات کو آخری شکل دینے کے بعد پارسیوں کے ان

ں کا رخ کرنا چاہئے اور ان پر حملہ آور ہو کر انہیں پہلے ان کی بد عہدی کی سزا
اس کے بعد کسی اور مہم کی ابتداء کی جانی چاہئے۔"

سالار جب اپنی گفتگو کر کے خاموش ہوا تب عقبہ بن نافع اپنے بڑے
ے زہیر بن قیس، محمد بن اوس، سقانہ، حنس بن عبداللہ اور نعیم بن حماد کی
اری دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

ے عزیز ساتھیو! اس صورت حال میں تم کیا مشورہ دیتے ہو؟"

ں نافع کے اس استفسار پر سارے بڑے سالار پہلے آپس میں صلح مشورہ
۔ پھر سارے سالاروں کے کہنے پر محمد بن اوس عقبہ بن نافع کو مخاطب کر

ے، جس بھائی نے سوس، مصامدہ، دلیلی اور زرہون پر حملہ آور ہو کر پارسیوں کو
ں کی سزا دینے کے لئے کہا ہے بظاہر یہ مطالبہ غلط نہیں، درست ہے۔ لیکن
نے سے پہلے ہمیں کئی اور امور کو بھی نگاہ میں رکھنا ہوگا۔ سب سے پہلے ہمیں
ہ اگر ہم تلمسان سے نکل کر سوس، مصامدہ، دلیلی اور زرہون کا رخ کرتے
پارسیوں پر ضرب لگاتے ہیں لیکن پارسیوں اور رومنوں کے درمیان جو
، اس معاہدہ پر عمل کرتے ہوئے رومن ضرور پارسیوں کی مدد کو لپکیں گے۔
ت میں ہمیں بیک وقت دو قوتوں کا سامنا ہوگا۔ ایسی صورت میں رومن
نت کے علاوہ قفصہ کے بادشاہ الیکس سے بھی مدد حاصل کر سکتے ہیں۔
خلاف ایک نہیں، ایسے مواقع پر ان گنت قوتیں حرکت میں آ سکتی ہیں اور کم
صورت حال کو دعوت نہیں دینی چاہئے۔

پہلے افریقہ کے اندر ہم نے جو لائحہ عمل طے کیا تھا اس کا مرکزی نقطہ یہی تھا
ابھی رومنوں کے ساتھ ٹکرانا ناگزیر ہو جائے وہاں رومنوں سے ٹکرایا جائے
ت اور قوت کے ساتھ ان پر ضرب لگائی جائے۔ لیکن جہاں کہیں بھی رومن
ئے رکھیں ان حالات میں ہمیں رومنوں کے اطراف میں جو چھوٹی بڑی
ہیں ان پر ضرب لگانی چاہئے تاکہ رومنوں کے اتحادیوں میں کمی آئے اور
اف آہستہ آہستہ ہم حصار اس قدر تنگ کرتے چلے جائیں کہ رومنوں کو کسی
لد کی کوئی امید نہ رہے۔ جب یہ حالات اپنی تکمیل کو پہنچ جائیں گے تو پھر
مارے بڑی قوت کو بھی اپنے سامنے کچلنے اور گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کرنا ہمارے

لئے آسان ہو جائے گا۔
آپ لوگوں کو یہ بھی خبر ہو چکی ہو گی کہ رومنوں کا ایک بہت بڑا لشکر قسطنطنیہ
قرطاجنہ پہنچ چکا ہے۔ لہٰذا وہ لشکر اب جسٹین اور گریگوری ہمارے خلاف حرکت میں آ
گے۔ اس لئے کہ قسطنطنیہ سے آنے والا یہ لشکر صرف ہمیں افریقہ کی سرزمینوں پر
کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے اور اب ہم نے سب سے پہلے کوشش کرنی ہے کہ
علاقوں میں رومنوں کو تنہا کر کے مارا جائے۔ چنانچہ جو ہم سب نے مل کر فیصلہ کیا ہے
کے مطابق اس وقت زاب پر ضرب لگانے یا رومنوں سے ٹکرانے کی بجائے پہلے زا
سلطنت کے مرکزی شہر ازتہ یا قفصہ کے بادشاہ ایلکس پر حملہ آور ہو کر ان کی قوت کو
پاش کیا جائے تاکہ ان کی طرف سے رومنوں یا پارسیوں کو کسی مدد اور تعاون کی
نہ رہے۔"
سارے چھوٹے بڑے سالاروں نے چونکہ اس تجویز سے اتفاق کیا تھا لہٰذا
نافع نے اس سے اتفاق کیا۔ چنانچہ باہم مشاورت کے بعد یہ طے پایا کہ تلمسان سے
کر پہلے قفصہ کے بادشاہ ایلکس کا رخ کیا جائے، اس پر ضرب لگائی جائے۔ اس
بعد زاب کی سلطنت کے مرکزی شہر ازتہ کا رخ کیا جائے۔ دونوں حکمرانوں کو زیر
کے بعد جو حالات سامنے آئیں ان سے نمٹا جائے۔
یہ فیصلہ ہونے کے بعد یہ طے پایا کہ اگلے روز پورا لشکر تلمسان سے نکل کر قفصہ
حکمران پر حملہ آور ہو گا۔ اس کے ساتھ ہی سب سالار اٹھ کر وہاں سے اپنی اپنی
گاہوں کی طرف چلے گئے تھے۔
محمد بن اوس جب اپنی رہائش گاہ پر پہنچا تو سیکا بڑی بے چینی سے شاید اس کا
انتظار کر رہی تھی۔ جونہی وہ کمرے میں داخل ہوا، سیکا بڑی تیزی سے اس کی
لپکی۔ آگے بڑھ کر اس نے بڑے پیارے اور خوبصورت انداز میں محمد بن اوس کے
ہاتھ اپنے گداز ہاتھوں میں لے لئے تھے پھر اپنے چہرے پر ہلکا سا تبسم بکھیرتے
اس نے پوچھ لیا تھا۔
"امیر نے جو آج مجلس منعقد کی ہے اس میں کیا فیصلے ہوئے ہیں؟ کیا
تلمسان میں ہی قیام رکھا جائے گا یا........"
سیکا کے اس بے تابانہ استفسار پر لحمہ بھر کے لئے محمد بن اوس کے چہرے
تبسم نمودار ہوا تھا۔ پھر سیکا کا ہاتھ اس نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ دونوں پہلو

ہوئے ایک نشست پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد سیکا کی طرف دیکھتے ہوئے محمد بن
رہا تھا۔
سیکا! فیصلہ یہ ہوا ہے کہ کل لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔ پہلے قفصہ کے بادشاہ
ضرب لگائی جائے گی۔ اس کے بعد زاب کی سلطنت کے مرکزی شہر ازتہ کا رخ
ائے گا۔ ان دونوں حکمرانوں نے اس سے پہلے نہ صرف رومنوں کی ہمارے خلاف
ی بلکہ افریقہ کے اندر جو پارسیوں کی مضبوط اور مستحکم قوت ہے جب اس پر ہم نے
لگائی تھی تب بھی ان دونوں حکمرانوں نے پارسیوں کی مدد کی تھی۔ اس بناء پر یہ
کیا گیا ہے کہ قفصہ اور ازتہ پر ضرب لگا کر ان دونوں حکمرانوں کو اپنا مطیع اور
ردار بنایا جائے۔"
یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس جب خاموش ہوا تب اس کی آنکھوں میں
یں ڈالتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے سیکا نے پھر پوچھ لیا تھا۔
"سوں، مصامدہ، دلیلی اور زرہون کے شہروں کا کیا ہوا؟ اس لئے کہ میں نے سنا تھا
منوں کا لشکر تلمسان سے نکل کر پارسیوں کے ان علاقوں کی طرف گیا تھا۔ کیا......"
سیکا یہیں تک کہنے پائی تھی کہ محمد بن اوس نے اس کی بات کاٹ دی۔
"سیکا! پارسیوں کے ان چاروں شہروں پر پہلے ہم نے ضرب لگائی تھی۔ انہوں نے
ے صلح کی درخواست کی تھی۔ اس لئے ہم نے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا اور
نے خراج دینے کا عہد بھی کیا تھا اور اسی پر ان کے ساتھ صلح ہوئی تھی۔ لیکن جب
پنے لشکر کو لے کر وہاں سے تلمسان کی طرف روانہ ہوئے اور رومن لشکر تلمسان سے
کی بستیوں کی طرف گیا تب پارسیوں نے ہمارے ساتھ بدعہدی کی۔ ہم نے جو اپنا
ان سے خراج کی طلبی کے لئے بھیجا تھا اسے انہوں نے ناکام اور نامراد بھیج دیا ہے
راج دینے سے انکار کر دیا ہے اور علی الاعلان انہوں نے ہمارے خلاف رومنوں کا
دینے کا اعلان کر دیا ہے۔"
محمد بن اوس کے اس انکشاف پر سیکا کچھ پریشان اور اداس ہو گئی تھی۔ کہنے لگی۔
"یہ پارسیوں نے بڑا غلط قدم اٹھایا ہے۔ انہیں بدعہدی نہیں کرنی چاہئے تھی۔
لوگوں نے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ پہلے حملے میں اگر ان کے شہروں کو روند
جاتا تو وہ کبھی سر اٹھانے کی کوشش نہ کرتے۔ ان کے ساتھ صلح جوانہ رویہ روا رکھا گیا
اس بناء پر انہوں نے خراج دینے سے انکار کر دیا ہے، بدعہدی کی ہے اور رومنوں

کی حمایت کا اعلان کیا ہے۔ کیا آپ بتائیں گے کہ رومنوں کا لشکر جو پارسیوں کی بستی کی طرف گیا تھا اس کا کیا ہوا؟"

"وہ واپس قرطاجنہ جا چکا ہے۔" سیکا کی طرف دیکھتے ہوئے محمد بن اوس نے کہا تھا۔

تھوڑی دیر تک کمرے میں خاموشی رہی۔ پھر محمد بن اوس نے غور سے سیکا کی طرف دیکھنا شروع کیا۔ اس پر سیکا کچھ شرما گئی۔ کہنے لگی۔

"آپ میری طرف غور سے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں؟ آپ کے دیکھنے کا انداز ایسا ہے کہ جیسے پہلی بار مجھے دیکھ رہے ہیں۔ حالانکہ میں اب آپ کی بیوی ہوں۔ کیا بات ہے؟"

ہلکا سا تبسم اس موقع پر محمد بن اوس کے چہرے پر نمودار ہوا۔ کہنے لگا۔

"سیکا! میں تم سے ایک مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔ لشکر کل یہاں سے اپنی مہموں کی طرف روانہ ہوگا۔ یعنی قفصہ کے حکمران اور زاب کی سلطنت پر حملہ۔ اب میں تم سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم تلمسان میں قیام کرنا چاہتی ہو یا اپنی حفاظت کی خاطر قیروان کا رخ کرنا چاہتی ہو؟ اس لئے کہ قیروان میں اب میرے اور نعیم بن حماد کے لئے دو عمدہ حویلیوں کا اہتمام کر دیا گیا ہے۔ اور ہم دونوں کی حویلیاں ساتھ ساتھ ہیں۔"

یہاں تک کہتے کہتے محمد بن اوس کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ بیچ میں سیکا بول اٹھی اور محمد بن اوس کا ہاتھ ایک بار پھر اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے کہنے لگی۔

"آپ نے جو استفسار مجھ سے کیا ہے وہ ادھورا ہے۔ آپ کا پہلا استفسار یہ ہے کہ کیا میں تلمسان میں رہنا چاہتی ہوں؟ دوسرا یہ کہ کیا میں اپنی حفاظت کی خاطر قیروان کا رخ کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن آپ نے مجھ سے یہ نہیں پوچھا کہ کیا اس مہم کے دوران میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتی ہوں یا نہیں؟"

سیکا جب خاموش ہوئی تب محمد بن اوس مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"سیکا! تمہارا اندازہ درست ہے۔ لیکن تیسرا سوال میں نے تم سے اس لئے نہیں کیا کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری خاطر تم خیمہ گاہ کی دشوار زندگی بسر کرنا شروع کر دو۔ سیکا! میں جانتا ہوں تم نے اپنی زندگی کا سارا حصہ قصر میں گزارا ہے۔ پہلے قسطنطنیہ میں، اس کے بعد قرطاجنہ میں۔ اسی بناء پر میں نے تمہارے سامنے دو ہی باتیں رکھیں۔ تلمسان میں قیام یا قیروان میں اپنی حویلی میں جا کر قیام۔"

...کا نے اس موقع پر گھورنے کے انداز میں محمد بن اوس کی طرف دیکھا، پھر کہنے

...آپ نے اپنی بیوی کا غلط اندازہ لگایا ہے۔ آپ کے بغیر میری خوشی نہ تلمسان میں نہ ہی قیروان میں۔ امیر! میں نے آپ سے محبت کی ہے اور میں نے اپنی زندگی ...خدمت کے لئے وقف کر دی ہے۔ آپ کبھی بھی اپنے ذہن میں یہ بات نہ ...کہ میں خیمہ کی دشوار زندگی سے گھبراؤں گی یا پہلو تہی کروں گی۔ آپ اپنے ساتھ ...خیمہ تو بہت دور کی بات خس کے کسی جھونپڑے میں بھی رکھیں گے تو آپ دیکھئے گا ...آپ کے ساتھ اس جھونپڑے میں بھی انتہائی خوش و خرم اور اطمینان کے دن ...گی اور کسی بھی موقع پر کبھی بھی حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے گی۔ آپ کی آمد ...ڑی دیر پہلے فلورنس میرے پاس سے اٹھ کر گئی ہے۔ ہم دونوں نے یہی فیصلہ کیا تھا ...لشکر نے یہاں سے کوچ کیا تو ہم نہ تلمسان میں قیام کریں گی اور نہ ہی قیروان ...گی بلکہ لشکر میں آپ لوگوں کے ساتھ رہیں گی۔ اب بولیں، آپ اس سلسلے میں کیا ...تے ہیں؟"

"سیکا! میں نے اب کیا فیصلہ دینا ہے۔ فیصلہ تو تم نے کر ہی دیا ہے کہ تم لشکر گاہ میں ...ساتھ رہو گی۔ اب یہی آخری فیصلہ ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔"

محمد بن اوس کے یہ الفاظ سن کر سیکا کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کچھ کہنا چاہتی تھی ...اس موقع پر مغرب کی اذان سنائی دی۔ لہٰذا سیکا اٹھ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی۔

"مغرب کی اذان ہو گئی ہے۔ آپ نماز پڑھ کر آئیں۔ میں بھی نماز ادا کرتی ہوں۔ ...کے بعد کھانا آ جائے گا۔"

سیکا کے ان الفاظ کے ساتھ ہی محمد بن اوس وہاں سے نکل گیا تھا۔

◎......◎

★★★

محمد بن اوس عقبہ بن نافع اور دیگر سارے سالاروں کے ساتھ مغرب کی نماز
بعد جب عارضی طور پر بنائی جانے والی مسجد سے نکلا تب ایک مسلح جوان بڑی تیزی
عقبہ بن نافع کے پاس آیا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر! رومنوں کے مرکزی شہر قرطاجنہ سے ایک رومن قاصد آیا ہے۔ وہ آپ
خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے۔ میں نے اسے کریدنے اور جاننے کی کوشش کی کہ کیا
ہمارے لئے کوئی پیغام رکھتا ہے یا ہمارے امیر سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ
کچھ اس نے کہنا ہے مسلمانوں کے سپہ سالار سے کہے گا۔ میں نے اسے مہمان خانے
ٹھہرا دیا ہے۔ اب آپ جو حکم دیں اس پر عمل کیا جائے گا۔"

عارضی طور پر جس جگہ کو مسجد کی صورت دی گئی تھی وہ چونکہ تلمسان کی فصیل
قریب ہی تھی اور ساتھ ہی فصیل کی سیڑھیاں بھی تھیں۔ لہٰذا اپنے سارے سالاروں
دیگر امراء کے ساتھ عقبہ بن نافع فصیل کی سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ ایک سیڑھی پر
گیا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے باقی سالار وہاں ہو بیٹھے تھے۔ پھر آنے والے مسلح
کو مخاطب کرتے ہوئے عقبہ بن نافع کہنے لگا۔

"رومنوں کے اس سفیر کو یہاں بلا کر لاؤ۔ میں یہیں اس سے گفتگو کرتا ہوں۔
ہوں وہ کیا پیغام لے کر آیا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی وہ مسلح جوان وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ
لوٹا۔ اس کے ساتھ ایک رومن تھا۔ اس رومن کو عقبہ بن نافع کے سامنے لا کھڑا کیا
ساتھ ہی عقبہ بن نافع کے علاوہ دیگر سالاروں کا تعارف بھی اس سے کرایا گیا۔
اسے لانے والا مسلح جوان ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گیا تب عقبہ بن نافع نے رومن
مخاطب کیا۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ تم اپنے مرکزی شہر قرطاجنہ کی طرف سے آئے ہو اور میرے
کوئی پیغام رکھتے ہو۔ کہو، تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

رومن سفیر نے پہلے عقبہ بن نافع کے علاوہ وہاں بڑی عاجزی اور انکساری کے ساتھ
بیٹھنے والے سارے سالاروں پر نگاہ ڈالی۔ وہ بڑا حیرت زدہ ہونے کے ساتھ ساتھ
پریشان بھی دکھائی دے رہا تھا۔ پھر عقبہ بن نافع کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"مسلمانوں کے امیر! مجھے رومنوں کے شہنشاہ کے بیٹے جسٹین اور افریقہ میں رومنوں
کے حکمران گریگوری نے روانہ کیا ہے۔ ہمارے پاس جو خبریں پہنچی ہیں ان کے مطابق
جسٹین کی بہن سیکا اور گریگوری کی بیٹی فلورنس ایک لڑکے رولسن کے ساتھ قرطاجنہ سے
بھاگ کر آپ کے علاقوں میں داخل ہوئی ہیں۔ ہمارے حکمرانوں کے علاوہ ہماری مذہبی
عدالت نے بھی چونکہ ان تینوں کو باغی اور رومن سلطنت کا غدار قرار دے دیا ہے لہٰذا
جسٹین اور گریگوری دونوں نے آپ سے مطالبہ کیا ہے کہ سیکا، فلورنس اور رولسن کو واپس
کیا جائے تاکہ انہیں کلیسا کی عدالت میں پیش کیا جائے اور انہیں ان کے گناہ اور جرائم
کے مطابق واقعی سزا دی جائے۔

مسلمانوں کے امیر! اس کے علاوہ ایک لڑکی جس کا نام مارٹینا ہے وہ قرطاجنہ سے
بھاگ کر آپ لوگوں کے علاقوں کی طرف آئی تھی۔ اور ہمیں یہ بھی خبر ملی ہے کہ اس نے
یہاں کے کسی شخص سے شادی کر لی ہے۔ ہماری کلیسا کی عدالت نے اس لڑکی کی بھی
واپسی کی مانگ کی ہے۔ لہٰذا رومن سلطنت کی طرف سے آپ کے لئے یہ مطالبہ ہے کہ
سیکا، فلورنس، رولسن کے علاوہ مارٹینا کو بھی ہمارے حوالے کیا جائے۔"

یہاں تک کہتے کہتے رومن قاصد کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ عقبہ بن نافع اس کی
طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تم سفیر بن کر آئے ہو۔ سفیر کا ہم احترام کرتے ہیں۔ اسے عزت دیتے ہیں۔
جسٹین اور گریگوری نے جن افراد کی واپسی کا مطالبہ کیا ہے وہ بڑا مہمل اور فضول
ہے۔ میرے عزیز! جہاں تک مارٹینا کا تعلق ہے تو تمہارے بڑے کلیسا کا پادری پولوس
اس کی خوبصورتی اور حُسن کی وجہ سے کلیسا کی خدمت کے لئے وقف کرانا چاہتا تھا
اور وہاں اسے اس کی عزت، اس کی آبرو سے محروم کیا جائے۔ وہ لڑکی چونکہ بڑی
پاکباز تھی لہٰذا اس نے اپنے آپ کو کلیسا کی خدمت کے لئے وقف کرنے سے
انکار کر دیا اور روپوش ہو گئی۔ پھر بھاگ کر ہمارے علاقے میں آئی۔ یہاں ایک

مسلمان سے اس نے شادی کر لی اور اسلام قبول کر چکی ہے۔ لہٰذا اس کی واپسی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

رومنوں کے سفیر! جہاں تک سیکا، فلورنس اور رولسن کا تعلق ہے، رولسن مارٹنا کا بھائی ہے۔ اس نے اپنی بہن کے پاس قیام کیا ہوا ہے۔ اسلام قبول کر چکا ہے۔ کسی نے اسے قرطاجنہ سے یہاں زبردستی نہیں داخل کیا۔ قرطاجنہ میں ہونے والے مظالم سے تنگ آ کر وہ یہاں پہنچا ہے اور یہاں محفوظ ہے۔ اس کی واپسی کو بھی فراموش کر دو۔

باقی رہ جاتی ہیں سیکا اور فلورنس۔ کیا تم لوگ یہ نہیں سوچ سکتے کہ سیکا رومنوں کے شہنشاہ کی بہن ہے جبکہ فلورنس افریقہ میں رومنوں کے حکمران گریگوری کی بیٹی ہے۔ ان جسٹین اور گریگوری نے تمہیں بھیجنے سے پہلے یہ نہیں سوچا کہ آخر سیکا اور فلورنس کو کیا تکلیف تھی کہ وہ قرطاجنہ سے بھاگ کر یہاں ہمارے پاس آئیں۔ میرے عزیز! بلاوجہ کوئی بھی اتنا بڑا فیصلہ نہیں کرتا۔ قرطاجنہ میں آخر ان دونوں کو کوئی تکلیف تھی جس کی بنا پر انہوں نے قرطاجنہ چھوڑا۔ واپس جا کر جسٹین اور گریگوری پر یہ واضح کرنا کہ سیکا اور فلورنس اب ہمارے معاشرے کا ایک حصہ ہیں۔ سیکا اب صرف سیکا نہیں رہی، بلکہ ہمارے سالار محمد بن اوس کی بیوی ہے۔ جبکہ فلورنس کی شادی ہمارے دوسرے سالار نعیم بن حماد سے ہو چکی ہے۔ دونوں کی شادی ان کی مرضی کے مطابق ہوئی ہے۔ لہٰذا ان کی مرضی کے خلاف کوئی کام کیا ہی نہیں جا سکتا۔"

عقبہ بن نافع جب خاموش ہوا تب وہ رومن سالار بول اٹھا۔

"مسلمانوں کے امیر! کیا ایسا ممکن نہیں کہ میری ملاقات سیکا اور فلورنس سے کرا دی جائے؟ میں ان دونوں کو ایک پیغام پہنچانا چاہتا ہوں۔ سیکا کے لئے پیغام اس کے بھائی کی طرف سے اور فلورنس کے لئے جو پیغام ہے وہ اس کے باپ گریگوری کی طرف سے ہے۔ جو پیغام میں دینا چاہتا ہوں اس پیغام کے جواب میں جو بھی سیکا اور فلورنس کہیں گی میں سمجھتا ہوں وہ آخری ہو گا۔ مجھے امید ہے کہ آپ مجھے مایوس نہیں کریں گے۔"

رومن سفیر جب خاموش ہوا تب عقبہ بن نافع نے محمد بن اوس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"ابنِ اوس! جو کچھ رومن سفیر کہہ رہا ہے اس سے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟"

محمد بن اوس مسکرایا اور کہنے لگا۔

"امیرِ محترم! اس سفیر کو مایوس نہیں کیا جائے گا۔ تاکہ واپس جا کر یہ جسٹین اور گریگوری کو یہ نہ کہے کہ سیکا اور فلورنس دونوں کو مسلمانوں نے حبسِ بے جا میں رکھا ہوا ہے۔ سیکا اور فلورنس سے اس کی ملاقات ضرور کرائی جائے گی۔"

اس کے ساتھ ہی محمد بن اوس نے نعیم بن حماد کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابنِ حماد! ذرا اپنی رہائش گاہ کی طرف جاؤ۔ فلورنس کو وہاں سے میری رہائش گاہ میں لے کر آؤ۔ اتنی دیر تک میں بھی اس سفیر کو لے کر وہاں پہنچتا ہوں۔ سیکا اور فلورنس سے اس کی ملاقات کراتے ہیں تاکہ اسے کوئی شک اور شبہ نہ رہے۔"

محمد بن اوس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی نعیم بن حماد اپنی جگہ سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جب محمد بن اوس بھی اٹھنے لگا تب عقبہ بن نافع نے اسے مخاطب کیا۔

"ابنِ اوس! ہماری بہن سیکا اور فلورنس سے اس رومن سفیر کی ملاقات کرانے کے بعد مہمان خانے میں اس کے قیام و طعام کا بھی اہتمام کیا جائے تاکہ رات بسر کرنے کے بعد اگلے روز اپنے مرکزی شہر قرطاجنہ کی طرف جا سکے۔"

محمد بن اوس اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر عقبہ بن نافع کا اشارہ پا کر وہ مسلح جوان بھی اٹھا جو رومن سفیر کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ پھر محمد بن اوس دونوں کے ساتھ اپنی رہائش گاہ کی طرف ہو لیا تھا۔

ایک کمرے کے سامنے آ کر محمد بن اوس رک گیا۔ اپنے ساتھ آنے والے رومن سفیر اور اپنے مسلح جوان کو اس نے وہیں روک دیا۔ پھر کمرے میں داخل ہوا۔ اندر سیکا اور فلورنس کے ساتھ نعیم بن حماد بیٹھا ہوا تھا۔ محمد بن اوس کو دیکھتے ہی سیکا اپنی جگہ پر اٹھ کھڑی ہوئی۔ کہنے لگی۔

"آپ نے ......" سیکا یہیں تک کہنے پائی تھی کہ محمد بن اوس نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتے ہوئے اسے خاموش رہنے کے لئے کہا۔ ساتھ ہی اس نے رومن سفیر اور اپنے ساتھی کو اندر آنے کے لئے کہا تھا۔ چنانچہ رومن سفیر اندر آیا۔ اس کے ساتھ محمد بن اوس کا مسلح جوان بھی تھا۔ دونوں کو ایک نشست پر بٹھا دیا گیا۔ پھر رومن سفیر کو مخاطب کرتے ہوئے محمد بن اوس کہنے لگا۔

"میرے عزیز! سامنے دیکھ۔ تُو یقیناً ان دونوں لڑکیوں کو پہچانتا ہو گا۔ ایک سیکا ہے، دوسری فلورنس۔ میں، تیرے ساتھ ہی اس جگہ سے آیا ہوں جہاں تیری ملاقات

ہمارے امیر سے ہوئی ہے۔ ابھی تک نہ میں نے اس موضوع پر گفتگو اپنی بیوی سیکا سے کی ہے نہ ہی اپنی بہن فلورنس سے جو اس وقت نعیم بن حماد کی بیوی ہے۔ اب تُو وہ پیغام دے جو ان دونوں کے لئے جسٹین اور گریگوری کی طرف سے لایا ہے۔"

اس پر سفیر نے اپنا گلا صاف کیا، پھر سیکا اور فلورنس دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"آپ دونوں کی طرف جسٹین اور گریگوری کا پیغام یہ ہے کہ آپ کو بغیر کسی تاخیر کے میرے ساتھ واپس قرطاجنہ جانا چاہئے اور رولسن کو بھی ساتھ لے کر جانا چاہئے۔ آپ دونوں کے لئے جسٹین اور گریگوری کا یہ بھی پیغام ہے کہ اگر آپ دونوں نے واپس جانے کا فیصلہ نہ کیا تو ہر صورت میں کسی نہ کسی طرح آپ کو مسلمانوں کے چنگل سے نکالا جائے گا۔ آپ دونوں کو کلیسا کی مذہبی عدالت کے سامنے پیش کیا جائے گا اور جو سزا وہ آپ لوگوں کے لئے تجویز کرے گی اس پر سختی سے عمل کیا جائے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سفیر جب خاموش ہوا تب کچھ دیر خاموشی رہی۔ اس دوران سیکا کھا جانے والے انداز میں رومن سفیر کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"جسٹین اور گریگوری اب ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ نہ ہی اب ان سے ہمارا کوئی تعلق اور واسطہ رہا ہے۔ یوں سمجھو ہم نے انسانیت کے قحط کے آزار، زنگ خوردہ روشنی کے گرد اور زندگی کے منجدھار سے نجات پالی ہے۔ ہم نے تقدیر کو تمدن کا فریب دے کر عزت کی درخشندگی پر دکھ کی بھاری ردا ڈالنے والوں سے نجات حاصل کر لی ہے۔

رومن سفیر! یہ لوگ جن کے درمیان ہم آکر بسی ہیں یہ لوگ تاریخ کے اوراق میں پتھروں کو نطق کا جمال، شب کدوں کو بے پناہ روشنی، جہد کی ظلمتوں کو روشنی کی قوس قزح دینے والے لوگ ہیں۔ یہ ہمت سے آدمی کی تعمیر کرتے ہیں۔ اپنی ذات میں یہ شعور کے نقیب، خرد کے امین، عظمتوں کے نشان اور زیست کی آرائش کے لئے چھتنار چھاؤں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان لوگوں نے مجھے اور فلورنس دونوں کو اجنبیت کے تیز دھاروں میں محبت کا نرم اجالا، مہیب راہوں کی تیرگی میں کرن کرن امیدوں کے پھول عطا کئے ہیں۔ ہمارے خوابوں کی متلاشی آنکھوں کو انہوں نے اپنی سعادت، ہمارے تبسم کے متلاشی ہونٹوں کو ستاروں کے حسین آنچل، ہماری بھٹکتی روحوں کو مہتاب کے عکس کی منزلیں عطا کی ہیں۔

واپس جا کر میرے بھائی جسٹین اور فلورنس کے باپ گریگوری سے کہنا کہ ہم دونوں بادی کی آماجگاہوں سے نکل کر دل کے پُرسکون دھاروں، خدا فروشی کے نوائے ے نکل کر امن کے دارالسلام اور نا انصافی کی اندھی چاپ سے نکل کر حسنِ بن کے سے ماحول میں داخل ہو چکی ہیں۔ جس طرح منہ سے نکلی ہوئی بات دوبارہ نہیں لی جا سکتی اسی طرح ہم بھی اب رومنوں کے اندر واپس نہیں جا سکتیں۔ ہم اسلام قبول کر چکی ہیں اور اپنی اپنی منزل تک پہنچ چکی ہیں اور اب دنیا کی کوئی ن سوائے خدا کے ہم دونوں کو ہماری منزل سے محروم نہیں کر سکتی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سیکا رکی۔ پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ دوبارہ رہی تھی۔

"میرے عزیز! تُو ایک سفیر ہے۔ تیری ہمارے ساتھ نہ کوئی دشمنی ہے نہ عداوت۔ تُو لے کر آیا ہے اور تُو نے پیغام ہم تک پہنچا دیا ہے۔ رہی بات ہمیں حاصل کرنے کی، جا کر جسٹین اور گریگوری پر واضح کر دینا کہ اب آنے والے دور میں ایسے ادھورے اب دیکھنے کی کوشش نہ کریں۔ جب سے ہمارے امیر عقبہ بن نافع ان سرزمینوں میں ل ہوئے ہیں تم بھی جانتے ہو اور رومنوں کا ہر لشکری اس سے آگاہ ہے کہ مسلمانوں ساتھ رومنوں کے کئی معرکے ہوئے، لیکن ہر معرکہ میں مسلمانوں نے کم تعداد ہونے باوجود رومنوں کو بدترین شکستیں دیں۔ جسٹین اور گریگوری اس سے عبرت نہیں تے۔ ان کا دماغ میرے خیال میں اس بناء پر بھی خراب ہو گیا ہے کہ انہیں قسطنطنیہ مداد اور کمک کی صورت میں بہت کچھ مل چکا ہے۔ ایک خاصا بڑا لشکر بھی آ گیا ہے کی بناء پر وہ امید رکھتے ہیں کہ اپنی ماضی کی شکستوں کو اپنی کامیابیوں میں تبدیل لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن ایسا وہ ہرگز نہ کر پائیں گے۔

واپس جا کر میرے بھائی اور فلورنس کے باپ سے یہ بھی کہنا کہ جب میں اپنے بھائی ساتھ قسطنطنیہ سے قرطاجنہ میں داخل ہوئی تھی اور جس طرح اس وقت یہ مسلمان ہمارے لئے اجنبی تھے بالکل ویسے ہی اب جبکہ میں یہاں شادی کر چکی ہوں، رومن ہمارے اور فلورنس کے لئے اجنبی ہیں۔ ہمارا ان سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ رہی بات ہم دونوں کو کلیسا کی مذہبی عدالت میں پیش کرنے کی تو یہ بھی میرے بھائی اور فلورنس کے باپ کی خام خیالی ہے۔ جب وہ ہمیں حاصل ہی نہیں کر پائیں گے تو کیا وہ دونوں ہمارے سایوں کو کلیسا کی مذہبی عدالت میں جرائم کی فہرست کے ساتھ سزا کے لئے پیش

کریں گے؟"

یہاں تک کہنے کے بعد سنیکا خاموش ہوگئی۔ پھر عجیب سے پیار بھرے انداز میں وہ اپنے شوہر محمد بن اوس کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ اس موقع پر محمد بن اوس نے رومن سفیر کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"میرے عزیز! تیری خواہش کے مطابق میں نے تیری ملاقات سنیکا اور فلورنس دونوں سے کرادی ہے۔ ان دونوں کا جواب بھی تُو سن چکا ہے۔ اگر تُو مزید ان سے کچھ کہنا چاہتا ہے تو کہہ لے۔ اور اگر تُو سمجھتا ہے کہ ان کا جواب تمہارے لئے کافی ہے تو پھر اٹھ، میں تیرے قیام و طعام کا اہتمام کروں۔"

سفیر مایوسانہ سے انداز میں اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر ساتھ آنے والے مسلح جوان کی طرف دیکھتے ہوئے محمد بن اوس بول اٹھا۔

"رومنوں کے سفیر کو مہمان خانے میں لے جاؤ اور اس کے قیام و طعام کا بندوبست کرو۔"

اس کے ساتھ ہی وہ مسلح جوان رومن سفیر کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ جونہی محمد بن اوس دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھا، سنیکا اپنی جگہ سے اٹھ کر محمد بن اوس کے پہلو میں آ بیٹھی۔ پھر شکوؤں بھری آواز میں محمد بن اوس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"آپ اس رومن سفیر کو اپنے ساتھ کیوں لے کر آئے؟ جس وقت اسے امیر عقبہ بن نافع کے سامنے پیش کیا گیا تھا اسی وقت آپ اپنی طرف سے اسے کوئی جواب دے دیتے۔ اور جو جواب آپ دیتے وہ میرے اور فلورنس کے لئے آخری ہوتا۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اپنے جواب کے برعکس بھی ہم کوئی جواب دے سکتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔"

سنیکا کی اس گفتگو سے خوش ہوتے ہوئے محمد بن اوس نے پہلے اس کا شانہ تھپتھپایا پھر کہنے لگا۔

"سنیکا! بات یہ نہیں ہے۔ دراصل اس نے تم دونوں سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ وہ جسٹین اور گریگوری کی طرف سے کوئی پیغام تم دونوں تک پہنچانا چاہتا ہے۔ اور اگر ہم تم دونوں سے اس کی ملاقات کا اہتمام نہ کرواتے تو یہی تاثر لے کر جاتا کہ ہم نے تم دونوں کو محبوس کر رکھا ہے۔ اس بناء پر تم دونوں کی اس سے ملاقات کا اہتمام نہیں کیا گیا۔ اب جبکہ وہ تم دونوں کو دیکھ چکا ہے، تمہارا جواب ہم سن چکا ہے تو وہ مطمئن ہو گیا ہوگا اور واپس جا کر جسٹین اور گریگوری کو بھی مطمئن کرے

کا اور فلورنس دونوں اپنی مرضی سے وہاں گئی ہیں۔ دونوں نے وہاں اپنی خواہش سے شادی کی ہے اور وہاں پُرسکون زندگی بسر کر رہی ہیں۔"

ں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس خاموش ہوا۔ تب سنیکا نے موضوع کو بدلتے ہوئے لیا۔

من سفیر مطمئن ہو کر چلا گیا ہے۔ اس موضوع پر اب لعنت بھیجیں۔ پہلے مجھے یہ لشکر یہاں سے کب کوچ کرے گا؟"

ب میں محمد بن اوس کہنے لگا۔

ل یہاں سے کوچ ہوگا اور لشکر پہلے قفصہ کے حکمران الیکس کا رخ کرے گا۔ بعد زاب کی سلطنت کے مرکزی شہر زابہ کو اپنا ہدف بنایا جائے گا۔"

ما پر جست لگانے کے انداز میں سنیکا اٹھ کھڑی ہوئی۔ کہنے لگی۔

تو پھر ہمیں تیاری کرنی چاہئے۔ میں نے آپ کے کچھ کپڑے بھی دھونے ہیں۔ علاوہ......"

ہاں تک کہتے کہتے سنیکا کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ مسکراتے ہوئے نعیم بن حماد اٹھا۔

سنیکا! میری بہن! یہاں آ کر جن حالات میں آپ زندگی بسر کر رہی ہیں کہیں ان پ اکتا تو نہیں جائیں گی؟ میں جانتا ہوں آپ نے ساری زندگی قصر میں بسر کی آپ کی خدمت کے لئے آگے پیچھے کئی خادمائیں ہوا کرتی ہوں گی۔ یہاں آپ کو علاوہ امیر کا سارا کام بھی اپنے ہاتھوں سے کرنا پڑتا ہے۔ تو کیا......"

نیکا مسکرائی اور کہنے لگی۔

نعیم بن حماد! میرے بھائی! سارا کام میں اکیلی نہیں کرتی۔ اس کام میں یا یوں رے کاروبار میں امیر میری پوری مدد کرتے ہیں۔ ساتھ یہ بھی جان لیں کہ میں کی زندگی کو یکسر فراموش کر چکی ہوں۔ میرے ذہن میں اب صرف ایک ہی بات کہ امیر محمد بن اوس کی بیوی ہوں اور ان کی خدمت کرنا میرے اولین فرائض میں ہے۔ بس اس کے علاوہ میں کسی اور بات یا کسی یاد کو اب اپنے ذہن میں جگہ ہی تی۔"

ہاں تک کہتے کہتے سنیکا کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ ایک شخص نے کھانا تیار نے کی اطلاع دی تھی۔ اس پر فلورنس سنیکا کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

”سیکا! میری بہن! پہلے مل کر کھانا کھاتے ہیں، اس کے بعد دونوں اپنی تیاریوں کو
آخری شکل دیں گے۔“

سیکا نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ اس کمرے میں چاروں نے اکٹھے بیٹھ کر کھانا
کھایا۔ پھر سیکا اور فلورنس دونوں نے محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کی تیاریاں مکمل کر دی
تھیں۔ اگلے روز لشکر نے تلمسان سے قفصہ کی سرزمینوں کا رخ کیا تھا۔

◎......◎

★★★
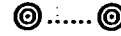
ضہ اور زاب کے حکمران یہ امید بھی نہیں کر سکتے تھے کہ مسلمان کبھی براہِ راست
ہدف بنانے کی کوشش کریں گے۔ وہ تو یہ خیال کرتے تھے کہ افریقہ کی سرزمینوں
ن رومنوں کے ساتھ بری طرح الجھے ہوئے ہیں۔ لہٰذا رومنوں کے ساتھ الجھے
جہ سے انہیں دوسرے حکمرانوں کی طرف متوجہ ہونے کا موقع نہیں ملے گا۔ تاہم
ں مسلمانوں نے مجوسیوں کے چاروں شہروں اور قلعوں پر ضربیں لگائیں تب ان
ں کسی قدر کھلی تھیں اور انہوں نے اپنے دفاع کو پہلے کی نسبت مضبوط اور مستحکم کر
راہ یہ امید رکھتے تھے کہ اگر حالات زیادہ خراب ہوئے تو رومنوں کو زیر کرنے کے
وں پر بھی ضرب لگا سکتے ہیں۔

حالات میں عقبہ بن نافع نے بڑی برق رفتاری سے پہلے قفصہ کا رخ کیا تھا۔
ہ خاصا بڑا شہر تھا۔ اس کا حکمران الیکس تھا۔ شہر کی مضبوطی کا یہ عالم تھا کہ اس
ہری فصیلیں تھیں۔ فصیل کے اوپر محافظوں کو ہمہ وقت مستعد اور چوکس رکھا جانے
ی طرح قفصہ کے حکمران کو امید تھی کہ مسلمانوں نے اگر اس پر حملہ بھی کیا تو وہ
پر قابض نہ ہو سکیں گے اور اتنی دیر تک رومن ان کی مدد کے لئے پہنچ جائیں
مانتے کہ رومن قفصہ کے علاوہ زاب کی سلطنت کو بھی اپنا اتحادی خیال کرتے
چونکہ افریقہ میں رومنوں کو مسلمانوں کے ہاتھوں کئی بار ہزیمت اٹھانا پڑی تھی لہٰذا
ابستہ ہو گئے تھے کہ مسلمانوں کو مزید علاقوں پر قبضہ کرنے کی مہلت نہیں دی
دوسری طرف عقبہ بن نافع نے بھی بڑی رازداری سے اپنی پیش قدمی شروع
اپنے لشکری پہلے ہی اطراف میں پھیلا دیئے تھے تا کہ رومنوں یا دوسرے دشمنوں
س پاس سرگرداں ہوں تو ان پر قابو پایا جا سکے۔ اور دوسری احتیاط عقبہ بن نافع
تا کہ قفصہ شہر کی طرف وہ اس انداز میں بڑھا کہ رات کے وقت سفر کرتا رہا۔ دن

کے وقت کہیں نہ کہیں اپنے لشکر کے ساتھ گھات لگا لیتا تھا۔

چنانچہ آدھی رات کے وقت عقبہ بن نافع اپنے لشکر کے ساتھ قفصہ کے نواح میں پہنچا اور وہاں انتہائی اور بہت مناسب جگہ اس نے اپنے لشکر کے ساتھ گھات لگالی تھی۔

رات کے وقت مسلمانوں نے دیکھا کہ قفصہ کی فصیلوں کے اوپر روشنی ہو رہی تھی۔ برج بھی روشن تھے اور ان برجوں کے علاوہ فصیل کے اوپر بھی محافظوں کے سائے حرکت کرتے دکھائی دیتے تھے۔

وہ رات جب گزر گئی تو اگلے دن قفصہ میں ایک عجیب و غریب حادثہ پیش آیا۔ ہوا یوں کہ بارہ کے قریب بہترین ہتھیاروں سے لیس گھڑسوار قفصہ کے جنوبی دروازے کے پاس آئے۔ اس وقت سورج طلوع ہو چکا تھا اور شہر پناہ کا دروازہ کھل گیا تھا۔ وہاں قفصہ شہر میں جو ضروریات کا سامان جاتا تھا اس کے لئے لوگوں کی آمد و رفت شروع ہو تھی۔ ایسے میں وہ بارہ سوار جنوبی دروازے کے پاس آئے۔ پھر نہ جانے انہیں کیا ہوا ایک دم انہوں نے شہر پناہ کے جنوبی دروازے کے محافظوں پر حملہ کر دیا تھا۔ ان کا یہ ایسا اچانک، ایسا شدید تھا کہ لمحوں کے اندر انہوں نے شہر پناہ کے جنوبی دروازے محافظوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ کچھ دیر وہاں رکے رہے۔ شاید وہ کسی خاص غ کے تحت کام کر رہے تھے۔

لمحوں کے اندر جنوبی دروازے کے محافظوں کے مارے جانے کی خبر قفصہ کے اندر پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ قفصہ کے حکمران الیکس تک بھی یہ پہنچ گئی۔ چنانچہ اس کے حکم پر اس کے لشکر کا ایک حصہ حرکت میں آیا تاکہ دروازے پر حملہ آور ہونے والوں کا قصہ تمام کیا جائے۔ ان بارہ سواروں نے دیکھا کہ ان سے نمٹنے کے لئے قفصہ کے کچھ مسلح دستے ان کی طرف آ رہے ہیں بھاگ کھڑے ہوئے۔

جنوبی دروازے پر حملہ آور ہونے والے وہ مسلح جوان دراصل مسلمان جنگجو تھے ایسی کارروائی انہوں نے اپنے سالار عقبہ بن نافع کے حکم پر کی تھی۔ چنانچہ شہر کے جنوبی دروازے کے محافظوں کا خاتمہ کرنے کے بعد وہ ایک سمت بھاگ گئے۔ قفصہ جو مسلح دستے ان کے تعاقب میں لگ گئے تھے وہ بڑی خونخواری سے ان کے پیچھے تھے۔ عین اسی لمحہ ایک بہت بڑا انقلاب برپا ہوا۔ اس لئے کہ قفصہ کے لوگ اس کے لشکری بھی سراسیمگی کی حالت میں تھے کہ آخر کون ان کے جنوبی دروازے

اور دروازے کے محافظوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

شش و پنج میں تھے۔ دروازے پر نئے محافظ نہ مقرر کئے گئے تھے کہ کی حفاظت کا کام کرتے۔ چنانچہ اسی لمحہ دائیں جانب سے عقبہ بن نافع اور ب سے محمد بن اوس اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوئے۔ جنوبی پر انہوں نے قبضہ کرلیا۔ پھر وہ شہر میں داخل ہوئے۔

ری طرف وہ بارہ مسلمان سوار اپنے گھوڑوں کو بھگاتے ہوئے تھوڑی ہی دور گئے کہ تعاقب کرنے والے رک گئے۔ اس لئے کہ سامنے کی طرف سے لشکر کے ے حصے کے ساتھ زہیر بن قیس نمودار ہوا تھا۔ تعاقب کرنے والے فکر مند ہو بنا ان بارہ سواروں کا تعلق اسی لشکر سے ہے۔ وہ مڑے۔ لیکن ان کی بدقسمتی کہ یس کے کچھ لشکری ان کے پیچھے ہولئے اور ان کا خاتمہ کر دیا۔ اس طرح جہاں فع اور محمد بن اوس شہر میں داخل ہو چکے تھے وہاں ان کے پیچھے پیچھے زہیر بن قفصہ شہر میں داخل ہو گیا تھا۔

شہر اب میدانِ جنگ بن گیا تھا۔ قفصہ کا حکمران الیکس اپنی پوری طاقت کے ت میں آیا تھا۔ وہ خود تو میدانِ جنگ کی طرف نہیں آیا تھا لیکن اپنے بہترین کو اس نے مسلمانوں کی راہ روکنے اور انہیں شہر سے باہر نکالنے کے لئے روانہ کیا پر قفصہ کے لشکری اپنے سالاروں کی کمانداری میں انتقامی احساس میں غلطاں، ں کے درد بھرے طوفانوں، درد کی بھٹیاں گرم کرتے قطار در قطار قہرمانیوں کے زر اور کالے قوسوں کی پُر ہول رات میں اندھی حیوانی جبلتوں کی طرح حملہ آور

ری طرف مسلمان بھی چونکہ شہر میں داخل ہونے کے بعد پوری طرح چوکس اور تیار تھے۔ لہٰذا انہوں نے بھی فی الفور جوابی کارروائی کی اور وہ بھی سانسوں سنگین، وحشت ناک بناتے آتش نوا، بکھرے بگولوں، خوبصورت سپنوں کو ں کا شکار کرتی جگر سوز اذیتوں اور شیطنت کے رنگوں کو زندگی کی سزا میں بدلتے طوفان بدوش موت کے کاروانوں کی طرح قفصہ کے لشکر پر حملہ آور

شہر کے اندر دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے صبر کے لبریز پیمانے ٹوٹنے لگے کے نیلام گھر میں یگانہ ترین راز عیاں ہو کر بکھرنے لگے تھے۔ بڑے بڑے

سورما، بڑے بڑے تیغ زن، بڑے بڑے ناقابلِ تسخیر جنگجو بے زبان حروف، بے نور اسلوب کی طرح زندگی کی روشنی سے موت کی کال کوٹھڑیوں میں منتقل ہونے لگے تھے۔

قفصہ کے سالاروں اور لشکریوں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو گھیر کر شہر سے باہر نکال دیں۔ اس کے بعد فصیل پر مستعد ہو کر مسلمانوں کو شہر میں نہ داخل ہونے دیں۔ لیکن ان کی کوئی کوشش، کوئی جتن کامیاب نہ ہوا۔ مسلمان لشکری ان کے تیز، جان لیوا حملوں کی پرواہ کئے بغیر صدف صدف رقصاں ستاروں کی قندیلوں کی چمک کی طرح اپنے کام میں مگن رہے۔ کیف و مستی پر آئے ہوئے نور کے تسلسل، فشارِ آتش میں طلسماتی لفظوں کی اُڑان کی طرح آگے بڑھتے رہے۔ ان کے جوان جذبوں نے ان کی طلب کو فروزاں کر دیا تھا اور حروفِ افسوں کی طرح ستاروں کے کارواں بن کر وہ دشمن کی ایک صف کا صفایا کر کے دوسری پر وارد ہوتے ہوئے بڑی تیزی سے ان کا صفایا کرتے چلے گئے تھے۔

یہاں تک کہ قفصہ کے لشکر کی اکثریت کو مسلمانوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ قفصہ کے بڑے بڑے سالار اس ٹکراؤ کے دوران کام آئے اور جو جنگجو بچے وہ اپنی جان بچانے کے بعد اپنے گھروں میں دبک کر بیٹھ گئے تھے۔ شہر کے اندر قفصہ کے لشکر کا ... کرنے کے بعد سب سے پہلے شہر کو لاشوں سے پاک کیا گیا۔ اس کے بعد جس وقت عقبہ بن نافع اپنے سالاروں کے ساتھ سیڑھیوں پر بیٹھا تھا تب شہر کا حکمران الیکس عقبہ بن نافع کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے ساتھ کچھ مسلمان لشکری بھی تھے جو اسے اپنے ساتھ اپنی حفاظت میں لے کر آئے تھے۔

پہلے الیکس کا عقبہ بن نافع اور باقی سالاروں سے تعارف کرایا گیا۔ پھر الیکس ... بن نافع کے سامنے آیا اور انتہائی عاجزی میں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مسلمانوں کے محترم سالار! ہم نے اب تک آپ کے خلاف کوئی انتقامی ... نہیں کی تھی۔ اس بناء پر میں سمجھتا ہوں کہ کیا آپ نے ہم پر حملہ آور ہو کر ہمارے ... زیادتی نہیں کی؟"

اس پر عقبہ بن نافع تھوڑی دیر تک گھورنے کے انداز میں الیکس کی طرف ... پھر شکوؤں بھری آواز میں کہنے لگا۔

"الیکس! جھوٹ نہ بولو۔ اگر تمہارا یہ کہنا ہے کہ آج تک رومنوں کا سا... ہوئے ہمارے خلاف حرکت میں نہیں آئے تو شاید میں تمہاری اس صفائی کو قبول

کہوں کہ جس وقت ہم پارسیوں کے شہروں اور قلعوں پر حملہ آور ہوئے تھے ... یہ ... اور زاب کی سلطنت کے بربر حکمران نے مجوسیوں کی مدد نہ کی تھی؟ اور جس ... حکمرانوں نے اندازہ لگایا کہ ہمارا لشکر مجوسیوں کے متحدہ لشکر پر غالب آ رہا ... کی شکست یقینی ہو گئی ہے تب تم دونوں اپنے اپنے لشکر کو لے کر اپنی اپنی طرف بھاگ آئے۔ پھر بھی تم کہتے ہو کہ آج تک تم نے ہمارے خلاف کسی کارروائی میں حصہ نہیں لیا۔"

... بن نافع جب خاموش ہوا تب الیکس شرمندگی کا احساس کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"... مسلمانوں کے امیر! آپ کا کہنا درست ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مجوسیوں ... کے کہنے پر میں اور زاب کا بربر حکمران ان کی مدد کے لئے گئے تھے۔ اور ... اس لئے کیا تھا کہ ان کے ساتھ ہمارے برسوں پرانے تعلقات تھے۔ اور پھر ... خدشہ تھا کہ مسلمان ان پر حملہ آور ہو رہے ہیں، اس موقع پر ہم اگر ان کی مدد ... پہنچے تو کل کو جب مسلمان ہمیں اپنا ہدف بنائیں گے تو وہ بھی ہماری کوئی مدد نہ ... بہر حال مسلمانوں کے امیر! جو کچھ ہوا اسے ہماری غلطی سمجھیں اور میں اپنی ... معذرت خواہ ہوں۔ میں جانتا ہوں اس موقع پر جبکہ آپ شہر کو فتح کر چکے ہیں ... کی گردن زنی کا حکم بھی دے سکتے ہیں لیکن میں آپ سے امان کا طالب ہوتا ... ساتھ ہی یہ بھی گزارش کرتا ہوں کہ مجھے معاف کر دیا جائے۔ میں شہر آپ کے ... تا ہوں اور آنے والے دور میں جہاں آپ کہیں یا کسی اور جگہ جلا وطنی اور تنہائی ... گزارنے کے لئے تیار ہوں۔"

... موقع پر عقبہ بن نافع نے پہلے اپنے پہلوؤں میں بیٹھے زہیر بن قیس کی طرف ... اس سے رازدارانہ گفتگو کی۔ اس کے بعد دوسری جانب بیٹھے محمد بن اوس سے ... اس دوران قفصہ کا حکمران الیکس بڑے جستجو بھرے انداز میں کبھی عقبہ بن نافع ... محمد بن اوس کی طرف دیکھ لیتا تھا۔ یہاں تک کہ الیکس کے کانوں میں محمد بن اوس ... پڑی۔ وہ عقبہ بن نافع کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

"... قفصہ کے حکمران نے اگر ایک بار ہمارے خلاف مجوسیوں کا ساتھ دیا ہے تو ... لیکن۔ یہ معافی کا طلب گار ہو رہا ہے، اسے نہ صرف معاف کر دینا چاہئے بلکہ ... علاقوں پر اسے حکمران رہنے دینا چاہئے بشرطیکہ یہ آنے والے دور میں ہمارا مطیع ... بردار رہنے کا عہد کرے۔"

محمد بن اوس کے یہ الفاظ سن کر قفصہ کے حکمران ایلکس کی خوشی اور طمانیت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ بڑی شکر گزاری کے انداز اور ممنونیت میں محمد بن اوس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ عقبہ بن نافع نے اسے مخاطب کیا۔

''ایلکس! اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارا شہر ہم بزور شمشیر فتح کر چکے ہیں اور اس کے ساتھ تمہیں اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا چکے ہیں۔ اب تمہارے شہر میں نہ قتل عام کریں گے نہ کسی کو لوٹ مار کا بازار گرم کرنے دیں گے۔ ہم مسلمان ہیں۔ انسان اور انسانیت کی قدر کرنے والے ہیں۔ لہٰذا اپنے سالاروں کے ساتھ مشورے کے بعد جو میں نے فیصلہ کیا ہے وہ یہ کہ تم پہلے کی طرح قفصہ پر حکمران رہو گے۔ شرط صرف یہ ہے کہ آنے والے دور میں تم کسی موقع پر رومنوں کا ساتھ نہیں دو گے اور ہمارے مطیع اور فرمانبردار بن کر رہو گے۔''

ایلکس نے پہلے ہی چونکہ محمد بن اوس کے الفاظ سن لئے تھے۔ لہٰذا جونہی عقبہ بن نافع خاموش ہوا وہ جھٹ سے بول پڑا۔

''مسلمانوں کے امیر! مجھے آپ کی ہر شرط منظور ہے۔ آنے والے دور میں آپ کے خلاف رومنوں کا کبھی ساتھ نہ دوں گا اور جب تک زندہ رہوں گا، مسلمانوں کا مطیع اور فرمانبردار بن کر رہوں گا۔ اب بولیں، آپ کیا کہتے ہیں؟''

اس پر عقبہ بن نافع مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''اب میں تم سے یہ کہوں گا کہ تم اب بھی قفصہ کے حکمران ہو اور ہماری حیثیت اس شہر میں اب اجنبیوں کی سی ہے۔''

اس پر ایلکس مسکرایا اور کہنے لگا۔

''امیر! آپ اجنبی نہیں بلکہ آپ کی حیثیت اس شہر میں معزز مہمانوں کی سی ہے۔ اس سے پہلے جس طرح میں اپنے سارے لشکر کی ضیافت کرتا تھا، آج میں اس خواہش کا اظہار کرتا ہوں کہ آج شام کو آپ کے لشکر کی ضیافت میرے ذمہ ہو اور آپ جب تک قفصہ شہر میں قیام کریں گے، ہمارے معزز مہمان کی حیثیت سے رہیں گے۔''

جواب میں عقبہ بن نافع مسکرایا اور کہنے لگا۔

''میرے عزیز! میں چونکہ شہر کا نظم و نسق تمہارے حوالے کر چکا ہوں لہٰذا میں زیادہ دن یہاں قیام نہیں کروں گا۔ زخمیوں کی دیکھ بھال کے علاوہ لشکریوں کو ستانے کا

...اور آنے والی شب کو ہی میں یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔''

اس کے بعد عقبہ بن نافع نے جب ایلکس کو جانے کی اجازت دے دی تب وہ ... سے ہٹ گیا۔

اس روز ایلکس نے مسلمانوں کے لشکر کی بہترین ضیافت کا بندوبست کیا اور آنے والی شب ہی کو عقبہ بن نافع قفصہ شہر سے کوچ کر گیا تھا۔ اب اس کا ہدف زاب کی ... تھی جس کا مرکزی شہر ازتہ تھا اور جس کا حکمران ایک بربر تھا۔

◎......◎

★★★

رومنوں کا لشکر جو پہلے تلمسان کے نواح میں پڑاؤ کر گیا تھا، اس کے بعد پارسیوں کے شہروں کی طرف گیا تھا۔ پارسیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کرنے کے بعد لشکر واپس اپنے مرکزی شہر قرطاجنہ چلا گیا تھا۔ گو اس لشکر کو مسلمانوں کے خلاف کو کامیابی حاصل نہ ہوئی تھی اور نہ ہی افریقہ کے صحراؤں کے اندر ان کا مسلمانوں کے لشکر سے ٹکراؤ ہوا تھا یا پالا پڑا تھا۔ لیکن رومن سالار اس بات پر ہی خوش تھے کہ انہوں نے از کم مجوسیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ کر دیا ہے۔ وہ اس بات پر بھی بڑے مطمئن تھے کہ مجوسیوں کے چاروں شہروں کے متحدہ لشکر کو مسلمانوں نے شکست دی تھی اور خراج دینے وعدہ کیا تھا۔ لیکن رومنوں نے آخر مجوسیوں کو بہلا پھسلا کر نہ صرف مسلمانوں کے خلاف کر دیا تھا بلکہ انہوں نے مسلمانوں کو خراج دینے سے بھی انکار کر دیا تھا۔

چونکہ رومنوں کے اس لشکر نے مسلمانوں کے خلاف کوئی کامیابی حاصل نہ کی تھی چنانچہ قرطاجنہ کے بڑے کلیسا کے بشپ پولوس کے کہنے پر کلیسا کے اندر جسٹینین ا گریگوری نے چھوٹے بڑے سارے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا تھا جس میں شہر امراء اور متعلقہ رؤساء کو بھی دعوت دی گئی تھی۔

جب یہ سب لوگ کلیسا کے بڑے کمرے میں جمع ہو گئے تب جسٹینین نے سب سے پہلے اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”مجھے جس بات پر حد سے زیادہ افسوس ہے وہ یہ کہ اس مہم میں بھی ہمیں مسلمانوں کے خلاف کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ ہم نے اپنا لشکر تلمسان کی حفاظت کے لئے بھیجا تھا۔ مسلمانوں نے ہمیں چکمہ دیا۔ تلمسان پر وہ حملہ آور ہی نہیں ہوئے اور ایک پارسیوں کے چاروں شہروں سے ٹکرا گئے۔ انہیں شکست دے کر اپنا مطیع بنایا اور جس وقت ہمارا لشکر تلمسان سے اٹھ کر پارسیوں کے شہروں کی طرف گیا، اس کی غیر موجودگی میں

تلمسان پر حملہ آور ہوئے اور اس پر قابض ہو گئے اور یہ ایک طرح سے ہمارے مسلمانوں کی بہت بڑی اور عظیم فتح ہے۔

اب تو میں یہ سوچنے پر مجبور ہوں آخر مسلمانوں کی فتوحات کا یہ سلسلہ ہمارے خلاف کب تک جاری رہے گا؟“

یہاں تک کہنے کے بعد جسٹینین رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ کہہ رہا

”پہلے سب مل کر اس موضوع پر غور کریں۔ ساتھ ہی میں آپ لوگوں پر تین باتوں کا انکشاف کرتا ہوں۔

اول یہ کہ میں اور گریگوری نے مل کر کچھ مسلح دستے ترتیب دیئے ہیں جو افریقہ کے حصوں میں سرگرداں رہیں گے اور جہاں کہیں بھی وہ مناسب موقع پائیں گے، ابن سیدیکا اور گریگوری کی بیٹی فلورنس کو زبردستی پکڑ کر قرطاجنہ لانے کی کوشش کریں ان کے یہاں پہنچنے کے بعد ان دونوں کو کلیسا کی عدالت میں کھڑا کیا جائے گا اور عدالت جو سزا دے گی اس پر عمل کیا جائے گا۔

دوسری بات یہ کہ میں نے اپنے کچھ ہرکارے اور سفیر اردیہ کے بادشاہ کسیلہ کی طرف روانہ کئے تھے۔ آپ لوگ جانتے ہیں، کسیلہ بظاہر مسلمان ہے لیکن اندر ہی اندر مسلمانوں کا بدترین دشمن ہے۔ نام کا مسلمان ہے اور عقبہ بن نافع نے یہاں پہنچ کر جو فتوحات اور ناموری حاصل کی ہے کسیلہ اس کا سخت مخالف اور رقیب ہے۔ میں نے جو کسیلہ کی طرف اپنے قاصد بھجوائے تھے تو کسیلہ کے نام میں نے پیغام بھجوایا تھا کہ مسلمان لگاتار جگہ جگہ ہمارے خلاف کامیابیاں حاصل کر رہے ہیں۔ جس کی بناء پر ہمارے لشکریوں کی حوصلہ شکنی ہو رہی ہے۔ میں نے کسیلہ پر یہ بھی انکشاف کیا کہ ہم نے ایک موقع پر ونڈالوں، گالوں اور ہن کے ساتھ بھی مسلمانوں کے خلاف ضرب لگائی تھی، ہماری بدقسمتی کہ شکست ہماری ہی جھولی میں آن کر گری۔ اردیہ کے حکمران کسیلہ نے زور دیا ہے کہ اب وقت آ گیا ہے کہ وہ کھل کر مسلمانوں کے خلاف ہمارا ساتھ دے۔ جو قاصد میں نے کسیلہ کی طرف روانہ کیا تھا وہ آ گیا ہے اور کسیلہ کا جواب حوصلہ افزا ہے۔

کسیلہ نے ہم پر انکشاف کیا ہے کہ اس وقت اس کا کھل کر مسلمانوں کے خلاف آنا مصلحت کے خلاف ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس وقت جبکہ مسلمان رومنوں کو پے در پے

شکستیں دے رہے ہیں، کسیلہ کی ان کے مقابلے میں اہمیت نہیں ہے۔ کسیلہ نے اعلان کیا ہے کہ جب بھی وہ کوئی مناسب موقع دیکھے گا، مسلمانوں پر ایسی ضرب لگائے گا کہ نہ صرف مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچائے گا بلکہ عقبہ بن نافع کا خاتمہ کرنے کی بھی کوشش کرے گا۔ اس لئے کہ عقبہ بن نافع ہی کی وجہ سے اردیہ کے بادشاہ کسیلہ کی افریقہ میں کوئی عزت اور وقعت نہیں رہی۔ اس نے یہ بھی وعدہ کیا ہے کہ جب وہ مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آئے گا تو حرکت میں آنے سے پہلے وہ ہمیں مطلع کر دے گا تاکہ اس کی مہم میں ہم بھی برابر کے شریک ہو کر مسلمانوں کا خاتمہ کر سکیں۔

اس موقع پر اردیہ کے بادشاہ کسیلہ نے جو سب سے اچھا کام کیا ہے وہ یہ کہ اس نے اپنی مملکت کے دو عمدہ اور نایاب تیغ زن ہماری طرف روانہ کئے ہیں۔ جو سفیر میں نے کسیلہ کی طرف روانہ کئے تھے ان کے ذریعے میں نے کسیلہ کو یہ بھی اطلاع کی تھی کہ میری بہن سیکا اور گریگوری کی بیٹی فلورنس ہمارے ہاں سے بھاگ کر اور ہمارے خلاف بغاوت کرتے ہوئے مسلمانوں کا ساتھ دے کر ہم سے غداری کر کے مسلمانوں کے پاس چلی گئی ہیں۔ میں نے اس پر یہ بھی انکشاف کر دیا تھا کہ سیکا نے وہاں جا کر مسلمانوں کے سالار محمد بن اوس سے شادی کر لی ہے۔ جبکہ فلورنس ان دنوں مسلمانوں کے سالار نعیم بن حماد کی بیوی ہے۔

قاصدوں نے واپس آ کر مجھے بتایا ہے کہ کسیلہ نے اس بات کا بے حد دکھ اور افسوس کیا ہے کہ سیکا اور فلورنس مسلمانوں کی طرف چلی گئی ہیں۔ چنانچہ اس نے اپنی مملکت کے دو بہترین اور ناقابل شکست تیغ زن ہماری طرف بھیجے ہیں جنہیں میں نے مہمان خانے میں ٹھہرایا ہے۔ کسیلہ کا کہنا ہے کہ یہ وہ تیغ زن ہیں جو کسی سے زیر ہو ہی نہیں سکتے۔ چنانچہ اب اس کے بعد جب کبھی یا جس جگہ ہمارا ٹکراؤ مسلمانوں سے ہوگا، مسلمانوں کے بھیجے ہوئے وہ تیغ زن ہمارے لشکر میں شامل ہوں گے اور باری باری انفرادی مقابلے کے لئے نکلیں گے۔ ایک محمد بن اوس کو انفرادی مقابلے کی دعوت دے گا اور اس کی گردن کاٹے گا۔ دوسرا تیغ زن اس کے بعد میدان میں اترے گا اور نعیم بن حماد کو مقابلے کی دعوت دے گا اور اس کا سر تن سے جدا کرے گا۔ اس طرح محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کو سیکا اور فلورنس سے شادی کرنے کی خوب سزا ملے گی۔ اس کے بعد ہم کسی نہ کسی طرح سیکا اور فلورنس کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور ان دونوں کو کلیسا کی عدالت میں کھڑا کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد جسٹین رکا، ایک بھرپور نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھے گریگوری پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

"تیسرا کام جو میں نے کیا ہے وہ محترم گریگوری کے خلاف مشورے سے کیا ہے وہ یہ کہ ہم نے تیز رفتار قاصد قفصہ اور زاب کی سلطنت کے مرکزی شہر ازتہ کی طرف روانہ کئے ہیں اور ازتہ کے بربر حکمران سے کہا ہے کہ اب وقت آگیا ہے کہ افریقہ تک کوئی بھی ان غیر جانبدار بن کر نہ رہے۔ میں نے ان پر انکشاف کیا ہے کہ مسلمان بڑی تیزی سے صحرا کے اندر اندرائن کی کڑوی بیل کی طرح پھیلتے جا رہے ہیں اور اگر انہیں روکنے کی کوشش نہ کی گئی تو پھر ان سرزمینوں سے ہم رومنوں ہی کو نہیں یہاں کے سب حکمرانوں کو بوریا بستر سمیٹ کر کسی اور جگہ کو اپنا مسکن بنانا ہوگا اور مجھے امید ہے کہ میرے اس پیغام کے جواب میں زاب کی سلطنت اور قفصہ کے حکمران کی طرف سے مناسب جواب آئے گا۔ اس لئے کہ ان دونوں مملکتوں کے حکمران اس سے پہلے مسلمانوں کے خلاف اپنی ناراضی کی نشاندہی کر چکے ہیں۔ وہ اس طرح کہ جب مسلمان مجوسیوں کے شہروں پر حملہ آور ہوئے تھے اور مجوسیوں کا ان سے ٹکراؤ ہوا تھا تو ان دونوں حکمرانوں نے چوری چھپے مسلمانوں کے خلاف پارسیوں کی اپنے لشکر کے ساتھ مدد بھی کی تھی اور جب انہوں نے دیکھا کہ پارسیوں کی شکست یقینی ہے تو وہ اپنے اپنے لشکر کو لے کر اپنے علاقوں کی طرف پلٹ گئے تھے۔ بہرحال نتائج کچھ بھی ہوں، انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ایک طرح سے اپنی کارروائیوں کی ابتداء ضرور کی تھی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد جسٹین رکا، پھر کہنے لگا۔

"یہ وہ کام ہیں جو میں نے اب تک کئے ہیں اور اس کی تفصیل میں نے آپ لوگوں کے سامنے کہہ دی ہے۔ ساتھ ہی میں تم لوگوں سے یہ بھی کہتا ہوں کہ چھوٹے بڑے سارے آپس میں صلاح مشورہ کرو اور کسی فیصلے پر پہنچو کہ آخر ان سرزمینوں میں مسلمانوں کو کس طرح نمٹا جا سکتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی اپنے ذہن میں رکھنا کہ اس سے پہلے مسلمانوں کے خلاف کئی کارروائیاں کر چکے ہیں لیکن کسی بھی مہم، کسی بھی کارروائی میں ہمیں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ ہم نے وندال، ہن اور سیتھین تک کو اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں پر ضرب لگائی لیکن شکست ہمارے ہی حصے میں آئی۔ اور پھر سب سے بڑھ کر دو بہترین تیغ زنوں کا انتخاب کیا گیا جن کے نام فرانسس اور ٹریسلر تھے۔ ہماری بدقسمتی کہ وہ کوئی کامیابی حاصل نہ کر سکے اور دونوں محمد بن اوس کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے ہی

مارے گئے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد جب جسٹینن خاموش ہوا اس وقت تک سارے رومن سالار آپس میں صلاح مشورہ کرتے رہے تھے۔ پھر ان سب کی نمائندگی کرتے ہوئے لیو بول اٹھا تھا۔

"محترم جسٹینن! اور گریگوری! اس میں کوئی شک نہیں کہ ماضی میں مسلمانوں کے ہاتھوں پے در پے شکستوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس میں، میں اپنا نام بھی رکھوں گا۔ مجھے بھی کئی مواقع پر مسلمانوں کے مقابلے میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ لیکن اب حالات پہلے کی نسبت مختلف ہیں۔ اس لئے کہ قسطنطنیہ سے ہماری مدد کے لئے ایک خاصا بڑا لشکر آ چکا ہے جس کی مدد سے ہم مسلمانوں کے خلاف پہلے کی نسبت زیادہ مؤثر حالات میں حرکت میں آ سکتے ہیں۔ دوسری بات جو میں اس موقع پر کہنا پسند کروں گا کہ صرف ایک موقع پر ونڈالوں، گالوں اور ہنوں کو مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنے کے بعد ہم نے انہیں عضو ناقص کی طرح بالکل فراموش کر دیا ہے اور یہ تینوں جنگجو اقوام اپنے اپنے علاقوں میں اس وقت بیٹھیں ہمارے اور مسلمانوں کے ٹکراؤ کا تماشہ دیکھ رہی ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ مستقل طور پر ان تینوں اقوام کے جنگجوؤں کو ہم اپنے ساتھ رکھتے۔ اس موقع پر میں آپ لوگوں پر یہ بھی انکشاف کروں کہ یہ وہ اقوام ہیں کہ جو نہ صرف جنگ کا بہترین تجربہ رکھتی ہیں بلکہ دشمن سے اپنے اپنے انتقام کی خو بو برسوں تک نہیں بھولتیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد لیو رکا، کچھ سوچا، پھر دوبارہ کہنے لگا۔

"جہاں تک میں نے اپنے سالاروں سے مشورہ کیا ہے ان کے مطابق مسلمان اب مجوسیوں کو اپنا ہدف بنانے کی کوشش کریں گے۔ اس لئے کہ جس وقت ہمارے لشکر نے تلمسان کے نواح میں قیام کیا ہوا تھا، وہ مجوسیوں پر حملہ آور ہوئے اور مجوسیوں نے خراج دینے کے صلے میں ان سے صلح کر لی۔ بعد میں جب مجوسیوں نے ہمارے ساتھ معاہدہ کر لیا اور مسلمانوں کو خراج دینے سے انکار کر دیا تو اس کا نتیجہ ظاہر ہے یہی نکلے گا کہ مسلمان ان کے خلاف کارروائی کریں گے۔ تلمسان سے عقبہ بن نافع نے اپنے کچھ آدمی مجوسیوں سے خراج وصول کرنے کے لئے روانہ کئے تھے۔ ردِعمل کے طور پر مجوسیوں نے بدترین رویہ اختیار کیا۔ انہوں نے نہ صرف مسلمانوں کے سفیر سے توہین آمیز رویہ اختیار کیا بلکہ مسلمانوں کو خراج ادا کرنے سے بھی انکار کر دیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد لیو رکا، کچھ سوچا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے وہ پھر

فا[illegible] کی طرف سے اس رویے کی وجہ سے اب ردِعمل کا اظہار ہو گا۔ وہ اس جوسیوں [illegible] سلمان ایک بار پھر مجوسیوں سے ٹکرائیں گے۔ اس لئے کہ مجوسیوں نے چونکہ ان [illegible] بدعہدی کی ہے اور وہ بدعہدی کا انتقام ضرور لیں گے۔ ہمیں چاہئے کہ ہم [illegible] کے ساتھ لگاتار اور مسلسل رابطے میں رہیں۔ ان کے اطراف میں اپنے مخبر پھیلا [illegible] مسلمان مجوسیوں پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں تو ہم بھی ایک لشکر لے کر [illegible] جب [illegible] جائیں۔ مجھے امید ہے کہ جب مجوسیوں کے ساتھ مل کر ہم مسلمانوں کے خلاف [illegible] کریں گے تو ان صحراؤں کے اندر پہلی بار ہمارے مقابلے میں مسلمانوں کو شکست [illegible] کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

[illegible] رکا، کچھ سوچا پھر وہ کہہ رہا تھا۔

[illegible] مجوسیوں کے علاوہ بھی ہمیں مسلمانوں کے لئے کوئی نیا محاذ کھولنا ہو گا۔ ماضی میں [illegible] ان کے ساتھ ٹکراتے ہوئے ہمیں چند تلخ تجربات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اور انہی [illegible] کی روشنی میں ہم مسلمانوں پر نئے انداز میں ضرب لگائیں گے۔ آپ جانتے ہیں [illegible] تک مسلمانوں کے ساتھ ہمارے جتنے ٹکراؤ ہوئے ہیں ان میں مسلمانوں پر ہمیں [illegible] فوقیت حاصل ہوتی تھی اور مسلمانوں کا لشکر ہمیشہ ہم سے کم ہی رہا۔ اس کے باوجود [illegible] ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ چنانچہ اس ناکامی کو روکنے کے لئے میرے پاس ایک تجویز [illegible] اگر ہم کسی موقع پر مسلمانوں کے خلاف نیا محاذ کھولیں اور پھر اپنے لشکر کو کئی حصوں [illegible] تقسیم کریں۔ چنانچہ ہمارے مقابلے میں مسلمانوں کو بھی اپنے لشکر کو تقسیم کرنا پڑے [illegible] کی طرح جب مسلمان اپنے لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کریں گے تو ان کی عسکری [illegible] میں ضعف آ جائے گا اور اسی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ہمیں اپنی فتح مندی کا در [illegible] وا ہو جائے۔"

لیو ابھی تک یہی کہنے پایا تھا کہ کلیسا کے اس بڑے کمرے کے دروازے پر گریگوری [illegible] چوبدار نمودار ہوا۔ جب گریگوری نے اسے اندر آنے کی اجازت دی تب وہ قریب آیا [illegible] گریگوری اور جسٹینن کو مخاطب کرتے ہوئے رازداری میں کہنے لگا۔

"ہمارا ایک مخبر آیا ہے۔ وہ کوئی اہم نوعیت کی خبر آپ سے کہنا چاہتا ہے۔"

اس موقع پر جسٹینن نے گریگوری کی طرف غور سے دیکھا۔ باقی سالار بھی اس موقع [illegible] جسٹینن اور گریگوری کی طرف دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ جسٹینن نے چوبدار کو مخاطب

کیا۔

"آنے والے اُس مخبر کو اندر بھیجو۔"

چوبدار پیچھے ہٹ گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد رومنوں کا ایک مخبر اندر داخل ہوا۔ گریگوری اور جسٹین کے پاس آیا۔ جسٹین نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کی۔

"میرے عزیز! چوبدار نے بتایا ہے کہ تم ہمارے لئے کوئی خبر لے کر آئے ہو۔ کہو، کیا معاملہ ہے؟"

اس پر آنے والا غمزدہ سے انداز میں کہنے لگا۔

"مالک! میں ایک بری خبر لے کر آیا ہوں۔ مسلمانوں کا سالار عقبہ بن نافع قفصہ کے بادشاہ الیکس پر حملہ آور ہوا۔ بڑے عجیب انداز میں مسلمانوں نے قفصہ کی شہر پناہ کے جنوبی دروازے سے داخل ہو کر قفصہ کے حکمران کے لشکر کا مقابلہ کیا اور اسے شکست دی۔"

اس کے بعد اُس مخبر نے بڑی تفصیل کے ساتھ شہر کے اندر مسلمانوں کے حملہ آور ہونے اور قفصہ کے لشکر کو شکست دینے کے ساتھ ساتھ قفصہ کے حکمران کو اس کی حکومت پر بار رکھنے کے بعد مسلمانوں کے لشکر کی زاب کی سلطنت کے مرکزی شہر ازنہ کی طرف پیش قدمی کی تفصیل کہہ دی تھی۔

یہ سب کچھ جاننے کے بعد جہاں جسٹین اور گریگوری کا چہرہ ہلدی ہو گیا تھا وہاں ہرکولیس، لیو، اسارین اور دوسرے سالار بھی اُداسی اور ویرانی کا شکار ہو چکے تھے۔ بڑے کلیسا کے اس کمرے میں کچھ دیر تک کاٹ کھانے والی خاموشی طاری رہی۔ یہاں تک کہ پولوس کی آواز بلند ہوئی اور اس وقت پولوس غمزدہ اور بکھری بکھری سی آواز میں سب کو کہہ رہا تھا۔

"جب سے عقبہ بن نافع ان سرزمینوں میں داخل ہوا ہے میں دیکھتا ہوں ہر موقع پر، ہر مہم میں، ہر ٹکراؤ میں، ہر لڑائی میں بدقسمتی اور شکست ہمارے ہی دامن میں چھید کرتی ہے۔ کیا میں یہ سمجھ لوں، افریقہ کی سرزمینوں میں فتح کے نشے سے لبریز مسلمان ہمیشہ کے لئے ہمارے لئے ستم کے سراب کھڑے کرتے رہیں گے؟ لوگ کہتے ہیں کہ یہ مسلمان انسانی قافلوں کے راہنما بن کر نمودار ہوئے ہیں۔ میں نے کچھ لوگوں کو یہ کہتے بھی سنا ہے کہ طلسم ہست و بود کو روشن کرنے والے یہ مسلمان چاند تاروں کے فسوں اور میٹھے بولوں کا پیغام دیتے طمانیت کے قافلۂ شوق کی طرح پھیلنے کا ہنر جانتے ہیں۔ اگر یہ سچ

ر اس معاشرے میں ہمارا کوئی مقام نہیں رہے گا۔ یہ مسلمان ان سرزمینوں میں ی طرح گونجتے بکھرتے خوابوں کے تجسس کی طرح جست و خیز کرتے ہوئے ے ہیں۔

مانوں نے ان سرزمینوں میں جو اب تک کامیابیاں حاصل کی ہیں اور ہمارے ں جو انہوں نے شکست کے داغ ڈالے ہیں تو کیا میں اس سے یہ سمجھ لوں کہ بقاء انسانی اور تمدن کے زمزموں کی غنائیت میں تقدیر اپنے دائروں کی تکمیل کے درپے ہو گئی ہے۔ اس لئے کہ ان سرزمینوں میں پہلے کسی دور میں کنعانی ں حکومت ہوا کرتی تھی اور رومنوں نے ان پر حملہ آور ہو کر انہیں نکال باہر کیا تھا۔ ل قبل مسیح جو کام رومنوں نے کنعانی عربوں کے خلاف کیا، کیا میں یہ سمجھوں کہ ہ کام موجودہ دور کے عرب، رومنوں کے خلاف کر رہے ہیں؟ جس طرح کنعانی رومنوں نے ان سرزمینوں سے نکال باہر کیا اور ان کی ہستی کو نیست و نابود کیا، کیا ب ان سرزمینوں میں ہماری سلطنت کو نیست و نابود کر کے رکھ دیں گے؟

بت ہے، رومنوں کی اتنی بڑی سلطنت اور مسلمان عرب کے ایک چھوٹے سے ٹھنے والے لوگ اور خطہ بھی ایسا جس میں صحرا ہی صحرا ہے۔ نہ انہوں نے کسی ربیت حاصل کی نہ کہیں تیغ زنی کے کسی مکتب سے کچھ حاصل کیا۔ اس کے ے حملوں کے سامنے رومن یوں ثابت ہو رہے ہیں جیسے بھیڑیئے کے سامنے یکن بکری کا احتجاج نہ بھیڑیئے کی خو بدل سکتا ہے نہ ان کی کجی درست کر سکتا ئے کے منہ کو جب ایک بار خون لگ جاتا ہے تو پھر وہ چیر پھاڑ کا وہ عمل شروع جس سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ یہ مسلمان زیست کو امن سے روشناس کرتے ہیں۔ لیکن میں کہتا ہ زندگی کو موت سے آشنا کر رہے ہیں۔ ہمارے لئے یہ انسانیت کا منہ نوچ ہ، ہماری انگلیوں سے ناخن جدا کر رہے ہیں۔ ہمارے جذبوں کی چاپ، یالات کے گلاب، ہمارے احساسات کے شباب حتیٰ کہ ہماری سانسوں تک کے عذاب بن کر ان سرزمینوں میں داخل ہو گئے ہیں۔ میں گزشتہ کئی ماہ سے دیکھ ہ جہاں کہیں بھی ٹکراؤ ہوتا ہے، کامیابی مسلمانوں ہی کی ہوتی ہے اور یہ مسلمان ال کی منڈیروں پر ایک ضربِ مسلسل کی دھن کی طرح چھاتے چلے جا رہے گر اتنے بے باک ہو چکے ہیں کہ ہمیں اپنے سامنے شام کی اندھی تیرگی،

تہذیب کے گونگے اجسام سمجھ کر تقدیر کے رطلِ گراں کی طرح ہمیں پینے کے عمل سے گزرنا شروع ہو چکے ہیں۔

میں جب مسلمانوں کی کارگزاریوں پر نگاہ دوڑاتا ہوں اور ان کے مقابلے میں اپنے ردِ عمل کو بھی دیکھتا ہوں تو پھر میرا دل، میرا ضمیر کہتا ہے کہ وقت کے آسمان پر یہ مسلمان گردش کے مقیاس کو روک کر ہمارے ہر جتن کو بے اثر، ہماری ہر کوشش کو بے ثمر کرنے میں پوری طرح کامیاب ہوئے ہیں۔ جبکہ ہم ان کے سامنے وقت کی آندھیوں کے غبار میں لباس دریدہ، کالی رات کے مُردہ ساغر اور بھوکی ننگی یورش سے بھی برے ثابت ہو رہے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بڑا پادری پولوس رکا۔ اس کے بعد پہلے کی نسبت زیادہ غصے اور غضب ناکی میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"اگر ہم نے مسلمانوں کے مقابلے میں اپنی فتح مندی اور کامیابی کو یقینی بنانا ہے تو پھر ہمیں اپنے شعور پر لگی بزدلی کی مُہروں کو توڑنا ہوگا۔ اپنے بریدہ ارادوں کو پھر سے جوڑنا ہوگا۔ خودغرض، حریص اور قسمت آزما بن کر فشارِ برق وارفتہ، سیلِ محشر، تیز رو برق گام اندھیاؤں کی طرح مسلمانوں پر وارد ہو کر اور قانونِ فطرت کی طرح اٹل طوفانوں کے طلاطم اور بگولوں کی وحشت کی طرح ان پر ضرب لگانا ہوگی۔ ایسی ہی صورت میں ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اور اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو پھر ہر کوئی اپنے دل پر یہ بات لکھ رکھے کہ عنقریب وہ وقت آئے گا کہ مسلمان ان سرزمینوں میں ہماری حکومت کو بدترین انجام تک پہنچائیں گے اور پھر رومنوں کو وہ برا اور بدبخت وقت دیکھنا نصیب ہوگا کہ انہیں افریقہ سے اپنا بوریہ بستر سمیٹ کر واپس قسطنطنیہ کا رخ کرنا ہوگا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد پولوس دم لینے کے لئے رکا تھا۔ اس کے بعد پہلے سے بھی زیادہ غصے اور مایوسی بھرے انداز میں وہ کہہ رہا تھا۔

"میرے عزیز ساتھیو! اب تو افریقہ کی سرزمینوں میں ہمارے لئے یہ خبریں بھی آنا شروع ہو گئی ہیں کہ مسلمان ارضِ شام سے نکل کر قسطنطنیہ پر حملہ آور ہونے کے لئے بھی تول رہے ہیں۔ ہماری بدبختی کہ جہاں پوری شام کی سرزمین ہماری ہوا کرتی تھی، فلسطین ہمارے پاؤں تلے تھا، اب نہ ہمارے پاس فلسطین ہے نہ شام کی سرزمین۔ اور پھر اس سے بھی رومنوں کی ابتر حالت یوں ہو رہی ہے کہ مسلمان تو اب شام کی سرزمینوں سے نکل کر اناطولیہ کے میدانوں میں اپنے گھوڑے دوڑا رہے ہیں۔ اور مجھے خدشہ ہے کہ اگر

ہی رہی تو اناطولیہ کے میدانوں کو روندنے کے بعد جب وہ مزید مغرب کی طرف ے تو بحیرۂ باسفورس مسلمانوں کے سرپٹ دوڑتے گھوڑوں کی راہ نہیں روک سکے لئے کہ میں لوگوں سے یہ بھی سنتا آیا ہوں کہ مسلمانوں کے گھوڑوں کے سامنے نے سمٹنا سیکھ لیا ہے۔"

اں تک کہنے کے بعد پولوس رکا تھا۔ کچھ دیر بڑی مایوسی اور شکستگی میں ہونٹ کاٹتا اں تک کہ اس نے جسٹین اور گریگوری کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی مایوسانہ کہنا شروع کیا۔

ترم جسٹین اور گریگوری! جو کچھ میں نے کہا ہے اسے آپ اپنی ذات کے لئے ور عار نہ سمجھئے گا۔ قسم خداوند کی اس سے پہلے مسلمانوں کی فتوحات اور ہماری ی ہمارے لئے ناسور بنی ہوئی تھیں۔ اور جب سے میں نے یہ خبر سنی کہ سیکا اور ونوں یہاں سے بھاگ چکی ہیں، ان کو اپنے ساتھ بھگا کر لے جانے والا رولسن ر مزید یہ کہ سیکا نے وہاں جا کر مسلمانوں کے سالار محمد بن اوس اور فلورنس نے مارے سے شادی کر لی ہے تو یوں جانیں میرے جسم کا ہر عضو ایک طرح سے ناسور رے لئے اذیت اور عذاب و کرب ہو رہا ہے۔ کیا کوئی ایسا لمحہ، کوئی ایسا وقت لکا کہ مسلمانوں کا ہمارے ساتھ ٹکراؤ ہو۔ ہمارے ہاتھوں انہیں بدترین شکست بدان جنگ سے بھاگیں اور ہمارا لشکر ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کا قتل عام ر ان کے لشکر کی تعداد کو خوب کم کرے۔"

ں تک کہنے کے بعد پولوس خاموش ہو گیا تھا۔ جب تک وہ بولتا رہا، کلیسا کے اس ے میں کاٹ کھانے والی خاموشی طاری رہی۔ اس کے خاموش ہونے پر جسٹین ری دونوں نے اپنی جھکی ہوئی گردنیں سیدھی کیں، پھر پولوس کی طرف دیکھتے ٹین دُکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

ترم پولوس! جو کچھ آپ نے کہا ہے یہ سچ اور حقیقت ہے اور ہم میں سے کوئی بھی نہیں مانے گا۔ آپ نے ایک طرح سے اپنے نہیں، ہمارے بھی جذبات کی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ماضی میں ہم نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ ں طرح مسلمانوں کو اپنے سامنے بدترین شکست دے کر اپنی فتح مندی اور اپنی مظاہرہ کریں۔ اس کے لئے ہم نے اپنے بہترین سالاروں کو آزمایا، لیو پر حملہ ں اور ابھارین ٹکرائے۔ آپ جانتے ہیں ماضی میں ہمارا سالار لیو ناقابلِ تسخیر

رہا ہے۔ ہر مہم میں کامیابی اس کے قدم چومتی رہی ہے۔ یہی حالت ہرکولیس اور اسارین
کی بھی رہی ہے۔ لیکن مسلمانوں کے مقابلے میں ہماری بد قسمتی ہے کہ اب تک جب
بھی ٹکراؤ ان کے ساتھ ہوا، اس ٹکراؤ کے دوران ہمارے لشکر کا سالار خواہ لیو ہو یا ہرکولیس
یا اسارین، شکست نے ہمیں ہی کاٹ کھایا۔

محترم پولوس! ہم نے اس پر بھی اکتفا نہیں کیا۔ آپ اس بات پر بھی اتفاق کریں
گے کہ مسلمانوں کو نیچا دکھانے کے لئے ہم نے ہر کوشش کی۔ جب ہم نے دیکھا
ہمارے تینوں بڑے سالار مسلمانوں کے خلاف کامیابی حاصل نہیں کر رہے تو آپ
ہیں اور جانتے ہیں کہ مسلمانوں کو نیچا دکھانے کے لئے ہم نے وندالوں، گالوں اور
ہنوں کو دعوت دی۔ انہیں اپنے لشکر میں شامل کیا لیکن ہماری بد قسمتی پھر بھی ہماری طرف
بھاگ کر آئی۔ وندالوں، گالوں اور وحشی ہنوں کو بھی مسلمانوں نے اپنے سامنے روند
رکھ دیا۔ اگر آپ ماضی کی طرف جھانکیں تو شاید آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کہ مسلمانوں کے
سالار عقبہ بن نافع اور دوسرے سالار محمد بن اوس کا خاتمہ کرنے کے لئے ہم نے دو
تیغ زنوں کا انتخاب کیا۔ ایک کا نام فرانسس، دوسرے کا نام ٹریسلر تھا اور حالات
ظریفی کچھ یوں ہمارے سامنے آئی کہ عقبہ بن نافع تو انفرادی مقابلے کے لئے
نہیں، محمد بن اوس نے ہی انفرادی مقابلے میں دونوں تیغ زنوں کو نیچا دکھا کر ان کا
کر دیا۔

محترم پولوس! اگر آپ حالات سے مایوس ہیں تو ہماری حالت آپ سے مختلف
ہے۔ لیکن مایوسی کا شکار ہو کر ہم کچی دیوار کی طرح گرنا نہیں چاہتے۔ ہم کوشش
رہیں گے اور مجھے امید ہے کہ ہماری کوئی نہ کوئی کوشش کامیاب ہوگی۔ اب جو
نے بتائی ہے، مجھے امید ہے کہ اس پر عمل کرتے ہوئے کامیابی ہمارے قدم چومے
اب جب کبھی بھی ہمارا ٹکراؤ مسلمانوں کے ساتھ ہوتا ہے تو کوشش یہ کی جا
اپنے لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے مسلمانوں پر ضرب لگائی جائے۔ ہمارے
کے جواب میں مسلمانوں کو بھی چونکہ اپنے لشکر کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنا پڑے
جب ان کا لشکر تقسیم ہوگا تو ان میں ضعف آ جائے گا۔ اس لئے کہ ان کے لشکر
ہمارے مقابلے میں کم ہے۔“
یہاں تک کہنے کے بعد جسٹین رکا، پھر سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
”تھوڑی دیر پہلے جو ہمارا مخبر آیا ہے اور جس نے یہ اطلاع دی ہے کہ مسلما

حملہ آور ہو کر وہاں کے بادشاہ الیکس کو اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا لیا ہے اور اب وہ
طرف پیش قدمی کر رہے ہیں۔ ازتہ زاب کی سلطنت کا مرکزی شہر ہے۔ بڑا
اور مستحکم ہے۔ میں چاہتا ہوں آج ہی ایک لشکر ازتہ کی طرف روانہ کیا جائے۔
بادشاہ یقیناً مسلمانوں کے سامنے مزاحمت کرے گا۔ اتنی دیر تک اگر ہمارا لشکر
پہنچ جائے اور مسلمانوں پر دو طرفہ حملے شروع ہو جائیں تو میرے خیال میں اگر
نوں کو بدترین شکست نہ دے سکیں تو انہیں ازتہ کا محاصرہ اُٹھا کر وہاں سے چلے
ضرور مجبور کر سکتے ہیں۔“
ں تک کہنے کے بعد جسٹین نے باری باری گریگوری اور سارے سالاروں کی
بکھا اور اس سلسلے میں جب ان کی رائے جاننے کی کوشش کی تو سب نے اس سے
کہ وقت ضائع کئے بغیر ایک لشکر زاب کے بادشاہ کی طرف روانہ کیا جائے تاکہ
زتہ شہر کو فتح نہ کر سکیں۔
ملہ ہونے کے بعد جسٹین فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا۔
ولیس اور اسارین! پہلے کی طرح لیو کو میں اپنے پاس رکھنا چاہتا ہوں۔ تم اسی
کر ازتہ شہر کا رخ کرو جس لشکر کے ساتھ اس سے پہلے تم تلمسان شہر کی طرف
“

کے ساتھ ہی جسٹین، گریگوری اور باقی سب لوگ وہاں سے چلے گئے تھے۔ جبکہ
رکولیس اور اسارین ایک لشکر کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے زاب کی سلطنت
شہر ازتہ کا رخ کر رہے تھے۔

◎.....◎

★★★

جہاں رومنوں نے زاب کی سلطنت ازتہ کا رخ کیا تھا، وہاں عقبہ بن نافع
اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے مسافتوں کو سمیٹتا ہوا ازتہ کا رخ کر رہا تھا۔
عقبہ بن نافع رومنوں سے پہلے ازتہ پہنچ گیا۔ شہر کا اس نے محاصرہ کر لیا اور شہر
کرنے کے لئے تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے گئے۔ شہر کے گرد چونکہ کئی فصیلیں تھیں،
دفاع بھی بڑا مضبوط تھا۔ جبکہ مسلمانوں کے پاس شہر پناہ اور حصار توڑ کر شہر میں
ہونے کا بھی کوئی انتظام نہیں تھا۔ لہٰذا محاصرے میں سختی پیدا کرنے کے علاوہ مسلم
کے پاس اور کوئی چارہ نہ تھا۔
جس وقت عقبہ بن نافع نے اپنے سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ ازتہ کا
سے محاصرہ کر رکھا تھا اور شہری چیخ چلا اُٹھے تھے، تب عقبہ بن نافع کو اس کے مخبر
اطلاع دی کہ رومنوں کا ایک لشکر زاب کی سلطنت بچانے کے لئے عنقریب ازتہ
والا ہے۔
یہ خبر ملتے ہی عقبہ بن نافع نے اپنے سارے سالاروں سے مشورہ کیا۔ پھر ا
محاصرہ ترک کر کے اس شہر سے دور ایک محفوظ مقام پر پڑاؤ کر لیا گیا۔ عقبہ بن
ایسا کرنے کے تھوڑی ہی دیر بعد ہرکولیس اور اسارین بھی رومنوں کا لشکر لے کر
گئے تھے۔ انہوں نے پہلے زاب کی سلطنت کے بربر حکمران سے رابطہ قائم کیا،
اور تشفی دی، ساتھ ہی مسلمانوں سے نمٹنے کے لئے ہرکولیس اور اسارین نے اپنے
ساتھ ازتہ شہر کے نواح میں پڑاؤ کر لیا تھا۔ جب سورج غروب ہو گیا اور رومنوں
کے اندر شمعیں روشن ہوئیں تب انہوں نے دیکھا جہاں مسلمانوں کے لشکر نے پڑ
وہاں بھی قندیلوں کی روشنی نے اردگرد کے علاقوں کو چمکا کر رکھ دیا تھا۔ رات کا

یا اب ہرکولیس اور اسارین دونوں نے ازتہ کے بربر بادشاہ سے رابطہ قائم کیا۔
رابطہ کے دوران یہ طے پایا کہ مسلمان شہر کے جنوب میں پڑاؤ کئے ہوئے ہیں
پر شب خون مارا جائے تو ہمارا شب خون کامیاب ہوگا۔ زاب کے بربر حکمران
نے اتفاق کیا تھا چنانچہ یہ طے پایا کہ آدھی رات کے وقت جب رومنوں کے لشکر
بجے کی آواز آئے تو زاب کا لشکر شہر سے نکلے گا۔ رومن بھی اس کے ساتھ ہو
۔ پھر دونوں قوتیں مل کر مسلمانوں پر ایسی ضرب لگائیں گی کہ آنے والے دور
ں کو کسی بھی حکومت کے خلاف سر اٹھانے کی مہلت نہ ملے گی۔
زاب کے بربر حکمران اور رومن سالاروں کے درمیان طے پا گیا تھا کہ آدھی
ت جس وقت مسلمان گہری نیند سو رہے ہوں، ان پر ایک جان لیوا شب خون
اور اس شب خون کے نتیجہ میں اپنی فتح اور مسلمانوں کی شکست کو یقینی بنایا

، یہ منصوبہ بنانے کے بعد شہر کے اندر بربر حکمران نے اپنے سالاروں کو چوکس
در لشکر کا ایک حصہ مسلمانوں پر شب خون مارنے کے لئے علیحدہ کر دیا گیا تھا۔
ب ہرکولیس اور اسارین نے بھی لشکر کا ایک حصہ پڑاؤ کی حفاظت کے لئے مختص
نا بڑے حصے کے ساتھ انہوں نے مسلمانوں پر شب خون مارے جانے کی
ں حصہ لینے کے لئے مستعد کر دیا تھا۔

●●●

جب آدھی کے قریب گزر گئی تب زاب کا ایک لشکر شہر سے نکلا، رومنوں کے
یا۔ اس لشکر کی کمانداری زاب کا بربر بادشاہ خود نہیں کر رہا تھا، بلکہ اس کے
یا کمانداری کر رہے تھے۔ شہر سے نکلنے کے بعد ہرکولیس اور اسارین کے ساتھ
ں کارروائی کو آخری شکل دی گئی۔
دقع پر رومنوں اور زاب کی سلطنت کے لشکریوں نے دیکھا کہ شہر کے جنوب
صلے پر جہاں مسلمانوں نے پڑاؤ کر رکھا تھا، وہاں ان گنت مشعلیں روشن تھیں۔
س، اسارین اور زاب کے سالاروں کے درمیان یہ طے پایا کہ وقت ضائع
ی رفتاری سے مسلمانوں کے پڑاؤ کا رخ کیا جائے اور ان پر جان لیوا حملہ کر
اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ جو بچیں، وہ خود ہی اپنی جانوں کی
اپنے شہروں کی طرف بھاگ کھڑے ہوں گے۔

چنانچہ ہرکولیس، اسارین اور زاب کے لشکر کے سالار بڑی رازداری سے مسلمانوں کے پڑاؤ کی طرف گئے تھے۔ پڑاؤ کے قریب جا کر انہوں نے آپس میں صلاح ومشورہ کیا، اس کے بعد وہ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے پڑاؤ میں داخل ہوئے تھے پڑاؤ میں داخل ہوتے ہی ہرکولیس اور اسارین کے علاوہ زاب کی مملکت کے سالاروں کے ہوش جاتے رہے تھے۔

انہوں نے دیکھا مسلمانوں کا پڑاؤ بالکل خالی تھا، وہاں کوئی چیز تک نہ تھی۔ ہاں جگہ جگہ بانس اور موٹے موٹے ڈنڈے کھڑے کر کے ان کے ساتھ مشعلیں باندھ کر انہیں روشن کر دیا گیا تھا۔ اس طرح مسلمانوں نے زاب کی سلطنت کو اندھیرے میں رکھ کر اپنی کامیابی کو یقینی بنانے کی کوشش کی تھی اور اس میں وہ کامیاب بھی تھے۔ جس وقت ہرکولیس، اسارین اور زاب کا لشکر مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ کر پچھتا رہے تھے کہ انہوں نے ناحق مسلمانوں کے خلاف شب خون کا اہتمام کیا اس لئے کہ مسلمانوں کا تو وہاں کوئی لشکر تھا ہی نہیں۔ نہ وہاں سامان موجود تھا۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر ہرکولیس، اسارین اور زاب کی مملکت کے سالار آپس میں صلاح ومشورہ کرنے لگے۔ پھر یہ طے پایا کہ پلٹ کر اپنے مسکن کی طرف جایا جائے۔ ابھی وہ پلٹنے کا ارادہ ہی کر رہے تھے کہ پہلی تبدیلی ہوئی۔ وہ اس طرح کہ مسلمانوں کا ایک لشکر جس کی کمانداری زہیر بن قیس کر رہا تھا، اچانک ایک سمت سے رات کی تاریکی میں نمودار ہوا۔ پھر زہیر بن قیس اپنے لشکر کے ساتھ زمین و آسمان کے درمیان عداوتوں کے حصار کو ریزہ ریزہ کر کے چاروں طرف خون کی کرچیاں بکھیرتے پُرآشوب، خوف ناک دور اور دُکھ کے سراب کھڑے کرتے کے بدترین عذاب کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

اپنے پہلے ہی حملے میں زہیر بن قیس نے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ رومنوں کے پڑاؤ کے اندر جو محافظ تھے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کے بعد رومنوں کے خیموں کو آگ لگا دی گئی تھی۔

رومنوں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کے پڑاؤ میں آ کر انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے اور وہاں ایک مسلمان بھی موجود نہیں ہے تب وہ پلٹنے کی سوچ ہی رہے تھے کہ چونکے۔ اس لئے کہ انہیں اپنے پڑاؤ سے آگ کے شعلے دکھائی دیئے تھے۔ چنانچہ ہرکولیس اور اسارین اپنے حصے کے لشکر کو لے کر بڑی تیزی سے اپنے پڑاؤ کی طرف لپکے تھے ان کے پیچھے ذرا آہستہ خرامی سے ازتہ کا لشکر بھی شہر کی طرف بڑھا تھا۔

رومنوں کے سالاروں ہرکولیس اور اسارین نے جب دیکھا کہ ان کے پڑاؤ کے اندر آگ لگ گئی ہے تب وہ بڑے پریشان اور فکرمند ہوئے اور بڑی تیزی کے ساتھ اپنے پڑاؤ کی طرف بڑھے۔ جب وہ پڑاؤ میں داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا جلتے خیموں کے درمیان ان کے پڑاؤ کے محافظوں کی لاشیں دور دور تک بکھری ہوئی تھیں۔ عین اسی لمحہ سامنے کی طرف سے زہیر بن قیس جو اس سے پہلے پڑاؤ کے محافظوں کا خاتمہ کر چکا تھا، ان کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔

رومنوں نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا لشکر جو چند دستوں پر مشتمل ہے، ان پر حملہ آور ہوا ہے، انہوں نے اس کا خاتمہ کرنے کا تہیہ کر لیا۔ انہیں پہلے ہی بڑا غصہ تھا کہ مسلمانوں کے اس لشکر نے ان کے پڑاؤ پر حملہ آور ہو کر نہ صرف یہ کہ پڑاؤ کے محافظوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا بلکہ ان کے خیموں میں آگ لگا دی ہے۔ چنانچہ برق کے شعلوں کی طرح لپکتے ہوئے وہ زہیر بن قیس اور اس کے لشکر پر حملہ آور ہوئے لیکن عین اسی لمحہ پشت کی جانب سے رومنوں کے لئے موت کا ایک پیغام اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس لئے کہ محمد بن اوس اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ رومنوں کی پشت پر نمودار ہوا تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ خلاف فطرت کام کرتے بدیوں کے مہیب عناصر کو تباہ کر دینے والے آتش و آہن کے سیلاب، ماحول کے تپتے دشت میں عزائم کو گرد آلود کر دینے والے طوفانوں اور ظلم کی اندھی کالی صدیوں میں قافلۂ آدم کی راہنمائی کرتے سرفرازی کے نشان عہد کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

رومن اس سے پہلے خوش تھے کہ ان کے سامنے مسلمانوں کا چھوٹا سا ایک لشکر آیا ہے لمحوں کے اندر کھنگال کر اس کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ لیکن جب انہوں نے پشت کی طرف سے ان پر خونی ضرب لگانی شروع کی تب رومن لرز گئے تھے۔ اسی لمحہ سامنے کی طرف سے زہیر بن قیس نے بھی رومنوں پر ضربیں لگاتے ہوئے ان کی صفوں کو ادھیڑنا شروع کر دیا تھا۔

رات کی گہری تاریکی میں کچھ دیر تک یہ ہولناک منظر جاری رہا۔ سامنے کی طرف سے زہیر بن قیس اور پشت کی طرف سے محمد بن اوس رومنوں کو ادھیڑتے رہے۔ ان کا صفایا کرتے رہے اور ان کی تعداد بڑی تیزی سے انہوں نے کم کرنا شروع کر دیا۔

ہرکولیس اور اسارین نے جب دیکھا کہ ان پر دوطرفہ حملوں کی وجہ سے ان کے لشکر

کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہوتی جا رہی ہے تب وہ اپنے لشکر کو سمیٹتے ہوئے ایک طرف ہٹ گئے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں ان کی یہ ذلت آمیز شکست تھی۔

اتنی دیر تک زاب کا لشکر بھی شہر کی فصیل کے قریب آ گیا تھا۔ چنانچہ اس لشکر نے جب شہر پناہ کے دروازے کے قریب آ کر شہر میں داخل ہونا چاہا تو سامنے کی طرف سے عقبہ بن نافع مرگ اور اجل کی طرح نمودار ہوا۔ پھر وہ آگہی کی شمعوں کو بجھاتے، اُمید کے گوہر مٹی میں ملاتے، سوچوں کی پریوں کو بے بصر کرتے موت کے ہیولوں کی طرح سامنے کی طرف سے ازتہ کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔

شہر پناہ کے قریب کچھ دیر تک ازتہ کے لشکر اور عقبہ بن نافع کے چھوٹے سے لشکر کے درمیان ہولناک جنگ ہوتی رہی۔ اتنی دیر تک محمد بن اوس اور زہیر بن قیس رومنوں کو اپنے سامنے سے ہٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔ رومن اپنے لشکر کو لے کر ایک طرف فرار ہوئے تھے۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے محمد بن اوس پلٹا اور ازتہ کے لشکر کی پشت کی طرف سے اسی طرح حملہ آور ہوا جس طرح وہ رومنوں کی پشت پر حملہ آور ہوا تھا تھوڑی دیر پہلے جہاں رومنوں کا لشکر مسلمانوں کے سامنے چکی کے دو پاٹوں میں پس ایک طرف ہٹنے پر مجبور ہوا تھا، بالکل ویسے ہی زاب کی سلطنت کے لشکر کی حالت شروع ہو گئی تھی۔ سامنے کی طرف سے عقبہ بن نافع ان کے لئے موت ثابت ہو رہا اور پشت کی جانب سے محمد بن اوس نے بڑی تیزی کے ساتھ ان کی تعداد کم کرنا شروع دی تھی۔

زاب کے لشکر نے جب دیکھا کہ وہ تو موت کے شکنجے میں پھنس گئے ہیں، ان طرفہ حملے شروع ہو گئے ہیں اور ان کی تعداد بڑی تیزی سے کم ہونا شروع ہو گئی۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی اندازہ لگا چکے تھے کہ مسلمان سامنے اور پشت کی جانب سے بے اُڑان رکھنے والے گردابِ اجل کے رقص، زیست کی بینائی میں شرارِ برق بن کر اتر جا والے صبح کے پرتو اور دل و جان کی راحت کو سمیٹ دینے والے موت کے کرب کی حملہ آور ہو رہے تھے۔ زاب کے سالاروں نے جب دیکھا کہ ان کے لشکر کی کافی تعد لاشوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے اور باقی لشکری اپنے لشکر کا نقصان دیکھ کر دشمن کا کرنے کی بجائے پہلو تہی کر رہے ہیں تب زاب کے لشکر ہی نہیں، ان کے سالاروں بھی شکست خوردہ مجروح حقیقت، عہدِ سیاہ کے تاریک سایوں، لرزتے کانپتے عکس، اُ اُجڑی منزلوں اور خوابوں کی بے کیف سی کیفیت طاری ہونا شروع ہو گئی تھی۔

زاب کا لشکر اب بڑی مصیبت میں پھنس گیا تھا۔ وہ شہر میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔ اپنے آپ کو موت سے بچانے کے لئے وہ اس سمت بھاگا جس سمت رومن گئے عقبہ بن نافع اور محمد بن اوس دونوں نے مل کر ان کا تعاقب کرنا شروع کر دیا تھا۔ سے پہلے عقبہ بن نافع نے جو اچھا کام کیا وہ یہ کہ اس نے لشکر کا ایک حصہ علیحدہ کے شہر کے دروازے پر قبضہ کرنے کے لئے بھیجا اور اس لشکر نے شہر پناہ کے زے کے محافظوں کا خاتمہ کر کے دروازے پر قبضہ کر لیا تھا۔ دوسری طرف عقبہ بن اور محمد بن اوس نے بڑی برق رفتاری سے زاب کے لشکر کا تعاقب کیا تھا اور تھوڑی بعد اس تعاقب میں ان کے ساتھ زہیر بن قیس بھی شامل ہو گیا تھا۔

زاب کے شکست خوردہ لشکری جب رومنوں کے پاس گئے اور رومنوں کو خبر ہوئی کہ مسلمانوں کے تینوں لشکر متحد ہو کر ان کے تعاقب میں لگ گئے ہیں، تب وہ بھی ل کھڑے ہوئے۔ اس طرح زاب اور رومنوں کے متحدہ لشکر کو عقبہ بن نافع، محمد بن اور زہیر بن قیس کچھ دیر تک بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کی طرح ہانکتے ہوئے ان کی تعداد کرتے رہے۔ پھر وہ پلٹے، شہر پناہ کے جنوبی دروازے کے پاس آئے۔ دروازے پر ے مسلمانوں کا قبضہ تھا۔ اتنی دیر تک عقبہ بن نافع نے لشکر کا جو حصہ علیحدہ کر کے اس ذ پڑاؤ کی ہر چیز لگائی تھی وہ بھی شہر پناہ کے دروازے کے قریب آیا۔ چنانچہ لشکر کے ساتھ عقبہ بن نافع رات کے پچھلے پہر میں ازتہ شہر میں داخل ہوا۔

ازتہ شہر میں اب کوئی ایسی طاقت و قوت نہ تھی جو مسلمانوں کے سامنے مزاحمت ۔ چنانچہ زاب کی سلطنت کے بربر حکمران کو گرفتار کر لیا گیا۔ مشہور مؤرخ ابنِ نا اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ مسلمانوں نے زاب کے بادشاہ کو گرفتار کر لیا۔ قفصہ کے حکمران الیکس کی طرح زاب نے بھی مسلمانوں کی اطاعت اور رداری اختیار کر لی۔ یوں مسلمانوں نے بہترین کارگزاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور زاب دونوں سلطنتوں کو اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا تھا اور دونوں طاقتوں مجبور کیا تھا کہ آنے والے دور میں وہ مسلمانوں کو خراج ادا کرتے رہیں گے۔ افریقہ کی جن میں قفصہ اور زاب کے خلاف مسلمانوں کی یہ عظیم اور شاندار فتوحات تھیں۔

●●●

زاب کی سلطنت کے مرکزی شہر ازتہ کی فتح کے دوسرے روز محمد بن اوس اور سنیکا کامیاب ہوئی اپنے خیمے میں بیٹھے اپنے ذاتی امور پر گفتگو کر رہے تھے کہ خیمے کے

دروازے پر نعیم بن حماد اور فلورنس دونوں میاں بیوی نمودار ہوئے تھے۔ دونوں خیمے
داخل ہوئے۔ فلورنس آگے بڑھ کر سیکا کے پہلو میں بیٹھ گئی جبکہ نعیم بن حماد کھڑا رہا
محمد بن اوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

’’ابنِ اوس! میرے بھائی! آئیں چلیں، امیر عقبہ بن نافع نے سارے چھو
بڑے سالاروں کو بلایا ہے۔ مجھے پیغام دینے کے بعد پیغام رساں آپ کی طرف آنا
تھا، میں نے اسے روک دیا کہ میں خود ابنِ اوس کی طرف جاتا ہوں اور اسے اپنے
لے کر امیر کے خیمے کا رخ کرتا ہوں۔‘‘

نعیم بن حماد کے ان الفاظ پر محمد بن اوس اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ سیکا پر
ہو گئی تھی۔ قبل اس کے کہ محمد بن اوس، نعیم بن حماد کو مخاطب کر کے کچھ کہتا، سیکا نے
بھرے انداز میں نعیم بن حماد کو مخاطب کیا۔

’’ابنِ حماد! میرے بھائی! خیریت تو ہے؟‘‘

نعیم بن حماد نے پہلے گہری نگاہ محمد بن اوس پر ڈالی، پھر کہنے لگا۔

’’سیکا! میری بہن! تھوڑی دیر پہلے ہمارے وہ مخبر لوٹے ہیں جو عموماً قرطاجنہ
رومنوں کے دوسرے شہروں کے آس پاس اور اردگرد سرگرداں رہتے ہیں اور ان کی خبر
حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب آنے والے ان مخبروں نے عقبہ بن نافع کو کیا
پہنچائی ہے، اس کا تو ہمیں علم نہیں۔ تاہم ان کی آمد اہمیت ضرور رکھتی ہے جس کی بنا
امیر نے اپنے خیمے میں سارے سالاروں کا اجلاس طلب کر لیا ہے۔‘‘

نعیم بن حماد جب خاموش ہوا تب محمد بن اوس، سیکا اور فلورنس کی طرف د
ہوئے کہنے لگا۔

’’تم دونوں بہنیں یہیں بیٹھ کر آپس میں باتیں کرو، میں اور نعیم بن حماد جاتے
اور دیکھتے ہیں کیا معاملہ ہے؟‘‘

اس کے ساتھ ہی محمد بن اوس اور نعیم بن حماد خیمے سے نکل گئے تھے۔

آہستہ آہستہ سارے سالار عقبہ بن نافع کے خیمے میں جمع ہو گئے تھے۔ اس کے
عقبہ بن نافع نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

’’عزیز ساتھیو! تھوڑی دیر پہلے ہمارے کچھ مخبر آئے ہیں اور انہوں نے رومنوں
متعلق اہم خبریں فراہم کی ہیں۔ یہ تو سب لوگ جانتے ہیں کہ مجوسیوں نے ہمیں خر
دینے سے انکار کر دیا ہے۔ جو معاہدہ انہوں نے ہم سے کیا تھا اس معاہدے کو بھی انہ

دیا ہے بلکہ اُلٹا اُنہوں نے ہمارے خلاف رومنوں کے ساتھ یہ معاہدہ کر لیا ہے کہ
نے والے دور میں ہم ان پر ضرب لگائیں گے تو رومن ان کی مدد کریں گے۔ ساتھ
اس بات کے پابند ہو گئے ہیں کہ رومنوں کو جب کبھی بھی مسلمانوں کے خلاف
کی ضرورت پڑے گی تو وہ رومنوں کی ہر طرح کی مدد وحمایت، رسد وکمک فراہم
گے۔

نے والے مخبروں نے یہ اطلاع دی ہے کہ رومنوں نے یہ لائحہ عمل تیار کیا ہے کہ
کے ساتھ مل کر ایک بار وہ ہمیں اپنے سامنے زیر کرنے کی کوشش کریں گے۔
کے بادشاہ کے بیٹے جسٹنین اور یہاں کے حاکم گریگوری نے اپنے سالاروں اور
پادری پولوس کے ساتھ مل کر جو معاملہ طے کیا ہے، کچھ اس طرح ہے کہ وہ یہ توقع
ہیں کہ مجوسیوں نے چونکہ افریقہ کی سرزمین میں ہمارے ساتھ عہد شکنی کی ہے اور
خلاف انہوں نے رومنوں کا ساتھ دینے کا تہیہ کر لیا ہے لہٰذا رومن یہ امید رکھتے
ہم بہت جلد مجوسیوں کو اس عہد شکنی کی سزا دینے کے لئے نکلیں گے۔ چنانچہ انہوں
ٹھان رکھی ہے کہ اب آنے والے دنوں میں جونہی ہم مجوسیوں سے ٹکرائیں گے،
کا ایک بہت بڑا لشکر بھی ہمارے خلاف مجوسیوں کی مدد کے لئے نکل کھڑا ہوگا۔
طرح دو قوتیں ہم سے ٹکرا کر اپنی کامیابی کا در کھولنے کی کوشش کریں گی۔
میرے عزیز ساتھیو! انہی خبروں پر اپنے ردِعمل کا اظہار کرنے کے لئے میں نے آپ
لوگوں کو اپنے خیمے میں طلب کیا ہے۔ اب تم لوگ بولو، کیا کہنا چاہتے ہو؟‘‘

عقبہ بن نافع جب خاموش ہوا تب بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے محمد بن
اٹھا۔

’’امیر! جو کچھ آپ کہہ چکے ہیں، کیا مخبروں نے یہیں تک اطلاع دی ہے؟‘‘

عقبہ بن نافع نے جب اثبات میں گردن ہلائی تب محمد بن اوس فوراً بول اٹھا۔

’’امیر! اگر یہ بات ہے تو پھر ہمیں زاب کی سلطنت کے مرکزی شہر ازتہ کے نواح
پڑاؤ کر کے وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ جو کام ہمارے خلاف رومن اور مجوسی
چاہتے ہیں کیوں نہ ہم ان کی تدبیر کو دفع کرتے ہوئے ان کے سارے ارادوں
کر کے اپنا قصد اور گوہرِ مقصود حاصل کرنے کی کوشش کریں۔‘‘

بن اوس رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

کہنا چاہتا ہوں کہ آج بلکہ آنے والی شب کو لشکر یہاں سے مجوسیوں کے قلعوں اور

شہروں کا رخ کرے اور ان کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دے۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجوسیوں کی مدد کے لئے رومن نہیں پہنچیں گے۔ رومن اپنی بدترین شکست اٹھانے کے بعد قرطاجنہ کی طرف جا رہے ہیں اور میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ جس وقت رومن کسی پر حملہ آور ہونے کے لئے نکلتے ہیں تو بڑی برق رفتاری اور تیزی سے سفر کرتے ہیں۔ اگر تو اس مہم میں انہیں کامیابی ہو تو پھر اپنے مرکزی شہر میں داد حاصل کرنے کے لئے بھی بڑی تیزی سے واپس جاتے ہیں۔ لیکن جب کسی معرکہ، کسی مہم، کسی لڑائی میں انہیں شکست اور ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو پھر اپنے مرکزی شہر کی طرف تاخیر کرتے ہوئے جاتے ہیں۔ اپنی رفتار کو بالکل کم کر دیتے ہیں۔ راستے میں جگہ جگہ پڑاؤ کرتے ہیں تاکہ ان کے قرطاجنہ پہنچنے تک ان کے خلاف لوگوں کے جذبات کسی حد تک ٹھنڈے ہو جائیں اور ان کی شکست کی وجہ سے لوگوں کے اندر جو غصہ ہے وہ بھی رفع ہو جائے۔

ان حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ یقیناً ہرکولیس اور اسارین ہمارے ہاتھوں شکست اُٹھانے کے بعد جگہ جگہ پڑاؤ کرتے ہوئے قرطاجنہ کا رخ کریں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ آنے والی شب کو ہم بھی اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کریں اور بڑی برق رفتاری کے ساتھ مجوسیوں کا رخ کریں۔ ہرکولیس اور اسارین کے اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ قرطاجنہ پہنچنے سے پہلے ہی ہم مجوسیوں سے جا ٹکرائیں۔ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو رومن مجوسیوں کی کوئی مدد نہ کر پائیں گے اور مجوسی اکیلے ہمارے سامنے زیادہ دیر ٹھہر بھی نہیں سکیں گے۔

جب ہم مجوسیوں پر حملہ آور ہوں گے اور انہیں یہ احساس ہوگا کہ رومن تو ان کی مدد کے لئے نہیں پہنچ پائے تب ان کے حوصلے، ان کے ولولے پست ہو جائیں گے۔ ایسی صورت میں ہمارا کام آسان ہو جائے گا اور ہماری فتح یقینی ہو گی۔ ساتھ ہی میں یہ بھی کہوں کہ اس بار مجوسیوں پر خوب سختی کرنی چاہئے۔ ہم نے ماضی میں ان کے ساتھ بڑا نرم رویہ روا رکھا تھا۔ ہم جو پہلی بار ان پر حملہ آور ہوئے، گو انہوں نے اپنے شہروں سے نکل کر ہمارے ساتھ مقابلہ کیا تھا لیکن شکست اٹھائی۔ ہم نے انہیں اس ٹکراؤ، اس لڑائی کی کوئی سزا بھی نہیں دی۔ جب انہوں نے امان طلب کی ہم نے انہیں امان دے دی۔ اور انہوں نے ہم سے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ خراج ادا کریں گے۔ لیکن وہ ایسے عہد شکن نکلے کہ جب ہمارے آدمی ان سے خراج کی رقم وصول کرنے کے لئے گئے تو نہ صرف

ینے سے انکار کر دیا بلکہ ہمارے سفیروں کے ساتھ انہوں نے اہانت آمیز رویہ رکھا ے ساتھ عہد توڑ کر انہوں نے رومنوں کے ساتھ عہد باندھ لیا۔ چنانچہ ان کے اس ان کے اس سلوک، ان کی اس عہد شکنی کی انہیں خوب سزا ملنی چاہئے تاکہ آنے میں وہ کبھی اور کسی بھی موقع پر ہمارے خلاف سر اُٹھانے کی کوشش نہ کریں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس خاموش ہو گیا تھا۔ جب تک وہ بولتا رہا، عقبہ بن راتے ہوئے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کے خاموش ہونے پر باقی سارے ں کو مخاطب کرتے ہوئے عقبہ بن نافع نے پوچھ لیا۔

رفیقانِ دیرینہ جو کچھ محمد بن اوس نے کہا ہے کیا تم میں سے کسی کو اس سے اختلاف

ب سے پہلے زہیر بن قیس بولا۔ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

امیر! اختلاف ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں سمجھتا ہوں جو کچھ محمد بن اوس ہے یہی ہم سب کی خواہش اور آرزو ہے۔ چونکہ اس وقت رومن ہمارے ہاتھوں اٹھانے کے بعد قرطاجنہ کا رخ کئے ہوئے ہیں لہٰذا اگر ہم ان کے قرطاجنہ پہنچنے ے پہلے مجوسیوں پر ضرب لگا دیں تو مجوسی ہمارے سامنے ٹھہر نہیں سکیں گے۔ رومن مدد نہیں کر پائیں گے۔ لہٰذا کامیابی ہماری ہی جھولی میں آئے گی۔"

ہیر بن قیس کے بعد باقی سالاروں نے بھی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ یہ ا کہ آنے والی شب کو لشکر ازتہ سے مجوسیوں کے قلعوں اور شہروں کا رخ کرے گا۔ س وقت یہ اجلاس ختم ہوا، عین اسی وقت پڑاؤ میں مغرب کی اذان سنائی دی تھی۔ بن نافع کے ساتھ سارے سالار اُٹھ کر اس کھلے میدان میں آئے جہاں نماز ادا تی تھی۔ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد محمد بن اوس اپنے خیمے کے دروازے پر آیا نے دیکھا کہ خیمے کے اندر سدیکا اور فلورنس دونوں نماز ادا کر رہی تھیں۔ لہٰذا محمد بن نعیم بن حماد خیمے سے باہر ہی کھڑے ہو گئے تھے۔

ب وہ دونوں نماز کے بعد دعا سے فارغ ہوئیں تب محمد بن اوس اور نعیم بن حماد خیمے میں داخل ہوئے۔ خیمے کے اندر چھوٹی سی ایک مشعل روشن کر دی گئی تھی۔ پھر نے شکوؤں بھری آواز میں محمد بن اوس کو مخاطب کیا۔

آپ لوگوں نے اتنی دیر لگا دی اس لئے کہ ہم........"

یکا کی بات کاٹتے ہوئے محمد بن اوس بول اٹھا۔

"دراصل امیر نے جو اجلاس طلب کیا تھا اس میں شرکت کرنے کے بعد ہم دونوں مغرب کی نماز ادا کرنے کے لئے چلے گئے تھے۔ اب وہیں سے لوٹ رہے ہیں۔ تم دونوں چونکہ خیمے میں نماز ادا کر رہی تھیں لہٰذا میں اور نعیم بن حماد دونوں باہر کھڑے ہو گئے تھے۔"

سیکا نے پھر جستجو بھرے انداز میں پوچھ لیا تھا۔

"خیریت تو ہے؟ کیا کوئی خطرناک مہم درپیش ہے؟ اور رومنوں کی طرف سے جو ہمارے مخبر آئے ہیں ان کا کیا کہنا ہے؟"

جواب میں محمد بن اوس نے عقبہ بن نافع کے خیمے میں جو گفتگو ہوئی تھی، اس کی تفصیل سیکا اور فلورنس دونوں سے کہہ دی تھی۔

محمد بن اوس جب خاموش ہوا تب سیکا نے کچھ سوچا، پھر غور سے محمد بن اوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"اس کا مطلب ہے آج شب کو لشکر یہاں سے کوچ کرے گا۔"

جواب میں محمد بن اوس نے سیکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"سیکا! اگر تم اور فلورنس تعاون کرو تو ہم تم دونوں کو قیروان کی طرف بھجوا دیں تاکہ وہاں تم دونوں چند دن آرام اور سکون کے ساتھ گزارو۔"

اس موقع پر سیکا نے گھورنے کے انداز میں محمد بن اوس کی طرف دیکھا، پھر پوچھ لیا۔ "لشکر کے اندر جو دوسری عورتیں ہیں، ان کا کیا ہوگا؟"

"وہ لشکر ہی میں رہیں گی۔" محمد بن اوس نے دوبارہ سیکا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

اس بار سیکا مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"اگر وہ لشکر میں رہیں گی تو پھر آپ کو مجھ سے اور فلورنس سے کیا دشمنی اور بیر ہے کہ آپ ہم دونوں کو قیروان بھیجنا چاہتے ہیں؟ میرے خیال میں کیا مجھے اور فلورنس کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ آپ اور نعیم بن حماد اب ہم دونوں سے اُکتا گئے ہیں اور ہم دونوں سے جان چھڑانا چاہتے ہیں اور ہمیں قیروان بھیجنا چاہتے ہیں تاکہ رومنوں کا کوئی گروہ......"

سیکا یہیں تک کہنے پائی تھی کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے محمد بن اوس بول اٹھا۔

"سیکا! یہ معاملہ نہیں ہے۔ دراصل تمہیں اور فلورنس کو خیمہ گاہ کی زندگی بسر کرتے دیکھ کر کئی مواقع پر میرا دل دُکھتا ہے اور ایسے موقع پر میں اپنے جذبات کا اظہار اکثر

حماد سے بھی کرتا ہوں۔ ساتھ ہی کبھی کبھی میں نعیم بن حماد سے اس خواہش کا تا ہوں کہ کاش ہم نے تم دونوں کے لئے کسی عمدہ رہائش کا انتظام کیا ہوتا۔"

اوس کے ان الفاظ پر سیکا کھل کر ہنس دی، پھر کہنے لگی۔

کو نہ ایسی خواہش کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی آپ کو یہ فکرمندی لاحق کہ آپ میرے اور فلورنس کی خیمہ گاہ میں زندگی بسر کرنے سے پریشان اور فکر آپ یہ نہ سمجھیں کہ یہ صرف میرے جذبات یا میرے الفاظ ہیں۔ میری بہن نے بیٹھی ہے، اس سے بھی پوچھ لیں۔"

کے بعد سیکا نے فلورنس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔ "فلورنس! اس موضوع پر جا رہی ہوں۔ تم بھی بولو اور اپنے جذبات کا اظہار کرو۔"

میں فلورنس نے محمد بن اوس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

ی میری اور سیکا کی خوشی و طمانیت، سکون و آسودگی آپ دونوں کے ساتھ ہے۔ اگر آپ میرے ہی جذبات جاننا چاہتے ہیں تو میں تو یہاں تک کہہ دوں آپ دونوں ہم دونوں کی رہائش کے لئے کسی قصر کا اہتمام کرتے ہیں اور اس آپ دونوں ہمارے ساتھ نہیں رہتے بلکہ اس کے مقابلے میں آپ دونوں اور خس کے کسی جھونپڑے میں رہائش رکھتے ہیں تو میں سچائی اور اپنے دل کی سے یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ میں اور سیکا دونوں اس قصر پر خس کے اُس کو ترجیح دیں گی جس میں ہم دونوں کو آپ کے ساتھ رہنا نصیب ہوگا۔"

کا جب خاموش ہوئی تب اس بار سیکا اپنے اور فلورنس کے جذبات کا اظہار ہوئے کہہ رہی تھی۔

"آپ دونوں اگر ہم دونوں کو بیگانگی کی تنگ وادیوں، زندگی کی قتل گاہوں، حادثات وں، شہوں کے اندھیرے اور ظلمتوں کے حصار میں بھی اپنے ساتھ رکھیں تو ہم کسی بھی موقع پر حرفِ شکایت زبان پر نہیں لائیں گی۔ آپ لوگوں سے دور رہنا سے لئے دشوار ہے۔ اس لئے کہ اب آپ ہی ہمارے تحفظ کا دریچہ، ہمارے آسودگی کا وجدان، ہماری ذات و حیات کا عروج، ہماری زندگی کی نئی صبح کی نما۔ اور آپ لوگوں کے بغیر میں اور فلورنس دونوں ہی ریت پر لکھی تحریروں، بے کراں، ادھورے خوابوں کی تعبیروں اور خوف کی وادیوں میں وہموں کی راتوں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ شادی کے بعد اب آپ لوگ ہی ہماری عصمتوں کا وقار،

ہماری محبت کے جلی حروف، ہماری چاہتوں کے خفی الفاظ اور ہماری داستانوں کی زیب
زینت ہیں۔"

سیکا جب تک بولتی رہی، محمد بن اوس بڑے فخریہ انداز میں اس کی طرف دیکھتا رہا
جب وہ خاموش ہوئی تب مسکراتے ہوئے محمد بن اوس بول اٹھا۔ "سیکا! میں تو سمجھتا
کہ تم بڑی چپ چاپ اور خاموش طبع سی لڑکی ہو۔ لیکن اب پتہ چلا کہ تم بہترین مقر
ہونے کے ساتھ ساتھ اچھے لفظوں کے چناؤ کا ہنر اور فن بھی جانتی ہو۔"

محمد بن اوس کے ان الفاظ پر سیکا مسکرائی اور کہنے لگی۔

"مجھ میں یہ ساری خوبیاں آپ سے شادی کرنے کے بعد ہی آئی ہیں۔ اس سے
پہلے میں کچھ بھی نہیں تھی اور اب آپ سے شادی کے بعد سب کچھ ہوں۔"

اس موقع پر نعیم بن حماد بولا اور محمد بن اوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے خیال میں، میں اور فلورنس چلتے ہیں۔ کوچ کی تیاری بھی کرنی ہے۔"

محمد بن اوس نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پھر نعیم بن حماد اور فلورنس دونوں میاں بیوی
وہاں سے نکل گئے تھے۔

ان کے جانے کے بعد سیکا اپنی جگہ سے اُٹھ کر محمد بن اوس کے پہلو میں آن بیٹھی
تھی، پھر کہنے لگی۔ "میرے خیال میں آپ آرام سے یہاں بیٹھیں، میں سارا سامان
سمیٹ کر اپنی تیاری کرتی ہوں۔"

اس موقع پر بڑے پیارے انداز میں محمد بن اوس نے سیکا کا بازو پکڑا، اسے کھینچ کر
اپنے پاس دوبارہ بٹھا لیا۔ کہنے لگا۔

"سیکا! یہ کام تم اکیلی کیسے کرو گی؟ اس کام میں، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میرے
خیال میں کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ تھوڑی دیر تک کھانا آ جائے گا۔ پہلے دونوں مل کر
کھانا کھاتے ہیں اس کے بعد کوچ کے لئے اپنا سامان سمیٹ لیتے ہیں۔"

سیکا نے محمد بن اوس کی اس بات سے اتفاق کیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ان دونوں کا
کھانا آ گیا۔ صاف ستھری چادر پر بیٹھ کر دونوں نے کھانا کھایا۔ اس کے بعد وہ اپنا سامان
سمیٹنے لگے تھے۔ عشاء کی نماز کے بعد لشکر نے ازتہ شہر کے نواح سے مجوسیوں کے علاقوں
کا رخ کیا تھا۔

◎......◎

★★★

یوں کے علاقوں کی طرف بڑھتے ہوئے عقبہ بن نافع نے اپنے سالاروں سے
نے کے بعد جو سب سے عمدہ قدم اٹھایا وہ یہ کہ اس نے ان تمام راستوں کی
مسلح جوان پھیلا دیئے تھے جو راستے مجوسیوں کی بستیوں سے نکل کر رومنوں
شہر قرطاجنہ کی طرف جاتے تھے۔ ایسا کرنے سے عقبہ بن نافع کا مقصد یہ تھا
وہ مجوسیوں پر حملہ آور ہوگا تو مجوسیوں کے کچھ مخصوص لوگ یقیناً رومنوں سے مدد
نے کے لئے قرطاجنہ کا رخ کریں گے۔ اور جب وہ ایسا کریں گے تو عقبہ بن
مسلح جوان راستے ہی میں ان کا کام تمام کرتے چلے جائیں گے۔ اس طرح
کو بڑی آسانی سے مجوسیوں کے ان شہروں پر گرفت کرنے کا موقع مل جائے

تیزی سے سفر کرتے ہوئے عقبہ بن نافع نے مجوسیوں کے علاقے میں داخل
بعد دن کے وقت سفر التوا میں ڈال دیا تھا۔ صرف رات کو سفر کرتا اور ایک روز
رات کے قریب مجوسیوں کے شہر دلیلی کے نواح میں نمودار ہوا۔

مجوسیوں کی بدبختی یہ تھی کہ مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی اور رومنوں کے ساتھ نیا
نے کے بعد انہیں دو وجوہات کی بنا پر مسلمانوں سے اب کوئی خطرہ نہ رہا تھا اور
م اور ظن تھا۔

جہ یہ تھی کہ وہ یہ محسوس کر رہے تھے کہ اب وہ اکیلے نہیں، رومن ان کے ساتھ
کسی بھی وقت اگر مسلمانوں میں سے کسی سالار نے ان پر حملہ آور ہونے کی کوشش
تو یقیناً ان کا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں کو مار بھگانے میں کامیاب ہو جائیں

کی غفلت کی دوسری وجہ یہ تھی کہ جو کچھ انہیں بتایا گیا تھا اس کے مطابق مسلمان

ابھی اپنی پوری قوت کے ساتھ زاب کی سلطنت کے علاوہ قفصہ کی سرزمینوں میں کارروائی
میں مصروف تھے۔ لہٰذا ان دنوں مجوسی اپنے لئے کوئی خطرہ اور خدشہ خیال نہیں کرتے تھے
لیکن ان کی بدبختی، آدھی رات کے قریب عقبہ بن نافع دلیلی شہر کے نواح میں نمودار
ہوا۔ اس کے بعد لشکر کے ایک خاص حصے کا تقرر کیا گیا اور وہ خاص حصہ چھپتا چھپاتا، کبھی
زمین پر رینگتا، کبھی آڑ لیتا آگے بڑھا۔ انہوں نے آن کی آن میں رسّی کی سیڑھیاں شہر
کی فصیل پر پھینکیں اور ان کے ذریعے وہ اوپر چڑھ گئے تھے۔ چونکہ ان دنوں مجوسی اپنے
لئے کہیں سے کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتے تھے، زیادہ محافظ بُرجوں کے اندر آرام اور سکون
کی گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔ فصیل پر چڑھنے والے مسلمان ان پر اچانک حملہ آور
ہوئے۔ ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد وہ نیچے اُترے اور شہر پناہ کا دروازہ
کھول دیا۔ شہر پناہ کا دروازہ کھلنا تھا کہ مسلمانوں کا پورا لشکر شہر میں داخل ہو گیا۔ شہر کے
اندر جو محافظ لشکر تھا، اس کے ساتھ ٹکراؤ ہوا اور سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے مجوسیوں
کے لشکر کا مکمل طور پر صفایا کر دیا گیا اور سورج طلوع ہونے کے بعد سورج کی کرنوں نے
دیکھا کہ دلیلی شہر پر پارسیوں کی بجائے مسلمانوں کا قبضہ تھا۔

مجوسیوں کو جب خبر ہوئی کہ مسلمان رات کی تاریکی میں اچانک ان کے شہر اور قلعے
دلیلی پر حملہ آور ہوئے اور وہاں جو محافظ لشکر تھا اسے مسلمانوں نے حملہ آور ہو کر کاٹ دیا
ہے اور اب دلیلی شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا ہے، اس حقیقت کو جان کر مجوسیوں کے
پاؤں تلے سے زمین لرزنے لگی تھی اور وہ اپنے لئے خطرہ محسوس کرنے لگے تھے۔ چنانچہ
انہوں نے مسلمانوں کے خلاف مدد حاصل کرنے کے لئے تیز رفتار قاصد قرطاجنہ شہر کی
طرف روانہ کئے تھے۔ اس کے علاوہ باقی مجوسی اپنے باقی تین شہروں کے اندر محصور ہو
گئے تھے۔

لیکن بدقسمتی کہ جو قاصد انہوں نے اپنے شہروں سے قرطاجنہ کی طرف بھجوائے تھے
ان میں سے کوئی بھی پوری مسافت طے کر کے قرطاجنہ میں داخل نہ ہو سکا۔ اس لئے کہ
راستے ہی میں ان مسلح جوانوں نے جن کا تقرر عقبہ بن نافع نے کیا تھا، پکڑ کر موت کے
گھاٹ اتار دیا۔ اس طرح صحرا کے اندر مجوسیوں کی بدبختی کی خبریں قیروان میں لوگوں
کے پاس نہ پہنچ سکیں۔

دلیلی پر قبضہ کرنے کے بعد عقبہ بن نافع نے دم نہیں لیا۔ دلیلی کا نظام درست کیا۔
اگلے روز انہوں نے زرہون کا رخ کیا۔ وہاں جو پارسیوں کا لشکر محصور تھا، وہ بھی

ں کی طاقت و قوت اور حملوں کے سامنے مزاحمت نہ کر سکا اور مسلمانوں کے
رنگوں ہو گیا اور زرہون کا نظم و نسق بھی مسلمانوں نے سنبھال لیا۔ اس طرح
خیز کرتے ہوئے مسلمانوں نے مجوسیوں کے چاروں شہروں اور قلعوں پر قبضہ کر لیا
ں کے بعد ان کے اردگرد اور آس پاس جو چھوٹی بستیاں تھیں وہ بھی مسلمانوں کی
میں آ گئی تھیں۔ جب مسلمانوں نے مجوسیوں کے سارے علاقوں پر گرفت کر لی
لی شہر کے نواح میں عقبہ بن نافع نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا۔ چونکہ عقبہ بن
نے اپنے مسلح جوانوں کے ذریعے مجوسیوں کی بستیوں اور شہروں سے جو راستے
کے مرکزی شہر قرطاجنہ کی طرف جاتے تھے ان سب کی ناکہ بندی کر دی تھی۔ لہٰذا
ن نافع کو یقین تھا کہ مجوسیوں کی مدد کے لئے رومن نہ پہنچ پائیں گے۔ اس کے علاوہ
نہ شہر کے نواح میں مسلمان رومنوں کو بدترین شکست دے چکے تھے لہٰذا رومنوں کو
ں کے پھر بالمقابل سوچ سمجھ کر ہی آنا تھا۔

اؤ کرنے کے بعد عقبہ بن نافع نے اپنے ساتھیوں کے ذریعے مجوسیوں کے سرکردہ
و پیغام بھجوایا کہ وہ شام سے پہلے پہلے سب عقبہ بن نافع کی خدمت میں حاضر ہو
۔ چنانچہ اس بلاوے پر مجوسیوں کے سارے اُمراء اور روٴساء نے لبیک کہا۔ وہ ایک
ی صورت میں عقبہ بن نافع کے پڑاؤ میں داخل ہوئے۔ عقبہ بن نافع نے ایک کھلی
ن پر ان کے بیٹھنے کا اہتمام کیا تھا۔ جب مجوسیوں کے سارے اُمراء وہاں بیٹھ گئے
بن نافع نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

اس سے پہلے جب ہم نے تم پر قابو پایا تھا تو تم نے بڑی عاجزی اور انکساری سے
ب کی تھی۔ خراج دینے کا وعدہ کیا تھا۔ ہم نے تمہاری خراج کی پیش کش کو قبول
ہوئے تمہیں امان دے دی تھی اور پھر تمہارے ساتھ صلح کر لی تھی اور تم پر کوئی شرط
نا کی تھی۔ حالانکہ ہم نے تمہارے لشکر کو بدترین شکست دی تھی اور ہم جو شرط چاہتے تم
رکھ سکتے تھے اور تمہیں وہ شرط ماننا پڑتی۔

لیکن تم ایسے بدبخت نکلے کہ تم لوگوں نے ہمیں خراج دینے کا وعدہ کیا۔ جب ہم
ے کوچ کر گئے، ہماری جگہ رومن آ گئے تو تم لوگوں نے عہد شکنی کی۔ ہمارا ساتھ
رومنوں کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے۔ میں نے جو اپنے آدمی تم لوگوں سے خراج
کرنے کے لئے روانہ کئے تھے، تم نے نہ صرف یہ کہ خراج دینے سے انکار کر دیا بلکہ
اہانت آمیز سلوک بھی کیا

تم سب مل کر خود ہی فیصلہ کرو گے کہ میں نے جو اپنے آدمی تم سے خراج وصول
کرنے کے لئے روانہ کئے تھے، تم میں سے کس کس نے ان کے ساتھ اہانت آمیز سلوک
کیا۔ اپنی ایمانداری سے وہ لوگ اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑے ہوں۔ اور اگر تم لوگوں نے ا
نہ کیا اور تحقیق کرنے کے بعد میں نے ان لوگوں کو تلاش کر لیا تو پھر یاد رکھنا، میں انہیں
ایسی ذلت اور رسوائی کی موت ماروں گا کہ ان کی موت تم سب کے شہروں اور بستی
کے لئے عبرت اور درس بن کر رہ جائے گی۔"

کچھ دیر تک مجوسی اُمراء آپس میں کھسر پھسر کرتے رہے اور کچھ اُمراء لڑائی جھگڑ
کے انداز میں باتیں بھی کرنے لگے تھے۔ وہ ان اُمراء کو کھڑا ہونے پر مجبور کر رہے
جنہوں نے خراج دینے سے انکار کیا تھا اور مسلمانوں کے سفیر کی اہانت کی تھی۔ اس مو
پر انہیں مخاطب کرتے ہوئے عقبہ بن نافع پھر بول اٹھا۔

"میں زیادہ تاخیر برداشت نہیں کروں گا۔ جو لوگ اس کام میں ملوث ہیں،
کھڑے ہو جائیں۔ اگر وہ خود کھڑے نہ ہوں تو دوسرے آدمی جو اُنہیں جانتے ہیں ا
کھڑا ہونے پر مجبور کریں۔ اگر وہ بھی ایسا نہیں کریں گے تو میں تم سب کی یہاں بیٹھے
بیٹھے کھال اُتار دوں گا۔"

عقبہ بن نافع کی اس دھمکی نے خوب کام کیا۔ لہٰذا کچھ لوگوں کے کہنیاں مارنے
بعد چار سالار اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑے ہوئے۔

عقبہ بن نافع کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ دوبارہ اس نے مجوسی اُمرا
مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"جو تمہارا بڑا مغ ہے، وہ بھی اپنی جگہ پر کھڑا ہو جائے۔"

جواب میں ان کا مذہبی پیشوا جسے وہ مغ کہتے تھے، وہ بھی کھڑا ہو گیا تھا۔

عقبہ بن نافع نے ان کے مذہبی پیشوا مغ کو مخاطب کیا۔

"میں نہیں جانتا، تمہارا اصل نام کیا ہے؟ کیونکہ تمہارے لوگ تمہیں مغ کہہ کر پکا
کرتے ہیں۔ لہٰذا میں تمہیں لفظ مغ ہی سے پکاروں گا۔ جب پہلی بار میں تمہارے شہ
پر حملہ آور ہوا تھا تو تم ہی میرے پاس آئے تھے۔ میرے ساتھ خراج دینے کا عہد کیا
اور صلح کی پیش کش کی تھی۔ امان طلب کی تھی۔ میں نے صلح کی پیش کش تو قبول کر لی
لوگوں کو امان بھی دے دی اور جو وعدہ تم نے کیا تھا اس کے مطابق میں نے جب تمہا
طرف اپنے آدمی خراج وصول کرنے کے لئے بھیجے تو تم نے کیوں خراج دینے سے ا

موقع پر مغ بے چارہ لرز کانپ رہا تھا۔ کچھ سوچا، پھر عقبہ بن نافع کو مخاطب کر
لگا۔

"مسلمانوں کے امیر! میں صرف مذہبی پیشوا ہوں، لوگوں کا حاکم نہیں۔ ان لوگوں
میں ہے کہ میری بات مانیں یا اسے رد کر دیں۔ جس وقت آپ کے آدمی
ول کرنے کے لئے آئے تھے، یہاں جس قدر اُمراء بیٹھے ہیں ان سے پوچھ
نے ان سب پر زور دیا تھا کہ چونکہ ہم مسلمانوں کے ساتھ صلح وصفائی اور ان
رفرمانبردار رہ کر زندگی بسر کرنے کا عہد کر چکے ہیں۔ لہٰذا رومنوں کے خوف سے
عہد کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔ لیکن یہ جو چار اُمراء کھڑے ہیں، انہوں نے
پہلے میری بری طرح مخالفت کی۔ آپ کے سفیروں کو خراج دیئے بغیر انہوں
بھیج دیا۔ جو کچھ میں نے کہا ہے یہ سچائی پر مبنی ہے۔ اگر آپ کو میری باتوں پر
تو جس قدر سردار یہاں بیٹھے ہیں ان سے پوچھ لیں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے
نہیں؟"

گفتگو سن کر عقبہ بن نافع مطمئن ہو گیا تھا۔ ہلکا سا تبسم بھی اس کے چہرے پر
تھا اور مغ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

کچھ آپ نے کہا ہے، میں سمجھتا ہوں درست ہے۔ لہٰذا آپ بیٹھ جائیں۔ آپ
لوگوں کی ہم قدر اور عزت کرنے والے ہیں۔"

بن نافع کے ان الفاظ سے مغ خوش ہو گیا تھا۔ پھر اس نے چار کھڑے ہوئے
کو مخاطب کیا۔

نے چونکہ مجھ سے غداری کا ثبوت دیا ہے لہٰذا غداری میں تم لوگوں کی گردنیں
سکتی ہیں۔"

موقع پر بیٹھے ہوئے امراء میں سے ایک شخص اٹھا اور کہنے لگا۔

"مسلمانوں کے امیر! میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ ان چاروں سے انتہائی سنگین
ہوئی۔ ان چاروں ہی کی وجہ سے آپ کے ساتھ کئے جانے والے عہد کو توڑا
کے باوجود ہم سب اُمراء جو بیٹھے ہوئے ہیں، آپ سے گزارش کرتے ہیں کہ
کو معاف کر دیں۔ یہ ان کی طرف سے پہلی غلطی ہے۔ ہم آپ سے وعدہ
کہ ہم آپ کے مطیع و فرمانبردار بن کر رہیں گے۔ اگر آنے والے دور میں

ان چاروں امراء نے کبھی آپ کو خراج دینے سے انکار کیا یا مسلمانوں کے خلاف رومنوں
سے ساز باز کرنے کی کوشش کی تو آپ دیکھیں گے ہم خود ان چاروں کی گردنیں اُڑا کر
رکھ دیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مجوسی امیر رُکا، دوبارہ اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ
رہا تھا۔

"مسلمانوں کے سالار! ہم آپ سے یہ بھی عہد کرتے ہیں کہ آپ کے یہاں سے
جانے کے بعد اگر رومنوں نے ادھر کا رخ کیا تو ہم ان کے سامنے قلعہ بند ہو جائیں گے
ساتھ ہی ان کے خلاف آپ کو مدد کے لئے پکاریں گے۔ اور مجھے امید ہے کہ ہم آپ
کے امان دینے پر آپ کی مدد اور حمایت کے بھی متمنی رہیں گے۔"

وہ امیر رُکا، کچھ سوچا، پھر اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے کے بعد وہ کہہ رہا تھا۔

"میں آپ پر یہ بھی انکشاف کرتا ہوں کہ آنے والے دور میں کبھی آپ سے عہد شکنی
نہیں ہوگی۔ یہ بھی وعدہ کرتا ہوں کہ کل اسی وقت خراج کی وہ رقم جو اس سے پہلے طے
چکی ہے، آپ کی خدمت میں پیش کر دی جائے گی۔ لہٰذا میں آپ سے گزارش کرتا ہوں
کہ ان چاروں کو معاف کر دیں۔ آنے والے دور میں یہ کبھی مسلمانوں کے مفاد کے
خلاف کام نہیں کریں گے۔ اگر کریں گے تو اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ اس
میں آپ کو ضمانت دیتا ہوں۔"

اس مجوسی امیر کے ضمانت دینے پر عقبہ بن نافع نے ان چاروں کو معاف کر دیا۔
مجوسی امراء پر اعتماد اور بھروسہ کیا گیا۔ اگلے روز انہوں نے واقعی خراج کی رقم عقبہ بن نافع
کو ادا کر دی۔ عقبہ بن نافع نے مزید چند روز اپنے لشکر کے ساتھ وہاں قیام کیا، اس کے
بعد وہ مجوسیوں کے شہروں سے نکل کر قیروان کی طرف چلا گیا تھا۔

●●●

قیروان پہنچنے کے دوسرے روز محمد بن اوس اور سینکا دونوں میاں بیوی حویلی کے ا
جو پھل دار پودے تھے، انہیں پانی دے رہے تھے کہ حویلی میں نعیم بن حماد اور فلورنس
دونوں میاں بیوی داخل ہوئے۔

ان دونوں کو دیکھتے ہوئے محمد بن اوس اور سینکا نے کام بند کر دیا تھا۔ نعیم بن حماد
اور فلورنس کو لے کر وہ دونوں دیوان خانہ میں داخل ہوئے۔ سب نشستوں پر بیٹھ گئے
اس موقع پر محمد بن اوس گہری نگاہوں سے نعیم بن حماد کا جائزہ لیتا رہا اور اسے مخاطب کر

ابنِ حماد! تمہارا چہرہ بتاتا ہے کہ تم کسی اہم موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے آئے ہو۔"
ن حماد کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا، پھر کہنے لگا۔

ابنِ اوس! میرے بھائی! آپ کا اندازہ درست ہے۔ دراصل آج میرے
ے کچھ تاجر قیروان شہر میں داخل ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ میری ماں نے
وایا تھا کہ میں اور آپ دونوں نخلستان میں اس سے آ کر ملیں۔ جو شخص پیغام لے
تھا وہ تو اپنی خرید و فروخت کے لئے بازار چلا گیا ہے۔ وہیں سے وہ نخلستان کی
وٹ جائے گا۔ اب میں اور فلورنس آپ کی طرف آئے ہیں۔ اس سے پہلے میں
ے اس موضوع پر گفتگو کر چکا ہوں اور فلورنس خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہہ
ہے کہ ہمیں نخلستان جانا چاہئے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس نے اس سے پہلے کوئی
دیکھا ہی نہیں ہے۔"

ن حماد کی اس گفتگو کا جواب محمد بن اوس دینا ہی چاہتا تھا کہ سینکا بول اُٹھی۔
فلورنس ٹھیک کہتی ہے ابنِ حماد میرے بھائی! اگر آپ کی ماں نے آپ کو اور امیر کو
تو آپ دونوں کو وقت ضائع کئے بغیر جانا چاہئے۔ اور ہم دونوں بھی آپ کے
ائیں گی۔ جہاں فلورنس کی یہ خواہش ہے کہ وہ نخلستان دیکھے، وہاں میں بھی دیکھوں
لستان کیسا ہوتا ہے؟ اس کی آبادی کیسی ہے؟ رہن سہن کیسا ہے؟"

یکا جب خاموش ہوئی تب محمد بن اوس، حماد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
میرے عزیز بھائی! میرے خیال میں اماں کو ابھی تک یہ نہیں پتہ کہ ہم دونوں نے
رلی ہے۔ اگر اماں نے بلایا تو ہم دونوں ضرور جائیں گے۔ تم ایسا کرو واپس جا کر
ا اپنی تیاری کرو۔ میں امیر کی طرف جاتا ہوں اور اسے اطلاع کرتا ہوں کہ میں
حماد دونوں نخلستان کی طرف جا رہے ہیں۔ میری غیر موجودگی میں سینکا بھی اپنی
رلے گی۔ اس کے بعد نخلستان کی طرف کوچ کریں گے۔"

بن اوس کا یہ جواب سن کر جہاں سینکا کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی وہاں نعیم بن
فلورنس بھی بے حد خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ پھر نعیم بن حماد اور فلورنس دونوں
ں تو وہاں سے نکل گئے۔ اس موقع پر محمد بن اوس نے ایک پیار بھری اور میٹھی نگاہ
ڈالی، پھر کہنے لگا۔

سینکا! میں امیر کے پاس جاتا ہوں اور ان سے ابنِ حماد کے نخلستان کی طرف
اجازت لیتا ہوں۔ میرے آنے تک تم اپنی تیاری مکمل کر لو۔"

خوشی کا اظہار کرتے ہوئے سیکا نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ لہٰذا محمد بن او
وہاں سے نکل گیا تھا۔

عقبہ بن نافع سے بات کرنے اور اس سے ابنِ حماد کے نخلستان جانے کی اجاز
لے کر محمد بن اوس جب واپس اپنی حویلی میں آیا تو اس نے دیکھا، سیکا نے جانے
ساری تیاریاں مکمل کر لی تھیں۔ اپنا اور محمد بن اوس کا ضروری سامان اس نے خرجینوں
ڈال دیا تھا۔ سیکا کی یہ تیاری دیکھتے ہوئے محمد بن اوس نے خوشی کا اظہار کیا، پھر ا
مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سیکا! تم دیوان خانے میں بیٹھو۔ میں گھوڑوں پر زینیں ڈال کر ادھر ہی لاتا ہو
اس کے بعد یہاں سے کوچ کرتے ہیں۔"

جواب میں سیکا مسکرائی اور بڑے پیار بھرے انداز میں محمد بن اوس کو مخاطب کر
کہنے لگی۔

"آپ کو اصطبل میں جا کر گھوڑوں پر زینیں ڈالنے اور ان پر دھانے چڑھانے
ضرورت نہیں ہے۔ یہ کام میں پہلے ہی کر چکی ہوں۔ بس آپ ہی کا انتظار کر رہی تھی
جونہی آپ آئیں، اپنی خرجینیں اٹھائیں اور گھوڑے لے کر کوچ کر جائیں۔"

سیکا کے ان الفاظ پر محمد بن اوس ایسا خوش ہوا کہ آگے بڑھ کر پیار بھری ایک ہلکی
چپت اس کے سرخ گالوں پر لگائی اور کہنے لگا۔

"سیکا! میں تم جیسی زندگی کی ساتھی اور بیوی پر ہمیشہ فخر کرتا رہوں گا۔"

اس کے ساتھ ہی جب محمد بن اوس نے جھک کر دونوں خرجینیں اٹھانا چاہیں
سیکا نے مسکراتے ہوئے محمد بن اوس کا بازو پکڑ لیا۔ کہنے لگی۔

"صرف ایک خرجین اُٹھائیں۔ دوسری میں خود اٹھاؤں گی۔ اس لئے کہ دونوں م
بیوی کو مل کر کام کرنا چاہئے۔"

محمد بن اوس خوش ہو گیا تھا۔ دونوں میاں بیوی اصطبل میں آئے۔ خرجینوں کو زی
کے ساتھ باندھا، پھر حویلی سے نکلے۔ جب وہ ابنِ حماد کی حویلی کے سامنے آئے ت
شاید ان دونوں ہی کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کے آتے ہی وہ باہر نکلے۔ پھر چاروں خ
کا اظہار کرتے ہوئے نعیم بن حماد کے نخلستان کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

چاروں جب نخلستان میں داخل ہوئے تو نخلستان کے لوگ محمد بن اوس کو بھی جا
تھے۔ نعیم بن حماد تو ویسے ہی وہاں کا رہنے والا تھا لہٰذا ان دونوں کی آمد پر لوگ بڑی خ

اظہار کر رہے تھے اور ان کے ساتھ ان دونوں بدیسی لڑکیوں کو دیکھ کر جہاں حیرت کا
ہار کر رہے تھے وہاں ان کے چہروں پر خوشیوں کے بھی اثرات تھے۔ چاروں گھوڑوں
ہانکتے ہوئے ایک مکان کے سامنے رک گئے۔ مکان بالکل سادہ سا تھا۔ گھوڑے سے
کر ابنِ حماد نے دروازے پر دستک دی تھی۔ اتنی دیر تک محمد بن اوس کے علاوہ سیکا
فلورنس بھی اپنے گھوڑوں سے اتر چکے تھے۔

تھوڑی دیر بعد جب دروازہ کھلا تو دروازہ کھولنے والی نعیم بن حماد کی ماں عشیرت
۔ جونہی اس نے حویلی کے دروازے پر ابنِ حماد کو دیکھا، آگے بڑھی اور اسے اپنے
نہ لپٹا کر پیار کیا۔ اور پھر باہر آئی اور جس طرح اس نے نعیم بن حماد کو پیار کیا تھا،
ے ہی محمد بن اوس کو بھی لپٹا کر کئی بار اس کی پیشانی چومی۔ اس کے بعد خوشی کا اظہار
تے ہوئے کہنے لگی۔

"دروازے سے باہر کھڑے ہو کر میں تم دونوں سے یہ نہیں پوچھوں گی کہ یہ لڑکیاں
ن ہیں؟ پہلے اندر داخل ہو، پھر میں تم سے تفصیل جاننے کی کوشش کروں گی۔"

چاروں مسکراتے ہوئے مکان میں داخل ہوئے۔ دائیں جانب چھپر نما چھوٹا سا ایک
بل تھا۔ نعیم بن حماد نے چاروں گھوڑوں کو اس میں باندھ دیا۔ جب وہ لوٹا تو اس
نک محمد بن اوس، سیکا اور فلورنس عشیرت کے ساتھ صحن میں کھڑے تھے۔ ابنِ حماد
آ گیا تب بیرونی دروازے کے قریب ہی جو کمرہ تھا جسے دیوان خانے کے طور پر
مال کیا جاتا تھا، چاروں اس کی طرف بڑھے۔ اس کمرے میں لکڑی کی سادہ سی
تیں لگی ہوئی تھیں۔ چاروں جب اس پر بیٹھ گئے تب عشیرت بھی ان کے سامنے ہو
۔ پھر اپنے بیٹے نعیم بن حماد کی بجائے اس نے محمد بن اوس کو مخاطب کیا۔

"ابنِ اوس! میرے عزیز بیٹے! اب یہ بتاؤ یہ لڑکیاں کون ہیں؟"

اس پر محمد بن اوس نے ایک گہری نگاہ پہلے سیکا اور فلورنس پر ڈالی، پھر عشیرت کو
ب کر کے کہنے لگا۔

"اماں! قبل اس کے کہ میں آپ پر انکشاف کروں کہ یہ دونوں لڑکیاں کون ہیں،
آپ یہ بتائیں کہ آپ کو یہ دونوں لڑکیاں کیسی لگیں؟"

ہلکا سا تبسم عشیرت کے چہرے پر نمودار ہوا۔ کہنے لگی۔

"انتہا درجہ کی خوب صورت ہیں۔ سلجھی ہوئی لگتی ہیں۔ اور پھر شخصیت میں بھی اپنے
ل کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اب بتاؤ کون ہیں؟"

محمد بن اوس نے پہلے فلورنس کی طرف اشارہ کیا۔ کہنے لگا۔

''یہ جو لڑکی ہے یہ آپ کے بیٹے نعیم بن حماد کی بیوی ہے۔ اس کے ساتھ جو بیٹھی ہوئی ہے یہ میری بیوی ہے۔''

محمد بن اوس کے ان الفاظ پر عشیرت ایسی خوش ہوئی تھی کہ اپنی نشست سے اٹھ کر دیوانہ وار آگے بڑھی۔ پہلے فلورنس کو اپنے ساتھ لپٹا کر کئی بار اس کا چہرہ چوما، پیار کیا، اس کے بعد اسی طرح وہ سیکا سے بھی ملی۔ کچھ دیر بڑے غور اور شوق سے ان دونوں کی طرف دیکھتی رہی، پھر نشست پر بیٹھ گئی اور کہنے لگی۔

''ابنِ اوس! میرے بیٹے! جب میں تم دونوں سے ملنے کے لئے قیروان گئی تھی میں نے تم سے ابنِ حماد کی شادی کے سلسلے میں بات کی تھی۔ اس وقت میرے بچے! تم نے ایک وعدہ کیا تھا کہ تم دو لڑکیوں کو پسند کر چکے ہو۔ آج تم نے وہ وعدہ پورا کر دیا ہے۔ میرے بیٹے کا بھی گھر آباد کر دیا ہے۔ اس کے لئے میں جس قدر تمہارا شکریہ ادا کروں کم ہے۔''

عشیرت کے ان الفاظ پر محمد بن اوس نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا۔ کہنے لگا۔

''اماں! نعیم بن حماد کا گھر میں نے نہیں، فلورنس نے آباد کیا ہے۔ اور یہ بات بھی اب اپنے دل پر لکھ رکھئے کہ یہ رشتہ میں نے نہیں کرایا۔ میں نے اس وقت بھی آپ پر انکشاف کیا تھا جس وقت آپ قیروان میں آئی تھیں اور آپ سے میں نے کہا تھا کہ فلورنس نام کی لڑکی نعیم بن حماد کو پسند کرتی ہے اور خداوند نے چاہا تو عنقریب وہ ابنِ حماد کی بیوی ہو گی۔ اماں! ہم دونوں خوش قسمت ہیں کہ ہمیں ایسی مخلص اور وفادار بیویاں ملی ہیں۔''

اس موقع پر عشیرت اپنی جگہ سے اُٹھی اور کہنے لگی۔

''تم چاروں سفر سے آئے ہو۔ پہلے میں تم چاروں کے لئے مشروب کا اہتمام کرتی ہوں۔ اس کے بعد طعام تیار کرتی ہوں۔''

اس موقع پر سیکا اور فلورنس دونوں ایک دوسرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ دونوں نے آگے بڑھ کر عشیرت کے بازو پکڑ لئے، پھر اسے بٹھاتے ہوئے سیکا کہنے لگی۔

''آپ بالکل آرام اور سکون کے ساتھ اپنی نشست پر بیٹھی رہیں۔ آپ کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے پاس پانی کے مشکیزے تھے جن سے ہم پانی پیتے آئے

لہٰذا ہم چاروں میں سے کسی کو پیاس نہیں۔ رہا سوال کھانے کا تو کھانا شام کو کھائیں اور کھانا آپ نہیں، میں اور فلورنس تیار کریں گی۔''

سیکا کے ان الفاظ کے جواب میں عشیرت مسکرانے لگی تھی۔ پھر سیکا کچھ سونگھنے کی کرنے لگی تھی۔ کچھ دیر لمبے لمبے سانس لے کر کھینچتی رہی۔ پھر عشیرت کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

''اماں! یہاں نزدیک کہیں پکی ہوئی کھجوروں کی خوشبو آتی ہے۔''

عشیرت کے بولنے سے پہلے نعیم بن حماد بول اُٹھا اور سیکا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''سیکا! میری بہن! یہ موسم کھجوروں کا ہے۔ آپ نخلستان میں آئی ہیں۔ آپ نے دیکھا کہ نخلستان کے اِردگرد دور دور تک کھجوروں کے باغات ہیں۔ ہماری اپنی زمینوں کی اپنی کھجوریں ہیں۔ اس موسم میں ہمارے کارندے کھجوریں اتار کر ہماری چھت پر رکھ دیتے ہیں۔ میرے خیال میں انہی کھجوروں کی خوشبو آپ کو آ رہی ہے۔''

نعیم بن حماد کے ان الفاظ پر سیکا کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ پھر پہلے اس نے عشیرت کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی۔

''اماں! کیا میں اور فلورنس چھت پر جا سکتی ہیں؟''

عشیرت نے جب مسکراتے ہوئے اجازت دے دی تب سیکا نے محمد بن اوس کی طرف دیکھا، کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ محمد بن اوس اُٹھ کھڑا ہوا، کہنے لگا۔

''سیکا! تمہیں مجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چلو، میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔''

محمد بن اوس جب کھڑا ہوا تب نعیم بن حماد بھی کھڑا ہو گیا۔ عشیرت بھی ان کے ساتھ ہو لی۔ پانچوں جب چھت پر چڑھے تو سیکا اور فلورنس وہ سماں دیکھ کر خوش ہو گئی تھیں۔ چھت کے اوپر کھجور کے پتوں کی چٹائیاں بچھائی گئی تھیں اور پوری چٹائیوں کے اوپر کھجوریں ڈال دی گئی تھیں۔ کھجوروں میں سے کچھ پک رہی تھیں اور کچھ ابھی کچی تھیں۔

سیکا اور فلورنس کچھ دیر تک بڑی حیرت، غور اور انہماک سے کھجوروں کو دیکھتی رہیں۔ پھر سیکا مسکراتے ہوئے بول اُٹھی۔

''اماں! یہ کھجوریں صرف دیکھنے کے لئے ہیں یا کھائی بھی جا سکتی ہیں؟''

عشیرت نے ہلکا سا ایک قہقہہ لگایا، پھر بول اُٹھی۔

''بیٹی! کھانے کی ہیں۔ اُٹھاؤ، جتنی مرضی کھاؤ۔ یہ رکو، میں نیچے سے ایک برتن لاتی

ہوں۔ اس میں پکی ہوئی کھجوریں ڈال کر نیچے جا کر دھوتے ہیں۔ پھر تم سب کھانا۔"

نعیم بن حماد نے آگے بڑھ کر عشیرت کا بازو پکڑ لیا۔ کہنے لگا۔

"اماں! تم یہیں رہو۔ میں برتن لے کر آتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی نعیم بن حماد چھت سے نیچے اُتر گیا۔ جلد ہی وہ لوٹا۔ اس کے ہاتھ میں ایک برتن تھا اور جو کھجوریں پک رہی تھیں ان میں سے کچھ اس نے برتن میں ڈالیں، پھر سیکا اور فلورنس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"یہ چھت پر پڑی کھجوریں تم دونوں بہنیں بعد میں دیکھ لینا۔ پہلے نیچے چلتے ہیں۔ یہ کھجوریں دھوتے ہیں اور پھر تم دونوں بہنیں جتنی چاہو کھا لینا۔"

سیکا اور فلورنس نے اس سے اتفاق کیا تھا۔ پانچوں نیچے اُترے۔ نیچے اُترنے کے ساتھ ہی فلورنس نے کھجوروں کا برتن نعیم بن حماد سے لے لیا اور کہنے لگی۔

"آپ مجھے اپنے ساتھ مطبخ میں یا طہارت خانہ میں لے کر چلیں جہاں میں کھجوروں کو دھوؤں۔"

نعیم بن حماد فلورنس کو مطبخ کی طرف لے کر چلا۔ سیکا بھی ان کے ساتھ تھی۔ فلورنس نے وہاں کھجوریں دھوئیں۔ دُھلی ہوئی کھجوریں وہ دیوان خانے میں لے کر آئیں اور بڑے شوق سے کھانے لگی تھیں۔ محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور عشیرت بھی ان کا ساتھ دے رہے تھے۔

کھجوریں کھاتے کھاتے عشیرت کو کچھ یاد آیا اور محمد بن اوس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"بیٹا! اب تم چاروں آئے ہو تو کچھ دن میرے پاس رہو گے؟"

اس پر محمد بن اوس کہنے لگا۔

"اماں! آپ کے پاس ہم صرف ایک رات قیام کریں گے۔ امیر سے ہم صرف ایک رات ہی کی اجازت لے کر آئے ہیں۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو کل ہم یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔"

عشیرت مسکرائی۔ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

"چلو، میرے لئے تمہارے ساتھ ایک ہی رات کافی ہے۔"

کھجوریں کھانے کے بعد سب سے پہلے سیکا اُٹھی اور نعیم بن حماد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگی۔

"بھائی! چونکہ کل ہم نے یہاں سے کوچ کر جانا ہے لہٰذا پہلے آپ ہمیں اپنا یہ نخلستان

آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ آپ کے نخلستان میں ایک رہٹ ہے جس میں اونٹ اور ٹھنڈا میٹھا پانی وہاں سے نکل کر کھیتوں کو سیراب کرتا ہے۔"

قع پر اجازت لینے کے انداز میں نعیم بن حماد نے جب محمد بن اوس کی طرف ہوں مسکراتے ہوئے اُٹھ کھڑا ہوا۔ کہنے لگا۔

محمد بن اوس بن حماد! چلو ان دونوں کو لے کر چلتے ہیں۔" ساتھ ہی محمد بن اوس نے عشیرت کی لیا، کہنے لگا۔

ں! آپ یہیں بیٹھ کر آرام کریں۔ میں اور نعیم ان دونوں کو لے کر جاتے ہیں۔ انہیں نخلستان دیکھنے کا بہت شوق ہے۔"

ں نخلستان کے مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے نخلستان کے بائیں جانب جو وہاں گئے۔ سیکا اور فلورنس دونوں نے دیکھا کنوئیں پر واقعی ایک اونٹ جُتا ٹ کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور وہ چکر میں کنوئیں پر چل رہا تھا۔ کنوئیں کا جائزہ لیا۔ ٹھنڈا میٹھا پانی کنوئیں سے نکل کر ایک جستی نالی میں گرتا تھا نالی سے نکل کر پکی بنی ہوئی نالی میں سے ہوتا ہوا ایک کافی بڑے حوض میں جمع پھر اس حوض سے نکل کر ایک نالی کی صورت میں کھیتوں کی طرف جاتا تھا۔

اور فلورنس کچھ دیر تک کنوئیں کا جائزہ لیتی رہیں۔ پھر بڑے حوض سے جو پختہ کی طرف جاتی تھی، پاؤں سے جوتے اتار کر اس نالی میں کھڑی ہو گئیں اور ہا خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگی۔

بن حماد! میرے بھائی! آپ کا کہنا درست ہے۔ پانی واقعی جہاں شفاف ہے، ھی ہے۔ پر آپ یہ بتائیں کہ جن کھیتوں کی طرف یہ پانی جا رہا ہے کیا وہ کھیت ے ہیں؟"

میں نعیم بن حماد اور محمد بن اوس ان دونوں کو لے کر کھیتوں کی طرف ہو لئے کے اندر نخلستان کے اطراف میں دور دور تک تربوز اور خربوزے کے کھیت تے جن کے اندر چارے میں استعمال ہونے والا باجرہ بھی کھڑا تھا۔ وہ کچھ کھیتوں میں گھومتے رہے، لطف اندوز ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ سورج جب نے کے لئے جھکنے لگا تب سیکا اور فلورنس دونوں کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہ لے کہ انہوں نے دیکھا صحرا سے اونٹوں اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑ گروہ در ے نکل کر نخلستان کا رخ کرنے لگے تھے اور شام کے وقت جبکہ سورج غروب

ہو رہا تھا، مختلف جانوروں کے مختلف گروہوں کا نخلستان کی طرف آنا ایک عجیب سا سماں باندھ رہا تھا۔

چاروں کچھ دیر وہاں کھڑے ہو کر بستی کی طرف آتے ان ریوڑوں کی طرف دیکھتے رہے، پھر واپس نخلستان میں داخل ہوئے۔ گھر جا کر اس روز کھانا سنیکا اور فلورنس نے تیار کیا۔ چاروں نے نخلستان کے اندر ہی شب بسری کی۔ پھر اگلے روز وہ قیروان کی طرف جانے کے لئے نخلستان سے نکلے تھے۔

سنیکا اور فلورنس کو لے کر محمد بن اوس اور نعیم بن حماد ابھی نخلستان سے چند میل ہی دور گئے ہوں گے کہ سامنے کی طرف سے دس بارہ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے اور وہ شاہراہ جو نخلستان سے قیروان کی طرف جاتی تھی، اس شاہراہ پر ان چاروں کی راہ روک کھڑے ہوئے۔ قبل اس کے کہ محمد بن اوس یا نعیم بن حماد میں سے کوئی راہ روکنے والوں سے راہ روکنے کی وجہ پوچھتا، ان میں سے ایک شخص جو شاید ان کا سرخیل تھا، محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کو مخاطب کرتے ہوئے بول اُٹھا۔

"تمہاری ہر کوشش، تمہارا ہر جتن یہاں تک آ کر تمام ہوا۔ تم لوگ سرکش اور لامحدود ہو گئے تھے۔ سنو! اونٹ جب تک پہاڑ کے نیچے نہ آئے اپنے آپ سے اونچا کسی کو نہیں سمجھتا۔ یہی حالت تمہاری بھی ہے۔ تم نے ایسے جرائم کئے ہیں کہ ان جرائم کے بدلے میں آج یہاں تمہاری نظروں میں شام کا غبار، بدبختی کی دُھند اُتار کر رکھ دی جائے گی۔ سنو مسلمانوں کے سالارو! ہر کوئی لمحوں کے طاقچوں میں پرانی ضرر رساں گرد جھاڑ دیتا ہے تاکہ غموں کی شدت میں اضافہ نہ ہو۔ یہی حالت یہاں ہم تمہاری بھی کریں گے۔ یاد رکھو! گزشتہ کئی ہفتوں سے خزاں بن کر ہم تم لوگوں کی گھات میں تھے۔ آخر ہم کامیاب ہوئے۔ تمہاری ہار تمہارے گلے کا ہار بنے گی اور یہاں ہم اب تمہارے جذبوں کو گرد آلود، تمہارے آبگینائے ساز میں تعصب کا زہر بھریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ شخص جب خاموش ہوا تب اس کی طرف بڑے غور سے دیکھتے ہوئے محمد بن اوس بول اُٹھا۔

"پہلے یہ بتاؤ تم کون ہو؟ ہمارے ساتھ تمہاری کیا دشمنی ہے؟ بظاہر تو تم شکل و صورت سے مجھے بربر لگتے ہو۔ پر راہ روکنے کی وجہ کہو۔"

اس پر وہی شخص پھر بول اُٹھا۔

"ہم افریقی سالار برانس کے لشکر کے آدمی ہیں۔ کئی ہفتے پہلے جستین نے ہمیں مقرر

کیا تھا کہ ہم تم دونوں اور تمہاری بیویوں کو کسی نہ کسی طرح گرفتار کر کے قرطاجنہ پہنچائیں ... کیا کی عدالت میں تم پر مقدمہ چلایا جائے اور تمہیں قرطاجنہ کے کسی چوراہے پر ... ب کر دیا جائے۔

... تم پوچھتے ہو کہ تمہاری ہمارے ساتھ کیا دشمنی ہے؟ تم دونوں نے ایسا جرم کیا ہے ... کی کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔ تم دونوں نے رومنوں کی پیاسی نگاہوں، گلابی جوان جسم ... والی دوشیزاؤں، باحجاب صندلی پیکر غزل خواں نگاہوں والی لڑکیوں اور زمزمہ ریز ... والی حسیناؤں کو بھگا کر ان سے شادی کر لی ہے اور پوچھتے ہو کہ تمہارے ساتھ ... کیا دشمنی ہے۔"

... راہ روکنے والے کے یہ الفاظ سن کر سنیکا تاؤ کھا گئی تھی اور بول اُٹھی۔

"... کافر و زندیق! قیروان کی طرف جانے والی اس شاہراہ پر کدورت کی گرد نہ ... سرزنش کے ایسے گھاؤ اور ایسے ہزاروں جلتے زخم کھاؤ گے کہ زندگی کو عذاب سمجھنے ... تم مجھے بدآموز اور سیخ پا بربر لگتے ہو۔ کمینہ ذہنیت کے انسان ہو۔"

یہاں تک کہتے کہتے سنیکا کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ وہ شخص بول اٹھا۔

"ہم کچھ بھی ہیں، لیکن یہ واضح کر دیں کہ مسلمانوں کے دونوں سالاروں کے شعور ... پر جب ہم بے خود کر دینے والی ضرب لگائیں گے تو ان دونوں کے دلوں کو ... ذلیل بنا کر رکھے گی۔"

... موقع پر فکرمندی کے انداز میں سنیکا نے اپنے پہلو میں گھوڑے پر سوار محمد بن ... طرف دیکھا اور بڑی رازداری میں کہنے لگی۔

... ب کیا ہوگا؟ یہ تو میرے بھائی کے مقرر کئے ہوئے بربر ہیں جو ہمیں گرفتار کر کے ... لے جانے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ دیکھیں، یہ تعداد میں بارہ ہیں۔ ہم ان کا مقابلہ ... پائیں گے؟ اور کیسے ان سے بچیں گے اور کیسے ان سے اپنی جان چھڑائیں گے؟"

... کا کے ان الفاظ کے جواب میں محمد بن اوس کے لبوں پر تبسم نمودار ہوا تھا۔ بڑے ... انداز میں تھوڑی دیر تک اس نے سنیکا کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد راہ روکنے ... سرخیل کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

... یہ خیال کرنا کہ تم ہماری راہ روک کر من مانی کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ ... تمہارا ٹکراؤ ہوگا تو پھر لکھ رکھنا، تمہارے ہونٹوں پر آئے حروف ہم دُھند میں ... ڈالیں گے۔ تمہارے یہ جذبات کا اندھاپن اور جگر سوز اذیتوں جیسی دھمکی، الفاظ

کے شعلوں جیسا تمہارا اندازِ بیان سب قہر زدگی سے دوچار ہو جائے گا۔ مجھے اس سے غرض نہیں کہ تم نے کس مقصد کے تحت ہماری راہ روکی ہے۔ میں تم سے یہ کہوں کہ جب ہمارا تمہارا ٹکراؤ ہوگا تو ہم تمہارے دامن میں واہموں کی قیامتیں، برباد و سنسان کرتی ژولیدہ ہوائیں اور لرزتے کانپتے سائے بھر کر رکھ دیں گے۔“

اس موقع پر راہ روکنے والوں کے سرخیل نے ایک مکروہ قہقہہ لگایا۔ کہنے لگا۔

”مسلمانوں کے سالار! یہ بھی تُو نے خوب کہی۔ ہم بارہ اور تم ہمارے مقابلے میں صرف دو۔ اس کے باوجود ہمیں دھمکی دیتے ہو کہ تم ہمیں برباد اور تباہ کر کے رکھ دو گے۔“

اس کے ان الفاظ کے جواب میں محمد بن اوس چھاتی تانتے ہوئے کہنے لگا۔

”اس وقت تو ہم دو ہیں۔ قسم خداوند قدوس کی، میں اگر اپنی بیوی سیکا کے ساتھ تمہارے سامنے اکیلا بھی ہوتا تب بھی تمہاری حالت طوفاں بدوش ہواؤں کے مارے آبلہ پا مسافروں، چہرے پر خزاں کی دُھند لئے احمقوں سے بدتر بنا کر رکھتا۔ سن رکھو، ہم وہ لوگ ہیں جو زندگی کے ہر گام پر اپنے دشمنوں کے لئے لہو کے چراغ روشن کرنے کا ہنر جانتے ہیں۔ راہ روکنے والو! یہ بھی اپنے لئے لکھ رکھو کہ ہم جب تم سے ٹکرائیں گے تو تمہارے ماتھوں پر گھمنڈ کا وقار، تمہارے ہونٹوں پر تحفظ کا تبسم نہیں رہنے دیں گے۔ تمہارے جسم کی مٹی کو اشکوں کی برسات سے ایسا گوندھیں گے کہ زمانے بھر کے لئے تمہیں عبرت بنا کر رکھیں گے۔ راہ روکنے والوں کے سرغنہ! تم بھی سنو۔ تم نے راہ روکنے کے لئے ہمارے سامنے ابلیس کے سائے کی طرح پھیلنے کی کوشش کی ہے۔ سب سے پہلے تمہاری رگوں میں مچلتا گندا خون نکالا جائے گا اور اس کے ساتھ ہم تمہیں تمہارے ساتھیوں کے ہمراہ موت کی وادیوں کی طرف کچھ اس طرح ہانکیں گے کہ تم سب لوگ لفظوں اور معنی کے رشتوں تک کو بھول جاؤ گے۔ ہماری راہ روکنے والو! ذرا اپنے پیچھے مُڑ کر تو دیکھو۔“

محمد بن اوس کے کہنے پر جب سب نے مُڑ کر دیکھا تو نزدیک ہی بہت سے سوار اپنے گھوڑوں کو ایڑھ پر ایڑھ لگاتے دُھول اُڑاتے چلے آ رہے تھے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے راہ روکنے والے لرز کانپ گئے تھے۔ اتنی دیر تک پشت کی طرف سے آنے والے سوار نزدیک آ گئے۔ جونہی وہ راہ روکنے والوں کے قریب آئے، اپنا ہاتھ فضا میں بلند کرتے ہوئے محمد بن اوس نے انہیں مخصوص اشارہ دیا۔ یہ اشارہ ملنا تھا کہ وہ راہ روکنے والوں پر ٹوٹ پڑے اور لمحوں کے اندر ان سب کا کام تمام کر دیا تھا۔

موقع پر سیکا عجیب سے سوالات اور جستجو بھرے انداز میں محمد بن اوس کی طرف رہی تھی۔ جب راہ روکنے والے سارے مسلح جوانوں کا خاتمہ کر دیا گیا اور حملہ نے اپنی تلواریں صاف کر کے نیاموں میں ڈال لیں، تب سیکا محمد بن اوس کو کے کہنے لگی۔

کچھ ہوا ہے اس کی مجھے سمجھ نہیں آئی۔ جہاں تک راہ روکنے والوں کا تعلق ہے تو میرے بھائی جسٹین نے مقرر کیا تھا اور وہ ہمیں گرفتار کر کے کلیسا کی عدالت کرتے ہوئے ہمیں سزا دلانا چاہتے تھے۔ انہوں نے خود ہی اس کا ذکر کیا کہ ان کے لشکریوں سے ہے۔ برانس کے لشکریوں کا اس لئے چناؤ کیا گیا کہ ہیں۔ لہٰذا افریقہ کے مختلف علاقوں میں وہ بے دھڑک گھومتے ہوئے ہمیں سکتے ہیں۔ لیکن جس بات کی مجھے سمجھ نہیں آئی وہ یہ کہ آپ نے راہ روکنے والوں کی جرأت مندی اور اس طرح دلیری سے گفتگو کی جیسے آپ کو پختہ یقین تھا کہ اپنے سامنے زیر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جہاں تک آپ کی گفتگو کا اس سے میں نے یہ بھی اندازہ لگایا ہے کہ آپ کو اس بات کا بھی یقین تھا کہ کے لئے کچھ لوگ پہنچیں گے۔ اور پھر راہ روکنے والوں کے ساتھ گفتگو کرتے آپ نے بڑے وثوق سے پشت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ دیکھو، جیسے آپ نے اپنی حفاظت کا پہلے سے اہتمام کر رکھا ہو۔ امیر! مجھے اس کی سمجھ نہیں آئی۔ اگر آپ اس کی کچھ تفصیل بتا دیں تو مجھے ذہنی سکون ہو

محمد بن اوس مسکرایا اور کہنے لگا۔

!اس میں پیچیدگی کی کوئی بات نہیں۔ جس روز میری اور تمہاری، نعیم بن کی شادی ہوئی تھی، اسی دن امیر عقبہ بن نافع نے کچھ دستے ہم دونوں کے لئے مقرر کر دیئے تھے۔ انہیں اندیشہ تھا کہ تم سے اور فلورنس سے کے بعد رومن ضرور کچھ لوگوں کو ہمارے پیچھے لگائیں گے، گرفتار کرنے کی گے یا انتقامی کارروائی کریں گے۔ اس بناء پر جہاں کہیں بھی ہم جاتے دستے ہمارے اردگرد رہتے ہوئے ہماری حفاظت کرتے ہیں۔ اسی بناء پر اس سے میں نے ایسے انداز میں گفتگو کی۔ مجھے یقین تھا کہ جن دستوں کو نافع نے ہماری ... لئے مقرر کیا ہوا ہے وہ ضرور اپنا فرض ادا کرنے

کے لئے پہنچیں گے۔ اور تم نے دیکھا وہ پہنچے اور سب راہ روکنے والوں کا کام تمام
کے رکھ دیا۔"
محمد بن اوس کی اس گفتگو سے سیکا مطمئن ہو گئی تھی۔ فلورنس بھی خوشی کا اظہار کر
تھی۔ پھر محمد بن اوس، نعیم بن حماد، سیکا اور فلورنس آنے والے مسلح جوانوں کے سا
قیروان کا رخ کر رہے تھے۔

◎......◎

★ ★ ★
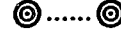
یقہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں آئے دن کی شکستوں سے جسٹین اور گریگوری
ے تنگ آچکے تھے۔ انہوں نے اپنی طرف سے بڑے حربے آزمائے کہ کسی نہ
مسلمانوں کو شکست دیں۔ لیکن کسی بھی موقع پر، کسی بھی محاذِ جنگ میں اُنہیں
کے خلاف کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ مایوسی کے ان حالات میں جسٹین نے تیز
قسطنطنیہ میں اپنے باپ کی طرف روانہ کئے اور مسلمانوں کو زیر کرنے کے لئے
ے اس نے مزید کمک اور سامانِ حرب طلب کر لیا تھا۔
ن اور گریگوری جس وقت قسطنطنیہ کی طرف قاصد روانہ کر رہے تھے عین اسی
ت پولوس ان سے ملنے کے لئے قصر کے کمرے میں داخل ہوا۔ اپنی جگہ سے
ن اور گریگوری نے پولوس کا استقبال کیا۔ پولوس آگے بڑھ کر ان کے سامنے
دُکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔
ی دیر پہلے ہمارا ایک مخبر میرے پاس آیا ہے۔ دراصل وہ کلیسا کے پاس سے
دونوں کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا تھا۔ لیکن میں نے ہی اسے بلا لیا۔
نے اس سے پوچھا کہ وہ کیا خبر لایا ہے تب اس نے بتایا کہ مسلمانوں نے
، چاروں شہروں اور قلعوں پر حملہ آور ہو کر ان پر ایک طرح سے قبضہ کر لیا
الے مخبر نے یہ بھی بتایا تھا کہ اس بار مجوسیوں کے خلاف مسلمانوں نے سختی روا
کہ انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ عہد شکنی کی تھی اور ہمارے ساتھ عہد باندھا
نے والے مخبر کا کہنا ہے کہ مسلمانوں نے اُنہیں خوب سزا دی ہے۔ ان کے
ں اور عورتوں کو لونڈی اور غلام بنا لیا گیا ہے۔ بے حد مال و اسباب مسلمانوں
ہاتھ لگا ہے۔ اس بار مسلمان حد سے زیادہ سختی کے ساتھ ان لوگوں کے ساتھ
ا۔ مجوسیوں کی قوت کو مسلمانوں نے توڑ کر رکھ دیا ہے۔ اور اس بار مجوسیوں

نے وعدہ کیا ہے کہ آئندہ وہ عہد شکنی نہیں کریں گے اور بغیر کسی عذر کے خراج کی ا
کرتے رہیں گے۔ مجھ سے یہ ساری تفصیل کہنے کے بعد مخبر آپ لوگوں کی طرف آ
تھا کہ میں نے اس سے کہا کہ تم آرام کرو، میں خود ہی یہ خبر تم دونوں تک پہنچاتا
چنانچہ میں تم دونوں کے پاس آیا ہوں۔ ساتھ ہی یہ بھی گزارش کرتا ہوں کہ کیا ہم
مسلمانوں کے سامنے زیر ہو جانا ہمارے لئے تکلیف دہ نہیں؟ کیا ہم نے مجوسیو
وعدہ نہیں کیا تھا کہ اگر مسلمان ان پر حملہ آور ہوں گے تو ہم مدد کریں گے۔ لیکن
ایسا نہیں کیا۔ جس کے نتیجہ میں مسلمانوں نے ان کے شہروں اور قلعوں کو روند کر رکھ
ان سے خراج وصول کیا۔ اس موقع پر میں آپ سے یہ کہوں کہ ان پے در پے فتو
وجہ سے مسلمان ان علاقوں میں مزید پھیلنے کی کوشش کریں گے اور ہمارے لئے
مسائل کھڑے کرتے چلے جائیں گے۔"

پولوس جب خاموش ہوا تب جسٹینین فیصلہ کن انداز میں کہنے لگا۔

"محترم پولوس! جو کچھ آپ نے کہا ہے میں اس کی تائید کرتا ہوں۔ فی الحا
مسلمانوں کے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کریں۔ زاب کی سلطنت کے مر
ازتہ کے نواح میں جو ہمارے لشکر کو شکست ہوئی ہے ایک طرح سے اس شکس
ہماری عسکری قوت کی کمر توڑ چکی ہے۔ آپ کی آمد سے پہلے میں نے تیز ر
قسطنطنیہ اپنے باپ کی طرف روانہ کئے ہیں اور وہاں سے میں نے رسد اور کما
طلب کر لی ہے۔ اس کمک کے آنے کے بعد ہم فیصلہ کن انداز میں مسلمانوں
حرکت میں آئیں گے۔ اور مجھے امید ہے کہ آخر کار کامیابی ہماری ہی ہوگی۔

آپ سے گفتگو کرنے کے بعد میں دو اور قوتوں کی طرف قاصد بھجواؤں گا۔
مسلم بربروں کی ملکہ جرارا۔ اس لئے کہ جرارا کے پاس بڑی قوت ہے اور بربر ا
ساحرہ خیال کرتے ہیں، اس سے ڈرتے ہیں، خوفزدہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا ملکہ جرارا
ایک بہت بڑا لشکر ہے۔ ہم ملکہ جرارا سے یہ التماس کریں گے کہ مسلمان
سرزمینوں میں پے در پے فتوحات حاصل کر رہے ہیں جس کے نتیجہ میں ای
رومنوں کو بھی اپنے سامنے زیر کر سکتے ہیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو پھر ملکہ جرارا بھی م
دست و برد سے محفوظ نہ رہ سکے گی اور افریقہ سے اسے اپنا بوریہ بستر سمیٹنا ہوگا
کے لئے بہتر یہی ہے کہ جو لشکر اس کے پاس ہے اس سے وہ مسلمانوں کے خلا
مدد کرے۔ مزید قاصد میں اردیہ کے حکمران کسیلہ کی طرف روانہ کر رہا ہوں ا

یہ کر رہا ہوں کہ اب تمہارے لئے یہ آخری موقع ہے کہ مسلمانوں کے خلاف کھل کر
را ساتھ دو اور اگر وہ ایسا کرے گا تو مجھے امید ہے کہ مسلمانوں کو ہم بدترین شکست
کر افریقہ سے نکال باہر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

جسٹینین جب خاموش ہوا تب پولوس دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

"میں نے کلیسا کے آدمیوں سے ایک اور بری خبر بھی سنی ہے اور اس کی تصدیق
رنے کے لئے ہی میں آپ کی طرف آیا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ آپ نے برانس
لشکر میں سے کچھ دستوں کا چناؤ کیا تھا اور ان کے ذمہ یہ کام لگایا تھا کہ وہ صحرا کے
ر سرگرداں رہیں اور جب بھی موقع ملے سیکا اور فلورنس کو گرفتار کر کے قرطاجنہ
یں۔ بتانے والے نے مجھے بتایا ہے کہ سیکا، فلورنس اور دونوں کے شوہر محمد بن اوس
نعیم بن حماد قیروان کے ایک نواحی نخلستان کی طرف گئے تھے۔ جو دستے سیکا اور
رنس کو گرفتار کرنے کے لئے آپ نے مقرر کئے تھے انہوں نے چاروں کی راہ بھی
ی، گرفتار بھی کرنا چاہا۔ پر نہ جانے کچھ مسلح جوان کس سمت سے اور کیسے نمودار ہو گئے
انہوں نے ہمارے ان سارے آدمیوں کا خاتمہ کرتے ہوئے محمد بن اوس، نعیم بن
سیکا اور فلورنس کو محفوظ کر دیا۔

کیا یہ بات ہمارے لئے شرم کا باعث نہیں کہ مختلف جنگوں اور مہموں میں مسلمانوں
رومنوں کو ہمیشہ شکست فاش سے دوچار کیا اور اب ہماری بدقسمتی کہ جو دستے سیکا اور
رنس کو گرفتار کرنے کے لئے مقرر کئے گئے تھے انہیں بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور انہیں
ت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد پولوس جب خاموش ہوا تو اس کی ہمت و ڈھارس بندھانے
لئے جسٹینین کہنے لگا۔

"محترم پولوس! آپ کو پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس میں کوئی
ک نہیں کہ مسلمانوں کے ہاتھوں ہمیں پے در پے شکستوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اور اس
ت میں بھی کوئی شک نہیں کہ جو دستے سیکا اور فلورنس کو گرفتار کرنے کے لئے گئے تھے ان کا
انوں نے صفایا کر دیا ہے۔ پر میں اب بھی فکر مند نہیں۔ عنقریب جب قسطنطنیہ سے
مک مل جائے گی، ساتھ ہی اردیہ کا حکمران کسیلہ اور ملکہ جرارا ہمارا ساتھ دینے پر
ہ ہو جائے گی تو ان سرزمینوں میں مسلمانوں کی شکست یقینی ہو جائے گی۔"

اس کے ساتھ ہی جسٹینین کھڑا ہو گیا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے گریگوری بھی اٹھ

کھڑا ہوا تھا۔ پھر جسٹینن کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”محترم پولوس! اب آئیں، آپ کے ساتھ کلیسا کی طرف چلتے ہیں۔“

پولوس اُٹھ کھڑا ہوا۔ پھر تینوں قرطاجنہ کے بڑے کلیسا کا رُخ کر رہے تھے۔

●●●

رومنوں کی حالت کی یہ خبریں مسلمانوں تک بھی پہنچنا شروع ہو گئی تھیں۔ عقبہ بن نافع کو اس کے مخبر یہ اطلاع دے چکے تھے کہ فی الحال رومن کسی نئی جنگ کی طرح نہیں ڈالیں گے۔ اس لئے کہ رومنوں کے شہنشاہ کے بیٹے جسٹینن نے قسطنطنیہ سے مزید کمک طلب کر لی ہے تا کہ مسلمانوں کے خلاف ایک بڑی جنگ کی ابتداء کی جا سکے۔ مخبروں نے یہ بھی اطلاع دے دی تھی کہ اس سلسلے میں رومن ملکہ جرارا سے بھی رابطہ کر رہے ہیں۔ تاہم رومنوں نے چونکہ جسٹینن کے کہنے پر اردیہ کے حکمران کسیلہ سے بڑی رازداری سے رابطہ قائم کیا تھا لہٰذا مسلمان مخبروں کو کسیلہ سے متعلق کوئی اطلاع نہ مل سکی۔

عقبہ بن نافع نے جب دیکھا کہ کچھ عرصہ کے لئے رومن پُرسکون رہیں گے اور اس وقت تک کسی نئی جنگ کی ابتداء نہیں کریں گے جب تک قسطنطنیہ سے اُنہیں کمک نہیں مل جاتی، لہٰذا عقبہ بن نافع نے اپنے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد مزید مغرب کی طرف پیش قدمی کا فیصلہ کیا تھا۔ سارے سالاروں کے ساتھ مل کر یہ طے پایا تھا کہ افریقہ میں رومنوں کے مرکزی شہر قرطاجنہ کو چھوڑ کر مزید مغرب کی طرف طنجہ تک پیش قدمی کی جائے۔ جو بھی قوت راستے میں آئے اسے رگیدتے ہوئے اسے مسلمانوں کا مطیع اور فرمانبردار بنایا جائے۔

چنانچہ یہ فیصلہ کرنے کے بعد یہ طے پایا کہ سب سے پہلے غمارہ کے بادشاہ بلیان اور طنجہ کے حکمران گرینور پر ضرب لگائی جائے اور انہیں رگیدتے ہوئے اپنا مطیع و فرمانبردار بنایا جائے۔ انہی ارادوں کے تحت لشکر نے مغرب کی سمت کوچ کیا تھا۔

عقبہ بن نافع نے بلیان کے مرکزی شہر غمارہ سے کافی دور جب ایک جگہ پڑاؤ کیا اور جس وقت خیمے نصب کئے جا رہے تھے اس وقت محمد بن اوس عقبہ بن نافع کے قریب آیا۔ اس وقت باقی سالار بھی وہاں آن کھڑے ہوئے تھے۔ پھر محمد بن اوس نے عقبہ بن نافع کو مخاطب کیا۔

”امیر! طنجہ کے حکمران گرینور اور غمارہ کے بادشاہ بلیان پر جو ہم نے ضرب لگانے کا فیصلہ کیا ہے، کیا اس میں کچھ تبدیلی بھی کی جا سکتی ہے؟“

محمد بن اوس کے ان الفاظ کے جواب میں تیز نگاہوں میں عقبہ بن نافع نے اس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

”ابن اوس! باہم مشورہ کرنے کے بعد جو فیصلہ ہم نے کیا ہے اس میں ہر صورت تبدیلی کی جا سکتی ہے۔ لیکن تبدیلی کا کوئی فائدہ ہونا چاہئے۔ کھل کر کہو میرے بھائی! کیا کہنا چاہتے ہو؟“

محمد بن اوس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، کہنے لگا۔

”امیر محترم! ماضی میں وندال، گال اور ہن کھل کر ہمارے خلاف رومنوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اب بھی وندالوں، گالوں اور ہنوں کی افریقہ میں کافی بڑی اور قابل توجہ قوت ہے۔ وندال سمندر کے کنارے کے ساتھ ساتھ وسیع رقبہ میں پھیلے ہوئے ہیں جبکہ ابی لکس کے شہر سے سالدی بندرگاہ تک اپنی طاقت و قوت کو مستحکم کئے ہوئے ہیں اور آگے گال ساپینا سے کارتینا کی بندرگاہ تک اپنے مضبوط گڑھ بنا کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں طنجہ اور غمارہ کا رخ کرنے سے پہلے ان وندالوں، گالوں اور ہنوں پر ضرب لگائی جائے۔ اگر ہم ان کی طاقت کو پاش پاش کر دیں، انہیں اپنے سامنے جھکنے اور خراج ادا کرنے پر مجبور کر دیں تو اس کے ہمیں دو فائدے ہوں گے۔

اول یہ کہ آنے والے دور میں یہ وندال، گال اور ہن رومنوں کی مدد کرنے کے قابل نہیں رہیں گے۔ دوئم یہ کہ اگر ان کے پاس سے گزرنے کے بعد ہم غمارہ کے بادشاہ بلیان یا طنجہ کے حکمران گرینور کو ہدف بنانے کی کوشش کرتے ہیں تو ہو سکتا ہے وہ دونوں حکمران اپنی مدد کے لئے وندالوں، گالوں اور ہنوں کو طلب کریں۔ ایسی صورت میں بھی ہمارے لئے مسائل اُٹھ سکتے ہیں اور اگر ہم ان تینوں قوتوں کو زیر کرنے کے بعد طنجہ اور غمارہ کا رخ کریں تو میرے خیال میں طنجہ اور غمارہ کے حکمران بغیر کسی جنگ اور لڑائی کے ہماری اطاعت اور فرمانبرداری قبول کرنے پر رضامند ہو جائیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس جب خاموش ہوا تو باری باری عقبہ بن نافع نے دوسرے سالاروں کی طرف دیکھا۔ شاید وہ ان کے خیالات جاننا چاہتا تھا۔ جب ان سب نے خاموشی اختیار کئے رکھی تب محمد بن اوس کی طرف دیکھتے ہوئے عقبہ بن نافع کہنے لگا۔

”ابن اوس! جو کچھ تم نے کہا ہے یہی درست ہے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔“

عقبہ بن نافع کا یہ جواب سن کر محمد بن اوس خوش ہو گیا تھا۔ چنانچہ سب مل کر پڑاؤ کا جائزہ لینے لگے تھے۔

چند روز تک عقبہ بن نافع نے وہیں قیام کیے رکھا۔ اس کے بعد وہاں سے کوچ کیا گیا۔ اب وندالوں کے شہروں اور بستیوں کا رُخ کیا گیا تھا۔

عقبہ بن نافع اپنے لشکر کے ساتھ چاروں طرف پھیلے اندھیروں میں نئے سویروں کا پیغام اور برق بن کر وندالوں کی بستیوں اور شہروں میں داخل ہوا تھا۔ اس کے بعد تو وندالوں پر زندگی کو خونی فاصلوں کی طرح مشکل بناتی قضا کی کھولتی آگ، لرزہ خیز خاموشیوں میں عزم و ارادوں کے فسوں، جاگتے سپنوں میں دُکھ درد کے پھیلے سایوں اور تخیل کے پُر پیچ راستوں پر برق کے خوفناک حصار کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

مسلمانوں کے ان حملوں میں صحرا کی رات کی گہری خاموشیوں میں پُراسرار تنہائیوں سی شادابی اور گہری چپ کے رنگوں میں موت کی کرب خیزی کا سا ایک ہیجان تھا۔

وندال یہ امید ہی نہیں رکھتے تھے کہ مسلمان کسی وقت براہِ راست انہیں اپنا ہدف بنا سکتے ہیں۔ وہ تو یہی خیال کئے ہوئے تھے کہ مسلمان رومنوں کے ساتھ ہی اُلجھے رہیں گے اور انہیں وندالوں، گالوں اور ہن کی طرف توجہ دینے کا کوئی موقع ہی نہیں ملے گا۔ لیکن جب عقبہ بن نافع اپنے لشکر کے ساتھ وندالوں پر حملہ آور ہوا تو وندالوں کو نہ صرف بد ترین شکست کا سامنا کرنا پڑا بلکہ ان کا خوب قتلِ عام بھی ہوا جس کی وجہ سے شکست خوردہ وندال عقبہ بن نافع کے سامنے سے بھاگ کر گالوں اور ہنوں کے علاقوں کی طرف چلے گئے تھے۔

دوسری طرف گالوں اور ہنوں کو جب خبر ہوئی کہ مسلمانوں نے وندالوں کو اپنا ہدف بنایا ہے تب گالوں اور ہنوں نے اپنے اپنے لشکر کو اکٹھا کیا، ایک متحدہ قوت بنائی اور وہ وندال جو عقبہ بن نافع سے شکست کھا کر بھاگے تھے وہ بھی گالوں اور ہنوں سے جا ملے تھے۔ اس طرح ان تینوں اقوام نے مل کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ مسلمانوں کا مقابلہ کیا جائے اور ہر صورت میں انہیں پسپا کیا جائے۔ اس مقصد کے لئے جو متحدہ لشکر انہوں نے تیار کیا تھا اسے استوار کر کے وہ بڑی بے تابی سے مسلمانوں کے حملہ آور ہونے کا انتظار کرنے لگے تھے۔ انہیں ایک طرح سے تقویت اس طرح بھی ملی کہ جن وندالوں کو مسلمانوں نے شکست دی تھی ان میں سے بچنے والے وندال بھی بھاگ کر گالوں اور ہنوں کے مشترکہ لشکر میں جا شامل ہوئے تھے۔ اس طرح گالوں اور ہنوں کے اس متحدہ لشکر کی طاقت اور

اضافہ ہو گیا تھا۔ لیکن اس طاقت اور قوت کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے عقبہ بن
مرف ایک شب وہاں بسر کی جہاں وندالوں کے ساتھ مقابلہ ہوا تھا اور انہیں
ت دی تھی۔ اس کے بعد عقبہ بن نافع اور باقی سالار اپنے لشکر کو لے کر مزید
طرف بڑھے۔ مسلمانوں کے مخبر بڑی تیزی سے اپنے فرائض انجام دے رہے
نچہ انہوں نے عقبہ بن نافع کو بتا دیا تھا کہ وندالوں، گالوں اور ہنوں کا ایک
ر مسلمانوں کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہا ہے اور جونہی مسلمان ان کے
ئیں گے، وہ فوراً ان پر حملہ آور ہو جائیں گے۔ چنانچہ اس صورتِ حال کو سامنے
ے عقبہ بن نافع نے بڑی برق رفتاری سے وندالوں، گالوں اور ہنوں کے اس
ر کی طرف پیش قدمی کی تھی۔

بن نافع، محمد بن اوس اور زہیر بن قیس اپنے اپنے حصے کے لشکر کی کمانداری
وئے جب دشمن کے متحدہ لشکر کے قریب آئے تب دشمن کا وہ متحدہ لشکر جہل و
ے جھکڑوں، عقل و شعور کو منجمد کرتی بوالہوسی اور سیاہ کاری کی طرح حرکت میں
یکھتے ہی دیکھتے وہ گرہن کی سی طاری کیفیت میں تلخ شور انگیز بازگشت، محرومیوں
یوں کی گونجتی سنسان کراہوں اور جرائم کے آنچلوں کے پس پردہ غضب اور
رح مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔

انوں نے بھی عقبہ بن نافع، محمد بن اوس اور زہیر بن قیس کی سرکردگی میں وقت
کیا۔ وہ بھی تاریخِ انسانی کے اوراقِ پارینہ میں رفیع الشان وحدت، محبتوں،
رجان کا نذرانہ پیش کرتی کسی مقدس سحر کی تابانی کی طرح آگے بڑھے۔ پھر وہ
کی گرم گود کشادہ کرتی موت کی رواں جوئے بار، غرور و گھمنڈ کی سربلندی اور
رنگوں کرتے بکھرتے شراروں، ہر بخت کو بے بنیاد کر دینے والے جنگجو طوفانوں
رح کے رشتۂ اتحاد و یگانگت کو منقطع کر دینے والے قضاء کے بگولوں کی یورش کی
اکے متحدہ لشکر پر حملہ آور ہو گئے۔

دیر تک افریقہ کے صحرا میں دونوں لشکر انتہائی خوفناک انداز میں ایک دوسرے
ے رہے۔ میدانِ جنگ کے اندر زیست کے دلکش روپ میں فنا کے گھاٹ اُتارتی
و کڑی ہوئی تھیں۔ وحشتوں کے خونی غول انسانوں کو پرانے بوسیدہ چیتھڑوں
اُڑانے لگے تھے۔ زندگی کے آئینوں میں تاریک گرد و غبار کے پسِ پردہ
کے ہجوم اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

وندال، ہن اور گال جو اپنے آپ کو ناقابل شکست جنگجو خیال کرتے تھے، انہ
اپنی طرف سے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو پسپا کر
کامیاب ہو جائیں لیکن اُنہیں دور دور تک اپنی کامیابی کی جھلک تک دکھائی نہ دی
اُلٹا مسلمانوں نے ان کی صفوں کی صفوں کو اُلٹتے ہوئے اُن کے لشکریوں کی تعدا
تیزی سے کم کرنا شروع کر دی تھی۔

اس موقع پر وندالوں کے سردار کریوس، گالوں کے سردار لائی ڈیوس اور ہنو
سردار پرسیوس نے یہ بھی اندازہ لگایا کہ جوں جوں جنگ طول پکڑتی جا رہی ہے، تو
ان کے متحدہ لشکر کی حالت خاموشی کی تلخیوں کی بے سحر راتوں اور خستہ و شکستہ ماحو
گناہوں کے اندیشوں سے بھی ابتر ہونا شروع ہو گئی ہے۔ جبکہ انہوں نے یہ بھی دیکھ
ان کے مقابلے میں مسلمان لشکری چھاتی تانتے ہوئے قدرت کی گردنما انگڑائی
نصرت کی روشنی، فاتحانہ ورد کرنے والے بے درد شعلوں کی طرح حملہ آور ہوتے
ان کے لشکر کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرتے چلے جا رہے تھے۔

آخر دشمن کا متحدہ لشکر بھاگ کھڑا ہوا۔ چونکہ ماضی میں وندالوں نے گالوں اور
کے علاوہ سیتھین کے ساتھ مل کر ہمیشہ مسلمانوں کے مقابلے میں رومنوں کا ساتھ
لہٰذا عقبہ بن نافع، محمد بن اوس اور زہیر بن قیس نے بڑی سختی، بڑی تیزی سے دشم
متحدہ لشکر کا تعاقب کیا اور تعاقب کرتے ہوئے ان کا خوب قتل عام کر کے ان کی تع
مزید کم کیا۔ اس طرح اس جنگ کے بعد مسلمانوں نے وندالوں، گالوں اور ہنوں
قابل نہ رہنے دیا کہ آنے والے دور میں وہ کسی بھی جگہ، کسی بھی مقام پر مسلمانو
لئے کسی اندیشے اور کسی خطرے کا باعث بن سکے۔

آخر تعاقب ترک کرنے کے بعد عقبہ بن نافع، محمد بن اوس اور زہیر بن قیس
لشکر کو لے کر اس جگہ آئے جہاں دشمن کے ساتھ ان کا ٹکراؤ ہوا تھا اور دشمن کے پڑا
ہر چیز پر قبضہ کر لیا گیا۔ یہاں مسلمانوں کے ہاتھ بہت بڑی مقدار میں مالِ غنیمت
اس مال کا بیشتر حصہ عقبہ بن نافع نے مسلمان لشکریوں میں تقسیم کر دیا تھا اور پھر لشکر
نے وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

جس وقت لشکری ایک طرف خیمے نصب کر رہے تھے اور دوسری طرف کچھ
اپنے لشکر کے لئے کھانا تیار کرنے میں مصروف ہو گئے تھے اس موقع پر عقبہ بن نافع
سالاروں کے ساتھ ایک طرف کھڑا اپنا پڑاؤ قائم ہوتا دیکھ رہا تھا کہ اچانک اس نے

پہلے زہیر بن قیس پھر محمد بن اوس اور دیگر سالاروں پر ڈالی۔ پھر انہیں مخاطب کر
ہا۔

میرے عزیز ساتھیو! سب سے پہلے تو میں تم سب کو مبارک باد دیتا ہوں کہ اس
ہم نے صرف وندالوں پر ضرب لگائی۔ انہیں بدترین شکست دی اور شکست خوردہ
لوں اور ہنوں سے مل گئے۔ یہاں بھی خداوند قدوس کی مدد اور حمایت کے باعث
ن کے متحدہ لشکر کو شکست دی ہے۔ اب وندال، گال اور ہن اس قابل نہیں
نے والے دور میں مسلمانوں کے لئے کسی خطرے کا باعث بن سکیں۔ میرے
یو! یہ سب کچھ تمہاری کارگزاری کی وجہ سے ہے اور اس کے لئے میں عقبہ بن
ے خلوص، تمہاری وفاداری، جرأت مندی اور تمہارے خلوص کو سلام پیش کرتا
ہیں اس فتح پر مبارکباد بھی پیش کرتا ہوں۔"
ں تک کہنے کے بعد عقبہ بن نافع رکا، اس کے بعد اپنے سالاروں کو مخاطب کر
۔

ے عزیز ساتھیو! اس وقت میرے سامنے دو تجویزیں ہیں جو میں تمہارے
ش کرتا ہوں۔ اگر تم ان سے اتفاق کرو گے تو ان پر عمل کیا جائے گا۔ میری پہلی
ہے کہ اس سے آگے اگر ہم مغرب کی طرف پیش قدمی کریں تو دو حکمران ہمارے
تے ہیں۔ ایک طنجہ کا حکمران گرینور، دوسرا غمارہ کا بادشاہ بلیان۔ میں چاہتا ہوں
ے کہ ہم ان دونوں قوتوں پر ضرب لگائیں، پہلے یہاں سے ان کی طرف
بھجوائیں، اُنہیں یہ پیغام دیں کہ اگر وہ لڑے بغیر ہماری اطاعت اور فرمانبرداری
یں تو ان کی عزت افزائی کی جائے گی اور اگر وہ ایسا کرنے کے لئے تیار نہیں
ہم ان کی طرف پیش قدمی کرنے والے ہیں۔ وہ جس قدر لشکر جمع کرنا چاہتے
۔ لہٰذا جب ہم ان پر ضرب لگائیں گے تو پھر انہیں کہیں نکلنے، کہیں پناہ لینے اور
نے کا موقع نہیں دیں گے۔

دوسری تجویز یہ ہے کہ طنجہ سے بھی آگے بحرِ ظلمات تک کچھ سرکش بربر قبائل
ہیں۔ وہ انتہا درجہ کے جنگجو ہیں۔ وہ بھی ہماری راہ روکنے کی کوشش کریں
چاہتا ہوں کہ اپنے کچھ مخبران کے علاقوں کی طرف روانہ کریں اور وہ ان سے
لے کر آئیں تاکہ انہی اطلاعات کی روشنی میں ان سرکش قبائل پر بھی ضرب
ہم اپنے لشکر کے ساتھ بحرِ ظلمات تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں۔

میرے عزیز ساتھیو! یہی دو تجویزیں تھیں جو میں چاہتا تھا کہ تم سب کے سامنے پیش کروں۔ تم آپس میں صلاح و مشورہ کر لو۔ اگر کسی کو میری ان تجویزوں سے اختلاف ہو تو وہ برملا کہہ سکتا ہے۔ اپنی طرف سے کوئی تجویز پیش کر سکتا ہے۔ اگر وہ اچھی ہوئی تو اس پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد جب عقبہ بن نافع خاموش ہوا تو سب سالار بڑے غور سے اس کی طرف دیکھنے لگے تھے۔ چنانچہ ان کی خاموشی پر عقبہ بن نافع نے خوشی کا اظہار کیا اور کہنے لگا۔

"میرے عزیز ساتھیو! تمہاری خاموشی بتاتی ہے کہ تم سب میری اس تجویز سے متفق ہو۔ اگر ایسا ہے تو پھر میں اس پر عمل کرنا چاہوں گا اور وقت بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ اب بولو، تم کیا کہتے ہو؟"

اس موقع پر سب سے پہلے محمد بن اوس بول اٹھا اور کہنے لگا۔

"امیر محترم! آپ کی دونوں تجاویز سے ہم سب اتفاق کرتے ہیں۔ میرے خیال میں دو یا تین دن یہاں قیام کرنا چاہئے۔ ایک تو زخمیوں کی دیکھ بھال ہو جائے گی دوسرے لشکریوں کو ستانے کا موقع بھی مل جائے گا۔ اس کے بعد مغرب کی طرف پیش قدمی کریں گے۔ اتنی دیر تک جو مخبر اور قاصد ہم بھیجیں گے، قاصد تو طنجہ کے حکمران گرینور اور غمارہ کے حکمران بلیان سے رابطہ قائم کر کے انہیں ہمارا پیغام بھجوا دیں گے۔ جبکہ مخبر ظلمات کے ساحلوں تک پھیلے ہوئے سرکش قبائل سے متعلق اطلاعات بھی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

عقبہ بن نافع نے محمد بن اوس کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ لہٰذا یہ فیصلہ ہوا کہ لشکر وہاں کم از کم تین دن قیام کرے گا۔ اس کے بعد مزید مغرب کی طرف پیش قدمی شروع کی جائے گی۔ اس کے ساتھ ہی عقبہ بن نافع اپنے سارے سالاروں کے ساتھ اپنے لشکر کا جائزہ لینے کے ساتھ اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال بھی کرنے لگا تھا۔

●●●

میدانِ جنگ میں تین دن قیام کرنے کے بعد اور اپنے لشکریوں کو ستانے اور آرام کرنے کا موقع فراہم کرنے کے بعد آخر عقبہ بن نافع نے وہاں سے کوچ کیا اور مغرب کی طرف پیش قدمی شروع کی تھی۔ راستے میں جس وقت عقبہ بن نافع بڑی تیزی سے کوچ کر رہا تھا، اس کے سامنے کی طرف سے مسلمان مخبر آ گئے۔ انہیں دیکھتے ہوئے عقبہ

نے ایک جگہ اپنے لشکر کو روک دیا تھا۔ مخبر جب قریب آئے تو انہیں مخاطب کرتے ہوئے عقبہ بن نافع نے بڑی بے چینی اور جستجو بھرے انداز میں انہیں مخاطب کیا۔

"میرے عزیز ساتھیو! تم غمارہ کے بادشاہ بلیان اور طنجہ کے حکمران گرینور کی طرف سے میرے لئے کیا پیغام لے کر آئے ہو؟"

عقبہ بن نافع کے اس استفسار پر آنے والے ان مخبروں میں سے ایک بول اٹھا۔

"امیر محترم! دونوں حکمرانوں کی طرف سے ہم اچھی خبریں لے کر آئے ہیں۔ جس طرح آپ نے ہمیں احکامات جاری کئے تھے، ان کے مطابق مغرب کی طرف آتے ہوئے ہم دو حصوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ ہمارا ایک حصہ بلیان کے مرکزی شہر غمارہ کی طرف گیا ہے اور دوسرا طنجہ کی طرف طنجہ کے حکمران گرینور کے پاس گیا۔ چنانچہ دونوں حکمرانوں کے سامنے آپ کا پیغام پیش کیا گیا اور یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ دونوں حکمرانوں نے اپنے اس عندیہ، اپنے اس عزم و ارادے کا اظہار کیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ کسی بھی صورت ٹکرانے اور جنگ کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے۔ وہ ان علاقوں میں مسلمانوں کے مطیع اور فرمانبردار بن کر رہنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی ہمیں یقین دہانی کرائی ہے کہ جونہی مسلمانوں کا لشکر ان کے علاقوں میں داخل ہو گا، وہ چند دستوں کے ساتھ تحائف لے کر مسلمانوں کے سپہ سالار کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر رکا۔ کچھ سوچا، پھر دوبارہ وہ عقبہ بن نافع کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

"امیر محترم! جہاں تک غمارہ کے حکمران بلیان کا تعلق ہے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ رومنوں کا ماتحت ہے لیکن رومن حکمرانوں نے غمارہ کے بادشاہ بلیان کو انتظامی امور کے سلسلے میں اسپین کے حکمران کے تحت کر رکھا ہے جس کی بناء پر بلیان یوں جانیں ایک طرح سے رومنوں کے خلاف ہے۔ آپ نے یہ بھی اندازہ لگایا ہو گا کہ ماضی میں رومنوں کے ساتھ جس قدر ہماری جنگیں ہوئیں ان جنگوں میں بلیان نے کبھی حصہ نہیں لیا۔ حالانکہ قسطنطین اور گریگوری نے کئی بار بلیان کی طرف پیغام بھجوائے کہ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے وہ بھی اپنا لشکر روانہ کرے لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔

جہاں تک طنجہ کے حکمران گرینور کا تعلق ہے تو وہ بھی بڑا صلح جو ہے۔ ہمارے جو آدمی اس کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، اس نے ان کی بہترین خدمت کی۔ ان سے عمدہ سلوک کیا اور ان کی عزت افزائی بھی کی۔ ان حالات میں امیر محترم! ہم آپ سے یہ کہہ

سکتے ہیں کہ جب آپ مزید مغرب کی طرف بڑھیں گے تو طنجہ کا حکمران گرینور اور غمارہ کا بادشاہ بلیان ہمارے آڑے نہیں آئیں گے بلکہ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی فرمانبرداری کا اظہار کریں گے۔"

ان مخبروں کے اس انکشاف پر عقبہ بن نافع ہی نہیں، باقی سارے سالاروں کی بھی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ چنانچہ مسکراتے ہوئے عقبہ بن نافع نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور لشکر ایک بار پھر مغرب کی طرف کوچ کر رہا تھا۔

عقبہ بن نافع نے مغرب کی طرف بڑھتے ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ اس جگہ پڑاؤ کیا جہاں غمارہ کے بادشاہ بلیان اور طنجہ کے حکمران گرینور کے علاقوں کی سرحدیں ملتی تھیں۔ یہاں قیام کر کے دراصل عقبہ بن نافع ان دونوں حکمرانوں کے ردِعمل کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ تین روز وہاں قیام کرنے کے بعد جس وقت عقبہ بن نافع اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا کہ ایک لشکری خیمے کے دروازے پر نمودار ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر! طنجہ کا حکمران گرینور اور غمارہ کا بادشاہ بلیان دونوں اپنے مسلح دستوں کے ساتھ ہمارے پڑاؤ کے قریب آ کر رُکے ہیں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔"

لشکری کے اس انکشاف پر عقبہ بن نافع نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"پہلے اپنے سارے سالاروں کو میرے خیمے میں جمع ہونے کا پیغام دو، اس کے بعد ان دونوں حکمرانوں کو میرے پاس لاؤ۔"

اس پر وہ مسلح جوان وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد زہیر بن قیس، حنس بن عبداللہ، محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور دیگر سارے سالار عقبہ بن نافع کے خیمے کے باہر جمع ہو گئے تھے۔ وہاں کچھ دستوں نے خیمے کے سامنے کھلے حصے میں چٹائیاں بچھا دی تھیں اور انہی چٹائیوں پر عقبہ بن نافع اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔ پھر اس نے طنجہ اور غمارہ کے حکمرانوں کو بلانے کا حکم دیا۔

تھوڑی دیر بعد طنجہ کا حکمران گرینور اور غمارہ کا بادشاہ بلیان وہاں نموار ہوئے۔ ان کے ساتھ اپنے کچھ دستے بھی تھے جو بڑے بڑے طشت اٹھائے ہوئے تھے۔

جب دونوں حکمران ان چٹائیوں کے قریب آئے جہاں عقبہ بن نافع اپنے سالاروں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا تو عقبہ بن نافع نے اپنے سارے ساتھیوں کے ساتھ اپنی

اٹھ کر دونوں حکمرانوں کا استقبال کیا۔ چنانچہ انہیں عقبہ بن نافع نے اپنے یں چٹائیوں پر بٹھایا اور پھر گرینور اور بلیان کے کہنے پر ان کے جو ساتھی طشت ے تھے انہیں انہوں نے طشت وہاں رکھنے کے لئے کہا اور ان پر جو کپڑے ے تھے وہ ہٹا دیئے گئے۔ عقبہ بن نافع اور سارے سالاروں نے دیکھا وہ طرح یمتی تحائف تھے جو مختلف طشت کے اندر سجا کر رکھے ہوئے تھے۔ جس وقت افع تحائف کے ان سارے طشتوں کو دیکھ رہا تھا اس موقع پر غمارہ کا بادشاہ اٹھا۔

لمانوں کے محترم سالار! یہ تحائف کے طشت ہیں۔ یہ میں اور گرینور مشترکہ طور ہیں۔ یہ ہم آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ساتھ ہی آپ کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں کہ ان سرزمینوں میں ہم ہمیشہ آپ لوگوں کے وفادار، مطیع اور بن کر رہیں گے۔"

ن کے ان الفاظ پر عقبہ بن نافع مسکرایا۔ کچھ چھوٹے سالاروں کو اس نے اشارہ پر وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حرکت میں آئے اور تحائف کے وہ طشت وہاں کر لے گئے۔ ان کے جانے کے بعد عقبہ بن نافع نے براہِ راست گرینور اور اطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

ب سے پہلے تو میں معذرت خواہ ہوں کہ ہم نے تم لوگوں کو کھجور کی چٹائیوں پر لئے کہ یہ ہماری روایات میں شامل ہے۔ جہاں کہیں بھی ہم پڑاؤ کرتے ہیں، ہی ہمارا بستر اور ہمارا بسیرا ہوتی ہیں۔"

بن نافع جب خاموش ہوا تب ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں بلیان بول اٹھا۔

سلمانوں کے محترم سالار! آپ کے ساتھ ان چٹائیوں پر بیٹھ کر آپ سے گفتگو ہمارے لئے ایک سعادت بلکہ ایک طرح کی خوشی کا باعث ہے۔ میں اور گرینور مطلب کی طرف آتے ہیں اور دونوں آپ کے سامنے اپنی فرمانبرداری اور عہد کرتے ہیں۔"

بن نافع کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ کہنے لگا۔

محترم دونوں کا شکر گزار ہوں کہ تم یہ تحائف لے کر آئے ہو۔ ساتھ ہی تم اطاعت داری کا اظہار کر رہے ہو۔ تمہارے ایسا کرنے کے ردِعمل میں ہم بھی تمہارے وفاداری اور خلوص کا مظاہرہ کریں گے۔"

عقبہ بن نافع جب خاموش ہوا تب کسی قدر خدشات کا اظہار کرتے ہوئے طنجہ
حکمران گرینور بول اٹھا۔

''مسلمانوں کے محترم سالار! اب جبکہ ہم آپ کے سامنے اطاعت و فرمانبرداری
اظہار کر رہے ہیں تو ہمارے اس عمل کی خبریں یقیناً رومنوں تک پہنچ جائیں گی۔ چنانچہ
کوئی بھی مناسب موقع جان کر اپنے لشکریوں کے ذریعے مجھے اور بلیان کو اپنا ہدف بنانے
کی کوشش کریں گے۔''

گرینور یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اس کی گفتگو کا جواب دیتے ہوئے عقبہ بن نافع
بول اُٹھا۔

''رومنوں کو ہمارے ساتھ ٹکرانے سے فرصت ملے گی تب وہ کہیں جا کر تمہارا رخ
کریں گے۔ اس کے باوجود میں تم دونوں کو یقین دلاتا ہوں کہ آنے والے دور میں کسی
بھی موقع پر اگر رومنوں نے تم دونوں میں سے کسی کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو
رومنوں سے ہم تم سے کی جانے والی زیادتی کا خوب انتقام لیں گے جو برسوں کے لئے
رومنوں کے لئے عبرت بنا رہے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عقبہ بن نافع رکا، اس کے بعد دوبارہ وہ بلیان اور گرینور کی
طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''عزیز ساتھیو! اب تمہیں رومنوں کی طرف سے کسی خطرے کا اندیشہ نہیں رہنا
چاہئے۔ تم نے چونکہ ہماری فرمانبرداری اور اطاعت اختیار کی ہے لہٰذا آج سے تم ہمارے
اتحادی ہو اور رومنوں نے کسی بھی موقع پر اگر ہمارے اتحادیوں میں سے کسی ایک کو اپنا
ہدف بنانا چاہا تو افریقہ کے اندر رومنوں کا کوئی شہر ہماری ترک تاز اور یلغار سے محفوظ نہیں
رہے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عقبہ بن نافع رکا، اس کے بعد اپنی بات کو آگے بڑھاتے
ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''گرینور اور بلیان! میں تم پر یہ بھی انکشاف کر دوں کہ اپنے مرکزی شہر قیروان سے
نکل کر ہم نے سیدھا تم دونوں کا رخ نہیں کیا۔ مغرب کی طرف بڑھتے ہوئے پہلے ہم
نے وندالوں پر ضرب لگائی، اُنہیں بدترین شکست دی اور شکست خوردہ وندال گالوں اور
ہنوں کے ساتھ جا کر مل گئے۔ اس کے بعد گالوں اور ہنوں نے ایک مشترکہ لشکر تیار کیا
وندالوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا اور ہمارے مقابلے آئے۔ لیکن ہم نے ان تینوں کو

متحدہ لشکر کو بھی بدترین شکست دی اور شکست اٹھانے کے بعد جب وہ بھاگے تو ان کا
ب اس انداز میں کیا کہ ان کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتارا۔ اب افریقی ساحل
دالوں، گالوں اور ہنوں کی وہ قوت نہیں رہی جو ماضی میں تھی۔ اور میں تم لوگوں کو
لاتا ہوں کہ یہ تینوں قوتیں اب اس قابل ہی نہیں رہیں کہ ہمارا مقابلہ کر سکیں۔ نہ
تینوں قوتیں اب آنے والے دور میں کسی موقع پر رومنوں کا ساتھ دیں گی۔ اس سے
یہ تینوں جنگجو اقوام ہمارے خلاف رومنوں کی اتحادی بنی ہوئی تھیں لیکن ہم نے ان کی
ایسی توڑی ہے کہ اب آنے والے دور میں یہ کبھی بھی رومنوں کا اتحادی بننا پسند نہیں
یں گے۔

اگر ہم وندالوں، گالوں اور ہنوں کی سرکوبی کئے بغیر آپ لوگوں کی طرف آ جاتے اور
دونوں ہماری اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کر لیتے اور جب ہم تم لوگوں کے
وں سے نکل جاتے تو یقیناً رومنوں کی انگیخت پر وندال، گال اور ہن تم لوگوں کے
ف حرکت میں آتے اور تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے۔ اب جبکہ ان تینوں
وں کو شکست دے کر ہم نے ان کی عسکری قوت کو پاش پاش کر دیا ہے لہٰذا ان تینوں
وں میں سے کوئی بھی تم دونوں کے لئے نقصان کا باعث نہیں بن سکتی۔

جہاں تک رومنوں کا تعلق ہے تو وہ قرطاجنہ سے نکل کر اس قدر مغرب کی طرف نہیں
سکتے کہ تم پر حملہ آور ہو کر ہماری اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کرنے پر تمہیں سزا دیں۔
لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ اگر انہوں نے اپنے لشکر کو قرطاجنہ سے نکال کر مغرب کی دور
راز سرزمینوں کی طرف بھجوایا تو پھر ان کا مرکزی شہر افریقہ میں خطرات اور خدشات
کار ہو کر رہ جائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عقبہ بن نافع رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا
''بلیان اور گرینور! دونوں مجھے غور سے سنو۔ میں تم لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ آنے
لے دور میں کبھی بھی رومن تم دونوں کو اپنا ہدف بنانے کی جرأت اور جسارت نہیں کریں
۔ اگر ایسا کریں گے تو پھر اس جسارت کی رومنوں کو ایسی سزا ملے گی کہ جسے وہ مدتوں
کھیں گے۔ دونوں کے ساتھ ہمارے کئی ٹکراؤ ہو چکے ہیں۔ ہر ٹکراؤ، ہر لڑائی میں ہم
انہیں بدترین شکست دی ہے۔ انہوں نے افریقہ کے باسیوں کو ہمارے خلاف کیا
م نے انہیں بھی اپنا مطیع اور فرمانبردار بنایا۔ اب انہوں نے بھی رومنوں کے ساتھ
اتحادی اختیار کر لی ہے۔ ان دنوں رومنوں کا ولی عہد جسٹین اور افریقہ میں رومنوں کا

سالار گریگوری بڑی بے چینی اور بے تابی سے قسطنطنیہ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ اس لئے
کہ ہمارا مقابلہ کرنے کے لئے انہوں نے قسطنطنیہ سے کمک طلب کر لی ہے۔ اور مجھے
اُمید ہے کہ کمک ملنے کے بعد جب رومن خم ٹھونک کر ہمارے مقابل آئیں گے تو ماضی
کی طرح ہم پھر انہیں شکست دے کر ان کے دامن کو داغدار کرنے میں کامیاب ہو
جائیں گے۔"

عقبہ بن نافع جب خاموش ہوا تب بلیان اسے مخاطب کرتے ہوئے بول اُٹھا۔
"مسلمانوں کے محترم سالار! اگر آپ برا نہ مانیں تو میں ایک عرض کروں؟"
اس کی طرف دیکھتے ہوئے عقبہ بن نافع مسکرایا اور کہنے لگا۔
"کچھ کہنے کے لئے تمہیں مجھ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ کہو! کیا کہنا
چاہتے ہو؟"

اس پر بلیان بول اٹھا۔ "میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ساتھ معاملہ
طے ہونے کے بعد کیا آپ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے واپس چلے جائیں گے یا مزید
مغرب کا رخ کریں گے؟"

"مغرب میں آگے اب کوئی حکومت اور سلطنت نہیں ہے۔ تاہم صحرا کے اندر دور دور
تک وحشی جنگ جو قبائل پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ قبائل اکثر و بیشتر اپنے علاقوں سے نکل کر
میرے اور گرینور کے علاقوں پر حملہ آور ہوتے رہتے ہیں۔ لوٹ مار، قتل و غارت گری،
ترک تاز اور یلغار کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ بستیاں اور شہر تک لوٹ کر صحرا کی بھول بھلیوں
میں غائب ہو جاتے ہیں۔ میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ ماضی میں پہلے میں اور
گرینور فرداً فرداً ان کے خلاف حرکت میں آتے رہے۔ لیکن ہمیں ان کے خلاف کوئی
کامیابی نہ ہوئی۔ پھر میں اور گرینور نے ایک متحدہ لشکر تیار کیا اور ان سے مقابلہ کرنے کی
ٹھانی۔ لیکن حیرت انگیز انکشاف یہ ہے کہ ان وحشی قبائل نے میرے اور گرینور کے متحدہ
لشکر کو بدترین شکست دی۔ اس طرح ہمارے لشکری ان سے اپنی جانیں بچا کر اپنے
مرکزی شہر غماہ اور طنجہ کی طرف بھاگ آئے۔
مسلمانوں کے امیر! بحرِ ظلمات تک یہ جنگجو قبائل پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ کسی کے مطیع
اور فرمانبردار رہنا پسند نہیں کرتے۔ ان کا بڑا پیشہ لوٹ مار اور مختلف ترقی یافتہ علاقوں میں
یلغار اور لوٹ مار کا بازار گرم کرنا ہے۔ شہروں کے شہر لوٹ کر صحرا کے اندر غائب ہو جاتے
ہیں۔ اگر آپ نے یہاں سے مزید مغرب کا رخ کرنا ہے تو پھر آپ کا مقابلہ یقیناً ان

قبائل سے ہوگا۔ اگر ان سے آپ کا ٹکراؤ ہو تو میری اور گرینور کی آپ سے التماس
ہے کہ ان جنگجو قبائل کو اپنے سامنے زیر کیجئے گا۔ اگر آپ جنگجو قبائل کو زیر کرنے میں
کامیاب ہو جائیں تو اس کے دو فائدے ہوں گے۔
اوّل یہ کہ مسلمانوں کی سلطنت کی حدود بحرِ ظلمات تک پھیل جائے گی۔ دوسرا
مجھے اور گرینور کو ہوگا۔ اس لئے کہ جب آپ ان جنگجو اور وحشی قبائل پر ضرب
یں گے اور صحرا کے اندر انہیں بھاگنے پر مجبور کر دیں گے تب ان وحشی قبائل پر یہ
عیاں ہو جائے گی کہ وہ ناقابل تسخیر نہیں ہیں اور کوئی قوت انہیں اپنا ہدف بنا کر
ی ہڈیاں توڑنے کی ہمت اور جرأت بھی رکھتی ہے۔ چنانچہ ان حالات میں وہ جنگجو
پ کے یہاں سے چلے جانے کے بعد بھی میرے اور گرینور کے علاقوں پر حملہ آور
بند کر دیں گے۔"

بلیان جب خاموش ہوا تب خوشی کا اظہار کرتے ہوئے عقبہ بن نافع کہنے لگا۔
"بے فکر رہو۔ میں ان علاقوں میں تم دونوں کو بالکل محفوظ کرنے کے بعد جاؤں گا۔
ں جگہ میں نے پڑاؤ کیا ہے یہاں میرا لشکر دو دن مزید قیام کرے گا۔ لشکری ستا لیں
ں۔ اس کے بعد میں مغرب کا رخ کروں گا اور دیکھوں گا کہ وہ ناقابل تسخیر اور جنگجو
ل ہم سے کیسے ٹکراتے ہیں اور ہم ان کا کیا حشر نشر کرتے ہیں۔"
گرینور اور بلیان دونوں عقبہ بن نافع کے اس فیصلے سے خوش ہو گئے تھے۔ شام تک
بلیان نے اپنے دستوں کے ساتھ مسلمانوں کے پڑاؤ ہی میں قیام کیا۔ اس کے بعد وہ
قبہ بن نافع سے اجازت لے کر اپنے اپنے علاقوں کی طرف چلے گئے تھے۔

•••

ل روز عقبہ بن نافع نے اپنے لشکر کے ساتھ مزید مغرب کی طرف پیش قدمی کرنا
ا سے ایک روز پہلے ہی وہ مخبر بھی اُس کے پاس پہنچ گئے جو اس نے بحیرہ اوقیانوس
ر کر افریقہ کے اندر تک پھیلے بربروں سے متعلق اطلاعات حاصل کرنے کے لئے
لئے تھے۔ جب وہ مخبر عقبہ بن نافع کے خیمے میں داخل ہوئے تو اس وقت اتفاقاً
سالار بھی عقبہ بن نافع کے پاس ہی بیٹھے کسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے۔ لہٰذا
ں کے آنے پر سب نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔
قبہ بن نافع نے ان آنے والے مخبروں کو اپنے سامنے بٹھایا، پھر انہیں مخاطب کر
ہنے لگا۔

"عزیز ساتھیو! تم بڑے وقت پر آئے ہو۔ اس لئے کہ میں کل اپنے لشکر کے ساتھ مغرب کی طرف کوچ کرنے والا تھا۔ اب ایک دن پہلے ہی مجھے بحر ظلمات تک پھیلے بربر قبائل سے متعلق اطلاعات فراہم ہو جائیں گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عقبہ بن نافع رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

"عزیز ساتھیو! اب تک تم نے کیا اطلاعات اکٹھی کی ہیں؟"

عقبہ بن نافع کے اس سوال پر ان میں سے ایک بول اٹھا۔

"امیر محترم! بحر ظلمات تک بربروں کے چار بڑے بڑے قبائل پھیلے ہوئے ہیں۔ گو وہ خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرتے ہیں لیکن ان علاقوں میں ایک طرح سے ان کی حکومت، ان کی حکمرانی اور ان کا قبضہ ہے۔ اور ان چار قبائل کے علاوہ ان سرزمینوں میں کوئی داخل ہونے کی جرأت نہیں کر سکتا اس لئے کہ وہ چاروں قبائل انتہا درجہ کے جنگجو ہیں۔ اور پھر چاروں قبائل کے پاس اپنے بڑے بڑے لشکر ہیں جن سے وہ بڑے سے بڑے دشمن کا بھی مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد مخبر رکا، پھر دوبارہ اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

"امیر محترم! ان چار قبیلوں میں سے ایک قبیلے کا نام الورین ہے۔ اس کے سردار کا نام برداس ہے۔ دوسرے قبیلے کا نام کتامہ اور اس کے سردار کا نام منگریز ہے۔ تیسرے قبیلے کا نام مکناسہ ہے اور اس کے سردار کا نام مراما ہے۔ چوتھا قبیلہ مفراد کہلاتا ہے اور اس کے سردار کا نام کلوس ہے۔ یہ چاروں قبائل ایک طرح سے ان علاقوں کے اندر اکٹھے ہی سرگرداں رہتے ہیں۔ ان چاروں قبائل کے نفوس کی تعداد مل کر لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ جب یہ حرکت کرتے ہیں تو یوں لگتا ہے کہ کسی شہر کی پوری آبادی حرکت میں آ گئی ہو۔ ان کے پاس اپنی چھوٹی بڑی ان گنت کشتیاں اور کافی بڑے جہاز بھی ہیں۔ جب یہ ساحل سمندر کے پاس قیام کرتے ہیں تو سمندر کے اندر دور تک مچھلی کا شکار کرتے ہیں۔ اور جب سمندر کا کنارہ چھوڑ کر اندرونی سرزمینوں کی طرف سرگرداں ہوتے ہیں تو پھر اپنے کچھ مسلح جوان بحر ظلمات کے ساحل پر چھوڑ دیتے ہیں کیونکہ وہ ان کی غیر موجودگی میں ان کی چھوٹی بڑی کشتیوں کے علاوہ ان کے بڑے جہازوں کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔"

مخبر کچھ دیر رکا، پھر دوبارہ کہنے لگا۔

ہم ان لوگوں کے اردگرد سرگرداں رہے ہیں اور جو اطلاعات ہم نے حاصل کے مطابق ان چاروں خانہ بدوش بربر قبائل کو یہ خبر ہو چکی ہے کہ مسلمان سرزمینوں میں داخل ہو چکے ہیں اور قیروان کو اپنا مرکزی شہر بنا لیا ہے اور مختلف نہوں نے رومنوں کے علاوہ وندالوں، گالوں اور ہنوں کو بدترین شکست دی وہ بڑی تیزی اور برق رفتاری سے مغرب کی طرف یورش کرتے ہوئے بحر خ کئے ہوئے ہیں۔"

ری تفصیل جاننے کے بعد عقبہ بن نافع نے آنے والے مخبروں کا شکریہ ادا کیا رام کرنے کے لئے بھیج دیا۔ اس کے بعد سارے سالاروں سے مل کر یہ فیصلہ پہلے خانہ بدوش بربر قبائل کی طرف کسی قاصد کو بھیجنا چاہئے جو انہیں عقبہ بن م دے۔ اگر چاروں خانہ بدوش مسلمانوں کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کر نے والے دور میں خراج دینے پر آمادہ ہو جائیں تو پھر ان چاروں خانہ بدوش کے حال پر چھوڑ دیا جائے گا۔ بصورتِ دیگر لشکر کے ساتھ مغرب کی طرف شروع کر دی جائے گی۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد عقبہ بن نافع اپنے سالاروں کے ساتھ خیمے سے نکلا د اس نے بحر ظلمات کے کنارے سرگرداں رہنے والے بربر قبائل کی طرف ئے تھے۔

تک بربر قوم یا بربر قبائل کا تعلق ہے تو ان سے متعلق مؤرخین کی مختلف آراء مؤرخین کا خیال ہے کہ بربر ایک قوم ہے جو مصری سرحد سے لے کر بحر اوقیانوس تک کے علاقے میں آباد ہے۔ اس کے علاوہ کچھ مؤرخین یہ بھی کہتے ہیں کہ میں ایک عرب قبیلے کو بھی بربر کہا جاتا تھا اور وہ دریائے نیل کے دونوں پر آباد تھا۔ اس علاقے کو بربرقاب بھی کہا جاتا تھا۔ بربروں کا یہ علاقہ ایک زر رہا۔ تاہم انیسویں صدی کے آغاز تک اس علاقے میں بہت کم آمد و رفت یہاں تک کہ 1821ء میں ترکی اور مصری فوجوں نے ان کے علاقے پر قبضہ اپریل 1884ء میں مہدی سوڈانی کے زیر انتظام اس علاقے کا نظم و نسق ایک پر کر دیا گیا۔ یہاں کا آخری مہدی حاکم محمد الذکی عثمان تھا۔ ستمبر 1894ء میں قے پر انگریزوں اور مصری فوجوں نے قبضہ کر لیا تھا۔

ا مصری سرحد سے لے کر دریائے نائیجر کے موڑ تک آباد تھے۔ یہ تین بولیاں

بولتے تھے۔ انہیں بربری بولیاں کہتے تھے۔ یہ قوم زمانہ قدیم ہی سے یہاں آباد تھی۔ عام
طور پر قدیم افریقی قبائل کو بھی بربر ہی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ ہمیشہ منتشر ہی رہے۔ اس لیے
کسی ایک علاقے کی قوم کو بربری نہیں کہا گیا۔

عرفِ عام میں افریقہ کے کالے وحشیوں کو بربری کا نام دیا گیا۔ مگر جب بربری
علاقوں میں گورے رنگ کی نسلوں کا بھی سراغ ملا تو یہ کہنا مشکل ہو گیا کہ بربری کوئی واحد
نسل ہے۔ چنانچہ اب شمالی امریکہ کے بسنے والے قدیم خانہ بدوش باشندوں کو بھی بربری
کے لقب سے پکارا جانے لگا۔

45 ق م میں افریقہ پر رومن سلطنت کا قبضہ ہوا جو پانچویں صدی عیسوی تک رہا۔
اس دوران میں بربروں پر رومن تمدن کی چھاپ لگ گئی تھی۔ تاہم باوجود ان اثرات کے
سماجی طور پر یہ نیم وحشی اور اکھڑ مزاج کے حامل رہے۔ چنانچہ ظلم وتشدد کو بربریت کا نام
دیا جانے لگا جو آج بھی مستعمل ہے۔

ساتویں صدی عیسوی کے اواخر تک پورا بربری علاقہ آغوشِ اسلام میں آ گیا تھا۔
انہوں نے جوق در جوق اسلام قبول کیا اور پھر بڑی تیزی سے اس کی تبلیغ کی۔ ان کے دو
حکمران خاندانوں یعنی المرابطین اور الموحدون نے تھوڑے تھوڑے عرصہ کے لئے شمالی
افریقہ پر اپنی حکومت قائم کی۔ ان لوگوں نے نویں صدی عیسویں میں جا کر کہیں اسلام
قبول کیا تھا۔

انہیں عبداللہ بن ماسین بن مرادین نے اسلامی تعلیمات سے روشناس کرایا تھا۔
بہت جلد ان حکمرانوں کی فتوحات دیگر علاقوں پر بھی محیط ہو گئیں۔ ابوبکر بن عمر نے شہر
مراکش کی بنیاد رکھی اور 489 ہجری کے فوراً بعد یوسف بن تاشفین نے نصرانی قوتوں کو
عبرت ناک شکست دے کر پورے اسلامی اُندلس پر قبضہ کیا۔ یہ حکمران المرابطین
کہلائے۔ ان کے خلاف ردِعمل کے طور پر دیگر بربر عبدالمومن کی قیادت میں اُٹھ
کھڑے ہوئے۔

انہوں نے 541 ہجری میں المرابطین کو مغلوب کر کے الموحدون کے نام سے سلطنت
قائم کر لی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں بربروں میں پھوٹ پڑ گئی اور صرف ایک صدی میں یہ
خاندان بھی مٹ گیا۔ نیز مراکش، تلمسان اور بجایہ وغیرہ میں الگ الگ حکومتیں قائم ہو
گئیں۔ پندرھویں اور سولہویں صدی کے آتے ہی بربر ایک بار پھر اپنے نیم صحرائی اور
وحشی تمدن کی طرف لوٹ گئے اور ان کے پاس اسلام کے چند ابتدائی تصورات کے سوا

رہا تھا۔
آج کل بھی بربر قبائل لیبیا، تیونس، الجزائر، صحارا، مراکش اور موریطانیہ میں آباد
ہیں۔ لیبیا میں یہ کل آبادی کا چوبیس فیصد ہیں۔ ان کی زبان عربی ہے۔ تیونس کے قبائل
اپنی بولی کو سینہ سے لگائے ہوئے ہیں۔ الجزائر کے بربر بھی اپنی قدیم زبان
ہیں اور یہ کل آبادی کا تیس فیصد ہے۔ مراکش میں کل آبادی کے دس سے پندرہ
علاوہ باقی تمام بربر ہیں جن میں سے نصف ابھی تک قدیم زبان اور تہذیب
زندہ ہیں۔ صحارا، موریطانیہ اور دیگر افریقی علاقوں کے بربر ابھی تک اپنی پرانی
کو سینہ سے لگائے ہوئے ہیں۔

◎......◎

★★★

عقبہ بن نافع کے بھیجے ہوئے دونوں قاصد ایک روز بحرظلمات کے کنارے کنار
بربر خانہ بدوش قبائل میں پہنچے۔ جب بربروں کو اطلاع ہوئی کہ مسلمانوں کے سالار عقبہ
بن نافع کی طرف سے دو قاصد ان کی طرف آئے ہیں تب چاروں قبیلوں کے سرداروں
اطلاع دی گئی۔ چنانچہ چاروں قبیلوں کے سردار برداس، منگریز، مراما اور کلوس ایک جگہ
ہو گئے۔ ان کے ساتھ ان کے کچھ ساتھی اور سالار بھی تھے۔ پھر الورین قبیلے کے سر
برداس نے تحکمانہ انداز میں کچھ مسلح بربروں کو مخاطب کر کے کہا۔

”مسلمانوں کے سالار عقبہ بن نافع کی طرف سے آنے والے قاصدوں کو پیش کرو۔
جس بربر کو یہ حکم دیا گیا تھا وہ پیچھے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے ساتھ عقبہ
نافع کے دونوں قاصدوں کو لے آیا اور انہیں بربر قبائل کے چاروں سرداروں کے سا
پیش کر دیا گیا۔ اس بار بھی برداس ہی بولا اور قاصدوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”مجھے بتایا گیا ہے کہ تمہیں مسلمانوں کے سردار عقبہ بن نافع نے ہماری طرف روا
کیا ہے۔ کہو، تم اس کا کیا پیغام لے کر آئے ہو؟“

اس موقع پر دونوں قاصدوں نے پہلے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ شاید صلا
مشورہ کیا۔ اس کے بعد ایک بولا اور کہنے لگا۔

”بربر قبائل کے محترم سردارو! ہمیں ہمارے سالارِ اعلیٰ امیر عقبہ بن نافع نے آپ
طرف روانہ کیا ہے۔ آپ کے نام ہمارے سالار کا یہ پیغام ہے کہ آپ چاروں
مسلمانوں کی اطاعت اور فرمانبرداری اختیار کر لیں۔ اگر آپ لوگ ایسا کریں گے
مسلمان آپ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔ تاہم مطیع اور فرمانبردار ر
ہوئے آپ لوگوں کو خراج کی ادائیگی کرنا ہو گی......“

یہاں تک کہتے کہتے قاصد کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ مفرادہ قبیلے کا سردار کلو

ل کے انگاروں کی طرح بھڑک اٹھا۔

”مسلمانوں کے سالار عقبہ بن نافع کو یہ جرأت کیسے ہوئی کہ ہماری طرف یہ پیغام
وائے کہ ہم اس کی فرمانبرداری اور اطاعت اختیار کریں اور ایسا کرنے کے ساتھ ساتھ
ے خراج بھی ادا کریں۔ کیا اس نے ہمیں خواجہ سرا سمجھ رکھا ہے کہ ہم پر چڑھ دوڑے گا
بغیر کسی مزاحمت کے ہمیں کچلتے و مسلتے ہوئے زبردستی ہمیں اپنا مطیع اور فرمانبردار بنا
ے گا۔“

کلوس کی اس گفتگو کو دونوں قاصدوں نے بھی ناپسند کیا تھا۔ لہٰذا اس بار دوسرا قاصد
ا اٹھا۔ ”خانہ بدوش قبیلے کے سردار! میں نہیں جانتا آپ کا کیا نام ہے، کس قبیلے کے
دار ہیں۔“

قاصد کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ کلوس پھر بھڑک اٹھا۔

”میرا نام کلوس ہے اور میں مفرادہ قبیلے کا سردار ہوں۔ میرے ساتھ مکناسہ قبیلے کا
دار مراما، اس سے آگے کتامہ قبیلے کا سردار منگریز اور آگے الورین کا سرار برداس ہے۔
تم کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟“

دوسرا قاصد پہلے کی طرح چھاتی تانتے ہوئے بڑی جرأت مندی اور جسارت کا
اہرہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”مفرادہ قبیلے کے سردار! یہ کوئی پہلا موقع نہیں کہ ہمارے سالار نے کسی کو اپنا مطیع
فرمانبردار بننے کے لئے پیغام بھیجا ہے۔ اگر افریقہ کے اندرونی علاقوں کی خبریں آپ
ل تک پہنچتی رہی ہیں تو پھر آپ کو یہ اطلاعات بھی مل چکی ہوں گی کہ اس سے پہلے
رے لشکر نے نہ صرف رومنوں کو کئی بار بدترین شکستیں دیں اور انہیں اپنے سامنے سے
ل جانے پر مجبور کیا بلکہ وندالوں، گالوں اور وحشی ہن قبائل کو بھی اپنے سامنے زیر
نے کے ساتھ ساتھ انہیں بھاگ جانے پر مجبور کیا۔ مفرادہ قبیلے کے سردار کلوس! بات
ہاں تک ختم نہیں ہو جاتی، افریقہ میں مجوسیوں کی ایک بڑی طاقت اور قوت تھی۔ ان کے
اچار بڑے بڑے شہر اور قلعے تھے لیکن جب ہم نے ان پر ضرب لگائی تو انہیں بھی
نے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ یہی نہیں، ان میں قفصہ کا بادشاہ الیکس، طنجہ کا
ان گریغور، زاب کی سلطنت کے بادشاہ کے علاوہ غمارہ کا بادشاہ بلیان تک اپنے آپ
مارے سامنے سرنگوں کر چکے ہیں۔ ہماری اطاعت اور فرمانبرداری کا جواء اپنے گلوں
ڈال چکے ہیں۔ سوائے خانہ بدوشوں کے سردارو! اطاعت اور فرمانبرداری کا جو پیغام

اس سے پہلے دوسری اقوام کی طرف بھجوایا، وہی تمہاری طرف بھی بھجوایا جاتا ہے۔ اگر اس پیغام کو قبول کر لو گے تو ان سرزمینوں میں امن اور سکون کے ساتھ زندگی بسر کرو گے اور اگر ہمارے سالار کی فرمانبرداری اختیار نہیں کرو گے تو پھر ان صحراؤں کے اندر وہ رزم گاہ سجے گی جو تم لوگوں کو مسلمانوں کا مطیع اور فرمانبردار بننے پر مجبور کر دے گی۔“

عقبہ بن نافع کا وہ قاصد جب خاموش ہوا تب الورین قبیلے کا سردار برداس انتہائی غضب اور غصے میں بول اٹھا۔

”جو کچھ تم نے کہا ہے یہ ہمارے لئے لاف و گزاف سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا اور یہ تمہاری بھول ہے کہ ہم تمہاری فرمانبرداری اختیار کر لیں گے۔ بلکہ جب ان علاقوں کے اندر ہم موت کے ہم سفر بن کر تمہارے لئے ابتلاؤں کی رزم گاہ سجائیں گے تو تم خود ہمارے مطیع اور فرمانبردار رہنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔

مسلمانوں کے سفیر! واپس جا کر اپنے سالار سے کہنا ہم بقاء کے غولِ بیابانی ہیں۔ جب کسی پر موت کی قیامت خیز ضرب لگاتے ہیں تو اس کی روح کے پیچ و تاب، لا حاصلی کے عذاب اور سانسوں کے زیر و بم میں دُکھ بکھیرتے رقت آمیز مناظر بھر دیتے ہیں۔ واپس جا کر اپنے سالار سے کہنا، ہم پر حملہ آور ہونے اور ہم سے ٹکرانے کی حماقت نہ کرے۔ اگر ایسا کرے گا تو ہم بے روک سیلابی ریلے کی یورش، قضا کے خشگی خیز جھکڑوں اور اندھے کوہستانی بگولوں کی طرح ایسے انداز میں حملہ آور ہوں گے کہ تم لوگوں کے دلوں کی دھڑکنوں کو تمام کر دیں گے۔ بہتری اسی میں ہے کہ ہم سے موت و مرگ کا کرب خیز کھیل کھیلنے کی کوشش نہ کرے۔ افریقہ کی سرزمینوں کی سب اقوام جانتی ہیں کہ ان علاقوں میں ہم آدمیت کا عروج، انسانیت کی لا انتہا بلندی اور نہ زیر ہونے والی طاقت ہیں۔ تمہارے سالار نے اگر ہم پر حملہ آور ہونے کی حماقت کی تو پھر لکھ رکھنا زیست کے اس بازار میں زندگی کے ان تاکستانوں میں مسلمانوں کے دامن میں مرگ کی آہٹوں، نوکیلے خونی ارادوں اور خونی آبشاروں کے سوا کچھ نہ بچے گا۔“

الورین قبیلے کا سردار برداس جب خاموش ہوا تب پہلا قاصد عجب سے جذبے و جوش میں بول اٹھا۔

”الورین قبیلے کے سردار برداس کو خبر ہو کہ ان سرزمینوں میں ہم نوزائیدہ خوشبوؤں کے جھونکے ہیں نہ گھور اندھیروں میں سرگرداں زیست ہیں کہ کوئی آگ و خون کی دشت بن کر ہم پر چھا جانے کی کوشش کرے۔ خانہ بدوش قبیلے کے سردار! ان سرزمینوں میں اس

پہلے ہم بہت سے منحوس لمحوں، خار دار ارادوں، جفا و شقاوت کے طوفانوں کو لات مار اپنے سامنے زیر کر چکے ہیں۔ اس سے پہلے بہت سی اقوام اپنی عزت و عظمت، سطوت نیز اپنی مذہبی، ایمانی، تاریخی اور تمدنی طاقتوں کو استوار کرتی ہوئی ہمارے سامنے آئیں تو ہم نے ان میں سے ہر ایک کی حالت تاریکی میں بے لگام گھمنڈ، خوابوں کی بکھری ...چوں اور پیری کی گہری اُداسی سے بھی ابتر بنا کر رکھ دی۔ ان سرزمینوں میں جو قوت ہم سے ٹکرائی ہم نے اس کے شیشۂ جام میں شب کی تیرگی، اس کی زیست کی ساری ... اور زندگی کے سارے خمار کو ابتر بنا کر رکھ دیا۔ خانہ بدوش قبیلے کے سردارو! یہ بھی لکھ ... جب رزم گاہ سجتی ہے تو بڑے بڑے سورماؤں کی سوچوں کے آنگنوں میں درد کی ...ل جنم لینا شروع ہو جاتی ہیں۔ خانہ بدوشوں کے سردارو! ان سرزمینوں میں اس سے ... ان گنت بدی کی تحریکیں، بے شمار سفلی خواہشات رکھنے والی قوتیں ہمارے سامنے ...یں۔ انہوں نے مستور اور ماوراء قوت بن کر ہم پر حاوی ہونے کی کوشش کی۔ لیکن ہم ... ان میں سے ہر ایک کو موت کی آندھی کا لقمہ بنا کر رکھ دیا۔ خانہ بدوشوں کے سردارو! ...ی جب ابتداء ہوتی ہے تو آگ اور خون کے وحشت بدوش کھیل شروع ہو جاتے ... جسموں سے روحیں جدا ہو جاتی ہیں، خاک کا رزق بنتی ہیں اور قہرمانیت کا مظہر بن کر ...ے بڑے سورماؤں کے لئے موت کے قرب و بعد کا امتیاز مٹ جاتا ہے۔ میں پھر کہتا ...ہ ہمارے سالار نے جو پیش کش کی ہے اسے قبول کر لو ورنہ ان سرزمینوں میں ولولوں کا ... مجروح ہو گا۔ قدم قدم پر نا آسودگی کے بازار سجیں گے۔“

قاصد کے ان الفاظ کے جواب میں اس بار مکناسہ قبیلے کا سردار مراما بول اٹھا۔

”ہم جوان ارادوں کے مالک ہیں۔ ہم کیا ہیں، ہماری طاقت کس قدر ہے یہ تو تم ...وں کو اس وقت پتہ چلے گا جب تم لوگ ہم سے ٹکراؤ گے۔ ان سرزمینوں میں ہم راکھ ... شعلے پیدا کرنے کا ہنر جاننے کے ساتھ ساتھ اپنے دشمنوں کی حیات کا شجر کاٹنا بھی ...نتے ہیں۔ لہٰذا جب تم لوگوں کا ہمارے ساتھ ٹکراؤ ہو گا تو تمہاری حالت درد میں ڈوبی ... اور سکڑتے سایوں سے زیادہ اہم نہ رہے گی۔“

مکناسہ قبیلے کا سردار مراما جب خاموش ہوا تب فیصلہ کن انداز میں الورین قبیلے کا سردار برداس بول اُٹھا۔

”ہم اب تم سے زیادہ گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے۔ تم قاصد ہو۔ بس جو گفتگو ہو چکی ...آخری ہے۔ ہم تمہیں اپنے خانہ بدوش قبیلوں میں تین چار دن قیام کرنے کا موقع

فراہم کرتے ہیں۔ ہمارے ہاں قیام کرو اور پھر یہاں قیام کے دوران ہماری دولت، طاقت، ہماری قوت اور ہماری عددی فوقیت کا جائزہ لو۔ ان سب باتوں کو اور ان ساری قوتوں کو دیکھنے کے بعد پھر جا کر اپنے سالار سے کہنا کہ غمارہ کے بادشاہ بلیان اور طنجہ کے حکمران گریئور کے علاقوں سے آگے نہ بڑھے ورنہ اتنی دور تک اسے پسپا ہونا پڑے گا کہ جو علاقے اب تک فتح کئے ہیں وہ بھی اسے اپنے ہاتھ سے جاتے دکھائی دیں گے۔''

برداس نے چند بربروں کی طرف اشارہ کیا، انہیں قاصدوں کے طعام و قیام کا اہتمام کرنے کا حکم دیا۔ اس کے ساتھ ہی وہ مسلح بربر عقبہ بن نافع کے دونوں قاصدوں کو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

●●●

وہی دونوں قاصد چند روز بعد واپس عقبہ بن نافع کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو گفتگو خانہ بدوش قبیلوں کے سرداروں کے ساتھ ہوئی تھی اس کی تفصیل عقبہ بن نافع اور سارے سالاروں سے کہہ دی تھی۔

اس موقع پر محمد بن اوس نے قاصدوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

''ان کے اندر تم دونوں نے تین چار روز تک قیام کیا۔ اس قیام کے دوران تم لوگوں کو کم از کم ان کے جنگی احوال سے متعلق کچھ تفصیل حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تھی۔''

اس موقع پر وہ قاصد فوراً بول اُٹھا۔

''امیر ابنِ اوس! ابھی ہم نے اپنی گفتگو ختم نہیں کی۔ ان کے ہاں تین چار روز جو ہم نے قیام کیا اس قیام کے دوران ہم نے بہت کچھ حاصل کیا۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ چار قبیلے ہیں۔ الورین، کتامہ، مکناسہ اور مفرادہ۔ ان میں سے ایک قبیلے کے جنگجو چاروں قبیلوں کے سامان اور ان کی عورتوں اور بچوں کی حفاظت پر مقرر ہوں گے۔ باقی تین قبائل کے جنگجو تین مختلف حصوں میں بٹ جائیں گے۔ ایک حصہ سامنے کی طرف سے، دوسرا دائیں جانب سے اور تیسرا بائیں جانب سے ہم پر حملہ آور ہوگا۔ ان کا خیال ہے کہ جب وہ اس طرح مسلمانوں پر ضرب لگائیں گے تو ان کی فتح یقینی ہوگی۔ اس کے علاوہ ان کے پاس لاکھوں کی تعداد میں جنگجو ہیں جنہیں وہ ہمارے خلاف جنگ میں دھکیلیں گے۔''

قاصدوں کا یہ جواب سن کر سارے سالار خوش ہو گئے تھے۔ پھر عقبہ بن نافع نے قاصدوں کو جا کر آرام کرنے کے لئے کہا تھا۔ اس کے بعد عقبہ بن نافع اپنے سالاروں

ہ خانہ بدوشوں پر حملہ آور ہونے کی منصوبہ بندی کو آخری شکل دینے لگا تھا۔ اگلے بن نافع نے اپنے لشکر کے ساتھ خانہ بدوش قبائل پر حملہ آور ہونے کے لئے کی طرف پیش قدمی شروع کی تھی۔

●●●

ورین، کتامہ، مکناسیہ اور مفرادہ قبائل کو جب خبر ہوئی کہ مسلمانوں کے سالار عقبہ نے ان پر حملہ آور ہونے کے لئے مغرب کی طرف پیش قدمی شروع کر دی ہے اروں قبیلوں کے سردار اپنے کچھ سرداروں کے ساتھ ایک جگہ جمع ہوئے تا کہ جنگ ئیل کو آخری شکل دی جائے۔ اس موقع پر الورین قبیلے کا سردار برداس باقی قبیلوں داروں اور سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جو جنگی تدبیر میرے ذہن میں ہے اس کا میں تم ر کرتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم اس سے اتفاق کرو گے۔ جہاں تک مکناسہ قبیلے کے ن کا تعلق ہے تو وہ مراما کی سرکردگی میں قبائل کے اثاثوں کی حفاظت کریں گے۔ قبیلوں کے اثاثے بحرظلمات کے کنارے ایک جگہ ڈھیر کر دیئے جائیں گے اور قبیلے کے جنگجو اپنے سردار مراما کی سرکردگی میں اس سارے سامان کی حفاظت کریں اس کے بعد مسلمانوں سے نمٹنے کے لئے ہمارا جنگی منصوبہ کچھ اس طرح ہوگا کہ نے قبیلے کے جنگجوؤں کے ساتھ سامنے کی طرف سے مسلمانوں پر ضرب لگاؤں گا۔ قبیلے کا سردار منگریز بائیں جانب سے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے گا۔ جبکہ مفرادہ قبیلے کا کلوس دائیں جانب سے اپنی کارروائی کی ابتداء کرے گا۔ مسلمانوں کی آمد سے پہلے ہلے یہ سارے کام مکمل کر لئے جائیں گے۔ مراما، قبیلوں کے سامان کی حفاظت اپنے لے لے گا۔ میں اپنے قبیلے کے جنگجوؤں کے ساتھ بالکل سامنے پڑاؤ کر جاؤں گا۔ بائیں جانب کسی مناسب جگہ گھات لگا لے گا جہاں وہ حملہ آور مسلمانوں کو دکھائی نہ ایسا ہی دائیں جانب کلوس کرے گا۔ جنگ کی ابتداء سب سے پہلے میں مسلمانوں تھ کروں گا اور جب جنگ کی بھٹی بھڑک اُٹھے گی تب اچانک دائیں جانب سے اور بائیں جانب سے منگریز نمودار ہو کر حملہ آور ہوں گے۔ یاد رکھئے گا، ہماری اس ے یقیناً مسلمان میدانِ جنگ میں ٹھہر نہ سکیں گے۔ شکست اٹھا کر بھاگیں گے اور ک دوڑ میں جب ان کا پیچھا کرتے ہوئے ہم ان کی تعداد کم کریں گے تو میرے ں آنے والے دور میں کبھی بھی مسلمانوں کو بحرظلمات کی طرف آنے کی جرأت اور

ہمت نہ ہو گی۔"

اس موقع پر مکناسہ قبیلے کا سردار مراما بول اٹھا۔

"برداس! جو تجویز تم نے پیش کی ہے اس سے یقیناً اتفاق کیا جا سکتا ہے اور یہ ایک اچھی تدبیر ہے۔ میرے ذمہ یہ کام لگایا گیا ہے کہ میں چاروں قبیلوں کے اثاثوں کی حفاظت اپنے قبیلے کے جنگجوؤں کے ساتھ کروں گا۔ لیکن اس موقع پر میں ایک تبدیلی چاہتا ہوں۔ چاروں قبیلوں کے لئے صرف خوراک، ہتھیاروں اور دوسری اشیاء کا ذخیرہ سمندر کے کنارے رکھا جائے گا جس کی میں اپنے جنگجوؤں کے ساتھ حفاظت کروں گا۔ میں یہ تدبیر پیش کرتا ہوں کہ چاروں قبیلوں کا باقی سارا سامان اپنے جہازوں اور چھوٹی بڑی کشتیوں پر لاد دیا جائے۔ اس لئے کہ اگر ہمیں کسی موقع پر پسپا بھی ہونا پڑے تو ہمارا کوئی سامان مسلمانوں کے ہاتھ نہیں لگے گا۔ سمندر کے کنارے، ہم نے صرف ضروریات کا سامان ڈھیر کیا ہو گا جو ہمارے لئے نقصان کا باعث نہیں ہو گا۔ ہمارا اصل اثاثہ کشتیوں اور جہازوں میں ہو گا جو سمندر میں محفوظ ہو گا اور اگر ہم مسلمانوں کو پسپا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو پھر مسلمانوں کے بھاگ جانے کے بعد ہمارے جہاز اور کشتیاں ساحل پر آ لگیں گے اور سامان اتار لیا جائے گا۔"

مکناسہ قبیلے کا سردار مراما جب خاموش ہوا تب الورین قبیلے کا سردار برداس بول اٹھا۔

"کیا تمہاری گفتگو سے میں یہ اندازہ لگا لوں کہ تم یہ بھی امید رکھتے ہو کہ مسلمان ہمیں پسپا کر سکتے ہیں؟ یہ تو بچوں والی بات ہے۔ مسلمان اس سے پہلے جس لشکر کے ساتھ رومنوں کا مقابلہ کرتے رہے ہیں، ونڈالوں، گالوں اور ہنوں پر ضرب لگاتے رہے ہیں، جس لشکر کے ساتھ انہوں نے طنجہ کے گریگور، قفصہ کے الیکس، زاب کی سلطنت کے بادشاہ کے علاوہ دوسری قوتوں کو بھی اپنے سامنے زیر کیا، عددی لحاظ سے ہمارے مقابلے میں اس لشکر کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ میرا اپنا خیال ہے کہ مسلمان ہمارے ساتھ پہلا ٹکراؤ ہی برداشت نہ کر پائیں گے اور بھاگ کھڑے ہوں گے۔"

یہاں تک کہتے کہتے برداس کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ مفرادہ قبیلے کا سردار کلوں بول اُٹھا۔

"برداس! مراما کی تجویز کسی حد تک اچھی ہے۔ ہمیں صرف وقتی ضرورت کا سامان بحر ظلمات کے کنارے ڈھیر کر کے مراما کو اپنے قبیلے کے جنگجوؤں کے ساتھ اس کی حفاظت پر مقرر کرنا چاہئے اور باقی سامان کو کشتیوں اور جہازوں میں منتقل کر دینا چاہئے۔ اس

...ادہ سامان زیادہ محفوظ رہے گا۔"

کلوں جب خاموش ہوا تب برداس تھوڑی دیر سوچنے کے بعد کہنے لگا۔

"اگر تم لوگوں کی یہی مرضی ہے تو پھر ایسا ہی کیا جائے گا۔ آج ہی ضرورت کے ... کے علاوہ سارے اثاثوں کو جہازوں میں منتقل کر دو اور جہازوں کے ملاحوں سے ... یا جائے کہ وہ اپنے جہازوں اور کشتیوں کو سمندر میں تھوڑا سا آگے لے جا کر لنگر ... کر دیں۔ اس طرح وہ سامان محفوظ رہے گا اور جب ہم مسلمانوں کو شکست دے کر ... مار بھگائیں گے تو وہ جہازوں اور کشتیوں کو پھر ساحل پر لے آئیں۔"

چنانچہ یہ سارا معاملہ طے ہونے کے بعد خانہ بدوش سالاروں نے اپنا وہ اجلاس ختم ... دیا تھا۔ اس کے بعد طے شدہ منصوبے کو سامنے رکھتے ہوئے چاروں خانہ بدوش قبائل ... تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ حرکت میں آئے اور اپنے اثاثے انہوں نے بڑے ... جہازوں، کشتیوں اور چھوٹے ڈونگوں میں لادنے شروع کر دیئے تھے۔ جب سارا ... لادا جا چکا تب مکناسہ قبیلے کا سردار مراما حرکت میں آیا، اپنے قبیلے کے جنگجوؤں کے ... جہازوں اور کشتیوں میں بیٹھ کر وہ ساحل ہی پر قیام کر گیا تھا۔ طے یہ پایا تھا کہ ... مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ان کے مخبر دیں گے، مکناسہ قبیلے کا سردار مراما جہازوں اور ... کو حرکت میں لاتے ہوئے گہرے سمندر کی طرف چلا جائے گا۔

جہاں جہازوں کے اندر سامان لادا گیا تھا، اس سے تھوڑا آگے کھلے اور وسیع ...انوں میں الورین قبیلے کا سردار برداس اپنے قبیلے کے جنگجوؤں کے ساتھ جم گیا تھا۔ ... قبیلے کا سردار دائیں جانب کی گھات میں چلا گیا تھا جبکہ کتامہ قبیلے کا سردار منگریز ...ئیں گھات کی طرف ہو لیا تھا۔ اس طرح بربروں کے چاروں خانہ بدوش قبیلوں نے ...انوں سے ٹکرانے، اپنا آپ بچانے اور اپنے سامان کی حفاظت کرنے کے لئے ...ے انتظامات کو آخری شکل دے دی تھی۔ ساتھ ہی چاروں سرداروں نے مل کر یہ بھی ...یا تھا کہ جونہی مسلمانوں کا لشکر ان کے سامنے نمودار ہو گا، وقت ضائع نہیں کیا جائے ...ی وقت مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی ابتداء کر دی جائے گی۔ اس طرح خانہ ...بڑی بے چینی اور بڑی بے تابی سے مسلمانوں کی آمد کا انتظار کرنے لگے تھے۔

●●●

عقبہ بن نافع اور اس کے سالار چونکہ بربر خانہ بدوشوں کے طریقہ جنگ سے پہلے ...گاہ ہو چکے تھے لہٰذا ان کی طرف وہ پوری تیاری کے ساتھ پیش قدمی اور یورش کر

رہے تھے۔ جونہی وہ الورین قبیلے کے سردار برداس کے جنگجوؤں کے سامنے آئے، برداس نے پہلے مسلمانوں کے لشکر کا جائزہ لیا۔ اس نے دیکھا جس قدر لشکر اس کے پاس تھا، مسلمانوں کے کل لشکر کی تعداد بھی اسی قدر ہوگی۔ یہ صورتِ حال برداس کے لئے بڑی حوصلہ افزا تھی اور اُسے اُمید ہوگئی تھی کہ کامیابی اور فتح مندی اسی کی ہے۔

چنانچہ اس صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے وہ حرکت میں آیا اور اپنے قبیلے کے جنگجوؤں کے ساتھ وہ چارسُو پھیلتی گناہوں کی چادر میں بے اعتمادی کے اندھیروں کی یورش، بدی کے نوحے گاتی، تباہی کی گرد پھیلاتی ویرانیوں کی ستم ریزیاں کھڑی کرتی سفلی خواہشات اور بدی کی تحریکوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

اس موقع پر مسلمانوں نے عجیب اور انوکھی صورتِ حال کا مظاہرہ کیا۔ اس وقت عقبہ بن نافع کے بائیں طرف محمد بن اوس اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ تھا جبکہ دائیں جانب زہیر بن قیس اپنے حصے کے لشکر کی کمانداری کر رہا تھا۔ چنانچہ جب برداس نے مسلمانوں پر ضرب لگائی تو محمد بن اوس اور زہیر بن قیس اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بالکل بے حرکت رہے۔ اس لئے کہ اُنہیں دائیں بائیں سے دشمن کے حملوں کا بے چینی سے انتظار تھا۔ پھر عقبہ بن نافع حرکت میں آیا تھا۔ چنانچہ عقبہ بن نافع بھی کمال کی جرأت مندی اور دلیری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بستی بستی، پربت پربت ہزیمت کی خاک اُڑاتے بگولوں، قوت کی راہگزر کے غبار میں انسانی پاؤں کی زنجیر بنتے شور و بکا کے طوفانوں، بند مٹھی میں سلگتے رازوں کی سی آسودگی وطمانیت اور آفت کے برستے پتھروں میں ہیجان میں مبتلا کر دینے والے خون آشام سرسام کی طرح حملہ آور ہوگیا تھا۔

عقبہ بن نافع نے نہ صرف برداس کے جنگجوؤں کے حملے کو روک دکھایا تھا بلکہ جوابی حملہ کرتے ہوئے اس نے ان کی اگلی صفوں کو اپنے پہلے ہی حملے میں اُلٹ کر رکھ دیا تھا۔ عین اُسی لمحہ بائیں جانب سے مفرادہ قبیلے کا سردار کلوس نمودار ہوا۔ جس سمت سے وہ نمودار ہوا تھا، اس سمت محمد بن اوس اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ اُسی کا منتظر تھا۔ چنانچہ قریب آتے ہی کلوس تنگنائے خیال میں بدبختی کی پرچھائیوں، زنگ خوردہ زندگی کی سزا بنتی فراق بھری مسافتوں اور سانسوں کے تسلسل میں زہر گھولتی اندھی رعونت کی سرکشی اور کرب کی بے بصر کرتی قوسوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

محمد بن اوس تو اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مفرادہ قبیلے کے سردار کلوس ہی کا منتظر تھا۔ چنانچہ پہلے اس نے مفرادہ کے حملوں کو روکا، اس کے بعد اپنی کارروائی کی ابتداء

ہوئے وہ بھی صدیوں کی تاریخ کو لمحوں کے اندر سمیٹ دینے والے آتشیں خروش
دامنوں کو تار تار، اُمیدوں کو خار خار اور سوچوں تک کو بے سرور کر دینے
بگولوں کی یورش اور آہوں کے ہنگاموں اور موت وکرب اور مرگ کے گرداب
حملہ آور ہوا تھا۔

زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ دوسری طرف سے بھی ایک انقلاب رونما ہوا اور کتامہ
سردار منگریز اپنے جنگجوؤں کے ساتھ نمودار ہوا اور وہ زہیر بن قیس پر وحشتِ ایام
پر رقص کرتی اندھی شکم گرسنگی، بے جہت لمحوں کی طرح بھاگتے نفرت بھرے
اور اندیشوں کے اندھیرے پھیلاتے کذاب، ابلیس کے دم سازوں اور انیسوں کی
وار کر گیا تھا۔

بن نافع اور محمد بن اوس ہی کی طرح زہیر بن قیس نے پہلے منگریز کے حملوں کو
اپنے کام کی ابتداء کی اور وہ بھی وقت کی بدترین اذیتوں میں پابند سلاسل کرتے
کے خوفناک عناصر، سازِ حیات کے سارے تاروں کو لخت لخت کر دینے والے
ریزہ گرگی یلغار، جسموں کا ذرہ ذرہ مفلوج کر دینے والی تباہی کے سیلاب اور
ان کا رشتہ منقطع کرتی نزاع کی بے روک پیاس کی طرح حملہ آور ہوگیا تھا۔

ظلمات سے ذرا فاصلے پر کھلے میدانوں میں دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے
نکہ میں پانی کی بوند بوند کو ترستی خونی داستانیں رقم ہونا شروع ہوگئی تھیں۔
کی تکمیل کا لالچ ذرے ذرے کو لہو میں سینچنے لگا تھا۔ آگ سی بھڑکتی قضا کی یورش
ردرے لمحوں کی طرح چارسُو اپنے کام کی ابتداء کر چکی تھی۔ کچھ دیر تک ہولناک
ماری۔ شروع میں خانہ بدوش قبیلوں کے سردار برداس، منگریز اور کلوس کو پوری
تھی کہ وہ مسلمانوں کو بدترین شکست دیں گے اور فتح انہی سے گلے ملے گی۔
مسلمانوں کے مقابلے میں ان کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی اور وہ اپنی اسی
ال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بڑھ چڑھ کر حملہ آور بھی ہو رہے تھے۔ لیکن جوں
گزرنے لگا، تینوں خانہ بدوش سرداروں نے اندازہ لگایا کہ وہ تو اپنی پوری
پورے زور سے حملہ آور ہونے کے باوجود مسلمانوں کو چند قدم بھی پسپا
نہیں کر سکے۔ ساتھ ہی جب انہوں نے اپنے اپنے لشکر کا جائزہ لیا تو
دیکھا کہ مسلمانوں نے ان کے لشکر کے تینوں حصوں کی اگلی صفوں کو تہ تیغ کر

برداس، منگریز اور کلوس جو اس وقت اپنے اپنے حصے کے لشکر کے درمیان میں ا
لشکریوں کو للکارتے اور پکارتے ہوئے مسلمانوں پر پہلے سے زیادہ زور سے حملہ آ
ہونے کی ترغیب دے رہے تھے، اب کسی قدر مایوسی کا شکار ہونا شروع ہو گئے تھے۔ ا
موقع پر عقبہ بن نافع نے جب اپنے لشکریوں کو للکارتے ہوئے اپنے حملوں میں تیزی
کرنے کا حکم دیا تب یہی پیغام محمد بن اوس نے اپنے لشکریوں کو اور زہیر بن قیس
اپنے لشکر تک پہنچا دیا تھا اور عقبہ بن نافع کا یہ پیغام ملتے ہی گویا مسلمان مجاہدوں ا
لشکریوں کے تن میں آگ سی بھڑک اٹھی تھی۔ پہلے پورے لشکر میں ایک ساتھ زور
انداز میں تکبیریں بلند ہوئیں، اس کے بعد مسلمان لشکریوں نے اپنے حملوں میں ایسا ز
ایسی قوت، ایسا تشدد پیدا کیا کہ صرف چند لمحوں کی یلغار ہی کے دوران خانہ بدوشوں
ہزاروں لشکریوں کو انہوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اب برداس، منگریز اور کلو
یہ دیکھ رہے تھے کہ ان کے سامنے چاروں طرف ان کے لشکریوں کی لاشیں بچھی
تھیں۔ ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی اندازہ لگایا کہ اب ان کے تینوں لشکروں کی حال
مسلمانوں کے مقابلے میں پوری ویران گلیوں میں بند دروازوں، شہرِ خموشاں میں چار
سمت قبروں پر گرتے خشک پتوں، ٹھٹھرتی کپکپاتی راتوں میں تحفظ کے متلاشی زخمی پرند
کی اُڑان سے بھی زیادہ ابتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

کچھ دیر تک جب مزید جنگ جاری رہی تو مسلمانوں نے دشمن کی مزید ان گ
صفوں کو اُدھیڑ کر رکھ دیا تھا۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے برداس جو بڑا سردار خیال
جاتا تھا، اسے یقین ہو گیا تھا کہ جنگ اگر مزید جاری رہی تو حملہ آور مسلمان ان
جنگجوؤں کا مکمل طور پر صفایا کر دیں گے۔ چنانچہ اس نے اپنے لشکر میں پسپائی کے نر
بجوا دیئے تھے۔ نرسنگوں کی آواز پر خانہ بدوش قبیلوں کے تینوں لشکر یکجا ہو گئے اور
بھاگ کھڑے ہوئے۔ عقبہ بن نافع نے بھی اپنے لشکر کے تینوں حصوں کو یکجا کیا
بھاگتے خانہ بدوش لشکریوں کا اس نے تعاقب شروع کر دیا تھا۔

بحرِ ظلمات کے آگے دور تک پھیلے صحرا کے اندر عقبہ بن نافع، محمد بن اوس اور زہیر
قیس نے دور تک خانہ بدوش جنگجوؤں کا تعاقب کیا اور اس تعاقب کے دوران انہوں
دشمن کے لشکریوں کی تعداد مزید کم کر دی تھی۔ کچھ دور تک یہ تعاقب جاری رہا۔ یہاں
کہ خانہ بدوش جنگجو دائیں جانب بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔
اس صورتِ حال کو سامنے رکھتے ہوئے عقبہ بن نافع اپنے لشکر کے ساتھ مڑا

دور مغرب میں سورج اب غروب ہو رہا تھا۔ لشکر اس جگہ آیا جہاں خانہ بدوش قبائل
ھ جنگ ہوئی تھی اور وہاں جو سمندر کے کنارے خانہ بدوشوں نے ضرورت کی
ے انبار اور ڈھیر لگائے ہوئے تھے ان سب پر قبضہ کر لیا گیا تھا۔ اس کے بعد عقبہ
فع، زہیر بن قیس اور محمد بن اوس اپنے سارے سالاروں کے ساتھ میدانِ جنگ میں
ہو کر اپنے زخمیوں کا جائزہ لینے لگے تھے اور بڑی تیزی سے ان کی مرہم پٹی اور
ل کا کام شروع کر دیا گیا تھا۔ اتنی دیر تک مغرب کا وقت ہو گیا تھا۔ مسلمانوں نے
ا میں مغرب کی نماز ادا کی، اس کے بعد عقبہ بن نافع نے اپنے لشکریوں کے لئے
یار کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

س وقت لشکر کے لئے کھانا تیار ہو رہا تھا، اس وقت عقبہ بن نافع، زہیر بن قیس،
اوس، نعیم بن حماد، حنس بن عبداللہ، سقانہ اور دیگر سالار ریت کے ایک ٹیلے کے
بیٹھ گئے۔ پھر عقبہ بن نافع نے اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا
کیا۔

میرے عزیز ساتھیو! سب سے پہلے تو میں تم لوگوں کو ان خانہ بدوش قبیلوں کے
س شاندار فتح اور کامیابی پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ساتھ ہی میں تمہاری جرأت
تمہاری وفاداری اور خلوص کو تہہ دل سے سلام بھی پیش کرتا ہوں۔ عزیز ساتھیو! اب
را اگلا لائحہ عمل کیا ہونا چاہئے؟''

ا موقع پر سقانہ حرکت میں آیا اور عقبہ بن نافع کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
یر! اگر آپ اجازت دیں تو اس موقع پر میں کچھ کہوں؟''
انہ جب خاموش ہوا تو عقبہ بن نافع نے گھورنے اور ایک طرح کی خفگی کے انداز
کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔
قانہ! میرے دل میں تمہارے لئے وہ عزت اور وہ مقام ہے جسے میں الفاظ میں
ا کر سکتا۔ تم میرے عمدہ سالاروں میں سے ایک ہو۔ پھر تمہیں کچھ کہنے کے لئے
اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم سب بھائی اور برابر کے حقوق رکھتے ہیں۔
ہنا چاہتے ہو؟''

بن نافع کے ان الفاظ پر سقانہ خوش ہوا تھا، اس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم بھی
تھا۔ پھر کہنے لگا۔
ر! میں چاہتا ہوں کہ اس موقع پر ہم دو طرح کے اقدام کریں۔ اول یہ کہ آپ

جانتے ہیں جیسا کہ ہمارے مخبر اطلاع دے چکے ہیں کہ ان خانہ بدوشوں نے اپنا
اثاثہ اپنے جہازوں اور کشتیوں میں لاد دیا ہے۔ ان جہازوں اور کشتیوں میں مکناسہ قبیلے
سردار مراما اپنے جنگجوؤں کے ساتھ موجود ہے۔ سامان سے بھرے ہوئے یہ سارے
اور کشتیاں اس وقت کھلے سمندر میں کھڑے ہیں۔ ساتھ ہی میں یہ بھی دیکھتا ہوں
ہمارے دائیں جانب سمندر کے کنارے چھوٹی چھوٹی کچھ کشتیاں کھڑی ہیں۔ میں یہ
ہوں کہ آنے والی شب کے پچھلے پہر میرے قبیلے کے کچھ آدمی ان کشتیوں میں بیٹھ کر
سمندر کی طرف جائیں اور مقامی زبان میں پکار پکار کر مکناسہ قبیلے کے سردار مراما اور
کے جنگجوؤں سے کہیں کہ بحرِ ظلمات کے کنارے کھلے میدانوں میں ان کا ٹکراؤ مسلما
سے ہوا ہے۔ یہ بھی تسلیم کریں کہ گو اس ٹکراؤ کے نتیجہ میں مسلمانوں کے مقابلے میں
ناکامی اور شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے لیکن ہماری تباہی نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ اسی دو
مسلمانوں کو یہ خبریں ملنا شروع ہو گئی ہیں کہ ان کے علاقوں پر رومن حملہ آور ہو
ہیں۔ چنانچہ ہماری سرزمینوں کو چھوڑ کر وہ بڑی تیزی سے واپس چلے گئے ہیں۔ ساتھ
میرے قبیلے کے لوگ مکناسہ کے جنگجو اور سردار مراما کو یہ بھی کہیں کہ اب وہ اپنے جہاز
کشتیاں لے کر ساحل کی طرف آجائیں

امیر! جب یہ پیغام مراما کو ملے گا تو وہ یقیناً اپنے جہاز اور کشتیاں لے کر ساحل
طرف آئے گا۔ ظاہر ہے جب وہ جہاز اور کشتیاں ساحل پر آکر لنگر انداز ہوں گی تو
اپنے قبیلے کے جنگجوؤں کو لے کر ساحل پر اُترے گا۔ جونہی وہ ایسا کرے گا، ہم د
بائیں سے ان پر حملہ آور ہوں گے اور یا تو اُنہیں ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیں گے یا
مکمل طور پر خاتمہ کر دیں گے۔ اس طرح جہازوں اور کشتیوں کے اندر جس قدر
لدا ہوا ہے وہ ہمارے ہاتھ آجائے گا اور اس کا ہمیں سب سے بڑا یہ فائدہ ہوگا
قبائل کی اقتصادی حالت ماند پڑ جائے گی جس کے نتیجہ میں آنے والے دور میں یہ
بدوش قبیلے کبھی ہمارے سامنے سر اُٹھانے یا ہم سے ٹکرانے کی جرأت اور جسارت
کریں گے۔''

اتنا کہنے کے بعد سقانہ رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

''امیر! اس کے علاوہ ہم دوسرا کام یہ کریں گے کہ اپنے کچھ مخبر جنوب کی طرف
دیں جہاں خانہ بدوشوں کے سردار اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر بھاگے ہیں۔ ہمارے
یہ اندازہ لگائیں کہ شکست خوردہ عناصر نے کہاں جا کر پناہ لی ہے۔ امیر! آپ

خانہ بدوش قبائل ہم سے شکست اٹھا کر بھاگے ہیں لیکن اب بھی وہ تعداد میں ہم
زیادہ ہیں۔ لہٰذا اپنی شکست کا بدلہ لینے کے لئے وہ دو طرح کے ردِعمل کا اظہار کر
ہیں۔ اوّل یہ کہ کسی بھی موقع پر وہ خم ٹھونک کر ہمارے سامنے آسکتے ہیں اور ہمارے
خطرے کا باعث بن سکتے ہیں۔ دوسرا قدم وہ یہ اٹھا سکتے ہیں کہ رات کے وقت جبکہ
لشکری تھکاوٹ کی وجہ سے گہری نیند سو رہے ہوں یا جب ہم ان علاقوں سے کوچ
ہے ہوں، وہ ہم پر شب خون مار سکتے ہیں۔ لہٰذا ان سب خطرات اور خدشات سے
کے لئے ہمیں اپنے مخبروں کو ان کی طرف روانہ کرنا چاہئے، اُن کے محلِ وقوع کا
لینا چاہئے۔ جب ہمیں یہ پتہ چل جائے کہ شکست اُٹھانے کے بعد بربر اس، منگریز
نے اپنے جنگجوؤں کے ساتھ کہاں قیام کیا ہوا ہے تو پھر ہم بھی اپنے لشکر کے
اُدھر کا رخ کریں گے اور ایک بار پھر ان سے ٹکرائیں گے اور ان سرزمینوں اور صحرا
ور اُنہیں اس قابل نہ رہنے دیں گے کہ آنے والے دور میں کسی بھی موقع پر وہ
اُن کے لئے خطرے اور نقصان کا باعث بن سکیں۔''

یہاں تک کہنے کے بعد سقانہ پھر رکا، کچھ سوچا اور پھر دوبارہ بول اٹھا۔

''امیر! خانہ بدوش قبائل پر دوبارہ حملہ آور ہونے کی کارروائی ہمیں اس وقت کرنی
جب مکناسہ قبیلے کا سردار مراما جہازوں اور کشتیوں کو لے کر ساحل پر آجائے اور ہم
پوری طرح قابو پالیں۔ جب ہم ایسا کر چکیں گے تو یہ خبر صحرا کے اندر اپنے مخبروں
لیے چاروں طرف پھیلا دیں گے کہ مسلمانوں نے مکناسہ قبیلے کے جنگجوؤں کا خاتمہ
ہے اور ان کے سردار مراما کو گرفتار کر لیا ہے اور جہازوں اور کشتیوں کے اندر جس
مال تھا اس پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا ہے۔ یہ خبریں جب صحرا کے اندر پھیلیں گی تو
ان قبیلوں کے جنگجو ہی نہیں، ان کے سردار بھی دل برداشتہ ہوں گے۔ چنانچہ جب
پر حملہ آور ہوں گے تو وہ زیادہ دیر ہمارا سامنا نہیں کر سکیں گے۔ اور ساتھ ہی میں
ے یہ بھی کہتا ہوں کہ آنے والے دور میں یہ خانہ بدوش قبیلے ہمارے مطیع اور
دار بن کر رہنے پر مجبور ہو جائیں گے۔''

سقانہ جب تک بولتا رہا، عقبہ بن نافع ہی نہیں زہیر بن قیس، محمد بن اوس، نعیم بن
ک بن عبداللہ اور دوسرے چھوٹے بڑے سالار سب اُس کی طرف دیکھتے رہے،
ے رہے، خوشی کا اظہار کرتے رہے۔ سقانہ جب خاموش ہوا تب عقبہ بن نافع
ترازیم، اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"سقانہ! جو کچھ تم نے کہا ہے یہ حرفِ آخر ہے اور اسی پر عمل کیا جائے گا۔"
عقبہ بن نافع کے یہ الفاظ سن کر سقانہ کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ کچھ لشکری وہاں آئے اور کھانا تیار ہونے کی اطلاع دی۔ اس پر عقبہ بن نافع اپنے سالاروں کے ساتھ وہاں سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا تاکہ لشکریوں کے اندر بیٹھ کر کھانا کھائے۔

◎......◎

★★★
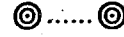
ہم بوتی رات خون کی بستیاں بساتی، روشنیوں کو تاریکی میں بدلتی بڑی تیزی سے ...لی جا رہی تھی۔ دشتِ امکان کی سرحدوں تک گہری تاریکی پھیل چکی تھی۔ ایں وآں ...بے پرواہ ہو کر لیت و لعل کو پسِ پشت ڈالتے ہوئے ستارے مسکراتے ہوئے اپنی ...کی طرف رواں دواں تھے۔ کبھی کہیں عذابِ جان بنتا شہابِ ثاقب ٹوٹتا روشنی کی ...لکیر بناتا ہوا نہ جانے کن تاریکیوں میں کھو جاتا تھا۔ چاروں طرف دلوں کو کبیدہ ...تے آگ کے انگاروں جیسی چبھن، سنسان اور ویران صحراؤں میں اُجڑی اُجڑی ...کا سا سکوت اور اُجاڑ موسموں کے خرابوں میں اُجڑی بستیوں کے نشانات جیسی ...اری تھی۔

...بے میں سقانہ کے کچھ لشکری حرکت میں آئے۔ کنارے پر جو چھوٹی چھوٹی کشتیاں ...تھیں ان میں بیٹھے، پھر چپو چلاتے ہوئے بڑی تیزی سے ان کشتیوں کو کھلے سمندر ...لے گئے تھے۔

...اب جگہ جا کر وہ لشکری بنو مکناسہ کے سردار مراما کو مخاطب کرتے ہوئے ان پر ...کر رہے تھے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ ...کہ پشت کی جانب سے رومن مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے ہیں لہٰذا مسلمان واپس ...ہیں لہٰذا وہ اپنے جہاز اور کشتیاں ساحل کی طرف لے آئیں۔
...بات کھولتے سمندر میں کھڑے ہو کر کئی بار دہرائی گئی۔ اس کے بعد سقانہ کے وہ ...حل کی طرف آ گئے تھے۔
...تجویز خاصی کامیاب ہوئی۔ کیونکہ سقانہ کے آدمیوں نے مقامی بولی میں ان لوگوں ...کی طرف آنے کے لئے کہا تھا۔ لہٰذا خانہ بدوشوں کے بڑے بڑے جہاز اور ...آخر کار ساحل پر لنگر انداز ہونے لگے تھے۔

فضاؤں میں ہلکی ہلکی تاریکی تھی۔ خانہ بدوشوں کے جہاز اور کشتیاں ساحل پر آ گئے
تھے۔ مکناسہ قبیلے کا سردار مراما ایک کشتی سے نکلا اور ساحل پر آن کھڑا ہوا۔ پھر دیکھتے ہی
دیکھتے مراما کے سارے جنگجو کشتیوں سے نکل کر ساحل پر آ گئے تھے۔

ایسے میں ایک انقلاب رونما ہوا۔ دائیں جانب سے عقبہ بن نافع کے کچھ لشکری جو
زمین پر لیٹے ہوئے تھے، اچانک حرکت میں آئے اور تباہ کن لمحات سے ترک تاز کرتے
کھولتی آندھیوں کے زور، روحوں کو شکستہ کرتے خونخوار، خوفناک لمحوں اور برق کے کوندوں
میں فطرت کا جلال بن کر رگِ گردوں میں شگاف کر دینے والے مجاہدوں کی طرح ضربیں
لگانے لگے تھے۔

جب مسلمانوں کے وہ لشکری حرکت میں آئے اور حملہ آور ہوئے تب مکناسہ اور اس
کے جنگجوؤں کو احساس ہو گیا کہ مسلمانوں نے اُنہیں ساحل کی طرف لانے کے لئے یہ
حربہ استعمال کیا ہے۔ چنانچہ اس کی تلافی کرنے کے لئے وہ واپس اپنی کشتیوں کی طرف
جانا چاہتے تھے کہ ان پر ایک مصیبت اور ٹوٹ پڑی۔ اس لئے کہ دوسری طرف سے
مسلمانوں کا ایک لشکر نمودار ہوا اور اس نے بھی مکناسہ قبیلے کے دوسرے پہلو پر ضرب
لگاتے ہوئے قہرمانیوں کی یورش، زندگی کا رس نچوڑتے عذابوں اور سکون کو درہم برہم
کرتی، زہر برساتی کرب خیزیوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ایک بار پھر سمندر کے کنارے طوفانوں اور منجدھار سے اُلجھتے وزدیدہ تعصب
فسوں اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ مسلمان لشکری موت و مرگ سے بے پرواہ ہو کر بدی کے مراکز
تک مٹا دینے والے بے ضرر خونی طوفانوں کی طرح حملہ آور ہو رہے تھے۔

مکناسہ قبیلے والوں نے بھی اپنا دفاع کرنا شروع کیا۔ جوابی کارروائی کی۔ لیکن
مسلمانوں نے ان پر حملہ آور ہو کر بڑی تیزی سے ان کی تعداد کم کرنا شروع کر دی تھی
سمندر کے کنارے ایک بار پھر اُجاڑ، سنسان بیابانوں میں بے مروت خونی طوفان اُٹھ
کھڑے ہوئے تھے۔ آہوں بھری صدائیں، پریشان نوائیں اپنے کام کی ابتداء کر چکی
تھیں۔ اس ٹکراؤ کے نتیجہ میں نہ صرف یہ کہ مکناسہ قبیلے کے جنگجوؤں کا صفایا کر دیا گیا بلکہ
اس ٹکراؤ کے نتیجے میں جبکہ فضاؤں کے اندر ابھی تاریکی پھیلی ہوئی تھی، بے خبری میں
مکناسہ قبیلے کا سردار مراما بھی مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔

مکناسہ قبیلے کے سردار مراما کا جب خاتمہ کر دیا گیا اس وقت تک فضاؤں کے اندر
روشنی ہو گئی تھی۔ مشرق کی طرف سے سورج طلوع ہونے والا تھا۔ عقبہ بن نافع، زہیر

محمد بن اوس اور دوسرے سالار جو اپنے لشکر کو کافی پیچھے ٹیلوں کی اوٹ میں لے کر
گئے تھے، انہوں نے جب اندازہ لگایا کہ ان کے لشکری کامیاب رہے ہیں تب وہ
سے نکل آئے۔ پھر عقبہ بن نافع کے حکم پر سارے لشکری حرکت میں آئے۔ بڑے
جہازوں اور کشتیوں سے سامان نکال کر انہوں نے ساحل پر ڈھیر لگانے شروع کر
یے تھے۔

بے شمار مالِ غنیمت تھا جو اس ٹکراؤ کے نتیجے میں مسلمانوں کے ہاتھ لگا تھا۔ عقبہ بن
نے پہلے اپنے سارے سالاروں کے ساتھ جہازوں اور کشتیوں سے ملنے والے
ن کا جائزہ لیا۔ اپنے سالاروں سے اس معاملے میں مشورہ بھی کیا۔ پھر اس سارے
ن کو ایک جگہ جمع کرنے کے بعد جگہ جگہ ڈھیر کر دیا گیا۔ عقبہ بن نافع نے پہلے
ے سامان کا جائزہ لیا، پھر سامان کا اکثر حصہ عقبہ بن نافع نے اپنے لشکریوں میں تقسیم
دیا تھا۔ عقبہ بن نافع کی یہ سخاوت اس کے لشکریوں کے دلوں میں گھر کر گئی تھی لہٰذا
انے تہہ دل سے عقبہ بن نافع کا شکریہ ادا کیا۔ عقبہ بن نافع نے وہاں لشکر کو دو دن
م قیام کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

اگلے روز عقبہ بن نافع کے وہ مخبر بھی لوٹ آئے جنہیں جنوب کی طرف روانہ کیا گیا
اکہ وہ یہ جاننے کی کوشش کریں کہ برداس، منگریز اور کلوس تینوں مسلمانوں کے
ں شکست اٹھانے کے بعد کس سمت گئے ہیں۔ چنانچہ جس وقت وہ مخبر پڑاؤ میں آئے
وقت عقبہ بن نافع، محمد بن اوس، زہیر بن قیس اور دوسرے سالار عصر کی نماز پڑھنے
بعد فارغ ہوئے تھے۔ وہ مخبر جب عقبہ بن نافع کے پاس گئے تب عقبہ بن نافع انہیں
ساتھ لے کر اپنے خیمے کی طرف ہو لیا اور اپنے سالاروں کو بھی اس نے اپنے ساتھ
کا حکم دیا تھا۔

چنانچہ سب عقبہ بن نافع کے خیمے میں داخل ہوئے۔ وسطی حصے میں عقبہ بن نافع ہو
۔ اس کے دائیں جانب زہیر بن قیس، بائیں جانب محمد بن اوس اور دیگر سالار بیٹھ گئے
پھر عقبہ بن نافع نے آنے والے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔
"میرے ساتھیو! اب بتاؤ، الورین، کتامہ اور مفرادہ قبائل کے سلسلے میں تم کیا خبریں
رائے؟ کیا تم ان کے محل وقوع کو تلاش کرنے میں کامیاب رہے ہو؟"
جواب میں آنے والے مخبروں میں سے ایک عقبہ بن نافع کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
"امیر محترم! ہم بھاگنے والے تینوں قبیلوں کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے

ہیں۔ وہ جنوب میں لگ بھگ پندرہ میل دور ایک ایسی جگہ قیام کئے ہوئے ہیں جہاں نہ صرف زمین کٹی پھٹی ہے بلکہ ایک کوہستانی سلسلہ بھی تیر کی طرح اندرونی حصوں کی طرف چلا گیا ہے۔

ہم نے ان کے جس لشکر کا اندازہ لگایا ہے، اس کی تعداد اب بھی ہمارے لشکر سے زیادہ ہے۔ دراصل وہ خانہ بدوش اپنے سالاروں کے ساتھ دور اس لئے نہیں گئے کہ ان کا جو زیادہ سامان ہے وہ جہازوں اور کشتیوں میں لدا ہوا تھا۔ لیکن اب ان کے سارے جہازوں اور کشتیوں پر لدے سامان پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ جب یہ خبریں ان کے پاس پہنچیں گی تو وہ بد دلی کا شکار ہو جائیں گے اور مسلمانوں سے مقابلہ کرنا فضول خیال کریں گے۔''

جب تک مخبر بولتا رہا، عقبہ بن نافع غور سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔ جب وہ خاموش ہوا تب عقبہ بن نافع اپنے سارے سالاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیز بھائیو! کل اپنے ان مخبروں کی راہنمائی میں خانہ بدوشوں پر شب خون مارا جائے گا اور وہ شب خون ایسا ہولناک اور بڑا ہوگا کہ ان علاقوں میں خانہ بدوش کبھی بھی مسلمانوں کے لئے مصیبت بننے کی کوشش نہیں کریں گے۔''

اس کے ساتھ ہی چونکہ پڑاؤ میں مغرب کی اذان ہوئی تھی، لہٰذا سب نماز کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

اگلے روز عقبہ بن نافع نے اپنے لشکر کے ساتھ عشاء کی نماز کے بعد جنوب کی طرف پیش قدمی شروع کر دی تھی۔

●●●

عقبہ بن نافع نے ابھی جنوب کی طرف آدھا فرسنگ ہی طے کیا ہوگا کہ رات کی تاریکی میں کچھ گھڑ سوار، لشکر میں داخل ہوئے۔ عقبہ بن نافع اور سارے سالاروں نے اُنہیں پہچان لیا۔ وہ قیروان کی طرف سے آنے والے قاصد تھے۔ چنانچہ ان کی آمد پر عقبہ بن نافع نے اپنے لشکر کو روک دیا تھا۔ قاصد جب قریب آئے تب عقبہ بن نافع اپنے گھوڑے سے اُتر گیا۔ باقی سالار بھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے اُتر گئے تھے۔ آنے والے دو قاصد تھے۔ عقبہ بن نافع اور باقی سارے سالار ان سے بغل گیر ہو کر ملے اور عقبہ بن نافع نے انہیں مخاطب کیا۔

''عزیز ساتھیو! قیروان میں خیریت تو ہے؟ تمہارا اس طرح قیروان سے یہاں

ے پاس آنا کسی وجہ اور علت کے بغیر نہیں ہے۔ یہ بتاؤ کہ کیا وہاں صالح بن حریم کے کوئی خطرہ تو نہیں ہے؟ حالانکہ میں نے قیروان اور گرد و نواح کی حفاظت کے لئے خاصا بڑا لشکر قیروان میں صالح بن حریم کی سرکردگی میں چھوڑا تھا۔''

عقبہ بن نافع جب خاموش ہوا تب آنے والے قاصدوں میں سے ایک بول اُٹھا۔

''امیر محترم! فی الحال قیروان کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ مطمئن رہیں۔ لیکن ہم پر رکھنے اور ہمارے پورے احوال جاننے اور ہماری عسکری تیاریوں کو دیکھنے کے لئے ں نے ایک نیا اور انوکھا طریقہ اختیار کیا ہے۔''

قاصد کے ان الفاظ پر عقبہ بن نافع چونکا تھا، سنجیدہ ہو گیا اور بہت فکر مندی میں لگا۔

''کھل کر کہو، کیا کہنا چاہتے ہو؟''

اس پر قاصد پھر بول اٹھا۔

''امیر! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ رومنوں نے خاصی بڑی رقم خرچ کر کے افریقہ کے ں سے کچھ خواجہ سرا خریدے ہیں۔ پارسیوں کے ہاں یہ خواجہ سرا ایران سے آئے ۔ وہ بھی پارسی ہی ہیں۔ افریقہ کے مجوسیوں نے بڑی خوشی اور دلجمعی کا اظہار کرتے ے ایک خاصی بڑی رقم کے عوض ان خواجہ سراؤں کو رومنوں کے ہاتھ فروخت کر دیا ۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ رومنوں نے نہ صرف یہاں کے مجوسیوں کو ان خواجہ سراؤں کے بڑی رقم مہیا کی ہے بلکہ خواجہ سراؤں کو بھی انعام کے طور پر بہت کچھ دیا گیا ہے اور ے یہ بھی وعدہ کیا گیا ہے کہ آنے والے دور میں نہ صرف ان کی بہترین دیکھ بھال جائے گی بلکہ اُنہیں بھاری رقوم سے بھی نوازا جائے گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد قاصد جب رکا تب چونکنے کے انداز میں عقبہ بن نافع نے لیا۔

''رومن ان خواجہ سراؤں سے کیا کام لیں گے؟ اور یہ خواجہ سرا ہمارے لئے کس خطرے کا باعث بن سکتے ہیں؟''

قاصد نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

''امیر! ابھی وہ خواجہ سرا ہمارے خلاف حرکت میں نہیں آئے۔ تاہم وہ مجوسیوں کی جوں سے قرطاجنہ پہنچ چکے ہیں۔ رومن ان سے ہمارے خلاف ایک بہت بڑا کام گے۔ خواجہ سراؤں کے ذمہ وہ یہ کام لگا رہے ہیں کہ افریقہ کی سرزمینوں میں جگہ جگہ

پھیل جائیں۔ خصوصیت کے ساتھ ہمارے علاقوں میں داخل ہوں اور بھیک مانگنے کے بہانے ہماری عسکری قوت، ہمارے مستقروں اور ہمارے لشکر کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھیں۔ چنانچہ یہی خواجہ سرا ہمارے علاقوں میں داخل ہو کر بھیک مانگیں گے۔ ساتھ ہی ساتھ رومنوں کی مطلوبہ اطلاعات حاصل کر کے ان تک پہنچاتے رہیں گے۔

رومنوں کا خیال ہے کہ لوگ چونکہ خواجہ سراؤں پر رحم کرتے ہوئے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرتے اور ان سے کوئی غلطی بھی سرزد ہو جائے تو رحم دلی سے کام لیتے ہوئے انہیں معاف کر دیتے ہیں۔ اسی بناء پر رومن ہمارے خلاف انہی خواجہ سراؤں سے جاسوسی کا کام لینا چاہتے ہیں۔ یہ ساری خبریں ہمارے مخبروں نے صالح بن حریم کو پہنچائی تھیں اور صالح بن حریم نے ہم دونوں کو آپ کی طرف روانہ کیا تا کہ اصل صورتِ حال سے آپ کو آگاہ کیا جائے۔''

یہ سب کچھ سننے کے بعد عقبہ بن نافع نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری، مسکرایا پھر کہنے لگا۔

''میں یہاں پڑاؤ نہیں کر رہا۔ ورنہ تم لوگوں کو ستانے کا موقع فراہم کرتا۔ میں جنوب میں خانہ بدوشوں پر شب خون مارنے کے لئے نکلا ہوں۔ تم دونوں یہاں سے واپس لوٹو۔ میری طرف سے صالح بن حریم کو جا کر کہنا کہ ہمارے علاقوں میں جو بھی خواجہ سرا داخل ہو، اُسے فوراً قتل کر دیا جائے۔ ساتھ ہی اپنے علاقوں کے اندر اپنے مخبروں اور طلایہ گروں کے ذریعے یہ خبر بھی پھیلا دی جائے کہ مسلمانوں کے علاقے میں جو بھی خواجہ سرا داخل ہوگا اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ جب یہ خبریں آس پاس اور دور و نزدیک پھیل جائیں گی تو پھر یاد رکھنا، کوئی خواجہ سرا ہمارے علاقوں میں داخل ہونے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اب تم جاؤ۔ میں یہاں رک کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔''

اس کے ساتھ ہی وہ دونوں قاصد وہاں سے ہٹ گئے تھے اور عقبہ بن نافع پہلے کی طرح آگے بڑھنا شروع ہوا تھا۔

بہت سے مؤرخین کا کہنا ہے کہ خواجہ سراؤں اور خواجہ سرائے کا آغاز خطا کی سرزمینوں سے ہوا جسے تبت کی سرزمین بھی کہتے ہیں۔ خواجہ سرا کے لغوی معنی صاحب خانہ اصطلاح میں گھر سے تعلق رکھنے والے شخص کو کہتے ہیں۔ مجازاً یہ وہ آختہ غلام ہوا کرتے تھے جو امراء، وزراء، سلاطین اور رؤساء وغیرہ کے محل سراؤں میں بطور دربان یا چوبدار

رہائش رہتے تھے اور احکام خانہ کی خدمت بھی بجالاتے تھے۔

بعض شاہی محلوں میں ان خواجہ سراؤں کا بڑا زور ہوا کرتا تھا اور یہ سلطنت کے اندر ب بھی برپا کرنے کا باعث بنتے رہے ہیں۔ ہمارے ہاں انہیں ہیجڑہ کہہ کر پکارتے ور اعزازی نام خواجہ سرا قرار پایا ہے۔ ان کا ذکر قدیم یونانی، رومن تاریخوں یا روں کی احادیث میں شاذ و نادر ہی آیا ہے۔ مگر جیمس کارپرکن نے اپنی کتاب ''تاریخ '' میں ان کا ذکر کیا ہے۔ چونکہ ہندوستان میں یہ رسم شمالی بادشاہوں یعنی تورانی، نی، ترکستانی وغیرہ اپنے ساتھ لائے اور اس کی ابتداء تبت کی سرزمینوں میں ہوئی۔

مؤرخین کا کہنا ہے کہ ایک زمانہ ایسا بھی گزرا کہ جس میں خواجہ سراؤں کا دور دورہ لاطین میں مدت تک رہا اور ان کے اقبال کا ستارہ ایسا چمکا کہ مؤرخوں کو ان کے ات لکھنے کی ضرورت پڑی۔

لگ بھگ ساڑھے چار ہزار برس کے قریب عرصہ گزرا کہ خطا کی سرزمینوں میں ں، سرکش اور خطا وار کے لئے یہ سزا تھی کہ اس کا عضو کاٹ دیا جاتا تھا کہ اس کی نسل منقطع کر دی جائے۔ اول تو اس تکلیف سے اکثر جانبر ہی نہیں ہوا کرتے تھے اور گر کوئی سخت جان بچ جاتا تو وہ شاہی محل سراؤں میں جھاڑو دینے یا دربانی کی ذلیل مت پر مقرر کر دیا جاتا تھا۔

اس کی ابتداء تو یہ تھی مگر چونکہ دنیا کی بھیڑ چال مشہور ہے اور بادشاہی افعال کو اگر چہ برے ہی کیوں نہ ہوں لوگ فخر یہ اپنا معمول بنا لیتے ہیں۔ چنانچہ اُمراء ایسے لوگوں کو کی طرح لاوارثوں کو لے کر پال لیا کرتے ہیں اس وقت کی حکومت سے مانگ کر زاروں میں رکھنے لگے۔ چونکہ امیروں اور بادشاہوں کی قربت کا ہر ایک خاصہ دار ہوا تا ہے اور اس خدمت سے بڑے بڑے کام نکلوانے اور دولت کمانے کا ایک عمدہ وسیلہ جاتا ہے۔ لہٰذا اکثر خود غرض لوگ خود بھی بچوں کو خواجہ سرا بنانے لگے اور اس با نہ خدمت پر پہنچانے لگے۔ بلکہ بعض اوقات شرفاء نے بھی اس حرکت تنگِ خاندان انہ کیا۔ خطا کے حکمران قدرتی مخنثوں اور خواجہ سراؤں کو مصنوعی خواجہ سراؤں پر ہمیشہ دیا کرتے تھے۔

خواجہ سرائی کی ابتداء تو یہ تھی مگر جس وقت سے اس نے خطا کی سرزمینوں میں ترقی ل کا انداز بھی انوکھا اور کچھ مختلف ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لگ بھگ 781 برس پیشتر خطا کی سرزمینوں کا حکمران اور

بادشاہ ایک شخص کغفور ہوا کرتا تھا۔ اسی کے دورِ حکومت میں ایک اتفاقی حادثہ پیش آ
سے خواجہ سراؤں کی تقدیر کا پتا اقبال ہوا کے جھونکے سے اُڑ کر پرے جا پڑا اور ان ک
خوش نصیبی کا ستارہ جگمگانے لگا۔

کغفور اپنی ملکہ کا دل سے مطیع اور فرمانبردار تھا لیکن اس کی ایک نہایت چالاک ح
سرا تھی جس کا نام بھوسی تھا اور بھوسی کو یہ امر نہایت ناگوار گزرتا تھا کہ بادشاہ اس کی طرف
کوئی توجہ نہیں دیتا اور ہر وقت ملکہ کا مطیع اور فرمانبردار بن کر رہتا ہے اور جو بات ملکہ کہت
ہے اسے حرفِ آخر جان کر اس پر عمل کرنا شروع کر دیتا ہے۔ چنانچہ بھوسی نام کی وہ ح
سرا رشک کی آگ میں جلا کرتی تھی۔

اُس کا قول تھا کہ مجھے سیج کی مکھی بھی سوکن سے کم جلاپا نہیں دیتی۔ یہ ہمیشہ اُس
رُتبہ گھٹانے اور اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کی فکر میں رہتی تھی۔ ہر وقت یہ کوشش کرتی تھی ک
اسے کوئی موقع ایسا ملے کہ بادشاہ کی نگاہوں میں ملکہ کو رسوا اور ذلیل اور کمتر کر کے ر
دے۔ مگر کوئی صورت بن نہ پڑتی تھی۔

حسب اتفاق ایک خواجہ سرا اپنی چرب زبانی اور خوشامد کی نقب لگا کر بادشاہ
مزاج میں اس قدر دخیل ہو گیا کہ اس کا مزاج آشنا بلکہ یارِ غار بن گیا تھا۔ بھوسی جس
اسی خواجہ سرا کو گانٹھ کر یہ کوشش کرنا شروع کی کہ اس خواجہ سرا کے ذریعہ کسی نہ کسی طر
ملکہ کو بادشاہ کی نگاہوں میں گرایا جائے۔ چنانچہ اُس نے اُس خواجہ سرا کو گانٹھ کر ملکہ
طرف سے بادشاہ کے کان بھروانے شروع کر دیئے اور وعدہ کر لیا کہ اگر بادشاہ نے ا
نگاہوں سے ملکہ کو گرا دیا تو وہ خواجہ سرا کو نہال اور مالا مال کر دے گی۔

جب اس لالچی اور عیار خواجہ سرا نے ملکہ کی طرف سے بادشاہ کا دل پھیرنا شروع
دیا اور آخر وہ اس مقصد میں کامیاب رہا اور بادشاہ کا نہ صرف دل ملکہ کی طرف سے پھ
دیا بلکہ بادشاہ کو اس نے ملکہ کی طرف سے برہم کر دیا۔ یہاں تک کہ بادشاہ نے ملک
طلاق دے دی اور بھوسی کو بیگم بنا لیا۔

مؤرخین اس موقع پر لکھتے ہیں کہ وہی مثل صادق آگئی کہ باندی تھی سو رانی ہوئی ا
رانی تھی سو باندی ہوئی۔ جب یہ ملکہ کے رُتبہ پر پہنچی تو اس نے حسب وعدہ خواجہ سرا کو
مال ہی نہیں کیا بلکہ شاہی محلوں کا کامل اختیار دلوا دیا۔ کہاں وہ صرف خواجہ سرا تھا اور کہا
اب وہ مملکت میں ناظر جنگ بہادر کہلانے لگا تھا۔ اگر وہ خواجہ سرا کمبخت اسی عہدے
قائم رہتا تو کام چلتا رہتا اور وہ کسی مصیبت کا شکار نہ ہوتا کیونکہ نئی ملکہ اور خواجہ سرا

سلطنت کی یہ نوبت پہنچی کہ خواجہ سراؤں کو تمام ملکی بڑے بڑے عہدے مل گئے اور
تک کہ ان لوگوں کا اتنا زور ہوا کہ کغفور صرف شطرنج کا بادشاہ ہو کر رہ گیا تھا۔ اس
کی ترقی اور کامیابی کو دیکھ کر اب اکثر دنیا پرستوں نے اپنے بچوں کو مصنوعی طور پر
سرا بنانا شروع کر دیا اور رفتہ رفتہ خطا کی سرزمینوں میں یہ رسم جاری ہو گئی کہ لوگ
کو خریدتے اور انہیں خواجہ سرا بنا کر کغفور کی سرکار میں داخل کر دیتے۔ یہاں تک
خ کار امراء بھی اپنے بچوں کو خواجہ سرا بنا کر بادشاہ کو پیش کرنے لگے تا کہ اپنا آدمی ہر
مشیرِ سلطنت رہے اور بادشاہ سے متعلق وقت بے وقت کام نکالنے کا موقع ملتا رہے۔
خواجہ سرائی کو یہاں تک ترقی نصیب ہوئی کہ وزارتِ عظمیٰ کا عہدہ بھی خاص خواجہ
ں کے لئے مخصوص ہو گیا۔ رفتہ رفتہ خطا کا نظام ایسا بدلا کہ یہ خواجہ سرا بادشاہ گر بن
جسے چاہتے تخت پر بٹھا دیتے اور جسے چاہتے اتار پھینکتے۔ جب تک خطا کی
بوں میں حکومت رہی، یہ لوگ بھی برابر قائم رہے۔ تاہم جب منگولوں نے اہل خطا
پائی تو یہ لوگ بڑے بڑے عہدوں سے معزول کئے گئے اور پھر اپنی اصل خدمت پر
ہونے لگے۔

اس طرح یہ لوگ پھر محل سراؤں میں دخل یاب ہوئے۔ لیکن صرف اسی قدر کہ محلات
مت میں مصروف رہیں۔ اگرچہ ان کی بنیاد ایسی ہل گئی تھی کہ اب دوبارہ سرسبز
کی اُمید نہیں رہی تھی۔ مگر مؤرخ لکھتے ہیں کہ اس وقت بھی چھ سات ہزار سے کم
سرا وہاں موجود نہیں تھے۔ البتہ یہی خدمتیں ان کے سپرد تھیں۔ مثلاً بادشاہ اور
ان کے باغات اور گورستان کی داروغگی، محلات کی دربانی اور محلات و حرم سراؤں کی
مال۔ لیکن بعض ان میں بھی سربرآوردہ اور منہ چڑھے رہے اور وزرائے سلطنت ان
بع رہنے میں ہی اپنی خیر سمجھتے تھے۔ اس جاہلانہ دور میں اہلِ خطا سے ہی یہ خطا سرزد
ہوئی بلکہ ہندوستان کے بادشاہ بھی خواجہ سرا رکھتے تھے۔
سلطان علاؤ الدین خلجی کے عہد میں بھی ملک کافور خواجہ سرا کو ہندوستان میں شاہانِ
کے زمانے سے کم اقتدار اور مرتبہ حاصل نہ ہوا تھا۔
ملک کافور سلطنت کے اعلیٰ ارکان میں سے تھا۔ اس سے بڑے بڑے کارہائے
ظہور میں آئے۔ یہ شخص چار مرتبہ تسخیر دکن کے واسطے بھیجا گیا۔ راجہ رام دیو کو اس
بر کر کے دہلی روانہ کیا۔ دوارکا کے راج کو تسخیر کیا۔ وارنگل کے راجہ کو اس نے
بنایا۔ تمام دکن کو گولکنڈہ تک تہہ و بالا کر کے وہاں ایک مسجد مسلمانوں کے عہد

سلطنت کی یاد میں تعمیر کرائی۔

غرض ہندوستان کی تیرہویں صدی عیسوی بھی خواجہ سراؤں کی تاریخ کے لئے ایک قابل فخر صدی خیال کی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ دہلی کے آخری برائے نام بادشاہ ابوظفر سراج الدین کے زمانے میں نواب محبوب علی خان خواجہ سرا نے بھی اس زمانے کے مطابق اچھا رُتبہ پایا تھا۔ افسوس 1857ء کی جنگ آزادی نے دونوں کا خاتمہ کر دیا۔ 1857ء کی جنگ آزادی سے چند روز پیشتر نواب محبوب علی خان دنیا سے رخصت ہوئے اور اس کے بعد بادشاہ ابوظفر سراج الدین تخت و تاج سے محروم کر کے رنگون روانہ کر دیئے گئے جہاں وہ تین برس بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔

اس کے علاوہ ایران میں بھی خواجہ سراؤں نے بڑی طاقت اور قوت پکڑی تھی یہاں تک کہ 465 قبل مسیح میں ایران پر ان کے نامور شہنشاہ زرکسیر کی حکومت تھی۔ زرکسیر کا ایک سالار جو اس کے محافظ دستوں کا کماندار بھی تھا، جس کا نام اُردوان تھا اس کے تعلقات ایران کے شہنشاہ زرکسیر کے ساتھ کشیدہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ محافظ دستوں کے کماندار کی حیثیت سے اُردن کی کوئی پیش نہ گئی۔ نہ ہی بادشاہ کو ٹھکانے لگانے کے لئے وہ کوئی جتن کر سکا۔ آخر زرکسیر کو مروانے اور اس کا خاتمہ کرنے کے لئے اس اُردوان نے بھی ایک خواجہ سرا ہی کا سہارا لیا۔ اس خواجہ سرا کا نام مہرداد تھا۔ چنانچہ اُردوان نے اسی خواجہ سرا مہرداد کو اپنا ہم نوا بنایا اور اسی خواجہ سرا مہرداد نے ایران کے شہنشاہ زرکسیر کو اس کی خوابگاہ میں قتل کر کے کام کو آخری شکل دی۔ اس طرح جہاں تبت، چین، ہندوستان میں خواجہ سراؤں کا زور رہا، وہاں ایران میں بھی ان لوگوں نے کافی طاقت وقوت پکڑ لی تھی۔

•••

نیند کے تمدن پر کمند ڈالتی، روشنیوں کے سراغ تک کو مٹاتی طوفانی جست وخیز کرتی، اونچے کوہساروں کا سینہ پھلانگتی، بھاگتے بادلوں کو چھوتی، تاریک پر پھیلاتی اور مایوسی کی اندھی گھٹاؤں کی طرح بھاگتی رات اپنے انجام سے گلے ملنے کے لئے بے تابی کا اظہار کر رہی تھی۔ اجنبی دیسوں سے آتی ہوائیں روح و جان کے منقطع ہونے والے رشتوں پر قبل از وقت تجسس کا شکار ہونے لگی تھیں۔ قضاء کی اُڑتی آوازیں ازل کے حاکم ابد کے ناظم کے قانونِ فطرت کے تحت اپنے کام میں مصروف تھیں۔

رات اب اپنے انجام کے قریب پہنچ رہی تھی۔ چاروں طرف محرومی اور سوگواروں کی تھی۔ سراب سوچوں کے دشت میں چاروں طرف بھٹکتے تنہائی کے شعلوں کی سی تیزی کا سکوت پھیلا ہوا تھا۔ زنگ آلود ماحول میں یخ بستہ اُداسیوں کے جھکڑوں کی بستی میں نو وارد قافلوں جیسی ویرانی اور افسردگی کا سماں تھا۔

خانہ بدوش قبیلوں کی طرف بڑھنے کے دوران ہی شاید عقبہ بن نافع اور محمد بن اوس نے خانہ بدوشوں پر حملہ آور ہونے کے اپنے منصوبے کو بڑی رازداری سے آخری شکل دی تھی۔ اس لئے کہ اپنے ہدف کے قریب ہونے کے بعد عقبہ بن نافع تو انہی راستوں پر سفر کرتا رہا جہاں پورا لشکر سفر کر رہا تھا۔ جبکہ محمد بن اوس لشکر کے ایک حصے کے ساتھ بائیں جانب صحرا کے اندر ہوتا ہوا بڑی برق رفتاری سے آگے بڑھا تھا۔ نعیم بن حماد اس کے نائب کی حیثیت سے اس کے ساتھ تھا۔

جس جگہ ان شکست خوردہ خانہ بدوشوں نے پڑاؤ کر رکھا تھا، محمد بن اوس ایک طرف ہٹتا ہوا ان کے جنوب کی طرف چلا گیا تھا جبکہ عقبہ بن نافع شمال ہی میں رہا، آہستہ آہستہ آگے بڑھتا رہا۔

عقبہ بن نافع کو شاید محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کی طرف سے کسی اشارے کا انتظار تھا۔ چنانچہ ایک جگہ پہنچ کر وہ رک گیا۔ اس کے پیچھے لشکر بھی رک گیا تھا۔ یہاں تک کہ خانہ بدوشوں کے قبیلے سے کافی دور جنوب میں جلتے ہوئے پروں کا ایک تیر بلند ہوا تھا۔ اس تیر کا بلند ہونا تھا کہ عقبہ بن نافع اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی اور برق رفتاری سے جنوب کی سمت بڑھا تھا۔

اس کے بعد قضا و قدر کے ہر کارکن کی آنکھ نے دیکھا، عقبہ بن نافع اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ آگے بڑھا۔ پھر وہ خانہ بدوشوں کے پڑاؤ پر سنگین رات کے گرد آلود تلاطم، دورِ آشوب پر دستک دیتے کرب وزدیدہ تعصب کے ماحول میں ظلم کے کالے بادل پھیلانے والوں کو غم والم کے مجسموں میں تبدیل کرتے دکھ اور روزِ ازل سے متلاشی لمحوں کے گرے وقت کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

ان خانہ بدوشوں پر عقبہ بن نافع کا یہ انتہائی شدید اور سخت شب خون تھا۔ خانہ بدوشوں نے جب اندازہ لگایا کہ ان پر حملہ آور ہونے والا مسلمانوں کا ایک چھوٹا سا لشکر ہے تو انہوں نے اسے گھیر کر اس کا خاتمہ کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ شاید مسلمان سالار اپنے حصے کے لشکر کو لے کر ان پر حملہ آور ہو کر ان کی لوٹ مار کرنے

کی غرض سے آیا ہے۔ اس بناء پر وہ عقبہ بن نافع کو گھیرنے اور اسے قابو میں کرنے کی کوشش میں لگ گئے تھے۔ عین اسی لمحہ جنوب کی طرف سے خونی انقلاب رونما ہوا اور اس کے ساتھ ہی خاموشیوں سے لبریز میدانوں میں کراہ کی آتشی پکار کی طرح محمد بن اوس کے ساتھیوں نے اللہ اکبر کی تکبیریں بلند کی تھیں۔ اس کے بعد محمد بن اوس اور نعیم بن حماد جنوب کی طرف سے ان خانہ بدوشوں پر اُجاڑ سنسان بیابانوں میں منزل کی تلاش میں سرگرداں بگولوں، وقت کے بدترین اندھیروں میں خوابوں کی رخشندہ دہلیز کو نزع کی پیاس میں ڈبو دینے والے جنگجوؤں اور سراب کھڑے کرتے زمین کے نگران عناصر کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

رات کی گہری تاریکی میں جب خانہ بدوشوں پر شمال کی طرف سے عقبہ بن نافع اور جنوب کی طرف سے محمد بن اوس نے حملے شروع کیے تب دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے چاروں سمت تلخی اور کرب بھرے پتھریلے راستوں کا سا سماں برپا ہونے لگا تھا۔ امیدیں آنسوؤں پر کھلتی آہوں کی صورت اختیار کرنے لگی تھیں اور روحوں میں بے بسی کے گھاؤ کی خراشیں اب اپنا رنگ دکھانا شروع ہو گئی تھیں۔

کچھ دیر تک یہ ہولناک منظر جاری رہا اور رات کی گہری تاریکی میں ایک طرف سے عقبہ بن نافع، دوسری طرف سے محمد بن اوس خانہ بدوشوں کا قتل عام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب مشرق کی طرف سے سورج چڑھا، زمین کے سینہ پر روشنی چاروں طرف پھیل گئی تب خانہ بدوشوں نے اندازہ لگایا کہ مسلمان تو ان پر دو طرف سے حملہ آور ہوتے ہوئے ان کا خوب قتل عام کر چکے ہیں۔ اب نہ وہ شمال کی طرف بھاگ سکتے تھے نہ جنوب کی طرف اور مشرق کی سمت کو بھی ایک طرح سے عقبہ بن نافع اور محمد بن اوس نے مسدود کر رکھا تھا۔ لہٰذا شکست اٹھانے والے خانہ بدوش اپنی جانیں محفوظ کرنے کے لیے سمندر کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔

عقبہ بن نافع نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر ان کا تعاقب کرنا شروع کر دیا تھا سمندر کی طرف جانے والے اکثر موت کا لقمہ بن گئے۔ عقبہ بن نافع کے پیچھے پیچھے ان کے پورے لشکر نے بھی اپنے گھوڑوں کو سمندر میں ڈال دیا تھا۔ یہاں تک کہ سمندر میں کچھ دور آگے جانے کے بعد عقبہ بن نافع نے جب دیکھا کہ پانی گہرا ہو رہا ہے تب ان نے اپنے گھوڑے کو روک دیا۔ اس کے بعد کچھ دیر تک عجیب انکساری اور عاجزی میں آسمان کی طرف دیکھتا رہا، پھر اس کا سر سجدے کے انداز میں گھوڑے کی زین کے نزدیک

...یا تھا۔ اس کے بعد وہ کپکپاتی اور رقت آمیز آواز میں دعا مانگ رہا تھا۔

"اے اللہ! ہمارے دل کی ارض و سما کا نور تیری ہی ذات ہے۔ ہمارے وجدان کے مکان میں صرف تیری ہی ذات متحرک ہوتی ہے۔ تیری محبت ہی ہمارے خیال کا ...ینہ ہے۔ اے اللہ! کالی ردائیں اوڑھ کر پھرتی راتوں اور در و بام سے بے نیاز سیاہ ...تُو ہی تاروں کے بل کھاتے جھرمٹ عطا کرتا ہے۔ اے اللہ! ہماری انا، ہمارا ...ی تیری ہی چاہت کا محتاج ہے۔ اے خداوند مہربان! ہمارا عالمِ اسباب جب ...بھر جاتا ہے تو پھر اپنی عافیت کی آخری سرحد پر کھڑے ہو کر ہم تجھ سے ہی مدد و ...طلب کرتے ہیں۔

اے مالک! تُو ہی برگِ گل کو شبنم، معصوم کلی کو بارش کی پھوار، سحر کو خوشبو سے ...ونکوں، شہابِ ثاقب کو رنگین روشنیوں سے ہمکنار کرتا ہے۔ میرے اللہ! قلوب کی ...تُو ہی شعور اور عرفان کی آگاہی عطا کرتا ہے۔ تُو ہی محبت کی وحی میں اترتی چمک ...وفا کی روائتیں کھڑی کرنے والا ہے۔ اے مہربان رب! تُو ہی جان سوز لمحوں کو ...کے رنگین کارواں، بے ہوشیوں کے غلبوں کو آہنگ دلداری، بھوکی جبلتوں، خونی ...قرب کی پنہائیاں عطا کرتا ہے۔ تُو ہی چاند کی بھیگی روشنی کو اندھیرے کے اندر ...اے خدائے لم یزل! ہماری کتابِ ذات کے اوراق پر صرف تیری محبت کے ...لکھے جاتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں طاقت و ہمت دے کہ ہم انسانیت کے تمدن کا منہ نوچنے والے انسانوں پر تیرا قہر اور عذاب بن کر نازل ہوں۔ اے اللہ! ہر دشمنِ دین کے ...لیے ہمیں اپنی تقدیر کے ترکش کا تیر اور آخری تلوار بنا کر رکھ۔ اے اللہ! ہمیں ...دے کہ ہم بے نظیر اجتماعی قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے انسانیت کی آبرو بن کر ...کے خونی رقص کی طرح تاریخ کا قرض چکائیں۔ اے اللہ! ہمیں طاقت دے کہ ہم ...بے جہت طوفانوں میں بھی ملت کے حقوق کی آگہی کے نگران اور پاسبان بن کر ...کی نگاہوں کے سامنے آئیں۔ اے اللہ! دُور تک یہ پھیلا گہرا سمندر اگر میری ...ئل نہ ہوتا تو میں اپنے اس لشکر کے ساتھ تیری خوشنودی، تیری رضامندی کی ...کے آخری کونے تک جہاد کرتا چلا جاتا۔"

...بن نافع نے گہرے سمندر میں گھوڑے پر سوار ہو کر یہ دعا مانگی تھی اور اس کے ...کے سارے لشکری سمندر میں اپنے گھوڑوں پر سوار تھے۔ دعا مانگنے کے بعد عقبہ

بن نافع پلٹا، سمندر سے باہر نکلا۔ اس کے پیچھے پیچھے اس کا پورا لشکر بھی باہر نکل آیا تھا۔
اس کے بعد محمد بن اوس کو مخاطب کرتے ہوئے عقبہ بن نافع کہنے لگا۔

''ابنِ اوس! آؤ میرے بھائی! اب یہاں زیادہ دیر رُکنا ہمارے حق میں بہتر نہیں ہے۔ ہمارے لشکری زخمی بھی نہیں ہوئے۔ چند ایک کے زخم آئے ہیں جن کی انہوں نے خود ہی مرہم پٹی کر لی ہے۔ ان خانہ بدوشوں سے ہمیں جو سامان ملا ہے وہ سمیٹ کر واپس چلیں۔ اس لئے کہ وہاں زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ بڑی بے چینی اور بے تابی سے ہمارا انتظار کر رہے ہوں گے۔''

محمد بن اوس اور دیگر سالاروں نے عقبہ بن نافع کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ خانہ بدوشوں سے جو سامان ملا تھا، وہ سمیٹا گیا۔ اس کے بعد عقبہ بن نافع نے اپنے لشکر کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے اس سمت کا رخ کیا تھا جہاں پہلے خانہ بدوشوں کے ساتھ ٹکراؤ ہوا تھا اور جہاں ان کے جہازوں اور کشتیوں سے مسلمانوں کے ہاتھ ان گنت اور بے شمار مالِ غنیمت ملا تھا۔ اس مالِ غنیمت کی حفاظت پر عقبہ بن نافع، زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ کے علاوہ لشکر کا ایک حصہ بھی چھوڑ کر آیا تھا۔ لہٰذا انہی سے ملنے کے لئے اب عقبہ بن نافع اور محمد بن اوس بھی برق رفتاری سے شمال کا رخ کر رہے تھے۔

عقبہ بن نافع اور محمد بن اوس اپنے لشکر کے ساتھ جب اس جگہ پہنچے جہاں پہلا خانہ بدوشوں کے ساتھ جنگ ہوئی تھی، جہاں ان کی کشتیوں اور جہازوں پر قبضہ کیا گیا تھا، وہاں کھلے میدانوں میں دور دور تک سامان پھیلا بکھرا پڑا تھا۔ جہاں سامان کو کشتیوں اور جہازوں سے اتارا گیا تھا وہاں زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ موجود تھے۔ دونوں نے عقبہ بن نافع اور محمد بن اوس کا شاندار انداز میں استقبال کیا۔ وہاں چونکہ خیموں کا ایک شہر آباد کر دیا گیا تھا چنانچہ لشکر گاہ میں داخل ہونے کے بعد عقبہ بن نافع نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ مالِ غنیمت کا ایک خاصا بڑا حصہ لشکر میں اس انداز میں تقسیم کیا کہ سارے لشکری مالا مال ہو کر رہ گئے تھے۔ اس کے بعد لشکری اپنے خیموں میں آرام کرنے لگے۔ عقبہ بن نافع نے سارے سالاروں کو ایک جگہ جمع کیا شاید وہاں سے وہ کوچ کے لئے کوئی آخری فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔

چنانچہ جب سب چھوٹے بڑے سالار اس کے پاس آ جمع ہوئے تب انہیں مخاطب کرتے ہوئے عقبہ بن نافع کہنے لگا۔

''میرے جاں نثار ساتھیو! ہم جس مقصد، جس مہم کے لئے آئے تھے اس میں

کامیاب رہے ہیں اور اس کے لئے میں آپ سب لوگوں کا نہ صرف شکریہ ادا کرتا بلکہ آپ لوگوں کو مبارک باد بھی پیش کرتا ہوں۔ اب یہاں زیادہ دیر یا زیادہ دن رنا ہمارے مقصد میں شامل نہیں ہے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد عقبہ بن نافع رکا، پھر زہیر بن قیس کی طرف دیکھتے ہوئے لگا۔

''ابنِ قیس! لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا جائے گا۔ دو حصے تمہارے اور حنس بن ڈ کے پاس رہیں گے۔ ایک حصہ میرے پاس رہے گا۔ میرے ساتھ محمد بن اوس، ن حماد اور کچھ دوسرے سالار ہوں گے۔ اس حصے کے ساتھ میں آنے والی صبح کو کوچ اؤں گا اور وقت ضائع کئے بغیر بڑی برق رفتاری سے قیروان کا رخ کروں گا۔

میرے عزیز بھائی! میرے پیچھے پیچھے تم اور حنس بن عبداللہ لشکر کے دونوں حصوں ساتھ مالِ غنیمت کو سمیٹ کر قیروان کا رخ کرنا۔ چونکہ تمہارے پاس چھکڑوں اور اری کے جانوروں پر لدا ہوا یہ مالِ غنیمت ہو گا لہٰذا تمہارے کوچ کی رفتار سست گی۔ اگر ہم سب نے اکٹھے سفر کیا تو قیروان پہنچنے میں تاخیر ہو جائے گی۔ میں ایسا چاہتا اسی بناء پر لشکر کا ایک حصہ لے کر میں، محمد بن اوس اور نعیم بن حماد آنے والی صبح یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ ہمارے بعد تم اور حنس بن عبداللہ بھی ہر چیز کو سمیٹتے قیروان کا رخ کر جانا۔''

یہ پہلا موقع تھا کہ عقبہ بن نافع نے اس کوچ سے متعلق اپنے سالاروں سے مشورہ کیا تھا بلکہ حکم جاری کر دیا تھا۔ اور اس حکم کو سارے سالاروں نے آمنا اور صدقنا کہہ ل کر لیا تھا۔ چنانچہ یہ فیصلہ ہونے کے بعد آنے والی صبح کو عقبہ بن نافع، محمد بن اوس م بن حماد چند چھوٹے سالاروں کے ساتھ لشکر کا ایک حصہ لے کر وہاں سے قیروان رف کوچ کر گئے تھے۔ جبکہ ان کی روانگی کے بعد سارے سامان کو سمیٹتے ہوئے زہیر ل اور حنس بن عبداللہ بھی قیروان کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

◎......◎

★ ★ ★

قرطاجنہ کے قصر میں جسٹین اور گریگوری کے سامنے ان کے سارے سالاروں کے علاوہ سلطنت کے امراء، پولوس اور سلطنت اور کلیسا کے سرکردہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ جسٹین انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے ساتھیو! تم سب کو میں نے آج ایک بری خبر کے سلسلے میں طلب کیا ہے۔ پہلے آپ سب لوگوں سے مشورہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ مجوسیوں سے کچھ خواجہ سرا حاصل کئے جائیں اور وہ خواجہ سرا بھیک مانگتے ہوئے ہمارے لئے مسلمانوں کی جاسوسی کریں۔ لیکن ہماری یہ خبریں کسی نہ کسی طرح مسلمان جاسوس لے اُڑے۔ اب جو صورتِ حال سامنے آئی ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ مسلمانوں کے سالار اور حکمران عقبہ بن نافع نے یہ حکم جاری کر دیا ہے کہ مسلمانوں کے علاقوں میں جو بھی خواجہ سرا بھیک مانگتا ہوا یا ویسے گھومتا ہوا پایا جائے تو اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ اس کا مطلب ہے جو منصوبہ بندی ہم نے کی تھی اس کی اطلاع اب مسلمانوں کو ہو گئی ہے۔ اب جو خواجہ سرا بھاری رقوم دے کر ہم نے مقامی مجوسیوں سے حاصل کئے تھے، وہ ہمارے لئے بیکار ہو گئے ہیں اور انہیں ہم مسلمانوں کے خلاف استعمال نہیں کر سکتے۔ اب ہمیں مسلمانوں سے نمٹنے کے لئے کوئی اور لائحہ عمل تیار کرنا ہو گا۔''

یہاں تک کہنے کے بعد جسٹین جب رُکا تب پولوس ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میں آپ لوگوں کے اس پورے لائحہ عمل اور منصوبہ بندی سے متفق نہیں ہوں۔ میں نے آپ لوگوں سے اس وقت بھی گزارش کی تھی جس وقت عقبہ بن نافع اپنے لشکر کے ساتھ مغرب کی طرف گیا تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں ہمیں قیروان پر حملہ آور ہو جانا چاہئے۔ قیروان میں جو اس وقت حفاظتی لشکر ہے وہ یقیناً ہمارا مقابلہ نہ کر پاتا اور قیروان

ہمارا قبضہ ہو جاتا۔ لیکن آپ لوگوں میں سے کسی نے میری بات کو نہ مانا نہ ہی اس پر عمل [اب] میں پھر کہتا ہوں کہ عقبہ بن نافع اور اس کے بڑے اور سرکردہ سالار اس وقت [مغ]رب میں بحر ظلمات کے کنارے ہیں۔ ان حالات میں اگر ہم اپنی پوری طاقت اور [لشکر] کے ساتھ قیروان پر حملہ آور ہو جائیں تو قیروان ہمارا ہو گا۔ اور اگر قیروان پر ہمارا [قبضہ نہ] ہو گیا تو پھر یاد رکھئے افریقہ کی سرزمینوں میں مسلمانوں کی بساط لپٹ کر رہ جائے گی [اور آ]نے والے دور میں کسی مسلمان سالار کے ہاتھوں ہمیں اس طرح نقصان نہ اٹھانا [پڑے] گا جس طرح عقبہ بن نافع کے ہاتھوں اٹھانا پڑ رہا ہے۔''

پولوس جب خاموش ہوا تب اس کی طرف ناپسندیدگی سے دیکھتے ہوئے بڑا راہب [گریگ]ریو بول اٹھا تھا۔

''محترم پولوس! میں اور میرے ساتھی آپ کے ان خیالات سے اتفاق نہیں کرتے۔ [آپ] کلیسا کے آدمی ہیں، جنگ کا تجربہ نہیں رکھتے۔ ہم لشکر کے آدمی ہیں، کلیسا کی [باتوں] سے آگاہ نہیں۔ آپ کا کہنا ہے کہ مسلمان مغرب کی طرف اب تک اپنی مہموں [میں مص]روف ہیں لہٰذا ان کی غیر موجودگی میں ہمیں قیروان پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کر [لینا چ]اہئے۔

محترم پولوس! قیروان پر حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کرنا اتنا آسان نہیں جتنا آپ خیال [کرت]ے ہیں۔ عقبہ بن نافع جب کبھی بھی کسی مہم کے لئے قیروان سے نکلتا ہے تو اس کی [غیر م]وجودگی میں صالح بن حریم لشکر کے ایک حصے کے ساتھ قیروان کی حفاظت پر مامور [ہوتا] ہے۔ میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ صالح بن حریم جہاں ایک اعلیٰ پائے کا [جنگجو ہ]ے، وہاں ایک عمدہ سالار بھی ہے۔ اگر ہم لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ صالح بن [حریم س]ے ٹکرا کر قیروان پر قبضہ کیا جا سکتا ہے تو یہ آپ کی بھول ہے۔ صالح بن حریم جنگ [کا] تجربہ رکھتا ہے اور دشمن کے کسی بھی لشکر کو وہ قیروان کے نزدیک نہیں آنے دے [گا۔ م]سلمانوں سے ہمیں اپنے انداز میں نمٹنا ہو گا اور وہ انداز ایسا ہو گا کہ مسلمانوں کو [ہمارے] سامنے زیر ہونا ہی ہو گا۔ ہم نے قسطنطنیہ سے کمک طلب کی تھی۔ کمک بھی پہنچ گئی [اور] ضروریات کے سامان کے ڈھیر بھی آ گئے ہیں۔ اب ہم نے اردیہ کے بادشاہ [کسیلہ]، بربروں کی ملکہ جرارہ کے علاوہ کچھ اور قوتوں کو بھی اپنے ساتھ ملا کر مسلمانوں کے [خلاف] حرکت میں آنا ہو گا اور مجھے امید ہے کہ اگر ہم ایسا کریں گے تو فتح ہماری ہی ہو [گی۔ ا]س بار مسلمانوں کے خلاف یہ ضرب آخری ضرب سمجھ کر لگائی جائے گی۔ اس میں نہ

صرف رومن شامل ہوں گے بلکہ اردیہ کے حکمران کے علاوہ ملکہ جرارہ کے لشکر بھی شامل ہوں گے۔ اور پھر وندال، گال اور ہن اپنی پوری طاقت اور قوت کے ساتھ ہمارے پہلو سے پہلو ملا کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوں گے۔ ایسی صورت میں فتح ہمارا ہی دامن چومے گی۔"

یہاں تک کہتے کہتے لیو کو خاموش ہو جانا پڑا اس لئے کہ قصر کا چوبدار قصر کے اس دروازے پر نمودار ہوا اور جسٹین کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مالک! دو طرح کے افراد آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ پہلے ہمارے کچھ مخبر ہیں جو نئی خبریں لے کر آئے ہیں اور دوسرے دو اردیہ کے بادشاہ کسیلہ کی طرف سے آئے ہیں۔"

چوبدار کے اس انکشاف پر جسٹین اور گریگوری دونوں چونکے تھے۔ خوشی کا اظہار بھی کر رہے تھے۔ دونوں نے پہلے بڑے غور سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے کوئی فیصلہ کیا پھر جسٹین، چوبدار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"پہلے اپنے مخبروں کو لاؤ۔"

چنانچہ وہ چوبدار وہاں سے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا۔ دو آدمیوں کو اس نے ا کر جسٹین کے سامنے کھڑا کر دیا۔ انہوں نے اپنے آپ کو زمین کی طرف خوب جھکا ہوئے جسٹین کو تعظیم دی۔ اس کے بعد جب وہ سیدھے کھڑے ہوئے تو جسٹین ۔ انہیں مخاطب کیا۔

"مجھے بتایا گیا ہے کہ تم کوئی خبر لے کر آئے ہو۔ بتاؤ! تمہارے پاس کس سمت ا اور کس نوع کی خبر ہے؟"

جواب میں ان دونوں رومنوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر ایک جسٹین مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"مالک! جو خبر ہم لے کر آئے ہیں وہ یقیناً رومن سلطنت کے لئے بری ہے۔ با یہ ہے کہ مسلمانوں کا سپہ سالار عقبہ بن نافع اس بار جب قیروان سے نکلا تو اس ۔ افریقہ کی ساری قوتوں کو یہ تاثر دیا تھا کہ وہ طنجہ کے حکمران گرینور اور غمارہ کے باد بلیان پر ضرب لگائے گا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ ایسا کہہ کر اس نے ہمیں ایک طر سے دھوکے اور پردے میں رکھا ہے۔

جو حقیقت ہمارے سامنے آئی ہے وہ یہ کہ قیروان سے عقبہ بن نافع اپنے سالارو

ں کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے نکلا۔ شاید راستے میں ہی انہوں نے یہ صلاح لیا تھا کہ پہلے ان قوتوں کو اپنے سامنے زیر کر لیا جائے جو مسلمانوں کے خلاف رومنوں کا ساتھ دیتی ہیں۔ چنانچہ بڑی برق رفتاری سے مغرب کی طرف پیش تے ہوئے مسلمان پہلے وندالوں پر حملہ آور ہوئے اور انہیں پیس کر رکھ دیا۔ ان ت لشکریوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا جس کے نتیجے میں اب وندالوں کے لشکر نہیں جس سے وہ ہماری مدد کر سکیں۔

دں کو زیر کرنے کے بعد مسلمانوں نے دم نہیں لیا بلکہ وہ گالوں پر حملہ آور ہو ں کے سالار لائی ڈیوس نے بہتیرا ہاتھ پاؤں مارتے ہوئے اپنی کامیابی کو یقینی لیکن مسلمانوں نے اس کے لشکریوں کو بھی مار مار کر ان کی تعداد نہ ہونے کے ا۔

دں اور گالوں کو پیسنے کے بعد مسلمانوں نے دم نہیں لیا بلکہ وہ ہن قبائل پر حملہ ۔ ہن اپنے آپ کو ناقابلِ تسخیر سمجھتے ہیں لیکن مسلمانوں نے ان پر ایسے جان لئے کہ ان کے سالار پرسیوس کو پے درپے بدترین شکستیں دیں۔ اس طرح طرف پیش قدمی کرنے سے پہلے مسلمانوں نے وندالوں، گالوں اور ہنوں پر ا۔ ان کی طاقت اور قوت کو پوری طرح کچل مسل کر رکھ دیا۔ اس کے بعد وہ طرف بڑھے۔ اس طرح گویا مغرب کی طرف بڑھنے کے لئے مسلمانوں نے صاف کر لیا تھا۔ وندالوں، گالوں اور ہنوں کو کچلنے کے بعد ان تینوں اقوام کے ڑا لشکر نہیں رہ گیا تھا جس سے وہ کسی بھی موقع پر عقبہ بن نافع کی راہ روکیں۔ ں قبائل کی عسکری طاقت اور قوت کو عقبہ بن نافع نے حملہ آور ہو کر ختم کر دیا کے بعد عقبہ بن نافع آگے بڑھا۔"

اتک کہنے کے بعد آنے والا وہ مخبر رُکا، کچھ سوچا۔ پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

پ سب لوگ جانتے ہیں کہ بحرِ ظلمات تک پھیلے اس صحرا میں چار انتہائی جنگجو اور ل پھیلے ہوئے ہیں۔ ایک الورین، دوسرے کتامہ، تیسرے مکناسہ اور چوتھے اید آپ لوگوں کے ذہن میں یہ بھی بات ہو کہ ماضی میں ہم رومنوں کا بھی ان ں کے ساتھ ٹکراؤ ہوتا رہا ہے۔ ہر موقع پر ان وحشی قبائل کے ہاتھوں ہمیں کست کا سامنا کرنا پڑا۔ کوئی ایک موقع بھی ایسا نہیں آیا کہ رومنوں نے ان پنے سامنے زیر کیا ہو اور اپنا مطیع اور فرمانبردار بنایا ہو۔ لیکن مسلمانوں کا معاملہ

اس سے بالکل اُلٹ ہے۔ وندالوں، گالوں اور وحشی بن قبائل کو اپنے پاؤں تلے روندنے کے بعد مسلمانوں کے سالار عقبہ بن نافع نے انہی وحشی صحرائی خانہ بدوش قبائل کا رخ کیا تھا اور حیرت کی بات ہے کہ پہلے ہی ٹکراؤ میں مسلمانوں نے ان قبائل کو بدترین شکست دی۔"

اس کے بعد آنے والے اس مخبر نے مسلمانوں کے ساتھ ان خانہ بدوش قبائل کے تین اطراف سے ٹکرانے، مسلمانوں کے ہاتھوں شکست اٹھانے، جنوب کی طرف بھاگنے مسلمانوں کے سالار رسقانہ کے آدمیوں کے جہازوں اور کشتیوں کو ساحل کی طرف بلانے اور ان وحشی قبائل کے سارے سامان پر قبضہ کرنے کے ساتھ ساتھ پھر جنوب کے صحرا میں مسلمانوں کے ان پر شب خون مارنے تک کی ساری تفصیل کہہ دی تھی۔

یہ تفصیل جان کر جسٹین اور گریگوری کے پہلے تو ہوش ٹھکانے نہ رہے تھے۔ اس موقع پر جسٹین نے اپنے پہلو میں بیٹھے گریگوری اور پولوس کی طرف باری باری دیکھا پھر کہنے لگا۔

"مسلمانوں سے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ وہ دشمنوں کے مقابلے میں تحفظ کی کڑی چٹان ثابت ہوتے ہیں اور عام لوگوں کے لئے عمل اور انسانیت کا گہوارہ بنتے ہیں۔ میں نے افریقہ کی سرزمینوں میں اپنے قاصدوں کے ذریعے یہ بھی سنا ہے کہ لوگ کہتے ہیں مسلمان گم شدہ بستیوں میں حیرت کے باب وا کرنے اور تغیر کے لمحوں کو وجود دینے لئے ان سرزمینوں کی طرف آئے ہیں اور میں یہاں قیام کے دوران خود دیکھ چکا ہوں کہ ان کی نیرنگی اعمال کا یہ عالم ہے کہ اندھے اندھیروں میں شرارے برق بن کر تیرگی بھر زندان نما صحنوں میں روشنیوں کے نگر آباد کر دیتے ہیں۔

جس وقت مسلمانوں نے ہم سے ارضِ شام کو چھینا تھا تب بھی ایسی افواہیں وہاں پھیلی تھیں اور لوگ وہاں بھی کہتے تھے کہ مسلمان رگِ گردوں میں شگاف پیدا کرنے، شعلہ زار بن کر بدی کی برف پگھلانے، لرزاں زندگی کو روشنی کا تحفظ عطا کرنے اور سرد راتوں کی بے کراں خاموشیوں میں اپنے رویوں کی شبنم سے دبی کچلی آدمیت کی صدیوں پیاس بجھانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ کیا میں یہ سمجھ لوں کہ مسلمانوں نے سلگتے تاریک اندھیروں میں روشنیوں کے نگر بنانے کا فن حاصل کر لیا ہے؟ یا اس پر یقین کر لوں کہ انہوں نے حرص کی لامحدود قوتوں کو لات مار کر فرامینِ خداوندی پر عمل کرنا سیکھ لیا ہے۔ میں کہنے والوں کی اس بات پر یقین کر لوں کہ پیاس کے صحرا میں مسلمانوں نے برتی

اپنے دشمنوں پر چھانے کی صناعی حاصل کر لی ہے یا یہ کہ دل کی لطیف و خوشگوار ں، سانسوں کی تھکن اور نگاہوں کے سکوت میں ان مسلمانوں نے جسموں کا تقدس ب، چہروں کا تبسم اور زیست کی اہم ترین منزل سمو کر تاروں کو کہکشاں کرنے کا ھ لیا ہے۔

ر میں اس بات کو تسلیم نہ کروں تو کیا میں یہ بات مان لوں کہ زمانے بھر کی جھلستی ں روح و جان کے ٹوٹتے رشتوں کو فراموش کر کے مسلمانوں کے گھوڑوں نے اپنے سامنے بساط کی طرح سمیٹ دینے کا ہنر سیکھ لیا ہے۔ یا میں اس بات پر لے آؤں کہ نظامِ وقت میں مسلمانوں نے اپنے دشمنوں کے لئے تارِ قفس کو گردن کا ہا سیکھ لیا ہے یا یہ کہ وہ سیاہ گوشۂ شب میں پریشان لوگوں کو مسحور کن اور کشف انگیز حر سیکھ چکے ہیں۔"

ہاں تک کہنے کے بعد جسٹین رکا، دم لیا اور اس کے بعد وہ انتہائی دُکھ بھرے انداز رہا تھا۔

"اس سے قبل مسلمانوں کے ہاتھوں ہمیں جتنی شکستوں کا سامنا کرنا پڑا ان ساری ں کا مجھے اتنا افسوس نہ تھا جتنا یہ سن کر مجھے دکھ ہوا کہ مسلمانوں نے وندالوں، گالوں ں کو کچل کر اور ان کی ساری عسکری قوت کو برباد کر کے بحرِ ظلمات کے کناروں تک ، کتامہ، مکناسہ اور مفرادہ قبائل کو بھی نہ صرف شکست دی بلکہ ان کی عسکری قوت کو ے خود ان کا بھی خاتمہ کر دیا۔ کیا یہ خبر ہمارے لئے دل شکن اور دکھ و افسوس کا ہیں ہے؟"

ہاں تک کہنے کے بعد جسٹین رُک گیا۔ وہ اُداس اور افسردہ ہو گیا تھا۔ اس موقع پر ی اور پولوس دونوں اُسے مخاطب کر کے کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن جسٹین اپنے اطب کر کے کہنے لگا۔

"اب اُن قاصدوں کو پیش کرو جو اردیہ کے بادشاہ کسیلہ کی طرف سے آئے ہیں۔"

وڑی دیر بعد حاجب نے اردیہ کے بادشاہ کسیلہ کے دو قاصدوں کو جسٹین اور ی کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔ جسٹین اور گریگوری تھوڑی دیر تک بڑے غور سے ان قاصدوں کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر جسٹین نے ان دونوں کو مخاطب کیا۔

"کسیلہ کی طرف سے آنے والو! کیا تم ہمارے لئے کوئی اچھا پیغام لے کر آئے ہو؟"

ٹین کے اس سوال پر دونوں قاصد ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرائے

پھر ان میں سے ایک بول اٹھا۔
”محترم جستنین! ہم اپنے بادشاہ کسیلہ کی طرف سے واقعی ایک بہت اچھا پیغام
کر آئے ہیں۔ دراصل ماضی میں آپ لوگوں کو ہمارے بادشاہ کسیلہ کی طرف سے ہ
یہ شکایت رہی کہ وہ کبھی بھی کھل کر مسلمانوں کے خلاف حرکت میں نہیں آیا۔ ہمارا با
چونکہ بظاہر اسلام قبول کر چکا تھا لیکن اندر ہی اندر اپنے پرانے دین پر قائم تھا۔ آج
کھل کر مسلمانوں کے خلاف آپ کا ساتھ اس لئے نہیں دے سکا کہ کہیں مسلمان آ
نظر انداز کرتے ہوئے اسے اپنا ہدف نہ بنالیں۔ کسیلہ کے پاس آپ کا ساتھ نہ دی
سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ آج تک مسلمانوں کے ساتھ آپ کے جس قدر ٹکراؤ ہو
ان میں غالب مسلمان ہی رہے۔ اس بناء پر کسیلہ کو یہ خطرہ تھا کہ اگر اس نے کھل
مسلمانوں کے خلاف آپ کا ساتھ دیا تو مسلمان تو پہلے ہی آپ لوگوں کو پے د
شکستیں دے رہے ہیں لہٰذا کسیلہ کو تو وہ لمحوں کے اندر روند کر رکھ دیں گے۔ اس ب
وہ مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آنے سے پہلوتہی کرتا رہا۔ لیکن اب وہ لمحہ آ گیا
کہ کسیلہ کھل کر مسلمانوں کے خلاف آپ کا ساتھ دینے کا تہیہ کر چکا ہے۔“

جب تک کسیلہ کا وہ قاصد بولتا رہا، جستنین اور گریگوری دونوں بڑے غور سے ا
طرف دیکھتے رہے۔ جب وہ دم لینے کے لئے رکا تب جستنین نے اسے مخاطب کیا۔
”کسیلہ کے قاصد! کھل کر کہو، وہ کون سا لمحہ آن پہنچا ہے جس کو مدِ نظر رکھتے ہ
کسیلہ اب کھل کر مسلمانوں کے خلاف ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ ہوا ہے؟“

”محترم جستنین! آپ جانتے ہیں مسلمانوں کا سالار عقبہ بن نافع اپنے بڑے
سالاروں کو لے کر مغرب کی طرف نکلا تھا۔“ قاصد نے بڑے غور سے جستنین اور گر
کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔ ”میرے خیال میں آپ لوگوں تک
خبریں پہنچ چکی ہوں گی کہ قیروان سے نکل کر عقبہ بن نافع نے وندالوں، گالوں اور
کو روند کر رکھ دیا اور اب وہ بحرِ ظلمات تک اپنی فتوحات کا سلسلہ پھیلا چکا ہے۔ وہاں
قدر جنگجو افریقن قبائل تھے ان سب کو مسلمانوں نے زیر کر لیا ہے۔ مقامی چار خانہ
قبیلوں سے مسلمانوں کو مالِ غنیمت کی صورت میں ڈھیر کے ڈھیر ملے ہیں۔ وہ لمحہ
ہمارے بادشاہ کسیلہ کو انتظار تھا وہ کچھ اس طرح آیا ہے کہ بحرِ ظلمات تک اپنی فتوحا
سلسلہ پھیلانے کے بعد اب مسلمانوں نے واپسی کا سفر شروع کیا ہے۔ ان کی یہ
انتہا درجہ کی غیر ذمہ دارانہ ہے۔ عقبہ بن نافع کے ساتھ جس قدر لشکر تھا وہ تین حصو

کیا گیا ہے۔ ایک حصہ عقبہ بن نافع، محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور دوسرے سالار لے
ی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ قیروان کا رخ کر رہے ہیں۔ جبکہ لشکر کے دو
ہیر بن قیس کی کمانداری میں ہیں۔ حنس بن عبداللہ اور کچھ چھوٹے سالار اس کے
ہیں۔ زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ کی نگرانی اور حفاظت میں چونکہ وہ سارا مالِ
ے ہے جو ان ساری فتوحات کے دوران مسلمانوں نے حاصل کیا ہے لہٰذا زہیر بن
اور حنس بن عبداللہ کی آگے بڑھنے کی رفتار انتہائی سست ہے۔ ان کے پاس
اری کے جانور ہیں، بڑے بڑے چھکڑے ہیں جو انہوں نے خانہ بدوشوں سے
کئے تھے اور وہ چھکڑے سامان سے لدے ہوئے ہیں اور انہیں اونٹ کھینچ رہے
ران کی رفتار بڑی کم ہے۔ کسیلہ چاہتا ہے کہ کھلے میدانوں اور صحرا کے اندر پہلے
ن نافع کے خلاف حرکت میں آیا جائے۔ عقبہ بن نافع اپنے لشکر کا تیسرا حصہ لے کر
ن کا رخ کر رہا ہے لہٰذا راستے میں ہی اس سے نمٹ لیا جائے۔ اس کا اور اس کے
در سالار اور لشکری ہیں ان کا کام تمام کر دیا جائے۔ جب عقبہ بن نافع کا خاتمہ کر
ے گا تو پھر باقی تین اہم مسلمانوں کے سالار رہ جائیں گے۔ زہیر بن قیس، حنس
اللہ اور صالح بن حریم۔ صالح بن حریم ایک لشکر کے ساتھ قیروان میں موجود ہے۔
ن نافع کے بعد ان تینوں کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی۔ اور پھر دوسری ضرب اس
لگائی جائے گی کہ عقبہ بن نافع، محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور ان کے چھوٹے
ں کا خاتمہ کرنے کے بعد صحرا کے اندر زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ کا انتظار کیا
گا جہاں عقبہ بن نافع پر حملہ آور ہو کر اس کا خاتمہ کیا جائے گا۔ زہیر بن قیس اور
بن عبداللہ کے بھی وہاں پہنچنے کا انتظار کیا جائے گا۔ جب وہ سامان سے لدے
باربرداری کے جانوران چھکڑوں کے ساتھ اس جگہ پہنچیں گے تو ان پر بھی ویسی ہی
لگائی جائے گی اور عقبہ بن نافع کی طرح ان کا بھی کام تمام کر کے جس قدر سامان
پاس ہے اس پر قبضہ کر لیا جائے گا۔“

اصد دم لینے کے لئے رکا، پھر وہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔
ہمارے بادشاہ نے یہیں تک اکتفا نہیں کیا کہ ہم دونوں کو اس منصوبہ سے آگاہ
کے لئے بھیجا ہے بلکہ اس نے اپنے کچھ قاصد زاب کی سلطنت کے بربر حکمران
ہ کے بادشاہ ایلکس کی طرف بھی روانہ کئے ہیں اور انہیں یہ پیغام بھیجا ہے کہ
ل پر آخری ضرب لگانے کے لئے وہ بھی تیار ہو جائیں اور اگر وہ ایسا کریں گے تو

مسلمانوں کے پاس جو ڈھیروں کی صورت میں مالِ غنیمت ہے اس میں وہ بھی پوری طرح حق دار ہوں گے اور ہمیں امید ہے کہ زاب کا حکمران اور قفصہ کا بادشاہ الیکس دونوں اس سلسلے میں ہمارے بادشاہ کسیلہ کا ساتھ دیں گے۔ اس طرح مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے ہمارے پاس ایک خاصی مضبوط اور مستحکم قوت ہو جائے گی۔''

یہاں تک کہنے کے بعد کسیلہ کا وہ قاصد جب خاموش ہوا تب کچھ دیر تک جسٹنین اور گریگوری مسکراتے ہوئے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے، پھر جسٹنین کسیلہ کے قاصدوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''تمہارے بادشاہ کسیلہ نے اب تک کے سارے شکوے اور ساری شکایتوں کو دھو کر رکھ دیا ہے۔ اس نے جو منصوبہ بندی کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس میں ہم پوری طرح کامیاب رہیں گے اور مسلمانوں کو ان سرزمینوں میں تباہ کر کے رکھ دیں گے۔ محترم اور عزیز مہمانو! آنے والی شب تک ہمارے ہاں آرام اور استراحت کرو۔ اگلے روز اپنے بادشاہ کسیلہ کی طرف جاؤ اور اُسے یہ پیغام دو کہ ایک دو روز تک ہمارا لشکر ہمارے سالار اعلیٰ لیو کی سرکردگی میں اس شاہراہ کا رخ کرے گا جو مغرب سے مشرق کی طرف آتے ہوئے قیروان کا رخ کرتی ہے۔ ہمارے کچھ مخبر تمہارے علاوہ قفصہ کے بادشاہ الیکس اور زاب کے بربر حکمران سے بھی رابطہ قائم کریں گے تا کہ ساری قوتیں یکجا ہو کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑیں اور ان کا قصہ تمام کر دیں۔''

جسٹنین یہاں تک کہنے کے بعد جب خاموش ہوا تب کسیلہ کا قاصد پھر بول اٹھا۔

''محترم جسٹنین! میں ایک بات کا انکشاف کرنا بھول گیا۔ وہ یہ کہ افریقہ کے بربروں کی ملکہ جراوہ بھی اب مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آ چکی ہے۔ ہمارے بادشاہ کسیلہ نے اس سے بھی رابطہ قائم کیا تھا اور ملکہ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ جب کسیلہ مسلمانوں پر ضرب لگانے کے لئے کوچ کرے گا تو اس کا ایک لشکر بھی مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے کسیلہ کے پہلو بہ پہلو میدانِ جنگ کا رخ کرے گا۔''

اس خبر نے جسٹنین اور گریگوری کو اور زیادہ خوش کر دیا تھا۔ اس کے بعد کسیلہ کے دونوں قاصدوں کو مہمان خانہ کی طرف بھیج دیا گیا تھا جبکہ وہیں بیٹھے بیٹھے جسٹنین اور گریگوری اپنے سالاروں کے ساتھ صلاح و مشورہ کرنے لگے تھے۔

دو روز بعد رومنوں نے ایک بہت بڑا لشکر اپنے سالارِ اعلیٰ لیو کی سرکردگی میں مسلمانوں پر حملہ آور ہونے اور کسیلہ اور الیکس کو زاب کے بادشاہ اور ملکہ جراوہ

یوں سے رابطہ قائم کرنے کے لئے روانہ کر دیا تھا۔

●●●

عقبہ بن نافع اور محمد بن اوس اپنے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ جب تہودہ کے مقام پر تو ایک تبدیلی اور انقلاب رونما ہوا۔ تہودہ کا یہ مقام قفصہ کے بادشاہ الیکس کی ت میں واقع تھا۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ تہودہ کے مقام پر دشمن قوتیں عقبہ بن نافع بن اوس کی راہ روک کھڑی ہوئیں۔ جو شاہراہ وہاں سے گزرتے ہوئے قیروان ف جاتی تھی اس شاہراہ کی کیفیت بڑی عجیب و غریب سی ہو گئی تھی۔ شاہراہ کے جانب اردیہ کے بادشاہ کسیلہ کے علاوہ بربروں کی ملکہ جراوہ کا لشکر تھا جبکہ شاہراہ ئیں جانب رومنوں کے علاوہ قفصہ اور زاب کے حکمرانوں کے عساکر تھے۔ گویا کے مقام پر دشمن قوتوں نے عقبہ بن نافع اور محمد بن اوس کے لشکر کو ایک طرح سے یا تھا۔

ب عقبہ بن نافع اور محمد بن اوس ان کے بیچ میں آئے تو وہ سمجھ گئے کہ دشمن ان کی کے گا اور ان پر بڑی خوف ناک ضرب لگائے گا۔ چنانچہ اپنے مختصر سے لشکریوں کو نے دو حصوں میں تقسیم کر لیا تا کہ دشمن سے نمٹا جا سکے۔

نگ کی ابتداء سب سے پہلے رومنوں کے سالار لیو نے کی۔ لیو نے اپنے لشکر کو بڑھایا۔ پھر وہ اسیرِ قفس و صیدِ ہوس کرتے غلیظ سوچوں کے خونی نشتروں اور قسمت ئوں میں ابتلاؤں اور آزمائشوں کے مراحل کھڑے کرتے آگ کے دہکتے انگاروں ح مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔

سری طرف سے کسیلہ اور ملکہ جراوہ کے لشکر بھی حرکت میں آئے اور وہ بھی تن بریدہ کرتی رسوائیوں کی تعبیروں، روشنیوں میں اندھیرے، صداقتوں میں کذب ت، مسکراتے چہروں پر مغموم کلفتیں پھیلاتے گناہوں اور جبر کی کھیتیوں کی آبیاری والوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

اب میں عقبہ بن نافع اور محمد بن اوس بھی حرکت میں آئے۔ چھوٹے سے لشکر کے ہوں نے اپنے آپ کو دفاع تک محدود نہیں رکھا، جارحیت پر اُترے۔ پہلے عقبہ بن اپنے کام کی ابتداء کی اور وہ صدیوں کے ٹھہرے سفر میں رختِ وفا کی روائتوں ل، کھنڈرات کی دہلیز پر ضرب لگاتی تیز سیلابی ہواؤں اور ویرانوں میں ان گنت پ کر پھوٹنے کی آوازوں کی طرح کسیلہ اور ملکہ جراوہ کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔

عین اُسی لمحہ محمد بن اوس نے بھی اپنے مختصر دستوں کے ساتھ اپنے کام کی ابتداء کی تھی۔ وہ سلگتی تنہائیوں میں غمِ حیات کی تلخیاں بڑھاتے بگولوں کے وحشی پن اور زندگی کو سزا بناتی اذیتوں کی بے روک یورشوں کی طرح رومنوں، قفقصہ کے لشکریوں اور زاب کی سلطنت کے دستوں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

تہودہ کے مقام پر اس طرح دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے وقت موت کا خمیر گوندھنے لگی تھی۔ ہر کوئی زندہ رہنے کی تگ و دو میں لگ گیا تھا۔ میدانِ جنگ انحطاط کے مارے کھنڈروں، طویل سفر آزما جنگ کی بھٹیوں کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ ہر لشکری ہر سالارِ زیست کے نامکمل خوابوں میں اپنی تقدیر کے بدترین نوشتے پڑھنے لگا تھا۔

رومنوں، زاب کے لشکریوں، قفقصہ کے بادشاہ کے دستوں، اردیہ کے بادشاہ کسیلہ اور ملکہ جراره کے لشکر کے سامنے عقبہ بن نافع اور محمد بن اوس کے لشکریوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ وقت کی ستم ظریفی کہ اس جنگ میں عقبہ بن نافع شاندار کارکردگی کا مظاہرہ کرتا ہوا اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اور مؤرخین لکھتے ہیں کہ تہودہ کے مقام پر لڑی جانے والی اس جنگ میں عقبہ بن نافع کے ساتھ تین سو کبار صحابہ اور تابعین بھی شہید ہوئے جبکہ دوسری طرف محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کو کچھ چھوٹے سالاروں اور لشکریوں کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا تھا۔

یہ جنگ عصر کے کافی دیر بعد لڑی گئی تھی۔ لہٰذا جنگ جب اپنے انجام کو پہنچی اس وقت سورج غروب ہو گیا تھا۔ محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور ان کے ساتھیوں کو گرفتار کرنے کے بعد گرفتار کرنے والوں نے ایک خیمے میں بند کر دیا تھا۔ خیمے کے اردگرد مسلح جوانوں کا کڑا پہرہ لگا دیا گیا تھا۔ جب فضاؤں کے اندر تاریکی پھیل گئی تب جس خیمے میں محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کو رکھا گیا تھا اس خیمے میں قفقصہ کا بادشاہ الیکس داخل ہوا۔ محمد بن اوس اور نعیم بن حماد اس وقت خیمے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ الیکس کو دیکھتے ہوئے اپنی جگہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ الیکس آگے بڑھا۔ بڑی عقیدت اور ارادت مندی سے اس نے باری باری محمد بن اوس اور نعیم بن حماد سے مصافحہ کیا، پھر اپنا ایک ہاتھ اس نے محمد بن اوس کے کندھے پر رکھا اور کہنے لگا۔

"ابنِ اوس! یہ مت خیال کیجئے گا کہ میں نے آپ کو نقصان پہنچانے یا ذاتی فوائد حاصل کرنے کے لئے گرفتار کیا ہے۔ کائنات کے خالق کی قسم جب آپ مجھ پر حملہ آور ہوئے تھے تو آپ نے میری جان بچائی تھی۔ میں نے آج آپ کو اس لئے گرفتار کیا تا کہ آپ کو محفوظ کروں اور مناسب موقع پر آپ کو رہا کر دوں۔ محترم ابنِ اوس! تاریکی پھیل گئی ہے اور رومن اردیہ کے بادشاہ کسیلہ، ملکہ جراره اور زاب کے سالار اس وقت اپنے زخمی ہونے والے لشکریوں کی دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ آپ کے خیمے سے باہر دو عمدہ گھوڑے کھڑے ہیں۔ آپ کے ساتھ آپ کے بہت سے لشکریوں کو بھی میرے آدمیوں نے اسیر بنا لیا ہے۔ ان کے لئے بھی سواریوں کا اہتمام کر دیا گیا ہے۔ میں نے اس جنگ میں حصہ کوئی فائدہ حاصل کرنے کے لئے نہیں لیا تھا۔ میں جانتا تھا کہ آپ اور عقبہ بن نافع چھوٹا سا ایک لشکر لے کر آ رہے ہیں تو میں یہ سمجھا کہ میں شاید اس جنگ میں حصہ لے کر آپ لوگوں کی کوئی خدمت کر سکوں۔ اب آپ وقت ضائع نہ کریں۔ خیمے سے باہر دو گھوڑے کھڑے ہیں۔ ان کے ساتھ پورا زادِ راہ، پانی کی چھاگل سب بندھے ہوئے ہیں۔ آپ لوگوں کے ہتھیار آپ کے پاس ہیں۔ اپنے گھوڑوں پر بیٹھ کر دائیں جانب جائیے۔ تھوڑا سا آگے جائیں گے تو آپ کے وہ لشکری بھی گھوڑوں پر سوار آپ کو ملیں گے۔ لہٰذا ان کے ساتھ آپ کسی محفوظ جگہ چلے جائیں۔ اس لئے کہ رومن اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے کے بعد ضرور آپ کو اور نعیم بن حماد کو تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس موقع پر میں آپ سے دکھ کے ساتھ یہ بھی کہوں کہ آپ کے سالارِ اعلیٰ عقبہ بن نافع اس ٹکراؤ میں شہید ہو چکے ہیں۔"

یہ خبر سن کر محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کی گردنیں جھک گئی تھیں۔ اس کے بعد الیکس کے کہنے پر وہ فوراً حرکت میں آئے، خیمے سے نکلے۔ باہر دو گھوڑے کھڑے تھے، ان پر سوار ہوئے اور انہیں ایڑ لگاتے ہوئے دائیں جانب سرپٹ دوڑا دیا تھا۔ وہ تھوڑا سا آگے گئے ہوں گے کہ جنگ کے دوران جو لشکری اسیر ہوئے تھے وہ بھی وہاں کھڑے ان کا انتظار کر رہے تھے۔ لہٰذا محمد بن اوس اور نعیم بن حماد انہیں لے کر رات کی تاریکی میں اِدھر اُدھر پھیلے ریت کے ٹیلوں کے اندر روپوش ہو گئے تھے۔ مؤرخین، خصوصیت کے ساتھ ابنِ خلدون وضاحت کے ساتھ لکھتا ہے کہ کس طرح قفقصہ کے بادشاہ الیکس نے محمد بن اوس اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کیا اور پھر انہیں آزاد بھی کر دیا تھا۔

سارے زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے کے بعد دشمن قوتوں کے سارے سالار ایک جگہ جمع ہوئے۔ ان میں لیو، اردیہ کا حکمران کسیلہ، بربر سالار برانس جو اپنے پورے لشکر کے ساتھ کسیلہ کے لشکر کے ایک حصے کے طور پر کام کر رہا تھا، ملکہ جراره کا سپہ سالار، زاب کی سلطنت کا سپہ سالار اور قفقصہ کا بادشاہ الیکس سب شامل تھے۔

جب یہ سب ایک جگہ جمع ہو گئے تب رومنوں کے سالار لیو نے اُنہیں مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم نے پہلی بار ان سرزمینوں میں مسلمانوں کو بدترین شکست دی ہے اور محترم کسیلہ نے مجھے یہ بھی بتا دیا ہے کہ اس جنگ میں مسلمانوں کا سپہ سالارِ اعلیٰ عقبہ بن نافع مارا جا چکا ہے اور کسیلہ اس کی لاش کو بھی دیکھ چکا ہے۔ اب میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ عقبہ بن نافع کا نائب محمد بن اوس بھی عقبہ بن نافع کے ساتھ تھا۔ کیا اس کی لاش کو کسی نے دیکھا یا وہ بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا ہے؟ اس لئے کہ میں نے یہ بھی دیکھا کہ کچھ مسلمان لشکری اپنی شکست کو دیکھتے ہوئے اِدھر اُدھر فرار بھی ہو گئے تھے۔"

لیو جب خاموش ہوا تب برانس بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"کیا ہمارے لئے یہی کافی نہیں کہ مسلمانوں کا سپہ سالار عقبہ بن نافع اس جنگ میں کام آ چکا ہے۔ اب محمد بن اوس ہمارے لئے کسی خطرے کا باعث نہیں بن سکتا۔ اس لئے کہ ہم سے ٹکرانے کے لئے اس کے پاس لشکر ہی نہیں ہے۔ لشکر کے دو حصے اس وقت زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ کے پاس ہیں جو مالِ غنیمت کے ڈھیر لے کر اسی سمت آ رہے ہیں۔ اس موقع پر میں آپ لوگوں سے یہ گزارش کروں گا کہ ہمیں اپنا پڑاؤ یہاں سے اُٹھا لینا چاہئے۔ یہاں جگہ جگہ مسلمانوں کی لاشیں بکھری پڑی ہیں۔ ہمارے جو لشکری جنگ میں کام آئے ہیں ان کی لاشیں بھی پڑی ہوئی ہیں۔ اس بناء پر یہاں لشکر کے ساتھ قیام کرنا مناسب نہیں۔ میرے خیال میں لگ بھگ پانچ میل آگے جا کر پڑاؤ کرنا چاہئے اور پھر زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ کی آمد کا انتظار کرنا چاہئے۔

لشکر کی ترتیب اس طرح رکھنی چاہئے کہ جو شاہراہ قیروان کی طرف آتی ہے اس کے دائیں جانب رومنوں، زاب کی سلطنت اور قفصہ کے بادشاہ کے لشکر متعین ہو جائیں گے جبکہ شاہراہ کی بائیں جانب محترم کسیلہ اور ملکہ جرارہ کا سپہ سالار گھات لگا لیں گے۔ جونہی زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ مالِ غنیمت کے ڈھیر لے کر وہاں سے گزریں گے تو ایک طرف سے ہم اور دوسری طرف سے آپ حملہ آور ہو جائیے گا۔ ایسی صورت میں زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ کا وہی حشر و نشر ہو گا جو اس سے پہلے ان کے سالارِ اعلیٰ عقبہ بن نافع کا ہو چکا ہے۔"

برانس جب خاموش ہوا تب لیو نے وہاں سب جمع ہونے والوں کو مخاطب کر کے کہنا

...روع کیا۔

"میں برانس کی اس تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں۔ آپ لوگوں میں سے ...س کو اس کے خلاف کوئی اعتراض ہو تو بولے۔"

جب سب نے برانس کی اس تجویز سے اتفاق کیا تو رومنوں، کسیلہ، برانس، ملکہ ...رارہ اور دیگر قوتوں کے متحدہ لشکر نے وہاں سے کوچ کیا۔ مزید مغرب کی طرف گئے۔ ...گ بھگ پانچ میل آگے گئے اور پھر مغرب کی طرف سے قیروان کی طرف آنے والی ...شاہراہ کے دونوں جانب اُنہوں نے پڑاؤ کر لیا تھا۔

◎......◎

★★★

میدانِ جنگ سے دور جا کر محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نے اپنے ساتھیوں کو بلند ٹیلوں کے درمیان روکا۔ جس وقت محمد بن اوس نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اسے روکا تھا اس کے ساتھ ہی نعیم بن حماد بھی رک چکا تھا اور اس کے ساتھ ہی ان کے پیچھے آنے والے سارے ساتھیوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں کھینچ لی تھیں۔ اس موقع پر محمد بن اوس کچھ دیر تک گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے نعیم بن حماد بیچارہ دُکھی اور افسردہ ہو گیا تھا۔ اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر نزدیک گیا، محمد بن اوس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

''ابنِ اوس! آپ کو اس طرح سوچوں میں ڈوبا دیکھنا کم از کم میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔ کیا.......''

نعیم بن حماد اپنی بات مکمل نہ کر سکا۔ اس لئے کہ دُکھ بھرے انداز میں محمد بن اوس بول اٹھا تھا۔

''ابنِ حماد! میں جب یہ سوچتا ہوں کہ عقبہ بن نافع اس ٹکراؤ میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں تو یوں جانو میرے خون کے اندر چنگاریاں بھڑک اُٹھتی ہیں۔ یہ خبر، یہ حادثہ میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔''

محمد بن اوس کے ان الفاظ پر نعیم بن حماد بھی اُداس ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ محمد بن اوس سنبھلا اور نعیم بن حماد کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے بھائی! اپنے دو ساتھیوں کو قیروان کی طرف بھجواؤ۔ وہاں میری طرف سے صالح بن حریم اور سقانہ دونوں کو پیغام بھجواؤ کہ قیروان کی حفاظت کے لئے صرف چند دستے وہاں رہنے دے۔ صالح بن حریم قیروان کے اندر ہی قیام کرے جبکہ باقی لشکر لے کر سقانہ یہاں ہمارے پاس پہنچ جائے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس رکا، اس کے بعد دوبارہ وہ دُکھ بھرے انداز میں کہہ رہا تھا۔

''ابنِ حماد! ہم اپنے سالار سے تو ہاتھ دھو بیٹھے۔ ہمارے بہت سے لشکری بھی موت کے گھاٹ اُتر چکے ہیں۔ کچھ نے میدانِ جنگ سے فرار بھی حاصل کیا ہے۔ میرے خیال میں جو اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے ہیں بہت جلد ہم سے آن ملیں گے۔ ساتھ ہی اپنے ساتھیوں کو میدانِ جنگ کی طرف بھیجو۔ انہیں کہو کہ بڑی رازداری سے اس طرف آس پاس اگر ہمارے منتشر لشکری ہوں تو اُنہیں اس طرف بھگا لائیں۔''

نعیم بن حماد فوراً حرکت میں آیا اور محمد بن اوس کے کہنے پر اس نے کچھ قاصد قیروان کی طرف روانہ کر دیئے۔ پھر اپنے کچھ ساتھیوں کو بڑی رازداری کے ساتھ میدانِ جنگ کا جائزہ لینے اور وہاں بکھرے اور منتشر ساتھیوں کو اپنی طرف بلانے کے لئے روانہ کر دیا تھا۔

دوسری طرف دشمن کے سارے لشکریوں کے مغرب کی طرف چلے جانے کے بعد شکست خوردہ مسلمان لشکری جو صحرائی ٹیلوں کے اندر اِدھر اُدھر بکھر کر اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہو گئے تھے جب انہیں خبر ہوئی کہ دشمن اب اپنے پورے لشکر کو سمیٹتا ہوا مغرب کی طرف چلا گیا ہے تب وہ ریت کے ٹیلوں کی اوٹ سے نمودار ہوئے۔ اس جگہ جہاں جنگ ہوئی تھی۔ پھر سب مل کر میدانِ جنگ میں کام آنے والے اپنے ساتھیوں کی لاشوں کو سنبھالنے لگے تھے۔ اس موقع پر ایک جواں سال بربر جس کے لئے یہ سانحہ ناقابل برداشت تھا، ریت کے ایک ٹیلے پر بیٹھ کر درد بھرے انداز میں اپنی قوم کی شکست کا اور عقبہ بن نافع کے مارے جانے پر نوحہ کہہ رہا تھا۔ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا اس کا لب لباب کچھ اس طرح تھا:۔

''تُو ہمارے لئے وادی، صحرا، بیابان، جنگل، بستی، شہر، دیولاخوں، کھنڈروں میں صبر و عزم کا اُجالا، فتوحات کا شیر، کامیابی کی سحر کی کرن، روشنی کا کھولتا سمندر اور چاند کے فسوں کی مانند تھا۔

قدرت نے تجھے افریقہ کی ان سرزمینوں میں دشت میں فصل اُگانے ریت میں پھول کھلانے کے لئے پیدا کیا تھا۔ تُو ہمارا وہ سالار تھا جو بہتے پانی کے بہاؤ کی مخالف سمت بھی ہمارے لئے گوہر تلاش کرتا رہا۔ تُو اپنی قوم کے افراد کا پاسبان، ملت کے حاصل کا محافظ تھا۔

تُو ہمارے لئے خزاں کی مانند پیڑوں، سوکھی بے بہار گھاس کے لئے ابرِ نیساں اور

فطرت کے تقاضے پورے کرتی سورج کی کرنوں کی چمک تھا۔ تُو ہر ٹکراؤ، ہر معرکے میں درد و کرب پھیلاتے برق کے کوندوں کی طرح خم ٹھونک کر دشمن کے مقابل آیا۔

اپنے وطن، اپنے دین، اپنے لشکریوں کی حفاظت تیری زندگی کا مقصد تھا۔ تیرے لئے پھولوں کے ڈھیر ہمارے لئے کانٹوں کے نشتر اور شبنم شعلہ بن جائے گی۔ تیرے بعد قلب کی تیرگی، عقل کی کج روی، ذہن کی مفلسی، جفا بدوش لوگ ہم پر چڑھ دوڑیں گے۔ تُو میدانِ جنگ میں دشمنوں کے لئے آتش فشانی لاوے کی بے روک یورش، تنگ دستی کا تشنج، آگ کا کھولتا لاوا، دھیرے دھیرے پھیلتا بنجر اور آگ اُگلتی دوپہر کی مانند تھا۔ تُو نے ہماری جرأت مندی، ہماری دلیری کو لاشعور سے نکال کر اسے شعور کا جامہ دیا۔ قضا کے جھکڑوں کی روشنی میں ناگ کی طرح پھن پھیلائے دشمن کے سامنے تُو موت و قضا کا لمحہ ثابت ہوا۔ تیرے بعد ہمارے دلوں کے پھول افسردہ، ہمارے ذہن کی کلیاں نڈھال رہیں گی۔

تیرے بعد نفرتوں کے تازہ لمحے تیری توقیر چھین کر ہمارا وقار اُچک کر ہماری شہرتوں کو عداوتوں کے منظروں کے سامنے لا کھڑا کریں گے۔ کاش! دشمن کی متحدہ قوت کے سامنے ہم تیری حفاظت و پاسبانی کرنے میں کامیاب ہوتے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ بربر مغنی خاموش ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ اس کی آواز ڈوب گئی تھی اور ہر سننے والے کی سماعت کو اس کی سسکیاں و ہچکیاں سنائی دینے لگی تھیں۔

میدانِ جنگ کے اندر وہ مسلمان لشکری ابھی اپنی لاشوں کو ریت کے ٹیلوں کے پاس دفن ہی کر رہے تھے کہ رات کی گہری تاریکی میں دو گھڑ سوار ان کے پاس پہنچے۔ انہیں دیکھ کر پہلے تو وہ مسلمان لشکری خوف زدہ ہوئے۔ جب وہ نزدیک آئے تو وہ انہیں پہچان گئے۔ ان کی آمد پر سب ان کے اردگرد جمع ہو گئے تھے۔ پھر ان میں سے ایک ان سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے عزیز بھائیو! یہاں بیٹھ کر وقت ضائع نہ کرو۔ ہمارے ساتھ آؤ۔ تم سب کو امیر محمد بن اوس نے بلایا ہے۔ اس لئے کہ وہ دشمن کے خلاف ایک نئے انداز میں حرکت میں آنا چاہتا ہے۔ اس نے قیروان سے بھی اپنی مدد کے لئے ایک لشکر طلب کر لیا ہے۔ اور مجھے اُمید ہے کہ بہت جلد سقانہ ایک لشکر لے کر محمد بن اوس کے پاس پہنچ جائے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ آنے والا جب خاموش ہوا تب جو لشکری وہاں اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے ان میں سے ایک بڑی حیرت اور تجسس کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"کیا امیر محمد بن اوس زندہ ہیں؟ ہم تو ان علاقوں میں ان کی لاش تلاش کر رہے
"

...نسوس......

...شخص کو کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لئے کہ آنے والا پھر بول اٹھا۔

...وقت ضائع نہ کرو۔ امیر محمد بن اوس ہی نہیں، امیر نعیم بن حماد بھی زندہ ہیں۔ ان ...ان کے کچھ چھوٹے سالار بھی ہیں۔ کیا تمہارے لوگوں کے پاس تمہاری ...ہیں؟"

...پر وہی شخص پھر بولا۔ کہنے لگا۔ "یہ جو دائیں جانب ریت کے ٹیلے ہیں، ان کے ...ے گھوڑے کھڑے ہیں۔"

...پر آنے والا خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"اگر یہ بات ہے تو پھر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو اور ہمارے ساتھ چلو۔"

...اب میں وہ سب لشکری حرکت میں آئے اور اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ پھر ...الے ان دو سواروں کے ساتھ وہ محمد بن اوس کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

●●●

...یکا صبح سویرے اپنی حویلی میں پھل دار پودوں کو پانی دے رہی تھی کہ حویلی میں ...کے انداز میں فلورنس اور مارینا داخل ہوئی تھیں۔ انہیں اس طرح آتے دیکھ کر ...ی تھی۔ اس کے ہاتھ میں جو پانی کا برتن تھا وہ اس نے ایک طرف رکھ دیا۔ اتنی ...فلورنس اور مارینا بھاگتی ہوئی اس کے قریب آ گئی تھیں۔ پھر فلورنس نے گھبرائی ...تقریباً روتی ہوئی آواز میں سنیکا کو مخاطب کیا۔

...سنیکا! تم نے کچھ سنا؟ امیر عقبہ بن نافع شہید ہو گئے ہیں۔"

...بر سن کر سنیکا بھونچکی سی رہ گئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ لگتا تھا اس سے ...ن، اس کا شعور تک چھین لیا گیا ہو۔ کچھ دیر تک وہ سہمی سہمی سی گم صم کھڑی رہی۔ ...لے حویلی میں عمیر بن صالح بھی داخل ہوا تھا۔ آخر سنیکا سنبھلی اور عمیر بن صالح ...ب کر کے کہنے لگی۔

...ائی! ابھی تھوڑی دیر پہلے فلورنس نے کہا کہ امیر عقبہ بن نافع شہید ہو گئے ہیں کیا ...ت ہے؟"

...ب میں عمیر بن صالح کہنے لگا۔

...یری عزیز بہن! پہلے ہمارے ساتھ دیوان خانے میں چلو۔ اس کے بعد میں تمہیں

سب تفصیل بتاتا ہوں۔"

سیکا چپ چاپ دیوان خانے کی طرف ہو لی تھی۔ فلورنس، مارٹینا اور عمیر بن صالح بھی اس کے پیچھے تھے۔ جب سب دیوان خانے میں بیٹھ گئے تب عمیر بن صالح نے بحر ظلمات کے آس پاس وحشی قبائل کو شکست دینے اور ڈھیروں مالِ غنیمت ہاتھ لگنے کے بعد عقبہ بن نافع، محمد بن اوس، نعیم بن حماد کے ہراول کے طور پر قیروان کی طرف بڑھنے، راستے میں رومنوں، کسیلہ، برانس اور دیگر قوتوں کے ساتھ ٹکراؤ ہونے، عقبہ بن نافع کے جنگ کے دوران شہید ہونے، محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کی گرفتاری اور پھر آزادی تک کے سارے واقعات تفصیل کے ساتھ کہہ دیئے تھے۔

یہ تفصیل جان کر تھوڑی دیر تک سیکا گہری سوچوں میں کھوئی رہی، پھر دکھ بھرے انداز میں کہنے لگی۔

"امیر عقبہ بن نافع تو ہمارے لئے فطرت کی سچائی میں امن و محبت کا پیغام، خواب بنتی راتوں میں موج در موج شادمانی کی دھیمی دھیمی رم جھم پھوار کی طرح تھے۔ ان کے بعد سوالوں کے انبار، بے ثمر کرنے والے رویے ہم پر ٹوٹ پڑیں گے۔ دشمن چاروں طرف سے دل فگار اور دل خراش خواری اور خرابی، دارو گیر اور پکڑ دھکڑ کے جذبوں سے لیس ہو کر تاریکی کے بکھرتے طوفانوں کی طرح ہم پر ضرب لگانا شروع کر دیں گے۔ عقبہ بن نافع یقیناً اپنوں کے لئے صحنوں میں کھلے خوشبو بھرے پھولوں، ہوا کے نوزائیدہ جھونکے کی مانند تھے جبکہ ہمارے دشمنوں کے لئے وہ طوفاں بدوش قضاء کا پیغام، جسموں کے چیتھڑے اُڑاتے زمان و مکان کی نادیدہ یورش تھے۔

کاش! وقت کا کوئی بھیدی یہ کہہ دے کہ امیر عقبہ بن نافع ابھی زندہ ہیں اور جلد پیاس کا صحرا بن کر وہ دشمن کے کار سیاہ پر ضرب لگائیں گے۔ کاش! قضا و قدر کا کوئی کارکن یہ کہہ اُٹھے کہ امیر عقبہ بن نافع عنقریب نمودار ہوں گے اور دشمنوں کے گناہ کے اندھیرے جنگل میں خزاں پوش کڑے وقت کی طرح داخل ہو جائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سیکا کی گردن جھک گئی تھی۔ اُداس اور افسردہ ہو گئی تھی۔ آنکھوں میں نمی اُتر آئی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ سنبھلی، پھر بڑے غور سے عمیر بن صالح کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

"ابنِ صالح! میرے بھائی! میرا دل رکھنے کے لئے مجھ سے کوئی چیز نہ چھپانا۔ میرے بھائی! یہ بتاؤ کیا میرے شوہر زندہ ہیں؟ اس لئے کہ وہ بھی تو امیر عقبہ بن نافع کے

ساتھ تھے۔ اور کیا یہ سچ ہے کہ وہ دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور پھر آزادی حاصل کرنے میں کامیاب ہو چکے ہیں؟"

سیکا جب خاموش ہوئی تب عمیر بن صالح بڑے غور سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"سیکا میری بہن! کیا اس سے پہلے کبھی میں نے آپ کے سامنے جھوٹ کہا ہے؟"

سیکا نے جب نفی میں گردن ہلائی تب عمیر بن صالح پھر بول اٹھا۔

"جو کچھ میں نے کہا ہے یوں جانو اس میں ذرّہ برابر بھی جھوٹ کا شائبہ نہیں۔ جو کہا وہ سچائی اور حقیقت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امیر عقبہ بن نافع جنگ میں ...م آ چکے ہیں۔ لیکن اپنے سارے شکست خوردہ لشکریوں کو امیر محمد بن اوس اور نعیم بن ...نے صحرا کے اندر جمع کر لیا ہے۔ تھوڑی دیر پہلے ان کے دو قاصد شہر میں داخل ہوئے ...ان کے نام امیر محمد بن اوس نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ صالح بن حریم چھوٹے سے لشکر ...ساتھ قیروان ہی میں مقیم رہے۔ جبکہ باقی لشکر کو سقانہ کی سرکردگی میں امیر کی طرف ...نہ کر دیا جائے۔ اس لئے کہ امیر اب دشمن پر فیصلہ کن ضرب لگائیں گے۔ آنے والوں ...نے بھی بتایا ہے کہ دشمن کی ساری قوتیں جس جگہ پہلے جنگ ہوئی تھی اس سے پانچ میل ...گھات لگا رہی ہیں۔ کیونکہ زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ مالِ غنیمت کے ڈھیر ...لا رہے ہیں۔ دشمن اب اُن پر حملہ آور ہو کر نہ صرف اُن کا خاتمہ کرنا چاہتا ہے بلکہ ...مال ان مسلمانوں کے ہاتھ لگا ہے وہ بھی ان سے چھیننا چاہتا ہے۔ جبکہ امیر محمد بن اوس ...نعیم بن حماد یہ ارادہ کر چکے ہیں کہ وہ دشمن قوتوں کو ایسا نہیں کرنے دیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد عمیر بن صالح تھوڑی دیر کے لئے رکا۔ اس کے بعد سیکا اور ...ل پر باری باری ایک نگاہ ڈالی اور اُنہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سیکا اور فلورنس! میری دونوں بہنو! جو کچھ میں کہنے لگا ہوں غور سے سننا۔ اس میں ...نہیں کہ امیر محمد بن اوس دشمن پر ضرب لگانے کے لئے بالکل تیار اور مستعد دکھائی ...رہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ہمارے لئے حالات ابتر بھی ہو سکتے ہیں۔ میری ...مانو اگر قیروان شہر اور یہاں کے مکینوں کے لئے کوئی برا اور کڑا وقت آئے اور ...تم سنو کہ قیروان کے آسمان پر اس بات کے بادل چھانے لگے ہیں تو دونوں بہنیں فی ...اپنی حویلی سے نکل کر میرے ہاں آنا۔ اس لئے کہ میری رہائش کے عقب میں ...ہے اس کے نیچے تہہ خانے میں بظاہر یہی لگتا ہے کہ وہ یونہی سا ویران، بوسیدہ

مکان ہے لیکن اس کی اہمیت سے عقبہ بن نافع، محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور دیگر کچھ سرکردہ سالار واقف تھے۔ اس مکان کے نیچے جو تہہ خانے ہیں ان تہہ خانوں کا ایک راستہ میری رہائش گاہ کے اصطبل میں کھلتا ہے۔ دوسرا راستہ اس مکان کے بیرونی دروازے کے پاس نکلتا ہے۔ یہ بات میں اپنی دو بہنوں سے اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اگر برا وقت آ جائے تو آپ فلورنس، ماریٹنا اور رولسن کے ساتھ اس مکان میں پناہ لے سکتی ہیں۔ اگر اس شہر پر کوئی برا وقت آتا ہے تو عام لوگوں کو تو اتنا بڑا خطرہ نہیں ہوگا۔ رومن! ان کے حواری آپ، فلورنس، ماریٹنا اور رولسن کو حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور جب آپ چاروں اس تہہ خانے میں چلے جائیں گے تو کوئی آپ پر ہاتھ نہیں ڈال سکے گا۔ اب آپ تینوں بہنیں بیٹھ کر آپس میں گفتگو کریں۔ فکر مندی کی کوئی بات نہیں ہے۔ میں ذرا صالح بن حریم کی طرف جاتا ہوں۔ اس لئے کہ جو لشکر یہاں سے ابھی تھوڑی دیر تک سقانہ کی سرکردگی میں جائے گا، اس کے ساتھ میرے کچھ مخبر بھی جائیں گے جو دشمن کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھتے ہوئے امیر محمد بن اوس کو ان کی کارگزاری اور ان کے محل وقوع سے آگاہ کرتے رہیں گے۔“

اس کے ساتھ ہی عمیر بن صالح وہاں سے اٹھا اور دیوان خانے سے نکل گیا تھا۔

●●●

رومنوں، کسیلہ، برانس کے علاوہ زاب اور قفصہ کے لشکریوں نے جہاں عقبہ بن نافع سے ٹکراؤ ہوا تھا اس سے پانچ میل آگے قیروان کی طرف آنے والی شاہراہ کے دائیں بائیں پڑاؤ کر لیا تھا۔

ایک رات جبکہ کسیلہ اپنے خیمے میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا، خیمے میں بربروں کا سالار برانس داخل ہوا۔ اس کی آمد پر کسیلہ بڑا خوش ہوا تھا۔ اپنے پہلو میں ایک نشست پر ہاتھ مار کر برانس کو بیٹھنے کا اشارہ دیا۔ برانس جب بیٹھ گیا تو اس نے کسیلہ کو مخاطب کیا۔

”میری طرف ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ کا ایک آدمی گیا تھا۔ اُس نے کہا کہ آپ نے مجھے بلایا ہے۔“

کسیلہ نے جواب میں گردن ہلائی، کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”برانس! میں نے تمہیں ایک انتہائی اہم معاملے کے لئے بلایا ہے۔ دیکھو! عقبہ بن نافع اور اس کے ساتھ جو اس کے لشکری تھے ان کا تو ہم کام تمام کر چکے ہیں۔ اب ان علاقوں میں مسلمانوں کی طاقت و قوت منتشر ہو چکی ہے۔ اگر ہم زہیر بن قیس اور حنس

نا عبداللہ پر ضرب لگا کر ان کا بھی خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو جو علاقے ں وقت مسلمانوں کے پاس ہیں ان علاقوں پر میرا اور تمہارا قبضہ ہونا چاہئے اور جو سامان ہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ لے کر آ رہے ہیں ان میں سے میرا اور تمہارا آدھا حصہ نا چاہئے۔ پہلے یہ بتاؤ کہ جو کچھ میں نے کہا ہے، درست ہے؟“

برانس نے اس موقع پر تیز نگاہوں سے کسیلہ کی طرف دیکھا پھر کہنے لگا۔

”بالکل درست ہے۔ اس میں شک کا کوئی شائبہ ہی نہیں ہے۔ پر کھل کر کہیں، آپ ان سے خدشات کا اظہار کرنا چاہتے ہیں؟“

جواب میں کسیلہ نے کچھ سوچا پھر کہنے لگا۔

”برانس! اس سے پہلے میں نے تم پر انکشاف نہیں کیا لیکن میں نے اپنے مخبر منوں کے اندر پھیلا رکھے ہیں اور مجھے یہ خبریں بھی آنا شروع ہو گئی ہیں کہ رومن لمانوں کے خلاف فتح حاصل کرنے کے بعد سارے فوائد سے خود ہی مستفید ہونا پسند یں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد کسیلہ جب خاموش ہوا تو غصہ اور غضب ناکی میں برانس پ اٹھا۔ کہنے لگا۔

”ان رومنوں کی ایسی تیسی۔ یہ جاہل اور بزدل قوم اس سے پہلے بار بار مسلمانوں ہاتھوں پٹتی رہی۔ جب سے عقبہ بن نافع ان سرزمینوں میں داخل ہوا ہے تب سے ڈھیٹ قوم کو ان گنت بار مسلمانوں نے روندا ہے، انہیں رگیدا اور ذلت آمیز شکستیں ۔ اب اگر اس ٹکراؤ میں مسلمان زیر ہوئے ہیں تو یہ میری اور آپ کی کوششوں کی وجہ ہے۔ اگر اس موقع پر میں اور آپ رومنوں کا ساتھ نہ دیتے تو یقیناً عقبہ بن نافع اور بن اوس رومنوں کے سالار لیو کو کنگال کر کے رکھ دیتے۔ یہ ہماری ہی طاقت و قوت تھی کی بناء پر عقبہ بن نافع اور محمد بن اوس کو رومن شکست دینے میں کامیاب ہوئے۔ نا ذرا اپنے ماضی کی طرف جھانکتے۔ کتنی بار وہ مسلمانوں سے ٹکرائے۔ انفرادی ں کا بھی اہتمام کیا، بڑے بڑے اعلیٰ پائے کے تیغ زن لے کر آئے جن میں کی اور ٹریسلر بھی تھے۔ لیکن ان کو محمد بن اوس نے کاٹ کر رکھ دیا تھا۔

محترم کسیلہ! ان سرزمینوں میں مسلمانوں کی قوت کے خاتمے کے بعد اگر رومنوں یرے اور آپ کے ساتھ ناانصافی سے کام لینے کی کوشش کی تو آپ کے جذبات کی بے خبر نہیں پر میں آپ سے کہتا ہوں کہ میں ان صحراؤں کے اندر رومنوں کے خلاف

چھاپہ مار جنگ کی ایسی ابتداء کروں گا کہ رومن میرے سامنے ہاتھ جوڑیں گے کہ میں ان کے خلاف یلغار ترک کر دوں۔ میں آپ پر انکشاف کروں کہ میں رومنوں کو اپنا حق کھانے کی اجازت نہیں دوں گا۔"

برانس جب خاموش ہوا تب کسیلہ مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"برانس! تمہارا کہنا درست ہے اور میں تم سے پوری طرح اتفاق کرتا ہوں۔ دیکھو! عقبہ بن نافع مارا جا چکا ہے اور اس کے مرنے کے بعد مسلمانوں کی طاقت میں ضعف آ چکا ہے۔ اب جبکہ زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ مالِ غنیمت سے لدے پھندے آ رہے ہیں، اگر ہم ان کا بھی خاتمہ کر کے سارے مال پر قبضہ کر لیتے ہیں تو پھر یاد رکھنا ان علاقوں میں مسلمانوں کی نہ صرف طاقت و قوت ختم ہو جائے گی بلکہ ان کے علاقوں کی حفاظت کرنے والا بھی کوئی نہیں رہے گا۔ لہٰذا ان کے علاقوں پر میرا اور تمہارا حق ہو گا۔ میرے بھائی! میں یہ مسئلہ تمہارے ساتھ اس لئے پہلے سے طے کر لینا چاہتا ہوں تاکہ میرے اور تمہارے درمیان اتفاق اور یکجہتی رہے اور اگر ضرورت پڑے تو ہم دونوں مل کر رومنوں کے خلاف حرکت میں آ سکیں۔ اس موقع پر میں تم سے یہ بھی کہنا پسند کروں گا کہ اگر تم برا نہ مانو تو جب مسلمانوں کی طاقت ان علاقوں میں ختم ہو جائے تو قیروان شہر میرے تسلط میں ہونا چاہئے۔"

کسیلہ جب خاموش ہوا تب برانس کچھ دیر مسکراتا رہا، پھر کہنے لگا۔

"کسیلہ! میں آپ کی اس تجویز سے پوری طرح متفق ہوں۔ جہاں تک عقبہ بن نافع کا تعلق ہے وہ ختم ہو چکا ہے۔ محمد بن اوس، نعیم بن حماد کے متعلق ابھی ابہام ہے۔ میرا اپنا اندازہ ہے کہ عقبہ بن نافع کے ساتھ وہ دونوں بھی جنگ میں کام آ چکے ہیں۔ اس لئے کہ ہم نے اندھیرے میں مرنے والے مسلمانوں کی لاشوں کا جائزہ ہی نہیں لیا۔ اور اگر محمد بن اوس اور نعیم بن حماد بھاگنے میں کامیاب بھی ہو چکے ہیں تب بھی وہ ہمارے لئے بے ضرر ہیں۔ اس لئے کہ وہ دونوں اکیلے کچھ نہیں کر سکتے۔ ہاں ہمارے سامنے فی الوقت بس ایک ہی رکاوٹ ہے اور وہ زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ کی طاقت ہے۔ اگر ان دونوں کو ہم اپنے سامنے زیر کر کے اور ان کا خاتمہ کر کے سارے مال پر قبضہ کر لیتے ہیں تو مال میں سے آدھا حصہ میں اور آپ لے کر رہیں گے۔ اس کے بعد قیروان شہر آپ کا ہو گا۔ لیکن الجیم اور آس پاس کے کچھ علاقے میری ملکیت میں ہوں گے اور مجھے امید ہے کہ جس طرح میں قیروان پر آپ کے قبضہ کے خلاف کوئی دعویٰ کھڑا نہیں

گا اسی طرح آپ بھی الجیم اور دوسرے علاقوں پر میری ملکیت کے حق کو تسلیم گے۔"

کسیلہ مسکرایا اور کہنے لگا۔

"میں تمہارے اس حق کو تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ کے بھی مسلمانوں کی ایک اور قوت ہے جس سے ہمیں نبرد آزما ہونا ہو گا اور وہ صالح یم اور سقانہ ہیں۔ ان دونوں نے قیروان میں قیام کر رکھا ہے اور ان کے پاس ایک ی ہے......"

کسیلہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کی بات کاٹتے ہوئے برانس بول اُٹھا۔

"کسیلہ! میرے محترم! عقبہ بن نافع، محمد بن اوس، نعیم بن حماد، حنس بن عبداللہ اور ن قیس کے بعد صالح بن حریم اور سقانہ کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی۔ جب زہیر بن اور حنس بن عبداللہ کا ہم خاتمہ کر دیں گے تو وقت ضائع کئے بغیر قیروان کا رخ گے۔ شہر کا محاصرہ کر لیں گے۔ مجھے امید ہے کہ صالح بن حریم اور سقانہ ایک دن ہاری طرف سے محاصرہ کی شدت کو برداشت نہیں کر سکیں گے اور شہر ہمارے حوالے یں گے۔"

برانس کی اس گفتگو پر کسیلہ نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ پھر برانس کا ہاتھ اپنے ہاتھ لیتے ہوئے کسیلہ بڑی شفقت سے کہنے لگا۔

"برانس! میں نے اسی مقصد کے لئے تمہیں اپنے خیمے میں بلایا تھا اور مجھے اُمید تھی میری تجویز اور میری منصوبہ بندی سے اتفاق کرو گے۔"

اس پر برانس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ کہنے لگا۔ "اتفاق نہ کرنے کا سوال ہی پیدا ہوتا۔ آپ مجھے اجازت دیں، میں جاتا ہوں۔"

اس پر کسیلہ بھی کھڑا ہو گیا۔ چنانچہ پُرجوش انداز میں برانس نے کسیلہ سے مصافحہ اس کے بعد برانس، کسیلہ کے خیمے سے نکل گیا تھا۔

دوسری طرف رومنوں کے بھی کچھ وہی خیالات تھے جو کسیلہ اور برانس کے تھے۔ لئے کہ جہاں کسیلہ اور برانس کی للچائی ہوئی نگاہیں زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ ساتھ آنے والے مالِ غنیمت پر تھیں وہاں رومنوں کے سالار لیو اور اس کے سالار بھی بت ہی کے لالچ میں ایک جگہ جمع تھے اور جہاں وہ جمع تھے وہ خیمہ لیو کا تھا۔

لیو کے خیمے میں اس وقت لیو کے علاوہ رومنوں کے چند چیدہ چیدہ سالار جو لیو کے

تحت کام کر رہے تھے اُنہیں خیمے میں طلب کیا گیا تھا اور حیرت کی بات کہ زاب کی سلطنت کے بربر حکمران کو اس میں شامل نہیں کیا گیا تھا۔ جہاں تک قفقضہ کے بادشاہ الیکس کا تعلق تھا تو وہ تو اس ٹکراوء کے حق میں ہی نہ تھا۔ بلکہ وہ مسلمانوں کے حق میں تھا۔ بس وہ حالات کو دیکھتے ہوئے نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے چند دستوں کے ساتھ رومنوں کے ساتھ شامل ضرور تھا۔

جب لیو کے ماتحت کام کرنے والے سالار لیو کے خیمے میں جمع ہو گئے تب لیو نے پہلے ایک گہری نگاہ اُن پر ڈالی پھر اُنہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"مسلمانوں کے جو دو سالار زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ اپنے لشکر کے دو حصوں کے ساتھ آ رہے ہیں ان کے پاس اس قدر مالِ غنیمت ہے جو اس سے پہلے وقت کی آنکھ نے ان سرزمینوں میں نہ دیکھا ہو گا۔ مسلمانوں نے مغرب کی طرف یلغار کرتے ہوئے وندالوں کو روندا، گالوں پر حملہ آور ہو کر اُنہیں نیست و نابود کیا اور وحشی ہن قبائل کی اینٹ سے اینٹ بجا کر رکھ دی اور ان سب کے علاقوں سے انہیں خاصی مقدار میں مال و دولت حاصل ہوئی۔ اور پھر یہیں تک اکتفا نہیں، انہوں نے مزید مغرب کی طرف پیش قدمی کی، الورین، کتامہ، مکناسہ اور مفرادہ قبائل کو اپنے سامنے زیر کیا اور ان قبائل سے جو مالِ غنیمت اُنہیں حاصل ہوا میرے خیال میں اس کا شمار نہیں ہے۔

میرے ساتھیو! ان علاقوں میں سب سے زیادہ ہمیں مسلمانوں کے ہاتھوں نقصان اٹھانا پڑا۔ پے در پے مسلمانوں سے ٹکراتے ہوئے ہمیں شکستوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ہمارے ہزاروں لشکری مسلمانوں کے ہاتھوں ضائع ہو گئے۔ اب اگر عقبہ بن نافع کو شکست ہوئی ہے اور اس کا خاتمہ ہو گیا ہے تو یاد رکھنا! کسیلہ اور برانس اس فتح کا سہرا اپنے سر پر سجائیں گے۔ خصوصیت کے ساتھ کسیلہ۔ کیونکہ برانس اس سے پہلے مسلمانوں کے خلاف جنگوں میں حصہ لیتا رہا ہے اور اُسے اَن گنت بار شکستوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ کسیلہ چونکہ پہلی بار ہمارا ساتھ دیتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف لڑا ہے لہٰذا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف ہماری یہ فتح اس کی وجہ سے ہے۔ اس بناء پر وہ مالِ غنیمت سے زیادہ حصہ طلب کر سکتا ہے۔ جبکہ میں یہ فیصلہ کر چکا ہوں کہ زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ کو اپنے سامنے زیر کرنے کے بعد پہلے سارے مالِ غنیمت پر ہم گرفت کریں گے، اس کے بعد دیکھیں گے کہ اس میں سے کسیلہ اور برانس کو کس قدر دیا جا سکتا ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد جب لیو خاموش ہوا تب اُس کا ایک سالار جو اس کے قریب بیٹھا ہوا تھا، اپنی شکووں بھری آواز میں کہنے لگا۔

"لیو! میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا۔ جو مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہمیں مل رہا ہے اس میں سے کسیلہ اور برانس کو انصاف کے مطابق ان کا پورا حصہ ہے اور وہ اس طرح ہونا چاہئے کہ مالِ غنیمت کے دو حصے کر دینے چاہئیں۔ ایک ہمیں ملنا چاہئے اور ہمارے حصے سے زاب کے حکمران کے علاوہ قفقضہ کے بادشاہ کو حصہ ملے گا۔ جبکہ دوسرا حصہ کسیلہ اور برانس کا ہو گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد وہ سالار رکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔

"لیو! اگر ایسا نہ کیا گیا تو یاد رکھنا، کسیلہ اور برانس ہمارا ساتھ چھوڑ کر مسلمانوں کے ساتھ مل جائیں گے۔ اور اگر ایسا ہو گیا تو افریقہ میں رومنوں کی سلطنت کے دن بڑی تیزی سے ختم ہونا شروع ہو جائیں گے۔"

وہ سالار جب خاموش ہوا تب مضحکہ خیز انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے لیو بولا۔

"جب ہم زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ کا خاتمہ کرنے کے بعد مالِ غنیمت پر قبضہ کر لیں گے تو برانس اور کسیلہ کونسے مسلمانوں کے ساتھ مل کر ہمارے لئے نقصان اور پریشانی کا باعث بن سکتے ہیں؟"

جس طرح مضحکہ خیز انداز میں لیو بولا تھا، اس سے زیادہ مضحکہ خیز انداز میں اس سالار نے لیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"لیو! حالات سے آنکھیں بند نہ کرو۔ مسلمانوں کے سالاروں میں ابھی صرف عقبہ کا خاتمہ ہوا ہے۔ محمد بن اوس اور نعیم بن حماد دونوں میرے اندازے کے مطابق زندہ ہیں اور میدانِ جنگ سے بھاگ چکے ہیں........"

یہاں تک کہتے کہتے اس سالار کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ لیو پھر بول اٹھا۔

"وہ دونوں میدانِ جنگ سے بھاگنے کے بعد ہمارا کیا بگاڑ لیں گے؟"

وہ سالار پھر لیو ہی کے انداز میں بول اٹھا۔

"وہ ہمارا بہت کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔ تمہیں یاد ہو گا کہ مسلمانوں کا ایک لشکر اس وقت بھی زہیر بن حارث کی سرکردگی میں ان کے مرکزی شہر قیروان میں موجود ہے اور مزید یہ کہ ابھی اپنے قبیلے کے لشکریوں کے ساتھ قیروان ہی میں قیام کر رکھا ہے۔ اگر محمد

بن اوس اور نعیم بن حماد میدانِ جنگ سے فرار ہونے کے بعد قیروان میں داخل ہو گئے
ہوں اور انہوں نے خود اس لشکر کو استوار کرنا شروع کر دیا ہو جو اس وقت صالح بن حریم
اور سقانہ کے پاس ہے اور اسی لشکر کے ساتھ اگر وہ خم ٹھونک کر باہر نکلے اور ہمارا سامنا
کرنے کی کوشش کی تو کیا وہ ہمارے لئے خطرے اور خدشات کا باعث نہیں بن سکتے؟
لیو! آپ محمد بن اوس کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اُس کا اور عقبہ بن نافع کا خاتمہ کرنے کے
لئے ہم نے کون کون سا جتن نہ کیا تھا۔ عمدہ، نبے داغ اور ناقابل شکست تیغ زنوں کا
انتخاب کیا۔ لیکن اس محمد بن اوس نے اُنہیں لمحوں کے اندر موت کی گہری وادی میں ابدی
نیند سونے پر مجبور کر دیا۔ اب اُسی محمد بن اوس سے متعلق آپ کہتے ہیں کہ وہ نعیم بن حماد
کے ساتھ مل کر ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے۔

لیو! میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ مالِ غنیمت کے سلسلے میں نا انصافی نہ کرنا۔ محمد بن
اوس ایک بہت بڑی طاقت اور قوت ہے۔ وہ اپنی ذات میں ایک چٹان ہے جس سے
ہمارے ان گنت لشکری اور تیغ زن ٹکرا کر ابدی نیند سو چکے ہیں اور جب اس چٹان کے
دائیں بائیں نعیم بن حماد، صالح بن حریم اور سقانہ بھی جمع ہو جائیں گے تو پھر یہ چٹان پتھر
کی نہیں، ہمارے لئے لوہے کی ثابت ہوگی جس سے ٹکرا ٹکرا کر ہم پاش پاش ہو جائیں
گے اور اس چٹان کا کچھ نہ بگاڑ پائیں گے۔ لیو! آپ ماضی پر نگاہ دوڑاؤ۔ کیا ماضی میں ہر
بار محمد بن اوس کے ہاتھوں ہمیں ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑا؟؟"

اُس سالار کی اس گفتگو سے لیو اُداس اور سنجیدہ ہو گیا تھا۔ لگتا تھا کہ اس سالار کی
باتیں اس کے دل کو لگی تھیں۔ دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔

"تم ٹھیک ہی کہتے ہو۔"

قبل اس کے کہ لیو کا وہ سالار جواب میں کچھ کہتا، اس بار رومنوں کا ایک اور سالار
لیو کو مخاطب کرتے ہوئے بول اُٹھا۔

"کیا آپ دونوں حضرات کی گفتگو قبل از وقت نہیں ہے؟ ابھی تو زہیر بن قیس اور
حنس بن عبداللہ مالِ غنیمت لے کر آ رہے ہیں اور آپ دونوں نے پہلے ہی مالِ غنیمت کی
تقسیم کی منصوبہ بندی کرنا شروع کر دی ہے۔ اور اگر زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ
کے مقابلے میں ہمیں کامیابی نہ ہوئی تو پھر یہ ساری منصوبہ بندی ہوا میں بکھر کر نہ رہ
جائے گی؟"

لیو سنبھلا، کہنے لگا۔

جہاں تک مالِ غنیمت کی تقسیم کا تعلق ہے تو اپنے پہلے سالار کی گفتگو سے میں
رتا ہوں۔ کسیلہ اور برانس کو ان کا حق دیں گے۔ لیکن جہاں تک تمہارا یہ کہنا ہے
ر بن قیس اور حنس بن عبداللہ کے مقابلہ میں اگر ہمیں کامیابی نہ ہوئی تو پھر کیا ہو
سلسلے میں، میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ مسلمانوں نے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا
حصہ عقبہ بن نافع اور محمد بن اوس لے کر آئے تھے۔ لشکر کے باقی دو حصے زہیر
اور حنس بن عبداللہ کے پاس ہیں اور وہ تعداد میں زیادہ سے زیادہ اتنے ہی ہوں
کسیلہ کا لشکر ہے۔ لہٰذا وہ دونوں مل کر ہم سب کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ اس بناء پر
ق سے کہہ سکتا ہوں کہ زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ کی تباہی و بربادی اور
ہمارے ہاتھوں لکھی جا چکی ہے اور جو مالِ غنیمت ہمیں ملے گا اس میں سے
سیلہ اور برانس کو ان کا حق ضرور دیا جائے گا۔"
کے ساتھ ہی لیو نے وہ مجلس ختم کر دی تھی۔

◎.....◎

***

سقانہ ایک روز لشکر لے کر عشاء کے بعد اس جگہ پہنچا جہاں محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نے صحرا کے بڑے بڑے ٹیلوں کی اوٹ میں قیام کر رکھا تھا۔ محمد بن اوس اور نعیم بن حماد نے سقانہ اور اس کے لشکریوں کا شاندار استقبال کیا۔ سقانہ باری باری محمد بن اوس اور نعیم بن حماد سے ملا، دُکھ بھرے انداز میں عقبہ بن نافع کی موت پر غم کا اظہار کیا۔ پھر محمد بن اوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"محمد بن اوس! میرے عزیز بھائی! میرا دل چاہتا ہے کہ پہلے ان رومنوں سے عقبہ بن نافع کا خوف ناک انتقام لیا جائے اس کے بعد کسیلہ، برانس اور افریقہ کے صحراؤں میں دوسری قوتوں پر ضرب لگائی جائے۔ ابنِ اوس! میرے بھائی! مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جس جگہ آپ کے ساتھ ان قوتوں کا ٹکراؤ ہوا تھا دشمن کا متحدہ لشکر اس سے پانچ میل آگے جا چکا ہے تا کہ کھلے صحرا کے اندر زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ کی راہ روکے اور ان سے مالِ غنیمت حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ محمد بن اوس! میرے عزیز بھائی! میں چاہتا ہوں کہ دشمن قوتوں کے ایسا کرنے سے پہلے ہی ہم اپنے کام کی ابتداء کریں۔ سب سے پہلے رومنوں سے عقبہ بن نافع کا خوف ناک انتقام لیں، اُنہیں اپنا ہدف بنائیں اور مانند کی طرح اُنہیں اپنے سامنے روند کر رکھ دیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سقانہ جب خاموش ہوا تب محمد بن اوس اُسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سقانہ! میرے بھائی! میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ لیکن اب ہمیں دشمن قوتوں سے کسی طریقے، کسی منصوبہ بندی سے نمٹنا ہوگا۔ پہلے ہمارے سامنے اکیلے روم ہوا کرتے تھے اور ہم اپنی مرضی، اپنی منشاء کے مطابق اُن پر چڑھ دوڑتے تھے اور اُنہیں بدترین شکست بھی دیتے رہے ہیں۔ لیکن اب ہمارے مقابلے میں ایک نہیں، کئی قوتیں

ہمارے مقابلے میں رومن ہیں، اردیہ کا بادشاہ کسیلہ ہے، برانس کا ایک بہت بڑا ہے اور پھر کسیلہ کے ساتھ ملکہ جرارہ کا ایک لشکر بھی ہے۔ اس کے علاوہ زاب کی ت کا حکمران بھی رومنوں کے ساتھ ہے اور قفصہ کا حاکم الیکس بھی موجود ہے۔ اس ر آپ لوگوں سے میں یہ بھی کہوں گا کہ زاب اور قفصہ کے حکمران اپنی مرضی سے بلکہ طوعاً و کرہاً رومنوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔ جبکہ حقیقی معنوں میں یہ دونوں ہمارے ساتھ ہیں اور ان سے ہمیں کوئی خطرہ بھی نہیں ہے۔ اس کے باوجود ہمیں وچ و بچار کے بعد دشمن کو اپنا ہدف بنانا ہوگا۔

سقانہ! اس موقع پر میں تمہارے ذمہ ایک کام لگاتا ہوں۔ تمہارے لشکر کے جوان رائی بھول بھلیوں سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اپنے لشکر میں سے دو بربر جوانوں کا کرو۔ انہیں کہو کہ شمال یا جنوب کی طرف سے ایک لمبا کاوا کاٹتے ہوئے اس ی طرف جائیں جو مغرب سے قیروان کی طرف آتی ہے۔ مغرب کی طرف بڑھتے ۔ یہاں تک کہ زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ سے جا ملیں۔ ان دونوں کو نہ عقبہ بن نافع کے جنگ میں کام آنے کی اطلاع دیں بلکہ رومنوں کے علاوہ کسیلہ، ملکہ جرارہ اور دوسری قوتوں نے جو شاہراہ کے دائیں بائیں گھات لگا رکھی ہے اس ا زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ کو آگاہ کریں۔

ہمارے وہ دونوں آدمی یہ اطلاع دینے کے بعد زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ کی ا کا کام بھی سرانجام دیں۔ میری طرف سے زہیر بن قیس کو یہ پیغام دیں کہ مالِ کو اپنے پیچھے رکھے جبکہ اپنے دستوں کو پوری طرح مستعد رکھتے ہوئے آگے آگے ساتھ ہی زہیر بن قیس سے یہ بھی کہنا کہ اگلے کچھ لشکریوں کے پاس جرس ہونے تا کہ دشمن قوتوں کے پاس آ کر وہ جرس بجانا شروع کر دیں۔ جرس کی آواز سن کر سمجھے گا کہ مسلمان مالِ غنیمت سے لدے بار برداری کے جانوروں کو ہانکتے ہوئے آ یں۔ لہٰذا ان کا خیال ہوگا کہ مسلمانوں نے اپنے آگے آگے جانور رکھے ہوئے ہیں ے وہ انہیں ہانکتے آ رہے ہیں۔ اس بناء پر وہ ہمارے کاروان کے پچھلے حصے پر لگانے کی کوشش کریں گے۔ اس کا اُنہیں خوب نقصان بھی اٹھانا پڑے گا۔ وہ اس ل جس وقت دشمن قوتیں زہیر بن قیس کے خلاف حرکت میں آئیں گی، میری طرف یر بن قیس کو کہنا کہ وہ بائیں پہلو کو بالکل فراموش کر دے۔ دائیں طرف دشمن پر حملہ آور ہو جائے۔ ان کے دائیں طرف کسیلہ، برانس اور ملکہ جرارہ کے لشکری

ہوں گے۔ زہیر بن قیس کو چاہئے کہ اپنے حصہ کے لشکر کے ساتھ دشمن پر ایسی ضرب لگائے کہ صحرا میں اُنہیں رگیدتا چلا جائے۔

جبکہ میں، سقانہ اور نعیم بن حماد بھی یہاں سے ایک لمبا کاوا کاٹتے ہوئے دور شمال کی طرف جائیں گے اور وہاں کسی مناسب جگہ گھات لگا لیں گے۔ سقانہ! تمہارے جو آدمی زہیر بن قیس کی طرف جائیں گے اُن کے ذمہ یہ بھی کام لگایا جائے گا کہ جب وہ دیکھیں کہ زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ گھات کے قریب آ گئے ہیں، وہ فضا کے اندر جلتے پروں کا ایک تیر بلند کر دیں جو میرے لئے نشاندہی ہو گی کہ زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ دشمن کی گھات کے قریب آ گئے ہیں۔ چنانچہ یہ اشارہ پا کر میں بھی اپنی گھات سے نکل کر رومنوں کے قریب ہو جاؤں گا۔ اور پھر تم، میں اور نعیم بن حماد رومنوں پر وہ ضرب لگائیں گے کہ رومن سنبھلنے نہ پائیں گے۔ اس سے پہلے میں نے کسی پر یہ ظاہر نہیں کیا لیکن میں نے اپنے دل میں یہ بات ٹھان رکھی ہے کہ میں اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گا کہ رومنوں کے سالار لیو کو اپنا ہدف بناؤں، اسے موت کے گھاٹ اتاروں تا کہ عقبہ بن نافع کا انتقام لوں۔

سقانہ! جو آدمی تم زہیر بن قیس کی طرف بھجواؤ گے، اُنہیں یہ بھی ہدایت کرنا کہ زہیر بن قیس کو کچھ اس رفتار سے اپنے مشرق کی طرف لائیں کہ دشمن کے پڑاؤ کے پاس وہ آدھی کے رات کے قریب پہنچے۔ اس کا ہمیں یہ فائدہ ہوگا کہ اس وقت دشمن کے لشکری اونگھ کی حالت میں ہوں گے اور ہم اسی اونگھ کی حالت میں انہیں ابدی نیند سلانے کی کوشش کریں گے۔ میرے بھائی! اب وقت ضائع نہ کرو۔ اپنے دو آدمیوں کو زہیر بن قیس کی طرف روانہ کرو۔"

محمد بن اوس کے کہنے پر سقانہ حرکت میں آیا اور اپنے دو لشکریوں کو اس نے زہیر بن قیس کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ اس کے بعد محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور سقانہ تینوں مل کر اپنے لشکریوں کے قیام و آرام کا اہتمام کرنے لگے تھے۔

●●●

سقانہ نے جو اپنے بربر قبیلے کے دو قاصد زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ کی طرف روانہ کئے تھے انہوں نے جنوب کی طرف دور رہتے ہوئے ایک لمبا کاوا کاٹا، صحرا کے اندر منزل پر منزل مارتے ہوئے صحرائی ذرّوں کو روندتے ایک ٹیلے کے بعد دوسرے ٹیلے کے پاس سے گزرتے ہوئے وہ اس جگہ سے کافی آگے نکل گئے تھے جہاں رومنوں

اور برانس نے اپنے اتحادیوں کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ یہاں تک کہ دوپہر کے وہ قیروان کی طرف آنے والی شاہراہ پر اس جگہ پہنچ گئے جہاں زہیر بن قیس اور بن عبداللہ اپنے لشکر کے ساتھ ان گنت باربرداری کے جانوروں اور چھکڑوں ے مالِ غنیمت کو لے کر سفر کر رہے تھے۔

زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ کے سامنے جا کر اُن دونوں بربروں نے ہاتھ کے ے سے رُکنے کے لئے کہا۔ زہیر بن قیس نے اپنے گھوڑے کی باگ روک لی۔ اس ف دیکھتے ہوئے حنس بن عبداللہ بھی رک گیا تھا اور پھر پیچھے سارا لشکر اُس شاہراہ گیا تھا۔ یہاں تک کہ آنے والوں میں سے ایک زہیر بن قیس کو مخاطب کر کے گا۔

"ابن قیس! ہمارے محترم! ہم سقانہ کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم سب سے آپ کے لئے یہ بری خبر لے کر آئے ہیں کہ رومنوں کے ساتھ ایک ٹکراؤ میں امیر ن نافع اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔"

یہ خبر سن کر زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ دونوں چونک اُٹھے تھے۔ زہیر بن قیس نا ہی چاہتا تھا کہ سہمے سہمے اور دُکھیا سے لہجے میں حنس بن عبداللہ بول اُٹھا۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ جو کچھ ہوا ہے، تفصیل کے ساتھ بتاؤ۔"

ن کے بعد آنے والے اُس قاصد نے عقبہ بن نافع، محمد بن اوس اور نعیم بن حماد تھ رومنوں، کسیلہ، برانس کے ٹکراؤ، عقبہ بن نافع کے جنگ کے دوران کام آنے، اوس، نعیم بن حماد کے گرفتار ہونے کے بعد آزادی حاصل کرنے، اس کے بعد ے متحدہ لشکر کے پانچ میل آگے آ کر گھات لگانے، نعیم بن حماد اور محمد بن اوس کے ٹیلوں کی بھول بھلیوں کے اندر قیام کرنے اور قیروان سے سقانہ کو ایک لشکر کے پنے پاس بلانے کی ساری تفصیل کہہ دی تھی۔

ہاں تک کہنے کے بعد وہ رکا، اس کے بعد محمد بن اوس نے رومنوں، کسیلہ کے علاوہ ر حملہ آور ہونے کی جو تفصیل قاصدوں سے کہی تھی وہ بھی قاصد نے زہیر بن قیس بن عبداللہ سے کہہ دی تھی۔

صد جب خاموش ہوا تب زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ کچھ دیر بالکل چپ، رہے۔ پھر ان کے پیچھے جو لشکر تھا ان میں بھی یہ خبر سنا دی گئی تھی کہ عقبہ بن نافع گئے ہیں اور اس کے بعد زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ کی سرکردگی میں

سارے لشکر نے کھڑے کھڑے دعا مانگی۔ اس کے بعد زہیر بن قیس آنے والے ان دونوں مخبروں کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیز ساتھیو! کیا میرے عزیز بھائی محمد بن اوس کے پاس اتنا لشکر ہے کہ وہ رومنوں کے علاوہ کسیلہ، برانس اور دیگر قوتوں کے ساتھ ٹکرا سکے؟''

جواب میں اس بار دوسرا قاصد بول اٹھا۔ کہنے لگا۔

''امیر! رومنوں نے زاب اور قفصہ کے حکمرانوں کے ساتھ صحرا کے بائیں جانب پڑاؤ کر رکھا ہے جبکہ دائیں جانب کسیلہ اور برانس کے علاوہ بربروں کی ساحرہ اور ملکہ جرارہ کا بھی ایک لشکر ہے۔ امیر محمد بن اوس نے دشمن پر ضرب لگانے کے لئے جو تفصیل ہمیں کہی تھی وہ ہم نے آپ کے سامنے بیان کر دی ہے۔ آخری فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے۔''

قاصد دم لینے کے لئے رُکا، پھر وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

''امیر زہیر بن قیس! یوں جانیں رومن، کسیلہ، برانس اور دیگر قوتیں آپ کی راہ روکے کھڑی ہیں۔ وہ آپ دونوں پر حملہ آور ہو کر نہ صرف یہ کہ آپ کے علاوہ ہمارے لشکریوں کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں بلکہ ان کے سامنے سب سے بڑی حرص و ہوس لوبھ لالچ وہ مالِ غنیمت ہے جو مسلمانوں کے ہاتھ بحر ظلمات تک لگا ہوا ہے۔ وہ اس مال غنیمت پر قبضہ کرنے کے درپے ہیں۔''

قاصد جب خاموش ہوا تب زہیر بن قیس گردن جھکائے کچھ سوچتا رہا اور اس کے بعد کہنے لگا۔

''جو طریقہ کار میرے عزیز بھائی محمد بن اوس نے وضع کیا ہے یہی سب سے بہتر اور آخری ہے۔ اسی پر عمل کرتے ہوئے نہ صرف ہم اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں بلکہ مالِ غنیمت کی حفاظت کے ساتھ ساتھ دشمن پر ضرب لگاتے ہوئے اس سے اپنے امیر عقبہ بن نافع اور جنگ میں کام آنے والے لشکریوں کا انتقام بھی لے سکتے ہیں۔''

زہیر بن قیس جب خاموش ہوا تب دونوں قاصدوں میں سے ایک بول اٹھا۔

''امیر ابنِ قیس! امیر محمد بن اوس نے عہد کر رکھا ہے کہ جب وہ رات کی تاریکی میں رومنوں پر حملہ آور ہوں گے تو رومنوں کے سالار لیو کو اپنا ہدف بنانے کی کوشش کریں گے۔ وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح رومنوں نے ہمارے لشکر پر شب خون مار کر عقبہ بن نافع کو ہم سے جدا کیا ہے، اسی طرح رومنوں کے سالار لیو کو بھی لہو میں نہلا کر اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔''

قاصد کے ان الفاظ پر زہیر بن قیس کی چھاتی تن گئی تھی۔ کہنے لگا۔

''خداوند قدوس نے چاہا تو ایسا ہی ہوگا۔ تم دونوں ہماری راہنمائی کرو اور رفتار ایسی
کہ محمد بن اوس کے کہنے پر ہم آدھی رات کے قریب اس جگہ پہنچیں جہاں دشمن نے
کر رکھا ہے۔''

اس کے بعد زہیر بن قیس نے حنس بن عبداللہ کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

''حنس بن عبداللہ! میرے عزیز بھائی! بار برداری کے جانوروں میں جو اونٹ ہیں
میں سے چند اونٹوں کے گلے میں جو جرس ہیں، وہ اتار دیئے جائیں۔ کچھ لشکری آگے
رکھے جائیں جو اس جگہ کے قریب جا کر جہاں دشمن نے پڑاؤ کر رکھا ہے اُن جرس کو
تے ہوئے بجانا شروع کر دیں گے۔ تاکہ محمد بن اوس کے اندازے کے مطابق دشمن
سمجھے کہ ہم نے اپنے آگے آگے مال برداری سے لدے جانور لگا رکھے ہیں اور ان
پیچھے لشکر آ رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ محمد بن اوس نے دشمن سے نمٹنے کے لئے جو
ب وضع کی ہے اس سے بہتر طریقہ کار کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور مجھے امید ہے کہ اس
نہ کار پر عمل کرتے ہوئے ہم دشمن سے خوب نمٹیں گے۔''

زہیر بن قیس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی حنس بن عبداللہ پیچھے ہٹا۔ تھوڑی دیر بعد
کری جو لشکر کے آگے آگے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں جرس تھے۔ اس کے بعد زہیر
ن نے آنے والے قاصدوں کو مخاطب کیا۔

''ان لشکریوں کے ساتھ جن کے ہاتھوں میں جرس ہیں، تم بھی ہمارے آگے آگے
ر اس رفتار سے ہمیں آگے لے کر چلو کہ آدھی رات کے وقت ہم اس جگہ پہنچیں
دشمن نے گھات لگا رکھی ہے۔''

یوں زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ نے اپنے لشکر کے ساتھ پھر آگے بڑھنا شروع
ا۔

•••

قت کی بے لباس شاہراہوں پر رات آفتوں کی بے کرانیاں اور ویرانیاں سمیٹتی اپنی
کی طرف بھاگ رہی تھی۔ چاندنی کے فسوں کو گلے لگائے اندھیرے، سحر کا راستہ
کرتے پھر رہے تھے۔ کرنوں کے دوش پر شام کا فسوں صحرا کے اندر چاروں طرف
لیا تھا۔ چار دانگ پھیلے ریت کے اونچے نیچے ٹیلے یوں چپ اور اُداس کھڑے تھے
نوں کی سی فرزانگی اور راحت بے نواز بے چینی سے لطف اندوز ہونے کی کوشش

میں ہوں۔

چاروں طرف نیلے بکھرے آسمان تلے مسافرت کے عمیق صحرا میں گھنے پیڑوں کی چھاؤں جیسی خاموش فضا کے جور و ستم سہتے قدیم بنجر پن جیسا سکوت اور بے حرف و بیاں پیغام، روشنی کے الہام اور اُجڑے کھنڈروں جیسی چپ طاری تھی۔

زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ اپنے لشکر اور کاروان کے ساتھ قیروان کی طرف جانے والی شاہراہ پر رواں دواں تھے۔ دوسری طرف محمد بن اوس، سقانہ اور نعیم بن حماد صحرا کے اندر ایک لمبا چکر کاٹتے ہوئے شمال میں رومنوں کی پشت کی طرف چلے گئے تھے۔ وہاں اپنے لشکر کو ٹھہرا کر محمد بن اوس انتظار کرنے لگا تھا۔

جہاں محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور سقانہ اپنے گھوڑوں سے اُتر کر ریت پر بیٹھ گئے تھے وہاں ان کے لشکری بھی گھوڑوں سے اُتر کر ریت پر آرام کرنے لگے تھے۔ محمد بن اوس بار بار آسمان کے ستاروں کی طرف دیکھتا تھا اور پھر جب اس نے دیکھا کہ آسمان کے وسطی حصے میں اکٹھے سفر کرنے والے تین ستارے بالکل سر پر آ گئے ہیں تب وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ سقانہ اور نعیم بن حماد بھی سنبھل گئے تھے کہ ان تین ستاروں کو دیکھتے ہوئے محمد بن اوس اُٹھا تھا۔ لہٰذا وہ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اُن دونوں کے دیکھتے ہی دیکھتے محمد بن اوس نے تیمم کیا، رات کی تاریکی میں قبلہ کا تعین کیا، پھر وہ قبلہ رُو ہو کر زمین پر سجدہ ریز ہوا۔ اس کے بعد انتہائی کرب، انتہائی دُکھ اور انتہائی عاجزی انکساری میں دعا مانگ رہا تھا۔

"اے خداوند مہربان! تیرے سوا کوئی محافظ، تیرے سوا کوئی مددگار اور کائنات کے اندر تیرے سوا کوئی مشکلوں کو آسان کرنے والا نہیں ہے۔ میرے مالک! تُو ہی زمانے کی تقویم کو ماہ و سال کی خوشبوؤں کا پیغام دیتا ہے۔ تُو ہی زمین کے سینہ پر زندگی کے ہنگامے کھڑے کرتا ہے۔

یا اللہ! میں نے ہمیشہ وقت کی تلخیوں، مرگ کے بھڑکتے طوفانوں، فنا کے گو کھڑے کرتی جذبوں کی اندھی یلغار کے سامنے تجھے ہی مدد کے لئے پکارا ہے۔ اے مہربان خدا! تُو بلبلوں کے اندر رقص کرتی ہواؤں، ہر چیز کے مخفی گوشوں کے بھید تک واقف ہے۔ ہر ذی حیات، ہر پکھیرو، بادلوں کی گرج، برق کی چمک، وحشت خیز لہروں کا خروش، مہکتی ہواؤں کے جھونکے ہمہ وقت تیری ہی حمد و ثناء کرتے ہیں۔

اے مالک مہربان! تُو ہی زندگی کے سمندر میں دن سے رات کی روشنی کا رشتہ

ے۔ تُو ہی ہست و نیست کی ساعتوں کو علیحدہ کرتا ہے، آکاش کا دامن پھیلا کر تُو ہی وں کے چہروں کو رنگ عطا کرنے والا لا صورت، بے صدا تنہائیوں میں تُو ہی ں اور ستاروں کے قافلے رواں کرتا ہے۔

اے اللہ! ہمارے دشمن ہم پر آسمان سے اُترتے اندھیری ساعتوں کے عذاب، راتوں میں وحشی درندوں کے عمل اور زیست کی بقاء کے ساغر میں منجدھاروں کے کی طرح حملہ آور ہو کر ہمیں فنا کی وادیوں کی طرف دھکیلنا چاہتے ہیں۔

میرے مالک! ہمیں ہمت دے کہ ہم رزم گاہ کے بلبلاتے کرب و بلا میں دشمن کی ہر ابتلا میں دھنسے کہن سنگ میلوں، زمانے کے سوختہ لمحوں میں ان کے تن کو خون لودہ دیں۔ آگ اُگلتی دوپہر میں انہیں رگید کر وقت کے بکھرتے ٹوٹتے کھنڈروں کر دیں۔

اے رحیم و کریم مالک! وقت کے گرد آلود منطقوں اور نارسائی کی دُھند سے چاہتوں پیغام کی فتح مندی کو ہمارا مقدر بنا۔ اے اللہ! ہمارے خشک ہونٹوں کے کشکول میں فتح کے نطق بھر دے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس سسکنے لگا تھا۔ رونے لگا تھا۔ اُس کی یہ حالت ہوئے اُس کے پیچھے کھڑے نعیم بن حماد اور سقانہ بھی اپنی آنسو بھری آنکھیں صاف نے لگے تھے۔ یہاں تک کہ سسکتی اور گرلاتی آواز میں محمد بن اوس کہہ رہا تھا۔

"اے اللہ! ہماری مدد فرما۔ اے اللہ! ہماری مدد فرما۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس اپنی جگہ پر اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اپنے شانے پر رکھے انگوچھے سے اُس نے اپنا چہرہ اور بھیگی آنکھیں صاف کی۔ دوسری طرف یہی کیفیت اور نعیم بن حماد کی بھی تھی۔ اُن کی طرف مڑتے ہوئے محمد بن اوس نے باری باری پر ایک غائر نگاہ ڈالی، پھر اُس کی چھاتی تن گئی اور کہنے لگا۔

"میرے عزیز ساتھیو! خداوند قدوس کو منظور ہوا تو آج رات کا ٹکراؤ ہمارے لئے فتح اور کامیابی کا پیغام لے کر آئے گا۔ میرے مہربان رب کو منظور ہوا تو آج کی اس میں رومنوں کے سالارِ اعلیٰ لیو کی میں وہی حالت کروں گا جو چند دن پہلے اگلے ل میں انہوں نے ہم پر اچانک حملہ آور ہو کر ہمارے سالارِ اعلیٰ عقبہ بن نافع کی ا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس رُکا، ایک بار پھر آسمان کی طرف دیکھا، کچھ دیر

تک وہ مغرب کی طرف دیکھتا رہا، پھر سقانہ اور نعیم بن حماد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے عزیز ساتھیو! اپنے لشکر کو چوکنا، چوکس اور مستعد کر دو۔ میرا دل کہتا ہے کہ ہمارے کام کی ابتداء کرنے کا وقت آ گیا ہے۔''

محمد بن اوس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی سقانہ اور نعیم بن حماد نے لشکر کو مستعد کر دیا تھا۔ جب وہ ایسا کرنے کے بعد دوبارہ محمد بن اوس کے پاس آئے تب محمد بن اوس ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے ساتھیو! جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں، لشکر تین حصوں میں رہے گا۔ ایک حصہ میرے پاس، دوسرا نعیم اور تیسرا سقانہ! تمہارے پاس ہوگا۔ دشمن پر ہم علیحدہ علیحدہ ضرب نہیں لگائیں گے، تینوں اپنے اپنے حصوں کی کمانداری کرتے ہوئے رومنوں پر ضرب لگائیں گے۔ پوری تندہی، پورے جوش وخروش کے ساتھ اپنے حملوں کی ابتداء کرنی ہے۔ شروع میں رومنوں کی جو بھی صفیں ہمارے سامنے آئیں اُنہیں لمحوں کے اندر ختم کرتے ہوئے ہم نے اُن کے وسطی حصہ کا رُخ کرنا ہے۔ میں آگے آگے رہوں گا۔ اس لئے کہ میں نے تہیہ کر رکھا ہے کہ لیو کو خون میں ضرور نہلاؤں گا۔''

یہاں تک کہتے کہتے محمد بن اوس کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ دُور مغرب میں فضاؤں کے اندر جلتے پروں کا ایک تیر بلند ہوا تھا۔ اس تیر کی روشنی دیکھتے ہوئے محمد بن اوس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ دوبارہ سقانہ اور نعیم بن حماد کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

''میرے ساتھیو! آؤ، اپنے کام کی ابتداء کریں اور اپنے لشکر کو لے کر مزید رومنوں کے قریب ہو جائیں۔''

اس پر سقانہ اور نعیم بن حماد بھاگتے ہوئے محمد بن اوس کی طرح اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے تھے۔ اس کے بعد محمد بن اوس اپنے لشکر کو لے کر آگے بڑھنا شروع ہوا تھا۔ آگے بڑھنے کا یہ سماں بھی عجیب تھا۔ صحرا کے اندر ریت کے ٹیلے اس طرح کھڑے تھے جیسے قبروں کے شہر سے ان گنت لوگ نکل کر صحرا کے اندر پیوستہ ہو گئے ہوں۔ بہرحال انہی ٹیلوں کی بھول بھلیوں سے ہوتا ہوا محمد بن اوس لحہ بہ لحہ رومنوں کے لشکر کے قریب ہوتا چلا جا رہا تھا۔

●●●

رومنوں کے لشکر کے قریب جا کر محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور سقانہ نے اپنی رفتار تیز

دی تھی۔ اس کے بعد وہ زندگی کے لہو کا نقطہ جوش منجمد کر دینے والے عذابوں کے
ام، تا حد نظر پھیلے دشتِ کرب میں زیست کی ناؤ کو ڈبوتے بے پناہ مصائب کے ہجوم
طرح آگے بڑھے تھے۔ رومنوں کے قریب جا کر محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور سقانہ
ایک ساتھ طوفانوں کے ہیجان کی طرح چارسُو بکھرتی گونجوں جیسی تکبیریں بلند کیں،
ے بعد وہ زندگی کے مدوجزر کو منجمد کرتے آلام کے بدترین ذائقوں، کھلے صحرا میں
وں میں تحلیل ہوتی قضا، اندھیرے کی گھنی پرچھائیوں میں آتشیں نا آسودگیوں اور
لی کے عذاب کھڑے کرتی انقلابی صداؤں کی طرح رومنوں پر حملہ آور ہو گئے تھے۔
عین اُسی لمحہ زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ نے دائیں جانب کا رخ کیا۔ جبکہ وہ
حصے کے لشکر کے ساتھ اردیہ کے بادشاہ کسیلہ اور بربروں کے حاکم برانس پر صحرا کی
فضاؤں سے اُٹھتے طوفانوں کے خروش، تاریک راستوں کو بے منزل کرتے سرگشتہ
ں عذابوں اور جسموں کی آسودگیوں میں آگ بھرنے والے حلقہ در حلقہ مرگ کے
انوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

کھلے صحرا میں دونوں لشکریوں کے اس طرح ٹکرانے سے بکل مارے بیٹھی خاموشیاں
خروش کے کرب سے چونک اُٹھی تھیں۔ زیست کی خواہشیں مضمحل، زندگی فنا سے
گیر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

موت بگولے بھرے لمحوں، بے زنجیر کرب، آتشیں پکار کے شور، بدحال اور نڈھال کر
والے قضا کے کھولتے شراروں کی طرح چاروں طرف پھیلنا بکھرنا شروع ہو گئی تھی
کے نتیجہ میں بڑے بڑے تیغ زنوں، بڑے بڑے سورماؤں کی ذات کے یکجا عناصر
تیزی سے بکھرنے لگے تھے۔

محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور سقانہ نے اپنے پہلے ہی حملے میں رومنوں کی کئی صفوں کو
اُلٹ دیا تھا بلکہ ان کا صفایا کرتے ہوئے دوسری صفوں کی طرف بڑھنا شروع
با تھا۔ جس وقت فضاؤں کے اندر جلتے پروں کا تیر قیروان کی طرف جانے والی
پر بلند ہوا تھا اس کے تھوڑی دیر بعد شاہراہ پر جرس بجنے کی آوازیں سنائی دی
۔ جرس کی ان آوازوں کو سن کر رومن بڑے خوش ہوئے تھے اور انہوں نے یہ اندازہ
تھا کہ مسلمانوں کا لشکر پیچھے ہے اور باربرداری کے جانور اور چھکڑے وہ اپنے آگے
ہانکتے ہوئے آ رہے ہیں۔ چنانچہ لیو نے اپنے لشکریوں کو حکم دیا کہ پہلے باربرداری
نوروں کو گزر جانے دیا جائے، اس کے بعد جب مسلمان قریب آئیں گے تو ان پر

حملہ کیا جائے گا۔

رومن ابھی یہی کچھ سوچ رہے تھے کہ اُن کی پشت کی طرف سے محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور سقانہ نمودار ہوئے تھے اور رومنوں کا انہوں نے قتل عام شروع کر دیا تھا۔ رومنوں نے برانس اور کسیلہ کی طرف بھی یہ پیغام بھیج دیا تھا کہ مسلمانوں کے آگے آگے اُن کے بار برداری کے جانور ہیں جن کی جرس بجنے کی آوازیں آ رہی ہیں۔ لہٰذا پہلے بار برداری کے جانوروں کو گزر جانے دیں، اس کے بعد مسلمانوں پر حملہ آور ہوں۔ مسلمانوں کا خاتمہ کرنے کے بعد پھر بڑی تیزی سے کچھ دستے مشرق کی طرف بھجوائے جائیں گے اور بار برداری کے سارے جانوروں پر قبضہ کر لیا جائے گا۔

چنانچہ اس وقت کسیلہ اور برانس بھی اس انتظار میں تھے کہ کب مسلمانوں کے لشکر کے بار برداری کے جانور گزریں اور کب وہ حملہ آور ہوں پر اس سے پہلے ہی زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ نے ان پر حملہ آور ہو کر ان کی صفوں کی صفوں کو لاشوں میں تبدیل کرنا شروع کر دیا تھا۔

دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے محمد بن اوس آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ اس کے لشکریوں کے ایک خاص حصے نے اس کے گرد ایک حلقہ سا بنا رکھا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ نعیم بن حماد اور سقانہ بھی اسی کے انداز میں رومنوں کے اندر گھستے چلے جا رہے تھے۔ محمد بن اوس کو حقیقت میں رومنوں کے سالار لیو کی تلاش تھی۔

رومنوں کے لشکر میں آگے بڑھتے ہوئے محمد بن اوس عقابی نگاہوں سے رات کی تاریکی میں رومنوں کے لشکر کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ اس مقام، اس جگہ کا تعین کرنا چاہتا تھا جہاں لیو کو ہونا چاہئے تھا۔

آگے بڑھتے ہوئے اچانک اُس نے کسی کی آواز سنی۔ کوئی رومن لشکریوں کو انگیخت کرتے ہوئے مسلمانوں پر زوردار حملہ آور ہونے کے لئے حکم دے رہا تھا۔ محمد بن اوس نے اندازہ لگا لیا، وہی لیو ہوگا۔ لہٰذا وہ بڑی تیزی سے اس سمت بڑھا جس سمت سے اُسے لیو کی آوازیں سنائی دی تھیں۔

تھوڑا سا آگے جا کر چاند اور ستاروں کی روشنی میں محمد بن اوس نے لیو کو دیکھا، وہ اس وقت سیاہ رنگ کے گھوڑے پر سوار تھا اور چلا چلا کر اپنے لشکریوں کو اپنے حملوں میں قوت اور شدت پیدا کرنے کے لئے انگیخت کر رہا تھا۔

جس وقت محمد ابنِ اوس اپنے ساتھیوں کے حلقے میں آگے بڑھ رہا تھا، اسی کے اندا

نعیم بن حماد اور سقانہ بھی اپنے سامنے رومنوں کے لشکریوں کی لاشیں بچھاتے ہوئے بڑھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ محمد بن اوس لیو کے قریب جا پہنچا۔

لیو کے قریب جا کر گرجتی آواز میں محمد بن اوس نے اُسے مخاطب کیا۔

”رومنوں کے سالار لیو! میری طرف غور سے دیکھو۔ میں مسلمانوں کا سالار محمد بن ہوں۔“

محمد بن اوس کا نام سن کر لیو کا چہرہ ہلدی اور پیلا ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ سٹپٹا سا گیا تھا۔ ردِعمل کا اظہار کرنا ہی چاہتا تھا کہ محمد بن اوس نے اپنے ساتھی لشکریوں کے ساتھ لیو گرد حفاظت کا ہالہ بنانے والے رومنوں پر حملہ آور ہو کر ان کا صفایا کر دیا، پھر وہ مزید کے قریب ہوا۔ لیو کی کیفیت اس وقت ہیجانی سی ہو گئی تھی۔ وہ پناہ حاصل کرنے کے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا تھا۔ یہاں تک کہ محمد بن اوس نے اُسے مخاطب کیا۔

”لیو! اگر مرد کا بچہ ہے تو میدان چھوڑ کر بھاگنا نہیں۔ میرے ساتھ مقابلہ کر اور پھر موت کس کے در پر دستک دیتی ہے۔ ساتھ ہی یہ بات بھی اپنے دل پر لکھ رکھنا کہ تلوار بہت جلد تیرے شانے پر اس زور سے گرے گی کہ تیرے پورے جسم کو کاٹتی تیرے گھوڑے کی پیٹھ تک اُترتی چلی جائے گی۔ لیو! تم لوگ کیا سمجھتے تھے کہ عقبہ بن کا خاتمہ کرنے کے بعد تم لوگ ناقابلِ تسخیر ہو جاؤ گے؟ ہم تو اس صحرا میں حد نگاہ تک دوں کی قبریں آباد کرتے چلے جائیں گے۔“

اس کے ساتھ ہی محمد بن اوس لیو پر حملہ آور ہو گیا تھا۔ محمد بن اوس انتہائی غصے نا کی اور غصیلی حالت میں تھا اور یہی جوش و جذبہ اس کے حملوں میں بھی تھا۔ لیو زیادہ تک محمد بن اوس کا مقابلہ نہ کر سکا۔ ایک موقع پر محمد بن اوس کی تلوار بلند ہو کر لیو کے نے پر گری اور اس کے جسم کو کاٹتی ہوئی اس کے گھوڑے کی پیٹھ تک پھسلتی چلی گئی تھی۔ کے اندر ایک ہولناک چیخ بلند ہوئی اور لیو لاش کی صورت میں اپنے گھوڑے سے گر تھا۔

جس وقت محمد بن اوس نے لیو کا کام تمام کیا تھا اور لیو اپنے گھوڑے سے گر گیا تھا اقت قریب ہی نعیم بن حماد اور سقانہ بھی دشمن کے ساتھ برسرِ پیکار تھے۔ انہوں نے محمد بن اوس کے ہاتھوں لیو کا کام تمام ہوتے دیکھ لیا تھا اور اس لمحہ جو مسلمان لشکری محمد اوس، نعیم بن حماد اور سقانہ کے اردگرد دشمن کے ساتھ برسرِ پیکار تھے، لیو کا کام تمام تے دیکھ کر انہوں نے اس طرح زوردار انداز میں تکبیریں بلند کیں کہ پورے میدانِ

جنگ کو انہوں نے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ تکبیروں کی ان آوازوں نے رومنوں پر بھی ایک خوف اور وحشت طاری کر کے رکھ دی تھی۔ ابھی تک رومنوں کے اندر یہ خبر نہیں پھیلی تھی کہ مسلمانوں کے سالار محمد بن اوس نے لیو کا کام تمام کر دیا ہے۔ اس کے باوجود محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور سقانہ کے تیز حملوں کے سامنے رومنوں کی حالت بڑی تیزی سے قضاء کے بے سنگِ میل راستوں میں آہیں بھرتی سسکتی تنہائیوں، ہوس کے صحرا میں سوچوں کے بھٹکتے سرابوں اور چہروں کے اژدھام میں کرچی کرچی دلوں کے آئینوں اور روحوں کے پارہ پارہ بادبانوں کی سی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

عین اُسی لمحہ محمد بن اوس نے اپنے لشکریوں کو للکارتے ہوئے اپنے حملوں میں تیزی اور شدت پیدا کرنے کی ترغیب دی۔ محمد بن اوس کی یہ آواز سنتے ہی مسلمان لشکری بھونچال کھڑے کرتے طوفانوں، ارادوں وعزائم کو پامال کرتی ان دیکھی خوف ناک کسک اور زہریلے لمحوں میں رسوائیوں اور نفرتوں کی تعبیروں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

محمد بن اوس کی یہ للکار رات کے وقت زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ نے بھی سن لی تھی لہٰذا انہوں نے بھی اپنے لشکریوں کو للکارا اور اپنے حملوں میں شدت پیدا کرنے کے لئے کہا جس کے جواب میں ان کے تحت کام کرنے والے لشکریوں نے بھی زوردار آواز میں تکبیریں بلند کیں۔ پھر وہ بھی سرمئی بے کراں فضاؤں میں ابد کی گرم گداز قوتوں، وقت کی گود میں بھٹیوں سے نکلتی کھولتی آگ کی طرح کسیلہ، برانس اور ملکہ جرارہ کے لشکر پر حملہ آور ہونے لگے تھے۔

عین اسی لمحہ محمد بن اوس کے کچھ لشکریوں نے چلا چلا کر، چیخ چیخ کر رومنوں کو یہ بتانا شروع کر دیا تھا کہ ان کے سالار محمد بن اوس نے رومنوں کے سالارِ اعلیٰ لیو کا کام تمام کر دیا ہے۔ یہ خبر ایک کان سے دوسرے کان تک پھیلی۔ تب رومن رات کی تاریکیوں میں پسپائی اختیار کرنے لگے۔ بے بدن بھٹکتے سایوں، بے جہت بھٹکتی صداؤں کی طرح اِدھر اُدھر بھاگنے لگے تھے۔ انہوں نے مقابلہ کرنا ترک کر دیا تھا اور شمال کی طرف بھاگے تھے۔ اس بھاگ دوڑ میں محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور سقانہ نے ان کا خوب قتل عام کیا۔ دوسری طرف کسیلہ، برانس اور ملکہ جرارہ کے لشکری ابھی تک زہیر بن قیس اور حنس بن عبداللہ کے ساتھ برسرِ پیکار تھے۔ وہاں تلواروں اور ڈھالوں کی صداؤں میں روحوں اور جسموں کا اتصال ختم ہو رہا تھا۔ پر جلد ہی وہاں بھی رومنوں کے سالار لیو کے مارے جانے اور رومنوں کے شمال کی طرف پسپا ہونے کی خبریں پھیلیں۔ تب کسیلہ، برانس اور

ہ کے سالار بھی اپنے اپنے لشکر کو سمیٹتے ہوئے اور شکست تسلیم کرتے ہوئے جنوب
ہٹ گئے تھے۔

موقع پر محمد بن اوس نے بھاگتے رومنوں کا تعاقب نہیں کیا۔ ساتھ ہی اس نے
یوں کو زہیر بن قیس کی طرف روانہ کیا اور یہ پیغام بھجوایا کہ وہ بھی کسیلہ، برانس
جرارہ کے لشکر کا تعاقب نہ کریں۔ چنانچہ دونوں لشکر آگے بڑھتے ہوئے شاہراہ پر
ب سے پہلے سارے سالاروں نے ایک دوسرے کو اس کامیابی پر فتح کی
دی۔ پھر محمد بن اوس زہیر بن قیس کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

یں نے تھوڑی دیر پہلے کچھ قاصد آپ کی طرف روانہ کئے تھے کہ آپ کسیلہ،
ر ملکہ جرارہ کے لشکر کا تعاقب نہ کریں۔ ایسا میں نے اس احتیاط کے تحت کیا تھا
کے لشکر کی تعداد اب بھی ہم سے زیادہ ہے۔ لہٰذا وہ ہمارے لئے نقصان کا
ن سکتے ہیں۔ میرے خیال میں آپ نے میرے اس پیغام کو محسوس نہیں کیا ہوگا۔"

ر اور ستاروں کی مدھم روشنی میں زہیر بن قیس نے اس موقع پر گھورنے کے انداز
ن اوس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

ن اوس! میرے ساتھ ایسی باتیں نہ کیا کرو۔ قسم خداوند قدوس کی، جہاں میں
نا چھوٹا بھائی خیال کرتا ہوں وہاں میں اس بات کو بھی تسلیم کرتا ہوں کہ میدانِ
تمہاری کارکردگی ہمیشہ سب سے اچھی رہی ہے۔ تم ایسا پیغام میری طرف بھیجنے کا
ہو۔"

ر بن قیس جب خاموش ہوا تب کچھ سوچتے ہوئے محمد بن اوس پھر بول اٹھا۔

ن قیس! میرے بھائی! اب لشکر اور سامان کو لے کر قیروان کی طرف روانہ ہوتے
پہنچ کر سب سے پہلا کام آپ یہ کیجئے گا کہ تیز رفتار قاصد دمشق خلیفہ عبدالملک
کی طرف بھجوایئے گا اور یہ اطلاع کیجئے گا کہ عقبہ بن نافع ایک جنگ میں کام آ
لہٰذا ان علاقوں میں مسلمانوں کی برتری اور مسلمان علاقوں کی حفاظت کے لئے
ک روانہ کی جائے۔ یہ کام میں خود بھی کر سکتا تھا لیکن میں اپنے آپ کو اس کا
ہیں کرتا۔

قیس! میرے عزیز بھائی! عقبہ بن نافع جب ان سرزمینوں کی طرف آئے تھے
یہاں نہ صرف مسلمانوں کے حاکم تھے بلکہ سالارِ اعلیٰ بھی تھے۔ اب جبکہ عقبہ
ہو چکے ہیں تو ہم سب آپ کو افریقہ میں مسلمانوں کا حاکم اعلیٰ اور سپہ سالارِ

اعلیٰ تسلیم کرتے ہیں۔ اس بناء پر ان سرزمینوں میں کوئی بھی کام آپ کی مرضی اور آپ کی اجازت سے نہیں کیا جائے گا۔ اسی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے اپنی طرف سے کوئی قاصد دربارِ خلافت کی طرف روانہ نہیں کیا۔"

اس موقع پر زہیر بن قیس آگے بڑھا۔ ابنِ اوس کو اُس نے پوری طرح اپنے ساتھ لپٹا لیا، اس کی پیشانی چومی اور کہنے لگا۔

"محمد بن اوس! میرے عزیز بھائی! ایسی باتیں کر کے کیوں مجھے احساسِ کمتری کا شکار کرنا چاہتے ہو؟ محمد بن اوس! تم وہ سالار ہو جس نے بڑے بڑے ناقابل تسخیر تیغ زنوں کو لمحوں کے اندر اپنے سامنے رگید کر رکھ دیا۔ تم مسلمانوں کے وہ سالار ہو جس نے دشمن کی صفوں میں جس طرف بھی رخ کیا، اپنے پیچھے لاشوں کی صفیں بچھاتا چلا گیا۔ اس کے باوجود تم یہ کہتے ہو کہ تم اپنے آپ کو اس کا مجاز نہیں سمجھتے کہ عقبہ بن نافع کی شہادت کے بعد کمک طلب کرنے کے لئے تم دربارِ خلافت کی طرف قاصد بھیج سکو۔ محمد بن اوس! تم اس کے مجاز ہو۔ تم ایسا کر سکتے ہو میرے عزیز بھائی! آئندہ کبھی اس موضوع پر میرے ساتھ اس انداز میں گفتگو نہ کرنا۔ تمہاری اس طرح کی گفتگو مجھے شاق گزرتی ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد زہیر بن قیس رکا، پھر بڑے غور سے محمد بن اوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابنِ اوس! تم نے اچھا کیا۔ نہ خود دشمن کا تعاقب کیا نہ مجھے کرنے دیا۔ اس طرح ہم نقصان بھی اٹھا سکتے تھے۔ میرے عزیز بھائی! اب بتاؤ، کیا کرنا ہے؟"

اس پر محمد بن اوس نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔

"میرے عزیز بھائی! فی الفور یہاں سے کوچ کرتے ہیں۔ یہاں ہمارا قیام کرنا اب خطرے سے خالی نہیں ہے۔ دشمن کی طاقت اور قوت اور ان کی تعداد اب بھی ہم سے کئی گنا زیادہ ہے اور پھر وہ ہمارے دائیں بائیں پھیلے ہوئے ہیں۔ وقتی طور پر پیچھے ہٹ گئے ہیں لیکن ہمیں سورج طلوع ہونے سے پہلے پہلے یہاں سے نکل جانا چاہئے۔ اس لئے کہ آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد دشمن قوتیں پھر یکجا ہو کر ہمارے ساتھ ٹکرا سکتی ہیں۔"

قیروان پہنچ کر یہ جو سامان ہمارے پاس ہے اس کا بیشتر حصہ لشکریوں میں تقسیم کر دیں گے۔ کچھ حصہ قیروان کے شہریوں میں بھی تقسیم کیا جائے گا تاکہ وہ خوشحال زندگی بسر کر سکیں۔ اس کے بعد ضروریات کا سامان لشکر کے لئے بھی رکھا جائے گا۔ اس موقع

پ سے یہ بھی گزارش کروں گا........"

ہاں تک کہتے کہتے محمد بن اوس کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ زہیر بن قیس بول اُٹھا۔

ابنِ اوس! میرے بھائی! کس قسم کی گفتگو کر رہے ہو؟ تم میرے سامنے گزارش کے لئے پیدا نہیں ہوئے۔ مجھے مشورہ دو، مجھے نصیحت کرو کہ میں کیا کروں؟ میں سالاروں کے سامنے اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ تم مجھ سے بہتر جنگی تجربہ رکھتے ئی! بولو، ہمیں مزید کیا کرنا چاہئے؟"

اب میں محمد بن اوس پھر بول اٹھا۔

عزیز بھائی! اس سامان میں سے کچھ حصہ ہمیں اپنے الجیم شہر میں منتقل کر دینا بلکہ میں یہ کہوں گا کہ لشکر کی ضروریات کا جو سامان ہے وہ الجیم میں رکھا جائے۔ بوط اور مستحکم ہے۔ اس کی فصیلیں بھی اچھی ہیں۔ اور پھر آپ جانتے ہیں، ان ہ خانے ہیں جن کے اندر یہ سامان ہم محفوظ کر سکتے ہیں۔ اور یہی سامان بوقت ہمارے کام آ سکتا ہے۔ اس موقع پر میں آپ سے یہ بھی کہوں گا کہ دشمن اب ساتھ فیصلہ کن جنگ کرنے کی تیاریوں میں لگ جائیں گے۔ عقبہ بن نافع کے کام آجانے کے بعد ان کے حوصلے بڑھ گئے ہیں۔ اس کے علاوہ کسیلہ کھل کر سامنے آ چکا ہے۔ اس نے ملکہ جرارہ کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا ہے۔ آپ جانتے جرارہ کی بڑی طاقت و قوت ہے۔ اگر اس وقت ملکہ جرارہ نے اپنے لشکر کا ایک حملہ آور ہونے کے لئے روانہ کیا ہے تو آنے والے دنوں میں ملکہ جرارہ رومنوں بڑا لشکر ہمارے مقابلے پر لا سکتی ہے۔ اگر ان ساری کارروائیوں کی وجہ سے ن ہمارے لئے خطرات اُٹھ سکتے ہیں تو پھر ہم الجیم کو مرکز بنا کر دشمن قوتوں کا سکتے ہیں۔ اتنی دیر تک دربار خلافت سے ہو سکتا ہے ہمارے لئے کمک پہنچ ر ایسا ہو گیا تو میرے بھائی! میرا دل کہتا ہے کہ ہم نہ صرف ان سرزمینوں میں کام تمام کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے بلکہ ملکہ جرارہ کا بھی سر کاٹنے کے بعد ندر رومنوں کو بھی ان سرزمینوں سے اپنا بوریہ بستر سمیٹنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔"

ا تک کہنے کے بعد محمد بن اوس خاموش ہو گیا تھا۔ اس کے بعد آپس میں صلاح نے کے بعد زہیر بن قیس اور محمد بن اوس نے وہاں سے کوچ کیا تھا۔ بڑی تیزی اری کے ساتھ وہ اب قیروان کی طرف بڑھے تھے۔

ل کے علاوہ کسیلہ، برانس، ملکہ جرارہ کے لشکر کے علاوہ دوسری قوتوں کو ہمت

اور جرأت نہ ہوئی کہ دوبارہ اکٹھے ہو کر مسلمانوں پر ضرب لگائیں۔ چنانچہ قیروان کے نواح میں پہنچ کر محمد بن اوس کے کہنے پر سب سے پہلا کام یہ کیا گیا کہ جو مالِ غنیمت اس وقت ان کے پاس تھا اس کا خاصا بڑا حصہ لشکریوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس تقسیم کی وجہ سے لشکریوں کے حوصلے اور ولولے جوان ہو گئے تھے۔ نئے انداز اور ولولوں کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرنے کا عہد کر گئے تھے۔ اس کے بعد سقانہ کی سرکردگی میں کچھ سامان الجم شہر کی طرف روانہ کر دیا گیا تھا جبکہ باقی سامان کے ساتھ وہ قیروان شہر میں داخل ہوئے۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا گیا کہ جو سامان ان کے پاس بچا ہوا تھا وہ شہر کے ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ اس طرح جہاں مسلمان لشکری مالا مال ہو گئے تھے، وہاں قیروان کے ضرورت مند لوگ بھی فکر معاش سے بے نیاز ہو کر رہ گئے تھے۔

یہ سارے کام نمٹانے کے بعد محمد بن اوس اور نعیم بن حماد اپنی قیام گاہوں کی طرف روانہ ہوئے۔ پہلے نعیم بن حماد کی قیام گاہ آتی تھی۔ وہاں سے جب پتہ کیا گیا تو خبر ہوئی کہ فلورنس سیکا کے پاس قیام کئے ہوئے ہے۔ اس پر محمد بن اوس نعیم بن حماد کو اپنے ساتھ لے کر اپنی حویلی کی طرف گیا۔ وہ حویلی میں داخل ہوئے۔ سیکا اور فلورنس دونوں کو شاید ان کی آمد کی پہلے سے اطلاع ہو چکی تھی لہٰذا وہ صحن میں کھڑی بڑی بے چینی انہی کا انتظار کر رہی تھیں۔ جب وہ حویلی میں داخل ہوئے تو ان دونوں کی خوشی، طمانیت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ دونوں بھاگتی ہوئی آگے بڑھیں، ان کے گھوڑوں کی باگیں لے کر اصطبل کی طرف لے گئیں۔ ان کے ایسا کرنے پر محمد بن اوس اور نعیم بن دونوں ایک جگہ کھڑے اُن کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔ اصطبل سے دونوں باہر نکلیں۔ پھر دونوں محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کو حویلی کے دیوان خانہ کی طرف لے جا رہی تھیں۔

◎.....◎

* * *

یک ہفتہ بعد محمد بن اوس اصطبل میں اپنے گھوڑے کو کھریرا کر رہا تھا۔ جبکہ قریب ی سیکا پیار و محبت میں مسکراتے ہوئے اُس کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ عین اُسی مسلح جوان حویلی میں داخل ہوا۔ جب وہ صدر دروازے سے اندر آیا تب گھوڑے یا کرنا محمد بن اوس نے چھوڑ دیا۔ کھریرا ایک طرف رکھ دیا۔ اصطبل سے باہر نکلا۔ ہیں کھڑی رہی۔ وہ مسلح جوان جو لشکر میں ایک چھوٹے سالار کی حیثیت سے کام ا، محمد بن اوس کے قریب آیا اور دکھ بھرے انداز میں کہنے لگا۔

امیر! آپ کو محترم زہیر بن قیس نے بلایا ہے۔"

بن اوس نے دیکھا، آنے والا وہ چھوٹا سالار اُلجھا اُلجھا، پریشان سا تھا۔ چند لمحوں بن اوس نے غائر نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا، پھر کہنے لگا۔

خیریت تو ہے؟"

قس پھر غم زدہ سے انداز میں کہنے لگا۔

یر! اس سلسلے میں، میں آپ سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آپ مستقر چلیں، وہاں امیر یس باقی سالاروں کے ساتھ بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ یہ محترم نعیم بن حماد کو بھی پہنچا چکا ہوں۔"

پر محمد بن اوس کہنے لگا۔

چلو، میں تمہارے پیچھے پیچھے مستقر کی طرف آتا ہوں۔"

کے ساتھ ہی وہ سالار وہاں سے نکل گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد سیکا ے نکلی، تیز تیز چلتی ہوئی محمد بن اوس کے پاس آئی اور فکرمندی میں پوچھنے لگی۔

سالار کیا پیغام لے کر آیا ہے؟"

ب میں محمد بن اوس متفکر لہجے میں کہنے لگا۔

"اس کی حالت سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ کوئی اہم معاملہ درپیش ہے۔ اس
نے مجھے کچھ بتایا نہیں۔ بہرحال زہیر بن قیس نے مجھے مستقر میں بلایا ہے۔ میں لباس
تبدیل کرلوں، پھر اس کی طرف جاتا ہوں۔"
اس پر سنیکا نے آگے بڑھ کر محمد بن اوس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اسے اپنے
ساتھ حویلی میں لے گئی۔ لباس تبدیل کرنے میں اس کی مدد کی۔ اس کے بعد محمد بن اوس
حویلی سے نکلا تھا۔

جب وہ نعیم بن حماد کی حویلی کے پاس آیا تو نعیم بن حماد اپنی حویلی سے باہر شاید
بن اوس ہی کا انتظار کر رہا تھا۔ چنانچہ دونوں بڑی تیزی سے مستقر کی طرف ہولئے تھے
جب وہ مستقر میں زہیر بن قیس کے پاس پہنچے تو وہاں سب چھوٹے بڑے سالار جمع تھے
زہیر بن قیس نے اپنے دائیں بائیں نشستوں پر ہاتھ مارتے ہوئے محمد بن اوس اور نعیم
حماد کو بیٹھنے کے لئے کہا۔ نعیم بن حماد آگے بڑھ کر زہیر بن قیس کے بائیں جانب ہو
تھا۔ جبکہ محمد بن اوس دائیں جانب سقانبہ کے ساتھ جا بیٹھا تھا۔ اس کے بیٹھنے کے بعد ز
بن قیس کچھ دیر گہری سوچوں میں ڈوبا رہا۔ پھر محمد بن اوس کی طرف دیکھتے ہوئے
بھرے انداز میں کہنے لگا۔

"میرے عزیز بھائی! اس وقت ہمارے لئے تین بری خبریں ہیں۔ ایک خبر ہا
اندرونی نا اتفاقی کی اور دوسری دو دشمن کی طرف سے ہیں۔ کچھ قاصد تھوڑی دیر پہلے آ
اور یہ خبریں انہوں نے دی ہیں۔"
زہیر بن قیس کے ان الفاظ پر محمد بن اوس چونکا تھا، کہنے لگا۔
"ہمارے اندرونی معاملات کو کیا ہوا؟ کیا کوئی بغاوت یا نافرمانی پر آمادہ ہے
میں دیکھتا ہوں کہ حنس بن عبداللہ یہاں نہیں ہے۔"
زہیر بن قیس نے شانے پر رکھے ہوئے رومال سے اپنا چہرہ صاف کیا۔ کہنے
"عزیز بھائی! اُسی سے متعلق تو میں تم سے کچھ کہنے والا ہوں۔ دراصل حنس بن عبد
خیال ہے کہ عقبہ بن نافع کے بعد ہمیں دشمن کے ساتھ ٹکراؤ بند کر دینا چاہئے، مصر
کرنا چاہئے، وہاں سے امداد حاصل کرنے کے بعد پھر دشمن قوتوں سے ٹکرانا چاہئے
زہیر بن قیس کے ان الفاظ پر محمد بن اوس نے کچھ سوچا، پھر کہنے لگا۔
"زہیر بن قیس! میرے عزیز بھائی! یہ حنس بن عبداللہ کا ذاتی خیال ہے
اجتماعی فیصلہ نہیں ہے۔ اگر ہم سب اب تک فتح کئے جانے والے علاقوں سے دشمن

ر کی طرف چلے جائیں اور وہاں بیٹھ کر دربارِ خلافت سے آنے والی کمک کا انتظار
تو اس سے یہ تو پوچھنا تھا کہ اس وقت قیروان کے علاوہ جو ہمارے شہر ہیں، ان
ر جو آبادی ہے اس کی حفاظت کون کرے گا؟ کس کے رحم و کرم پر چھوڑ کر ہم اپنی
ی حفاظت کی خاطر مصر کا رخ کر جائیں؟"
ہیر بن قیس کے انکشاف پر محمد بن اوس کے چہرے پر ناپسندیدگی اور غصہ کے آثار
ہوئے تھے، پھر کہنے لگا۔
"کیا حنس بن عبداللہ یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنی جانیں بچا کر یہاں سے مصر کی طرف
ئیں اور ہمارے بعد ہمارے دشمن ہمارے لوگوں پر خزاں کی آہنی گرفت کی طرح
ں اور ان کی حالت یخ بستگی میں بکھری راکھ جیسی بنا کر رکھ دیں۔ کیا وہ یہ چاہتا
ہم اپنے ہی لوگوں کو تنہا چھوڑ کر دشمن کے سامنے ان کی حالت کہر زدہ اندھیری
ں گم صم آشیانوں میں روتے بلکتے پرندوں اور گرتے بکھرتے پیلے پتوں جیسی بنا کر
؟"

ہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس رُکا، پھر اپنی بات کو آگے بڑھاتا ہوا وہ کہہ رہا تھا۔
"کیا حنس بن عبداللہ یہ چاہتا ہے کہ ہم یہاں سے چلے جائیں اور ہماری غیر
میں تبسم کے متلاشی ہمارے بچوں کے ہونٹ، خوابوں کی متلاشی ہماری بہنوں کی
ستاروں کے عکس جیسے ہماری ماؤں کے آنچل، وقت کی گود میں مطمئن ہمارے
کی خوشیاں خون آلو ہو کر رہ جائیں؟ کیا وہ یہ چاہتا ہے کہ ہماری غیر موجودگی میں
ں ہمارے لوگوں کو قضا کی زنجیروں میں جکڑ کر آہیں بھرتے تاریک زندانوں میں
ا۔ حنس بن عبداللہ حماقت بھرا مشورہ دے رہا ہے۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو ابن
ر کھے گا، ہمارے علاقوں کی زندگی کا دلکش روپ بھوکی ننگی حیات کے بازار میں
و جائے گا۔ دشمن ہمارے سرسبز اور شاداب کھیتوں کو زرگزیدہ سماج سے بھی ابتر بنا
ے گا اور اس سے بھی بڑھ کر ہمارے ان گنت دشمن بھوکے گدھوں کی طرح
ا رخ کریں گے اور ہمارے بوڑھوں، بچوں، ماؤں، بہنوں کی ڈوبتی نبضوں میں
ان گنت نشتر گاڑ کر رکھ دیں گے۔ اگر وہ ایسا چاہتا ہے تو زہیر بن قیس میرے
از کم میں ایسا نہیں چاہتا۔ اگر آپ میرا ہی خیال جاننا چاہتے ہیں تو میں یہ تک
ہوں کہ اگر آپ سب لوگ، سارے سالار، سارے لشکری بھی قیروان چھوڑ کر
ا تو قسم خداوند قدوس کی، میں اکیلا ہی یہاں رہوں گا اور جب تک میرے جسم

میں خون کا آخری قطرہ ہے میں......."

اس سے آگے محمد بن اوس کچھ نہ کہہ سکا۔ زہیر بن قیس نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ کہنے لگا۔

"ابنِ اوس! آپ سے یہ ساری تفصیل کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ حنس بن عبداللہ کو سمجھائیں، وہ اپنے کچھ ساتھیوں کو ساتھ لے کر مصر جانے کا آخری فیصلہ کر چکا ہے اور اپنی تیاریوں کو آخری شکل بھی دے چکا ہے۔"

اس موقع پر محمد بن اوس نے بڑے غور سے زہیر بن قیس کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگا۔

"کیا آپ نے اُسے مصر جانے سے روکا؟"

زہیر بن قیس نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔

"کیا آپ نے اُسے سمجھایا کہ اس طرح ہمارے جانے کے بعد ہمارے شہر، ہماری بستیاں اُجڑ جائیں گی، ویران ہو جائیں گی؟"

زہیر بن قیس نے پھر اثبات میں گردن ہلائی تھی۔

اس پر غصے اور غضب نا کی کا اظہار کرتے ہوئے محمد بن اوس بول اٹھا۔

"زہیر بن قیس! ان علاقوں میں محترم عقبہ بن نافع کے بعد اب آپ نہ صرف حاکم ہیں بلکہ سپہ سالارِ اعلیٰ بھی ہیں۔ اگر حنس بن عبداللہ نے آپ کی بات نہیں مانی، آپ کے سمجھانے پر بھی اُس نے اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کیا تو پھر میں کون ہوتا ہوں اسے سمجھانے والا۔ اُسے جانے دیں۔ اگر وہ اپنے لوگوں کی حفاظت میں ہمارا ساتھ نہیں دینا چاہتا تو نہ دے۔ اپنی حفاظت کی خاطر بے شک چلا جائے، ہم اسے روکیں گے نہیں۔ یہ آخری فیصلہ ہے اور میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ مزید اسے سمجھانے کی کوشش نہ کریں بلکہ اسے کہہ دیں کہ جو وہ چاہتا ہے کر گزرے، ہم اُسے روکنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ جس وقت ہم اپنے محترم سالار عقبہ بن نافع کی سرکردگی میں دشمن سے ٹکراتے تھے، اس وقت بھی ہم خداوند قدوس ہی سے مدد اور حمایت کے طالب ہوا کرتے تھ۔ اب امیر کے مارے جانے کے بعد آپ کا ہر فیصلہ آخری اور حتمی ہے۔ اگر اس نے آپ کی بات نہیں مانی تو اسے جانے دیں۔ اس کے جانے کے باعث ہم اپنے خداوند قدوس کی مدد اور حمایت سے محروم نہیں ہو جائیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس رکا، کچھ سوچا پھر دوبارہ اس نے زہیر بن قیس کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"آپ نے جو اندرونی خلفشار اُٹھا ہے اس کی تفصیل تو کہہ دی اور وہ مسئلہ حل بھی ہوا۔ اب جو دو بری خبریں آپ سنانا چاہتے ہیں ان سے متعلق کہیں، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

محمد بن اوس کے استفسار پر زہیر بن قیس نے کہنا شروع کیا تھا۔

"ابنِ اوس! میرے بھائی! پہلی بری خبر یہ ہے کہ بربروں کے سردار برانس نے ایک ائی بڑے لشکر کے ساتھ ہمارے علاقوں میں ترک تاز کرنا شروع کر دی۔ اس سلسلے میں ہرف یہ کہ کسیلہ بلکہ ملکہ جرارہ کے لشکری بھی اس کی مدد کر رہے ہیں۔"

دوسری بری خبر یہ ہے کہ رومنوں کے بادشاہ جسٹین اور افریقہ میں ان کے حاکم ریگوری کو خبر ہو گئی ہے کہ رومنوں کے علاوہ کسیلہ کو بھی ہمارے ہاتھوں شکست کا سامنا رنا پڑا ہے اور یہ کہ محمد بن اوس کے ہاتھوں ان کا نامور جرنیل لیو بھی اپنی جان سے ہاتھ بیٹھا ہے۔ چنانچہ اپنی اس زک، اپنی اس شکست، اپنی اس ذلت آمیز خواری پر پردہ لنے کے لئے رومنوں نے ہمارے شہر برقہ پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

زہیر بن قیس جب خاموش ہوا تب کسی قدر متفکر انداز میں محمد بن اوس نے پوچھ لیا۔

"کیا رومنوں کو یہ خبر تو نہیں ہو گئی کہ ہم نے مالِ غنیمت کا ایک حصہ الجیم میں رکھا ہے۔ کہیں وہ برقہ پر حملہ آور ہونے کے بعد الجیم کا رُخ نہ کریں۔ کیا ہمارے مخبروں نے سلسلے میں کوئی نشاندہی کی ہے؟"

اس پر زہیر بن قیس کہنے لگا۔

"میرے بھائی! ہمارے مالِ غنیمت کے وہاں رکھنے کی ابھی کسی کو خبر نہیں ہے۔ مال یہ دونوں بری خبریں ہیں۔ ایک طرح سے دشمن ہمارے لئے دو محاذ کھولنا چاہتا ۔ میرے عزیز بھائی! تمہارے اور نعیم بن حماد کے آنے سے پہلے میں نے سقانہ اور سالاروں کے ساتھ مشورہ کیا تھا۔ ایک تجویز بھی بنائی تھی۔ اگر تم اس سے اتفاق کرو تو رے احسن طریقے سے دشمن سے نمٹ سکتے ہیں۔

محمد بن اوس! جہاں تک حنس بن عبداللہ کا تعلق ہے تو وہ تو اب ہمارا ساتھ نہیں دے اپنے چند جانثاروں کے ساتھ وہ آج ہی یہاں سے مصر کی طرف روانہ ہو جائے گا۔ ں چاہتا ہوں کہ میں لشکر کا ایک حصہ لے کر برقہ کا رخ کروں۔ اس سلسلے میں اگر تم ی کا اظہار کرو تو میں حنس بن عبداللہ کی جگہ نعیم بن حماد کو اپنے ساتھ رکھ لوں۔ مجھے ہے کہ میں اور نعیم بن حماد دونوں مل کر رومنوں کو ایسا کھنگالیں گے کہ انہیں برقہ شہر

کے نزدیک نہیں آنے دیں گے۔

جہاں تک برانس کا تعلق ہے تو میں چاہتا ہوں حسب سابق صالح بن حریم کو چند دستوں کے ساتھ قیروان شہر ہی میں رہنے دیا جائے۔ میرے بھائی! آپ اور سقانہ دونوں برانس کے خلاف حرکت میں آئیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ دونوں مل کر برانس کی خوب سرکوبی کریں گے۔"

زہیر بن قیس رکا، ایک غائر نگاہ باری باری اُس نے محمد بن اوس اور سقانہ پر ڈالی پھر کہنے لگا۔

"اس سلسلے میں، میں سقانہ کو بھی اپنے ساتھ برقہ لے جا سکتا تھا۔ لیکن سقانہ کی یہاں ضرورت زیادہ ہے۔ ماضی میں چونکہ سقانہ برانس کے ساتھ ٹکراتا رہا ہے لہٰذا یہ ان کے طریقۂ جنگ سے بھی خوب واقف ہے۔ اور پھر آپ کے ساتھ سقانہ خوب کام کرے گا۔ اس کے علاوہ سقانہ نے تم دونوں کی آمد سے پہلے اس خواہش کا بھی اظہار کیا تھا کہ اسے آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔"

زہیر بن قیس جب خاموش ہوا تب محمد بن اوس نے ایک گہری نگاہ نعیم بن حماد پر ڈالی۔ شاید اس کے اس طرح دیکھنے کے انداز کو نعیم بن حماد بھانپ گیا تھا۔ ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر نمودار ہوئی، پھر محمد بن اوس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابنِ اوس! میرے بھائی! میری طرف اس طرح نہ دیکھو۔ تمہارے اس طرح دیکھنے کے انداز کا مطلب میں سمجھ گیا ہوں۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اپنی رضامندی کا اظہار کروں تو میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہوں گا۔ مجھے تو دشمن کے خلاف ضرب لگانا ہے۔ جہاں آپ حکم دیں گے، اسی پر عمل کرنا میرے لئے فرض بن جاتا ہے۔ لہٰذا میں امیر زہیر بن قیس کے ساتھ بخوشی برقہ جانے کے لئے تیار ہوں۔ اس سلسلے میں آپ میری طرف سے کسی پریشانی یا فکرمندی کا اظہار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

نعیم بن حماد کا یہ جواب سن کر جہاں زہیر بن قیس خوش ہو گیا تھا، وہاں محمد بن اوس بھی اطمینان کا اظہار کر رہا تھا۔ پھر زہیر بن قیس محمد بن اوس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابنِ اوس! میرے بھائی! اس وقت ان دونوں مہموں کو نمٹا لینا ہمارے لئے ضروری اور اہم ہے۔ اس لئے کہ رومن اپنی شکست کی وجہ سے جلد سنبھلیں گے نہیں۔ اس کے علاوہ وہ اپنا جو ایک لشکر برقہ کی طرف روانہ کر رہے ہیں اس لشکر ہی کی وجہ سے وہ فی الحال ہمارے خلاف کسی دوسری مہم کا آغاز کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ لہٰذا جب تک

ن سنبھل کر ہمارے لئے کوئی نیا محاذ کھڑا نہیں کرتے، اس وقت تک ہم ان دونوں ؤں سے بڑے احسن طریقے سے نبرد آزما ہو سکتے ہیں۔"

زہیر بن قیس رکا، پھر دوبارہ اُس کی آواز سنائی دی۔

"ابنِ اوس! میرے بھائی! میں چاہتا ہوں کہ کل ان دونوں مہموں کا آغاز کر دیا ئے۔ آپ اور سقانہ برانس کے خلاف نکل کھڑے ہوں جبکہ میں اور نعیم بن حماد اپنے کے لشکر کو لے کر برقہ کا رُخ کریں گے۔"

وہاں بیٹھے ہوئے سارے سالاروں نے چونکہ اس تجویز سے اتفاق کیا تھا لہٰذا زہیر بن نے وہ مجلس ختم کر دی تھی۔ پھر سارے سالار وہاں سے اُٹھ کر چل دیئے تھے۔

محمد بن اوس جب حویلی میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا سیکا حویلی کے صحن کے ایک نے سے دوسرے کونے تک بڑی بے چینی اور بڑی بے تابی سے چہل قدمی کر رہی ۔ جونہی محمد بن اوس صدر دروازے سے حویلی میں داخل ہوا، سیکا بھاگنے کے انداز ں کی طرف لپکی۔ قریب آ کر اس نے محمد بن اوس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں اسے اپنے ساتھ دیوان خانے میں لے گئی۔ دونوں ایک ہی نشست پر بیٹھ گئے۔ پھر چاہت اور جستجو بھرے انداز میں سیکا نے محمد بن اوس کو مخاطب کیا تھا۔

"امیر! زہیر بن قیس نے جو سارے سالاروں کو جمع کیا تھا، کیا اس کا کوئی خاص تھا؟"

جواب میں محمد بن اوس نے پہلے بڑے غور سے سیکا کی طرف دیکھا، اس کے بعد ن قیس کے ساتھ جو گفتگو ہوئی تھی اس کی تفصیل اس نے سیکا سے کہہ دی تھی۔ ساری تفصیل جاننے کے بعد سیکا پریشان اور فکرمند ہو گئی تھی۔ پھر دُکھ بھرے انداز نے لگی۔

"یہ حنس بن عبداللہ کو کیا ہوا کہ وہ اس قدر غیر ذمہ داری کا اظہار کرنے لگا ہے۔ واپس جانا چاہتا ہے تو چلا جائے۔ اس ایک کے جانے سے انقلاب نہیں آ جائے الئے کہ خداوند قدوس کسی قوم کی انفرادی غلطیوں کو تو معاف کر سکتا ہے، اجتماعی ا کی سخت سزا دیتا ہے۔ یہ بھی اچھا ہے کہ اکیلے حنس بن عبداللہ کے یہ خیالات ا دوسرا سالار اس سلسلے میں اس کا حمایتی اور طرف دار نہیں ہے۔"

رکا رُکی، کچھ سوچا، پھر دوبارہ اُس نے محمد بن اوس کو مخاطب کیا۔

آپ کب تک نئی مہم پر نکلیں گے؟"

"میں کل اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کروں گا۔ میرے ساتھ
زہیر بن قیس اور نعیم بن حماد بھی برقہ کی مہم پر روانہ ہو جائیں گے۔"

"اس بار نعیم بن حماد کی بجائے سقانہ کو آپ کے ساتھ رکھا گیا ہے۔ کیا اس کی کو
خاص وجہ ہے؟" غور سے محمد بن اوس کی طرف دیکھتے ہوئے سیکا نے پوچھ لیا تو
جواب میں محمد بن اوس کہنے لگا۔

"نہیں سیکا! اس کی کوئی خاص وجہ نہیں۔ اول یہ کہ سقانہ نے اس خواہش کا اظہ
کیا تھا کہ اس مہم میں وہ میرے ساتھ کام کرنا چاہتا ہے، دوسرے سقانہ برانس اور ا
کے لشکریوں کے طریقہ جنگ سے بھی خوب واقف ہے۔ ماضی میں بھی کئی مواقع پر
برانس سے ٹکراتا رہا ہے اور اسے شکستیں دیتا رہا ہے۔ اس بار برانس کے ساتھ ملکہ جرا
اور کسیلہ کے لشکری بھی ہیں۔ اس کے باوجود مجھے امید ہے کہ میں اور سقانہ دونوں مل
اس متحدہ لشکر کو لاتعداد بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کی طرح ہانکنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

محمد بن اوس کے ان الفاظ پر سیکا مطمئن ہو گئی تھی۔ پھر اپنی جگہ پر اٹھی اور محمد بن
اوس کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"آپ اتنی دیر تک لباس تبدیل کریں، میں کھانا لگاتی ہوں۔ پھر اکٹھے بیٹھ کر کھا
کھاتے ہیں۔" اس کے ساتھ ہی سیکا دیوان خانے سے نکل گئی تھی۔

اگلے روز محمد بن اوس اور سقانہ برانس کی مہم کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ جبکہ زہ
بن قیس، نعیم بن حماد کے ساتھ برقہ کا رخ کر گیا تھا۔

●●●

بقول علامہ ابن خلدون حنس بن عبداللہ زہیر بن قیس اور محمد بن اوس کا ساتھ چھوڑ
اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مصر کی طرف چلا گیا تھا۔ اب افریقہ میں مسلمانوں کے تی
ہی بڑے سالار رہ گئے تھے۔ زہیر بن قیس، محمد بن اوس اور صالح بن حریم۔ صالح بن حر
کو عموماً قیروان کی حفاظت کے لئے چھوڑا جاتا تھا۔ اس لئے کہ وہ انتظامی امور کا بڑا ما
تھا۔ اس بار بھی جب زہیر بن قیس اپنے لشکر کے ساتھ نعیم بن حماد کے ہمراہ برقہ کی طرف
گیا اور محمد بن اوس اور سقانہ نے برانس کی طرف کوچ کیا تو ان کی غیر موجودگی میں صا
بن حریم ہی کو قیروان میں انتظامی امور کے لئے چھوڑا گیا تھا۔

دراصل رومن کسیلہ، برانس اور دیگر قوتوں کے ساتھ صلاح و مشورہ کرنے کے بع
بیک وقت مسلمانوں کے لئے کئی محاذ کھولنا چاہتے تھے۔ رومنوں کو اپنے سالار اعلیٰ لیو ک

اس کے ہاتھوں مارے جانے کا انتہا درجہ کا صدمہ اور دکھ تھا۔ یہ خبر جس وقت
میں پہنچی تو جسٹنین نے نہ صرف دکھ اور غم کا اظہار کیا بلکہ قرطاجنہ میں اس نے
انے کا بھی اعلان کیا تھا۔ لیو کی موت پر جہاں گریگوری نے گہرے غم اور دکھ کا
، وہاں بڑے کلیسا کے بشپ پولوس نے بھی قسم کھائی کہ مسلمانوں سے لیو کا انتقام
لئے وہ بذات خود اس لشکر میں شامل ہو گا جو براہ راست قیروان پر حملہ آور ہونے
قرطاجنہ سے کوچ کرے گا۔ اس طرح لیو کی موت نے قرطاجنہ میں مسلمانوں کے
وغصہ کی ایک لہر دوڑا کر رکھ دی تھی۔ چونکہ رومن ایک عرصہ سے مسلمانوں کے
پٹتے آرہے تھے۔ پے در پے انہیں شکستوں کا سامنا کرنا پڑا تھا، لہٰذا لیو کی موت
بڑی کارروائی کرنے سے گریز کرتے رہے۔ وہ یہ سوچنے پر مجبور تھے کہ اگر
نے اپنی ساری قوت کو یکجا کر کے قیروان کی طرف کوچ کیا اور اس ٹکراؤ میں بھی
کے ہاتھوں انہیں پسپائی کا سامنا کرنا پڑا تو پھر کبھی بھی افریقہ کی سرزمینوں میں
کی عزت اور وقار بحال نہ ہو سکے گا۔ اس بناء پر رومنوں نے یہ فیصلہ کیا کہ
کو اپنے سامنے نیچا دکھانے اور ان کی طاقت و قوت کو کمزور کرنے اور ضعف
کا بس یہی ایک طریقہ ہے کہ ان کی طاقت اور قوت کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا
اس سلسلے میں انہوں نے تیز رفتار قاصدوں کے ذریعے کسیلہ کے علاوہ برانس
رابطہ قائم کیا تھا۔

وبہ بندی کے تحت رومن اور برانس حرکت میں آئے تھے۔ جبکہ کسیلہ اور ملکہ
لشکر سے متعلق ابھی کچھ خبر نہ تھی کہ وہ کہاں ہیں اور آنے والے دور میں وہ کیا
انے کے درپے ہیں۔ جہاں تک رومنوں کا تعلق تھا انہوں نے اپنے لشکر کو دو
میں تقسیم کیا تھا۔ ایک حصہ ہرکولیس کی کمانداری میں دیا گیا تھا، دوسرا حصہ اسارین
دگی میں تھا۔ اسارین اپنے حصے کے لشکر کو لے کر برقہ شہر کی طرف بڑھا تھا جبکہ
نے تلمسان شہر کا رخ کیا تھا۔ اس لئے کہ تلمسان کے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح
اس پر مسلمانوں کے قبضہ نے ایک طرح سے افریقہ میں رومنوں کو ہلا کر رکھ دیا
من یہ تہیہ کئے ہوئے تھے کہ ان کی عزت اور وقار اس وقت تک بحال نہیں ہو گا
وہ مسلمانوں سے تلمسان شہر واپس نہ لے لیں۔

ری طرف مسلمانوں کے لشکر میں بھی اب اندرونی نفاق تھا۔ حنس بن عبداللہ کے
بن قیس اور محمد بن اوس کا ساتھ چھوڑ کر مصر کی طرف چلے جانے سے دوسرے

لشکریوں پر بھی برا اثر پڑا تھا۔ تاہم وہ لشکری زہیر بن قیس اور محمد بن اوس پر پورا اعتماد اور
بھروسہ رکھتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ یہ دونوں سالار افریقہ میں مسلمانوں کے وقار اور
عزت کو بحال کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔

رومنوں نے دو مختلف سمتوں میں بڑے محاذ کھولے تھے۔ ایک محاذ دور مشرق میں،
دوسرا دور مغرب میں تھا۔ رومن یہ اندازہ لگائے ہوئے تھے کہ مسلمان صرف ایک محاذ پر
ان کا سامنا کر سکیں گے، دوسرے محاذ کی طرف توجہ نہیں دے سکیں گے اس لئے کہ اپنے
لشکر کا کچھ حصہ انہیں بہرحال برانس کی طرف بھی روانہ کرنا پڑے گا۔

چنانچہ رومن اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوئے۔ محمد بن اوس اور زہیر بن قیس کے
پاس اب اتنا بڑا لشکر تو تھا نہیں کہ وہ تلمسان کی حفاظت کے لئے بھی کسی کو روانہ کرتے۔
لہٰذا تلمسان پر رومنوں کے سالار ہرکولیس نے حملہ آور ہو کر اس پر قبضہ کر لیا۔ تلمسان میں
جو مسلمانوں کا چھوٹا سا لشکر تھا، اس نے جب دیکھا کہ رومنوں کا ایک بہت بڑا لشکر شہر پر
حملہ آور ہونے کے درپے ہے تو انہوں نے بڑی عقلمندی سے کام لیا۔ وہ جانتے تھے کہ
مسلمانوں میں سے کوئی بھی سالار ان کی مدد کے لئے نہیں آئے گا۔ عقبہ بن نافع شہید ہو
چکا تھا، زہیر بن قیس برقہ کی طرف جا چکا تھا اور محمد بن اوس اور سقانہ برانس سے الجھنے
کے لئے جا رہے تھے۔ لہٰذا اس چھوٹے سے لشکر کے سالار نے شہر خالی کر دیا اور اپنے
لشکریوں کو لے کر وہ قیروان کی طرف ہو لیا تھا۔ اس طرح تلمسان شہر پر رومنوں کے
سالار ہرکولیس نے قبضہ کر لیا تھا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ رومنوں کو کہیں کامیابی نصیب ہوئی۔ یہ بھی ادھوری کامیابی تھی۔
اس لئے کہ ان کا تلمسان کے نواح یا شہر میں مسلمانوں سے مقابلہ ہی نہیں ہوا تھا۔ چنانچہ
شہر میں داخل ہونے کے بعد ہرکولیس نے اپنے مرکزی شہر قرطاجنہ کی طرف قاصد بھجوائے
اور اپنی اس کامیابی اور فتح مندی کی خبر بھجوائی۔

قرطاجنہ میں جب رومنوں کی انتظامیہ کو خبر ہوئی کہ ان کے سالار ہرکولیس نے
تلمسان پر قبضہ کر لیا ہے تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ لیو کے سوگ کو بھول گئے۔
شہر کے اندر خوشیاں منائی جانے لگیں۔ فتح کا جشن شروع ہو گیا تھا۔ اس لئے کہ یہ پہلا
موقع تھا کہ ان کے کسی سالار نے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنی کامیابی اور فتح مندی کی
خبر بھیجی تھی۔

فتح کی یہ خبر جس وقت رومن مخبر اور قاصد قرطاجنہ لے کر آئے اسی روز گریگوری

ح مشورہ کرنے کے بعد جسٹین نے کچھ قاصد اسارین کی طرف روانہ کئے جو برقہ شہر
رف کوچ کر رہا تھا اور اسے تلمسان پر رومنوں کے قبضہ کی خبر دی اور ساتھ ہی یہ
ی کی کہ اپنے لشکر کے اندر منادی کرا دے کہ رومنوں نے تلمسان پر قبضہ کر لیا ہے
سلمانوں کا مقابلہ کرتے ہوئے رومنوں کے حوصلے مضبوط اور مستحکم رہیں۔ کچھ قاصد
ی طرف بھی روانہ کئے گئے جنہوں نے جا کر برانس کو خبر دی کہ رومنوں نے
ن شہر واپس لے لیا ہے۔

دوسری طرف مسلمان مخبر زہیر بن قیس کے علاوہ محمد بن اوس کو بھی یہ خبر پہنچا چکے تھے
من تلمسان پر قبضہ کر چکے ہیں۔ لیکن دونوں سالار کسی ردِعمل کا اظہار نہ کر سکے۔
لئے کہ حالات ایسے تھے کہ دونوں میں سے کوئی بھی تلمسان کی نہ مدد کر سکتا تھا نہ اس
ف متوجہ ہو سکتا تھا۔

زہیر بن قیس نے ایسی تیزی اور برق رفتاری سے سفر کیا تھا کہ اپنے لشکر کے ساتھ وہ
ا سے پہلے ہی برقہ شہر پہنچ گیا۔ برقہ شہر میں جو مسلمان تھے انہیں رومنوں کے حملہ
نے کی خبریں پہنچ چکی تھیں لہٰذا شہر کے اندر خوف و ہراس پھیلا تھا۔ ہر کوئی سہا سہا،
ا سا تھا کہ نہ جانے رومن کب برقہ شہر پر حملہ آور ہوں اور شہر میں تباہی اور خون
کا سماں برپا کر دیں۔ اس لئے کہ شہر کے اندر جو مسلمانوں کا چھوٹا سا لشکر تھا وہ
انتظامی امور نمٹا سکتا تھا، بیرونی حملہ آوروں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ جب
ن قیس اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تب شہر کے لوگوں کے حوصلے بلند ہو گئے
کے اندر وہ جوان جو تیغ زنی کا تجربہ رکھتے تھے، وہ بھی بڑے جوش و جذبہ کا اظہار
ے ہوئے زہیر بن قیس کے لشکر میں شامل ہونا شروع ہو گئے تھے۔

رقہ شہر میں داخل ہونے کے بعد زہیر بن قیس نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ اپنے
روں کو اس نے مشرق کی طرف پھیلایا تا کہ وہ مخبر اسے رومنوں کے لشکر کی نقل و
سے آگاہ کرتے رہیں۔

ک روز مسلمان مخبروں نے زہیر بن قیس کو یہ اطلاع دی کہ ایک دن بعد رومنوں کا
قہ شہر کے سامنے نمودار ہو گا تب زہیر بن قیس خم ٹھونک کر برقہ شہر سے نکلا اور کھلے
ں میں اس نے پڑاؤ کر لیا تھا۔ وہیں وہ رومنوں کی راہ روکنا چاہتا تھا۔ اس لئے کہ
دانوں میں اس نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا، وہ شاہراہ جو قرطاجنہ سے برقہ
ف آتی تھی انہی میدانوں میں سے گزرتی تھی۔ گویا زہیر بن قیس نے رومن لشکر کی

راہ روکنے کا تہیہ کرلیا تھا۔

مسلمان مخبروں کی اطلاع کے مطابق اگلے روز رومنوں کا لشکر بھی وہاں پہنچ گیا اور زہیر بن قیس کے سامنے انہوں نے پڑاؤ کیا۔ مسلمانوں نے اندازہ لگایا کہ رومنوں کا جو لشکر آیا تھا، تعداد کے لحاظ سے وہ مسلمانوں کے لشکر سے کہیں بڑا تھا۔ لیکن زہیر بن قیس نے رومنوں کی اس عددی فوقیت کو کوئی اہمیت نہ دی۔ چنانچہ رومنوں نے وہاں ایک شب بسر کر کے آرام کیا۔ زہیر بن قیس نے بھی اُنہیں ستانے کا موقع فراہم کیا۔ اگلے روز رومن لشکر کے اندر بڑے بڑے طبل بجنے لگے تھے۔ جبکہ مسلمانوں کے لشکر میں آندھی اور طوفان کی طرح تکبیروں کی آوازیں سنائی دینا شروع ہو گئی تھیں۔

جنگ کی ابتداء رومنوں کے سالار اسارین نے کی تھی۔ اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ بشاشت آمیز شائستگی کو ویران خطروں میں تبدیل کرتے جلتے اُداس موسموں کے زیاں کی کیفیت لئے نفرتوں کے سلگتے سرسام، شیر گرم سکون کو رسوائیوں اور جبر کی دھول میں تبدیل کرتی اندھی حیوانی طلب کی طرح حملہ آور ہونے تھے۔

جواب میں زہیر بن قیس نے بھی سلگتے صحرا کی لامحدود پیاس میں ریزہ ریزہ کرتی ہواؤں کی طرح اپنے لشکر کو آگے بڑھایا تھا۔ سب سے پہلے زہیر بن قیس کی انگیخت پر مسلمانوں نے ذہن کے نہاں خانوں میں خوف کی لہریں، نظر نظر میں ویرانیاں، سانسوں میں جلتی آگ بھر دینے والے خروش کی طرح تکبیریں بلند کیں۔ اس کے بعد زہیر بن قیس اور نعیم بن حماد دونوں نے اپنے کام کی ابتداء کی اور وہ بھی خبیث روحوں کی فطرت تک میں بے کراں کرب کے سرسام بھر دینے والے موت کے ہولناک خروش، چہروں کو آزردہ تخیل کی اُڑانوں کو خستہ و ماندہ کرتی بھڑکتی نفرت کی جوالا کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

برقہ شہر کے نواح میں صدیوں کے پیاسے صحرا میں زندگی کے آئینوں کو ریزہ ریزہ کرتی سوگ بھری قضاء رقص کرنے لگی تھی۔ درد کے سائے، نفرت کی کھائیں اور مرگ کے پیچ و تاب ہر سُو اپنا رنگ دکھانا شروع ہو گئے تھے۔

رومنوں کا خیال تھا کہ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد چونکہ ان کے مقابلے میں بہت کم ہے لہٰذا وہ لمحوں کے اندر برقہ کے نواح میں مسلمانوں کو بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے۔ لیکن زہیر بن قیس اور نعیم بن حماد کی سرکردگی میں مسلمان لشکری ان کے گلے کا پھندا ثابت ہونا شروع ہو گئے تھے۔ زہیر بن قیس اور نعیم بن حماد جو اس سے پہلے ان گنت ایسے معرکے سر کر چکے تھے انہوں نے کمال جوانمردی اور جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کرتے

اپنے لشکر کی راہنمائی کی تھی اور ان کے لشکری اپنی جانیں ہتھیلیوں میں رکھ کر
پر حملہ آور ہو رہے تھے جس کے نتیجہ میں بڑی تیزی سے رومنوں کی حالت
ے محروم پیڑوں، ادھورے خوابوں کی نادیدہ تعبیروں، دکھ کے گہرے ساغروں
ڑتے خونی گرداب سے بھی زیادہ ابتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

موقع پر زہیر بن قیس اور نعیم بن حماد نے آپس میں رابطہ قائم کیا اور ایک
پہ یہ ظاہر کیا کہ دشمن کے پاؤں اب اُکھڑنے والے ہیں۔ اگر ان پر چند زوردار
ئے جائیں تو اپنی فتح کو یقینی بنایا جا سکتا ہے۔ یہ رابطہ ہونے کے بعد زہیر بن قیس
آواز میں اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے اُنہیں انگیخت کیا۔

ہر بن قیس کے انگیخت کرنے والے الفاظ سن کر مسلمان لشکری بھڑک اُٹھے تھے۔
ں میں انہوں نے تیزی اور شدت پیدا کر دی تھی۔ اور اب وہ لمحوں کا روگ بن
ں، بے کنار اور لامحدود پیاس اور سمٹتی تیرگی میں پھیلتی شبوں کی طرح حملہ آور
ہو گئے تھے۔ ان تیز اور شدید حملوں کا اثر یہ ہوا کہ رومن جو پہلے ہی ڈگمگا رہے
ی حالت اب مہیب راہوں پر دوپہر کی لُو سے بھی بدتر ہونا شروع ہو گئی تھی۔
ک وہ زہیر بن قیس اور نعیم بن حماد کے جان لیوا حملوں کو برداشت نہ کر سکے۔
نے جب اندازہ لگایا کہ جنگ اگر اسی طرح جاری رہی تو اس کے لشکر کا خاتمہ ہو
لہٰذا اس نے پسپائی کے بگل بجوا دیئے تھے۔ پسپائی کے بگل بجتے ہی رومن
ے ہوئے زہیر بن قیس اور نعیم بن حماد نے دور تک ان کا تعاقب کیا۔ رومنوں
خوب کم کیا۔ تعاقب میں اسارین بڑی مشکل سے اپنی جان بچا سکا تھا۔ اس
کے نواح میں زہیر بن قیس اور نعیم بن حماد نے رومنوں کو بدترین شکست دی۔

ور تک تعاقب کرنے کے بعد وہ پلٹے، رومنوں کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر
شہر میں داخل ہوئے اور رومنوں کے پڑاؤ سے جو کچھ حاصل ہوا تھا، اس کا
ہ کے لوگوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ اس طرح جہاں برقہ کے لوگوں کو رومنوں
ے جو خوف طاری تھا، وہ بھی جاتا رہا بلکہ ان کی مالی حالت بھی بہتر ہو گئی تھی۔
نواح میں رومنوں کو شکست دینے کے بعد زہیر بن قیس اور نعیم بن حماد نے
ا قیام کرلیا تھا۔

●●●

طرف محمد بن اوس اور سقانہ نے برانس کا رخ کیا تھا۔ برانس اس وقت

مسلمانوں کے علاقوں میں ترک تاز اور یلغار کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ محمد بن اوس اور سقانہ نے اسے جا لیا۔ برانس کے لشکر میں اس وقت ملکہ جزارہ کے بھی کچھ دستے شامل تھے۔

جونہی برانس نے دیکھا کہ اس پر حملہ آور ہونے کے لئے محمد بن اوس اور سقانہ پہنچ گئے ہیں تب اس نے کسی خاص تدبیر کے تحت پیچھے ہٹنا شروع کر دیا تھا۔ شاید یہ کوئی اس کی جنگی تدبیر تھی جو اس نے پہلے سے طے کر رکھی تھی۔ پیچھے ہٹتے ہوئے برانس محمد بن اوس اور سقانہ کو قیروان شہر سے کافی دور لے گیا۔ حالانکہ اس کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی لیکن وہ کسی خاص مقصد کے تحت پیچھے ہٹتا چلا گیا تھا۔ پھر کسی مناسب جگہ پر جا کر برانس پرانے زخموں کو ہرا کرتی مرگ کھولتی صداؤں، کانٹوں بھری تلخیاں بچھاتی قضا و موت کی گونجتی آوازوں کی طرح پلٹا تھا۔ اس کے بعد وہ زیست کو بے جہت کرنے والی بخت سیاہ رو، کھوئی شاموں کی تنہائی، سرو راتوں کی اُداسیوں اور فرقت کے سیاہ اندھیروں میں درد کو بے درماں کرتے اوہام کے پُرخوف ہیولوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

دوسری طرف شاید محمد بن اوس اور سقانہ نے بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ برانس کسی خاص مقصد کے تحت پیچھے ہٹ رہا ہے۔ لہٰذا وہ اس کے کسی اچانک حملے کے لئے تیار تھے۔

جونہی برانس حملہ آور ہوا، محمد بن اوس اور سقانہ نے بھی اپنی جوابی کارروائی کی۔ وہ بھی سنگین حصاروں میں تشنگی کے بھٹکتے سمندر کی طرح حرکت میں آئے تھے۔ پھر وہ دونوں ا
کے ساحلوں، درد کے فاصلوں، موت کے اندھے روگ، بھرتی کوکھ، کرب خیزی سے لبر
چیخوں اور وقت کی بدترین بدبختیوں تک میں گھس جانے والی لپکتی اُڑتی لکیریں بنا
برق، زمین کا سینہ ادھیڑتی آندھی اور بے نام و انجام عذابوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

یوں بے کراں تپتے صحرا میں دُکھ بھری داستانوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ زند
کے منشور ذلت کی نوحہ گری میں تبدیل ہونا شروع ہو گئے تھے۔ موت کے کاروان فنا
تختیاں لکھنے لگے تھے۔ سورماؤں کے بڑے بڑے قافلے پُر آشوب جھگڑوں کا شکار
شروع ہو گئے تھے۔ عافیت کے قصر گرنے لگے تھے۔ وحشت بھرے تاپ کے رنگ
نگاہوں کی راہوں میں بے جہد درد اور دھڑکنوں کی زبان میں فرقتوں کے خونی۔
کھڑے کرنے لگے تھے۔

برانس زیادہ دیر تک محمد بن اوس اور سقانہ کے حملوں کا مقابلہ نہ کر سکا۔ آخر شک
قبول کرتے ہوئے بھاگ کھڑا ہوا۔ محمد بن اوس اور سقانہ نے کچھ دور تک اس کا تعا
کیا۔ جب سورج غروب ہو گیا، چاروں طرف اندھیرا پھیلنے لگا تب انہوں نے یہ تعا

کر دیا۔ دوسری طرف سقانہ اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر ایک لمبا کاوا کاٹتا ہوا قیروان
طرف چلا گیا تھا۔

محمد بن اوس اور سقانہ پلٹے۔ جس جگہ جنگ ہوئی تھی وہاں آئے۔ ابھی وہ اپنے
ں کی دیکھ بھال ہی کر رہے تھے کہ ان میدانوں میں کچھ سوار داخل ہوئے۔ اس جگہ آ
پنے گھوڑوں سے اُترے جہاں محمد بن اوس اور سقانہ دونوں زخمیوں کی دیکھ بھال کر
تھے۔ انہیں دیکھ کر محمد بن اوس اور سقانہ دونوں چونکے تھے۔ جب وہ ان کے قریب
ب آنے والوں میں سے ایک محمد بن اوس کو مخاطب کرتے ہوئے انتہائی دُکھ اور
ن سے کہنے لگا۔

"امیر! ہم انتہا درجہ کی دو بری خبریں کر آئے ہیں۔ پہلی خبر یہ ہے کہ رومنوں
ہارے لئے دو محاذ کھولے ایک برقہ اور دوسرا تلمسان کا۔ برقہ کی طرف ان کا سپہ
اسار ین گیا تھا جسے امیر زہیر بن قیس نے شکست دی ہے۔ زہیر بن قیس کی طرف
کہ قاصد قیروان آئے تھے جنہوں نے امیر کی کامیابی کی اطلاع دی۔ رومنوں کا دوسرا
ان کے دوسرے سالار ہرکولیس کی کمانداری میں تلمسان کی طرف گیا تھا۔ لہٰذا تلمسان
ان نے قبضہ کر لیا ہے۔ تلمسان میں جو چھوٹا سا مسلمانوں کا لشکر تھا، وہ اب آپ
کی طرف آ رہا ہے۔"

یہ خبر سن کر محمد بن اوس اُداس اور افسردہ ہو گیا تھا۔ سقانہ کی حالت بھی اس سے مختلف
۔ قاصد دوبارہ بول اٹھا۔

"امیر محترم! دوسری خبر تو انتہا درجہ کی بری ہے، وہ یہ کہ ہمارے مرکزی شہر قیروان پر
کے بادشاہ کسیلہ نے قبضہ کر لیا ہے۔"

ان الفاظ پر سقانہ ہی نہیں، محمد بن اوس بھی چونکا تھا۔ بڑی بے تابی سے اس نے
والے قاصد کو مخاطب کر کے پوچھ لیا۔

رم کیا کہہ رہے ہو؟ قیروان پر وہ کیسے قابض ہو گیا؟"

ل پر آنے والا قاصد پھر بول اٹھا۔

ول جانیں، یہ دشمن کی ایک جنگی چال تھی۔ رومنوں کے ساتھ مل کر کسیلہ نے
ساتھ دھوکہ دہی کا کام سرانجام دیا ہے۔ رومنوں نے امیر زہیر بن قیس کو تو برقہ
ف کر لیا، برانس نے ہمارے علاقوں میں شب خون مارتے ہوئے ترک تاز
کر دی۔ اس طرف آپ اور سقانہ مصروف ہو گئے تھے لہٰذا مسلمانوں کی اس

مصروفیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسیلہ حرکت میں آیا اور بغیر کسی مزاحمت کے قیروان شہر میں داخل ہوا۔ شہر پر اس نے قبضہ کر لیا۔ شہر میں صالح بن حریم کے پاس جو چند دستے تھے، ان کے ساتھ نکل کر وہ بھی آپ ہی کا رخ کئے ہوئے ہیں۔"

قاصد یہاں تک کہنے کے بعد رکا، اس کے بعد اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"امیر! لگتا ہے آپ اور زہیر بن قیس کو مصروف کسی خاص مقصد کے تحت کیا گیا تھا۔ جب آپ دونوں برانس اور اسارین کے ساتھ مصروف ہو گئے تو یہ کسیلہ شاید کسی مناسب جگہ گھات لگائے ہوئے تھا اور آپ دونوں کی مصروفیت سے فائدہ اٹھا کر وہ قیروان کی طرف بڑھا اور بغیر کسی مزاحمت کے قیروان پر اس نے قبضہ کر لیا۔"

علامہ ابنِ خلدون کے مطابق کسیلہ نے قیروان پر قبضہ کرنے کے بعد فی الفور کسی انتقامی کارروائی کی ابتداء نہیں کی بلکہ اس نے وقتی طور پر مسلمانوں کو امان دے دی تھی۔ دراصل وہ حالات کا جائزہ لینے کے بعد ہی قیروان میں پر پُرزے نکالنا چاہتا تھا۔ دوسری طرف محمد بن اوس اور سقانہ کے ہاتھوں بدترین شکست اٹھانے کے بعد برانس بھی اپنے لشکر کے ساتھ لمبا چکر کاٹتے ہوئے قیروان میں کسیلہ کے پاس پہنچ گیا تھا۔

قاصد جب خاموش ہوا تب انتہائی غم زدہ انداز میں محمد بن اوس بول اٹھا۔

"میں نے اپنی زندگی میں ایسی بری خبر نہیں سنی جو آج تم نے سنا ڈالی ہے۔ قیروان پر کسیلہ کا قبضہ ہو جانا یوں جانو، ہمارے سینہ میں خنجر گھونپے جانے کے مترادف ہے۔ کسیلہ نے ہمارے ساتھ دھوکا کر کے ہمیں ہمارے امیر عقبہ بن نافع سے محروم کیا، اب رومنوں کا ساتھ دیتے ہوئے وہ ہماری مصروفیات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے قیروان شہر میں داخل ہو گیا ہے۔ لیکن زیادہ دن وہ قیروان میں ٹھہر نہیں سکے گا۔ خداوند کو منظور ہوا تو بہت جلد، ہم قیروان شہر یا اس کے نواح میں اس کی گردن کاٹ کر رہیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس رکا، اس کے بعد سقانہ کی طرف دیکھتے ہو۔ کہنے لگا۔

"سقانہ! برانس کو شکست دینے اور اسے مار بھگانے کے بعد میں نے یہ ارادہ کیا کہ اپنے لشکر کے ساتھ وقت ضائع کئے بغیر قیروان جاؤں گا اور شہر کی حفاظت کا سا کروں گا۔ اب میرے بھائی! میری ساری تجویزیں دھری کی دھری رہ گئی ہیں۔ میر عزیز بھائی! میں تمہارے سامنے ایک تجویز پیش کرتا ہوں۔ اگر وہ تجویز تمہیں پسند آ

ری ہاں میں ہاں ملانا ورنہ اپنی طرف سے کوئی تجویز دینا۔ اس پر عمل کیا جائے گا۔"

محمد بن اوس کے خاموش ہونے پر سقانہ نے احتجاجی انداز میں اس کی طرف دیکھا، رکھتی ہوئی آواز میں وہ کہہ رہا تھا۔

"امیر محمد بن اوس! آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں؟ خدا کے لئے مجھے یہ نہ کہیں میں آپ کی تجویز سے اتفاق کرتا ہوں یا نہیں۔ آپ مجھے حکم دیں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ اپنی جان کا نذرانہ ہتھیلی پر رکھ کر بھی پیش کر سکتا ہوں۔ قیروان شہر کی بازیابی کے لئے سقانہ کے خون کے آخری قطرے کی بھی ضرورت پڑی تو امیر محمد بن اوس! میں وہ قطرہ پیش کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

محمد بن اوس، سقانہ کی اس گفتگو سے بڑا متاثر ہوا تھا۔ آگے بڑھ کر اس نے سقانہ کا تھپتھپایا اور کہنے لگا۔

"سقانہ! ایسی کوئی بات نہیں۔ ایسے ناموافق حالات آتے رہتے ہیں۔ پریشان اور وصلہ نہیں ہونا چاہئے۔ وقتی طور پر اگر کسیلہ ہمارے شہر پر قابض ہو گیا ہے تو ایک روز یہ قبضہ چھوڑنا بھی ہو گا۔ ورنہ ہم اسے نہیں چھوڑیں گے۔ جو تجویز میں پیش کرنا چاہتا وہ یہ ہے کہ ہمارا اب یہاں قیام کرنا بے سود ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جو لشکر اس ہمارے پاس ہے، اس کے ساتھ تھوڑی دیر یہاں رکتے ہیں۔ جب تلمسان سے والے لشکری اور وہ دستے جو صالح بن حریم کی سرکردگی میں قیروان سے نکلے ہیں وہ م سے آن ملتے ہیں تو پھر سب کو لے کر ہم انجیم شہر کا رخ کرتے ہیں۔ وہاں لئے کچھ سہولتیں بھی ہیں۔ وہاں قدم جمانے کے بعد زہیر بن قیس سے رابطہ قائم ہیں اور اسے صورتِ حال سے آگاہ کرتے ہیں۔ اس کے بعد سب مل کر کسیلہ کا ت کریں گے۔

سقانہ! میرے عزیز بھائی! سب سے پہلے تم یہ کام کرو کہ دو تیز رفتار قاصد زہیر بن طرف روانہ کرو اور جو صورتِ حال تلمسان اور قیروان میں پیش آئی ہے اس سے قیس کو آگاہ کر دو۔ اس کے بعد ہم یہاں سے انجیم کا رخ کریں گے۔"

قانہ نے محمد بن اوس کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ دو قاصدوں کو زہیر بن قیس کی روانہ کرنے کے بعد پہلے کی طرح وہ اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے لگے تھے۔ محمد بن اوس نے لشکر کے لئے کھانا تیار کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ جس وقت دیکھ بھال اور مرہم پٹی ہو رہی تھی اس وقت وہی بربر مغنی جس نے عقبہ بن نافع

کی موت پر اس کا نوحہ کہا تھا، حرکت میں آیا۔ چند لمحوں تک وہ زوردا
پر ہاتھ مارتا رہا۔ لگتا تھا قیروان کا ہاتھ سے نکل جانا اس کے لئے ناقا
وہ مغنی تلمسان اور قیروان کے سقوط پر انتہائی دکھ بھرے انداز میں اپ
رہا تھا۔ جو کچھ وہ کہہ رہا تھا اس کا لب لباب کچھ اس طرح تھا:

''ہم عالمِ نزاع میں ہیں کوئی اسے بلائے
جانے تو ہے وہ بے وفا ظلم ہے کہ آئے
جاتے ہیں ہم بھی وہاں جانا ہے سب کو جہ
فراق ہے یہ صدیوں کا کوئی اسے بتائے
زمین کو بھوک لگتی ہے تو سنو قبر بنتی
سوچتا ہوں کتنے لوگ زمین کی بھوک مٹائے
ملیں گے جانیں پھر کہاں خواری ہو کہاں
کہ سود ہے بے گانگی دلوں میں راہ پائے
یہ زیست مستعار ہے یہ قرض ہے چکا۔
عارضی ہے یہ جہاں ہاں کوئی اسے سمجھا۔
یہ حُسن پائے دار ہے نہ کمال کو ثبات
حیف ہے کوئی مہربان یہ بات اسے بتا۔
یہ کوچ کرب خیز ہے یہ مسافتیں اندھیری
وقت کا کوئی راہی یہ بھید اسے پہنچا۔

محمد بن اوس اور سقانہ نے اپنے لشکر کے ساتھ رات وہیں
قیروان سے صالح بن حریم بھی اپنے دستوں کے ساتھ ان سے آ
لشکر جو تلمسان شہر سے نکلا تھا وہ بھی ان کے پاس پہنچ گیا تھا۔ ا
سقانہ سارے لشکر کو لے کر اگلے روز صبح ہی صبح انجیم شہر کی طرف

◎.....◎

از میں اپنی دف
برداشت تھا۔ پھر
زبات کا اظہار کر

کی تھی۔ اس دورا
تھا۔ جبکہ وہ چھوٹا
طرح محمد بن اوس
کر گئے تھے۔

★★★

برقہ شہر میں قیام کے دوران زہیر بن قیس اور نعیم بن حماد کو محمد بن اوس اور سقانہ
بھیجے ہوئے قاصدوں کے ذریعے یہ خبریں مل گئی تھیں کہ تلمسان پر رومنوں کا قبضہ ہو
ہے اور قیروان کسیلہ کے قبضہ میں چلا گیا ہے۔ عقبہ بن نافع کے بعد افریقہ میں یہ
موقع تھا کہ مسلمانوں کا مرکزی شہر کسی اور قوت کے ہاتھ میں چلا گیا تھا۔ یہ خبریں
ر زہیر بن قیس اور نعیم بن حماد سٹپٹا کر رہ گئے تھے۔ کوئی فیصلہ کرنا ہی چاہتے تھے کہ
دنوں ان کے پاس دمشق سے کچھ قاصد آئے جنہوں نے زہیر بن قیس کو یہ اطلاع
ہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے افریقہ میں مسلمانوں کی مدد کے لئے فی الفور کچھ
روانہ کئے ہیں جو ایک دو روز تک وہاں پہنچ جائیں گے۔ آنے والے ان قاصدوں
یہ بھی انکشاف کیا کہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نے وقتی طور پر عقبہ بن نافع کے بعد
بن قیس کو افریقہ میں مسلمانوں کا حاکم اور سالار مقرر کیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی
بھیجا ہے کہ چند ہفتوں تک افریقہ کے لئے نہ صرف یہ کہ ایک بڑا لشکر روانہ کیا
گا بلکہ نئے حاکم اور نئے سالار کا بھی تقرر کیا جائے گا۔

ان قاصدوں کے آنے پر زہیر بن قیس اور نعیم بن حماد دونوں خوش ہوئے تھے۔ دو
زید برقہ میں رک کر انہوں نے قیام کیا۔ جب دمشق سے آنے والے دستے ان
اس پہنچ گئے تب انہیں لے کر زہیر بن قیس اور نعیم بن حماد برقہ سے نکلے۔ اب
انے انجیم شہر کا رخ کیا تھا۔

●●●

محمد بن اوس اور سقانہ کے ہاتھوں بدترین شکست اُٹھانے کے بعد برانس قیروان شہر
ل ہو چکا تھا۔ اس کے ساتھ نہ صرف اپنا لشکر تھا بلکہ ملکہ جرارہ کا لشکر بھی اس
تھ تھا۔ جس روز وہ قیروان شہر میں داخل ہوا اس سے اگلے روز جس وقت کہ وہ

کسیلہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، کسیلہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔
''قیروان کو فتح کرنے اور قیروان پر قبضہ کرنے کے بعد اب تک آپ نے جس ر
عمل کا اظہار کیا ہے اس کی مجھے قطعی سمجھ نہیں آئی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ شہر میں داخل ہو
کے بعد جو سب سے پہلے کام کیا جاتا کہ شہر کی لوٹ مار کا حکم دیا جاتا۔ اس کے بعد جو
قدر شر اٹھانے والے اور جنگجو عناصر شہر کے اندر موجود ہیں ان کے سر قلم کر دیئے جا
تاکہ آنے والے دور میں کبھی کوئی بھی قسمت آزما میرے اور آپ کے خلاف سر نہ ا
سکے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں شہر میں داخل ہونے کے بعد آپ نے بالکل چپ سادھ
ہے اور لوگ پہلے کی طرح معمول کے مطابق زندگی بسر کرنے لگے ہیں۔ میں نے یہ بھ
سنا ہے کہ آپ نے لوگوں کو امان دے دی ہے۔''

برانس جب خاموش ہوا تب چند ثانیئے تک کسیلہ گھورنے کے انداز میں اس
طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

''برانس! جو کچھ تم نے کہا ہے، میں سمجھتا ہوں یہ جلد بازی کا فیصلہ ہے۔ ابھی
میں نہ قتل عام کیا جائے گا نہ لوٹ مار کا بازار گرم کیا جائے گا۔ ہاں میں تم سے یہ کہ
ایک مناسب وقت آنے دو، پھر شہر کے اندر خوب قتل عام بھی کیا جائے گا۔ ہر گھر
لوٹ مار بھی کی جائے گی۔ لیکن مناسب وقت پر۔ پہلے یہ سوچو کہ ابھی مسلمانوں
طاقت اور قوت میں ضعف نہیں آیا۔ زہیر بن قیس زندہ ہے اور پھر سب سے بڑھ کر
بن اوس ایک لشکر لے کر الجیم میں پڑا ہوا ہے۔ وہ کسی بھی وقت میرے اور تمہارے
خطرہ ہی نہیں بلکہ موت کا پیغام بھی بن سکتا ہے۔ اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ
سے پہلے زہیر بن قیس اور محمد بن اوس کا بندوبست کیا جائے۔ اس کے بعد شہر کے ا
جو کارروائی بھی تم کرنا چاہو گے تمہیں اس کی اجازت ہو گی۔''

کسیلہ جب خاموش ہوا تب جستجو بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہو
برانس بول اٹھا تھا۔

''پر پہلے یہ تو کہیں کہ زہیر بن قیس اور محمد بن اوس کا خاتمہ کیسے کیا جائے گا؟
یہ کام اتنا آسان نہیں۔''

کسیلہ نے پھر کچھ سوچا، کہنے لگا۔

''سنو برانس! آج میں نے صبح سویرے کچھ قاصد ملکہ جرارہ کی طرف روانہ
ہیں اور اس سے استدعا کی ہے کہ وہ اپنا ایک اور لشکر قیروان کی طرف بھجوائے۔ قیر

ے اندر ہم اپنی طاقت اور قوت کو مضبوط اور مستحکم بنائیں گے۔ یاد رکھنا! جہاں تک میرا
ازہ ہے یا اب تک جو میں نے مسلمانوں کی فطرت کا اندازہ لگایا ہے، زہیر بن قیس
محمد بن اوس قیروان کا رخ ضرور کریں گے اور ہم سے ہر صورت میں ٹکرانے کی
شش کریں گے۔ اگر ہمارا اُن کا ٹکراؤ ہوتا ہے تو یاد رکھنا ہمارے پاس اتنی طاقت اور
ت ہونی چاہئے کہ ہم نہ صرف انہیں شکست دیں بلکہ ان کا اور ان کے لشکریوں کا
قتل عام بھی کریں۔ جب ہم ایسا کر چکیں گے تو پھر قیروان کے اندر ہم اپنی
روائی کرنے میں آزاد اور مجاز ہوں گے۔

ملکہ جرارہ کی طرف قاصد بھجوانے کے بعد اب میں ارادہ کر چکا ہوں کہ آج ہی
ھ قاصد رومنوں کی طرف بھجوائیں گے۔ ان سے بھی میں استدعا کروں گا کہ وہ اپنے
ر کا ایک حصہ قیروان کی طرف بھجوائیں۔ اگر ملکہ جرارہ اور رومنوں کا لشکر قیروان
پہنچ جاتا ہے تو قیروان کے اندر ایک خاصی بڑی طاقت اور قوت ہمارے پاس ہو
ئے گی جس کے بل بوتے پر ہم زہیر بن قیس اور محمد بن اوس سے ٹکرا سکیں گے۔ اگر
ں نے ہم سے ٹکرانے میں پہل کرنے کی کوشش نہ بھی کی تب بھی جب قیروان
ہماری طاقت خوب ہو جائے گی تو ہم اپنے لشکر کو لے کر نکلیں گے۔ پہلے الجیم کا
کریں گے، وہاں محمد بن اوس کا خاتمہ کرنے کے بعد برقہ کا رخ کریں گے اور
میں زہیر بن قیس زیادہ دیر تک ہمارے سامنے نہیں ٹھہر سکے گا۔ اس طرح جب
دونوں بڑے سالاروں کا خاتمہ ہو جائے گا تو ان دونوں کے بعد نعیم بن حماد اور
ن کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی۔ وہ ہماری انگلیوں کے اشاروں پر ناچنے پر مجبور ہو
یں گے۔''

برانس نے کسیلہ کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا اور جواب میں کچھ کہنا بھی چاہتا تھا
اسی لمحہ کسیلہ کے محافظ دستوں کا سالار وہاں آیا اور کسیلہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''دو رومن قاصد قیروان میں داخل ہوئے ہیں اور آپ کی خدمت میں حاضر ہونا
ہتے ہیں۔''

ان الفاظ پر کسیلہ چونکا تھا۔ جستجو بھرے انداز میں اپنے پہلو میں بیٹھے برانس پر نگاہ
۔ برانس نے جب اثبات میں گردن ہلائی تب اپنے محافظ دستوں کے سالار کو
ب کرتے ہوئے کسیلہ کہنے لگا۔

''ان دونوں رومن قاصدوں کو لے کر میرے پاس آؤ۔''

کسیلہ کا حکم پا کر محافظ دستوں کا سالار وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد فکر بھرے انداز میں کسیلہ، برانس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"کہیں ان قاصدوں کے ذریعے رومن ہم سے قیروان شہر کا مطالبہ ہی نہ کر دیں۔ اس لئے کہ اب تک مسلمانوں کی جتنی جنگیں ہوئی ہیں وہ زیادہ تر رومنوں ہی کے ساتھ ہوئی ہیں۔ لہٰذا رومن یہ کہہ سکتے ہیں کہ ماضی میں انہوں نے مسلمانوں کے ہاتھوں بڑا نقصان، بڑی زک اُٹھائی ہے۔ اس لحاظ سے قیروان ان کا ہونا چاہئے۔"

کسیلہ یہیں تک کہنے پایا تھا کہ بے پناہ غصے اور غضب ناکی کا اظہار کرتے ہوئے برانس بول اٹھا۔

"ان رومنوں کی ایسی تیسی۔ وہ قیروان پر کیسے حق جتا سکتے ہیں۔ ان کے علاقوں کی حدود یہاں سے کئی میل شمال میں ہے۔ یہ علاقہ بربروں کا ہے۔ لہٰذا قیروان شہر پر ہمارا حق بنتا ہے۔ محترم کسیلہ! اس سلسلے میں اگر رومنوں نے کوئی کارروائی کرنے کی کوشش بھی کی تو میں آپ کے ساتھ ہوں۔ ملکہ جزارہ کی پوری قوت کو بھی ساتھ ملائیں گے اور پھر ڈٹ کر رومنوں کا مقابلہ کریں گے اور کسی بھی صورت قیروان ان کے ہاتھ میں نہیں جانے دیں گے۔"

برانس مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ کسیلہ کا سالار دونوں قاصدوں کو لے کر آیا تھا۔ کچھ دیر تک کسیلہ نے بڑے غور سے ان کا جائزہ لیا، پھر اُنہیں مخاطب کیا۔

"کہو! تم دونوں کو کس سلسلے میں ہماری طرف بھیجا گیا ہے؟"

کسیلہ کے اس سوال پر ان دو قاصدوں میں سے ایک بول اٹھا۔

"محترم کسیلہ! ہم آپ کے پاس دو خبریں اور ایک مطالبہ لے کر آئے ہیں۔"

لفظ "مطالبہ" پر نہ صرف کسیلہ بلکہ برانس بھی چونکا تھا اور دونوں کا رنگ لمحہ بھر کے لئے فق بھی ہو گیا تھا۔ تاہم دونون نے جلد ہی اپنے آپ کو سنبھال لیا۔ اس کے بعد کسیلہ قاصدوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"پہلے وہ خبریں کہو جو تم کہنا چاہتے ہو۔ اس کے بعد میں یہ جاننے کی کوشش کروں گا کہ تم کیا مطالبہ اپنے حکمرانوں کی طرف سے ہمارے لئے لے کر آئے ہو؟"

کسیلہ کے خاموش ہو جانے پر پھر وہی رومن قاصد بول اٹھا تھا۔

"محترم کسیلہ! پہلی خبر اچھی ہے اور اچھی خبر یہ ہے کہ ہمارے سالار ہرکولیس نے تلمسان پر حملہ آور ہو کر شہر پر قبضہ کر لیا ہے اور شہر کے اندر جو مسلمانوں کا لشکر تھا،

ے مار بھگایا ہے۔ اب تلمسان پر مسلمانوں کا نہیں، ہمارا قبضہ ہے۔"

یہ خبر سن کر کسیلہ اور برانس نے اپنے تاثرات کا کوئی اظہار نہیں کیا تھا۔ یہاں تک یلہ پھر بول اٹھا۔

"اب دوسری خبر کہو۔"

"دوسری خبر قدرے بری ہے اور اس کے دو پہلو ہیں۔ اس خبر کا پہلا پہلو یہ ہے کہ ے نواح میں ہمارے سالار اسارین کو مسلمانوں کے سالار زہیر بن قیس کے شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے اور ہمارا سالار اسارین واپس قرطاجنہ پہنچ گیا ہے۔ خبر کا دوسرا اندیشہ ناک پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں کو اپنے دربارِ خلافت سے ایک ل گئی ہے۔ یہ کمک چند دستوں پر مشتمل ہے اور یہ دستے زہیر بن قیس کے پاس چ چکے ہیں۔ ساتھ میں کمک میں آنے والے سالاروں نے زہیر بن قیس پر یہ بھی کیا ہے کہ مسلمانوں کا موجودہ خلیفہ عبدالملک بن مروان نہ صرف ایک خاصا بڑا ریقہ میں مسلمانوں کے لئے روانہ کرے گا بلکہ کسی اچھے اور بہترین سالار کا بھی کرے گا جو افریقہ میں عقبہ بن نافع کی جگہ لے گا۔ یہاں کا وہ حکمران اور سپہ اعلیٰ ہو گا۔"

یہ دونوں خبریں سن کر کسیلہ کچھ دیر تک خاموشی اختیار کئے رہا۔ پھر تفکر آمیز انداز انس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے کہ عنقریب ہی ان علاقوں میں مسلمانوں کی طاقت اور قوت ضافہ ہو گا۔ بہرحال ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔" اس کے بعد کسیلہ نے دوبارہ والے قاصدوں کو مخاطب کیا۔

"تم دونوں خبریں کہہ چکے ہو۔ اب اپنے حکمرانوں سے جو تم مطالبہ لے کر آئے ہو "

کسیلہ کے استفسار پر قاصد پھر بول اٹھا تھا۔

"محترم کسیلہ! مطالبہ یہ ہے کہ جسٹین اور گریگوری نے آپ کے نام یہ پیغام بجھوایا جسٹین کی بہن سیکا اور گریگوری کی بیٹی فلورنس کو گرفتار کیا جائے اور انہیں ہمارے یروان روانہ کیا جائے۔ انہوں نے ہمارے ہاتھ یہ بھی پیغام بجھوایا ہے کہ اگر وہ کہیں روپوش ہو چکی ہیں تو انہیں تلاش کرنے کی کوشش کی جائے۔ اور آپ اگر لاش کر کے ہمارے ساتھ قرطاجنہ کی طرف روانہ کرتے ہیں تو جسٹین نے آپ

کے ساتھ معاہدہ کیا ہے کہ اس کارگزاری کے سلسلے میں آپ کو بھاری رقوم ادا کی جائیں گی۔ چونکہ آنے والے رومن سالاروں نے کسیلہ اور برانس سے قیروان کا مطالبہ نہیں کیا تھا لہٰذا کسیلہ اور برانس دونوں خوش ہو گئے تھے۔ اسی خوشی میں کسیلہ دونوں قاصدوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''میرے عزیزو! قیروان میں داخل ہونے کے بعد جو سب سے پہلا کام میں نے کیا تھا، وہ یہ کہ میں نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا تھا کہ وہ محمد بن اوس اور نعیم بن حماد دونوں کی حویلیوں کا جائزہ لیں اور وہاں سے سنیکا اور فلورنس دونوں کو پکڑ کر میرے پاس لائیں۔ لیکن بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ وہ دونوں حویلیاں خالی ملیں۔ نہ سنیکا وہاں تھی نہ ہی فلورنس۔ بہرحال ہم ان دونوں کو تلاش کریں گے۔ یہ تو طے شدہ امر ہے کہ وہ دونوں قیروان شہر کے اندر ہی ہیں۔ کسی کے ہاں انہوں نے پناہ لے رکھی ہے۔ اس لئے کہ جب محمد بن اوس برانس سے ٹکرایا تھا تو اس وقت وہ اپنی بیوی کو ساتھ نہیں لے گیا تھا۔ اسی طرح نعیم بن حماد جب برقہ کی طرف گیا تھا تب فلورنس اس کے ہمراہ نہیں تھی۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ دونوں ہیں قیروان میں ہی۔ تم چند روز قیروان میں قیام کر کے آرام کرو، اس کے بعد واپس قرطاجنہ جانا۔ جسٹین اور گریگوری دونوں کو میری طرف سے یہ پیغام دینا کہ قیروان شہر پر ہمارا قبضہ ہے اور ہم ہر صورت میں سنیکا اور فلورنس کو گرفتار کر کے انہیں قرطاجنہ کی طرف روانہ کریں گے۔

ساتھ ہی واپس جا کر میری طرف سے جسٹین کو یہ بھی پیغام بھجوانا کہ وہ رومنوں کا ایک لشکر قیروان کی طرف بھجوا دے۔ اس لئے کہ زہیر بن قیس اور محمد بن اوس عنقریب قیروان ہم سے واپس لینے کے لئے کسی نئی جنگ کی طرح ڈالیں گے۔ اور جب وہ ایسا کریں گے تو کم از کم ہمارے پاس ایسی طاقت اور قوت ہونی چاہئے کہ صرف انہیں شکست دے کر مار بھگائیں بلکہ ان کا خاتمہ کرنے میں بھی کامیاب ہو جائیں۔''

کسیلہ کا جواب سن کر دونوں قاصد کسی قدر مطمئن ہو گئے تھے۔ پھر کسیلہ کے کہنے پر اس کے محافظ دستوں کا سالار ان قاصدوں کو ان کے قیام کا بندوبست کرنے کے لئے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

●●●

سنیکا، فلورنس، مارتینا اور رولسن چاروں اسی تہہ خانے میں دن گزار رہے تھے جس تہہ خانے کا اہتمام ان کے لئے عمیر بن صالح نے کیا تھا۔

ایک روز چاروں عشاء کی نماز کے بعد جب فارغ ہوئے تب تہہ خانے پر ہلکی سی دستک ہوئی تھی۔ شاید وہ دستک ان چاروں کے لئے طے شدہ اور مانوس تھی۔ اسی بناء پر رولسن ہی نہیں سنیکا، فلورنس اور مارتینا کے چہروں پر بھی ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا۔ پھر رولسن ایک دم اپنی جگہ سے اٹھا، آگے بڑھ کر اس نے تہہ خانے کا دروازہ کھولا اور دروازہ کھلتے ہی تہہ خانے میں عمیر بن صالح داخل ہوا تھا اور راستہ پہلے کی طرح بند کر دیا تھا۔

تہہ خانے میں اس وقت چھوٹی سی ایک مشعل جل رہی تھی۔ آگے بڑھ کر عمیر بن صالح اپنی بیوی مارتینا کے قریب بیٹھ گیا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ سنیکا نے انتہائی فکرمندی سے مخاطب کر دیا۔

''میرے بھائی! کیا حالات میں کچھ تبدیلی آئی ہے؟ کیا قیروان پر اسی طرح کسیلہ قابض رہے گا اور ہم یونہی اب اپنی زندگی کے باقی دن اس تہہ خانے میں گزارنے پر مجبور اور بے بس رہیں گے؟''

سنیکا جب خاموش ہوئی تب اس کی تسلی اور تشفی کے لئے عمیر بن صالح کہنے لگا۔

''میری عزیز بہن! ایسا نہیں ہے۔ میں بے کار نہیں بیٹھا ہوا۔ اپنے آدمیوں کے ذریعے میرا زہیر بن قیس اور محمد بن اوس کے علاوہ نعیم بن حماد اور سقانہ کے ساتھ بھی رابطہ ہے۔ امیر زہیر بن قیس اور نعیم بن حماد پہلے برقہ شہر میں تھے۔ برقہ شہر میں قیام کے دوران دربارِ خلافت سے اُنہیں کمک بھی مل چکی ہے، ساتھ ہی یہ پیغام بھی آ چکا ہے کہ مسلمانوں کا ایک بہت بڑا لشکر عنقریب افریقہ میں داخل ہو گا اور عقبہ بن نافع کی جگہ کسی نئے سالار کا بھی اہتمام کیا جائے گا۔ اس وقت زہیر بن قیس اور نعیم بن حماد دونوں برقہ سے نکل کر الجیم کا رخ کئے ہوئے ہیں۔ اس لئے کہ امیر محمد بن اوس اور سقانہ دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ الجیم میں قیام کر رکھا ہے۔ جب زہیر بن قیس اور نعیم بن حماد دونوں اپنے لشکر کو لے کر الجیم پہنچیں گے تو پھر امیر زہیر بن قیس اور محمد بن اوس متحدہ لشکر کو حرکت میں لاتے ہوئے قیروان کا رخ کریں گے۔ اور مجھے امید ہے کسیلہ اور برانس پر ایسی ضرب لگائیں گے کہ قیروان میں قیام کرنا تو بہت دور کی بات انہیں اپنی جانوں کی حفاظت کرنا بھی مشکل اور محال ہو جائے گا۔ خداوند نے چاہا

تو عنقریب تم لوگ اچھی خبر سنو گے۔ ساتھ ہی میں تم سب سے یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اب شاید چند روز تک میں تمہارے پاس نہ آسکوں۔ کیا میرے آدمی تم لوگوں کو ضرورت کا سارا سامان بروقت پہنچا رہے ہیں؟''

اس بار مارٹینا بول اٹھی۔

''ضرورت کا سامان تو ہمیں وافر مقدار میں مل رہا ہے۔ لیکن ہمیں کب تک اس تہہ خانے میں دن گزارنے ہوں گے؟''

جواب میں عمیر بن صالح مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''خداوند نے چاہا تو یہ بھی چند دن کی بات ہے۔ میں تم لوگوں کے پاس چند دن اس لئے نہیں آؤں گا کہ قرطاجنہ سے کچھ رومن قاصد آئے تھے اور انہوں نے کسیلہ سے مطالبہ کیا ہے کہ سیڈکا اور فلورنس کو گرفتار کر کے قرطاجنہ بھجوایا جائے۔ لہٰذا ان کا مطالبہ پورا کرنے کے لئے ان دنوں کسیلہ اور برانس کے آدمی شکاری کتوں کی طرح تم دونوں کو تلاش کر رہے ہیں۔ ان دونوں کو یقین ہے کہ تم دونوں اپنے شوہروں کے ساتھ قیروان سے باہر نہیں گئیں۔ لہٰذا قیروان شہر کے اندر ہی وہ بڑی تگ و دو سے تمہیں تلاش کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہی خدشات کو سامنے رکھتے ہوئے کچھ دن یہاں نہیں آؤں گا بلکہ شہر سے باہر نکل کر امیر محمد بن اوس سے رابطہ قائم کروں گا۔ کیونکہ رومنوں کے جو قاصد یہاں آئے ہیں ان کے ہاتھ کسیلہ نے رومن حکمرانوں کو یہ پیغام بھجوایا ہے کہ رومن ایک لشکر قیروان بھجوائیں تا کہ کسیلہ کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہو اور وہ زہیر بن قیس اور محمد بن اوس کا مقابلہ کر سکے۔ ایک دو روز تک وہ رومن قاصد جب واپس جائیں گے تو میں اپنے آدمیوں کو حرکت میں لاؤں گا اور راستے میں ہی ان دونوں قصہ پاک کر دوں گا تا کہ وہ کسیلہ کا پیغام قرطاجنہ نہ پہنچا سکیں اور نہ ہی قرطاجنہ سے کوئی رومن لشکر قیروان پہنچ سکے۔''

اس کے ساتھ ہی عمیر بن صالح اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''میں اب جاتا ہوں۔ باہر کافی گہرا اندھیرا ہو گیا ہے۔ لہٰذا شہر پناہ کے دروازے ابھی بند نہیں ہوئے ہوں گے اور میں شہر سے باہر نکل جانا چاہتا ہوں تا کہ جو کام کرنا چاہتا ہوں اس کی تکمیل کر سکوں۔''

سیڈکا، فلورنس، مارٹینا اور روسن چاروں نے اس سے اتفاق کیا تھا.......

عمیر بن صالح وہاں سے نکل گیا اور پہلے کی طرح روسن نے تہہ خانے کا وہ راستہ

دیا تھا۔

●●●

الجیم شہر کے نواح میں محمد بن اوس اور سقانہ نے اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا محمد بن اوس ایک روز اپنے خیمے میں سقانہ کے ساتھ کسی موضوع پر گفتگو کر رہا تھا خیمے کے دروازے پر عمیر بن صالح نمودار ہوا۔ عمیر بن صالح کو اپنے خیمے کے وازے پر دیکھتے ہی محمد بن اوس چونکا۔ سقانہ بھی خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ دونوں اٹھ ڑے ہوئے اتنی دیر تک عمیر بن صالح خیمے میں داخل ہوا۔ دونوں نے آگے بڑھ کر ے گلے لگا کر اس کا استقبال کیا۔ محمد بن اوس نے عمیر بن صالح کا ہاتھ پکڑ کر اسے پنے پہلو میں بٹھا لیا۔ بڑے غور اور جستجو بھرے انداز میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے ہ لیا۔

''ابن صالح! میرے بھائی! تمہارا اس طرح میری طرف آنا میں سمجھتا ہوں کسی ت کے بغیر نہیں ہے۔ کہو کیا معاملہ ہے؟ کوئی اچھی خبر کہنا۔''

جواب میں عمیر بن صالح مسکرایا اور کہنے لگا۔

''امیر! آپ فکر مند نہ ہوں۔ میں آپ کے لئے ایک ساتھ کئی خبریں لے کر آیا ں۔ ایک کے سوا ساری ہی اچھی خبریں ہیں۔ پہلے میں بری خبر کہتا ہوں اور وہ یہ کہ وں نے تلمسان پر قبضہ کر لیا ہے۔''

عمیر بن صالح جب خاموش ہوا تب محمد بن اوس کہنے لگا۔

''یہ خبر اب پرانی ہو چکی ہے اور اس کا ہمیں پہلے سے علم ہے۔ بہت جلد وہ وقت ئے گا کہ ہم تلمسان کو دوبارہ اپنی گرفت میں لیں گے اور رومنوں کو وہاں سے مار ئیں گے اب تم دوسری خبریں کہو۔''

عمیر بن صالح مسکرایا اور کہنے لگا۔

''امیر! اچھی خبروں میں سے سب سے پہلی یہ ہے کہ آپ کی بیوی سیڈکا، نعیم بن کی بیوی فلورنس، میری بیوی مارٹینا اور اس کا بھائی روسن بالکل خیریت سے ہیں۔ اتہہ خانے کا میں نے آپ سے اور نعیم بن حماد سے ذکر کیا تھا اس میں وہ بالکل ظ ہیں اور میرے آدمی بڑے خفیہ انداز میں انہیں ضروریات کی ہر چیز وہاں پہنچا ہے ہیں۔ آپ کی طرف آنے سے پہلے میں ان سے ملاقات کر کے آیا ہوں۔ ان تعلق پریشان اور فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

دوسری اچھی خبر یہ ہے کہ رومنوں نے اپنے دو قاصد کسیلہ کی طرف روانہ کئے تھے اور کسیلہ کو پیغام بھجوایا تھا کہ سیکا اور فلورنس کو گرفتار کر کے قرطاجنہ بھجوایا جائے۔ پہلے تو کسیلہ نے ان قاصدوں سے کہہ دیا کہ محمد بن اوس اور نعیم بن حماد کی حویلی کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس میں سیکا اور فلورنس نہیں ہیں۔ ساتھ ہی اس نے قاصدوں سے وعدہ کیا کہ دونوں کو تلاش کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس کے علاوہ کسیلہ نے ان قاصدوں کے ہاتھ رومنوں کی انتظامیہ کو پیغام بھجوایا تھا کہ رومن ایک لشکر قیروان بھجوائیں تاکہ کسیلہ کی طاقت اور قوت میں اضافہ ہو اور وہ مسلمانوں کا مقابلہ کر سکے۔

میری اور میرے آدمیوں کی نگاہ ان سارے امور پر تھی۔ چنانچہ جب وہ دونوں رومن قاصد قیروان سے نکلے تو میں نے ان کے پیچھے اپنے آدمی لگا دیئے تھے جنہوں نے قیروان سے لگ بھگ چھ فرسنگ دور صحرا کے اندر ان دونوں رومنوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس طرح کسیلہ کی مدد کے لئے رومنوں کا کوئی لشکر قرطاجنہ سے نہیں آئے گا۔

اس کے علاوہ سب سے اچھی خبر یہ ہے کہ تھوڑی دیر تک امیر زہیر بن قیس اور نعیم بن حماد اپنے لشکر کے ساتھ آپ کے پڑاؤ میں داخل ہوں گے۔ میں ان سے مل چکا ہوں اور ان سے آگے آگے ہی اس طرف آیا ہوں۔"

یہ خبر یقیناً محمد بن اوس اور سقانہ کے لئے بڑی خوش کن تھی لہٰذا دونوں ایک دوسرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کی طرف دیکھتے ہوئے عمیر بن صالح بھی کھڑا ہو گیا تھا۔ وہ تینوں باہر آئے۔ اپنے چھوٹے سالاروں کو بھی ساتھ لیا اور پڑاؤ کے ایک طرف کھڑے ہو کر بڑی بے چینی سے زہیر بن قیس اور نعیم بن حماد کی آمد کا انتظار کرنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر بعد زہیر بن قیس اور نعیم بن حماد اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچے۔ محمد بن اوس، سقانہ، عمیر بن صالح اور دیگر سالاروں نے شاندار انداز میں ان کا استقبال کیا۔ اس موقع پر زہیر بن قیس کچھ دیر تک بڑے غور سے محمد بن اوس کی طرف دیکھتا رہا، پھر کہنے لگا۔

"ابنِ اوس! میرے بھائی! ہمارے ساتھ عجیب معاملہ ہوا۔ ہماری غیر موجودگی میں قیروان ہمارے ہاتھ سے نکل گیا اور تلمسان پر رومنوں نے قبضہ کر لیا ہے۔"

زہیر بن قیس مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ محمد بن اوس بول اٹھا۔

امیر! پریشانی اور فکر مندی کی کوئی بات نہیں ہے۔ پہلے تو ہم کسیلہ کے خلاف
گائیں گے۔ اس کے بعد تلمسان شہر ہمارے سامنے زیادہ دیر تک مزاحمت نہیں
گا۔ جو خبریں اب تک مجھے ملی ہیں ان کے مطابق رومنوں کے سالار ہرکولیس
ے لشکر کے ساتھ ابھی تک وہیں قیام کیا ہوا ہے۔ میں تو اپنے خداوند کے حضور
تا ہوں کہ ہرکولیس کچھ عرصہ وہیں قیام کرے تاکہ کسیلہ سے فارغ ہونے کے
لمسان کا رخ کریں۔ اور میری آرزو اور خواہش ہے کہ تلمسان کے نواح میں
ی طرح اس ہرکولیس کی بھی گردن کاٹ دی جائے۔ خداوند نے چاہا تو ایسا
گا۔"

بن اوس کی اس گفتگو سے زہیر بن قیس خوش ہو گیا تھا۔ اس نے کچھ سوچا، پھر

ن اوس! میرے بھائی! کسیلہ اور برانس سے متعلق کیا خیال ہے؟"

بن اوس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری، پھر کہنے لگا۔

ل وقت کسیلہ اور برانس دونوں ہی قیروان میں موجود ہیں۔ میں بڑی بے چینی
ن حماد، آپ اور آپ کے لشکر کا انتظار کرتا رہا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ وقت
بغیر قیروان میں کسیلہ پر ضرب لگائی جائے اور اُسے قیروان سے نکال باہر کیا
ہیر بن قیس! میرے بھائی! میں نہیں جانتا کہ آپ کے لشکر کی کیا کیفیت ہے۔
ور آپ کے لشکری زیادہ تھکے ہوئے نہیں ہیں تو پھر میں چاہتا ہوں کہ کل ہم
کی ابتداء کر دیں۔"

ب میں زہیر بن قیس مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

ن اوس! قسم خداوند قدوس کی، تم نے میرے دل کی بات کی ہے۔ میں پچھلے
ی اپنے لشکریوں کو آرام کرنے کا موقع فراہم کر چکا ہوں۔ آج کی شب
ں قیام کریں گے۔ کل صبح قیروان کی طرف کوچ کریں گے اور کسیلہ اور
دو دو ہاتھ کریں گے۔"

بن قیس کے ان الفاظ سے سارے خوش ہو گئے تھے۔ پھر زہیر بن قیس اور نعیم
کر وہاں پڑاؤ کرنے لگا تھا۔

●●●

لاز پورے لشکر نے وہاں سے کوچ کیا تھا۔ بڑی تیزی اور برق رفتاری سے

قیروان کا رخ کیا گیا تھا۔
قیروان سے صرف ایک فرسنگ کے فاصلے پر محمد بن اوس نے زہیر بن قیس کو لشکر
رکنے کا اشارہ دینے کے لئے کہا۔ جب زہیر بن قیس نے اپنے پیچھے اپنے لشکر کو رکنے
حکم دیا تب محمد بن اوس نے سقانہ، نعیم بن حماد اور کچھ دیگر سرکردہ سالاروں کو اپنے
قریب بلایا۔ جب وہاں سب جمع ہو گئے تب محمد بن اوس زہیر بن قیس کی طرف دیکھ
ہوئے کہنے لگا۔
''امیر! یہاں سے قیروان اب صرف ایک فرسنگ رہ گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں
قیروان کے قریب پہنچنے سے پہلے پہلے اپنی جنگی منصوبہ بندی طے کر لیں۔ میرے ذ
میں ایک تجویز ہے جو آپ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں
اس پر عمل کیا جائے گا۔''
اس موقع پر زہیر بن قیس مسکرایا اور کہنے لگا۔
''ابنِ اوس! تمہاری جنگی تدبیر ہی یقیناً آخری ہو گی۔ اس لئے کہ ماضی میں
محترم عقبہ بن نافع کے سامنے جتنی تم نے جنگی تدبیریں پیش کیں، انہی پر عمل کر
ہوئے کامیابی نے ہمارے قدم چومے تھے۔''
زہیر بن قیس کے ان الفاظ پر محمد بن اوس مسکرایا اور کہنے لگا۔
''امیر! میں چاہتا ہوں کہ کسیلہ اور برانس کو زندہ گرفتار کیا جائے۔ اس کے
ہمیں اس کی راہ روکنا ہو گی۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ سقانہ اور نعیم بن حماد کو
یہاں سے قیروان کی طرف کوچ کر جائیں۔ ابھی رات اپنے انجام کو پہنچ رہی
چاروں طرف گہرا اندھیرا ہے۔ اسی گہرے اندھیرے کی آڑ میں، میں اپنے حصہ
لشکر کو لے کر صحرا کی بھول بھلیوں میں کھو جاتا ہوں۔ میرے ساتھ نہ سقانہ ہو گا
نعیم بن حماد۔ دونوں آپ کے ساتھ رہیں گے۔ ایسا میں اس لئے کرنا چاہتا ہوں
ہمارے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد کسیلہ اور برانس کہیں دوبارہ قیروان
داخل نہ ہو جائیں۔ اور شہر میں داخل ہونے کے بعد وہ ہمیں دھمکی بھی دے
کہ اگر ہم نے اس کا محاصرہ کرنے کی کوشش کی تو وہ شہر میں قتل عام شروع
گا۔ ایسا کر کے وہ اپنے سامنے ہمیں بے بس بھی کر سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں
اور برانس کو دوبارہ قیروان شہر میں گھسنے ہی نہ دیا جائے۔ آپ تینوں اپنے لشکر
کر آگے بڑھیں گے اور قیروان کے نواحی میدانوں کو میدانِ جنگ بنانے

رہیں گے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں صحرائی ٹیلوں کے اندر گھات میں رہوں
۔ جب جنگ کی ابتداء ہو گی تو میں قریب آ جاؤں گا۔ جب جنگ اپنے عروج پر
ئے گی تو میں گھات سے نکلوں گا۔ میں کسیلہ اور برانس پر ان کی پشت کی طرف
ے حملہ آور ہوں گا جس کے ہمیں دو فائدے ہوں گے۔ اول یہ کہ کسیلہ اور برانس
رے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد قیروان شہر میں داخل نہیں ہو سکیں گے۔ دوئم یہ
جب میں کسیلہ اور برانس پر ان کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہوں گا تو انہیں فی
ور اپنے لشکر کے اندر رد و بدل اور تبدیلی کرنا پڑے گی تا کہ ان کے لشکر کا ایک حصہ
مقابلہ کر سکے۔ اس رد و بدل اور تبدیلی کے دوران ان کے لشکر میں افراتفری کا
بھی برپا ہو سکتا ہے۔ جس وقت وہ تبدیلی کر رہے ہوں گے ہم اپنے حملوں میں
ی پیدا کر دیں گے اور یہ تیزی یقیناً کسیلہ اور برانس کی شکست اور ذلت آمیز
ی کا پیش خیمہ بن جائے گی۔
امیر! پشت کی جانب سے حملہ آور ہوتے ہوئے جہاں میں کسیلہ اور برانس کے
یوں کا قتل عام کروں گا وہاں میں اس بات کو بھی نگاہ میں رکھوں گا کہ میں نے ان
ں پر حملہ آور ہو کر یا تو انہیں زندہ گرفتار کرنا ہے یا انہیں موت کے گھاٹ اتارنا
''
یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس رکا، پھر بڑے غور سے زہیر بن قیس کی طرف
تے ہوئے کہنے لگا۔
''اب آپ بولیں، میری اس تجویز کے جواب میں آپ کیا کہتے ہیں؟''
زہیر بن قیس مسکرایا اور کہنے لگا۔
''میں نے تو کچھ بھی نہیں کہنا۔ مجھے تو یہ تجویز منظور ہے۔''
اس کے بعد زہیر بن قیس اپنے دیگر سالاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔
''میرے عزیز بھائیو! تم میں سے اگر کوئی اس سے اتفاق نہ کرتا ہو تو کہے۔''
سب نے ایک دوسرے سے مشورہ کیا، پھر سب کی نمائندگی کرتے ہوئے نعیم بن
بول اٹھا۔
''اس تجویز سے اتفاق نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''
چنانچہ یہ صلاح و مشورہ کرنے کے بعد محمد بن اوس لشکر کا ایک حصہ لے کر وہاں
ٹھ ہو گیا تھا۔ جبکہ زہیر بن قیس، نعیم بن حماد اور سقانہ باقی لشکر کو لے کر قیروان

کی طرف بڑھے تھے۔

دوسری طرف کسیلہ اور برانس کو بھی خبر ہوگئی تھی کہ مسلمانوں کا ایک لشکر ان پر حملہ آور ہونے کے لئے بڑی برق رفتاری سے کوچ کر رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے قیروان شہر سے باہر نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی ٹھان لی۔ اس موقع پر کسیلہ اور برانس کے چھوٹے سالاروں کے علاوہ ملکہ جرارہ کے سالار نے بھی کسیلہ کو مشورہ دیا کہ قیروان شہر ہی میں محصور رہ کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا جائے۔ لیکن کسیلہ اور برانس دونوں نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ انہوں نے ان خدشات کا اظہار کیا کہ اگر وہ شہر کے اندر محصور رہ کر مسلمانوں کا مقابلہ کرتے ہیں تو باہر سے زہیر بن قیس، محمد بن اوس اور دوسرے سالار ان پر ضرب لگائیں گے اور شہر کے اندر جو مسلمان ہیں، انہیں جب خبر ہوگی کہ زہیر بن قیس، محمد بن اوس اور دوسرے دیگر سالار حملہ آور ہوگئے ہیں تو وہ شہر کے اندر سے بھی مسلح ہو کر بھڑک کر ہم پر حملہ آور ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ ان اندیشوں کو سامنے رکھتے ہوئے کسیلہ، برانس اور ملکہ جرارہ کا سالار قیروان شہر سے باہر نکلے اور جس جگہ آکر زہیر بن قیس، نعیم بن حماد اور سقانہ نے پڑاؤ کیا تھا، بالکل ان کے سامنے آکر کسیلہ اور برانس وغیرہ نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لیا تھا۔

کسیلہ، برانس اور ملکہ جرارہ کے سالار نے وقت ضائع نہیں کیا۔ پڑاؤ ہوتے ہی انہوں نے جنگ کی ابتداء کرنے کے لئے طبل بجانے شروع کر دیئے تھے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے زہیر بن قیس، نعیم بن حماد اور سقانہ نے بھی اپنے لشکر کو درست کرنا شروع کر دیا تھا۔ لشکر کے تین حصے کئے گئے تھے۔ ایک زہیر بن قیس کے پاس، دوسرا نعیم بن حماد کے پاس اور تیسرا سقانہ کے پاس تھا۔ زہیر بن قیس، نعیم بن حماد اور سقانہ تینوں نے اپنے اپنے خود کے آہنی نقاب اپنے چہروں پر ڈال لئے تھے تاکہ کسیلہ برانس یا ان کے مخبروں کو یہ خبر نہ ہونے پائے کہ مسلمانوں کا سرکردہ سالار محمد بن اوس ان کے اندر نہیں ہے۔

جنگ کی ابتداء کسیلہ اور برانس نے کی اور وہ ویران خلوتوں میں شعلوں میں تبـ بپھرتے موت کے جھاڑوں کی یورش، گونجتے دھاروں کے آبشاروں میں دیومالائی بکھیرتے وحشتوں کے رقص اور کرب بھری مسافتوں کو جنم دیتے گرج و رعد کے طوفا اور تیز و تند تلخیوں کی بھرمار کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔

کسیلہ اور برانس کے حملوں کا جواب دینے کے لئے زہیر بن قیس، نعیم بن

سقانہ نے جسموں میں تحلیل ہو کر رگ رگ میں تلاطم برپا کرتے شفق رنگوں کے تند ں کی طرح اپنے لشکر کو آگے بڑھایا۔ اس کے بعد دکھ بھرے صحرا کے اندر رگ میں خوف کی سنسنی، تن و جان میں کہرام بھر دینے والے سنگ و خشت کے وں کی طرح پورے لشکر نے تکبیریں بلند کی تھیں۔ اور ان تکبیروں کی وجہ سے یدانِ جنگ کپکپا اٹھا تھا۔ اس کے ساتھ ہی زہیر بن قیس، نعیم بن حماد اور سقانہ ی زہریلی فضا میں موت کا آہنی شکنجہ کستے، گرم کھولتے لاوے، ذلت نفس میں ر کے صحرا کا بدن سنسان کرتے، بھڑکتے سحابوں کے کھولتے سحر، آسمان کی محراب تلے حیات و موت کے افسانوں کو جنم دیتی لمحوں کی گرم آگ کی طرح پڑے تھے۔

وں قیروان کے نواح میں دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے موت سکونِ دل کو آزردہ حرص و ہوا کے سیلِ پناہ کی طرح چاروں طرف گردش کرنے لگی تھی۔ ظلمتوں میں ب و آلام کے قصے نمایاں ہونے لگے تھے۔

بن اسی لمحہ محمد بن اوس اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا۔ کسیلہ اور برانس کی طرف سے اس نے اپنے حملوں کی ابتداء کی۔

ر بن اوس کے اس طرح پشت کی جانب سے حملہ آور ہونے کی وجہ سے کسیلہ ں کی رگوں میں کپکپاہٹ، لہو میں گہری سنسنی، اعصاب پر ناقابل برداشت ، آنکھوں میں مرگ کے مدوجزر، چہروں پر مصائب کے ہجوم، تن میں خونی احساسات میں بدقسمتی کی بشارتیں، جذبات میں ہذیان کی آشفتگی، سانسوں میں ت کے جھکڑ اور سوچوں میں خونخوار وحشت اُٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ پشت کی جانب ن اوس اذیت بھری مسافتوں سے اُٹھتے قیامت خیز طوفانوں، دردر کے نڈھال ملوں اور تیز و تند تلخیوں بھرے انداز میں حملہ آور ہوا تھا۔

یلہ اور برانس کے لشکر کے ایک حصہ نے مڑتے ہوئے محمد بن اوس کے سامنے کرنا چاہا لیکن اتنی دیر تک محمد بن اوس نے حملہ آور ہو کر کسیلہ کے لشکر کی ایک دکو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ اور جب سامنے کی طرف سے زہیر بن قیس، یم بن حماد نے اپنے حملوں میں اور شدت پیدا کر دی تب کسیلہ اور برانس کے ندر ایک طرح کی افراتفری اور تزلزل کا سماں اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔

رت حال دیکھتے ہوئے محمد بن اوس پشت کی جانب سے کسیلہ اور برانس کے

لشکریوں کی لاشوں کی صفیں بچھاتا ہوا آگے بڑھنے لگا تھا۔ وہ جس سمت بھی پیش قدمی
کرتا، دشمن کے ذہنوں میں آتشیں تنوروں کی حدت، دلوں میں حوصلہ شکنی کے عذاب،
افکار میں خونی ہلچل کے گرداب کھڑے کرتا چلا گیا تھا۔

اب سامنے اور پشت دونوں جانب سے کسیلہ اور برانس کے لشکری چکی کے دو
پاٹوں میں پسنے لگے تھے۔ جس کی وجہ سے ان کی حالت بڑی تیزی سے ہر گھڑی خون
ریز قیامت، سُونی گلیوں، ویران راستوں، بند دریچوں، ٹوٹے شیشوں، سناٹوں کی گونج
میں بکھری یادوں سے بھی زیادہ بری ہونا شروع ہو گئی تھی۔

محمد بن اوس کے اس طرح پشت کی طرف سے حملہ آور ہونے کی وجہ سے جنگ
پانسہ بڑی تیزی سے مسلمانوں کے حق میں جھکنے لگا تھا۔ اس موقع پر کسیلہ اور برانس
دونوں نے چلا چلا کر اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ ایک دفعہ وہ مسلمانوں کے
چنگل سے نکل کر نئے انداز میں حملہ آور ہوں اور قیروان کا دفاع کر سکیں۔ لیکن ان
ہر کوشش ناکام رہی۔ اس موقع پر برانس بڑا چالاک اور عیار نکلا۔ اس نے جب دیکھا
کہ اس کی اور کسیلہ کی شکست واضح دکھائی دے رہی ہے اور مسلمان فتح اور کامیابی
گلے لگانے والے ہیں تو وہ چوکنا ہو گیا۔ اس نے یہ بھی دیکھا کہ اس کے اور کسیلہ
لشکر کی صفیں کی صفیں مسلمانوں نے اُڑا کر رکھ دی تھیں اور میدان کے سامنے اور
صرف انہی کے لشکریوں کی لاشیں دکھائی دے رہی تھیں۔ یہ صورتِ حال برانس
لئے ناقابل برداشت تھی لہٰذا وہ کسیلہ کو اس کے حال پر چھوڑ کر اپنے لشکر کو
بھاگ گیا۔

محمد بن اوس اسے گرفتار کرنا چاہتا تھا لیکن برانس کسیلہ کو اس کے حال پر چھ
بھاگا تھا لہٰذا اس کو نظر انداز کرتے ہوئے محمد بن اوس کسیلہ کی طرف متوجہ ہوا تھا۔
کے پاس بھی اپنا ذاتی کافی بڑا لشکر تھا جس کے ساتھ وہ کچھ دیر میدان میں جم رہا
تک کہ پشت کی طرف سے اس کے لشکر کو چیرتا صفیں کی صفیں اُڑاتا ہوا محمد بن
کسیلہ کے سر پر پہنچ گیا۔ محمد بن اوس کے کہنے پر اس کے لشکر نے کسیلہ کا محاصرہ
اور پھر کسیلہ کو محمد بن اوس کے کہنے پر اس کے لشکریوں نے زندہ گرفتار کر لیا اور اس
ہاتھ کس کر پشت پر باندھ دیئے گئے تھے۔ کسیلہ کے لشکریوں میں جب یہ افواہ اُڑی
ان کے بادشاہ کسیلہ کو گرفتار کر لیا گیا ہے تب ان کے رہے سہے اوسان بھی
گئے۔ وہ پہلے ہی اپنے سامنے شکست کو چکارے مارتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ ا

کی موت کی خبر پھیلی تو وہ کسی دوسرے حکم کا انتظار کئے بغیر میدانِ جنگ سے
کھڑے ہوئے۔ محمد بن اوس نے کسیلہ کی حفاظت پر کچھ دستے چھوڑے، اس کے
زہیر بن قیس، نعیم بن حماد اور سقانہ کے ساتھ کسیلہ کے بھاگتے ہوئے لشکر کے
میں نکل کھڑا ہوا تھا۔

یہ تعاقب کچھ دیر تک جاری رہا۔ کسیلہ کے لشکر کی اکثریت کو موت کے گھاٹ اتار
۔ اس کے بعد چاروں مسلمان سالار قیروان کے نواح میں اس جگہ آئے جہاں
ہوئی تھی۔ محمد بن اوس کے کچھ دستے وہاں کسیلہ کو گھیرے ہوئے تھے۔ ک
کسیلہ کو نظر انداز کرتے ہوئے زہیر بن قیس اور محمد بن اوس نے سقانہ اور نعیم بن
کے ساتھ مل کر سب سے پہلے اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کی، جنگ میں کام آنے
کی تدفین کا کام سرانجام دیا گیا۔ اس کے بعد زہیر بن قیس، محمد بن اوس، سقانہ
بن حماد زمین کی ننگی پیٹھ پر بیٹھ گئے۔ پھر زہیر بن قیس نے ایک سالار کو کسیلہ کو
کے لئے کہا جس پر وہ سالار اٹھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کسیلہ کو اس حالت میں لے کر
کسیلہ کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ زہیر بن
کچھ دیر تک قہر بھرے انداز میں کسیلہ کی طرف دیکھتا رہا، پھر اپنے پہلو میں بیٹھے محمد
ں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"محمد بن اوس! میرے عزیز بھائی! میں کسیلہ کا فیصلہ تم پر چھوڑتا ہوں۔ تم نے ہی
فتار کیا ہے اور میری نسبت تم اس کیا عمال سے بہتر طور پر واقف ہو۔ لہٰذا تم ہی
کے معاملے کا فیصلہ کرو۔"

ہیر بن قیس کی طرف دیکھتے ہوئے محمد بن اوس نے پہلے اس کا جائزہ لیا، اس کے
لمحوں تک وہ بھی کھا جانے والے انداز میں کسیلہ کی طرف دیکھتا رہا، پھر تحکمانہ
میں اس نے کسیلہ کو مخاطب کیا۔

"کسیلہ! اس وقت تم اردیہ کے بادشاہ نہیں، ایک مجرم اور ایک قیدی کی حیثیت
ہمارے سامنے کھڑے ہو۔ اپنی گردن سیدھی کرو تاکہ میں تمہارا غدار اور بھیانک
دیکھوں۔"

محمد بن اوس کی آواز میں چونکہ غصہ اور غضب تھا لہٰذا کسیلہ لرز کانپ گیا تھا۔ گردن
کی اور محمد بن اوس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ پھر منت کرنے کے انداز میں کہنے لگا۔
"ابن اوس! مجھ سے غلطی ہوئی۔ مجھے معاف کر دیں۔" اس کے ساتھ ہی وہ آگے

بڑھا اور محمد بن اوس کے قدموں پر گر گیا تھا۔

اُس کی اس حرکت پر محمد بن اوس پہلے کی نسبت زیادہ غضب ناک ہو گیا تھا۔ دائیں پاؤں کی ایک ایسی ٹھوکر کسیلہ کے ماری کہ کسیلہ لڑکھڑاتا ہوا دور جا گرا تھا۔ ساتھ ہی محمد بن اوس کی غضب ناک آواز سنائی دی تھی۔

”جس جگہ پہلے تھے وہیں کھڑے ہو جاؤ۔ اتنے گناہ کر کے اب معافی مانگتے ہو۔ کسیلہ! تم جیسے غدار کو معاف کرنا گناہ ہے۔ تم جیسے مجرم کو معاف کرنا بدی کی تشہیر کرنا ہے۔ تم جیسے دھوکا باز کو معاف کرنا اپنا ہی حلقوم کاٹنے کے مترادف ہے۔

کسیلہ! ہم نے شروع دن سے ہی تم پر نگاہ رکھنا شروع کی تھی۔ کسیلہ! ہم شروع میں ہی جانتے تھے کہ تم ایک ادھورے مسلمان ہو۔ ہمیں خبر تھی کہ بظاہر تم اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہو لیکن باطن میں تم مسلمانوں کے سب سے بدترین دشمن رہے۔ اس وقت بھی ہم تمہارے خلاف حرکت میں آ سکتے تھے لیکن ہم بغیر کسی ثبوت کے تم پر ہاتھ نہیں ڈالنا چاہتے تھے۔

کسیلہ! اس دوران رومنوں کے ساتھ تمہارے برابر روابط رہے۔ ان کے قاصد تمہارے پاس آتے جاتے رہے۔ وہ تمہیں ہمارے خلاف حرکت میں آنے کے لئے انگیخت کرتے رہے۔ تم ان سے یہ وعدہ کرتے رہے کہ تم کسی مناسب موقع پر ہمارے خلاف حرکت میں آؤ گے۔ چنانچہ تم وہ بدبخت انسان ہو جو ہمارے خلاف اس وقت حرکت میں آیا جس وقت میں اور عقبہ بن نافع چھوٹے سے ایک لشکر کے ساتھ قیروان کی طرف آ رہے تھے۔ تم نے اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ رومنوں کے ساتھ ساز باز کر کے ہم پر حملہ آور ہوئے اور تمہاری اس بد دیانتی اور تمہاری اس غداری اور تمہارے اس جرم اور تمہارے اس مکروہ فعل کی وجہ سے ہم اپنے سالارِ اعلیٰ عقبہ بن نافع سے محروم ہو گئے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس رکا، پھر پہلے سے بھی زیادہ غضب ناک انداز میں وہ کہہ رہا تھا۔

”کسیلہ! اتنا بڑا بھیانک کھیل کھیلنے کے بعد بھی تم کہتے ہو کہ تمہیں معاف کر دیا جائے۔ تم نے جب دیکھا کہ میں برانس کے ساتھ مصروف ہوں اور محترم زہیر بن قیس برقہ کی طرف جا چکے ہیں، اس موقع سے فائدہ اٹھا کر تم نے قیروان میں داخل ہو کر بھیانک کھیل کھیلا جو کسی بھی صورت معاف نہیں کیا جا سکتا۔ کسیلہ! اس قدر جرائم کر

بعد بھی تم یہ امید رکھتے ہو کہ تمہارے معافی مانگنے پر ہم تمہیں امان دے دیں گے؟ ہیں۔ تم جیسے شیطان کے گماشتے کو کسی بھی صورت معاف نہیں کیا جا سکتا۔“

اس کے ساتھ ہی غضب ناک انداز میں محمد بن اوس اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا تھا۔ کے اس طرح کھڑے ہونے سے کسیلہ لرزنے لگا تھا۔ ساتھ ہی جب محمد بن اوس ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی چوڑے پھل کی چمکتی ہوئی صیقل شدہ تلوار بے نیام کی تب پر غشی طاری ہونا شروع ہو گئی تھی۔ عین اسی موقع پر محمد بن اوس کی تلوار بلند ہوئی یلہ کا خاتمہ کرتی نکل گئی۔

اس طرح کسیلہ جیسے غدار اور مجرم کا قیروان کے نواح میں خاتمہ کر دیا گیا۔ مشہور خ ابنِ خلدون تفصیل کے ساتھ اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ کسیلہ کو قیروان کے میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔

آن کی آن میں قیروان شہر میں بھی یہ خبر پھیل گئی کہ زہیر بن قیس، محمد بن اوس، اور نعیم بن حماد نے کسیلہ اور برانس کو بدترین شکست دی ہے۔ برانس بھاگ گیا ور کسیلہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔ یہ خبریں سن کر قیروان کے لوگ بے پناہ کا اظہار کرتے ہوئے شہر سے نکل کر زہیر بن قیس اور محمد بن اوس کے لشکر کی طرف ے تھے۔

کسیلہ کا خاتمہ کرنے کے بعد محمد بن اوس زہیر بن قیس کے قریب ان بیٹھا۔ کچھ موشی رہی، پھر محمد بن اوس بول اٹھا۔

”ابنِ قیس! میرے بھائی! کسیلہ کا ہم نے خاتمہ کر دیا ہے۔ اس طرح ایک ڈسنے سانپ ختم ہو چکا ہے۔ اگر ہم اسے زندہ رہنے دیتے تو یہ کئی بار ہمیں ڈسنے کی کوشش ۔اس کا خاتمہ ہی ہمارے لئے بہتر تھا۔ برانس سے ہم بعد میں نمٹ لیں گے۔ اس لہ فی الحال اس پر اپنی ناکامی اور ہم سے شکست اٹھانے کا خوف ہے۔ اور وہ جلد ے خلاف کوئی بڑا قدم اٹھانے کی جرأت اور جسارت نہیں کرے گا۔

آپ جانتے ہیں تلمسان پر رومنوں کا سالار ہرکولیس قابض ہو چکا ہے اور جہاں ہمارے مخبروں نے اطلاع دی ہے ابھی تک وہ تلمسان میں ہی قیام کئے ہوئے یں چاہتا ہوں کہ میں آنے والی شب قیروان میں گزاروں اور اگلی شب عشاء کے لر کے ایک حصے کو لے کر تلمسان کا رخ کروں۔ میرے ساتھ صرف عمیر بن صالح ل کے ماتحت کام کرنے والے کچھ مخبر جائیں گے۔ مجھے امید ہے کہ میں تلمسان

میں رومنوں کے سالار ہرکولیس سے خوب نمٹوں گا۔ آپ، سقانہ اور نعیم بن حماد تینوں قیروان میں رہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کسیلہ کا ہم نے خاتمہ کر دیا ہے لیکن رومن برانس کے ساتھ ساز باز کر کے میری غیر موجودگی میں قیروان کی طرف پیش قدمی کر سکتے ہیں۔ اس بناء پر آپ تینوں کا قیروان میں رہنا انتہائی ضروری ہے۔ مجھے امید ہے کہ تلمسان کی طرف روانگی کے چند دن بعد آپ لوگ میری طرف سے ہرکولیس کے خلاف اچھی نہیں بلکہ بہت اچھی خبریں سنیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس رکا، پھر کہنے لگا۔

"زہیر بن قیس! میرے بھائی! مجھے امید ہے آپ، سقانہ اور نعیم بن حماد میری اس تجویز سے اختلاف نہیں کریں گے۔"

زہیر بن قیس مسکرایا۔ محمد بن اوس کی پیٹھ تھپتھپائی، کہنے لگا۔

"ابنِ اوس! میرے عزیز بھائی! تمہاری تجویز سے اختلاف کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن میری صرف یہ خواہش ہے کہ تم اکیلے نہ جاؤ۔ نعیم بن حماد یا سقانہ میں سے کسی ایک کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اس طرح تم آسانی اور احسن طریقے سے ہرکولیس سے نمٹ سکو گے۔"

جواب میں بڑی محبت سے محمد بن اوس نے اپنا ہاتھ زہیر بن قیس کے شانے پر رکھا اور کہنے لگا۔

"میرے عزیز بھائی! سقانہ اور نعیم بن حماد کی آپ کے ساتھ قیروان میں زیادہ ضرورت ہے۔ تلمسان میں میرے مقابلے میں بھی رومنوں کا سالار ہرکولیس اکیلا ہے۔ آپ دیکھتے جائیے گا کہ میں اس سے نمٹتا کیسے ہوں؟ آپ یوں جانیں میں جو عمیر بن صالح کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں تو اس کا ساتھ لے جانے کا بھی ایک مقصد ہے اور اس سے میں وہی کام لوں گا جو ماضی میں، میں اپنے بھائی نعیم بن حماد اور سقانہ سے لیتا رہا ہوں۔ اس سلسلے میں آپ بالکل مطمئن رہیں۔"

زہیر بن قیس، سقانہ اور نعیم بن حماد تینوں نے بالآخر محمد بن اوس کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر انہوں نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا اور لشکر قیروان کی طرف بڑھا۔ انہوں نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ سامنے کی طرف سے لوگوں کا ایک ہجوم ان کی طرف آ رہا تھا اور ہجوم نے آتے ہی سب کو شاندار فتح پر مبارک باد دینا شروع کر دی تھی۔ آنے والوں میں عورتیں بھی شامل تھیں۔ تھوڑی دیر بعد اسی ہجوم سے

ں، مارٹینا اور رولسن بھی نکلے۔ وہ بھی سب کو اس فتح پر مبارکباد دے رہے تھے۔ اس لشکر فتح کی خوشی مناتا ہوا قیروان میں داخل ہوا تھا۔

محمد بن اوس نے آنے والی وہ شب سینکا کے ساتھ اپنی حویلی میں بسر کی۔ اگلا دن اس کے پاس رہا اور پھر آنے والی شب کو عشاء کے بعد بالکل چھپ کر اور رازداری ساتھ وہ اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔ عمیر بن صالح اور اس کے بر بھی اس کے ساتھ تھے۔

◎......◎

***

تلمسان شہر سے کافی جنوب میں آدھی رات کے وقت ایک جگہ محمد بن اوس نے
اپنے لشکر کو روک دیا۔ اس موقع پر چونکہ عمیر بن صالح اس کے ساتھ تھا چنانچہ عمیر بن
صالح نے لشکر کے رکنے پر تعجب کا اظہار کیا۔ محمد بن اوس کو مخاطب کر کے کچھ کہنا
چاہتا تھا کہ محمد بن اوس نے اسے مخاطب کرنے میں پہل کی اور کہنے لگا۔

''ابن صالح! میں نے اس سے پہلے چونکہ تم پر یہ واضح نہیں کیا کہ میں تلمسان میں
رومنوں کے لشکر پر کیسے ضرب لگاؤں گا اس بناء پر تم یقیناً پوچھو گے کہ میں نے اپنے لشکر
کو یہاں کیوں روک دیا ہے؟ سن میرے بھائی! رات آدھی کے قریب جا چکی ہے
تلمسان شہر یہاں سے کچھ زیادہ دور نہیں ہے۔ اس کی طرف جانے والے راستوں سے
تم مجھ سے بھی زیادہ آگاہی حاصل کر چکے ہو۔ ہمارے لشکر میں باربرداری کے جانور
میں کچھ ایسے بھی ہیں جن پر اناج لدا ہوا ہے اور یہ زیادہ تر اونٹوں پر مشتمل ہیں۔
اناج میں قیروان سے کسی خاص مقصد کے تحت لے کر آیا ہوں۔ اب اس اناج کو
تلمسان کی فتح کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ میرے بھائی! جو کچھ میں کہنے لگا ہوں
غور سے سننا۔''

عمیر بن صالح بڑی توجہ اور انہماک سے محمد بن اوس کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ محمد
اوس رُکا، کچھ سوچا، اس کے بعد عمیر بن صالح کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''میرے بھائی! تم اپنے کچھ مخبر ساتھیوں کے ساتھ اناج سے لدے اونٹوں کو
کر تلمسان کا رخ کرو گے۔ ظاہر یہی کرو گے کہ تم سب اناج کے تاجر ہو۔ چنانچہ
ہی نہیں، بلکہ شہر کے لوگ بھی خوش ہوں گے کہ ان کے شہر کے اندر اناج آ رہا ہے
انہیں سستے داموں حاصل ہو سکے گا۔ جہاں میں اس وقت کھڑا ہوں میں اپنے لشکر

رکھوں گا۔ رات بھی یہیں بسر کرو گا۔ اگلا دن بھی یہیں گزاروں گا۔ جبکہ اپنے
مسلح جوان پھیلا دوں گا تا کہ اطراف میں کوئی رومن مخبر ہوں تو ان کا خاتمہ کر دیا
ے۔ کیونکہ میری یہاں موجودگی کی اطلاع تلمسان نہ پہنچ سکے۔

ب سے پہلے تمہارے کام کی ابتداء ہو گی جب تم اناج لدے اونٹوں کو لے کر
ساتھیوں کے ہمراہ تلمسان شہر میں داخل ہو گے تو دن بھر اناج فروخت کرتے
اناج سستے داموں فروخت کرنا۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد پہلے اناج کا بھاؤ
دکانوں سے پوچھنا۔ جو بھاؤ وہاں چل رہا ہو اس سے کہیں سستے داموں اناج
ت کرنا۔ اس طرح لوگ خوش ہو جائیں گے۔ رومن بھی خوشی کا اظہار کریں گے۔ تم
کو بھی شک و شبہ نہیں ہو گا۔

چنانچہ صبح شہر میں داخل ہونے کے بعد شام تک تم اپنے کام میں مصروف رہنا۔ میں
نماز یہیں ادا کرنے کے بعد بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ تلمسان کا رخ
ں گا۔ مغرب کے بعد میں تلمسان کے نواح میں پہنچوں گا۔ ظاہر یہی کروں گا کہ
ہر کا محاصرہ کرنے لگا ہوں۔ رومنوں کو خبر ہو جائے گی کہ مسلمانوں کا ایک لشکر ان
آور ہونے کے لئے آیا ہے۔ لہٰذا وہ فصیل پر اپنا دفاع مضبوط اور مستحکم کر کے
لشکر کو فصیل پر چوکنا اور بالکل تیار کر دیں گے۔

میں اپنے لشکر کا پڑاؤ فصیل سے اتنے فاصلے پر کروں گا کہ فصیل سے چلایا جانے
تیر میرے پڑاؤ تک نہ پہنچ سکے۔ اس کے بعد میرے کچھ لشکری حرکت میں آئیں
ڈھالوں کی اوٹ میں رہتے ہوئے وہ اپنے پڑاؤ سے ذرا آگے آ کر شہر کی فصیل پر
رازی کریں گے۔ شہر کی طرف سے اگر ان پر تیر اندازی کی گئی تو ان کے سامنے
ڈھالیں ہوں گی لہٰذا وہ رومنوں کی تیر اندازی سے محفوظ رہیں گے۔ اس تیر اندازی
دوران ہی فضاؤں کے اندر جلتے ہوئے پروں کے چند تیر چھوڑے جائیں گے۔ اس
تم لوگ بالکل مستعد رہنا۔ جس وقت تم دیکھو کہ فضا کے اندر جلتے ہوئے پروں کے
وڑے گئے ہیں تم فوراً شہر کے اندر اپنے ساتھیوں کے ساتھ حرکت میں آنا اور شہر
کے جنوبی دروازے کی طرف آ کر جنوبی دروازے کے محافظوں پر حملہ آور ہو کر ان کا
کر کے شہر پناہ کا وہ دروازہ کھول دینا۔ اتنی دیر تک میں بھی اپنے لشکر کے ساتھ
آ چکا ہوں گا۔ چنانچہ جونہی شہر پناہ کا جنوبی دروازہ کھلے گا، میں اپنے لشکر کے
ہر میں داخل ہو جاؤں گا۔ اس کے بعد تم لشکر میں شامل ہو جانا۔ میرے کام کی

ابتداء ہو جائے گی۔ میں جانوں اور ہرکولیس جانے۔ پھر دیکھنا، میں تلمسان شہر کے اندر رومنوں کا کیا حشر نشر کرتا ہوں۔

شہر میں داخل ہونے اور رومنوں کے ساتھ ٹکرانے سے پہلے میں سارے سالاروں اور اپنے لشکریوں کو یہ ہدایت جاری کر دوں گا کہ ہر کوئی یہ کوشش کرے کہ رومنوں کے سالار ہرکولیس کو زندہ گرفتار کیا جائے۔ اسے بھاگنے کا موقع نہ دیا جائے۔ اور مجھے امید ہے کہ ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اور جب ہرکولیس گرفتار ہو گا تو پھر دیکھنا کہ میں اسے کس مقصد کے لئے استعمال کرتا ہوں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس رک گیا۔ کچھ دیر تک غور سے وہ عمیر بن صالح کی طرف دیکھتا رہا، پھر دوبارہ بولا۔

"ابنِ صالح! میرے بھائی! جو کچھ میں نے کہا ہے کیا یہ......"

جواب میں عمیر بن صالح پہلے ہی مسکراتے ہوئے بول اُٹھا۔

"امیر! آپ کوئی فکر ہی نہ کریں۔ میں تلمسان پر حملہ آور ہونے کے آپ کے سارے منصوبے کو سمجھ اور جان گیا ہوں۔ اب میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ اناج لدے ہوئے اونٹ میرے حوالے کریں اور میں اپنے کچھ مخبر ساتھیوں کے ساتھ تلمسان کا رخ کرتا ہوں۔"

عمیر بن صالح کے ان الفاظ پر محمد بن اوس خوش ہو گیا تھا۔ چنانچہ کچھ اناج لدے اونٹ اس کے حوالے کر دیئے گئے جنہیں عمیر بن صالح اپنے ساتھیوں کے ساتھ لے کر تلمسان کی طرف ہو لیا تھا۔

عمیر بن صالح نے کچھ ایسی رفتار کے ساتھ تلمسان کی طرف سفر کیا تھا کہ سورج طلوع ہونے کے بعد جس وقت تلمسان میں سبزی فروشوں کے علاوہ دوسرے تاجر شہر میں داخل ہو رہے تھے وہ بھی ان کے ساتھ اناج کے تاجر کی حیثیت سے اناج لدے اپنے اونٹ لے کر تلمسان شہر میں داخل ہو گیا تھا۔ کسی کو اس پر شک و شبہ نہ ہوا تھا۔

بازار میں داخل ہونے کے بعد عمیر بن صالح نے محمد بن اوس کی تجویز پر عمل کر شروع کیا۔ پہلے اس نے اناج کا بھاؤ پتہ کیا، اس کے بعد شہر کے بھاؤ سے کم نر رکھتے ہوئے اس نے اناج بیچنا شروع کر دیا تھا۔ اس کے ایسا کرنے پر جہاں روم خوش تھے وہاں شہر کے لوگ بھی بڑی خوشی اور طمانیت کا اظہار کر رہے تھے۔ یوں دا تیزی سے گزرنے لگا تھا۔

سورج غروب ہونے کے بعد جس وقت تاجروں کے شہر سے نکلنے کا وقت آ گیا تھا ن اسی لمحہ محمد بن اوس اپنے لشکر کے ساتھ تلمسان شہر کے جنوب میں نمودار ہوا۔ چنانچہ ر کے اندر واویلا اُٹھ کھڑا ہوا کہ مسلمانوں کا ایک لشکر تلمسان پر حملہ آور ہونے کے ے پہنچ گیا ہے۔ جس کی بناء پر شہر کے اندر جو تاجر تھے انہیں شہر کے اندر ہی روک دیا یا۔ انہیں سختی سے منع کر دیا گیا کہ ان میں سے کوئی بھی باہر نہ نکلے۔ شہر کے دروازوں ڑا پہرہ لگا دیا گیا تھا۔ رومنوں کا سالار ہرکولیس بھی شہر کی فصیل پر چڑھ آیا تھا۔ فصیل اوپر اس نے اپنے سارے لشکر کو مستعد کر دیا تھا جبکہ لشکر کا بڑا حصہ اس نے فصیل اوپر جنوب کی طرف رکھا تھا۔ اس لئے کہ محمد بن اوس نے اپنے لشکر کے ساتھ شہر جنوب ہی میں پڑاؤ کیا تھا۔ لہٰذا شہر پناہ کا جنوبی حصہ ہی ہرکولیس کی توجہ کا مرکز تھا جنوبی حصے کے ایک برج کے اندر ہرکولیس بذاتِ خود موجود تھا اور محمد بن اوس کے ر پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔

جب فضاؤں کے اندر اندھیرا گہرا ہو گیا تب محمد بن اوس کے کچھ لشکری حرکت میں ے۔ اپنے سامنے ڈھالیں رکھتے ہوئے وہ آگے بڑھے۔ وہ دو صفوں کی صورت میں ۔ اگلی صف جو دس لشکریوں پر مشتمل تھی انہوں نے اپنے سامنے ڈھالیں بنا رکھی ں۔ ان کے پیچھے دس تیر انداز تھے۔ تھوڑا سا آگے جا کر وہ بیس کے بیس لشکری بیٹھ ۔ آگے والوں نے اپنے سامنے ڈھالیں کر لیں اور پیچھے والوں نے شہر پناہ پر تیر ازی شروع کر دی تھی۔ یہ تیر اندازی جنوبی دروازے کے دائیں بائیں جو برج تھے یں کی گئی تھی۔ اسی تیر اندازی کے دوران جلتے ہوئے پروں کے کچھ تیر فضا میں ڑ دیئے گئے تھے۔

ان تیروں کا فضا کے اندر بلند ہونا تھا کہ تلمسان شہر کے اندر ایک تبدیلی اور ایک اب رونما ہو گیا تھا۔ عمیر بن صالح اور اس کے ساتھی جو اپنے جنگی لباس کے اوپر ہ لباس پہنے ہوئے تھے ایک دم حرکت میں آئے۔ جنوبی دروازے کی طرف بڑی داری سے گئے۔ پھر ایک دم شہر پناہ کے محافظوں پر ٹوٹ پڑے۔ محافظوں کا ہ کرنے کے بعد انہوں نے شہر پناہ کا جنوبی دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلنا تھا کہ بن اوس اس دروازے سے اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل ہونا شروع ہو گیا

یہ صورتِ حال رومنوں کے سالار ہرکولیس کے لئے بڑی اندیشہ ناک تھی۔ چنانچہ

بڑی تیزی سے وہ فصیل کے نیچے اُترا۔ فصیل کے اوپر جس قدر لشکر تھا اسے اُس نے نیچے اُترنے کا حکم دیا اور شہر کے اندر جو پہلے سے لشکر موجود تھا اسے بھی اس نے جنوبی دروازے کے سامنے جو کھلا میدان تھا وہاں استوار کرلیا تھا۔ اتنی دیر تک محمد بن اوس بھی اپنے لشکر کے ساتھ انہی میدانوں میں داخل ہو کر اپنے لشکر کی ترتیب کو اپنی گرفت میں کر چکا تھا۔

ہرکولیس چاہتا تھا کہ مسلمانوں کو اپنی صفیں درست نہ کرنے دے اور پہلے ہی حملہ آور ہو کر انہیں شہر سے مار بھگائے۔ لہٰذا انہی ارادوں کے تحت وہ گہرے اندھیرے کے ویران دشت میں نفرتوں کے طوفانوں، اندیشوں کے ہانپتے سایوں میں گرہن کی اندھی تاریکیوں اور ہستی کو نیستی میں بدلتے موت کے خوف، وحشت بھرے غولِ بیابانی اور گھریز ہر اُگلتی الم خیزیوں کی طرح کود پڑا تھا۔

دوسری طرف محمد بن اوس بھی اس وقت تک اپنے لشکریوں کی ترتیب درست کر چکا تھا۔ چنانچہ جوابی کارروائی کرتے ہوئے وہ بھی ہر سمت کو بے سمت، ہر جہت کو بے جہت کر کے انگاروں کا کھیل کھیلتے جرار لشکر کے ساتھ عزائم کو بے بس کر دینے والے فنا کے خوفناک خاکوں، زندگی کے لئے دائمی تلخیاں بُنتے بے باکی کے گرم شعلوں اور جسموں کی آنچ تک کو پگھلا مارنے والے قضا و کرب کے بے روک گرداب کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

یوں دونوں لشکریوں کے ٹکرانے سے تلمسان شہر کے جنوبی میدانوں میں دلوں کی خواہشوں کی دہلیز پر جنوں کے بے کراں خروش سر پیٹنے لگے تھے۔ آسودگیوں میں ہلاکت بھرے لمحے بھرنا شروع ہو گئے تھے۔ دونوں طرف کے لشکری گہرے دھوئیں، کوہساروں پر یلغار کرتے بادلوں، خاک رنگ آڑی ترچھی لکیروں کی طرح ایک دوسرے سے دست وگریبان ہو گئے تھے۔ ہونٹ رنگ آڑی ترچھی لکیروں میں میدانِ جنگ کو خوفناک بنانا شروع کر دیا تھا۔ رزم گاہ کے مقتل میں مرگ کا رقص شروع ہو چکا تھا۔ عزم و ہمت کے بڑے بڑے پیکر مٹی کی دیواروں پر بارش میں کچے رنگوں کی تحریروں کی طرح مٹنے لگے تھے۔ بے مثال اور مضبوط بازو رکھنے والے جنگجو تیزی سے لمحوں کی طرح معدوم ہوتے چلے گئے تھے۔ جنگ کا پراسرار ہنر رکھنے والے محارب گونگے خاکوں کی طرح اپاہج ہونا شروع ہو گئے تھے۔ رات کے اندھیرے میں موت کی گھاٹیوں میں لشکری پتھریلی چٹانوں اور آگ میں تپے پتوں کی طرح ایک دوسرے سے

لرا رہے تھے۔

اتنی دیر کے ٹکراؤ کے بعد رومنوں کا سالار ہرکولیس مایوسی کا شکار ہونا شروع ہو گیا ا۔ اس وقت وہ اپنے لشکر کے وسطی حصے میں تھا اور وہ دیکھ رہا تھا کہ مسلمانوں کے تیز لوں کے سامنے اس کے لشکر کی حالت خزاں کی برہنہ شاخوں، قبرستان کے بجھتے اغوں، احساسات کے خاک آلود میلے کنوئیں اور فضا میں اُڑتی خاک کی سی ہو گئی تھی۔ یہ بھی دیکھ رہا تھا کہ مسلمان لشکری بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہو رہے تھے اور رومنوں کی وں کی صفیں کٹنے والی پکی فصل کی طرح زمین پر بچھنے لگی تھیں۔

یہ صورتِ حال ہرکولیس اور اس کے رومن سالاروں کے لئے بڑی تشویش ناک ا۔ وہ کہیں بھاگ بھی نہیں سکتے تھے۔ اگر بھاگتے تو مسلمان تعاقب کرتے اور جب ے وہ شہر پناہ کے کسی دوسرے دروازے تک جاتے اس وقت تک پیٹھ کی طرف سے لمان حملہ آور ہو کر یقیناً ان کا اور ان کے لشکریوں کا خاتمہ کر دیتے۔ ہرکولیس اسی شش ج میں تھا کہ محمد بن اوس کے اشارے پر اس کے لشکری بچے کھچے رومنوں کے اطراف ں پھیلنا شروع ہو گئے تھے۔ اس صورت حال نے ہرکولیس کو بوکھلا کر رکھ دیا تھا۔ اپنے ر کی حالت کو فراموش کر دیا۔ اپنی جان بچانے کے لئے اس نے فرار اختیار کرنے کی ر پیچھے بھاگنا چاہا لیکن اس کی بدقسمتی کہ محمد بن اوس نے کچھ لشکریوں کے ذمے یہ لگا رکھا تھا کہ وہ ہر صورت میں ہرکولیس کو زندہ گرفتار کریں۔ چنانچہ وہ لشکری حرکت آئے اور ان می سے کچھ نے ہرکولیس پر اپنی کمندیں ڈال کر ہرکولیس کو گرفتار کر لیا ۔ ہرکولیس کی اس طرح گرفتاری پر بچے کھچے رومن اپنا ہاتھ کھینچنے لگے تھے کہ اسی لمحہ انوں نے ایسا زوردار اور شدید حملہ کیا کہ رومنوں کا خاتمہ کر دیا گیا۔ یوں تلمسان شہر ومنوں سے پاک کر دیا گیا۔

ہرکولیس کو رسیوں میں جکڑ کر شہر پناہ کی فصیل پر چڑھنے والی سیڑھیوں کے پاس ہی دیا گیا تھا۔ صبح تک کسی نے اسے کچھ نہ کہا نہ ہی اس سے پوچھ گچھ کی گئی۔ محمد بن اور عمیر بن صالح صبح تک اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کرنے کے علاوہ شہر کو رومنوں اشوں سے پاک کرتے رہے۔

جب سورج کافی چڑھ آیا اور دھوپ چاروں طرف پھیل گئی تب ہرکولیس کو محمد بن کے سامنے پیش کیا گیا۔ ہرکولیس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ جب اسے ن اوس کے سامنے لایا گیا تو محمد بن اوس کچھ دیر تک اس کی طرف دیکھتا رہا، پھر

اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”رومنوں کے سالار! تمہارا نام ہرکولیس ہے۔ کیا تم نے مجھے پہچانا؟“

ہرکولیس نے کھا جانے والے انداز میں محمد بن اوس کی طرف دیکھا، کہنے لگا۔

”پہچانا۔ تم مسلمانوں کے سالار محمد بن اوس ہو۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھے گرفتار کر کے اور میرا خاتمہ کر کے تم اپنی قوم کے لئے کوئی فلاحی کام کرو گے تو یہ تمہاری بھول ہے۔ اگر تم مجھے موت کے گھاٹ اتارو گے تو یہ بات اپنے دل پر لکھ رکھنا، رومن وہ قوم ہے جو ہولناک آوازوں کا بدن بن کر آگ کے اندر بھی پڑاؤ کرنے کا ہنر جانتی ہے۔ ہماری قوم سناٹوں میں بجھتے چراغوں کو بھی حوصلہ دے کر آنکھوں کو چکنا چوند کرتی روشنی میں تبدیل کر سکتی ہے۔ تلمسان میں جو تم نے جنوبی دروازہ دھوکہ دہی سے کھول کر کھیل کھیلا ہے تو اس کھیل کے ایک ایک آنسو اور جلتے کنکر پر گرے لہو کا تمہیں حساب دینا ہو گا۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ میرے ساتھیوں کے مرنے اور میرے موت کے گھاٹ اتارنے جانے پر رومن خاموش رہیں گے تو یہ تمہاری بھول ہے۔ رومن صدیوں کے بجھتے چراغوں کو روشن کرنے، سناٹوں کو آوازوں میں ڈھالنے اور زخموں پر تفریط کے ٹانکے لگانے کی صناعی خوب جانتے ہیں لہٰذا تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ مجھے رہا کر دو ورنہ وہ نقصان اٹھاؤ گے جس کی تلافی تمہاری پوری قوم نہ کر پائے گی۔“

ہرکولیس جب خاموش ہوا تب ہلکی ہلکی مسکراہٹ میں محمد بن اوس کہنے لگا۔

”قیدی ہو کر تم نے خوب اور اچھے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ پر ہرکولیس! اس کا کیا ہو گا کہ ماضی میں بھی تیری قوم نے ہمارے خلاف ہوا و ہوس کے گھنگھور بادل کھڑے کئے۔ لیکن ہر بار ہم نے تیری قوم کو شکست خوردہ راستوں کی سعی میں تبدیل کر کے رکھا۔ ہرکولیس! روٹی ہمیشہ آگ پر پکتی ہے اور یہ آگ تم لوگوں نے ان سرزمینوں میں جلائی ہے۔ چنانچہ روٹی کی طرح اس آگ میں تم لوگوں ہی کو تپنا ہو گا۔ ہرکولیس! جو تو ہوا بوئے گی، بگولے کاٹے گی۔ ان سرزمینوں میں تم لوگوں نے ہوا بوئی ہے بگولے بھی تم ہی کاٹو گے۔ ہرکولیس! مٹی کو جب بھوک لگتی ہے تو قبر بنتی ہے اور وقت بتائے گا کہ ان سرزمینوں کی مٹی تمہاری بھوک ہے۔ لہٰذا قبریں بھی تمہاری ہی بنیں گی۔ اور یہ جو تم دھمکی دیتے ہو کہ تمہاری قوم سناٹوں میں بجھے چراغوں کو بھی روشن کرنے کا حوصلہ رکھتی ہے تو ساتھ ہی اپنے دل پر یہ بھی لکھ لینا کہ تاریخ کی صرف ایک ہی پھونک ایسے چراغوں کو گل کر دیتی ہے۔ ہرکولیس! ہم تو تم لوگوں کو گناہ کی چادر اور دکھ کا اندھا کنواں

سمجھ کر حرکت میں آ چکے ہیں۔ اب ہماری ضرب سے بچنا تمہارے لئے آسان اور سہل نہیں ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس رکا، پھر وہ اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”ہرکولیس! ہم جس قوم کے فرد ہیں وہ تو صلیب پر استوار ہو کر بھی بشر کی تقدیر بنانے کا ہنر جانتی ہے۔ ظلمت کدوں کو روندنے کے لئے وہ کمند لگا کر زبان کو حرفِ حق سے سجا سکتی ہے۔ ہرکولیس! تم مجھے دھمکی دیتے ہو کہ اگر میں نے تمہیں ہلاک کر دیا تو تمہاری قوم کی طرف سے برے نتائج کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پہلے یہ تو کہو اس سے پہلے میں نے تمہارے سالار لیو کو میدانِ جنگ میں موت کے گھاٹ اتارا تو اس کے مرنے پر تیری قوم نے میرے خلاف کون سے موت کے اثاثے اور جلادوں کے خنجر کھڑے کر دیئے۔ حالانکہ لیو تم سے بڑا اور بہتر سالار تھا۔ ہرکولیس! پنجرے کے ساتھ سایہ بھی قید ہوتا ہے۔ فی الحال میں تمہیں موت کے گھاٹ نہیں اتاروں گا۔ میں تمہیں اپنا قیدی بناؤں گا اور تمہارے ساتھ تمہاری ساری جرأت مندی، تمہاری ساری زبان درازی بھی قیدی بن کر رہے گی۔ پھر دیکھنا تمہاری اس اسیری ہی کو استعمال کرتے ہوئے میں کیسے تیری قوم کے جذبوں کو اپاہج، رومنوں کی ساری ہنرمندی کو زہرناک اور ان کے بخت کو خون آلود کرتا ہوں۔“

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس رکا۔ پھر وہ چھوٹے سالاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ہرکولیس کو لے جاؤ اور لشکر میں اسے کڑی نگرانی میں رکھو۔“

اس کے ساتھ ہی وہ سالار حرکت میں آئے اور ہرکولیس کو وہاں سے ہٹا کر لے گئے تھے۔

ہرکولیس کے جانے کے بعد محمد بن اوس اپنے قریب بیٹھے عمیر بن صالح کی طرف متوجہ ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”ابنِ صالح! میرے بھائی! میں تھوڑی دیر تک اس شہر کے نظم و نسق میں مصروف ہو جاؤں گا۔ اس سے پہلے جو لشکر تلمسان میں ہوا کرتا تھا وہ بھی میرے لشکر میں شامل ہے۔ جب ہم یہاں سے کوچ کریں گے تو وہی لشکر شہر کی حفاظت میں یہاں رہے گا۔ ہاں تم سب سے پہلا کام یہ کرو کہ اپنے مخبروں کے ذریعے چاروں طرف یہ خبر پھیلا دو

کہ محمد بن اوس اب مستقل طور پر تلمسان شہر میں قیام کرے گا تا کہ آنے والے دور میں کوئی اور رومن لشکر اس شہر پر حملہ آور ہو کر قبضہ نہ کر لے۔"

محمد بن اوس جب خاموش ہوا تب بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے عمیر بن صالح بول اٹھا۔

"امیر! یہ خبر پھیلانے سے کیا فائدہ ہوگا؟"

محمد بن اوس مسکرایا اور کہنے لگا۔

"ابنِ صالح! یہ تو میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا کہ یہ خبر پھیلانے سے ہمیں کیا فائدہ اور کیا سودمندی حاصل ہوتی ہے۔ فی الحال تم چاروں طرف یہ خبر پھیلا دو تا کہ قرطاجنہ تک بھی یہ خبر پہنچ جائے کہ محمد بن اوس نے مستقل طور پر تلمسان شہر میں قیام کر لیا ہے۔ اس کے بعد میں جانتا ہوں کہ رومن کیا قدم اٹھائیں گے۔ اور جب وہ میری امیدوں کے مطابق قدم اٹھائیں گے تو تمہیں خود ہی پتہ چل جائے گا کہ میں اس ہرکولیس کو ہی استعمال کرتے ہوئے کیسے رومنوں کو اپنے سامنے رگیدتا ہوں۔ بات صرف ہرکولیس تک ہی محدود نہیں رہے گی۔ عمیر بن صالح! میرے بھائی! یہاں سے نکل کر میں برانس کا رخ کروں گا۔ کوشش کروں گا کہ اس پر حملہ آور ہو کر ہرکولیس کی طرح اسے بھی اسیر بناؤں۔ اور پھر دیکھنا، ہرکولیس اور برانس کو کیسے میں رومنوں کے خلاف عذاب اور اذیت کی حیثیت سے استعمال کرتا ہوں۔"

محمد بن اوس کچھ دیر خاموش رہ کر سوچتا رہا، دوبارہ اس نے عمیر بن صالح کو مخاطب کیا تھا۔

"ساتھ ہی اپنے کچھ مخبر قیروان کے نواح کی طرف روانہ کرو جو یہ جاننے کی کوشش کریں گے کہ برانس نے اپنے لشکر کے ساتھ کہاں قیام کر رکھا ہے؟ اور جب میں تلمسان سے نکل کر قیروان کا رخ کروں تو ان مخبروں کو مجھے راستے میں بتانا چاہئے کہ برانس کا محل وقوع کیا ہے۔ پھر دیکھنا میں اس برانس کا بھی کیا حشر نشر کرتا ہوں۔"

گو عمیر بن صالح کو محمد بن اوس کی ان باتوں کی کوئی سمجھ نہ آئی تھی لیکن وہ چپ رہا۔ وہ جانتا تھا کہ محمد بن اوس جو کچھ کہہ رہا ہے اسے سچ کر دکھائے گا۔ اس بناء پر چپ چاپ اپنی جگہ سے اٹھا۔ اپنے کچھ مخبروں کو اس نے قرطاجنہ کی طرف بھیج دیا تا کہ وہ محمد بن اوس کے تلمسان میں مستقل قیام کی خبر اُڑائیں۔ کچھ قاصد اس نے قیروان کے نواح

کی طرف روانہ کئے تا کہ وہ برانس کے محل وقوع جان کر محمد بن اوس کو اس سے آگاہ کر دے۔ عمیر بن صالح کے وہاں سے اٹھنے کے بعد محمد بن اوس بھی اٹھا اور تلمسان شہر کے نظم ونسق میں لگ گیا تھا۔ اگلے روز آدھی رات کے وقت بڑی رازداری اور بڑی خاموشی کے ساتھ محمد بن اوس نے تلمسان سے قیروان کی طرف کوچ کیا تھا۔

◎......◎

★★★

تلمسان سے قیروان کی طرف جاتے ہوئے محمد بن اوس بڑی احتیاط کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ دن کے وقت وہ صحرا کی وسعتوں میں کہیں نہ کہیں گھات لگاتا رات کے وقت سفر کرتا۔ تاکہ تلمسان سے اس کے نکلنے کی خبریں اِدھر اُدھر نہ پھیلیں۔ ساتھ ہی اطراف میں مسلح جوان بھی پھیلا دیئے گئے تھے جو رومنوں کے مخبروں پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ ایک روز قیروان سے کچھ فاصلے پر عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد محمد بن اوس اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کرنے ہی والا تھا کہ عمیر بن صالح نے جو اپنے مخبر برانس کا محل وقوع جاننے کے لئے روانہ کئے تھے وہ محمد بن اوس کے پڑاؤ میں داخل ہوئے۔ انہیں دیکھ کر محمد بن اوس ہی نہیں، عمیر بن صالح نے بھی خوشی کا اظہار کیا۔ آنے والے وہ مخبر محمد بن اوس کی طرف آئے، انہیں دیکھتے ہی محمد بن اوس نے انہیں مخاطب کیا۔

''عزیز ساتھیو! تمہارے پاس کوئی اچھی خبر ہو تو کہو۔''

اس پر آنے والوں میں سے ایک بول اٹھا۔

''امیر! پہلی بات یہ کہ ہم برانس کا محل وقوع دیکھ کر آ رہے ہیں۔ برانس کے پڑاؤ کا جائزہ لینے کے بعد ہم قیروان سے ہوتے ہوئے آئے ہیں اور قیروان سے آپ کے نام امیر زہیر بن قیس کا ایک پیغام بھی لے کر آئے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ افریقہ میں رومنوں کی مدد کے لئے قسطنطنیہ سے ایک لشکر جنگی کشتیوں میں سوار افریقہ کے ساحل کا رخ کر رہا ہے اور وہ جنگی کشتیاں لشکر کو لے کر پہلے برکہ کے سامنے آئیں گی۔ لہٰذا اندیشہ ہے کہ ساحل پر اترنے کے بعد وہ برکہ کا رخ کریں گے اور برکہ پر قبضہ کر لیں گے۔ اس صورت حال کو سامنے رکھتے ہوئے آپ کے نام امیر نے پیغام بھجوایا ہے کہ وہ لشکر کے ایک حصے کو لے کر برکہ کی طرف روانہ ہونا چاہتے ہیں تاکہ رومنوں سے برکہ

شہر کو محفوظ کر لیا جائے۔ ساتھ ہی امیر زہیر بن قیس کا یہ بھی خیال ہے کہ جب تک دربارِ خلافت سے بڑا لشکر افریقہ میں داخل نہیں ہوتا اس وقت تک مصر سے ہی کمک حاصل کی جائے۔ لہٰذا وہ چاہتے ہیں کہ رومنوں کے سامنے برکہ کا دفاع کرنے کے بعد وہ مشرق کے رخ پر مصر کی طرف سفر کریں گے اور وہاں سے کمک حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔''

یہاں تک کہنے کے بعد وہ مخبر جب خاموش ہوا تب محمد بن اوس کچھ دیر سوچوں میں ڈوبا رہا، پھر آنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''پہلے یہ بتاؤ کہ اگر یہاں سے میں سقانہ کی طرف کوچ کروں تو کب تک میں سقانہ تک پہنچ سکتا ہوں؟''

اس پر آنے والے مخبروں نے تھوڑی دیر تک آپس میں صلاح و مشورہ کیا پھر ان کا یک ساتھی محمد بن اوس کی طرف دیکھتا ہوا کہہ رہا تھا۔

''امیر! اگر آپ ابھی اور اسی وقت یہاں سے کوچ کریں تو ہمارا اندازہ ہے کہ آدھی رات کے بعد آپ سقانہ کے پڑاؤ تک پہنچ سکتے ہیں۔''

یہ الفاظ سن کر محمد بن اوس نے خوشی کا اظہار کیا پھر آنے والوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''اگر یہ بات ہے تو تم سب دو حصوں میں تقسیم ہو جاؤ۔ آدھے قیروان جاؤ۔ زہیر ن قیس کو میری طرف سے یہ پیغام دو کہ وہ جب اور جس وقت چاہے لشکر کا ایک حصہ لے کر برکہ شہر کی طرف روانہ ہو جائے۔ آج ہی رات برانس سے نکلنے کے بعد خداوند ں کو منظور ہوا تو سورج طلوع ہونے کے بعد میں قیروان میں سقانہ اور نعیم بن حماد کے پاس پہنچ جاؤں گا۔''

اس کے ساتھ محمد بن اوس نے اپنے پہلو میں کھڑے عمیر بن صالح کی طرف دیکھا ر اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

''ابنِ صالح! پہلے آنے والے اپنے بھائیوں کے کھانے کا اہتمام کرو۔ اس کے ر یہاں سے کوچ کریں گے۔''

س پر عمیر بن صالح ان سب کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ آنے والوں نے کھانا یا۔ پھر انہیں دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ان میں سے کچھ سیدھے قیروان میں ہیر بن قیس کے پاس چلے گئے تھے۔ باقی کو محمد بن اوس نے اپنے پاس رکھ لیا تھا تاکہ

برانس کے پڑاؤ تک اس کی رہنمائی کریں۔ تھوڑی دیر بعد محمد بن اوس نے بھی وہاں سے کوچ کیا اور صحرا کی وسعتوں کو بڑی تیزی سے سمیٹتا اور صحرائی ٹیلوں کے اندر بڑی برق رفتاری سے جست وخیز کرتا ہوا وہ برانس کے پڑاؤ کا رخ کر رہا تھا۔

دوسری طرف کسیلہ کی موت کے بعد بے شک برانس کسی قدر مضمحل اور نا آسودہ تھا لیکن اسے امید تھی کہ اس سلسلے میں رومن اس سے ضرور رابطہ قائم کریں گے اور رومنوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں پر ضرب لگائے گا اور جس طرح پہلے کسیلہ نے قیروان شہر پر قبضہ کرلیا تھا اسی کی طرح برانس قیروان پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ برانس تک یہ بھی خبریں پہنچ چکی تھیں کہ محمد بن اوس لشکر کا ایک حصہ لے کر تلمسان کی طرف جا چکا ہے۔ اس کے بعد یہ بھی خبریں آنی شروع ہوئیں کہ محمد بن اوس مستقل طور پر تلمسان ہی میں قیام کئے رکھے گا۔ برانس تک صحرا کے اندر سرگرداں اس کے ساتھیوں نے برانس کو یہ بھی بتا دیا تھا کہ رومنوں کا ایک لشکر قسطنطنیہ سے افریقہ کا رخ کر رہا ہے اور پہلے وہ برکہ کے ساحل کی طرف آئے گا۔ لہٰذا برانس یہ بھی امید رکھتا تھا کہ مسلمانوں کا کوئی نہ کوئی لشکر برکہ کی حفاظت کے لئے جائے گا۔ برانس جانتا تھا کہ یہ کام زہیر کے علاوہ اور کوئی نہیں کرے گا کہ محمد بن اوس پہلے ہی تلمسان کی طرف تھا۔

ان حالات میں برانس اس جگہ جہاں اس نے پڑاؤ کیا ہوا تھا، بالکل مطمئن تھا۔ اسے اندیشہ ہی نہیں تھا کہ رات کے وقت کوئی اس پر حملہ آور ہو سکتا ہے۔ کوئی شب خون مار کر اس کے لئے فنا کے دروازے کھول سکتا ہے۔ الٹا وہ اس انتظار میں تھا کہ اسے یہ خبر ملے کہ مسلمانوں کا کوئی لشکر قیروان سے نکل کر برکہ کی طرف روانہ ہوا ہے تو وہ بھی اپنا پڑاؤ چھوڑ کر قیروان کی طرف روانہ ہو اور قیروان پر حملہ آور ہو کر کسیلہ کی طرح اپنی قسمت آزمانے کی کوشش کرے۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ رات کی گہری تاریکی میں محمد بن اوس ایک ناقابل برداشت اذیت اور ایک وحشت ناک عذاب کی صورت میں اس کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔

برانس کے پڑاؤ کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے محمد بن اوس برابر مخبروں سے رابطہ قائم رکھے ہوئے تھا اور ان سے پوچھتا جا رہا تھا کہ برانس کا پڑاؤ اب کتنی دور ہے۔ ان مخبروں ہی کے بتانے پر ایک جگہ محمد بن اوس نے اپنے لشکر کو روک دیا۔ پھر عمیر بن صالح کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"عمیر بن صالح! میں یہاں سے چند دستے تمہاری کمانداری میں دینے لگا ہوا

اور خود میں برانس کے لشکر پر حملہ آور ہونے کی ابتداء کروں گا۔ تم نے جنگ میں کوئی حصہ نہیں لینا۔ برانس اور اس کے لشکریوں سے میں خود نمٹ لوں گا۔ وہ دستے جو میں نہاری کمانداری میں دے رہا ہوں، انہیں لے کر تم نے شمال کی طرف مستعد رہنا ہے۔ ب برانس کو میرے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑے اور اس کے ساتھی اِدھر اُدھر منتشر ہونے کی کوشش کریں تو جو شمال کی طرف بھاگیں اُنہیں بھاگنے نہ دینا، موت کے گھاٹ تار دینا۔ اس طرح برانس کی شکست کی خبریں رومنوں تک نہ پہنچیں گی۔ ہاں، اگر ان کے ساتھی جنوب کی طرف بھاگیں تو میں اُن کا خوب تعاقب کروں گا اور ان میں سے کسی کو بھی بچ کر بھاگنے نہیں دوں گا۔"

عمیر بن صالح نے محمد بن اوس کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ محمد بن اوس نے اپنے لشکر میں سے کچھ دستے نکال کر عمیر بن صالح کی کمانداری میں دے دیئے تھے۔ اس کے بعد رات کی گہری تاریکی میں برانس کے لشکر پر ضرب لگانے کے لئے ب بار پھر وہ پیش قدمی کرنے لگا تھا۔

برانس کے لشکر کے قریب جا کر محمد بن اوس نے اپنے آگے بڑھنے کی رفتار تیز کر لی تھی۔ پھر وہ زیست کے آئینے کرچی کرچی کرتی، زہر برساتی آندھیوں، روحوں کے انے پارہ پارہ کر کے مجبوریاں تراشتے بگولوں کی طرح برانس کے پڑاؤ کے شمالی حصے کی ف گیا تھا۔ برانس کے لشکری اس وقت گہری نیند سوئے ہوئے تھے اس لئے کہ انہیں ی کے حملہ آور ہونے کا خدشہ ہی نہیں تھا۔ لہٰذا شمال کی طرف پہنچتے ہی محمد بن اوس، ن کے لشکریوں پر عمر کے جامِ بقاء توڑتے موت کے مچلتے دھاروں کا اعصاب شل کر خون میں نہلا دینے والے حوادث، ہر شے کو بے جان، بے حرکت، بے عکس کرتے ت وابتلاء کے ہجوم کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

محمد بن اوس اس قدر شدت اور سختی سے حملہ آور ہوا تھا کہ زندگی کے مدوجزر میں نے اذیتوں کے کرب بھرنے شروع کر دیئے تھے۔ جب تک برانس اور اس کے ی سنبھلتے، محمد بن اوس نے برانس کے لشکر کے ایک خاصے بڑے حصے کو کچے گھروں رو دیوار اور مخدوش عمارتوں کی چھتوں کی طرح زمین پر گرا مارا تھا۔ برانس کے ی اُس وقت قربتوں اور مسرتوں کے لمحوں سے بغل گیر گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔ نا اوس کے حملوں نے ان کے اندر سرگرداں موت کا شور بلند کر دیا تھا۔ جب تک ر کر سنبھلتے، محمد بن اوس نے ان کی زندگی کے کشکول میں بڑی تیزی سے قضا کا

خوف بھرنا شروع کر دیا تھا۔

برانس وہاں پڑاؤ کرنے کے بعد رومنوں کی طرف سے کسی ردِ عمل کا منتظر تھا۔ ب
اب وہاں سرخ ریت کے غیر آباد، بے آب و گیاہ صحرا میں موت جلتی آندھیوں کی طر
اس کے لشکر میں جسم و جان کی فصیل کی آخری سیڑھیوں تک کو گرا رہی تھی۔

جس طرح تلمسان پر حملہ آور ہونے سے پہلے محمد بن اوس نے اپنے لشکریوں کو
ہدایت کر دی تھی کہ ہر صورت میں ہرکولیس کو زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کریں۔ ایسے ہ
برانس کو بھی اس نے زندہ گرفتار کرنے کا حکم جاری کر دیا تھا۔ چنانچہ اس کے لشکر کا ایک
حصہ دائیں بائیں بھاگنا شروع ہو گیا تھا تاکہ صحرا کے اس حصے سے کسی کو بھاگنے کا موق
نہ مل سکے۔

اب محمد بن اوس کے لشکریوں نے ایک طرح سے پھیل کر برانس کے پڑاؤ کا احا
اور محاصرہ کر لیا تھا۔ اس طرح جب چاروں طرف سے برانس کے لشکر کا قتل عام شرو
ہوا تب برانس کے بچے کھچے لشکریوں کی حالت صحرا کی تشنہ لبی، غم و اندوہ کی حکایتو
بے عکس آئینوں، بے کلی ویرانی، کرب ناک حشت اور دکھ کی کتھا کہانیوں سے بھی زیا
بری ہونا شروع ہو گئی تھی۔

صحرا کے اندر کچھ دیر تک مزید ہولناک ٹکراؤ جاری رہا جس کے نتیجہ میں برانس
زندہ گرفتار کر لیا گیا جبکہ اس کے لشکریوں کا خوب قتلِ عام کیا گیا۔ برانس کے
لشکری جو شمال کی طرف بھاگے، ان کا عمیر بن صالح نے کام تمام کر دیا اور جو جنو
کی طرف بھاگے تھے ان کا تعاقب محمد بن اوس نے کیا اور کسی کو بھی صحرا کے ا
بھاگنے کا موقع نہ مل سکا۔ جس طرح تلمسان میں ہرکولیس کو گرفتار کرنے کے بعد
تک اسے کوئی اہمیت نہ دی تھی، اسی طرح کا سلوک برانس سے بھی کیا گیا تھا۔ بر
کی گرفتاری کے بعد محمد بن اوس اپنے زخمیوں کی دیکھ بھال کے علاوہ جنگ میں
آنے والے لشکریوں کی تدفین کا کام سرانجام دیتا رہا۔ فجر کی نماز کے بعد اس
سب سے پہلے اپنے لشکریوں کے کھانے کا اہتمام کیا اور اس سے فارغ ہونے کے
وہ ریت کے ایک ٹیلے پر ہو بیٹھا۔ اتنی دیر تک عمیر بن صالح بھی وہاں آ گیا تھا ا
بھی محمد بن اوس کے پہلو میں ہو بیٹھا تھا۔ پھر محمد بن اوس نے برانس کو لانے
دیا۔ برانس کو بھی بالکل ہرکولیس ہی کی طرح لایا گیا۔ اس کے ہاتھ پشت کی
بندھے ہوئے تھے۔ چند لمحوں تک محمد بن اوس نے کھا جانے والے انداز میں برا

طرف دیکھا تھا۔ برانس محمد بن اوس کے اس طرح دیکھنے کی تاب نہ لا سکا۔ نگاہیں اس
نے جھکا لی تھیں۔

محمد بن اوس تحکمانہ انداز میں گرجا۔

"نگاہیں نیچی کیوں کرتے ہو؟ میری طرف دیکھو تاکہ تمہیں احساس ہو کہ تمہارے
سامنے کون بیٹھا ہے؟ برانس اب تک تم نے مسلمانوں کے خلاف صحرا کے اندر کھل کر
کھیل کھیلا۔ کوئی بھی ایسا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا جس سے مسلمانوں کو زک اور
نقصان پہنچ سکتا ہو۔ ہر موقع پر تم نے رومنوں کا ساتھ دیا جب وہ ہم سے ٹکرانے کے
لئے پیش قدمی کرتے تھے۔

برانس! میں تمہارا کام اسی وقت تمام کر دیتا جس وقت ہمارا ٹکراؤ تمہارے اور کسیلہ
کے ساتھ ہوا تھا۔ لیکن اس وقت تمہارا مقدر تمہارا ساتھ دے رہا تھا کہ تم کسیلہ کو اس
کے حال پر چھوڑ کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ میں نے بھی تمہاری طرف کوئی
خاص توجہ نہ دی تھی کہ میں سب سے پہلے کسیلہ کو گرفتار کر کے اسے اس کے انجام تک
پہنچانا چاہتا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس صحرا کے اندر کسی نہ کسی وقت میرا تیرا ٹکراؤ ہو گا اور
میں تجھے اپنے سامنے زیر ضرور کروں گا۔ برانس! دیکھ، وہ لمحہ آ گیا ہے۔ تیرے لشکر کا
مکمل طور پر خاتمہ کر دیا گیا ہے اور تُو اپنی حالت پر ذرا نگاہ دوڑا۔ تیرے ہاتھ پشت پر
بندھے ہوئے ہیں اور تو ایک بے بس قیدی اور اسیر کی طرح میرے سامنے کھڑا ہے۔
برانس! تیری یہ کوشش تھی کہ ان صحراؤں کے اندر تُو ہم مسلمانوں کو مار بھگانے میں
کامیاب ہو جائے۔ تو یہ بھی جانتا تھا کہ عقبہ بن نافع کے بعد شاید مسلمان ضعف و
کمزوری کا شکار ہو جائیں گے اور تو کسیلہ کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے علاقوں کی تقسیم
اور بانٹ کا کام شروع کر دے گا۔ ظالم! ہمارے خلاف یہ تدبیریں مرتب کرتے کرتے
تو اپنے علاقوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا۔ اور اب وہ وقت آئے گا جب تُو اپنی جان سے
بھی ہاتھ دھونے کے کنارے پہنچے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس جب خاموش ہوا تو برانس کی حالت قابل دید
تھی۔ چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ آنکھوں میں خوف طاری تھا۔ پھر اس نے کھڑے
ہی کھڑے محمد بن اوس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ معافی مانگنے لگا اور آئندہ کے لئے
مسلمانوں کا مطیع اور فرمانبردار رہنے کے وعدے کرنے لگا۔ اس کی اس حرکت پر محمد بن
اوس مسکرایا اور کہنے لگا۔

"برانس! اب تیرے ایسا کرنے سے کیا فائدہ؟ اب تو تُو اکیلا ہے۔ تیرے ساتھ نہ کوئی لشکری ہے نہ کوئی حمایتی اور نہ کوئی چھوٹا سالار۔ لہٰذا کس کے ساتھ تُو آنے والے دور میں ہماری اطاعت اور فرمانبرداری قبول کرے گا؟ ہمارے خلاف اس قدر کارروائیاں کرنے کے بعد اب تُو معافی مانگتا ہے۔ پہلے اپنے گریبان میں جھانک۔ اپنے ضمیر کو بیدار کر۔ سوچ کہ تیرے جیسے زہریلے سانپ کو معاف کرنا بہتر ہے؟ تیرے جیسے غدار کو معاف کرنا خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے۔ برانس! تُو ایک زہریلا سانپ ہے۔ تجھے ان صحراؤں میں اس لئے کھلا نہیں چھوڑا جائے گا کہ آنے والے دور میں مسلمانوں کو تُو ڈستا نہ پھرے۔"

اتنا کہنے کے بعد محمد بن اوس رکا۔ اس کے لبوں پر ہلکا سا تبسم بھی نمودار ہوا تھا۔ پھر وہ اپنا منہ عمیر بن صالح کے کان کے قریب لے گیا اور اس سے کچھ کہا۔ اس کے ساتھ ہی عمیر بن صالح کے لبوں پر بھی ہلکا سا تبسم پھیل گیا تھا۔ پھر عمیر بن صالح وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد عمیر بن صالح لوٹا۔ اس کے ساتھ ایک چھوٹا سالار اور کچھ مسلح جوان تھے جن کے درمیان ہرکولیس کو لایا جا رہا تھا۔ عمیر بن صالح کے کہنے پر ہرکولیس کو مسلح جوانوں نے برانس کے پہلو میں لا کھڑا کیا۔ پھر برانس سے مخاطب ہو کر محمد بن اوس کہنے لگا۔

"برانس! ذرا اپنے دائیں جانب تو دیکھ۔"

برانس نے جب دائیں جانب دیکھا تو ہرکولیس کو اپنے قریب دیکھ کر اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگی تھیں۔ اس موقع پر ہرکولیس بھی دکھ بھرے انداز میں برانس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ محمد بن اوس نے برانس کو پھر مخاطب کیا۔

"برانس! اسے جانتے ہو؟ ماضی میں تم اس کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف کام کرتے رہے ہو۔"

لمحہ بھر کے لئے محمد بن اوس رکا۔ اس بار اس نے ہرکولیس کی طرف دیکھا۔ کہنے لگا۔

"ہرکولیس! اگر تمہاری یادداشت کام نہیں کر رہی، تمہارے احساسات منجمد ہو گئے ہیں تو میں تمہیں بتاتا ہوں، تمہارے پہلو میں یہ شخص جس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے ہیں، برانس ہے۔ تم دونوں مل کر یکجہتی اور اتفاق کے ساتھ ہمارے خلاف

رروائیاں کرتے رہے ہو۔ اب تم دونوں کو قضا اور موت بھی اکٹھی ہی آئے گی۔"

اس کے ساتھ ہی محمد بن اوس اٹھ کھڑا ہوا اور وہاں سے اس نے اپنے لشکر کو کوچ کا م دیا اور وہ قیروان کا رخ کر رہا تھا۔ قیروان میں اس کے پہنچنے سے پہلے ہی کچھ وں نے قیروان میں تلمسان اور برانس کے خلاف محمد بن اوس کی کامیابیوں کی اطلاع دی تھی اور ہرکولیس اور برانس کی گرفتاری کی خبریں سنا دی تھیں اور یہ خبریں سن کر وان ہی نہیں، آس پاس کے مسلمان علاقوں میں بھی خوشیاں بکھر گئی تھیں۔ چنانچہ محمد اوس جب اپنے لشکر کے ساتھ قیروان شہر میں داخل ہوا تو اس کا ایسے شاندار انداز استقبال کیا کہ پورے لشکر پر پھول پتیاں نچھاور کی گئیں۔ محمد بن اوس کے حکم پر لیس اور برانس دونوں کو قیروان کے مستقر میں رکھ کر ان پر کڑا پہرہ لگا دیا گیا تھا۔ بن حماد اور سقانہ بھی چونکہ محمد بن اوس کے استقبال کے لئے آئے تھے لہٰذا لشکر کو تر کی طرف بھجوانے کے بعد محمد بن اوس سقانہ، نعیم بن حماد اور عمیر بن صالح کے ہ اپنی حویلی کی طرف جا رہا تھا۔

برانس کے خلاف اس شاندار کامیابی کے چند ہی دن بعد مسلمانوں کو ایک بری خبر کو ملی تھی۔ زہیر بن قیس جو لشکر کے ایک حصے کے ساتھ برکہ شہر کی طرف گیا تھا، ں اس کا ٹکراؤ قسطنطنیہ سے جنگی کشتیوں میں آنے والے نئے رومن لشکر سے ہوا تھا۔ بن قیس کا اندازہ تھا کہ وہ قرطاجنہ کے لئے قسطنطنیہ سے آنے والی کوئی کمک ہو گی وہ پسپا کر کے مار بھگانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ لیکن وہ ایک بہت بڑا لشکر تھا جو بن قیس سے ٹکرایا۔ چونکہ وہ تعداد میں بہت زیادہ تھے لہٰذا شروع میں ہی اس رومن نے زہیر بن قیس اور اس کے لشکریوں کا محاصرہ کر لیا اور اس ٹکراؤ کے دوران بن قیس بذاتِ خود جنگ میں کام آ گیا اور مسلمانوں کے اس لشکر کو ناقابل تلافی ن اٹھانا پڑا۔ زہیر بن قیس کے جنگ میں یوں کام آنے اور اس کے لشکر کے ن کی خبریں قیروان بھی پہنچ گئیں اور یہ افریقہ میں مسلمانوں کے لئے ایک انتہائی ساں اور نقصان دہ خبر تھی۔

علامہ ابنِ خلدون نے برکہ شہر کے نواح میں رومنوں کی جنگی کشتیوں میں آنے لشکر سے زہیر بن قیس کے ٹکراؤ اور اس جنگ میں اس کے کام آ جانے کے ت کو بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ بہرحال زہیر بن قیس کے ل جان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے بعد اب افریقہ میں مسلمانوں کی نگاہیں ایک سالار

کی حیثیت سے محمد بن اوس پر ہی جم کر رہ گئی تھیں۔

●●●

زہیر بن قیس کے خاتمے کے بعد قسطنطنیہ سے آنے والا رومنوں کا نیا لشکر قرطاجنہ پہنچا تو قرطاجنہ میں خوشیاں منائی گئیں۔ کئی روز تک فتح کا جشن برپا کیا گیا۔ اس جشن کے بعد حسب معمول جسٹینین، گریگوری، اسارین، نئے آنے والے سالار اور پہلے سے چھوٹے سالار سب قرطاجنہ کے بڑے کلیسا کے کمرے میں جمع ہوئے تھے اور اس اجلاس میں کلیسا کے بشپ پولوس نے بھی حصہ لیا تھا۔

جب سارے سالار، امراء اور دیگر سرکردہ اور ذمہ دار لوگ وہاں جمع ہو گئے تب جسٹینین نے انہیں خطاب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

افریقہ میں اب تک مسلمانوں کے ہاتھوں ہمیں پے در پے شکستوں اور پسپائیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ لیکن اب مسلمانوں کے خلاف ہماری فتوحات کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے۔ مسلمانوں کے خلاف ہم تین کامیابیاں حاصل کر چکے ہیں۔ ہم نے تلمسان فتح کیا۔ ایک ہولناک جنگ میں ان کے سالارِ اعلیٰ عقبہ بن نافع کا کام تمام کر دیا اور اب برکہ شہر کے پاس لڑی جانے والی جنگ میں نہ صرف ہمارے لشکر نے شاندار کامیابی حاصل کی بلکہ افریقہ میں مسلمانوں کے دوسرے سرکردہ سالار زہیر بن قیس کا بھی خاتمہ کر دیا گیا۔ اب مسلمانوں کے پاس لے دے کے ایک ہی تجربہ کار سالار محمد بن اوس رہتا ہے اور اس کا بھی اب ہم عنقریب خاتمہ کر کے رہیں گے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد جسٹینین جب خاموش ہوا تب بشپ پولوس بول اٹھا۔ کہنے لگا۔

”ہماری فتوحات کا جو سلسلہ شروع ہوا ہے اس سلسلے کو اب منقطع نہیں ہونا چاہئے۔ ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ گو تلمسان میں ہمیں کامیابی حاصل ہوئی تھی لیکن مسلمانوں کے سالار محمد بن اوس نے اس کامیابی کو ناکامی میں تبدیل کر دیا اور جو خبریں اب تک آئی ہیں ان کے مطابق ہرکولیس کو جنگ میں گرفتار کر لیا گیا اور قتل نہیں کیا، اسیر بنا کر رکھا گیا ہے اور ہمارے مخبر یہ بھی بتا چکے ہیں کہ محمد بن اوس نے اب مستقل طور پر تلمسان میں قیام کر لیا ہے۔

گو میں جنگ کا کوئی تجربہ نہیں رکھتا لیکن اس موقع پر میں یہ کہوں گا کہ اب کہ محمد بن اوس تلمسان میں قیام کئے ہوئے ہیں، برکہ کے نواح میں زہیر بن قیس بھی مارا جا چکا

ہے تو لے دے کے قیروان میں اس وقت سقانہ اور نعیم بن حماد ہوں گے۔ لہٰذا ہمیں فی فور اپنے لشکر کو مرتب کر کے قیروان کی طرف کوچ کرنا چاہئے اور زوردار حملہ کرتے ہوئے قیروان پر قبضہ کر لینا چاہئے۔ اگر ہم قیروان پر قبضہ کر لیں تو تلمسان میں بیٹھا ہوا محمد بن اوس ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ قیروان میں قدم جمانے کے بعد لشکر کا ایک حصہ تلمسان کا رخ کرے اور وہاں محمد بن اوس پر حملہ آور ہو کر اسے اسی طرح گرفتار کرے جس طرح اس نے ہمارے سالار ہرکولیس کو گرفتار کیا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد پولوس رکا، اس کے بعد باری باری جسٹینین اور گریگوری کی طرف غائر نگاہوں سے دیکھتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

”جو کچھ میں نے کہا ہے اگر اس پر عمل کیا جائے تو میں بذاتِ خود اس جنگ میں شریک ہوں گا۔ میں اپنے لشکر کا علم لے کر لشکر کے آگے آگے رہ کر قیروان کا رخ کروں گا اور پھر دیکھوں گا کہ کیسے قیروان ہمارے ہاتھوں فتح نہیں ہوتا۔“

پولوس کے ان الفاظ پر وہاں جمع ہونے والے امراء اور سالار بھی خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ جسٹینین اور گریگوری بھی مسکرا رہے تھے۔ اس موقع پر جسٹینین بول اٹھا۔

”محترم پولوس! اگر آپ قیروان کی طرف جانے والے لشکر کی رہنمائی کریں گے تو میں سمجھوں گا کہ یہ ہماری خوش بختی ہو گی۔“

جسٹینین کے ان الفاظ پر پولوس مسکرایا اور کہنے لگا۔

”دراصل میں چاہتا ہوں کہ آپ اور گریگوری دونوں حسب سابق قرطاجنہ شہر میں رہیں۔ لشکر کی کمانداری اسارین اور نئے آنے والے سالار کے سپرد کی جائے۔ اب تو ہمارے لشکر کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ قسطنطنیہ سے جو نیا لشکر آیا ہے، بالکل تازہ دم ہے۔ مسلمانوں کے خلاف وہ بہترین کارگزاری کا مظاہرہ کرے گا۔ لہٰذا ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ ایک دو روز میں ہی پورے لشکر کو لے کر یہاں سے قیروان کی طرف کوچ کر جانا چاہئے۔“

پولوس کے خاموش ہونے پر جسٹینین بے پناہ خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”محترم پولوس! صرف دو دن بعد آپ کی خواہش کے مطابق ہمارا پورا لشکر قرطاجنہ سے قیروان کی طرف کوچ کرے گا۔ میں آج ہی تیز رفتار قاصد برانس کی طرف بھجوا رہا ہوں۔ اب تک جو برانس سے متعلق ہمیں خبریں ملی ہیں ان کے مطابق اس نے قیروان کے جنوب میں اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا ہے۔ میں اس کی طرف یہ پیغام بھجواتا

ہوں کہ ہمارا ایک بہت بڑا لشکر قیروان پر حملہ آور ہونے کے لئے قرطاجنہ سے نکل رہا ہے۔ لہٰذا وہ اس لشکر سے رابطہ قائم رکھے اور اس لشکر کے ساتھ مل کر قیروان کے خلاف حرکت میں آئے۔"

جسٹینین کے ان الفاظ پر سب نے خوشی کا اظہار کیا تھا۔ چنانچہ وہ اجلاس ختم کر دیا گیا اور جسٹینین نے اسی روز تیز رفتار قاصد برانس کی طرف روانہ کر دیئے۔ حالانکہ وہ نہیں جانتے تھے کہ برانس شکست کھانے کے بعد اب مسلمانوں کا اسیر بن چکا ہے۔

دوسری طرف محمد بن اوس کو بھی مسلمان مخبر رومنوں کے ان سارے منصوبوں سے آگاہ کر رہے تھے۔ جب عمیر بن صالح کی ماتحتی میں کام کرنے والے مخبروں نے یہ اطلاع دی کہ رومنوں کا ایک بہت بڑا لشکر قیروان پر حملہ آور ہونے کے لئے قرطاجنہ سے نکل چکا ہے اور ساتھ ہی انہوں نے تیز رفتار قاصد برانس کی طرف بھجوائے ہیں، تب محمد بن اوس نے بھی سارے سالاروں کو ایک جگہ جمع کیا۔ سرکردہ سالاروں میں اب سقانہ اور نعیم بن حماد ہی رہ گئے تھے۔ چنانچہ اس صلاح مشورے میں عمیر بن صالح کو بھی طلب کیا گیا۔ باقی چھوٹے بڑے سالار بھی جمع ہو گئے۔ پھر رومنوں کی طرف سے جو نئی صورتِ حال اُٹھی تھی اس سے متعلق سب کو آگاہ کیا گیا اور سب نے مل کر یہ فیصلہ کیا کہ قیروان سے دور ہی رومنوں کا مقابلہ کیا جائے۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد محمد بن اوس نے کچھ سوچا پھر عمیر بن صالح کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابنِ صالح! میں تمہارے ذمہ ایک کام لگانے لگا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ تم اسے احسن طریقے سے انجام دو گے۔ اس سلسلے میں سقانہ تمہارے ساتھ تعاون کرے گا۔ سقانہ کے لشکر سے کچھ بربروں کا انتخاب کرو۔ ان کا انتخاب کرنے کے بعد ہرکولیس اور برانس دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دو۔ دونوں کی لاشوں کو اونٹوں پر لاد کر سقانہ کے لشکر سے جن بربروں کا انتخاب کیا جائے انہیں کہو کہ وہ لاشیں لے کر قرطاجنہ کی طرف روانہ ہو جائیں۔ اس سلسلے میں تمہارے مخبر ان کی راہنمائی کریں۔ لاشیں لے جانے والے اس رفتار سے سفر کریں کہ آدھی رات کے قریب وہ رومنوں کے لشکر کے سامنے جائیں۔ انہیں روکیں اور ان سے کہیں کہ ان کا تعلق برانس کے لشکر سے ہے۔ مسلمانوں نے ہرکولیس اور برانس دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اور اب وہ ان دونوں کی لاشیں لے کر آئے ہیں۔ ساتھ ہی اونٹوں سے لاشیں اتار کر ان کے سامنے رکھ دیں۔

ب لاشیں وہاں رکھی جائیں گی تو یقیناً رومنوں کا لشکر وہاں رک جائے گا۔ جب وہ ہاں رکے گا تو اس کے بعد میں سقانہ اور نعیم بن حماد ان پر وہ قیامت برپا کریں گے لہ آنے والی نسلیں برسوں تک یاد رکھیں گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس رکا پھر دوبارہ عمیر بن صالح کو مخاطب کر کے ہنے لگا۔

"ابنِ صالح! تمہارے ذمہ اتنا ہی کام ہے۔ اب تم اُٹھو، پہلے ہرکولیس اور برانس خاتمہ کر دو۔ اونٹوں کا اہتمام کرو۔ اتنی دیر تک سقانہ بھی میری طرف فارغ ہو جائے اس کے بعد سقانہ تمہیں کچھ بربر جوان مہیا کرے گا جو ان دونوں کی لاشیں لے کر ان سے شمال کی طرف کوچ کر جائیں گے۔"

محمد بن اوس کا یہ حکم سن کر عمیر بن صالح جب وہاں سے اٹھنے لگا تو محمد بن اوس پھر ا کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"ابنِ صالح! میرے عزیز بھائی! جب میں، سقانہ اور نعیم بن حماد لشکر کے ساتھ ان سے کوچ کریں گے تو تم قیروان میں میرے بھائی صالح بن حریم کے ساتھ رہو ۔ لشکر کا ایک حصہ بھی یہاں حفاظت کی خاطر چھوڑا جائے گا۔ رومنوں کا جو لشکر طاجنہ سے قیروان کی طرف بڑھ رہا ہے اس سے کیسے نمٹنا ہے، اس سے متعلق میں، نہ اور نعیم بن حماد کے علاوہ چھوٹے سالاروں سے بھی بڑی رازداری کے ساتھ گفتگو نے لگا ہوں۔ میرے بھائی! پھر تم دیکھنا، میں سرخ ریت کے اس صحرا میں ان ان پر کیسے ضرب لگاتا ہوں اور کیسے ان کے تکبر اور گھمنڈ کو مٹی میں ملاتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی عمیر بن صالح وہاں سے نکل گیا تھا۔ جبکہ محمد بن اوس بڑی اری، بڑی سرگوشی میں وہاں بیٹھے اپنے سارے چھوٹے بڑے سالاروں سے ان کے خلاف اپنی جنگی منصوبہ بندی سے آگاہ کر رہا تھا۔

◎.....◎

★★★

زیست کی ساری علامتوں پر اعضاء شکنی وخود فریبی طاری کرتی رات صبح درخشاں اور پُرکشاں بزمِ سحر سے جا ملنے کے لئے اپنا آدھا سفر طے کر چکی تھی۔ آدھی رات گزر جانے کے باعث گہری نیند خدوخال کی ہر رعنائی، جسم کے ہر ریشے، سارے اعضاء و جوارح پر اوس میں نم گلابوں کی سی نرمی، شہد و قند کی مٹھاس کی طرح چھا چکی تھی۔ چاروں طرف گلوں کی آغوش میں دمکتی شفاف شبنم جیسی خاموشی جانفزا نویدوں کی علامتوں اور آنکھوں میں چمکتے جذبات کی چمک جیسا سکوت اور پرانے بند دروازوں، میلی کہنہ محرابوں اور سوچوں کے ستاروں سی چپ طاری تھی۔

ایسے میں رومنوں کا لشکر بڑی تیزی سے قیروان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ سامنے کی طرف سے کچھ اونٹ نمودار ہوئے۔ اور اگلے اونٹ پر جو سوار بیٹھا ہوا تھا اس کے ہاتھ میں جلتی ہوئی ایک مشعل تھی۔ رومنوں کے لشکر کے آگے قرطاجنہ کا بڑا بشپ پولوس اور اس کے ساتھ اسارین اور قسطنطنیہ سے نیا آنے والا سالار تھے جبکہ ان کے پیچھے ایک جرار اور بہت بڑا لشکر تھا۔

سامنے کی طرف سے جب چند اونٹ آتے دکھائی دیئے تب پولوس سے مشورہ کر کے اسارین نے اپنے لشکر کو روک دیا تھا۔ جب سامنے سے آنے والے اونٹ قریب آئے تو اونٹوں کو روک دیا گیا۔ پھر اونٹوں کے سوار اترے۔ وہ حقیقت میں سقانہ کے آدمی تھے۔ جنہوں نے یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ برانس کے لشکری ہیں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے انہوں نے اونٹوں کو بٹھا کر ان پر لدی ہوئی ہرکولیس اور برانس کی لاشوں کو اتارا، پھر لاشوں کو اٹھا کر وہ اس جگہ لے گئے جہاں پولوس، اسارین اور رومنوں کا نیا سالار کھڑے تھے۔ لاشیں ان کے سامنے انہوں نے زمین پر رکھ دیں۔ اس موقع پر پولوس نے انہیں

مخاطب کیا تھا۔

"آنے والو! پہلے یہ کہو کہ تم کون ہو؟ اور یہ ہمارے سامنے تم نے کیا رکھ دیا ہے؟"

اس پر آنے والوں میں سے ایک بول اٹھا۔

"محترم! ہم برانس کے شکست خوردہ لشکری ہیں۔ مسلمانوں کا سالار محمد بن اوس اچانک برانس پر حملہ آور ہوا۔ اس کے پورے لشکر کا خاتمہ کر دیا اور برانس کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس سے پہلے مسلمانوں کے اس امیر نے ہرکولیس کو اپنا اسیر بنا لیا تھا۔ اب ہم ہرکولیس اور برانس کی لاشیں لائے ہیں۔ یہ لاشیں ہم قرطاجنہ لے کر جا رہے تھے۔"

پولوس، اسارین اور دیگر سالاروں نے دونوں لاشوں کا جائزہ لیا۔ اس موقع پر سب نے اپنے دکھ کا اظہار کیا۔ پھر پولوس کے کہنے پر کچھ لشکری حرکت میں آئے اور لاشوں کو وہاں دفن کرنے کا اہتمام کرنے لگے تھے۔ اس موقع پر پولوس نے آنے والوں کو پھر مخاطب کیا۔

"ہم نے تو یہ سنا تھا کہ مسلمانوں کے سالار محمد بن اوس نے تلمسان میں مستقل قیام کر لیا ہے اور پھر برانس پر وہ کیسے حملہ آور ہو گیا؟"

اس پر آنے والے سقانہ کے آدمیوں میں سے ایک پھر بول اٹھا۔

"یہ دراصل محمد بن اوس کی جنگی چال تھی۔ اس نے صرف خبر اُڑائی تھی۔ حقیقت ل اس نے تلمسان میں قیام نہیں کیا تھا بلکہ وہ اس وقت آپ لوگوں کا مقابلہ کرنے ے لئے قیروان شہر میں موجود ہے۔ اب ہمیں اجازت دیں۔ ہم اپنا فرض ادا کر چکے ں۔ ہم اپنی بستیوں کی طرف جاتے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی وہ لوگ وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ جس وقت وہ ہٹ رہے تھے، ارین نے بے پناہ غصہ کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"تم اپنا فرض ادا کر چکے ہو۔ اب تم جاؤ۔ اب تم دیکھو، ہم مسلمانوں کے خلاف، بن اوس کے خلاف کیسے اپنے فرض کی ادائیگی کرتے ہیں۔ ہم نہ صرف اسے بلکہ اس سارے لشکریوں کو ادھیڑ کر قیروان شہر کے اندر وہ قہرمانی، وہ عذاب طاری کریں گے ں سے پہلے کسی قوم پر نہ گزرا ہو۔"

یہاں تک کہتے کہتے اسارین کو ایک دم خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ صحرا ڑوں کے بھاگنے کی دھمک میں لرز اٹھا تھا۔ قبل اس کے اسارین، پولوس اور دوسرے

سالار جائزہ لے کر سنبھلتے، مشرق کی طرف سے نعیم بن حماد لشکر کے ایک حصہ کے ساتھ آندھی اور طوفان کی طرح نمودار ہوا۔ آتے ہی وہ رومنوں کے لشکر کے پشتی حصے پر جریدۂ دل پر بے جہت کرتے عذابوں، چہروں کی تحریروں پر زیست کے گہرے بنجر پن، جذبوں کی تفسیروں میں مجبوریوں اور رسوائیوں کا خوف پھیلاتے، اندیشوں کی دھول اُڑاتے بگولوں اور روح کے خالی برتن میں قطرہ قطرہ غموں کو ٹپکاتی درد و اذیت کی کرب ناکی کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

نعیم بن حماد کا یہ حملہ بڑا خوفناک تھا۔ چونکہ یہ حملہ اس نے پشت کی طرف کیا تھا لہٰذا رومنوں کا لشکر جو پہلے ہی وہاں رکا ہوا تھا اور ہرکولیس اور برانس کی تدفین میں مشغول تھا، اس کے اندر ایک افراتفری برپا ہو گئی۔ تاہم اسارین اور دوسرے سالاروں کے کہنے پر لشکر کا ایک حصہ پشت کی جانب اپنے لشکر کی مدد کے لئے بڑھا تھا تاکہ نعیم بن حماد کا مقابلہ کیا جا سکے۔

جس وقت رومنوں کے لشکر کا ایک حصہ وسطی حصے سے پشتی حصے کی طرف جا رہا تھا، اسی وقت ایک اور خونی تبدیلی نمودار ہوئی۔ مغرب کی طرف سے سقانہ لشکر کے ایک حصے کے ساتھ نمودار ہوا اور وہ رومنوں کے لشکر کے وسطی حصہ پر مایوسی کی رداؤں سے نکل کر خواب و خون کے اندھیاؤ، بل کھاتے اندھے جبر سے اُٹھتے زہریلے لمحوں، الم گزیدہ حالات سے سر اٹھاتے وقت کے بدترین طوفانی تھپیڑوں اور دھڑکنوں میں آتش فشانیاں بھر کر خون میں ڈوبی کتھائیں لکھتی سنگسار کرتی وحشتوں اور بے جہت کرتے عذابوں کی طرح نازل ہو گیا تھا۔

پہلے نعیم بن حمد حملہ آور ہوا تھا تو رومنوں نے اسے کوئی اہمیت نہ دی تھی۔ ان کا یہ خیال تھا کہ شاید محمد بن اوس اپنے پورے لشکر کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوا تھا۔ لیکن جب مغرب سے سقانہ ایک لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور ان کے لشکر کے وسط پر اس نے ضرب لگانی شروع کی اور ان گنت رومنوں کو اپنے سامنے کٹی ہوئی فصل کی طرح گرانا شروع کیا، تب رومنوں کو کسی قدر تشویش لاحق ہوئی۔ لہٰذا رومنوں کے لشکر کا گلا سارا حصہ بھی وسطی اور پشتی لشکر کی طرف لپکن شروع ہو گیا تھا۔ عین اسی لمحہ ایک انتہائی خونی انقلاب اٹھ کھڑا ہوا جس نے رومن لشکر کی چولیں ہلا کر رکھ دی تھیں۔

جنوب کی طرف سے محمد بن اوس اپنے لشکر کے ساتھ تاریخ کا قرض چکانے والے

عذاب اور نجات کے عزائم، رکاوٹوں کی مسافتوں کو روندتے عذابوں کے نقیب کی طرح حملہ آور ہوا تھا اور آتے ہی گرم دوپہر کے ویران صحرا میں اُٹھتی خوفناک کہانیوں، سانسوں میں دھوئیں کی گھٹن بھرتے نفرتوں کے اُمڈتے طوفانوں، رگوں میں خون کی لکیریں لگاتی شوریدہ سر آندھیوں اور قلوب میں جبر کی دھول بھرتی فطرت کی غضب ناک انگڑائی کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

محمد بن اوس نے اپنے پہلے ہی حملے میں وہ معرکہ سر کیا جس کی رومن امید نہیں رکھتے تھے کیونکہ وہ جنوب کی طرف سے حملہ آور ہوا تھا۔ اس وقت رومنوں کے لشکر کا اگلا حصہ مڑتے ہوئے وسطی حصے کی طرف جا رہا تھا۔ لہٰذا اپنے پہلے ہی حملے میں محمد بن اوس نے رومنوں کے سپہ سالار اسارین کے علاوہ بشپ پولوس اور رومنوں کے قسطنطنیہ سے نئے آنے والے سالار تینوں کا خاتمہ کر دیا تھا۔ تینوں کی اس نے گردنیں کاٹ کر رکھ دی تھیں۔

اس کے بعد وہ انتہائی خوف ناک انداز میں رومنوں کے لشکر کے اندر گھس کر موت کا کھیل کھیلنے لگا تھا۔ اب رومنوں کے لشکر کی یہ حالت تھی کہ پشتی حصے پر نعیم بن حماد، وسطی پر سقانہ اور اگلے حصے پر محمد بن اوس ضربیں لگا رہا تھا۔ تینوں سالار وطن کے رخ کو چار چاند لگاتے سچے جذبوں کے جواہر کی چمک، کیمیا گروں کے راز کی سی بے خوفی، کارسازوں کی دانائی کی سی جسارت کے ساتھ حملہ آور ہو رہے تھے۔ میدانِ جنگ میں تقدیر کے بدترین نوشتے اور بدبختیوں کے شر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ دستِ فرقت کی بے بسی ہر چیز کو موت کے جزیروں کی طرف لے جانے لگی تھی۔ گو اماوس بھرے طوفانوں کی سی اذیت ناکی چاروں طرف چھا چکی تھی اور حسین خوابوں کی تعبیروں میں سراب بھری تحریریں رقم کرتے نفرت کے اندھے کھیل نے میدانِ جنگ کے اندر اپنا رقص شروع کر دیا تھا۔

مرگ کے کھولتے سائے بڑی تیزی سے زمین کا بنجر پن بڑھانے لگے تھے۔ انسانیت کی بلندیاں آدمیت کی رفعت خون کے ذائقوں سے ہمکنار ہونا شروع ہو گئے تھے۔ گو رومنوں کے لشکر کی تعداد مسلمانوں کے مقابلے میں بہت زیادہ تھی اور رومنوں نے حالات کو اپنی گرفت میں کرنے کی بڑی کوشش کی لیکن مسلمانوں کے سہ طرفہ حملوں نے بڑی تیزی کے ساتھ رومنوں کی حالت خود فریبی کی ہولناک مایوسی، بدبختی کے ...ل، خونخوار منزلوں کی داستانوں، سردی میں ٹھٹھرتے اندیشوں اور ویرانوں سے اٹھتے

منحوس سایوں سے بھی زیادہ عبرت خیز بنانا شروع کر دی تھی۔

رومن کچھ دیر تک حالات کو اپنے حق میں کرنے کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔ لشکر کو انہوں نے تقسیم کر کے مسلمانوں کے سہ طرفہ حملوں کو روکنے کی کوشش کی۔ اسی دوران انہوں نے اندازہ لگایا کہ اس جنگ کے دوران وہ اپنے آدھے سے زیادہ لشکر کو مسلمانوں کے ہاتھوں کٹوا چکے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ ہی جب اگلے حصے سے وسطی حصے تک یہ خبر پھیل گئی کہ مسلمانوں کے سالار محمد بن اوس نے حملہ آور ہو کر ان کے سالار اسارین، بشپ پولوس اور قسطنطنیہ سے آنے والے نئے سالار کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے تب اکثر رومنوں نے ہمت ہار دی۔ جی چھوڑ بیٹھے۔ اِدھر اُدھر کھسکنے لگے۔ اس کے بعد لشکر میں عام افراتفری پھیل گئی۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے چھوٹے سالاروں میں سے ایک نے شکست کے بگل بجا دیئے۔ شکست کے بگل بجتے تھے کہ رومن اپنی جانیں بچانے کے لئے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے تھے۔

محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور سقانہ نے پوری شدت اور پوری خوفناکی کے ساتھ کے اندر رومنوں کا تعاقب کیا اور ان کا مزید قتل عام کیا اور بہت کم رومنوں کو اپنی جانیں بچا کر قرطاجنہ کی طرف بھاگنے کا موقع مل سکا۔ اس کے بعد محمد بن اوس پلٹا۔ پہلے ا زخمیوں کی دیکھ بھال کی۔ اتنی دیر تک فجر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ چنانچہ وہ میدان جنگ جہاں تھوڑی دیر پہلے گھمسان کا رن پڑا تھا، وہاں مؤذن کی اذان بلند ہوئی۔ اس بعد لشکر کا ایک حصہ نگہداری پر مقرر کیا گیا تھا۔ باقی لشکر نے فجر کی نماز ادا کرنا شروع تھی۔ نماز کی امامت محمد بن اوس نے کرائی تھی۔

نماز کے بعد اس نے انتہائی عاجزی و انکساری اور کرب خیزی میں دعا مانگنی شر کی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"اے اللہ! ظلم کے لمبے ہاتھوں کے گھمنڈ میں تُو نے ہی ہمیں فضیلت او مندی عطا کی۔ میں وہ الفاظ کہاں سے لاؤں کہ تیرا شکریہ ادا کرسکوں۔ مالک! مو گہری خوابناکی پر تُو نے ہمیں بے کراں اور جاوداں قوت بنا کر اٹھایا۔ قضا کی دُکھوں کے جال، موت کے کھیل کے سامنے تُو نے ہمیں صحرا کا لاثانی پاسبان بنا کر دیا۔ میرے مولا! تیری اس نصیحت، تیری اس حمایت کا شکریہ ادا کرنے کے لئے مناسب جملے کہاں سے تلاش کروں۔

اے اللہ! میدانِ جنگ میں ہواؤں کے بگولوں میں ہر شے کو اُڑتی خاک کی طرح بکھیرتی چارسُو پیچ کھاتی موت کی وادیوں میں تُو نے ہی ہمیں رزم گاہوں کا مقروض ہونے سے بچایا۔ اے اللہ! تیری نصرت، تیری حمایت حاصل نہ ہوتی تو دشمن کے خونی استعارے، مرگ کا روگ، موت کا سوگ، قضا کا ہجوم، خوفناک شعلوں اور راتوں کے ہیولوں کی صورت اختیار کر کے برستے بادلوں کی طرح ہم پر چھا جاتے۔ اے اللہ! میں تیرا شکر کیسے ادا کروں کہ تُو نے دشمن کی اندھی خواہشوں کی تپش اور نحوست بھرے لمحوں سے ہمیں بچایا۔ ہماری حفاظت کا سامان کیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس کی آواز رندھ گئی تھی۔ لگتا تھا وہ رو پڑا تھا۔ اس لئے کہ اس کی ہلکی ہلکی ہچکیاں، سسکیاں سنائی دے رہی تھیں۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد ں نے پھر کہنا شروع کیا تھا۔

"میرے اللہ! تُو نے ہمیں ہمت دی کہ ہمیں بیابانوں سے نکال کر افق پر یلغار رتی خونی ترکتاز، انتقامی بگولوں کے قافلوں اور لپکتی جھپکتی کوندتی برق پر کامیابی حاصل رنے میں مدد و نصرت دی۔ میرے اللہ! میں تیرا ایک عاجز بندہ ہوں۔ میری التجا ہے ولا! آنے والے دور میں بھی ہماری مدد و نصرت کا سلسلہ جاری رکھنا۔ اس لئے کہ ظلم و ند کے نظام کے سامنے تُو ہی ہمارے لئے فتح و نصرت کا مینار، ضمیر کی کالکوں اور یلمت کے رنگوں میں تُو ہی ہماری کامیابی کی علامت اور مصارفِ زندگی کی تاریکیوں ا میرے اللہ! تُو ہی ہمارے لئے روشنی و فوز مندی کا منبع ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد محمد بن اوس نے دعا ختم کر دی تھی۔ اس کے بعد لشکر کا وہ ہ جسے نگہبانی پر مقرر کیا تھا اس نے نماز ادا کی تھی۔ پھر محمد بن اوس، نعیم بن حماد اور انہ نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں اپنا قیام ختم کیا اور اب وہ اپنے لشکر کے ساتھ فتح و رت کے گیت گاتے ہوئے قیروان کی طرف جا رہے تھے۔

مسلمانوں کی شاندار کامیابی کے بعد رومنوں کے علاوہ افریقہ کی ملکہ جرارہ جو عموماً ا کی ساحرہ کی حیثیت سے مشہور تھی، ان کوششوں میں لگ گئی تھی کہ ہر صورت میں انوں کو اپنے سامنے زیر کریں۔ دونوں قوتوں نے اپنے لشکر میں اضافہ کرنا شروع دیا تھا۔ لیکن ان کی بدقسمتی تھی کہ اسی دوران دمشق سے مسلمانوں کا ایک نیا لشکر آ اور حسان بن نعمان غسانی کو افریقہ میں مسلمانوں کا رئیس اور سپہ سالارِ اعلیٰ مقرر کیا تھا۔ اسی حسان بن نعمان نے محمد بن اوس کے ساتھ مل کر نہ صرف رومنوں پر حملہ

آور ہو کر انہیں افریقہ سے نکال باہر کیا بلکہ ملکہ جرارہ کو بھی اپنے سامنے زیر کرتے ہوئے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس طرح مصر سے لے کر طنجہ اور قرطاجنہ سے لے کر انتہائی جنوب میں مسلمانوں نے افریقہ میں ایک مضبوط، مستحکم اور عظیم سلطنت قائم کر دی تھی۔

(ختم شد)